

اُمّتِ رسول ﷺ کے ہر فرد کی صدا
عظمت و ناموس پر جان بھی فدا

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر

تحفظِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے مستند علمی
و تحقیقی ضخیم اور جامع خصوصی اشاعت

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

دینی، سماجی، اخلاقی اور علمی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
انوارِ رضا
جوہرآباد
مدیراعلیٰ
ملک محبوب الرسول قادری

2014ء۔ شمارہ نمبر 1,2,3

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساحل کی جستجو ہے نہ منزل کی آرزو
ہم مر مٹیں حضور ﷺ پہ یہ ہے دل کی آرزو

(صابر براری رحمۃ اللہ علیہ)


اُمّتِ رسول ﷺ کے ہر فرد کی صدا
عظمت و ناموس پر جان بھی فدا
تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر
تحفظِ مقامِ مصطفی ﷺ کے حوالے سے مُستند علمی
و تحقیقی ضخیم اور جامع خصوصی اشاعت
ملک محبوب الرسول قادری
انوارِ رضا
2014ء۔ شمارہ نمبر 1,2,3
انٹرنیشنل غوثیہ فورم

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — جوہرآباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 1تا3

تحفظِ ناموسِ رسالت نمبر ﷺ

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایگزیکٹو: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹرز: سید غفران شرف گیلانی | علامہ محمد شاہد جمیل اویسی

قیمت فی شمارہ: 1200 روپے

سالانہ رکنیت فیس: 2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم زاویۂ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) جوہرآباد 41200

0300/0321/0313-9429027 Mahboobqadri787@gmail.com

مشمولات

اپنی بات

تحفظِ ناموسِ رسالت ۔۔۔۔۔۔۔

اساسِ ایمان ہے

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ دنیائے اسلام اور وادیٔ ایمان کا بنیادی اور اثاثی تقاضا ہے اس میں کسی طرح کی کوئی دوسری رائے نہیں ۔ دنیا بھر میں اسلام مخالف قوتیں ایکا کر کے ملت مسلمہ کے ایمان پر حملہ آور ہو چکی ہیں اور اس کا اظہار وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد کرتی رہی ہیں ۔ ساڑھے چودہ صدیوں سے امت کا یہ معمول رہا ہے کہ اگر شاتم رسول کو عدالت نے سزا دی تو بجا دوسری صورت میں یہ فیصلہ غازیانِ امت نے پوری جرأت سے ازخود کر دیا اور دارین میں سرخرو ہوئے ۔

وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان کی اسٹیٹ منٹ ہے، "حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور امت پر آپ ﷺ کی شفقت و رحمت بے مثال رہی ہے، اس لئے آپ ﷺ کو اختیار حاصل تھا کہ اپنے دور میں جو اسلام کے آغاز اور ارتقاء کا دور تھا، اس سلسلے میں سختی و نرمی اور عفو و درگزر کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو اس وقت کے حالات سے مناسبت رکھتی ہیں لیکن امت مسلمہ کے کسی فرد کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اس ضمن میں خود اس قسم کی حرکتوں پر معافی نامہ جاری کر سکے ۔ امت کا مفاد بھی اس امر کا متقاضی ہے کہ اس عظیم ترین مرکزی شخصیت ﷺ کے حقوق اور مفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرہ میں امن و امان برقرار رہے، اور افراد کی اصلاح کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت ﷺ کے ساتھ عقیدت و محبت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہو ۔ عشق رسول ﷺ

لازمۂ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ و پے میں خون کی طرح جاری و ساری ہے حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی دریدہ دہن شان رسالت مآب ﷺ میں کسی گستاخی کا مرتکب ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نے بھی اپنے خونی رشتہ داروں کے ضمن میں چشم پوشی یا عفوو درگزر سے تو کام لیا ہوگا، مگر ختم المرتبت، رسالت مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں کسی بھی رو رعایت کا روادار نہیں۔"

(ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۰)

وقت کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے "انوارِ رضا" کی خصوصی اشاعت بعنوان "تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر" کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ساڑھے تین برس کی محنت کا ثمر ہے۔ نیز اس کی اشاعت میں بہت ساری تاخیر بھی ہوئی اب معزز قارئین اس کی حیثیت کا تعین کریں گے ہم ربّ العزت کی بارگاہ میں عرض گزار ہیں کہ اس میں اپنی رضا کے حصول والے امور کو قبول فرما اور ہماری غلطیوں و لغزشوں کی معافی عطا فرما۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وآلہ وسلم

کچھ نہیں چاہیے یا نبی بس مجھے   آپ ﷺ کی اک نگاہ عطا چاہیئے

منشاء و مراد:

تحفظِ ناموس رسالت نمبر کی ترتیب وتدوین اور اشاعت وترسیل کا مقصد وحید یوم حشر حضور سلطان الانبیاء وامام المرسلین سید الاولین والآخرین سیدنا خاتم المرسلین حبیبنا شفیعنا ومولانا وملجانا محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا حصول ہے۔

اے اللہ! "انوارِ رضا" کے اس تاریخ ساز خاص نمبر کے تمام قلمکاروں، محققین، شعراء، قانون دان، معاونین، اشتہار دینے والوں، خریداروں، ترسیل وتقسیم کاروں، قارئین کرام، استفادہ کرنے والوں اور اپنے حاصل مطالعہ کو آگے منتقل کرنے والے تمام خوش نصیبوں کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور سیدنا شافع محشر ﷺ کی شفاعت

سے بہرہ ور فرما۔

یا اللہ! تجھے اپنے حبیب ﷺ کے ناموس کے تحفظ کی طرف اٹھنے والا ہر قدم پسند ہے۔ ہم نے اس اشاعت کا کام اسی مقصد کے تحت سرانجام دیا ہے۔ جس نے ہمارے ساتھ اس راہ میں چاہے ایک ہی قدم اٹھایا تو اسے حضور ﷺ کے بحرِ شفاعت سے وافر حصہ نصیب فرمادے۔

اے اللہ! تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے غلاموں کو کبھی رسوا نہیں کرتا ہمیں بھی ہمیشہ ندامت سے محفوظ رکھ اور دارین میں عزت و وقار اور سرکارِ عالمیان ﷺ کی شفاعت کا حامل بنا۔ آمین

ضروری وضاحت:

ہم نے پوری دیانت سے کوشش کر کے تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے کی جانے والی کوششوں اور جدوجہد کا ایک خاکہ مرتب کیا ہے اُس میں بلخصوص اہل سنت کے تمام طبقات کو بلاتفریق کوریج دی گئی ہے۔ ہم نے جمعیت علماء پاکستان کے صوبائی صدر حضرت علامہ قاری زوار بہادر صاحب کے علاوہ آفس انچارج برادرم رشید احمد رضوی سے متعدد مرتبہ اس حوالے سے جمعیت کی کارکردگی رپورٹ کا تقاضا کیا مگر وہ اپنی مصروفیات کے سبب فراہم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ نتیجتاً جے یو پی کی رپورٹ شامل ہونے سے رہ گئی۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض عدالتی فیصلوں میں جرم ثابت ہونے والے مجرموں کی منحوس گستاخانہ عبارات ریکارڈ میں شامل رکھنے کے لئے درج کی گئیں جن کو شامل اشاعت کرتے ہوئے طبیعت پر خاصا بوجھ رہا مگر ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کے لئے شامل اشاعت کی گئیں۔ رب کریم بہتر کارساز ہے۔

جملہ احباب سمیت شفاعت نبوی ﷺ کا طالب

مملوک محمد محبوب الرسول قادری

دُعائے صحت کی اپیل

ملک وملت کے لئے تین نہایت قیمتی وجود:

۱۔ حضرت استاذ العلماء یادگار اسلاف شیخ طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ
پروفیسر محبوب حسین چشتی
(بانی وسربراہ: ادارہ معین الاسلام بیربل شریف)

۲۔ حضرت استاذ العلماء زینت مسند تدریس خطیب دلپذیر علامہ
ابوالانوار صاحبزادہ محمد عبدالرحمن الحسنی
(ناظم اعلیٰ: جامعہ رحمانیہ حسنیہ رضویہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب)

۳۔ حضرت استاذ القراء آبروئے ملت قاری المقری
صاحبزادہ پروفیسر قاری محمد مشتاق انورؔ
(بانی وسربراہ: ادارہ صوت القرآن پاکستان، جوہر آباد)

کچھ عرصہ سے زیادہ علیل ہیں قارئین کرام ان حضرات کی کامل صحت یابی کے لئے خصوصی دُعا فرمائیں۔

یااللہ! تیرے حبیب کریم ﷺ کی عزت وناموس کی کوشش تیری بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ انوارِ رضا کی اس اشاعتِ خاص کے طفیل ہمارے متذکرہ دینی وروحانی رفقاء سمیت ملت کے بیمار اور علیل لوگوں کو شفاء کاملہ نصیب فرما۔ ہمارے ان احباب کے وجود سے ملک وملت کو برکات اور فیض نصیب فرما۔ انہیں بیمار کربلا سید الساجدین سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے صدقہ میں صحت کاملہ وعاجلہ سے نوازا۔ اور وطن عزیز پاکستان کو امن وسلامتی کی نعمت سے سرفراز فرما۔ آمین

0300/0321/0313-9429027
ملک محمد محبوب الرسول قادری
(چیف ایڈیٹر)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد
چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری

پیغامات

تبرکاتِ نورانیہ

تحفظ ناموس رسالت ۔۔۔۔۔۔۔۔ہماری جانوں سے عزیز تر ہے

تاریخی کلمات=لوحِ قلب پر اتاریئے

شیخ الاسلام، قائد اہل سنت، حضرت

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!۔۔۔۔۔۔ملک میں اس وقت این۔ جی۔ اوز کے نام پر گھناؤنی سازش تیار کر لی گئی ہے۔مغربی ممالک اور ملک میں موجود لادینی قوتیں ۱۹۷۳ء کے آئین کے معطل کرانے، قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو منسوخ کرنے اور قادیانیوں کو مسلم تسلیم کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔

ان شاء اللہ ہم قانون تحفظ ناموسِ رسالت ۲۹۵سی میں ترمیم و تنسیخ کی ہر کوشش کو ناکام بنادیں گے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت ایمان کی جان ہے۔قادیانی مرتد اور کافر ہیں وہ اسلام کے کھلے دشمن ہیں۔تمام مسلمان خصوصاً خادمین اور کارکنانِ جمعیت حالات سے باخبر رہیں اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں پر کڑی نظر رکھیں۔آنے والے انتخابات کی تیاری کریں تاکہ سیکولرازم کے حامیوں کا راستہ روکا جاسکے ہم عشق مصطفیٰ ﷺ کے ہتھیار سے لیس ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس راہ سے نہیں ہٹا سکتی۔تحفظ ناموسِ رسالت ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اور ایک مسلمان اس مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

(جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے زیر اہتمام یکم مئی ۲۰۰۲ء کو

جامعہ محمودیہ لطیف آباد حیدر آباد میں صوبائی تربیتی کنونشن سے خطاب)

پیغام

بین الاقوامی شہرت یافتہ ایٹمی سائنس دان، محسن پاکستان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار

انوارِ رضا کا تحفظ ناموس رسالت نمبر بہت ہی ایمان افروز تالیف ہے۔ جناب ملک محبوب الرسول قادری بہت ہی ثابت قدمی سے اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں، میں نے لاہور کی کسی تقریب میں کہا تھا کہ "میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے" ملک محبوب الرسول قادری صاحب بھی اپنے حصے کا کام مسلسل کرتے آرہے ہیں ہم سب کو اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔ یہ ہماری ملی اور دینی ذمہ داری ہے ہمارے بچپن میں پہلی سے دسویں جماعت تک نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس قدر اسلامی تعلیم بھی ہمیں دے دی جایا کرتی تھی کہ پھر کسی روایتی مولوی سے کچھ پڑھنے کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی تھی مگر بعد کے نظامِ تعلیم نے ہمیں دین سے قدرے دور کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آج بھی جناب ملک محبوب الرسول قادری جیسے لوگ موجود ہیں جو دین اسلام، ناموس رسالت ﷺ اور فلسفۂ اسلام سے عام آدمی کو آگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

انوارِ رضا کا زیر نظر خاص نمبر جید علماء دین اور نامور قلم کاروں کی تحریروں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو تاریخی بھی ہے اور توصیفی بھی۔ اللہ پاک جناب محبوب الرسول قادری کو اسی طرح ہمت اور حوصلہ عطا کرتا رہے تا کہ موصوف اپنے مشاہیر کے مشن کو پوری ایمانی قوت سے جاری رکھے رہیں!!!

پیغام

نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور استحکام پاکستان کے لئے مصروف جہد،

کارزارِ سیاست میں حق و دیانت کی آواز

پیر اعجاز احمد ہاشمی

صدر: جمعیت علماء پاکستان

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری ملت ذاتِ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اپنا رشتہ محبت وغلامی استوار کرلے۔ مسلم اُمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ اسی ایک نکتے کے گرد گھومتی نظر آتی ہے کہ مسلمان کی عزت و شادمانی اور فوز و فلاح کے تمام راستے آستانہ رسول ﷺ پر سلامی پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ عہد صحابہ سے آج تک امت کے ہر فرد نے ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے تن من دھن کی قربانیاں دیں اور یہ جذبہ سینوں میں محفوظ رکھا اور عزت و ناموس رسالت ﷺ پر آنچ نہیں آنے دی۔ دنیا بھر میں ہمیشہ ہر عہد میں اس مقصد کے لئے دی جانے والی قربانیوں کی داستان تاریخ اسلامی کا سنہرا باب ہے۔

اقامت دین کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے معاشرے کے ہر فرد کو تیار کیا جائے سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کے چیف ایڈیٹر محترم ملک محبوب الرسول قادری وطنِ عزیز کے ان محدودے چند صحافیوں میں شمار ہوتے ہیں جو نظریاتی حوالے سے پورے تسلسل کے ساتھ گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں موسمی اثرات ان کے مزاج اور کام کی رفتار پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ ہر

طرح کے خوف وحزن سے بے نیاز وہ اپنی متعین کردہ خاص لائن پر بڑی سبک رفتاری سے گامزن ہیں جس پر "انوارِ رضا" کی بیسوں خصوصی اشاعتیں شاہد ہیں۔ مثلاً قائد ملت اسلامیہ، ماہِ صیام نمبر، حضرت سفیر اسلام نمبر، حضرت اخندزادہ مبارک نمبر، مولودِ کعبہ نمبر، انوار کنز الایمان نمبر، حضرت خواجہ احمد میروی نمبر وغیرہ صرف قابل ذکر ہی نہیں بلکہ قابل رشک بھی ہیں۔ ملک صاحب تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے مجاہد ہیں اور ان کی مجاہدانہ زندگی واقعی ناموس رسالت کی امانت ہے۔ میں نے ان کے علمی و اشاعتی کاموں کو بہت عمیق نظر سے دیکھا ہے وہ قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ کے رکن رکین ہیں اور ان کی سونپی ہوئی امانت کے امین ہیں۔ لہٰذا ملک صاحب کے ساتھ بھرپور تعاون ہمارے سماج کے ہر باشعور فرد کا دینی فریضہ ہے۔ خصوصاً اب کی مرتبہ وہ "تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر" شائع کرنے جارہے ہیں جو بارہ سو صفحات سے زیادہ ضخیم ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے بہت مفید مواد یکجا کر دیا ہے جو زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اصحابِ علم وفضل اور عوام وخواص سبھی کے لئے مفید ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محترمی ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو ہدیہ تحسین اور مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ کریم ان کی اس کوشش کو قبول فرما کر ہمارے معاشرے کے لئے مفید بنائے۔ آمین

پیغام

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

جسٹس (ریٹائرڈ) میاں نذیر اختر

رسالہ "انوارِ رضا" کا پچاس سے زائد مضامین پر مشتمل "تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ" نمبر قابل صد ستائش ہے۔ اس میں عہد رسالت مآب ﷺ سے لے کر عہد حاضر تک کے تمام اہم واقعات، توہین رسالت کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں، مجرموں کے عبرتناک انجام اور عاشقانِ مصطفیٰ کے کردار کے بارے میں اہم مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں جرمِ توہین رسالت کی سزا (موت) کی شرعی حیثیت اور اس ضمن میں اہم فیصلوں اور فتاویٰ کو بھی اس نمبر میں شامل کیا گیا ہے۔ ہر مضمون بڑی محنت سے، تحقیقی اور علمی انداز میں لکھا گیا ہے۔ ان مضامین کے مطالعے سے ایک طرف تو عظمتِ مصطفی ﷺ کا گہرا نقش قلوب واذہان پر مرتب ہوتا ہے تو دوسری طرف لادین اور گمراہ لابی کی پھیلائی ہوئی غلط سوچ کی گرد بھی چھٹ جاتی ہے۔ توہین رسالت کے جرم کی سزائے موت کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ حیرت ہے کہ ہندوستان کا ایک "روشن خیال" اور دورِ جدید کی آزادیِ فکر کا دلدادہ "عالم" وحید الدین خان اس حقیقت کا ادراک نہ کرسکا اور اپنی کتاب "سبّ وشتم رسول کا مسئلہ" میں یہ لکھ بیٹھا کہ توہینِ رسالت تو کوئی فقہی جرم ہی نہیں بلکہ یہ ایک غلط اور غیر اخلاقی حرکت ہے جس کی کوئی فقہی سزا نہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش راہ کہ دیں، ہمہ اُوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی اُست

پاکستان میں وحید الدین کی غلط سوچ کو فروغ دینے والا جاوید غامدی اور اس کے ساتھی بھی اسی گمراہی کا شکار ہیں۔ "انوارِ رضا" کے مضامین کے مطالعے سے جرم توہین رسالت اور اس کی سزا کی صحیح تفہیم نصیب ہوتی ہے اور ہندی عالم اور اس کے ٹولے کی گمراہی خوب واضح و ظاہر ہو جاتی ہے۔

ملک محبوب الرسول قادری اور اُن کے رفقائے کار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اس اہم نمبر کے لیے مضامین کے حصول اور اُن کی اشاعت کا کام محنت شاقہ اور خلوصِ دل سے سرانجام دیا ہے۔ میں ان سب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ انہیں رسول کریم ﷺ کی نظرِ کرم اور آخرت میں شفاعت نصیب ہو۔ آمین

پیغام

دنیائے صحافت میں منفرد تشخص کے حامل روشن نظریاتی ستارے

داعی تحفظ نظریہ پاکستان

ڈاکٹر مجید نظامی

ایڈیٹر: نوائے وقت گروپ، چیئرمین: نظریہ پاکستان ٹرسٹ

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد سابق وفاقی وزیر و سینیٹر مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مرحوم کے خاص عزیز سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کے چیف ایڈیٹر عزیزم ملک محبوب الرسول قادری ہمارے اچھا لکھنے والے قلم کاروں میں سے ایک ہے وہ اسلام اور پاکستان سے محبت کرنے والے ایک نظریاتی صحافی ہیں۔ میری ان سے پہلی ملاقات بھی مولانا نیازی صاحب کے ساتھ ہی "نوائے وقت" کے دفتر میں ہوئی تھی۔ نظریہ پاکستان ٹرسٹ اور ایوانِ کارکنانِ تحریکِ پاکستان کے پروگراموں میں ان سے مسلسل ملاقاتیں بھی ان کی فکری یکسوئی و پختگی کا ثبوت ہیں۔ اس وقت انہوں نے مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کے حوالے سے اپنے رسالہ کا جو خاص نمبر مرتب کیا ہے وہ ایمان افروز بھی ہے اور علم افروز بھی۔ بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد وہ اس اشاعت خاص کو منظر عام پر لا رہے ہے۔ بلاشبہ یہ خاص نمبر اسلامیانِ پاکستان کے لیے ایک راہنما کتاب کے طور پر یاد رکھا جائے گا اُمید ہے یہ لائبریریوں، کالجز اور دینی اداروں میں یکساں مقبولیت حاصل کرے گا اور اہل تحقیق کے لیے ایک دستاویز ثابت ہوگا۔ میں اس بہترین کاوش پر ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کی کامیابیوں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

پیغام

قول و کردار میں یکسانیت کی حامل شخصیت اور ماہر تعلیم

محترم پروفیسر ڈاکٹر سیّد قمر علی زیدی

شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

انسان کے خالق نے انسان کو اپنے کرم سہارے اتنا بلند و بالا مقام عطا فرمایا کہ وہ رشک ملائکہ ہے لیکن کوتاہ بین انسان اپنے باطنی و اخلاقی امراض کے باعث اس رفعت انسانیت کا شعور ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے راہ فکر میں بہت سی منازل میں ٹھوکر کھاتا ہے اور معرفت خودی میں ناکام رہتا ہے۔ نظام ربوبیت اور نظام ہدایت سے نہ صرف بے بہرہ رہتا ہے بلکہ ابلیسی حجابات کی زد میں آکر نفسانیت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ پھر اس پر روشنی کی کرنیں نہیں پہنچ پاتیں۔ اس کے حواس فکر و عمل زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور وہ مرکز ہدایت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ منبع حجت سے اسے ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوتا اور مصدر ایمان سے اس کا ذرہ بھر تعلق بھی نہیں ہوتا۔

نبوت کے نور سے کچھ حصہ عطا نہیں ہوتا۔ اور یوں وہ بارگاہ الوہیت مآب سے ایمانی فیض میں بھی حصہ دار نہیں ہوتا ہے۔ وہ اندھیروں میں بھٹکتا ہے اور بزعم خویش علم و تحقیق کی وادیوں میں رواں دواں ہوتا ہے لیکن فی الوقت وہ گمراہی کی وادیوں میں سرگرداں نظر آتا ہے اور وہ اپنی گمراہ کن آراء کو تحقیق قرار دیتا ہے۔ اس کا حلقہ اعتراض و تشنیع بلکہ زمرہ دشنام اتنا وسیع ہوتا جاتا ہے کہ اپنے خالق کے مقاصد تخلیق

بد بے لگام زبان کھولتا ہے اور مقصد اعظم کو اپنی پست نظری کے آئینے میں دیکھتا ہے اور یوں وہ خالق کی پسندیدگی کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی مذموم اور مکروہ رویہ ہے اور اس رویے کا مرتکب انسانیت دشمنی کے ایک خفیہ اسلوب کو نہ صرف جنم دیتا ہے بلکہ بقائے انسانیت کی مخالفت بھی کرتا ہے رسول خدا ﷺ مقصودِ کائنات ہیں ان کی کسی بھی طرز و قسم کی توہین کفر ہے اور احکامات خداوندی کے سخت خلاف ہے۔ اور محبت خداوندی کے لئے ایک شدید و گمراہ کن رکاوٹ ہے۔ خالق لم یزل کی تعلیمات و احکامات پر تنقید کا دروازہ کھلتا ہے اور یوں انسان کسی طرح بھی خدائی معرفت کا قدم اولین بھی نہیں اٹھا سکتا۔

کسی بھی نبی کی توہین کسی بھی پہلو سے ناقابل برداشت جرم ہے۔ انسانی قانون ساز بھی اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں۔ کسی بھی مصلح اور کسی بھی پاکیزہ کردار مقتدا پر تنقید اس مصلح و مقتدا کے ماننے والوں کے لئے دل آزادی کا سبب بنتا ہے اور معاشرہ انسانی میں شر و فساد کو جنم دیتا ہے۔

مذاہب باطلہ اور ان کے پیروکاروں کو جب اپنے مذہب کی افادیت کی کوئی دلیل میسر نہیں آتی تو وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سید الانس والجان حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر بے سبب اور بے دلیل تنقید کرتے ہیں۔ اس تنقید میں ہرزہ سرائی اور دشنام بازی کا مکروہ انداز بھی شامل ہوتا ہے۔ ہرزہ سرائی اور دشنام بازی تو کسی بھی انسانی معاشرے میں ہمیشہ ہی غیر اخلاقی اور غیر قانونی شمار کی جاتی ہے۔

مسلمان جب اپنے فطری معاشرتی حق کے تحفظ کے لئے آہنی و قانونی اقدامات کرتے ہیں تو قہر و جبر کا سراپا اور فریب و مکر کا پیکر یورپ اور دیگر خطہ ہائے ارض کے پادری اور نام نہاد تاریخ نویس بین الاقوامی معاشرے میں تہذیبی و مذہبی تصادم کو جنم دینے کے لئے ابلیسی اشاروں پر رقصاں رہتے ہیں اور مشرق کے ثنا خوان مغرب اپنی کوتاہ نظری کے سبب ذلت و نکبت کے پیکر بنے ہمہ وقت ان کے دروازے پر گداگری کرتے نظر آتے ہیں۔ ثنا خوان مغرب کا کشکول، بے تمیزی، بے

غیرتی اور انسانیت کش قوانین کے افکار سے بھرا رہتا ہے اور اسے بے زنبیل حکمت قرار دے کر اہل حکمت کی توہین کرتے ہیں۔ مسلمانان عالم کے زخموں پہ نمک پاشی کا سامان بھی اسی کشکول میں موجود رہتا ہے اور اسی کی نحوست ان پہ طاری رہتی ہے اور پھر زبان وقلم سے فسادات کا ایک طوفان برپا کیا جاتا ہے۔ رحمت خداوندی کا مرکز سرکار رحمت مدار ﷺ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اسی رحمت رسول ﷺ کے سہارے خدائی کائنات میں اپنا وجود برقرار رکھتے ہوئے نعمت خداوندی کی حفاظت شکرانہ خداوندی کے لئے نہایت ضروری ہے اسی لئے مسلمان رب تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا شکرانہ ادا کرتے ہیں اور ناموس رسالت ﷺ کے فیضان سے اس عزت وغیرت کی کائنات آباد کرتے ہیں اور یہی عمل صالح ان کے ایمان کا محافظ ہے اور آخرت میں پروانہ نجات ہے۔

دیوانگانِ عشق کا انداز حیات کیا ہو؟ کیسا ہو؟ اور ضمانت ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟ ملک محبوب الرسول قادری نے اہل دانش کے افکار ایسے جمع کر دیئے ہیں کہ قاری پڑھ کر جیون سامانی کے ماحول کا مشاہدہ کرتا ہے۔

پیغام

ممتاز و معروف کالم نگار بیدار مغز صحافی

جبار مرزا

روزنامہ جنگ

جناب محبوب الرسول قادری صاحب بہت بلند ہمت اہل قلم ہیں۔ آپ کی تحریریں آپ کے عزم کی طرح جواں اور حوصلہ مند ہوتی ہیں۔

انوار رضا کے تحفظ ناموس رسالت نمبر کا مسودہ دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اس میں بہت ہی نامی گرامی صاحبان علم و دانش کی نگارشات شامل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب، حضرت علامہ سید عبدالقادر شاہ جیلانی صاحب، حضرت پیر سید محمد فاروق القادری صاحب، کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب، حضرت مفتی محمد خان قادری صاحب اور پیر محمد افضل قادری صاحب کی جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب سے گفتگو انتہائی معلومات افزاء ہے۔ بہت سارے اہل علم و فضل کا قلمی تبرک اس نمبر کا خاصہ ہے۔ غزالیٔ دوراں جناب علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، جسٹس (ر) میاں نذیر اختر، جناب محمد متین خالد اور جناب محمد احمد ترازی کے قلم پارے اس خاص نمبر کی اہمیت اور حیثیت میں اضافہ کیے ہوئے ہیں۔

ایک ہزار سے زائد صفحات پر محیط "انوارِ رضا" کا زیر نظر "تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر" بہت بڑی دینی خدمت ہے، جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو دل کی گہرائیوں سے اس نسخے کی تکمیل پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پیغام

اسلامی کلچر و ادب کے محافظ قلم کار

قاضی جاوید

چیئرمین: ادارہ ثقافت اسلامیہ (Institute of Islamic Culture)

تحفظ ناموسِ رسالت اسلامی الہیات اور ثقافت کا محور ہے۔ اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے، تاریخ کے مختلف ادوار کے تقاضوں کے مطابق مختلف اقدامات کیے جاتے رہے ہیں۔ یہ اقدامات پیغمبر اسلام ﷺ کی مبارک شخصیت کے تقدس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے بنیادی سرچشموں کی نگہداشت کے لئے ناگزیر رہے ہیں۔

تحفظ کی ضرورت کا یہ گہرا احساس ہماری روحانی زندگی کا حصہ ہے اور بالکل فطری بھی ہے۔ تمام مذاہب میں اپنی اپنی مقدس شخصیات کے احترام کو یقینی بنانے کے لئے قواعد وضوابط اور روایات موجود رہی ہیں۔ البتہ مسلمانوں کے لئے اس ذمہ داری کا دائرہ کار دوسروں سے کہیں زیادہ وسیع ہے کیونکہ وہ تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور سبھی کے احترام کے آرزومند ہیں۔ یہ احترام محض ایک روحانی قدر یا اخلاقی فرض نہیں بلکہ عقیدہ کا لازمی جزو ہے۔

میں ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی خدمت میں نیک دعاؤں اور اچھی خواہشات کے ساتھ مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے شب و روز کی محنت، تحقیق اور لگن کے ساتھ سہ ماہی "انوارِ رضا" کی اس خصوصی اشاعت میں تحفظ ناموسِ رسالت کے مختلف پہلوؤں اور ان کی تاریخ پر نگارشات کو یکجا کر دیا ہے۔ یوں یہ اشاعت دینی ادب کی ایک اہم دستاویز بن گئی ہے۔

پیغام

پیکرِ اخلاص، مجاہدِ اہل سنت

محترم شفیق الرحمن

بن عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، دبئی

عقیدۂ ختم نبوت کہ "ہمارے نبی سید الانبیاء وسید المرسلین ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آ ہی نہیں سکتا۔" ایک ایسا اصولی اور بنیادی عقیدہ ہے کہ اس پر کوئی بحث اور گفت وشنید ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی یہ عقیدہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی دوسرا احمد مصطفےٰ ﷺ بھی نہیں ہو سکتا۔

اسلامی عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ میں کمی وکوتاہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دربارِ عالیہ میں قابل معافی ہو سکتی ہے لیکن کسی فرد کی طرف سے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی کمی اور نقص ہرگز ہرگز قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ یہاں ایک وضاحت کرنا ضروری ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں ہمارے نبی ﷺ کی امت میں تشریف لائیں گے اور شریعت محمدی علیہ السلام کے مطابق عمل کریں اور اسی کے مطابق ہی فیصلے فرمائیں گے۔

عقیدہ ختم نبوت ایسا نہیں کہ جسے سائنسی علوم مثلاً ریاضی، فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی وغیرہ کے فارمولوں اور تصوریوں سے سمجھا جا سکے بلکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو کہ ہمارے نبی اکرم شفیع معظم فخر بنی آدم ﷺ کو ماننے کے ساتھ لازم وملزوم ہے اسی لئے فاروقی شہزادے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ناقابل تردید دلائل سے آپ ﷺ کا عدیم

النظیر و مثیل ہونا محال ثابت فرمایا ہے۔ ان دلائل کا لب لباب یہ ہے کہ اگر کسی کو آپ علیہ السلام کا نظیر مانا جائے تو اس کو خاتم النبیین بھی ماننا پڑے گا جو کہ محال ہے۔ اس لیے نہ کوئی آپ ﷺ کا نظیر ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی جذباتی عقیدہ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کا عنایت فرمایا ہوا عقیدہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہم اہل سنت و جماعت کو اس غیر متزلزل عقیدے سے نوازا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کا ایک اور پہلو عقیدہ تحفظ ناموس رسالت ہے جس کے لیے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ وادیٔ ایمان میں گلاب کھلا دیتا ہے اور اس کے مطالعہ سے پڑھنے والے کے دل و دماغ میں ایک عظیم نکتہ راسخ ہو جاتا ہے۔ فتویٰ یہ ہے کہ "۔۔۔اگر روئے زمین پر ایک مسلمان بھی باقی ہے تو کسی گستاخِ رسول کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جا سکتا اور اگر زمین کے سینے پر ایک گستاخ رسول بھی زندہ ہو تو یہ پوری امت کی موت کے مترادف ہے۔۔۔۔۔۔" یہی وہ نکتہ ہے جو چودہ صدیوں سے ہر غیرت مند مسلمان کے دل و دماغ پر حکومت کرتا آ رہا ہے، بہت زمانے بدلے، حکومتیں بدلیں نہ جانے کتنے انقلاب آئے، مگر مسلمان کے سینے سے روح محمد ﷺ کو نکالا نہیں جا سکا۔ یہی نکتہ ہماری اجتماعی زندگی اور بقاء کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

اس وقت ساری دنیا کے شیاطین عظمت و عصمت رسالت کے خلاف گھات لگائے بیٹھے ہیں اور وقتاً فوقتاً طرح طرح کی در فطنیاں چھوڑتے رہتے ہیں۔ ہمارے بھائی اور سنی دنیا کے صحافتی میدان میں گزشتہ تیس، بتیس برس سے فکری و نظری خدمات سرانجام دینے والے کہنہ مشق صحافی ملک محبوب الرسول قادری نے اپنے سہ ماہی رسالہ "انوارِ رضا" جوہر آباد کا ضخیم فقید المثال اور عظیم الشان "تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر" شائع کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ خوش آئند ہے اور امت کے ہر فرد کے لئے خوشخبری ہے میں دل کی انتہاء گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کی مقبولیت کے لئے دعا گو ہوں۔

اسلام۔۔۔زندگی بھر پیغمبر اسلام ﷺ سے محبت کرنے کا عہد

پیغام

معاشرتی اصلاح کے جذبے سے سرشار ایک شعوری دینی کارکن

انجینئر محمد طاہر فاروق نورانی

مبلغ اعظم سفیر اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز اور قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ کے والد گرامی تھے۔ پونے دو لاکھ غیر مسلموں نے ان کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا اور بے شمار گمشتگان نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی سعادت پائی افریقہ میں تبلیغی دورے کے دوران ایک نومسلم نے ان سے پوچھا حضرت! اسلامی تعلیمات کا خلاصہ کیا ہے؟ یعنی اسلام اپنے ماننے والوں سے کیا تقاضا کرتا ہے؟ حضرت مبلغ اسلام نے فرمایا آپ اسلام کے سپیلنگ بیان کریں۔ سوال کرنے والے نے سپیلنگ بیان کیے۔ ISLAM

آپ نے فرمایا:

I Means	I
S Means	Shall
L Means	Love
A Means	Always
M Means	Muhammad

گویا اسلام کا معنی ہے۔

I shall love always Muhammad (P.B.U.H)

یعنی یہ مقدس دین اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ ہر مسلمان یہ عہد کرے کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ ہمیشہ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا رہوں گا۔

محبت رسول ﷺ ہی منشاء اسلام اور مقصودِ خداوندی ہے۔ حقیقی محبت، اذب سکھاتی ہے جبکہ ادب و محبت مل کر تعظیم و توقیر کو فروغ دیتے ہیں۔ یہی اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

"انوارِ رضا" اسلامی تعلیمات کے فروغ کی مستقل تحریک ہے جو بڑی سرعت و روانی اور شعوری بیداری کے ساتھ جاری و ساری ہے اور زیرنظر "تحفظ ناموس رسالت نمبر" بھی اس سلسلہ کی اہم ترین کڑی ہے۔ انوارِ رضا کی اس اشاعت خاص پر میں اپنے بھائی مولانا ملک محبوب الرسول قادری کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پیغام

راجا رشید محمود

مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور

اپنے محبوب کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عزت و ناموس کا محافظ خود ربِ کریم (جل وعلا) ہے جس نے ابتر کو، زنیم کو حمالۃ الحطب اور اس کے سرپرست کو سامانِ عبرت بنا دیا۔

بعد میں تحریک شماتت نے جہاں جہاں سر اٹھایا، سنت خالق و مالک پر عمل پیرا شیر مردوں نے اسے کچل دیا۔

برصغیر میں توہین محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرتکبین کو واصل جہنم کرنے والے، علم الدین، عبدالقیوم، قاضی عبدالرشید، مرید حسین، میاں محمد، محمد صدیق، محمد عبداللہ اور عبدالرحمن عامر چیمہ تاریخ پامردی کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

تسلیمہ نسرین اور ایک سلمان، عالمی بدمعاشوں کی سرپرستی میں اب تک اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں مگر دوسرا سلمان، غازی ملک ممتاز حسین قادری کے ہتھے چڑھ کر ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابولہب، شردھانند اور راجپال والی آگ کا حصہ دار بن گیا۔ لیکن سازشیں تو ابھی موجود ہیں کہ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی تو ستیزہ کار رہتا ہی ہے۔

بحمد اللہ! ان اندرونی اور بیرونی سازشوں کی تاریخ کے تناظر میں، اس کے اور چھوڑے ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنے اور آگاہ رکھنے کا فرضِ کفایہ ملک محبوب الرسول قادری ادا کر رہے ہیں۔

سنت قہار و جبار کے وارثو! جان لو...... اور جاگتے رہو۔

پیغام

چراغِ خانقاہ چشتیہ نظامیہ خانوہارنی شریف

پیر سیّد انعام الحسنین کاظمی زنجانی چشتی نظامی

بانی وسرپرست: کاروان سادات انٹرنیشنل

حضور اقدس سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین تاجدار ختم نبوت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ رب العالمین کے محبوب وحبیب ہیں اور وجہ تخلیق کائنات ہیں آپ کی عزت وآبرو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو بے حد عزیز اور مقصود ہے۔ عظمت مصطفےٰ ﷺ کا اظہار منشائے خداوندی ہے۔ اس لئے اہل ایمان ہمیشہ حضور انور ﷺ کی عزت وتکریم اور ناموس کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں رہے نیز اسی میں ہر کسی نے اپنے ایمان کی جلا پائی۔ الحاج محمد علی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل درست ہی تو کہا تھا۔

یا حبیب خدا ﷺ جو تمہارا نہیں
حق نے فرما دیا وہ ہمارا نہیں
اپنے محبوب کی کوئی توہین بھی
خالق دوسرا کو گوارا نہیں

اللہ تعالیٰ سلامت رکھے میرے محترم دینی بھائی حضرت علامہ ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو، آپ نے بہت زیادہ محنت کر کے سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد کا "تحفظ ناموس رسالت نمبر" مرتب کیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے چن لیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

محترم ملک صاحب اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کی امانت سمجھتے ہیں آپ کی زندگی کا مقصد ہی تحفظ ناموس رسالت ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ اس مقصد میں سو فیصد کامیاب ہیں۔

راجہ رشید محمود صاحب کا یہ شعر آپ کی نذر کرتا ہوں۔

اسرارِ معرفت کھلے اس خوش نصیب پر
جس پر کھلی حقیقت ناموسِ مصطفےٰ ﷺ

رب کائنات عزوجل ہم سب کو حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر جان دینے اور جان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایمان کی اساس یہی، اصل دیں یہی
الفت خدا کی، الفت ناموسِ مصطفےٰ ﷺ

چیف ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری ☆

سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد کا عظیم الشان

تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر

سلطان الشعراء کی نظر میں

قطعہ تاریخ اشاعت

"خورشید ناموسِ رسالت حبیب وجیہ"

۲۰۱۴ء

ملک محبوب وہ جو قادری ہے
ازل کے روز سے ہے با سعادت

حبیب حق تعالیٰ کے صحابہ
رسولِ عالمیں کی پاک عترت

وہ ان دونوں کا ہے والا و شیدا
اسے دونوں سے ہے غایت محبت

بہت محکم، نہایت ہے توانا
خدا کے اولیا سے اس کی نسبت

زباں سے اور قلم سے کر رہا ہے
مسلسل دینِ پاکِ حق کی خدمت

کرے "سوئے حجاز" عالم کو راغب
جہاں ہے امن، فوز و رو و راحت

کرے پرنور "انوارِ رضا" سے
قلوبِ عاشقانِ جانِ رحمت

فروغ دین واوجِ حق کی خاطر
سراپا ہے وہ سعی و جہد و حرکت

بجا ہے یہ اگر اس پر کرے فخر
ہمارے ملک کی دینی صحافت

کیا قائم اشاعت کا ادارہ
ہوئی محسوس جب اس کی ضرورت

نہایت عمدگی سے کی ہیں شائع   کتابیں وہ اشد ہے جن کی حاجت
کئی موقعوں پہ انوارِ رضا کے   نکالے اس نے نمبر خوبصورت
بہی خواہانِ ملت کی طرف سے   ملی جن کو پذیرائی و شہرت
عطا فرمائے ان سرگرمیوں کی   مزید اس کو خدائے پاک قوت

یہ نمبر خاص ہے موضوع جس کا   کمالِ شانِ ناموسِ رسالت
اسے تیار کرنے میں بلاشک   عجوبہ کار نے کی خوب محنت
یہ ہے یکتا معارف کا خزانہ   خوشا اس کی ضخامت، جامعیت
عظیم الشان ہے یہ کام اس کا   ہے حقدارِ ستائش درحقیقت
سراہیں گے حسین لفظوں میں اس کو   جو ہیں اربابِ علم و اہلِ حکمت
خدائے پاک دے گا اجر اس کو   نوازیں گے اسے شاہِ رسالت ﷺ
غلامِ مصطفیٰ ﷺ ہوں میں بھی ادنیٰ   ہے فطری میرا اظہارِ مسرت
کہی تاریخ طارقؔ نے خوشی سے   "نقوشِ یمن ناموس الرسالت"

۱۴۳۵ھ

محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری



پوری ملت اسلامیہ کو
جشنِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ
مبارک ہو
آزاد کشمیر کی سرزمین پر انوار و تجلیات کی بارش
عرس
حضرت
المخدوم السید
علی بن عثمان الہجویری
داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
سالانہ ختم شریف
مائی صاحبہ
والدہ ماجدہ
الحاج محمد طفیل احمد قادری و برادران
ختم شریف
حضرت الحاج
بابا فتح محمد قادری ہجویری
آستانہ عالیہ ہجویریہ رینٹھ شریف بھیال کھوئی رٹہ آزاد کشمیر
ہر سال باقاعدگی سے تزک و احتشام
اور عقیدت و احترام کیساتھ منعقد کیا جاتا ہے
دل کی انگلیوں سے لکھی جانے والی
ایمان افروز دینی کتب
سمیت متعدد کتابوں کے مصنف
حضرت علامہ الحاج پیر محمد طفیل احمد قادری ہجویری

نامور قلم کار اور معروف صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے زیر ادارت



ابلاغِ دین
کی بین الاقوامی تحریک

سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد 2007ء سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور اس کا ہر شمارہ واقعی خاص شمارہ یا خصوصی اشاعت اور خاص نمبر ہوتا ہے، بہت مختصر مدت میں اس جریدۂ حمیدہ نے درجنوں موضوعات پر بڑے اہم نمبر شائع کر کے علم وقلم، مسلک، مشرب، مذہب اور ملت کی خدمت کا فریضہ نبھایا ہے۔ حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ، حضرت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ؒ، حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی مبارک، سیاحِ حرمین حضرت بابا جی پیر سید طاہر حسین شاہ ترمذی ؒ، محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان، محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری، پیر محمد عتیق الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی، شیخ القرآن علامہ فیض احمد اویسی، جمیل العلماء مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی، شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی، شارح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی، امیر اہل سنت پیر میاں عبدالخالق قادری، حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی، علامہ صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی، صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی، پیر طریقت حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، علامہ عبدالقیوم طارق سلطانپوری، الشیخ السید یوسف السید ہاشم الرفاعی، حضرت حامد ربانی صدیقی، علامہ قاری محمد زوار بہادر، پیر محمد افضل قادری، حضرت پیر سید گل حسین شاہ قادری ؒ، حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی (پشاور)، حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، محقق رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی اور اہل سنت کے دیگر اکابر نے اس کو ملت وامت کے لیے بہترین اثاثہ قرار دیا...... ''انوار رضا'' کے چند اہم شماروں سرورق اور ان سے متعلق مختصر معلومات حدیۂ قارئین ہیں سہ ماہ 'انوار رضا' کا 2013ء میں اگرچہ آٹھواں سال ہے مگر اس سے قبل تقریباً بیس برس سے کتابی سلسلہ کے طور پر شائع ہو رہا ہے جبکہ 2005ء سے فکری، نظری اور اعتقادی حوالے سے اہلسنت کی ترجمان نورانی ڈائری کا اجراء نہایت معلومات افروز اور اثر انگیز ہے واضح رہے ان کے مدیر ملک محبوب الرسول قادری نے بزم انوار رضا کی بنیاد 1981ء میں رکھی تھی جس کے زیر اہتمام 30 اگست 1986ء کو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ؒ نے انوار رضا لائبریری جوہر آباد کا افتتاح کیا تب سے اب تک یہ چشمۂ علم تشنگانِ علم کو مسلسل سیراب کر رہا ہے...... انٹرنیشنل غوثیہ فورم، زاویۂ قادری، اسلامک میڈیا اور علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر در حقیقت اسی بزم انوار رضا کا تسلسل ہے...... اللہ کرے اشاعت وابلاغ دین کی یہ تحریک اپنی حسین منزل کی طرف جاری وساری رہے...... اس وقت 'انوار رضا' کے خصوصی اشاعتوں کی محدود کاپیاں محفوظ ہیں شائقین ان کے حصول کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں...... (ادارہ)

نامور قلم کار اور معروف صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے زیر ادارت

انوارِ رضا

صفحات: 448
قیمت: 400/-



صفحات: 272
قیمت: 200/-



صفحات: 112
قیمت: 100/-



صفحات: 256
قیمت: 200/-



صفحات: 112
قیمت: 100/-



صفحات: 144
قیمت: 100/-



صفحات: 230
قیمت: 200/-



صفحات: 176
قیمت: 100/-



صفحات: 64
قیمت: 50/-



اسلامک میڈیا

زاویۂ قادریہ سیّدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر1) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

نامور قلم کار اور معروف صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے زیرِ ادارت

انوارِ رضا

صفحات: 272
قیمت: -/300



صفحات: 616
قیمت: -/550



صفحات: 404
قیمت: -/400



صفحات: 560
قیمت: -/400



صفحات: 372
قیمت: -/400



صفحات: 760
قیمت: -/400



صفحات: 576
قیمت: -/550



صفحات: 392
قیمت: -/350



صفحات: 344
قیمت: -/320



علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۂ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چوگی نمبر 1) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

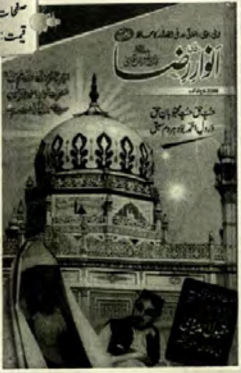
نامور قلم کار اور معروف صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے زیرِ ادارت

انوارِ رضا

صفحات: 568
قیمت: -/400



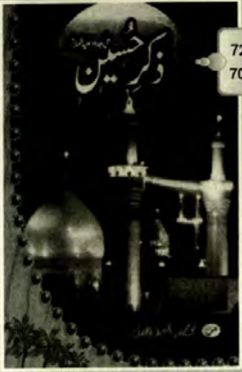
صفحات: 288
قیمت: -/280



صفحات:
قیمت:



صفحات: 72
قیمت: -/70



صفحات: 296
قیمت: 200



صفحات:
قیمت:



صفحات: 448
قیمت: -/360



صفحات: 400
قیمت: -/360



صفحات:
قیمت:



نوٹ:۔ ملک میں بڑھتی ہوئی گرانی کے سبب کتابوں کی قیمتیں حتمی نہیں ان میں کمی بیشی ممکن ہے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

زاویۂ قادریہ سیّدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری

عظمت و عصمتِ نبوت

حسن ترتیب

اسمِ اعظم سے مشکلات کا حل

روزی میں وسعت کے لیے	یَا بَاسِطُ یَا مُنْعِمُ	ہر کام ہونے کے لیے	یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ
خیر و برکت کے لیے	یَا مُعْطِیْ یَا شَکُوْرُ	دشمن کو کچلنے کے لیے	یَا خَافِضُ یَا قَادِرُ
محتاجی سے بچنے کے لیے	یَا عَزِیْزُ یَا مُغْنِیْ	بانجھ عورت کے لیے	یَا مُصَوِّرُ یَا خَالِقُ
حصولِ عزت کے لیے	یَا جَلِیْلُ یَا کَرِیْمُ	میاں بیوی میں محبت کیلئے	یَا وَدُوْدُ یَا کَبِیْرُ
عبادت کے شوق کے لیے	یَا مُحْصِیْ یَا قُدُّوْسُ	گمشدہ کے لیے	یَا جَامِعُ یَا مُعِیْدُ
گناہوں سے چھٹکارے کے لیے	یَا اٰخِرُ یَا ھَادِیْ	بلاؤں سے نجات کے لیے	یَا رَحْمٰنُ یَا سَلَامُ
دعا کی قبولیت کے لیے	یَا سَمِیْعُ یَا مُجِیْبُ	جادو آسیب جنات سے تحفظ کے لیے	یَا حَفِیْظُ یَا رَقِیْبُ
دکان چلنے کے لیے	یَا فَتَّاحُ یَا رَزَّاقُ	مکان، دکان، دفتر کی حفاظت کے لیے	یَا رَزَّاقُ یَا حَبِیْبُ
حصولِ دولت کے لیے	یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیْ	علم کی زیادتی کے لیے	یَا حَکِیْمُ یَا بَاعِثُ
ہردلعزیز ہونے کے لیے	یَا مُعِزُّ یَا رَافِعُ	خاتمہ بالخیر کے لیے	یَا مُؤَخِّرُ یَا اٰخِرُ
تندرستی کے لیے	یَا عَظِیْمُ یَا حَیُّ	عذابِ قبر سے تحفظ کے لیے	یَا بَارِئُ یَا وَکِیْلُ

آیت الکرسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

دُرُودِ شفاء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَآئِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ

دُرودِ قبرستان

یا اللہ جل جلالہٗ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوۃُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الرَّحْمَۃُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الْبَرَکَاتُ وَصَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی صُوْرَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّوَرِ وَصَلِّ عَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْمَآءِ وَصَلِّ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ فِی النُّفُوْسِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی رَوْضَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الرِّیَاضِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی تُرْبَۃِ مُحَمَّدٍ فِی التُّرَابِ وَصَلِّ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

رضا پبلشنگ کمپنی الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

042-37122749, 0345-4749318

مقامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری ☆

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پُتلا تیرا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
"اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔"

بسم اللہ قرآن مجید کی پوری آیت نہیں ہے۔ ہر نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔ البتہ تراویح میں جو ختم قرآن ہوتا ہے اس میں ایک مرتبہ کہیں بسم اللہ جہر (بلند آواز سے) ضرور پڑھی جائے۔ قرآن کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کرنی چاہئے۔ سوائے سورہ برأت یعنی سورہ توبہ کے۔ سورۂ نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ بھی مکمل آیت نہیں ہے بلکہ جزو آیت ہے۔ آیت کے ساتھ بہر حال پڑھی جائے گی۔ ہر مباح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ کھانے، پینے، پہننے اور اوڑھنے غرضیکہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہئے۔ البتہ ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔
"سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہانوں کا۔" (الفاتحہ)

ہر کام کی ابتدا میں جیسے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا بھی البتہ خطبہ جمعہ میں حمد الٰہی واجب ہے۔ خطبہ نکاح اور دعا اور ہر اچھے کام کے کرتے وقت اور کھانے پینے کے بعد حمد الٰہی مستحب ہے اور جب چھینک آئے تو سنت موکدہ ہے...... ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالانا چاہئے۔ خوشی کی حالت ہو یا غم کی۔

☆ سابق چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی، اسلامی نظریاتی کونسل
مرکزی ناظم اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، مرکزی امیر جامعہ حزب الاحناف لاہور

اے خدا اے مہرباں مولائے من — اے انیسِ خلوتِ شبہائے من

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ — بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت و بزرگی والا ہے۔

(رحمٰن:۷۸)

اللّٰہ اللّٰہ اَنتَ لِی نِعمَ الوَکیل — اَنتَ رَبّی انتَ حَسبِی یَا جَلِیل

اللہ رب العزت جل مجدہٗ کی حمد و ثناء، جلال و جبروت، قدرت و عظمت کے بیان واظہار سے زبان عاجز اور قلم مجبور ہے۔ معرفت الٰہی بڑی نعمت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت کسے حاصل ہے؟ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت اور پہچان حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کو حاصل تھی اور ہے لیکن بایں ہمہ دربار خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔

لَآ اُحْصِي ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ (مسلم) — الٰہی تیری حمد و ثنا جیسی کہ تو نے اپنی فرمائی ہے میں نہیں کرسکتا۔

اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی اس کے حضور عرض کرتے ہیں۔

مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ... مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔ (گلستان) — الٰہی جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے ویسا ہم نے تجھ کو نہ پہچانا اور جیسی تیری عبادت کا حق ہے ویسی ہم تیری عبادت نہ کرسکے۔

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا — کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ — اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا۔

آیات بالا میں لفظ اللہ خداوند ذوالجلال جل مجدہٗ کا علم ہے۔ رحمٰن، رحیم، اِلٰہ، الحی القیوم۔ اس کی صفات عالیہ ہیں۔

اللہ ذات سبحانی کے لیے علم ہے۔ کسی اور پر یہ لفظ بولا نہیں جاسکتا۔ یہ صرف

اسی کے لیے خاص ہے۔ اِلٰہ، لاہٌ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان کے ہیں۔ تو اللہ وہ ہے جس کی شان وہم وادراک سے بالاتر ہے۔

وہ خود ہے جلوہ فشاں لا اِلٰہ الا اللہ　　وجودِ غیر کہاں لا اِلٰہ الا اللہ

لفظ اللہ کے معنیٰ سکون کے بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ وہ ہے جو قلب مضطر کی تسکین اور عارفین کے لیے آرام دل ہے۔ اس کے ذکر سے دل سکون کی دولت سے مالامال ہو جاتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (الرعد ۲۸)　　سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

سکونِ قلب تپاں لاَ اِلٰہ الا اللہ　　دوائے دردِ نہاں لاَ اِلٰہ الا اللہ

اللہ کے ذکر سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ معاشی حالت درست ہو جاتی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَاسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (غاشیہ ۹،۱۰)　　بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

اس آیت میں فلاح عام ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذکر کرنے اور نماز پڑھنے سے غریبی و مفلسی دور ہوتی ہے۔ سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت و پہلوتہی، غریبی، مفلسی اور پریشانیاں لاتی ہے۔ معاشی و اقتصادی حالت خراب کر دیتی ہے...... اور اگر اللہ کے ذکر سے غافل انسان کو دنیا کی آسائشیں مل بھی جائیں تو بھی سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور ایسے شخص کی دولت و نعمت اسے سکونِ قلب اور اطمینانِ ضمیر سے محروم رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے۔

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاً　　اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

ذکر الٰہی ہی دلوں کی زندگی، اہل ایمان کا زادِ راہ اور فلاح و نجات کا ذریعہ

ہے۔

وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال ۵) اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی مدح فرمائی ہے اور سورہ منافقون میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو تمہارا زرو مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (منافقون:۹) اور جس نے ذکر الٰہی سے غفلت کی وہ سخت نقصان میں ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے اور جو اس کا ذکر نہیں کرتا وہ مُردہ ہے۔ (بخاری ومسلم) (۲) دنیا و مافیہا سے بہتر اللہ کا ذکر ہے۔ (احمد) (۳) جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ بزم ملائکہ میں ان پر فخر کا اظہار فرماتا ہے ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے سب سے افضل عمل یہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہے۔ (مسلم) (۴) ذکر الٰہی کی مجلسیں جنت کے گلستان ہیں۔ (احمد)

قرآن مجید میں جملہ اعمال صالحہ کے بعد ذکر کا تذکرہ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور نیک عمل سب اللہ کے ذکر کے مظاہر ہیں۔ ذکر زبان سے ہوتا ہے اور دل سے بھی، لیکن دل اور زبان بیک وقت ذاکر ہوں تو یہ ذکر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ورد، اس کی حمد و ثنا، اس کے احکام کا ذکر اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا بیان و اظہار ذکر الٰہی کی ہی صورتیں ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: وہ کلمے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ زبان پر آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزان عمل میں بہت وزن دار ہیں۔ یعنی بڑے اجر و ثواب کے حامل ہیں اور وہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ ان دو مقدس نورانی کلموں کا ورد باعث

الْعَظِیْمِ (بخاری) | صد خیر و برکت ہے اور ان کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ دونوں کلمے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے جمال و جلال کے آئینہ دار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ○ | اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا۔

(اعلیٰ ۱-۲)

مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر عظمت و احترام سے، عجز و انکساری سے پیار و محبت سے کرو کیونکہ وہ خالق ہے جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب طریقہ پر فرمائی کہ جو اس کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان فکرِ انسانی سے ناممکن ہے۔ اس پاک، بے نیاز کے جلال و جبروت کا اندازہ یوں کیجئے کہ وہ ہستی مقدس جسے اس نے اپنا محبوب بنایا اور مغفور و معصوم رسول بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ وہ بھی بارگاہِ الٰہی میں عاجزی و انکساری یوں فرماتے ہیں:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔ | میرے رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ہر حالت میں زبان رسول پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی۔ شب کے وقت ذوق و شوق اور وجد کی حالت میں اپنے رب کی عبادت کرتے۔ پوری پوری رات کھڑے رہتے۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب کوئی خوف و خشیت کی آیت آتی تو حضور ﷺ خداوند قدس جل مجدہٗ سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔ رحمت و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے۔ (مسند ابن حنبل، ج ۲، ص ۹۳) حضرت

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ ﷺ نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمِ
الٰہی اگر تو انہیں عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرمادے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس آیت کی تلاوت پر حضور ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں التجا و دعا کی یہ کیفیت رہی کہ آپ صبح تک یہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔ (ابن ماجہ)

اشک شب بھر انتظار عفو امت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

لفظ اللہ بغیر ہمزہ کے لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جائے گا جس کے معنی یہ ہوتے کہ ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔

وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ۔ (مائدہ ۱۷)
اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (مائدہ ۱۷)
اور اللہ ہی کے لیے سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ۔ (بنی اسرائیل ۱۱۱)
اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيۡدُ۔ (ہود ۱۰۷)
بیشک تمہارا رب جب جو چاہے کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ۔ (عنکبوت ۶۲)
بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

رَبُّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَيۡنِ
دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب۔

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار، قوت و شوکت، بزرگی و رفعت، علم و دریت، غیب و شہادۃ، حکومت و عزت، نصرت و اعانت، جود و سخاوت، غرضیکہ ہر چیز اور ہر شے کا صرف وہی اکیلا حقیقی مالک اور متصرف و فاعل ہے۔ کیسی ہی بڑی اور برگزیدہ ہستی کیوں نہ ہو مالک حقیقی نہیں ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی جو فضل و کمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے ہے۔ اس کی مشیت و ارادہ کے بغیر کوئی ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں ہلا سکتا۔

تمام عظمتیں اور بزرگیاں اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ تم مخلوقات الٰہی میں سے خواہ کسی کی تعریف و توصیف کرو۔ تعریف تو رب العزت جل مجدہ ہی کی قرار پائے گی۔ کیونکہ خالق حسن و جمال صرف وہی ہے مگر اس خصوص میں بھی حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کی کیفیت یہ ہے۔

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال
اے حسیں تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

حمد و نعت:

۱- هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

مشہور محدث اور مشکوٰۃ شریف کے شارح حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی تالیف مدارج النبوۃ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت نبی بھی ہے۔

حمد الٰہی:

اللہ تعالیٰ قدیم ہے ہر شے سے قبل۔ اوّل ہے بے ابتداء کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھا تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔

وہ آخر ہے۔ ہر شے کے ہلاک و فنا ہو جانے کے بعد بھی رہنے والا سب فنا ہو

جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کے لیے انتہا نہیں ہے۔

۲- كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔ اور زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

جن، انسان، فرشتے، انبیاء، اولیاء اصفیاء۔ غرضیکہ کل کائنات اس کے فضل و کرم کی محتاج ہے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے کل کائنات اس کے حضور سجدہ ریز ہے کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے۔ وہ ظاہر ہے یعنی دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ وہ ہر شے پر غالب ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے چاہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ وہ باطن ہے یعنی انسان کے سُننے سمجھنے دیکھنے اور پرکھنے کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ادراک سے عاجز ہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

وہ علیم ہے۔ ہر شے کا ازلی، ابدی، قدیم علم والا ہے۔ غیب و شہادت اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی عالم ہے۔ اس کا علم ذاتی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں۔

نعتِ نبی a

حضور a اول بھی آخر بھی، ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی

مذکورہ بالا آیت حضور سید الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنأ کی نعت بھی ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے آیت بالا ہی کے پیش نظر بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

حضور ﷺ اول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ۔ (مدارج النبوت) میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

تو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ظہور کا سبب بھی حضور ﷺ ہی کا نور ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضور ﷺ ہی کے نور پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم، نہ گل خنداں کی بہارِ دلکشا مہکتے گلبن، مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائی سب اسی نورِ پاک کا صدقہ اور وسیلہ ہے۔ علامہ اقبال نے کہا:

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضور ﷺ ہی کی ذات اقدس نورِ الٰہی، نورِ اوّل، نور الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مقدس، مطہر منور نور ہے۔

۳- قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ (سورہ مائدہ آیت ۱۵)

(مفسرین کرام نے نور سے حضور ﷺ کی ذات کو مراد لیا ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر ص ۳۹۵ ج ۳، تفسیر ابن عباس ص ۷۲، خازن ج ۱ ص ۴۱۷، مدارک ج ۱ ص ۴۷۰، روح المعانی ج ۶ ص ۸۷، روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸، معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳، درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱، مدارج النبوۃ، مواہب الدنیہ، زرقانی، شفاج اص ۱۰، تفسیر جلالین، تفسیر ابن جریر، امداد السلوک ص ۱۸۵ از رشید احمد گنگوہی، نشر الطیب ص ۷، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نورِ محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی لیکن چراغ محمدی ﷺ میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کرسکیں گے۔

۴- يُرِيْدُونَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضور ﷺ نبی اوّل ہیں:

سب سے پہلے نبوت بھی حضور ﷺ کو عطا ہوئی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ترمذی، بخاری)

”میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم و روح کے درمیان تھے۔“

أَنَا أَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۳)

”میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں۔“

پیچھے آنا ہے ترا ختم نبوت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

میثاق کے دن ” اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ “ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ کے جواب میں سب سے پہلے ”بلیٰ“ (ہاں کیوں نہیں) کہنے والے بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔ قبر مبارک سے سب سے پہلے اُٹھنے والے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے، سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے اور بروزِ حشر امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔ غرضیکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اوّل ہونے کا سہرا بھی حضور ﷺ ہی کے سر پر ہے۔

رسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے ان کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روزِ شمار ہو

حضور ﷺ ظاہر بھی ہیں۔ ظاہر ایسے کہ کائنات کی ہر چیز حضور ﷺ کو جانتی ہے۔ سارا عالم آپ کو پہچانتا ہے۔ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوتا ہے، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے، درخت، جانور اور پتھر آپ کو سجدہ کرتے، آپ ﷺ سے ہم کلام ہوتے اور آپ کی بارگاہِ عالی میں سلام عرض کرتے ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر حوروں کی پیشانیوں پر، غلمانوں کے سینوں پر، جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ" لکھا ہوا ہے۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے مقدس اور محبوب رسول ﷺ کا نام نامی، اسم گرامی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ نماز میں، روزہ میں، حج میں، زکوٰۃ میں، جہاد میں، صدقات میں، حتیٰ کہ کلمہ میں اور قلب مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است آبروئے ماز نام مصطفیٰ ﷺ است

سورۂ مائدہ میں فرمایا:

۵۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہارے لیے بطور دین اسلام کو پسند کیا۔ (مائدہ ۳)

حضور ﷺ کی ذات پر دین کی تکمیل بھی ہوئی اور نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور نہ تو کوئی نبی و رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نبوت و رسالت کی وحی آ سکتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر آپ کا ظہور ہوا۔ خاتم النبیین، آپ ہی کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کتاب قرآن آپ پر ہی نازل کیا۔ آپ کا دین بھی آخری دین، آپ کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ دین۔ قیامت تک حضور ﷺ ہی کا دین باقی رہے گا۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

۶- وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب) — محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنی آخری رسول کے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں عاقب ہوں۔

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ — جس کے بعد کوئی نبی نہیں، میں انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ آپ آخری رسول ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے اور اسی شریعت کا حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر ہوگا اور خارج از اسلام۔

ختم ہے سلسلۂ وحی و نزولِ جبرئیل — کوئی پیغام نہ آیا تیرے پیغام کے بعد

ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور آتا ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے نبوت، رسالت کو جاری رکھا۔ حضرت آدم آئے، نوح آئے، ابراہیم آئے، مسیح کلمۃ اللہ آئے (علیہم السلام) آتے ہی رہے کیوں؟ یہ سب مقصودِ حقیقی نہ تھے اگر مقصود حقیقی ہوتے تو سلسلہ نبوت جاری رکھا جاتا مگر حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ آپ مقصود حقیقی ہیں اور مطلوب رب ہیں۔ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ نبوت آپ ہی کی مقصود تھی۔ مقصد حاصل ہو جائے تو کام ختم ہو گیا۔ اس لیے اب نہ کسی رسول کی ضرورت رہی نہ کسی نبی کی اور نہ شریعت کی۔ قرآن نے اعلان کر دیا۔ خاتم النبیین۔ اب تو آفتاب نبوت آ گیا۔ تاروں کی کیا ضرورت۔ اب تو دین کامل آ گیا

اس لیے سب سابقہ شریعتیں منسوخ۔

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے

اور...... اب تو رسالت کا نیّر اعظم اور ہدایت کا ماہِ تاباں آ گیا جس کا چشم فلک کو عرصہ سے انتظار تھا۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضور ﷺ علیم بھی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سب سے زیادہ جاننے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور اولین و آخرین کے تمام علوم و معارف کے جامع بھی حضور ﷺ ہیں۔ غیب و شہادت حضور ﷺ کے پیش نظر ہے۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ جلی و خفی ہے

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی:

قرآن مجید میں فرمایا:

۷- اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ (رحمٰن ۱، ۳)

رحمٰن نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا۔

مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے حضور ﷺ مراد ہیں اور بیان سے "عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ" مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کیا ہوگا اور جو آئندہ ہوگا سب کا علم حضور ﷺ کو عطا فرمایا اور سکھایا۔ اسی لیے حضور ﷺ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بھی ہیں۔ (تفسیر خازن)

بلاریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حضور ﷺ عزیز ہیں:

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صفت عزیز سے نوازا ہے۔ عزیز عَزَّیَعُزُّ بفتح عین ہو تو اس کے معنی شاق اور سخت ہوں گے۔ عنت جس سے عنتم بنا کے معنی مشقت، ہلاکت، خطا و فساد کے ہیں۔ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیز ہیں یعنی امت کو تکلیف ہو تو آپ کو ناگوار ہوتی ہے جیسے حضور ﷺ سارے جہان کے لیے رحمت ہیں۔ ایسے ہی آپ ساری کائنات کے لیے عزیز بھی ہیں۔

عزیز، عزت سے ہو تو اس کے معنی قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور عزیز وہ ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس بنا پر عزیز کے معنی ہوئے عزت والے شوکت والے۔ بیشک حضور ﷺ کی شوکت و عظمت (جو انہیں ان کے خالق و مالک نے عطا فرمائی ہے) کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں؟ خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

اسم محمد ﷺ کی خصوصیت:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (سورہ فتح) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام محمد ﷺ نہ تھا۔ نہ انبیاء کا، نہ اصفیاء کا اور نہ عام انسانوں کا۔ صرف حضور ﷺ ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ رکھا۔

۸- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل۔ اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں۔

(آلِ عمران ۱۴۴)

انبیاء کرام کے ناموں پر غور کیجئے۔ آدم، موسیٰ، عیسیٰ، یعقوب، یحییٰ، اسحٰق، نوح، روئے لغت صرف نام کے معنی و مفہوم سے نام والے (مسمّٰی) کی عظمت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں ملتا۔

آدم، گندم گوں رنگ والا، نوح، آرام، اسحٰق، ہنسنے والا، یعقوب، پیچھے آنے والا، موسیٰ، پانی سے نکالا ہوا، عیسیٰ، سرخ رنگ۔ لیکن حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ صرف نام کے لغوی معنی سے نام والے (مسمّٰی) کی عظمت و برتری کا اظہار ہو رہا ہے۔ محمد، حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہوئے، تعریف کیا ہوا۔ یعنی محمد ﷺ ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کی تعریف و توصیف زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے کی ہے۔ یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود ایک معجزہ ہے کہ اس نام والا ضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات ہے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہ جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

وہ حضور ﷺ ہی ہیں جن کا نام کروڑوں انسانوں کی زبانوں پر جاری ہے۔ قلوبِ مسلمین میں اس نام کا احترام جاگزیں ہے۔ مساجد کے بلند میناروں سے انہی کا نام سنائی دیتا ہے۔ اذان و اقامت میں انہی کے نام کی گونج ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا ثنا خواں ہے۔ حضور ﷺ کے مقامِ شفاعت کا نام ہی مقام محمود، آپ ﷺ کے شاہی جھنڈے کا نام لِواء الحمد اور اسی مناسبت سے آپ ﷺ کی امت کا نام حمادون ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا:

9- عَسٰی ان یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۔ (بنی اسرائیل ۷)
قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

حضور ﷺ مقام محمود پر فائز ہیں:

روز محشر حضور ﷺ کو ایک جھنڈا بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا جھنڈا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ جلوہ فرما ہو کر امت کی شفاعت کریں گے یا مقام محمود وہ جگہ ہے جہاں حشر کے دن تمام انبیاء، اولیاء، اصفیاء،

شہداء، جن اور انسان حضور سرور کائنات ﷺ کی مدح وثناء اور تعریف و توصیف کریں گے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا   کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

محمد، احمد، محمود ﷺ

خلاصہ آیات یہ ہے کہ حضور محمد ﷺ ہیں۔ کل دنیا ان کی مداح سارا جہان ان کا ثناء خوان ہے۔ حضور ﷺ محمود بھی ہیں۔ آپ کی تمام صفات اور سیرت وصورت بھی محمود ہے۔ قول وعمل اور تعلیم وتربیت بھی محمود ہے۔ علم وفضل اور حسن وجمال بھی محمود ہے۔ وہ خود بھی محمود ہیں اور ان کا پیدا کرنے والا رب العٰلمین بھی محمود ہے۔

حضور ﷺ احمد بھی ہیں (احمد بھی حمد سے بنا ہے) احمد ﷺ وہ ہیں جنہوں نے اپنے خالق اور اپنے مالک کی حمد وثناء سب سے بڑھ کر کی ہے اور اپنے رازق، اپنے ہادی، اپنے معطی کی تعریف وتکریم اور حمد ونعت کا ایک معیار قائم کیا۔ مداحِ رسول سیدنا حسان رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں عرض کرتے ہیں۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا نام ان کی جلالت شان کی بناء پر
اپنے نام سے مشتق کیا۔ تو عرش والا محمود ہے اور حضور محمد ﷺ ہیں۔"

یہ اسم پاک چشمۂ فیضانِ عام ہے   نامِ خدا کے ساتھ یہ ہی ایک نام ہے

۱۰- مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔   اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (الصف ٦)

حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو حضور ﷺ کی بنام احمد بشارت دیتے ہوئے آئے۔ اس لیے قرآن میں حضور کا نام احمد ﷺ بھی ہے۔ جو حمد ہی سے نکلا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ ہی احمد ہیں جنہوں نے بارش کے قطرات، ریت کے ذرات سے بھی بڑھ کر اپنے خالق، مالک، رازق کی ثناء کی اور کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کی

حمد فرمائی اور یہ عظیم وجلیل اعزاز بھی صرف حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنے رب کے حامد ہیں اور سب سے زیادہ اپنے رب کی ذات وصفات کے عارف، جاننے والے ہیں۔ حدیث صحیح میں حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّکُمْ لَہٗ خَشْیَۃً۔ (ترمذی)

میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے حضور خشیت والا ہوں۔

واضح رہے کہ معرفت وہ نور ہے جس کے ذریعے ذات وصفات الٰہی کی پہچان ہوتی ہے۔ جب اس مرتبہ پر کوئی فائز ہو جائے تو پھر وہ دلیل و برہان وسائط اور شواہد حتیٰ کہ ذات وصفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ اگر حاصل ہے تو کائنات انسانی میں صرف حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے۔ شب معراج اسی معرفت کا عملی ظہور ہوا یعنی:

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر، وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضور ﷺ صاحب حکمت ہیں:

۱۱- وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ (نساء ۱۱۳)

اور آپ پر اللہ نے کتاب اور حکمت نازل کی۔

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت کے متعلق قرآن نے تصریح کی:

۱۲- وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔

جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم ﷺ کو حکمت عطا فرمائی یعنی خیر کثیر سے نوازا۔ خیر کثیر میں ہر فضل وشرف اور کمال وخوبی آجاتی ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر کمال اور ہر فضل کے جامع ہیں۔ کوئی کمال ایسا نہیں جو حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں نہ پایا جاتا ہو یعنی:

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کا مخزن بنایا ہے:

چنانچہ سورۃ فتح میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اس امر کا واضح اعلان فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو تمام دینی و دنیوی نعمتیں عطا فرما دی ہیں۔

۱۳- وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ ۔ (فتح ۲) اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا ہے:

۱۴- وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ (نساء ۱۱۳)

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی اور وہ سب کچھ حضور ﷺ کو سکھا دیا۔ جس کا حضور ﷺ کو علم نہ تھا۔ شاگرد استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ استاد کامل ہو تو شاگرد میں بھی استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ و شاگرد قرار پائے تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے علم بے نہایت کے مظہر اور آئینہ دار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں ودیعت رکھ دیے۔ اسے کون سمجھ اور بتا سکتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب و شہادۃ کے ذرہ ذرہ کا علم حضور ﷺ کو عطا فرما دیا جس پر آیت کے الفاظ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ دلیل واضح ہے۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے:

پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن علوم و معارف سے آگاہ فرمایا۔ اس کے متعلق یہ بھی اعلان فرمایا کہ آپ کا علم بھول (نسیان) سے پاک و منزہ ہے۔

۱۵- سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ ۔ (اعلیٰ ۶) اے رسول ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پھر آپ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

تفسیر خازن میں ہے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" ماشاء اللہ" تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہی نہیں جو کچھ اللہ نے حضور ﷺ کو تعلیم دی ہے حضور ﷺ اسے بھول جائیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے۔

حضور ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے:

۱۶- وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

(نساء: ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کے متعلق فرمایا:

۱۷- هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔ اور اللہ ہی ہے بلند بڑائی والا۔

(بقرہ: ۲۵۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا۔ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ حضور ﷺ کے خلق کے متعلق فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (قلم: ۴) بیشک آپ کو خو بو بڑی شان کی ہے۔

دنیا و مافیہا کی نعمتوں اور سامانِ کائنات کے متعلق فرمایا:

۱۸- قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۔ تم فرما دو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔

(نساء: ۷۷)

غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی عظیم، حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت پاک بھی عظیم اور حضور ﷺ کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی عظیم اور اس کے مقابل اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات اور اس کے ساز و سامان کو قلیل فرمایا۔ جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جیسے اللہ عزوجل کے جمال و جلال اور عظمت و رفعت کا اندازہ لگانا انسان کے لیے ناممکن ہے ایسے ہی جو فضل و شرف اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے

اس کی عظمت کو جاننا اور سمجھنا بھی انسان کی سرحدِ عقل سے باہر ہے۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

حضور ﷺ کے فضل و شرف کی انتہا نہیں:

حضرت علامہ بوصیری قدس سرہ العزیز بارگاہِ رسالت کی عظمت میں کہتے ہیں:

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے جسے کوئی زبان بیان کر سکے۔ یہ شعر آیت بالا کی صحیح تفسیر ہے۔ بیشک فرشتوں نے، انبیاء کرام نے، صلحائے امت، نے عام انسانوں نے حضور ﷺ کی نعت کہی۔ آپ کے اوصاف جمیلہ بیان کئے مگر حضور ﷺ کے دفتر اوصاف سے ایک نقطہ بھی بیان نہ ہو سکا کیونکہ بیان کرنے والوں نے آپ کے فضل و کمال سے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ حد کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ حد سے باہر ہیں۔ آیت بالا بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ پر رب العٰلمین کا بڑا فضل ہے۔ اس بڑے فضل کا کنارا کسے ہاتھ آ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد) حضور ﷺ ہی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی حضور ﷺ کی صفت اور حضور ﷺ کے مرتبہ و مقام کی عظمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور بیان فرما سکتا ہے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا؟ کہوں تجھے

حضور ﷺ کی شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا ہوئی:

۱۹- اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا۔ (انشراح ۱)

آیت بالا سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شرحِ صدر کی نعمت سے نوازا۔ آپ ﷺ کے سینہ اقدس کو نور و معرفت کا خزینہ اور علم و حکمت کا گنجینہ بنا دیا۔ حضور ﷺ کے سینہ کو وہ سکون و اطمینان عطا فرمایا کہ وہ فیض ربانی کا مرکز اور وحی (قرآن) جیسی جلالِ الٰہی سے لبریز چیز کا مخزن بن گیا۔ قرآن کی تصریح کی کہ اگر قرآن مجید پہاڑ جیسی

سخت چیز پر نازل کیا جاتا۔

۲۰- اَلَرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔ (حشر ۲۱) تو وہ وحی الٰہی کے جلال سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

مگر یہ رتبہ اور مرتبہ حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ وحی جیسی پُر عظمت و جلال چیز کا آپ کا قلب منور مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اس عظمت کا یوں اعلان فرمایا:

۲۱- فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن اُتارا۔

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے انساں تو ہے لیکن انسان نرالا ہے

جناب موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی میں شرح صدر کی دعا مانگی:

۲۲- قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ الٰہی میرا سینا کھول دے۔

(طٰہٰ ۲۵)

اللہ اکبر، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کریں پھر ان کا شرح صدر ہو اور حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مانگے حضور ﷺ کا شرح صدر فرما رہا ہے۔ "الم" کا لفظ استفہام تقریری ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے تصدیق کا سوال فرما رہا ہے کہ اے رسول ﷺ محترم ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ یعنی کھول دیا ہے اور علم و معرفت سے بھر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سینۂ نبوی ﷺ میں علم و عرفان کے عظیم و جلیل سمندر رواں دواں فرما دیے؟ انہیں کون جان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔

عرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر بس قسم کھائی ہے امی تری دانائی کی

سورہ زمر میں فرمایا: جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے:

۲۳- فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہیں۔

(زمر ۲۲)

یعنی ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ یقین و ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نعمت سب سے زیادہ عطا ہوئی۔

اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ ۔ (شفا، قاضی عیاض) یقین میرا سرمایہ ہے۔

سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۲۴- وَفِی الْاَرْضِ اٰیَاتٌ لِلْمُوْقِنِیْنَ۔ یقین والوں کے لیے زمین کے اندر نشانیاں ہیں۔ (ذاریات ۲۰)

یعنی دنیا و مافیہا میں اللہ تعالیٰ کی آیات، نشانات اس کی صناعی اور قدرت کا مشاہدہ اور معائنہ اور پھر اس مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا اہلِ یقین ہی کا حصہ ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے سب سے زیادہ مشاہدہ کرنے والے اور جاننے والے ہیں۔

عالم میں کیا ہے وہ تجھے جس کی خبر نہیں ذرہ ہے کونسا تری جس پر نظر نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی:

۲۵- وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

(انشراح ۴)

یہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی کا ذمہ خود رب العٰلمین جل مجدہ نے اپنے ذمہ لیا۔ ایسے ہی جیسے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور اعلان فرمایا:

۲۶- اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر ۹)

تو جیسے قرآن کی حفاظت میں کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی حضور ﷺ کے ذکر کی بلندی میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی تمام طاغوتی طاقتیں مجتمع ہو کر بھی آپ کے ذکر کو روکنے اور اس کی بلندی کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو کبھی اور کسی حالت میں

بھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ ذکرِ رسول ﷺ کی بلندی کا محافظ خدا ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

ذکرِ رسول ﷺ کی رفعت کے متعلق ملکوتیوں کے سردار اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے رسول ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا:

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ۔ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اے رسول ﷺ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ۔ ج ۲، ص ۱۹۶)

صحابی رسول ﷺ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی خطیب، کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے اقرار و شہادت کے ساتھ حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار اور شہادت نہ دے۔

خطبات میں، کلموں میں، اقامت میں، اذاں میں ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد ﷺ

پس ذکرِ رسول ﷺ ذکرِ خدا ہے جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے۔ یعنی کان جدھر لگائیے ان کی ہی داستان ہے۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

حضور ﷺ کی ذات و صفات کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے:

لطف کی بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنی حفاظت میں لیا ہے، ایسے ہی صاحب قرآن حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت و نگرانی بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اعلان فرمایا:

۲۷- وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اور اللہ تمہاری نگہبانی فرمائے گا لوگوں سے۔ (مائدہ ۶۷)

۲۸- اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ (اسرار ۶۰)

سب لوگ اللہ کے قابو میں ہیں کہ آپ پر دسترس پائیں۔

۲۹- وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا۔ (طور ۴۸)

اے محبوب رسول ﷺ آپ اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہیے بیشک آپ ہماری نگہداشت میں ہیں۔

سبحان اللہ قرآن جو اللہ کا کلام اور انسانیت کے لیے آخری دستورِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "لحافظون" فرما کر اسے ابدی طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا۔ تو اسی طرح جس ہستی مقدس کو اللہ تعالیٰ نے رسول کل اور نبی آخر بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اسے بھی "یعصمك من الناس" فرما کر اپنی ازلی حفاظت میں لے لیا۔

قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۳۰- لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ (حٰم سجدہ ۴۲)

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

۳۱- قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ (بنی اسرائیل ۸۸)

تم فرماؤ! اگر جن وانس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے۔

تو جب قرآن حفاظتِ خداوندی میں آنے کی وجہ سے تحریف و تبدل، کمی و زیادتی اور باطل کی آمیزش سے محفوظ، بے مثل و بے مثال ہو گیا۔ تو ایسے ہی حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ اور بے مثل و بے مثال ہو گئے۔ جیسے قرآن کا مثل لانا ناممکن ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ کی مثال دکھانا بھی ناممکن ہے۔ جیسے قرآن ایک محفوظ کتاب ہے ایسے ہی حضور ﷺ کا قول و عمل، سیرت و کردار بھی رہتی دنیا تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ جیسے قرآن، رب ذوالجلال کا کلام اور نوعِ انسانی کے لیے آخری ضابطۂ حیات ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ

نورِ الٰہی، اللہ کے آخری رسول ﷺ اور ساری کائنات کے لیے روشنی کا مینار ہیں کیوں؟ اس لیے کہ حضور ﷺ کی ذات اور حضور ﷺ کی صفات بھی قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی ﷺ　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اللہ نے حضور ﷺ کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی ہے:

۳۲- تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (البقرہ ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب جداگانہ ہیں۔ بعض حضرات بعض سے افضل ہیں اگرچہ نبوت میں سب برابر ہیں مگر کمالات و فضائل میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے (خازن و مدارک)۔ "رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" سے حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی ہے۔ قرآن نے درجوں کے شمار کا ذکر نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا حضور ﷺ کا مرتبہ و مقام اتنا بلند و بالا ہے جو کسی کے وہم و خیال میں نہیں آ سکتا اور آپ کے درجہ کی بلندی کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا　　نیر نور ہو تم سارے رسل تارے ہیں

حضور ﷺ فضل و شرف کے سورج، علم و حکمت کے چاند اور انبیاء کے سردار اور تمام رسولوں سے افضل اور تمام کمالات کے پیکر حسین ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْن۔ (بیہقی)　　میں سارے جہان کا سردار ہوں۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی　　چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ سید المرسلین ہیں:

۳۳- یٰسٓ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (یٰسٓ)
اے یٰسٓ، اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ مرسلوں سے ہیں۔

حضور ﷺ سید ہیں۔ انہیں ان کے رب نے پیدا ہی سیادت (سرداری) کے لیے کیا مگر سید کہلانے سے ایسے ہی بے نیاز ہیں جیسے اللہ رب العزت رب کہلانے سے بے نیاز۔ کوئی کہے یا نہ کہے، کوئی مانے یا نہ مانے، اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے اور اس کا محبوب رسول سید العٰلمین ﷺ ہے۔ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ (مسلم وابوداؤد)
روز قیامت میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں۔

ولد وُلد کی جمع ہے ظاہر ہے کہ ولدِ آدم کے دائرہ میں ہر بشر، ہر انسان، ہر آدم داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اس جملہ میں شامل ہیں۔ خود سیدنا آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں جس کی تصریح خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے کہ:

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تحت لِوائی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)
آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ کی ذات اقدس تو سید الاولین و آخرین ہے ہی مگر حضور ﷺ سے فیض پا کر اور مشکوٰۃ نبوت سے نور و بصیرت کی دولت حاصل کرنے والے نفوس قدسیہ بھی سیادت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔
جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی)

حضور ﷺ کے وزراء کرام امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی بارگاہِ نبوت سے اسی اعزاز سے مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔ — ابوبکر و عمر جنت کے ادھیڑ عمر کے افراد کے سردار ہوں گے۔

(ترمذی)

اصدق الصادقین سید المتقین — چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کل جہان کے لیے رسول ہیں:

انبیاء سابقین خاص اپنی قوم کے لیے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ قرآن مجید نے تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا۔

۳۴- اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ — مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔

(ابراہیم ۴)

جناب نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "اِلٰی قَوْمِهٖ"، حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "اِلٰی عاد"، حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "اِلٰی ثمود"، حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق: "وَاِلٰی مدین"، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا: "اِلٰی فرعون"، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا: "علی قومه"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: اِلٰی بنی اسرائیل — تو ہر نبی اور رسول خاص اپنی قوم کے لیے رسول و نبی بنا کر بھیجا گیا۔

لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۳۵- مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (السبا ۲۸) — نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر ساری کائنات کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

۳۶- اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف ۱۵۸) اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں ۔تم سب کی طرف۔

۳۷- لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً۔ (الفرقان ۱) (ہم نے آپ (ﷺ) کو) سارے جہان کے لیے (نذیر) ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے رسول ہیں ۔(مدارج النبوۃ)

خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَامِنْ شَیْئٍ اِلَّا یَعْلَمُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا:

یہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی فضیلت اور خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور ﷺ کی ذاتِ والاصفات پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا۔

۳۸-وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (آل عمران ۸۱) اے محبوب یاد کیجئے جب خدا نے تمام انبیاء سے عہد لیا۔

اور تمام انبیاء کرام نے بحضور رب العلمین حضور پر ایمان لانے کا عہد کیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنے۔

۳۹- وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (آل عمران ۸۱) اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کو گواہوں میں شامل فرمایا۔

حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعا کی جاتی تھی:

اسی عہد کے مطابق تمام انبیاء کرام اپنی اپنی مجالس میں حضور ﷺ کی مدح وثنا فرماتے رہے اور اپنی اپنی امتوں سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیتے رہے۔ حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے تشریف لائے (ابن جریر)۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل:

۴۰۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوا۔ (البقرہ ۸۹) کافروں پر حضور ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۸ کی توضیح ہی میں حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آج اگر جناب موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری اطاعت اور: مَا وَسِعَهُ اِلَّا اَنْ يَتَّبِعَنِىْ۔ میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی۔ (احمد دارمی)

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل اور رسولوں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

۴۱۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۷) اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا جو کچھ ہے۔ انبیاء، اولیاء، اصفیاء، زمین و آسمان، چاند، سورج، نباتات و معدنیات وغیرہ، سب عالم میں شامل ہیں اور حضور ﷺ ان سب کے لیے، ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اسی لیے اولیاء کاملین وعلماء دین فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک، ابتداء سے قیامت تک جس کسی کو

جو نعمت و دولت ملی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ سے بٹتی اور بنتی ہے۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي ۔ (بخاری)
اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضور ﷺ ہادیٔ انسانیت ہیں:

۴۲- وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔
بیشک آپ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں۔

ہدایت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ کسی کے دل میں ہدایت کو پیدا فرما دینا (خلق) یہ صفت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہدایت کے دوسرے معنی ہیں کہ حق کی دعوت دینا و تبلیغ کرنا۔ دلائل و براہین سے حق کی حقانیت کو ظاہر کرنا اپنی خداداد روحانیت، اپنے کردار اور سیرت کی پاکیزگی، اپنے افعال حمیدہ و اقوالِ حکیمہ سے محض مخلوق کی خیر خواہی کے لیے انہیں سیدھا راستہ دکھانا۔ آیت بالا میں حضور ﷺ کو اسی معنی میں ہادی فرمایا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی ہدایت کا انداز بھی بے مثل و بے مثال تھا۔ کشادہ روئی، خلق عظیم، شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ بھی زبانِ نبوت سے نکلتا دشمن بھی موم ہو جاتا اور سننے والے کے قلب میں علم و عرفاں کے دریا موجزن ہو جاتے۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو انقلاب عظیم برپا کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ زمین ہموار تھی اور حضور ﷺ کو باصلاحیت ساتھی مل گئے تھے۔ اگر وجہ یہ ہوتی تو قرآن حضور ﷺ کو "مُزکی" کبھی نہ قرار دیتا۔ قرآن نے حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اعلان فرمایا۔

حضور ﷺ مزکی عالم ہیں:

۴۳- وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (جمعہ ۲) انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

تزکیہ کا تعلق دل سے ہے یعنی حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کے قلوب کو عقائد باطلہ، اخلاقِ رذیلہ اور اعمال خبیثہ سے پاک وصاف فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نبی اُمّی ہیں:

حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ نبی اُمّی ہیں۔ کتاب مجید نے بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام و اُممِ سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اگرچہ ازروئے لغت "اُمّی" کے معنی ان پڑھ کے بھی ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کے لیے یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ آپ نہ کسی کے شاگرد ہیں اور نہ جن و انس و ملائکہ میں آپ کا کوئی استاد ہے آپ کا علم و فضل خاص عطیۂ خداوندی ہے۔ آپ کو شاگردی کا شرف صرف رب العٰلمین سے حاصل ہے۔

۴۴- اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ۔ (الاعراف ۱۵۷) وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

امی ۔ دقیقہ دان عالم بے سایۂ سائبانِ عالم

حضور ﷺ سراج منیر ہیں:

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اخلاق و تہذیب سے نابلد، پاک و ناپاک، جائز و ناجائز، شائستہ و ناشائستہ کی تمیز سے ناآشنا۔ ان کی زندگی گندی، ان کے طریقے وحشیانہ، زنا، جوا، شراب، چوری، رہزنی، قتل، خون ریزی، ان کا معمول۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہاتے، ان کی عورتیں برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتیں وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ مختصر [illegible] ان کا

داماد نہ بنے۔ وہ اپنے باپوں کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے۔ انہیں کھانے، لباس اور طہارت کے معمولی آداب بھی معلوم نہ تھے۔ دنیا جہان کی جہالتیں اور ضلالتیں ان میں جمع تھیں۔ بت پرستی، ارواح پرستی، کواکب پرستی، درخت، پتھر حتیٰ کہ گوبر پرستی ان پر رائج تھی۔ جاہل ایسے کہ ستو کے بت بناتے اور جب بھوک لگتی تو انہیں کا ناشتہ کر لیتے۔ ایسے جاہل، سرکش، غیر متمدن لوگوں کی اصلاح کا فرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سونپا گیا۔ ماحول سازگار نہ تھا۔ انسان باصلاحیت نہیں تھے۔ جہانگیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حضور ﷺ سرور کائنات، فخر موجودات، ہدایت و بصیرت کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ قرآن نے اعلان کیا۔

۴۵- يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (الاحزاب ۴۶)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر اور ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

دنیا کے بڑے بڑے انقلابی لیڈروں کا کارنامہ صرف یہ ہوتا ہے کہ فضا موجود ہوتی ہے، ماحول سازگار ہوتا ہے۔ اسٹیج اور کام پہلے سے تیار ہوتا ہے پھر وہ اپنے نظریہ کو پھیلاتے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہیں اور ناکام بھی۔ لیکن حضور ﷺ صرف ایک عام انقلابی لیڈر کی طرح ہرگز نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ ہی کے سراج منیر ہیں۔ یہ خصوصیات تمام مذہبی و غیر مذہبی رہنماؤں میں صرف حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو حاصل ہے کہ جو انقلاب آپ ﷺ نے برپا فرمایا۔ اس کے لیے نہ مواد تھا اور نہ لوگوں میں عملی استعداد اور نہ مطلب کے آدمی، حضور ﷺ تن تنہا تھے۔

ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار تھا

حضور ﷺ نے اپنی خداداد صلاحیت سے خود ہی فضا پیدا کی اور خود ہی مواد، حالات کی رفتار کا رخ موڑ کر اس راستہ پر چلایا جس پر آپ چلانا چاہتے تھے۔ اس شان کا،

تاریخ ساز رسول اور ایسے عظیم مرتبہ کا نبی کل جہان میں حضور ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ ہر خوبی و کمال کا خزانہ ہیں:

۴۶- اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

آیت بالا سے واضح ہے کہ حضور ﷺ فضل و شرف، عزت و کرامت کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی۔ نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی اور حکمت بھی، علم و معرفت بھی اور شفاعت و وجاہت بھی، حوض کوثر بھی اور مقام محمود بھی۔ کثرتِ امت بھی اور دشمنوں پر غلبہ بھی۔ غرضیکہ بے حد و بے شمار فضیلتوں اور نعمتوں سے حضور ﷺ کو نوازا۔

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

بحالت نماز آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھنا ممنوع ہے۔ حدیث میں اس فعل پر وعید شدید وارد ہوئی ہے کہ جو بحالت نماز آسمان کی طرف نظریں اُٹھاتا ہے۔ اسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے نور کو نہ سلب فرمالے (بخاری)۔ یہ قاعدہ تو عام لوگوں کے لیے ہے خواہ وہ بزرگی کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہوں مگر حضور سید عالم ﷺ کی شان نرالی ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں حضور ﷺ کے اعزاز کا یہ عالم ہے کہ اگر حضور ﷺ بحالتِ نماز اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہم تمہاری مرضی پوری کر دیں گے۔"

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کو خوش کرنے کے لیے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا:

۴۷- قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (البقرہ ۱۴۴)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اگر لوگ بحالت نماز اپنی نظریں اٹھائیں تو انہیں وعید سنائی جائے کہ اندھا کر دیا جائے گا مگر حضور محبوبِ خدا ﷺ بحالت نماز ہی نظریں اُٹھائیں تو فرمایا جاتا ہے تمہاری خوشی پوری کر دی جائے! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے۔ ایک روز حضور ﷺ ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ قلبِ اقدس میں خیال آیا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔

حضور سید عالم ﷺ کو کعبہ ابراہیمی کا قبلہ بنایا جانا پسند تھا۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے بحالتِ نماز آسمان کی طرف نظریں اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی رضا جوئی کے لیے بیت المقدس جو زمانہ قدیم سے تمام انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی قبلیت کو منسوخ کر دیا اور حضور ﷺ کی مرضی کے مطابق کعبہ ابراہیمی کو قیامت تک کے لیے قبلہ مقرر فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کی رضا مقصود و مطلوب ہے۔ رضاءِ محبوب کے لیے کعبہ ابراہیمی قبلہ بنا۔ کعبہ کو آج جو یہ عظمت حاصل ہے کہ روئے زمین کے اصفیاء، اولیاء اور بندگانِ خدا اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ یہ سب حضور ﷺ ہی کا عطیہ اور فیضان ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

۴۸- وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ (ضحیٰ ۴،۵)

اور بیشک پچھلی (گھڑی) تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ قریب ہے تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے۔

آیت بالا میں امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب رسول ﷺ سے یہ وعدہ ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ کے مرتبہ کو ترقیاں عطا فرمائے گا۔ روز بروز آپ کے درجے بلند فرمائے گا۔ عزت پر عزت، منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کی عظمت میں اضافہ ہوتا رہے گا حضور ﷺ کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔ آخرت میں آپ کی شانِ محبوبی کا اظہار ہوگا۔ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، مرتبہِ شفاعت، تمام انبیاء و اصفیاء پر برتری اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں حضور ﷺ کو عطا ہوں گی جو بیان سے باہر ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ

اس دن عزت و کرامت کی کنجیاں مرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں انبیاء کا امام و خطیب اور ان کا شفیع ہوں گا۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۴)

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

تعظیم و توقیر رسول ﷺ کے بغیر عبادت الٰہی بیکار ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو فرض قرار دیا ہے سارے جہان سے زیادہ حضور ﷺ کو عزیز رکھنا ایمان ہے اور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے وہ مسلمان نہیں ہے۔

محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

سورۃ توبہ میں فرمایا:

اے نبی تم فرما دو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر۔

حضور ﷺ سے محبت عین ایمان ہے:

۴۹- اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (توبہ ع ۹)

تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتار دے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

محمد ﷺ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر جان و مال اولاد سے پیارا

اس آیت سے واضح ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی بھی چیز اللہ و رسول ﷺ سے زیادہ عزیز ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے راہ نہیں دے گا اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے۔

اسی آیت کی تفسیر میں خود سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (بخاری)

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سورۂ فتح میں فرمایا:

۵۰- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (فتح ۹)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان

لانے کا حکم ہے۔اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔اس کے بعد تیسرے درجہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے۔ایمان اور عبادت کے بیچ میں اپنے محبوب رسول ﷺ کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بغیر ایمان تعظیم رسول ﷺ کارآمد نہیں ہے اور بغیر تعظیم رسول ﷺ عبادت الٰہی بیکار ہے۔معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی تعظیم و توقیر آپ سے عقیدت و محبت مدارِ ایمان، مدارِ نجات اور مدارِ قبولیت اعمال ہے۔تعظیم رسول ﷺ کے بغیر عبادت مقبول نہ کوئی نیک عمل باعث اجر و ثواب۔

جناب مصطفیٰ ﷺ ہوں جس سے ناخوش نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

اپنی ذات کے شاہد و شہید ہونے کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ شيٍ لم اكُن رَاَيتُه اِلاَّ وَقد رَاَيتُهم مِن مَقَامِي هٰذِه حَتّٰى الجَنَّةِ وَالنَّارِ۔(مسلم)

جو چیز بھی میں نے پہلے نہیں دیکھی اس کو یہیں سے دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

حضور ﷺ شاہد و مبشر ہیں:

آیت بالا میں حضور سید المرسلین ﷺ کی دو اہم صفتوں کا ذکر ہے۔اول شاہد گواہ، محدث کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز "ویکون الرسول علیکم شهیداً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے شاہد ہونے کے معنی یہ ہیں حضور ﷺ اپنے نور نبوت سے اپنی امت کے ہر فرد کے نیک و بد اعمال، دل کا حال و احوال، ایمان و نفاق وغیرہ سے مطلع ہیں۔اس لیے حضور ﷺ کی گواہی اُمت کے حق میں دنیا و آخرت میں مقبول ہے۔(تفسیر عزیزی ص ٦٧٦)

قرآن مجید میں اعلان کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

٥١- وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(تکویر ٢٤)

حضور ﷺ کو غیب کا علم عطا ہوا ہے:

وَمَا کَانَ اللہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران ۱۷۹)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں خوب غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چُن لیتا ہے جسے چاہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور حضور حبیب خدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اس آیت سے اور اس کے سوا متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کا عالم ہونا حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

دوم مبشر، بشارت دینے والا۔ کسی چیز کی بشارت اور خوشخبری وہی دے سکتا ہے جو عالم ہو۔ حضور ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَکَ الْجَنَّةُ عَلَیَّ یَا طَلْحَةُ غَدًا۔ (بخاری، ترمذی) کل تمہارے لیے جنت میرے ذمہ ہے۔

ایک مقدس صحابی حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے وضو کا پانی پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مانگو! انہوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ میں آپ سے سوال کرتا ہوں:

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ۔ (مسلم) کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھے

عشرہ مبشرہ جن میں خلفاء راشدین حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمانِ غنی، علی مرتضیٰ، دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں اسی دُنیا میں حضور سید المرسلین ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔

حضور ﷺ اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں:

۵۲- وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (توبہ)

انہیں کیا برا لگا یہی کہ انہیں دولت مند کر دیا اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

۵۳- وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوا مَا اٰتٰهُمُ اللهُ وَرَسُولُه ۔(توبہ) کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اللہ اور رسول کے دیے پر۔

غور طلب بات دونوں آیتوں میں یہ ہے۔ غنی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ معطی حقیقی ہے مگر دونوں آیتوں میں نعمتوں کے عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف بھی کی اور اپنے مقدس رسول ﷺ کی طرف بھی۔ آخر کیوں؟ صرف اس امر کے اظہار کے لیے:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہیں:

۵۴- اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (احزاب ۳۶) اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی۔

غور کیجئے! منعم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر آیت بالا میں بھی حضور ﷺ کو نعمت دینے والا قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور برکتیں حضور ﷺ ہی کے وسیلہ اور صدقہ سے ملتی ہیں اور ملتی رہیں گی۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور ﷺ دافع البلاء ہیں:

۵۵- وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ (الانفال) اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ اے محبوب آپ ان میں رونق افروز ہیں۔

آیت بالا میں حضور فخر موجودات ﷺ کی محبوبیت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات کی دفع بلاء و عذاب کا سبب بنایا ہے حتیٰ کہ قرآن نے یہ تصریح کی

ہے کہ بارگاہِ نبوت میں حاضری قبولِ توبہ کا سبب اور گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

۵۶- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (نساء)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تیرے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے معافی مانگیں تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

غور کیجیے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اسے اختیار تھا کہ یونہی گناہ معاف فرمادے مگر حضور ﷺ کے مرتبہ کے اظہار کے لیے فرمایا جاتا ہے کہ توبہ قبول کرانا چاہو تو ہمارے محبوب ﷺ کے دربار حاضر ہو کیوں؟ یہ بتانے کے لیے:

مفلسو! تھام لو دامن ان کا یہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور حضور ﷺ کی طرف کرتے تھے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تصویر دار غالیچہ خریدا۔ حضور ﷺ باہر سے تشریف لائے۔ دروازہ پر رونق افروز رہے۔ گھر کے اندر قدم نہ رکھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب چہرہ اقدس پر اثر ناراضگی پایا تو عرض کرنے لگیں:

يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُوْبُ اِلَى اللهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ۔

یارسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ (مسلم و بخاری)

چالیس صحابہ کرام جن میں حضرت سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ مسئلہ جبر و قدر پر بحث کرنے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی یہ بحث پسند نہ آئی۔ اس حالت میں برآمد ہوئے کہ چہرۂ اقدس شدتِ جلال سے دہک رہا تھا۔ آپ کے

دونوں رخسار گلاب کی طرح سرخ تھے۔گویا انارِ ترش کے دانے پھوٹ نکلے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ کیفیت دیکھ کر حضور ﷺ کی طرف تھرتھراتے کانپتے آئے عرض کی۔ہم اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔(طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صفت رحمت سے مشرف فرمایا:

۵۷- وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ۔ (آل عمران ۷۴) اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کو ایسا حصہ وافر عطا فرمایا کہ آپ کو جہان کے لیے رحمت بنا دیا اور قرآنِ مجید میں آپ کو رحیم کی صفت سے موصوف فرمایا (سورۂ توبہ)۔رحیم رحم سے بنا ہے۔اس کے لغوی معنی عاجز، ناتواں، مصیبت زدہ کے ہیں اور رحیم کے معنی یہ ہیں جو بے کس، عاجز اور مصیبت زدہ کی بگڑی بنا دینے والا ہو...... اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس صفت سے مشرف فرمایا اور حضور ﷺ کو رحمت مجسم بنا کر مبعوث فرمایا۔

حضور ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے بگڑی بنانے والے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

حضور ﷺ کا دین بھی رحمت ہے اور حضور ﷺ کی تعلیم بھی رحمت ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاۤءِ (ابوداؤد، ترمذی)

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا (ترمذی)

جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا، جو بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور ﷺ کی ذات اقدس پر الزامات واعتراضات کا جواب خود رب العزت العٰلمین نے دیا:

قرآن مجید سے واضح ہے کہ انبیاء وسابقین علیہم السلام سے اُن کی اُمت کے افراد جاہلانہ گفتگو کرتے، سخت کلامی، بیہودہ گوئی سے کام لیتے حتیٰ کہ ان کی ذاتِ معصوم پر زنا تک کی تہمت لگانے سے بھی نہ جھجکتے، حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا: ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔(اعراف ۶۶) حضرت ہود علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا: ہم تمہیں احمق اور کذاب خیال کرتے ہیں۔ (اعراف ۶۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا: اے موسیٰ ہم تم کو سحر زدہ تصور کرتے ہیں۔(بنی اسرائیل ۱۰۱) کفار ومنافقین کا یہ گستاخانہ انداز من وعن قرآن مجید میں درج ہے مگر محبوب رب العٰلمین رحمۃ اللعالمین، حضور سرور کائنات ﷺ کی شان نرالی ہے۔

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی زہرہ ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

رب العٰلمین جل جلالہٗ کی اپنے مقدس رسول ﷺ پر فضل وکرم کی انتہاء یہ ہے کہ جب بھی کفار ومنافقین نے حضور ﷺ کی بے ادبی کی۔ آپ پر کوئی الزام لگایا، زبان درازی کی، حضور ﷺ کی شان کے خلاف زبان پر غیر مناسب جملے لائے تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے مسلمانوں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب بھی کسی طرف سے شانِ رسول ﷺ کو گھٹانے یا ان کی بارگاہ میں بے ادبی کا مظاہرہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کی مدافعت کریں۔ حضور ﷺ کی حمایت اور حضور ﷺ کے فضل وشرف کے اظہار واعلان کے لیے ہر وقت اور زمانہ اور ہر لمحہ میں کمربستہ رہیں۔

کفار نے حضور ﷺ پر شاعر، کاہن، مجنون ہونے کا الزام لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

۵۸- مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(ن ۲)

۵۹- فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ۔ تم اپنے رب کے فضل سے کاہن نہیں۔

(طور)

۶۰- وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ اور ہم نے اپنے رسول ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ان کی شان کے لائق ہے۔ (یٰس ۶۹)

واضح رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو شعر اور اس کے قواعد و ضوابط کا علم نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا، کیونکہ عموماً شعراء کا کلام، مبالغہ، جھوٹ، خلافِ واقعہ امور پر مشتمل ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے۔ حضور ﷺ کو تو علوم کائنات عطا ہوئے ہیں۔ اس لیے اس آیت سے حضور ﷺ کے لیے کسی بھی چیز کے علم کی نفی مراد لینا غلط اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی تصریحات کے خلاف ہے۔

وہ کمال حسن حضور ﷺ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وحی کے آنے پر دیر ہوئی تو کافر بولے: اللہ نے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا اور دشمن بنالیا ہے۔ خداوند قدوس نے جواب دیا:

۶۱- وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ قسم ہے اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلف عنبریں کی، جب وہ تیرے چمکتے رخساروں پر بکھر آئیں۔ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا۔

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشمس ہے ترے رخِ پُرنور کی قسم

بعض مفسرین نے فرمایا۔ ضحٰی سے نورِ جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور لیل کنایہ ہے۔ حضور ﷺ کے گیسوئے عنبریں سے۔ (روح البیان)

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نور افزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلف دوتا کی قسم

حضور سید عالم ﷺ کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کفار نے حضور ﷺ کو ابتر منقطع النسل کہا۔ یعنی یہ کہا کہ اب آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ آپ کا چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور اس کے ابتدا میں فرمایا: "اِنَّآ اَعطینٰكَ الکوثر"۔ ہم نے آپ کو بیشمار خوبیاں (خیر کثیر) عطا فرمائیں۔ بیشمار فضائل عطا کر کے تمام مخلوق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا اور حسن باطن بھی، نسب عالی بھی اور نبوت وحکمت بھی اور کتاب (قرآن) دیا۔ شفاعت کا اعزاز، حوض کوثر، مقام محمود، کثرت اُمت اور فتح ونصرت، دشمنوں پر غلبہ اور بیشمار فضیلتیں بخشیں۔

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ ﷺ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ ﷺ کی

آپ تو حسن وخوبی، جمال وکرم کے پیکر حسین ہیں اور آپ کے نام تو ہمیشہ بلند اور آپ کا ذکر ہمیشہ جاری رہے گا۔ اب جو آپ کو ابتر کہتا ہے تو آپ ابتر نہیں ہیں بلکہ کہنے والا ہی ابتر اور دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہے۔

۶۲-اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ بیشک آپ کا جو دشمن ہے وہ ہر خبر سے محروم ہے۔ (کوثر ۳)

حضور ﷺ کی شان تو سب سے اعلیٰ ہے اور ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کا ذکر نہ رُک سکتا ہے اور نہ ان کا نام مٹ سکتا ہے۔

جبین عرش پہ لکھا ہوا ہے نام ترا خدا کے بعد ہے سب سے بڑا مقام ترا

ابن ابی ملعون نے کہا۔ ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم جو کہ بڑی عزت والے ہیں نکال دیں گے جو نہایت ذلت والا ہے۔

ذلت والوں سے مراد اس کی حضور ﷺ اور مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منافق کو جواب میں فرمایا:

۶۳- وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. (منافقون ۸)
عزت تو ساری خدا اور رسول کے لیے ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

بارگاہِ خداوندی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جب کفار و منافقین آپ کی تکذیب کرتے، حق و صداقت کو قبول نہ کرتے تو حضور ﷺ کو رنج ہوتا اور وہ پاک، بے نیاز سارے جہان کا رب جل مجدہٗ ان الفاظ سے حضور ﷺ کی تسلی خاطر فرماتا:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ. (انعام ۳۳)
ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ (کافر) کہہ رہے ہیں۔

جتنا میرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

حضور ﷺ کی مزید عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ لوگ طرح طرح کے الزام لگا کر آپ کو ایذ پہنچاتے ہیں۔ انہیں ہی ذلت کا عذاب دیا جائے گا اور دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

۶۴- اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا. (احزاب ۵۷)
بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

واضح رہے کہ اللہ عزوجل ایذاء سے پاک ہے، اسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایذا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو ایذا پہنچانا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا ہے۔ ایسے شخص کے لیے وہ دردناک عذاب ہے۔

گستاخِ رسول ﷺ ذلت کے عذاب کا مستحق ہے:

اس کے بعد فرمایا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ہمارے مقدس رسول ﷺ کو ایذا

پہنچائے یا ایسی کوئی بات کرے جو انہیں ناگوار ہو یا ان کی شان کے خلاف ہو یا ان کی خاطر اقدس پر گراں ہو۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللهِ۔ اور تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو۔ (احزاب ۵۳)

حتیٰ کہ اپنے محبوب ﷺ کی تسکین خاطر کے لیے مزید فرمایا کہ کفار و منافقین کا آپ کی رسالت اور ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اے محبوب ﷺ صرف تمہارے ساتھ خاص ہو۔ کفار کا تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے۔

۶۵- وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا۔ (الانعام ۳۴) تم سے پہلے رسول (بھی) جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا۔

پھر مزید تسلی و تشفی کے لیے فرمایا کہ اے محبوب محترم ﷺ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر آپ اس قدر رنج و فکر نہ کیجئے اور اپنی جان پاک کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔

۶۶- فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔ (الکہف ۶) تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

۶۷- وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ۔ (آل عمران ۱۷۶) اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پہ دوڑتے ہیں۔

یعنی خواہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا رؤساء یہود یا مرتدین۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے۔ آپ کیوں فکر کریں؟ یہ آپ کے مقابلے کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب نہ ہوں گے۔ اللہ اکبر رب کائنات جل مجدہٗ کا اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس لطف و کرم کے ساتھ تسلی دینا آپ کے بارگاہِ الٰہی میں ایسی قدر و منزلت کا آئینہ دار ہے کہ جسے انسانی قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرد چماں نہیں

حضور ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے

اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے:

۶۸- لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (فتح ۱۸)

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جب اے محبوب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت میں اس بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ایک خاردار درخت کے نیچے بارہ ہزار صحابہ کرام نے جن میں خلفاء راشدین بھی شامل تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس پر کی۔ اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں کیونکہ بیعت کرنے والوں کو قرآن نے رضائے الٰہی کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مرتبہ یہ ہے کہ جو آپ سے بیعت کرے رضائے الٰہی اُسے حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی رضا ہی ہر شے سے بڑی نعمت ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی کو پالیتا ہے وہ مراد پالیتا ہے۔ قرآن نے تصریح کی کہ:

۶۹- وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (توبہ ۷۲)

اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے اور یہ ہی ہے بڑی مراد پانا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کو ثواب عظیم اور نعمت و کرامت سے سرفراز کرتی ہے اور بندے کو اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اس کے مومن کامل اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنے کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کرنے سے یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔

۷۰- رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ (البینہ ۸)

اللہ تعالیٰ اِن سے (صحابہ) سے راضی ہو گیا اور وہ (صحابہ) اللہ سے راضی ہو گئے۔

پھر اس بیعت کی عظمت و رفعت و منزلت کا یہ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو جو حضور ﷺ کے دست مبارک پر ہوئی۔ اسے اپنی بیعت قرار دیا اور فرمایا۔

۷۱- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (فتح ۱۰) — وہ جو (اے محبوب) تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

دست احمد عین دست ذوالجلال — آمدہ در بیعت و اندر قتال

حضور ﷺ کا فعل اللہ کا فعل ہے:

آیت بالا سے واضح ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کو وہ قرب حاصل ہے کہ آپ سے بیعت، اللہ سے بیعت ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت، حضور ﷺ کا فعل اللہ کا فعل، حضور ﷺ کی رضا اللہ کی رضا اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ قرآن مجید نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب بنا کر فرمایا:

۷۲- وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۔ (انفال ۱۷) — اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

علامہ اقبال نے کہا:

پنجۂ او پنجۂ حق می شود — ماہ از انگشت او شق می شود

جس واقعہ کی طرف آیاتِ بالا میں اشارہ ہے۔ وہ غزوۂ بدر سے متعلق ہے۔ کفار کا ایک ہزار کے قریب لشکر جو تکبر و غرور میں چور تھا اور حق کے مقابل آیا تھا۔ حضور ﷺ نے مٹھی بھر خاک لشکر کفار کی طرف پھینک دی۔ یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور بے بصرانِ حقیقت کو بتلا گئی کہ رسولِ پاک ﷺ کی شان سے جو بے بہرہ ہیں وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں۔ اللہ تعالیٰ نے عجیب اندازِ دلنواز سے حضور ﷺ کے اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا جو حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ کے اعجاز کی دلیل ظاہر ہے:

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً ، منہ پھر گیا

حضور ﷺ کی اتباع اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے:

اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ اس قدر محبوب ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی اتباع کرے اسے محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

۷۳- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو، اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

کشف رازِ من رانی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا

دربارِ نبوت ﷺ کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے:

لغت میں اتباع کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ غلامانہ انداز اختیار کرو۔ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو ان سے ہمسری و برابری کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اس معاملہ میں قرآن نے تصریح کی:

۷۴- يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ - (الحجرات ۱)

ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

یعنی قول و فعل و عمل غرضیکہ کسی معاملہ میں اللہ و رسول ﷺ سے آگے بڑھنا ممنوع ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبادت و ریاضت میں بھی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقدم منع ہے۔ مفسرین نے لکھا چند شخصوں نے عید الاضحی کے دن حضور ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تھی انہیں حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روزہ پہلے ہی روزہ

رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ ان کے حق میں آیت بالا نازل ہوئی کہ روزہ رکھنے میں بھی اپنے مقدس رسول ﷺ سے تقدم (پہل) نہ کرو۔ بارگاہِ نبوت ﷺ کے ادب و احترام کا خیال رکھو۔

بارگاہِ نبوت ﷺ میں بلند آواز سے بولنا منع ہے:

قرآن مجید نے حضور ﷺ کے ادب و احترام و نیاز مندی کا اس درجہ خیال رکھنے کا حکم دیا ہے کہ آپ کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔

۷۵- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ. (الحجرات ۲)	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی ﷺ کی آواز سے۔

یعنی حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، یہ ہی دربارِ رسالت ﷺ کا ادب و احترام ہے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

۷۶- وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ۔(الحجرات ۲)	اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔

آیت بالا میں حکم دیا گیا کہ حضور ﷺ کا اجلال و اکرام، ادب و احترام، ہر معاملہ میں فرض ہے۔ حضور ﷺ سے بات اس طرح نہ کی جائے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف ہو کر کی جاتی ہے یا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کو جب ندا کی جائے، پکارا جائے تو تعظیم و توقیر سے جب یاد کیا جائے تو معزز و پرعظمت القاب سے۔ پھر حد یہ ہے کہ قرآن نے یہ تصریح کر دی کہ اگر آدابِ نبوت کا خیال نہ رکھا گیا اور حضور ﷺ کے معاملہ میں ذرا بھی سوئے ادب سے کام لیا گیا تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔

۷۷- اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔(الحجرات ۲)	کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

واضح رہے (علامہ ابن تیمیہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ہی لکھا ہے۔ ان کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔ اخبران ذالك سبب حبوط العمل فهذا يدُلُّ على انه ينتضى الكفرلان العمل لا يحبط الا به (الصارم المسلول)) کہ حبط عمل اس وقت ہوتا ہے جب آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ ادب و احترام نبوت کا خیال نہ رکھنا، اعمال خیر کی بربادی کا سبب ہے اور اگر قصداً بنیت توہین حضور ﷺ کی ذرا بھی قول وفعل واشارہ سے توہین کا ارتکاب کیا تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو اونچا سننے (ثقل سماعت) کا عارضہ تھا۔ اس وجہ سے بحضورِ نبوت ﷺ ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ جب آیت بالا نازل ہوئی تو گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں بلند آواز ہوں جہنمی ہو گیا۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی فرمایا نہیں وہ جنتی ہیں (کیونکہ ان کی بلند آوازی مجبوری کی بنا پر ہے)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام:

آیت بالا کے نزول کے بعد سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے ادب و احترام کا ایک معیار قائم کیا۔ بحضورِ نبوی ﷺ نہایت آہستہ گفتگو کرتے۔ ایسے افراد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مغفرت اور اجر عظیم کا اعلان کیا۔

۷۸- اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔

(الحجرات ۳)

بیشک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے حضور وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگار (تقویٰ) کے لیے پرکھ لیا اور ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

الغرض حضور ﷺ کا بے حد و حساب احترام، ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس ﷺ کے ادب و احترام کا کیسا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے بیان کے لیے تو دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے: عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیقِ حال کے لیے جب حدیبیہ کے مقام پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ:

"حضور اقدس ﷺ دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے غسالہ شریف کو تبرک کے طور پر حاصل کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ حضور ﷺ کبھی تھوکتے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو حضور ﷺ کا لعابِ مبارک حاصل ہو جاتا ہے وہ اسے اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لیے ملتے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسم اقدس کا کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ حضور ﷺ کا بال مبارک صحابہ نہایت ادب و احترام سے لیتے۔ جان عزیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو سب خاموش و ساکت رہتے۔ ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر نہیں اٹھاتا۔" (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کی انتہا یہ تھی کہ وہ بحضور نبوی ﷺ اپنی ذات کو حضور ﷺ کا بندہ اور خادم کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت امام دوم سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا۔ میں حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تھا۔

فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔ پس میں حضور ﷺ کا بندہ اور خدمتی تھا۔

(ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ)

مثنوی میں مولانا رومی قدس سرہٗ العزیز نقل کرتے ہیں۔ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا تو مع ان کے حاضر بارگاہِ نبوت ہوئے اور عرض کی۔

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بر روئے تو

کیااس شان کے ادب واحترام کی جیساکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، اس کی مثال کہیں نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس کردار سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ حضور ﷺ کا ادب واحترام ہی ایمان کامل کی نشانی ہے اور حضور ﷺ کا ادب واحترام صرف حضور ﷺ کی ظاہری حیات تک محدود نہیں ہے بلکہ آج بھی حضور ﷺ کا ویسا ہی احترام ہے جیساکہ آپ کی حیات ظاہری میں کیا جاتا ہے۔

خاتم انبیاء رسول اللہ ﷺ غائب کبریا رسول اللہ ﷺ
نہ ہوا ہے نہ ہوگا عالم میں، آپ سا کوئی یارسول اللہ ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں:

حضور سید عالم ﷺ کا نام برہان بھی ہے۔

۷۹- یَاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (نساء:۱۷۵)

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔

اس آیت میں نور سے قرآن مجید مراد ہے اور دلیل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی، برہان دلیل کو کہتے ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال اور قدرت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء کرام تشریف لائے انہیں معجزے تو دیے گئے مگر خود ان کی ذات معجزہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کو سر تا بقدم معجزہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں فرمایا:

۸۰- وَلَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ۔ (مائدہ)

ہمارے رسول لوگوں کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں معجزات لے کر آئے۔

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانی قرار پاتا ہے مگر اِس خصوصیت میں

ہمارے مقدس رسول ﷺ کی شان نرالی ہے۔

رخِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ جہان میں دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس تو معجزہ مجسم ہے۔ آپ کی گفتار و رفتار، لب ولہجہ، پیام و دعوت، چشم و ابرو سب معجزہ ہی معجزہ ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا خواب وخیال، غور وفکر بھی معجزہ ہے۔ قرآن نے تصریح کی:

۸۱- لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّوْيَا بِالْحَقِّ ۔(فتح) — تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے خواب کو سچا کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا تھا۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ۔(ترمذی) — انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابھی جب تم کو نماز پڑھا رہا تھا۔ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا (بخاری)۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا تو میں دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے:

کانما انا انظر الی کفی ھذہٖ — اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔

لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو حضور ﷺ نماز کے بعد فرماتے۔ مجھ سے پہلے سجدہ و رکوع نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں:

فَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی مَاوَرَائِیْ كَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَابَیْنَ یَدَیَّ۔ — اپنے پیچھے سے بھی ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے۔

(خصائص کبریٰ، ج ا، ص ۶۱)

لوگ حیران ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

چشمانِ حق بین ساری کائنات کا کیسے اور کیونکر مشاہدہ کر سکتی ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن صبح کی نماز سے عشاء کی نماز تک کے وقفہ میں دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ فرمایا دیا (مسلم)۔ یہ قیامت تک کے حالات حضور ﷺ نے کس طرح بیان کر دیے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں عطا فرمایا ہے۔

۸۲-اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر تم ان سے جھگڑتے ہو۔ (نجم ۱۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ حیران ہونے اور شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہمارے مقدس رسول ﷺ ہیں اور ہمارے محبوب نبی ﷺ بھی۔ ان کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں جیسا نہ سمجھو۔ ان کی رویت و بصیرت اور مشاہدہ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے انہیں اپنے عجائب قدرت بھی دکھا دیے۔ رات کی نہایت قلیل مدت میں ہم انہیں مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے گئے۔

۸۳- لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَا لسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ تا کہ ہم اپنے بندہ خاص کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک (ہمارے رسول ﷺ) سنتے دیکھتے ہیں۔ (بنی اسرائیل ۱)

بعض مفسرین نے "اِنَّهٗ" کی ضمیر کا مرجع حضور ﷺ کی ذات کو قرار دیا ہے۔ اب مطلب آیت یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہیں۔ انہیں سے حضور ﷺ کو بھی نوازا۔ (روح البیان، مدارج النبوۃ)

یہ دنیا تو چیز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے مقدس اور طیب و طاہر رسول ﷺ کو اپنی ذات کے جلوے کے مشاہدہ سے بھی نواز دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس سے حضرت شریک بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔

وَدنا الجبار رب العزة فتدلیٰ حتیٰ کان منه قاب قوسین او ادنیٰ۔ (بخاری کتاب التوحید)
تو عزت والا جبار خدا یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور حضور ﷺ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

خالق نے رتبہ آپ کا اتنا بڑھا دیا حتیٰ کہ اپنی ذات کا جلوہ دکھا دیا

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ درخت آپ کو سجدہ کریں، پتھر آپ کو سلام کریں، ابر سایہ افگن ہو جانور فریاد کریں۔ کنکر کلمہ پڑھیں۔

میرے مولا کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

چاند اشارے سے شق ہو۔ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم سے واپس لوٹے، حضور ﷺ کی انگشت مبارک اونچی ہو تو چاند اونچا ہو۔ حضور ﷺ انگلی نیچی کریں تو چاند نیچا ہو جائے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

قرآن مجید میں فرمایا:

۸۴- اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ وقت آ گیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر، مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ ﷺ پیارے کی قدرت دیکھو ایسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانی نہ ہونے کی شکایت کریں تو حضور ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں۔

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

متعدد بار ایسا ہوا کہ پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کی۔ حضورِ اکرم ﷺ پانی نہیں ہے۔ پانی کا صرف ایک کوزہ موجود تھا۔ حضورِ اکرم

ﷺ نے اس کوزہ میں دستِ مبارک رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح جاری ہو گیا۔

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پہ آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ایک دودھ کے پیالہ سے ستر اصحاب صفہ سیراب ہوئے۔ جسم مبارک قدرتی طور پر خوشبودار تھا۔ جس راستے سے آپ گزر جاتے وہ خوشبو سے معطر ہو جاتے۔

بسی عطرِ محبوبِ کبریا سے عبائے محمد ﷺ قبائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کو صحابہ کرام عطر میں ملاتے تھے تاکہ عطر مزید خوشبودار ہو جائے۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضور ﷺ کو حسن عطا ہوا تو بے مثل و مثال صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ چہرہ اقدس چاند و سورج سے زیادہ چمک دار تھا۔ جب گفتگو فرماتے دندانِ مبارک سے نور چھنتا ہوا نظر آتا۔ مقدس آنکھوں کی یہ کیفیت کہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتے، عرش تک نظریں پہنچتیں اور لامکان تک مشاہدہ فرماتیں۔

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزل ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

جسم اقدس بے سایہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ قلب مبارک کی یہ کیفیت کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ آپ کے سینہ اقدس کو چاک کیا، قلب مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر ایمان وحکمت سے بھر کر سینہ اقدس میں رکھ دیا۔ قد مبارک کا یہ عالم ہر شخص سے اُونچے دکھائی دیتے۔

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کہ پودوں میں ڈالیاں کہ چمن سروِ چماں نہیں

لعاب مبارک ہر مرض کی دوا، کھاری کنوئیں اس سے شیریں ہو جائیں۔ قدم مبارک کی یہ عظمت کہ شب معراج روح الامین جبرئیل علیہ السلام اپنے نورانی ہونٹوں سے

انہیں بوسہ دیں۔

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں　　رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑھیاں

الغرض معجزات رسول ﷺ کے بیان و اظہار کے لیے دفتر درکار ہے۔حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سرتاپا معجزہ تھی۔ اسی لیے قرآن نے حضور ﷺ کو برہان دلیل کہا کہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

قرآن بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے:

آیت بالا میں نوراً سے قرآن مجید مراد ہے جو حضور ﷺ کا سب سے اعظم و اکمل اور زندہ معجزہ ہے۔ ابدی دائمی معجزہ ہے اس کی معجزہ نمائی ہر آن اور ہر لحہ موجود و مشہود ہے۔ پھر اس خصوص میں حضور ﷺ کی شانِ رفیع کی کیفیت یہ ہے۔

سابقین کے معجزے ظاہر ہوئے پھر باقی نہ رہے مگر حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ کا معجزہ قرآن رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ پھر یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ کسی نبی کے معجزہ کی اللہ تعالیٰ نے تحدی نہیں فرمائی۔ صرف قرآن ہی حضور ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے انسانوں کو چیلنج فرمایا کہ: "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" اس جیسی تم ایک سورۃ ہی بنالاؤ۔ تو قرآن جو حضور ﷺ کا معجزہ ہے اس کی مثل بھی کوئی نہیں ہے۔ ایسے ہی صاحب قرآن حضور سید عالم ﷺ کی مثل بھی ناممکن ہے۔

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:

اَیُّکُمْ مِثْلِی... لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ۔　　تم میں کون میری مثل ہے میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ (بخاری)

بے مثلی حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو — نہیں تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی ترا ہم پایہ پایا

قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسول ﷺ سے گفتگو کا نام ہے:

حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ قرآن میری اس گفتگو کا نام ہے جو میں نے اپنے مقدس رسول ﷺ سے فرمائی۔

۸۵- اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۔(الحاقہ ۴۰،۴۱) — بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ وہ کسی شاعر کی بات نہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو کریم کی صفت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ بھی کریم ہے اور اس کے بنانے سے اس کے رسول ﷺ بھی کریم ہیں۔

حق تعالیٰ بھی کریم اور محمد ﷺ بھی کریم — دو کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی گفتگو اتنی پسند ہے کہ اپنی توحید کا اعلان بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کرایا۔

۸۶- قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ — اے محبوب تم فرماؤ، اللہ ایک ہے۔

بات تو صرف ہو اللہ احد (اللہ ایک ہے) کے جملہ سے پوری ہو جاتی ہے مگر مرضی الٰہی یہ ہے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" تم پڑھواؤ محمد رسول اللہ ہم پڑھوائیں گے۔ یہی وجہ ہے مسلمان وہی ہے جو حضور ﷺ کے فرمانے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائے۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی — اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

حضور ﷺ کو ادب و احترام سے یاد کرنا فرض ہے:

۸۷- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْاط — اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ سے بغور سنو اور کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔ (البقرہ ۱۰۴)

حضور سید عالم ﷺ صحابہ کرام سے تعلیم و تلقین فرماتے تو کبھی کبھی صحابہ عرض کرتے رَاعِنَا یَا رَسُولَ اللہ جس کے معنی یہ تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی آپ کی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ لفظ راعنا سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا۔ انہوں نے اسی نیت سے راعنا کہنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ راعنا کے کلمہ کی جگہ انظرنا کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب سے گفتگو کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو اسے زبان پر لانا ممنوع و حرام ہے۔

سب کو ہے شانِ اسم محمد ﷺ کا اعتراف　　کرتی ہیں ساری عظمتیں اس نام کا طواف

حضور ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارنا حرام ہے:

۸۸- لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ رسول کریم ﷺ کو ایسے نہ مخاطب کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگ حضور ﷺ کو یا محمد یا ابا القاسم کے الفاظ سے پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی تعظیم و توقیر کے لیے اس طرح پکارنے سے منع فرمایا۔ تب سے صحابہ کرام حضور ﷺ کو یا رسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ ﷺ سے خطاب کرنے لگے۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ نام لے کر ندا کرنی یا حضور ﷺ کا تحریر و تقریر میں عام انسانوں کی طرح ذکر کرنا، ممنوع و حرام ہے حضور ﷺ کو جب پکارا جائے یا حضور کا ذکر کیا جائے تو عظمت و احترام کے ساتھ معزز القابات سے آپ کا ذکر کرنا لازم و واجب ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب　　یا ایہا النبی خطاب محمد ﷺ است

قرآن مجید میں تمام انبیاء کرام کو ان کا نام لے کر پکارا ہے۔ یا آدم، یا داؤد، یا زکریا، یا ابراہیم، یا یحییٰ، یا موسیٰ یا عیسیٰ ان انبیاء کرام کی امتوں نے بھی اپنے نبیوں کو ان کا نام لے کر ہی پکارا اور قرآن نے ان کے مخاطبے کو ویسے ہی ذکر کیا ہے۔ جیسے انہوں نے اپنے نبیوں کا نام لے کر مخاطب کیا تھا لیکن اس خصوص میں حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العٰلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اعزاز یہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کا درجہ مقام یہ ہے کہ آپ کو رب العٰلمین جل مجدہٗ نے آپ کا نام لے کر نہیں بلکہ معزز اور محترم القاب سے یاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام کا نام لے کر پکارنا اور حضور ﷺ کو اوصاف جمیلہ و القابات جلیلہ سے خطاب فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرب و منزلت اور جو عزت و وجاہت، بارگاہِ الٰہی میں حضور کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کا اندازِ دلنواز عجیب شان کا ہے۔ رب العٰلمین جل مجدہٗ بکمال لطف و کرم حضور ﷺ کو یوں مخاطب بناتا ہے۔

۸۹- طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى۔ (طٰہٰ ۲)	طٰہٰ اے پاکیزہ رہنما ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

حضور ﷺ تمام شب عبادت الٰہی میں گزار دیتے حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا۔ اس پر آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے حضور ﷺ لوگوں کے کفر اور حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنج و ملال میں مبتلا ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے محبوب! آپ تو اپنا فرض بخیر و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو آپ کو رنج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

سورۃ مدثر میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا:

۹۰- يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔	اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو لوگوں کو ڈرانا۔

حضور ﷺ غار حرا کے مجاہدہ سے واپس ہوئے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے

فرمایا۔ مجھے بالاپوش اوڑھاؤ۔ انہوں نے اوڑھا دیا۔ حضور ﷺ بالاپوش اوڑھ چکے تو آپ کو اسی حالت میں ندا آئی۔ یا ایھا المدثر!

۹۱- یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ۔ اے کپڑا اوڑھنے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔

حضور سرورِ عالم ﷺ چادر لپیٹے ہوئے آرام فرما تھے۔ اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ! سبحان اللہ یہ ندائیں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی ہر ادا پیاری ہے۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی جان کی قسم یاد فرمائی:

۹۲- لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ (بلد۱-۲) مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ ترے چہرہ نور افزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلفِ دوتا کی قسم

شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مگر اس کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ مکہ کی قسم اس بنا پر کھائی جا رہی ہے کہ اے رسول محترم ﷺ آپ اس شہر مکہ میں رونق افروز ہیں...... معلوم ہوا کہ مکہ کو جو عظمت و عزت حاصل ہے وہ حضور ﷺ ہی کی بدولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے زمانہ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے قول کی بھی قسم یاد فرمائی ہے۔

۹۳- وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (عصر ۱-۲) اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

اگرچہ عصر کے متعلق مفسرین کے متعدد قول ہیں مگر سب سے راجح تفسیر یہ ہے

کہ عصر سے حضور سید عالم ﷺ کا زمانہ مراد ہے. جو یقیناً سب سے زیادہ فضیلت برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی والا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا! تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۹۴- وَقِيلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ مجھے رسول ﷺ کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (زخرف ۸۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کے قول مبارک کی قسم یاد فرمائی۔ جو حضور ﷺ کی دعا و التجا کے احترام کے اظہار کے لیے ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی جان کی قسم بھی یاد فرمائی ہے۔

۹۵- لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ (حجر)

اس آیت سے واضح ہوا کہ مخلوقِ الٰہی میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں آپ کی جانِ پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی۔ حضور ﷺ کی جان کی، حضور ﷺ کے شہر کی۔ حضور ﷺ کے زمانہ کی قسم یاد فرمانا۔ حضور ﷺ کی شان محبوبیت کا اظہار ہے اور یہ خصوصیت بھی حضور ﷺ ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی نبی کی قسم یاد نہ فرمائی۔ اسی طرح آپ کی جان کے سوا کسی کی عمر و حیات کی قسم بھی یاد نہیں فرمائی۔

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

عصمت نبوت ﷺ اجماعی مسئلہ ہے:

۹۶- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح ۱-۲) بیشک ہم نے اے محبوب تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے۔ تمہارے اگلوں کے

اور پچھلوں کے۔

آیت بالا میں ذنب کا لفظ ہے جس کے معنی کچھ افراد نے لغزش کے کئے ہیں اور کسی ایک نے گناہ کے جو کہ قبل از اظہار نبوت ہوں۔ وہ لوگ جو مقام نبوت کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ مذکورہ بالا معنوں پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ مگر عقل ونقل اور کتاب و سنت کی روشنی میں ذنب کے معنی لغزش یا معاذ اللہ گناہ کے کرنا، خواہ اظہار نبوت سے قبل ہی مانے جائیں غلط ہیں۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا معنوں کو مراد لینے پر تنقید کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ قبل از اظہارِ نبوت بھی لغزشوں سے آلودہ نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ معمولی لغزش کے صدور کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا اور یہ بات ہے بھی بالکل واضح کہ جس ہستی مقدس کو اللہ رب العزت جل مجدہ نے پیدا ہی کارِ نبوت کے لیے کیا ہو اور جس کی ذات مطہر کو ہدایت کا آفتاب اور موعظت کا مہتاب بنا کر مبعوث فرمایا اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہو کہ یہ رسول تو وہ ہیں اور ان کی شان تو یہ ہے کہ:

۹۷- یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ۔ — مخلوقاتِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے۔

۹۸- وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (مائدہ،۱۶) — اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتے ہیں۔

بھلا ایسے صاحب حکمت، ہادی کامل، مرشدِ کائنات رسول کے لیے عقل یہ مان سکتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہوں گے؟ علاوہ ازیں عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء کرام سے کبھی گناہ نہیں ہوتا اور اس خصوص میں حضور اقدس ﷺ کر ہر حال میں قبل اظہارِ نبوت و بعد از اظہارِ نبوت ہر قسم کی برائیوں، گناہوں حتیٰ کہ معمولی لغزشوں سے پاک وصاف ہونا بالکل واضح اور بے غبار بات ہے۔

حضور ﷺ ساری کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں:

حضور اقدس ﷺ کو سارے جہان کے انسانوں کے لیے نذیر و بشیر بن کر مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت عام ہے رسالت غیر محدود ہے۔ شریعت سب کے لیے ہے۔

۹۹- وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا۔ (السباء:۲۸)

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

۱۰۰- تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۔ (الفرقان:۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

حضور ﷺ تو طیب و طاہر رحمۃ للعلمین، شفیع المذنبین، رؤف اور رحیم رسول ہیں۔

۱۰۱- بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ الرَّحِيۡمٌ۔

مسلمانوں پر مہربان اور رحیم ہیں۔

یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہیں مگر یہ بات حضور اقدس ﷺ کے لیے نہایت شرف، بزرگی، عزت اور غایت تکریم و حرمت و عظمت کی موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بکمال لطف و کرم حضور ﷺ کا نام بھی رؤف اور رحیم تجویز فرمایا جو خود اس کی ذاتِ سبحانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے متعلق تو قرآن نے تصریح کی ہے۔ سورۂ جمعہ میں فرمایا:

۱۰۲- وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۔ (جمعہ)

(یہ رسول) انہیں ستھرا کرتا ہے اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے۔

تزکیہ کا مطلب ہے جسم و روح کو پاک و صاف کرنا۔ حضور ﷺ نے جہاں جسم

کی صفائی ستھرائی کی تعلیم دی۔ وہاں لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے بھر دیا۔

حضور ﷺ اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں:

حضور سرورِ عالم ﷺ کی شان تو ہے:

۱۰۳- وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (مائدہ ۱۶)

اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اس کے حکم سے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

واضح ہوا کہ حضور اقدس ﷺ چراغِ ہدایت اور مہتاب نبوت ہیں۔ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ تاریکی کفر دور ہوتی ہے اور راہ حق واضح۔

حضور ﷺ تو وہ ہیں جو صاحب مقام محمود، صاحب شفاعت کبریٰ اور داعی الی اللہ (خدا کی طرف بلانے والے) ہیں۔ داعی الی اللہ کے ساتھ قرآن میں (بِاِذْنِهٖ) کا لفظ موجود ہے۔ یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے راستے پر اللہ ہی کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے نور قرار دیا ہے اور ان کی ذات کو ساری کائنات کے لیے سراج منیر روشنی کا مینار بنایا ہے اور آپ کو ہدایت و معرفت کا پیکرِ حسن بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

۱۰۴- هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (توبہ ۳۳)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

وہ ہستی پاک جس کی بعثت کے لیے شیخ الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا فرمائیں:

۱۰۵- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ (البقرہ ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان میں ایک رسول بھیج انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے انہیں تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب ستھرا

فرمادے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا　　دعاءِ خلیل اور نوید مسیحا

۱- ایسے پاک، مطہر، طیب و طاہر، صاحب حکمت، صاحب ہدایت مقدس رسول کے لیے عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گوارا کر سکتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی اس ہستی مقدس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی و حکم کے خلاف کوئی فعل ظہور میں آیا ہو؟

۲- اسی لیے امام بکی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیت بالا حضور ﷺ سے کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی نہیں اطلاع دیتی بلکہ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر حضور ﷺ سے کسی لغزش کا امکان تصور بھی کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی یعنی آیت میں مطلقاً حضور ﷺ سے لغزش کی نفی کی گئی ہے۔

۳- علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عیب و نقص سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (لیغفر) پاک اور بری پیدا فرمایا ہے۔

۴- تفسیر خازن میں حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت میں "ذنب ماتقدم" سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذنب اور "ذنب ماتاخر" سے امت کا ذنب مراد ہے۔

۵- حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے امت کے گناہ معاف فرمادے گا۔

ماتاخر ای من ذنوبِ امتك ادخلهم الجنة بشفاعتك

(احکام القرآن، امام الشافعی ج ۱ ص ۳۸)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

۶- اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے آیت بالا کا مطلب وہ لیا ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا، فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضور ﷺ کے ذنب لغزش وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اے محبوب رسول ﷺ ہم نے آپ کو واضح و روشن فتح عطا کی اور وہ یہ کہ آپ کے صدقہ اور آپ کی بدولت آپ کی اُمت کے اگلوں کے اور پچھلوں کے گناہ بخشے (خازن وروح البیان) چنانچہ آیت بالا میں پانچ باتوں کا ذکر ہے۔

(۱) فتح مبین کی بشارت اور اس کا وقوع، (۲) حضور ﷺ کے صدقہ امت کے مقدم و موخر ذنوب کی بخشش، (۳) ویتم نعمته نعمتوں کا اتمام، (۴) ویھدیك صراطا مستقیما صراط مستقیم کی طرف، (۵) وَيَنْصُرَكَ اللّٰه نَصْراً عَزِيْزاً اللہ کی مدد و نصرت کی یاوری اور معیت۔

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جُرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

۷- آیت بالا کی ایک مزید تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

الف- اس آیت میں فَتْحًا مُبِيْنًا سے صلح حدیبیہ مراد لی جائے۔ چنانچہ بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہِ صحابہ حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیتے ہیں۔ جو بظاہر ایک ایسی صلح تھی جس کی شرائط مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی نقصان دہ نظر آتی تھیں۔

ب- ذنب، بس کے معنی دم کے ہیں۔ اشتقاقِ اوسط کے ضابطہ کے مطابق ذنب کے معنی الزام کے ہوئے جو کسی کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔ ذنوب اس ڈول کو کہتے ہیں جو رسی کے سرے پر بندھا ہو...... قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے۔

۱۰۶- وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوْنِ۔ (شعر:۱۳) انہوں نے مجھ پر ایک الزام رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ شرعی نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس آیت میں ذَنب کا معنی الزام بھی صحیح ہے۔ گناہ کا شرعاً معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ تو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ اور الزام میں گناہ کا وقوع و صدور نہیں ہوتا بلکہ الزام میں صرف نسبت جرم ہوتی ہے محض الزام لگانے سے جب

تک اس کو ثابت نہ کر دیا جائے کوئی ملزم نہیں قرار پاتا۔

ج۔ "لِيَغْفِرَ لَكَ" غفر کے معنی مٹانے کے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کفار و منافقین نے جو الزامات لگائے ان کی کیفیت یہ تھی۔

قبل ہجرت حضور ﷺ پر کفار یہ الزام لگاتے تھے۔ یہ معاذ اللہ کاہن، ساحر، شاعر، مجنون وغیرہ ہیں۔ بعد ہجرت انہوں نے یہ الزام لگائے کہ معاذ اللہ آپ مکہ کو اُجاڑنے والے، بھائی کو بھائی سے لڑانے والے، قوم میں پھوٹ ڈالنے والے خون کے رشتوں کو جدا کرنے والے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں غفر کے معنی مٹانے کے، ذنب کے معنی الزام کے اور ما تقدم سے مراد زمانہ قبل ہجرت اور ما تاخر سے بعد از ہجرت کا زمانہ مراد ہے اور فتحاً مبینا سے صلح حدیبیہ ہے۔ مسلم و ترمذی و بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انا فتحنا لک کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

اس تقریر کی روشنی میں آیت بالا سے حضور سید المرسلین محبوب رب العٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلب آیت یہ ہے۔

اے محبوب محترم ہم نے صلح حدیبیہ کے ذریعہ آپ کو فتح روشن عطا فرمائی اور قبل ہجرت اور بعد ہجرت کفار آپ پر جو الزام لگاتے تھے ہم نے انہیں مٹا دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ صلح حدیبیہ، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی شرائط پر مشتمل نظر آ رہی تھی۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے فتح مبین ثابت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسے فتح مبارک قرار دیا اور قرآن مجید نے بھی صلح حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا۔ ۶ ھ میں آیت نازل ہوئی جس میں اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم جس میں اتمام نعمت کے ایفا و وقوع کا اعلان ہے۔ ۹ ذوالحجہ ۹ ھ کو نازل ہوئی۔

اسی آیت بالا میں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کا ظہور یوں ہوا کہ جس شاہراہ ہدایت پر حضور ﷺ سالکانِ راہ کو چلانا چاہتے تھے۔ اس راہ کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

بشارت چہارم ینصرک اللہ نصرا عزیزا کا جلوہ یوں نظر آیا کہ نصرت الٰہی متوجہ

نمائش ہوئی۔لوگ صداقت کے طالب بن گئے حتیٰ کہ:

۱۰۷- یَدْخُلُونَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً۔ تم لوگوں کو دیکھو اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔

کانظارہ ہر چشم ظاہر بیں کو بھی نظر آ گیا۔اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر خصوصی مدد و نصرت کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا۔

۱۰۸- اِلاَّ تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ۔(توبہ۴۰) اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ اور جناب امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر غار کے اندر ہیں۔کفار غار کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں مگر نصرت ربانی و تائید ایزدی کام کر رہی ہے۔کفار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر ایک ایمان افروز نکتہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ کفار برسرِ غار پہنچ کر بھی حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے کیوں؟ اس لیے کہ:

جان ہیں جان کیا نظر آئے کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

رفیق قبر و حشر و جنت امام اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔حضور ﷺ دشمن قریب آ گئے۔

۱۰۹- اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔(توبہ۴۰) (حضور ﷺ) اپنے یارِ غار (صدیق) سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

الغرض آیت بالا حضور اکرم ﷺ کی شانِ رفیع کی آئینہ دار ہے۔

کیا میرا علم و عقل صفت آپ کی کروں　　تم سب پڑھو درود میں ذکر نبی ﷺ کروں

معراج...... عبدہٗ و رسولہٗ کے مرتبہ و مقام کا روح پرور منظر:

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں　　اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

۱۱۰- سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ.　　پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گیا۔

(بنی اسرائیل ۱)

لے جانے والا رب العلمین اور لے جائے جانے والے رحمۃ اللعلمین حضور ﷺ بارگاہِ الٰہی میں کس ادب و احترام سے باریاب ہوئے:

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے ادب سے رکتے حیا سے جھکتے

آیت بالا میں حضور اکرم ﷺ کو عبدہٗ کے شرف سے نوازا گیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے عبدہ کی تفسیریوں کی ہے۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر　　ایں سراپا انتظار او منتظر

"عبد اور ہے اور عبدہٗ کا مقام اور ہے، عبد کسی کا منتظر ہے اور عبدہٗ کا کوئی انتظار کرتا ہے۔"

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا　　خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سورہ نجم میں حضور ﷺ کی معراج سے واپسی کا ذکر ہے مگر بڑے پرعظمت انداز سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۱۱- وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی.　　اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم، جب وہ معراج سے اُترے۔

اگرچہ نجم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مگر سب سے خوبصورت تفسیر یہ ہے کہ نجم سے حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات مراد ہے۔ (خازن)

پھر حضور ﷺ مقام دنیٰ فتدلی میں باریاب ہوئے تو بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی۔

بڑھ اے محمد ﷺ قریں ہو احمد ﷺ قریب آ سرورِ مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم نبی ہیں:

۱۱۲- مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ تمہارا صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔

(النجم ۲)

صاحب سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حق و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر رہے۔ صراط مستقیم سے کبھی عدول نہ کیا۔ آپ کے دامن عصمت پر کبھی اور کسی حال اور کسی قیمت میں بھی، کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا اور حق پر ہی رہے۔ اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچا۔ قبل اظہار نبوت بھی حضور ﷺ معصوم تھے اور اظہارِ نبوت کے بعد بھی معصوم۔

۱۱۳- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔ حضور ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں کہتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

(نجم ۳-۴)

یہ آیت نمبر ۱۱۲ کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ اپنی خواہش کے تقاضوں سے متاثر ہو کر کچھ کہیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے یعنی زبان حضور ﷺ کی اور آواز خدا کی۔ اسی آیت سے حضور ﷺ کے خلق عظیم اور مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ترک کر دے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ انوار و تجلیات الٰہی کا آپ کی ذات پر ایسا کامل و مکمل غلبہ ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

کس ز سر عبدہٗ آگاہ نیست عبدہٗ جز سر اِلاَّ اللہ نیست

حضور ﷺ کا نطق (بولنا) وحی الٰہی ہے:

آیت بالا کا جملہ اِنْ ھُوَ اِلاَّ وَحْیٌ یُّوْحٰی میں ھو کی ضمیر نطق رسول ﷺ کی طرف لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر مَا یَنْطِقُ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول ﷺ کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا نطق (بولنا) خالص وحی ہے اور اس میں حضور ﷺ کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

قرآن نے یہ تصریح اس لیے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ رسول ﷺ کی ہر بات وحی ہے کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لیے قرآن نے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ کا ہر قول و عمل وحی الٰہی ہے۔ اسی آیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کی عظمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک وہ بشر جس پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ جس کا بولنا، وحی الٰہی قرار پاتا ہے اور ایک وہ بشر جو اس شرف سے محروم ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

بشر ضرور ہیں پر داخلِ انام نہیں شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

۱۴- عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ سخت قوتوں والے طاقت ور نے (حضور ﷺ) کو سکھایا۔ (نجم ۵)

حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شدید القوی سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔ معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بے واسطہ تعلیم دی۔ اب جسے رب العٰلمین جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تعلیم دے اس کے علم و فضل کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

ایسا اُمّی کس لیے منت کشِ استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

جبرئیل امیں علیہ السلام سدرہ پر ہی رہ گئے:

۱۱۵- فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى
پھر اللہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے بلند کنارہ پر تھا۔ (نجم ۷)

مفسر شہیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ شب معراج آسمان بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلی الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔

ماہِ عرب کے جلوے جو اُونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ فاستوی کے معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے۔ آگے نہ بڑھ سکے۔ بارگاہِ نبوت میں عرض کی۔ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو جلال الٰہی اور تجلیات ربانی مجھے جلا ڈالیں۔ پھر حضور ﷺ آگے بڑھے حتیٰ کہ عرش سے بھی گزر گئے۔

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، امید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

حریم حق میں حضور ﷺ کی رسائی:

۱۱۶- ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔
پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ (النجم ۹)

معنی آیت یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے قرب سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کے ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔

(روح البیان)

ادب سے شرم سے اخلاص سے حیا سے ملے حضور ﷺ خلوتِ قوسین میں خدا سے ملے

۱۱۷- فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ۔ (نجم ۱۰)

شب معراج جب حضور سرورِ عالم ﷺ بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ وحی بے واسطہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسی لیے فرمایا ما اوحیٰ وحی فرمائی۔ راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اسرار و رموز سے آگاہی فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا۔ اس وحی کا تعلق احکام و شرائع سے نہ تھا۔ اس لیے یہ وحی قرآن میں نہیں ہے۔ یہ تو صرف سینہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ (جمل و روح البیان)

میانِ طالب و مطلوب رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

۱۱۸- مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(النجم ۱۱)

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ منور کی عظمت کا بیان ہے کہ شب معراج آپ کی مقدس آنکھوں نے جو انوار و برکات الٰہی دیکھے حتیٰ کہ رب العٰلمین جل مجدہٗ کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس دیکھنے میں شک، تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔ صحابی رسول حضرت عکرمہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ شب معراج حضور ﷺ نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ کلام فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

رَأَیتُ رَبِّی بِعَینِی وَقَلبِی ۔ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس غیب الغیب ہے جب حضور سرورِ عالم ﷺ نے غیب الغیب کا مشاہدہ فرمالیا تو غیب کی کوئی بات آپ سے کیونکر چھپی رہ سکتی۔

بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشم حق بیں سے
کہ جس نے خالق عالم کو بے شک بالیقیں دیکھا

حق یہ ہے ذاتِ الٰہی کے مشاہدہ حقیقی کے بعد نگاہِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

اور کوئی غیب بھلا کیا ہو تم سے نہاں ۔ جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود

۱۱۹- مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(النجم ۱۷)

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس آنکھوں کی خصوصیت کا بیان ہے کہ شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پہنچے۔ جہاں سب کی عقلیں حیرت زدہ ہیں جس نورِ حق کا دیدار مقصود تھا۔ اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ داہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے نہ مقصودِ حقیقی کی دید سے آنکھ پھیری اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات ۔ تو عین ذات می نگری در تبسمی

۱۲۰- لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۔ بیشک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (نجم ۱۸)

اس آیت میں حضور ﷺ کی مقدس آنکھوں کے مرتبہ ومقام کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ شب معراج، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں، ملک وملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ کا آپ کو علم حاصل ہوگیا۔ (تفسیر روح البیان)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اے فروغت صبح اعصار و دہور　　چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

حضور ﷺ کے فضائل وکمالات کا بیان ناممکن ہے:

۱۲۱- قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ ۔

تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ (کہف ۱۰۹)

بعض مفسرین کرام نے "کلمات" سے اللہ تعالیٰ کی معلومات، اس کی قدرت و حکمت اور اس کی صفات مراد لی ہیں۔ یہ تفسیر بھی حق ہے۔ بیشک اللہ کے علم و قدرت، فضل وکمال کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے "کلمات" سے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے فضائل وکمالات اور آپ کے علوم مراد لیے ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ا ب ۳)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمت کی جو تفسیر فرمائی ہے اس کی تائید ان آیاتِ قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ متاعِ دنیا، جہان کی نعمتوں اور اس کے سازو سامان کو اللہ تعالیٰ نے قلیل فرمایا ہے۔ "قُل متاعُ الدنیا" قلیل اور اپنے محبوب رسول حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق مبارک کو عظیم قرار دیا۔ "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ"۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جو فضل فرمایا ہے اسے بھی عظیم سے تعبیر کیا۔ "وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ" کلمات سے حضور ﷺ کی ذات اقدس کو مراد لیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

اب آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اگر دنیا بھر کے نعت خواں، نعت گو، واعظین،

علماء وفضلاء، خطباء، مفکرین، دانشور اور کاتب حضرات سمندروں کے پانی کی روشنائی بنا کر حضور اقدس ﷺ کے صفات و کمالات لکھنا چاہئیں تو یہ روشنائی ختم ہو جائے۔ قلم رک جائیں، زبان عاجز اور عقل و فکر کی جولانی سرد پڑ جائے مگر حضور ﷺ کے اوصاف جمیلہ بیان نہ ہو سکیں۔

وصف کس منہ سے بیاں ہو اس سراپا ناز کا رنگ جلوے میں نظر آتا ہے جلوہ ساز کا

فکر انسانی حضور سرور عالم ﷺ کے مرتبہ و مقام کے بیان سے عاجز ہے۔ یہ محض جذباتی بات نہیں ہے بلکہ عقل و نقل سے واضح و ثابت ہے۔ کسی کی تعریف وہی کر سکتا ہے جو ممدوح کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہو۔ اب اگر کوئی حضور ﷺ سے زیادہ یا آپ کے برابر علم رکھتا ہو، وہی آپ کی تعریف کر سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے برابر یا حضور ﷺ سے زیادہ مخلوقات میں کوئی عالم نہیں نبوت ایسا عظیم منصب ہے جس کی معرفت انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کی تعریف اور آپ کا تعارف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ غیر نبی میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ آپ کے فضل و کمال کو بیان کر سکے۔ غالب جو امراء و سلاطین کا قصیدہ خواں اور بارگاہِ حسن و جمال میں شعر و شاعری کا امام مانا جاتا ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و جمال اور فضائل و کمال پر اشعار موزوں کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بہت جلد مذکورہ بالا حقیقت کو پا کر عرض کرتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

انبیاء سابقین کلمۃ الرب ہیں اور حضور ﷺ کلمات الرب ہیں:

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ قرار دیا ہے۔

۱۲۲۔ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ۔ — مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

(النساء ۱۷۱)

ظاہر ہے کہ ابنیائے سابقین کو علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً جو کمال عطا ہوا وہ من جانب

اللہ ہی ہے تو اس بنا پر ہر نبی کلمہ رب ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو تمام نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ کلمہ رب نہیں بلکہ کلماتِ رب ہیں۔ نوح علیہ السلام کلمۃ الرب، موسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کلمات الرب اور کلماتِ رب کے متعلق قرآن نے تصریح کی ہے۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ اس لیے ان کی طرف کن کی نسبت کی گئی اور اس بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر کلمۃ اللہ کہا گیا۔ ورنہ ہر وہ چیز جو من جانب اللہ ہو کلمۃ اللہ ہے۔ قرآن، آسمانی کتابیں، معجزات اور تمام انبیاء کرام چونکہ منجانب اللہ ہیں اس لیے کلمۃ اللہ ہیں۔

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ

درخت ہیں قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر اور اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

کہ کلمات رب کو لکھنے کے لیے سمندر کو روشنائی قرار دیا جائے تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے اور کلماتِ رب رقم نہ ہو سکیں اور سورۂ لقمٰن میں فرمایا۔

۱۲۳- وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ۔ اور اگر زمین میں جس قدر۔

اللہ اکبر، سات سمندروں کی روشنائی بنالی جائے۔ پھر ایسے ہی اور سات سمندر ہوں ان سے بھی روشنائی کا کام لیا جائے۔ دنیا بھر کے درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کلمات الرب لکھنے کی کوشش کی جائے تو سات اور سات سمندروں کا پانی اور درختوں کی قلمیں ختم ہو جائیں مگر کلمات الرب رقم نہ ہو سکیں...... سبحان اللہ حضور نورِ مجسم ﷺ کلمات الرب ہیں اور کلمات الرب کا بیان و اظہار ناممکن ہے۔ واضح ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا بیان اور آپ کے فضائل و کمالات کا اظہار ناممکن ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اصدق الصادقین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

یا ابابکر لم یعرفہ حقیقتی سوا ربی

اے ابوبکر میری حقیقت کو سوا میرے رب کے کوئی نہیں جانتا۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور ﷺ جامع الصفات ہیں، آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں:

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے سولہ انبیاء کرام کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حضرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پائے ہوئے اور اللہ کے ہدایت یافتہ ہیں اور ان کا معلم اور استاد اور ہدایت کنندہ اللہ رب العزت جل مجدہ ہے۔ اس کے بعد حضور سرور عالم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

۱۲۴۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ (انعام ۹۰) — یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تو آپ انہیں کی راہ چلو۔

عیسیٰ روح اللہ، آدم خلیفۃ اللہ، نوح نجی اللہ تھے۔ اسی طرح معجزات وکمالات میں بھی ہر نبی کسی ایک معجزہ اور کمال کے ساتھ مخصوص تھا جو دوسرے نبی میں نہ تھے تو کمالات وفضائل جس قدر تھے وہ انبیاء سابقین میں علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر تھے۔ اب حضور سرور کائنات ﷺ کو فرمایا گیا کہ اقتدہ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو فضائل وکمالات انبیاء سابقین میں متفرق طور پر ہیں۔ اے مقدس رسول ﷺ وہ سب تم میں ہونے چاہئیں۔ تم جامع کمالاتِ انبیاء ہو۔ ہر فضیلت اور شرف وکمال تمہاری ذات میں جمع کر دیے گئے۔ علامہ قطب الدین رازی تفسیر کشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آیت میں اقتداء سے مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی موافقت کرنا مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ خوبی اور کمال جو دوسرے انبیاء میں متفرق طور پر پایا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب کمالات کے جامع ہیں۔ اس لیے سب سے افضل واکمل ہیں۔

(روح المعانی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا کہ آپ ان انبیاء کرام کی ہدایت کی پیروی کیجیے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء سابقین علیہم السلام کی کس چیز کا اتباع کریں؟ عقائد کا۔ ان کے اعمال وافعال کا، ان کی شریعت کا، تو یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں۔ تمام شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں۔ صرف حضور کی

شریعت کو بقا ہے تو اگر انبیاء سابقین کی شریعت کا اتباع مراد ہو تو حضور ناسخ نہ رہیں گے اور اگر انبیاءِ سابقین کے اعمال و افعال کی اقتداء مراد ہو تو حضور مقلد قرار پائیں گے اور حضور کسی نبی کے مقلد نہیں، تو بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے ہر نبی ایک کمال اور ایک خوبی کے ساتھ متصف تھا۔ ایسی خوبی جو دوسرے نبی میں نہ ہوتی تھی۔ جیسے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام۔

حضور ﷺ کی رسالت عام ہے سارے جہان کے لیے ہے:

۱۲۵- تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ (فرقان ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اُتارا اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اسے عالم کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا بیان ہے کہ آپ عالمین کے لیے نذیر ہیں۔ لفظ عالمین میں جن، انسان، ملائکہ، حیوانات و نباتات سب ہی داخل ہیں اور حضور ﷺ ان سب کے لیے رسول و نبی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً۔ (مسلم) میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ "حضور سرور کائنات ﷺ تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے، حیوانات و نباتات، نبی و رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔"

شب زندگی کو سحر کرنے والے خذف کو حریف گہر کرنے والے
عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشم کرم کا سوالی

مخلوقاتِ الٰہی میں حضور ﷺ کی نظیر محال ہے:

۱۲۶- وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (الضحیٰ ۷)

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کچھ مترجمین نے "ضَال" کے معنی گمراہی، بھٹکنا، راہ بھولا ہوا، گم کردہ راہ، بے خبر، کیے ہیں مگر یہ معنی عقل و نقل اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں درست نہیں، اوّل تو اس لیے کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اور معصوم گمراہ نہیں ہوتا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "انھم معصومون من صغائر کلھا کعصمتھم من الکبائر اجمعھا۔" یعنی مالکی شافعی اور حنفی مسلک کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت لازم آئے گی۔ جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں جو گناہ دکھائی دیتی ہیں۔ پھر انبیاء کی اپنے افعال پر ندامت و استغفار بھی منقول ہے۔ پھر مطلق عصمت کے قول کے معنی؟ مختصر جواب یہ ہے کہ کوئی کام گناہ، اس وقت قرار پاتا ہے جب کہ کسی حکم کی نافرمانی کا عزم و قصد ہو۔ اگر عزم و قصد نہ ہو بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے۔ قرآن و سنت میں انبیاء کرام کے جس قدر ایسے افعال کا ذکر ہے جو گناہ دکھائی دیتے ہیں ان میں عزم و قصد ہرگز نہیں ہے لہٰذا وہ گناہ نہیں اور انبیاء کرام کا اپنے ایسے افعال پر جو بلا عزم و ارادہ، سرزد ہو جائیں ندامت و استغفار فرمانا گناہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الٰہی میں تواضع و انکساری کے لیے ہے۔

دوم اس لیے کہ قرآن نے واضح لفظوں میں حضور سے ضلال کی نفی کی ہے۔

۱۲۷- مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی تمہارے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہ گمراہ (نجم) ہوتے نہ بے راہ چلے۔

قرآن مجید اس کی تصریح کے بعد حضور ﷺ کے لیے گمراہی و بے راہروی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سوم اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اول المسلمین ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت قرآنِ مجید سے واضح ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

حضور ﷺ اول المسلمین ہیں:

۱۲۸- لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۔ (انعام ۱۶۳)
اللہ کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور ﷺ کے سب سے پہلے، مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ امت میں سب سے زیادہ پہلے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر آپ ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی اُمت آپ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی۔ اور اولیت حقیقیہ بھی مراد ہو سکتی ہے اور یہی معنی زیادہ مناسب ہیں کہ سب مخلوقات سے پہلے توحید کا عرفانِ کامل حضور ﷺ کو حاصل ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ ہی نے توحید کی شہادت دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

كُنْتُ أَوَّلَ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ ۔ (تفسیر قرطبی)
میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد۔

تو جو ہستی پاک اول المسلمین ہو اور جسے توحیدِ الٰہی کا عرفانِ کامل سب سے پہلے حاصل ہوا ہو۔ وہ معاذ اللہ بے خبر، بے راہ اور گمراہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور چونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت و وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم بھی حضور ﷺ ہی کو دیا ہے۔ حضور ﷺ ہی سب سے پہلے رب العلمین جل مجدہٗ کی عظمت و کبریائی اور جلال کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

سورہ انعام میں فرمایا۔

۱۲۹- قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ ۔ (انعام ۱۴)
اے محبوب تم فرماؤ بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا۔

جس دین کی دعوت دینے کے لیے حضور ﷺ مبعوث ہوئے، اسے سب سے

پہلے قبول کرنے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساجد (سجدہ کرنے والے) بھی آپ ہی ہیں۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ”عاجزی، انکساری، فرمانبرداری اور میدانِ محبت الٰہی میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس ہے۔ حضور ﷺ نے بلاواسطہ اپنے رب کے حضور سر عبودیت جھکایا اور تمام انبیاء و رسل نے حضور ﷺ کے واسطہ سے۔ پھر حضور ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے بھی رسول ہیں اور سب حضور ﷺ کے اُمتی ہیں

”فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبة روح نبینا صلی الله علیه وسلم وقد اسلم نفسه لمولا بلاواسطه وکل اخوانه الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی عالم الارواح انما اسلمو نفوسهم بواسطته علیه الصلوٰة والسلام فهو صلی الله علیه وسلم المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیهم الصلوٰة والتسلیم فی عالم الارواح و کلهم امة“ (روح المعانی) (سورہ انعام آیت ۱۴) (روح المعانی)۔ جو اس شان و عظمت کا رسول ہو وہ ذات وصفات الٰہی اور منشاءِ ربی سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ آیت بالا میں لفظ ضال حضور سید کائنات ﷺ کی مدح وثناء اور آپ کی عظمت و رفعت کا آئینہ دار ہے۔

”ضال“ کے معنی ایک تو وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے اور جسے بعض مفسرین نے بیان کیا۔ اور ضال اس پانی کو بھی کہتے ہیں۔ جو دودھ میں مل جائے۔ اب مطلب آیت یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کافروں میں گھرے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ ضال اس درخت کو بھی کہتے ہیں جو جنگل میں اکیلا اور نہایت اونچا ہو جسے دیکھ کر لوگ دور ہی سے راستہ معلوم کرلیں۔ اب معنی آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو ملک عرب میں عظمت و مرتبہ میں یکتا، ہدایت کا آفتاب واحد اور صفاتِ حمیدہ سے موصوف اکیلا پایا تو آپ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی۔

(مدارج النبوۃ، روح البیان)

کونسی خوبی تھی جو نور کے پیکر میں نہ تھی کونسا پھول تھا زیب گلستاں نہ تھا

حضور ﷺ کا فضل و کمال بھی لَارَیْبَ فِیْہِ ہے:

۱۳۰- الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۔ (بقرہ،۱) — وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) ذرا شک کی گنجائش نہیں اس میں۔

آیت بالا قرآن مجید کی جلالت شان کی آئینہ دار ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ قرآن مجید میں شک نہیں کیا جاتا۔ شک کرنے والے تو ہر دور میں موجود تھے، رہے ہیں اور آج بھی ہیں بلکہ یہ فرمایا "لَارَیْبَ فِیْہِ" یعنی قرآن کے پیش کردہ دلائل واضح اس کی تعلیمات روشن۔ اس کے بیان کردہ تاریخی واقعاتِ بے غبار اور پیشگوئیاں صادق ہیں۔ جو عاقل اور انصاف پسند طبیعت کو اس کے کتابِ الٰہی اور حق ہونے کے یقین پر مجبور کرتی ہیں۔ اس لیے اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کے کتابِ الٰہی ہونے پر شبہ کرتا ہے تو یہ اس کی کور ذوقی اور کج فہمی ہے۔ اندھے کو آفتاب کی روشنی نظر نہ آئے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے۔ آفتاب تو آفتاب ہی ہے تو آیت بالا جہاں قرآن کی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔ وہاں صاحب قرآن حضور سرور عالم ﷺ کے مرتبہ و مقام کی بلندی کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ اولاً تو یوں کہ جس ہستی مقدس پر ایسی کتاب نازل کی گئی جو لاریب فیہ ہے تو ضرور وہ ہستی بھی اپنے فضل و کمال میں لاریب فیہ ہے۔ جیسے قرآن کی عظمت اور اس منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں۔ ایسے صاحب قرآن حضور سید عالم ﷺ کے مرتبہ کی عظمت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا۔

۱۳۱- يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (بقرہ،۷۵) — اے مسلمانو! کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ (یہودی) ایمان لائیں گے۔ تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے، پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔

یعنی یہود کا حضور ﷺ کی رسالت سے انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی مدح وثنا اور صفات وکمالات کے ذکر سے آسمانی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس حق وصداقت کی ایسی مشعل تاباں ہے۔ جہاں شک وشبہ کا غبار نہیں پہنچ سکتا۔ حضور سچے رسول ہیں اور آپ کی رسالت ایسی روشن حقیقت ہے جو لاریب فیہ ہے۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی یہود کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا ان کی کج فہمی اور کور باطنی پر مبنی ہے۔

حضور ﷺ کے علم بیکراں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں:

۱۳۲- وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ اور سکھا دیے آدم کو تمام اشیاء کے نام۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَلَّمَهُ اَسْمَآءَ جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ كُلِّهَا جَلِيْلِهَا وَحَقِيْرِهَا ۔ (قرطبی) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیے۔

اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کو کائنات کے اسرارِ سربستہ سے آگاہ فرمایا جائے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں یہ عزت وسرفرازی جو آپ کو عطا ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ آپ کو تکوینی علوم یعنی اشیائے کائنات کی صفات، خاصیت اثرات، افعال وخواص اور ان کی حقیقت وماہیت اور اصولِ علوم وضاعات کے علم سے نوازا گیا (روح المعانی)۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو اللہ کے خلیفہ مطلق، رسولِ عالم، محبوب محترم حضور سید کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کے علوم ومعارف کا کیا کہنا۔ لائق نفرت ہے وہ آواز جو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی توحید کے نام پر اٹھائی جارہی ہے کہ نبی کو صرف علم شریعت دیا جاتا ہے۔ تکوینی علوم سے ان کا کیا تعلق، پھر اس غلط منطق کی آڑ میں حضور اقدس ﷺ کے علم بیکراں کی وسعتوں کو تنگ سے تنگ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا سارا زور صرف کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ

کے مقامِ رفیع کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوم یوں کہ کتاب مجید کی عظمت کے اظہار سے پہلے الم کا مقدس جملہ ہے جو قرآن کے تعارف سے بھی پہلے حضور ﷺ کا تعارف کر رہا ہے۔ یعنی حضور ﷺ ہی وہ ہیں جو اسرارِ الٰہی کے واقف اور رازِ خداوندی کے عالم ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے الٓمٓ، حٰمٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ تو یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے درمیان ہیں۔

سِرٌّ بَیْنَ اللہِ وَ رَسُوْلِہٖ۔ (روح المعانی) یہ راز کی باتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان۔

یہ تو خدا اور محبوب خدا ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ وحی جلی اس راز سے پردہ نہیں اٹھاتی۔ ان اسرارِ الٰہیہ کی جلوہ گاہ تو صرف محبوبِ خدا ﷺ کا سینہ اقدس ہے۔ حضور ﷺ ہی اس کے صحیح مفہوم و معنی سے واقف ہیں اور کوئی نہیں۔

حضور ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں:

۱۳۳- وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔

اور یاد کرو اے محبوب ﷺ جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو منصب خلافت عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ذکر تو ہے سرفرازی آدم علیہ السلام مگر ربک میں "رب" مضاف ہے "ک" ضمیر کی طرف جس کا مرجع ذاتِ سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی نسبت حضور ﷺ کی ذات کی طرف فرمائی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس اضافت میں جو لطف و مزا ہے۔ اس کا ادراک اہل محبت و عرفان ہی کر سکتے ہیں۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہی خلیفہ

اعظم، خلیفہ مطلق اور خلیفہ کائنات ہے۔ اگر یہ ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو آدم پیدا ہی نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

كَانَ رمزاً اِلٰى اَنَّ الْمُقْبَلَ عَلَيْهِ بِالْخِطَابِ لَهُ الْحَظُّ الْاَعْظَمُ فَهُوَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ الْاَعْظَمُ وَلَو لَاهُ مَا خَلَقَ اٰدَمَ وَلَا وَلَا (روح المعانی)

حضور ﷺ کی اطاعت کے بغیر اطاعتِ خدا ناممکن ہے:

حضور اقدس ﷺ کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ والاصفات کو اپنا قائم مقام اور اپنی ذات و صفات کا مظہرِ اتم بنایا ہے اگر کوئی مسلمان محض اپنی عقل سے دن بھر روزہ سے رہے رات عبادت میں گزارے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرے سب فضول اور بیکار ہے۔ کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر حضور ﷺ کی سنت کی نیت سے دوپہر میں آرام کرے گا تو ثواب بے حساب پائے گا۔ بیت الخلا جاتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اس نیت سے رکھے کہ حضور ﷺ کی سنت ہے تو اس کا اجر ملے گا اور مہینوں اپنی رائے اور عقل سے فاقے کرلے، خدا کو خوش کرنے کے لیے ہاتھ سکھالے اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا؟ کیوں؟ اس لیے کہ مرکزی چیز حضور ﷺ کی اطاعت اور آپ کا اتباع ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اسی وقت عبادت ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محمود ہیں جب کہ ان میں سنت رسول ﷺ اور تصورِ رسول ﷺ (نماز جو کہ اللہ عزوجل کی خالص عبادت ہے قعدہ میں السلام علیك ایها النبی عرض کرنا عبادت خداوندی میں اس کے محبوب رسول ﷺ کا تصور نہیں تو اور کیا ہے؟) ہو۔ قرآن نے تصریح کی کہ حضور ﷺ کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت تو اللہ کی اطاعت ہے بلکہ حضور ﷺ کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔

۱۳۴- مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه (النساء:۸۰) — جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی قرآن ہے حالِ مصطفائی

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی:

۱۳۵- فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ (بقرہ) — پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ زمین پر اُتارے گئے۔ تین سو برس تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اُٹھایا (تفسیر خازن)۔ اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے مگر مغفرت کی خوشخبری نہ ملی۔ آپ فکرِ توبہ میں حیران ہوئے کہ اسی عالم میں ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمتِ الٰہی مائل بہ کرم ہوگئی۔ طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں ملتجی رحمت تھے کہ انہیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور روحِ خاص ان کے اندر پھونکی تھی تو اس وقت انہوں نے عرش پر لکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔۔۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ خداوندی میں جو قدر و منزلت اور عزت حضور ﷺ کی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی۔

اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔ — الٰہی میں تجھ سے محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ مانگتا ہوں کہ میری خطا معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا؟ آپ نے عرض کی۔ ساقِ عرش پر کلمہ کی تحریر سے۔ اللہ نے فرمایا۔ بیشک وہ آخری رسول ہیں۔ تیری اولاد سے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۱۱۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ معلوم ہوا بارگاہِ الٰہی میں حضور سرورِ کائنات

ﷺ کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابو البشر جناب آدم علیہ السلام کی خطا آپ کے صدقہ، وسیلہ اور واسطہ سے معاف ہوئی۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اگر نام محمد ﷺ را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

خوب یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بکمال لطف و کرم اپنے محبوب رسول ﷺ کو حق دیا ہے تو اسی تفضلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں:

سورہ آلِ عمران میں فرمایا۔

۱۳۶- لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہیں سے ایک رسول بھیجا۔

(آل عمران ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے کسی نعمت کے احسان کا ذکر نہیں کیا جس انداز سے حضور ﷺ کی ذات کے متعلق فرمایا کہ ہم نے بڑا احسان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اور اجمل نعمت حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔

میں کیا بھلا ثنائے شہِ ہاشمی کروں
تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی ﷺ کروں

حضور ﷺ شارع ہیں:

۱۳۷- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔

اے ایمان والو، ایسی باتیں نہ پوچھو۔ جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

(مائدہ ۱۰۱)

بعض لوگ حضور علیہ السلام سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی

خاطر مبارک پر گراں ہوتا۔ ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھ سے دریافت کرو۔ ہر بات کا جواب دوں گا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا۔ جہنم (تفسیر احمدی)۔ حدیث مسلم کا مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ حج فرض ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ سائل نے پھر دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو میں بیان نہ کر دوں اس کے درپے نہ ہوا کرو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے فرض نبوت کو خوب جانتے ہیں۔ تمہیں بلاوجہ اور بے فائدہ سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر کسی بات کے متعلق حضور ﷺ ہاں یا نہیں فرمادیں تو وہ خدا کی ہاں یا نہیں قرار پائے گا۔ معلوم ہوا کہ احکام شریعت حضور ﷺ کے سپرد ہیں۔ جو فرض فرمادیں فرض ہو جائے، نہ فرمائیں نہ ہو۔ حضور ﷺ کے اس منصب خاص کے متعلق سورہ اعراف میں فرمایا۔

حضور ﷺ آمر و ناہی ہیں:

۱۳۸- وَ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔

وہ انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ ستھری چیزیں ان پر حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔

- یہ آیت اس امر میں بالکل صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تشریعی اختیارات عطا کئے ہیں۔ حرام و حلال صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوا بلکہ جو کچھ حضور ﷺ نے حرام یا حلال کیا وہ بھی قانونِ خداوندی ہے اور حضور ﷺ کو بھی کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا منجانب اللہ اختیار حاصل ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا منصب و مقام:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ وہ بندوں تک اللہ کی

وحی کو پہنچا دیں اور بس۔ بلکہ حضور ﷺ کا منصب وحی الٰہی کے معنیٰ و مفہوم کو بیان کرنا بھی ہے۔ وہ صرف قاصد ہی نہیں بلکہ مطاع، حاکم، ہادی، امام، مربی، بشیر، نذیر، سراج منیر، صاحب حکمت، صاحب خلق عظیم، صاحب مقام محمود، مصطفیٰ مجتبیٰ، شارح، وحی الٰہی کے مفسر، معلم کائنات، مزکی، داعی الی اللہ بھی ہیں۔ وہ اللہ کے نائب، اس کی ذات وصفات کے مظہر اتم بھی ہیں۔ حضور ﷺ کے اس منصب و درجہ کی شاہد چند آیات قرآنیہ یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جائے۔

۱۳۹- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (نساء ۶۴) — اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

رسول ﷺ کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ جاہل کفار کا خیال تھا جو کہتے تھے۔

۱۴۰- اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (اسرائیل ۱۰) — کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۴۱- اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا۔ (تغابن ۱۰) — کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے۔

۱۴۲- مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (مؤمنون ۲) — نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر۔

کفار و منافقین ہی کی یہ عادت تھی کہ وہ حضور سرور کائنات ﷺ کے منصب و مقام اور آپ کے رتبہ و مرتبہ کی بلندی کا اظہار حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہہ کر کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ظاہری و جسمانی طور پر اپنی طرح کا دیکھ کر آپ کو انسانوں کی عام سطح پر لے آئے تھے۔ ان کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ حضور ﷺ جو اللہ کے بندے اور انسان ہیں

وہ اخلاقی، روحانی، قلبی اور عملی حیثیت سے عام انسانوں سے کیونکر برتر ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف انداز سے کفار کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔ سورہ ابراھیم میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے کفار کو جواب دیا۔

۱۴۳- اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ — ہم ہیں تو ظاہری صورت بشری میں تمہاری طرح انسان، مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

آیت بالا میں یہ بتایا گیا کہ کفار کی نظر انبیاء کرام علیہم السلام کے ایک رخ یعنی ظاہری جسم پر پڑتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے جواباً کہلوایا گیا کہ ہاں ہم اللہ کے بندے اور انسان تو ہیں مگر کیسے انسان؟ ایسے انسان جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ علم و حکمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں...... یہ بھی واضح ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے صرف ایک رخ بشری کو پیش کرنا اور صرف اسی پر اصرار کرنا کفار و منافقین کی عادت ہے۔ مسلمانوں کی نہیں...... کفار ہی کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا۔

۱۴۴- قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ — ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے۔

(کہف ۱۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت عام انسانوں کی بشریت کی طرح نہیں:

اس آیت میں کفار کے خیال و باطل کی تردید کر دی گئی۔ انہیں بتایا گیا کہ ایک عام بشر اور رسالت و وحی پانے والے بشر کی پوزیشن اور حیثیت ایک جیسی کیسے ہو سکتی ہے جو بشر اللہ کا رسول ہو وہ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہدایت پا کر کام کرتا ہے۔ ایسے بشر کی حیثیت جو وحی الٰہی سے مشرف ہو ایک عام بشر کی طرح کیسے ہو سکتی ہے۔

محمد سرِّ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضور ﷺ سے جس کو نسبت ہوگئی وہ بھی بے مثال ہے:

قرآن مجید میں حضور ﷺ کی شان عالی اور آپ کی بشریت کی عظمت کے اظہار کے لیے اس حقیقت کو بھی پیش کیا گیا کہ جن مستورات کو حضور ﷺ سے شرف زوجیت حاصل ہوگیا۔ وہ بے مثل و بے مثال ہوگئیں۔

۱۴۵-یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (احزاب ۳۲) اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، تمہارا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر ہے اور جہان کی عورتوں میں کوئی تمہارا ہمسر نہیں۔ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے گا تو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو بیس گنا۔ غور کیجئے! جن مستورات کو حضور ﷺ کو بی بی بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔ انہیں جہان کی عورتوں پر فضیلت و بزرگی حاصل ہوگئی تو جس ہستی پاک سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا۔ اس ہستی مقدس کے رتبہ، درجہ اور مقام کا کنارا کسے ہاتھ آسکتا ہے۔

حضور ﷺ نور ہیں، محمود ﷺ ہیں، محمد ﷺ ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لیے

خوب یاد رکھئے کہ نبوت و رسالت انسانیت کی وہ معراج کمال ہے جس سے برتر و بالا منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں حضور اقدس ﷺ کی بشریت کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ ہی یُوحیٰ الی کا وصف بھی موجود ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے قرآن میں جہاں لفظ بشر کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی رسول کا وصف بھی موجود ہے۔ "ھل کُنت اِلاّ بشراً رسولا" (اسراء) قرآن مجید نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف بشر اور محض بشر کی حیثیت سے کہیں نہیں پیش کیا اور جہاں محض

بشر یا صفاتِ بشریت کا ذکر ہے تو وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل کی ہے۔ قرآن مجید میں کفار کے جو اقوال نقل ہوئے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف بشر، محض بشر اور اپنے جیسا بشر کہنا کفار و مشرکین کا وطیرہ تھا۔ مسلمانوں کا نہیں۔

حضور ﷺ کی ذات اقدس مرکز ایمان ہے:

خوب یاد رکھیے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ مستقل تعلق کسی کا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے تعلق حضور ﷺ سے تعلق ہی سے حاصل ہوگا۔ اس لیے خدا کی اطاعت کے معنی حضور ﷺ کی اطاعت، خدا کی رضا کا مطلب حضور کی رضا اور خداوند قدوس کو دکھ دینے کے معنی حضور ﷺ کو دکھ دینے کے ہیں۔

۱۴۶- یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ (بقرہ) یہ کافر اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔

معمولی ہوشیار آدمی کو فریب دینا مشکل ہے۔ خدا کو کون فریب دے سکتا ہے۔ تو آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی حضور ﷺ پر ایمان لانے کے ہیں۔

ہر آسمانی کتاب علمبردار توحید ہے۔ جس قدر انبیائ علیہم السلام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ سب کے ہاں، سب کی تعلیم میں توحید ہے۔ باری تعالیٰ جل مجدہ کی وحدانیت ایک واضح حقیقت ہے...... ہر آسمانی کتاب میں وہی مضامین ہیں جو قرآن مجید میں ہیں۔

۱۴۷- قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ھُوَ اَھْدٰی مِنْھُمَآ ۔ تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو اِن دونوں کتابوں (توریت و قرآن) سے زیادہ ہدایت کی ہو۔ (قصص ۴۹)

تو اگر غیر محرف توریت و انجیل یا زبور ہو اور صحیح طور پر اس پر عمل و عقیدہ بھی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔ اسی طرح محض توحید پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا، یہود و

نصاریٰ اور دیگر مذاہب والے خدا کو مانتے ہیں مگر بالاتفاق کافر ہیں۔ جب تک
رسالت کی تصدیق نہ ہو۔

۱۴۸۔ وَاٰمِنُوا بِرَسُوْلِه یُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِه ۔ (حدید ۲۸)
اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ رحمت سے دو حصے (ثواب) تمہیں فرمائے گا۔

تو مرکز ایمان واسلام حضور کی ذاتِ اقدس ہے۔ حضور کی رسالت کو مان لیں
ضمناً خدا کی، جنت و دوزخ، حشر ونشر غرضیکہ دین کی تمام ضروری باتوں کی تصدیق
لہٰذا توحید پر ایمان جب معتبر ہو گا جب کہ حضور کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔

۱۴۹۔ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِه اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (حدید)
وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اُتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔

اندھیروں سے اُجالے کی طرف، باطل سے حق کی طرف، ظلمت سے نور کی
آنے کے لیے، وسیلہ و واسطہ حضور ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ ظاہر ہے وسیلہ پہلے
ہے اور منزل بعد میں۔

شاہد وشہید رسول ﷺ

قیامت کے دن تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کے احوال واعمال
شہادت دیں گے۔ یہ منصب تو تمام انبیاء کرام کا ہے مگر اس خصوص میں حضور سید
حبیب کبریا محمد رسول اللہ ﷺ کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ
اپنی امت کے اپنے نورِ نبوت سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے ایمان
ایمان اور درجات ایمان، نیک و بد اعمال حتیٰ کہ اخلاص ونفاق پر مطلع ہیں بلکہ اس
حضور ﷺ کی گواہی حق اور درست قرار پائے گی۔

اور تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور کی امت ہیں۔ قیل الاشا

جمیع امة (قرطبی) تفسیر عزیزی کی عبارت یہ ہے۔ وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ کدام درجہ دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمانِ شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاقِ شمارا۔

نیک و بد اعمال اور کفر و نفاق و ایمانِ اسلام پر گواہی دیں گے بلکہ انبیاء سابقین کی شہادت کے درست ہونے کی بھی گواہی دیں گے۔ سورہ نساء میں فرمایا تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں) کا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

۱۵۰-وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ اور اے محبوب ﷺ ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ (نساء ۴۱)

حضور ﷺ کیسے گواہی دیں گے کہ تمام انبیاء نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور پیغام الٰہی حرف بحرف پہنچا دیا۔ حضور ﷺ اپنی امت اور دیگر انبیاء کی امتوں کے نیک و بد، ایمان و نفاق کی گواہی کیسے دیں گے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں کہ شاہد و شہید کے معنی یہ ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ۔

یہود کا بدترین جرم، کتمانِ حق:

توریت و انجیل اور دیگر آسمانی کتابیں حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیة والثناء کے ذکر خیر سے مزین تھیں۔ ان صحائف سماویہ میں حضور ﷺ کی صفات و کمالات اور آپ کی روشن اور واضح علامات کا تفصیلی بیان درج تھا۔ علماء بنی اسرائیل کا جرم یہ تھا کہ وہ ان حقائق اور حضور ﷺ کے فضائل و مناقب کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تاکہ لوگ ان پر مطلع ہو کر حضور ﷺ پر ایمان نہ لے آئیں۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مذموم حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا۔

سورہ بقرہ میں فرمایا:

۱۵۱- وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ ودا... حق نہ چھپاؤ۔

(بقرہ ۴۲)

مفسرین کرام نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ یہ اور اس سلسلہ کی دیگر آیات... علماء بنی اسرائیل کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ آسمانی کتابوں میں من... حضور ﷺ خاتم انبیاء علیہم السلام کی نعت، اوصاف وکمالات اور علاماتِ نبوت کو عوام... چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ ای دین الاسلام بانکارھم نعت ا... صلی اللہ علیہ وسلم۔ (خازن، مدارک، قرطبی، روح المعانی)

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ وصفات جلیلہ کو چھپا... لوگوں کو حضور ﷺ کے مرتبہ ومقام کی عظمت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کرنا... شیوہ تھا۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے ہادی اور مربی ا... اعظم رسول ﷺ کی مدح وثنا اور کمالات بیان کرنے سے ان کی زبان میں لکنت... فضائل سننے سے دل میں گھٹن ہو۔ مومن مخلص کی شان تو یہ ہے۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواہ ردیف تھی کیا کیسے قافیے تھے

مومن مخلص وہی ہے جو اللہ ورسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہے:

قرآن مجید نے تصریح کی ہے۔ مومن وہی ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم... لبیک کہتے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

۱۵۲- اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ (النور ۵۱)

ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور ا... کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے ... اللہ اور رسول ﷺ ان کے درمیان فیص... دیں تو ان کا جواب سوائے اس کے ...

اور نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا
ہم نے سنا اور مانا۔

اطاعتِ رسول ﷺ ہی کامیابی کا زینہ ہے:

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے لیے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی گمراہی و بدبختی ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی نافرمانی کا حال ہے۔

۱۵۳- مَن يُّطِعِ اللهَ وَرَسُولَه فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً۔ (احزاب ۷۱)

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اس نے بڑی مراد کو پالیا۔

۱۵۴- وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُولَه فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِيْنًا۔ (احزاب ۳۶)

جس نے اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

نہ صرف یہ کہ بلکہ اطاعت رسول ﷺ سے حریم حق میں رسائی کی نعمت ملتی ہے۔ سینہ علم و عرفان کا خزینہ بن جاتا ہے اور اسرارِ کائنات منکشف ہو جاتے ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ سورہ نساء کی آیت ۶۹ ومن یطع اللہ والرسول الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يصلون بسلوكه جناب القدس ويفتح عليهم ابواب الغيب قال النبي صلى الله عليه وسلم من عمل بما علمه ورثه الله علم مالم يعلم۔ (بیضاوی)

اطاعت رسول ﷺ کی برکت سے انہیں حریم الٰہی تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا اور ان پر غیب کے دروازے کھل جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم القا فرماتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

اللہ اکبر، جس ہستی مقدس کی اطاعت سے ایک بندہ خدا علم و معرفت کے اس

مقام رفیع پر فائز ہونے کا شرف پاتا ہے۔ اسی ہستی مطہر کے علم و فضل کے کیا کہنے۔

محمد ﷺ علم و حکمت کا مدینہ محمد ﷺ چشمۂ رشد و ہدیٰ ہے

حضور ﷺ امام کل اور ہادی کائنات ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منجانب اللہ امام کل مرشد معصوم اور ہادی کائنات ہیں۔ ہر معاملہ اور ہر مسئلہ میں حضور ﷺ کو حاکم ماننا اسی طرح ضروری ہے جیسے اللہ عزوجل کو۔

۱۵۵- وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (سجدہ، ۲۴)

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔

۱۵۶- اَطِیْعُوااللّٰهَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُم فَاِنْ تَنَازَعْتُم فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نساء ۵۹)

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اللہ و رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْل کا فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ مسائل شرعی میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول ﷺ دونوں کو حاکم بنانے کا حکم دیا۔ اگر مرجع صرف قرآن ہوتا تو فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰه کہنا کافی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ والرسول فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیر مشروط اور مستقل اطاعت لازم و واجب ہے اور دین اسلام کے آئینی و قانونی ماخذ کتاب و سنت ہی ہیں۔

انہیں کا ذکر انہیں کا بیان انہیں کا نام
ہر ابتدا کے لیے ہے ہر انتہا کے لیے

حضور ﷺ کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں:

قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہل ایمان کے لیے فرض بلکہ شرطِ ایمان ہے۔ جو شخص رسول ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔ حضور ﷺ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

۱۵۷- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ...... الخ۔ (النساء ۶۵)

اے رسول ﷺ! تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔

۱۵۸- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (احزاب ۳۶)

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہد نبوی ﷺ کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امراً کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

(جامی)

نبی ﷺ کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے:

قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول ﷺ کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہئے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی ﷺ کا حق ہے۔ اور اللہ کے ساتھ نبی ﷺ کو راضی کرنا بھی

ضروری ہے بلکہ شرطِ ایمان ہے۔

۱۵۹- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلہ ۹)

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

۱۶۰- اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ۶)

نبی ﷺ زیادہ قریب ہے، مومنوں کی جانوں سے۔

اللہ اور رسول ﷺ کو راضی رکھنا ضروری ہے:

۱۶۱- وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ (توبہ ۶۲)

اللہ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کو بھی راضی کرنا ضروری ہے۔

قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے جو اپنی خود غرضی اور منافقت کی وجہ سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

۱۶۲- وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۔ (نساء ۶۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو اے رسول ﷺ تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ آپ کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ تو قرآن ہے لیکن وَاِلَى الرَّسُوْلِ قرآن نہیں۔ یہ تو حضور ﷺ کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ کی نافرمانی پر کفِ افسوس ملیں گے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی پر افسوس کرتے ہوں گے۔

۱۶۳- يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ (احزاب ۶۶)

جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول ﷺ کا حکم مانا ہوتا۔

اگر رسول ﷺ کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی پھر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دائمی تعلق ہے:

حضور سرورِ کونین ﷺ کی یہ خصوصیت بھی بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے عارضی و وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہو اسی وقت یہ تعلق قائم ہو اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے دائمی تعلق ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا:

۱۶۴- وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ۔ (نساء ۱۱۳)

اے محبوب ﷺ! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہ راست سے ہٹانے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں تصریح کر دی گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے۔ فضل الٰہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی عزت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۵- وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ ۶۷)

اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا۔

اس آیت مبارکہ کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی ﷺ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا وجودِ مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لیے نبی ﷺ کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقًّا۔ (بخاری)

اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی کا ظہور ہوتا ہے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف پیامبر ہی نہیں ہیں بلکہ آمر وناہی ہادی اور معلمِ کائنات بھی ہیں۔ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن مجید کی جو تفسیر اور قرآنی احکام کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کی ترجمانی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کا قول و عمل اور کردار اسی طرح اللہ کا دین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

حضور سید المرسلین ﷺ کی شان میں گستاخی کفرِ صریح ہے:

سب سے اہم بات جو تمام مسلمانوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں قصداً عمداً اشارۃً کنایۃً ادنیٰ گستاخی و بے باکی کفرِ صریح ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شان میں ذرا بھی بے ادبی کرنے والوں کو ایمان و اسلام کے دعویٰ کے باوجود کافر قرار دیا ہے۔ تاوقتیکہ صدقِ دل کے ساتھ جو بے ادبی کے کلمے بولے ہیں ان سے توبہ نہ کریں۔

۱۶۶- یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِہِمْ۔ (توبہ ۷۴)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

ابن جریر و طبرانی حضرت سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کرنجی آنکھوں والوں سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر مری شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول ﷺ کی شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے۔ اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعویٰ کرے۔ اسلام و مسلمین کی دینی و ملی خدمت بھی کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے، عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے۔ جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی۔ اس کی تلاش کی جا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان پر ایک منافق بولا: ''محمد ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد ﷺ غیب کیا جانیں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی جس کے جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے۔ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرما دو!''

۱۶۷- قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۔	کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ سے ٹھٹھا کرتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد!

غور کیجیے، حضور ﷺ کی شان میں اتنی گستاخی، صرف یہ جملے کہنے (کہ محمد ﷺ غیب کیا جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا کہ تم اللہ کی آیتوں اور رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے کیونکہ اس لفظ سے حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کی بو آتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شانِ نبوت اور خصائص نبوت سے ہے۔ ان دو آیتوں سے اندازہ کر لیجیے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی ذات پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے، ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کرے مصطفیٰ ﷺ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ﷺ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

نبی کریم ﷺ کے گستاخ کی دین و دنیا برباد ہو جاتی ہے:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور اپنی صداقت اور امانت کی ان سے شہادت لے کر اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابولہب نے آپ ﷺ سے کہا: "تم تباہ ہو جاؤ! کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے کلمہ گستاخانہ کا جواب دیا اور اپنے محبوب رسول ﷺ کی حمایت میں فرمایا:

۱۶۸- تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ. تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ (اللھب ۱)

اللہ اکبر، بارگاہِ الٰہیہ میں حضور ﷺ کا اعزاز یہ ہے کہ ابولہب آپ کی شان میں گستاخی کے کلمے بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا خود دفاع فرماتا ہے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ابولہب نے حضور ﷺ کے حق میں "تبالك" آپ تباہ ہو جائیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی طرف سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا۔ ابولہب تو کہتا ہے کہ میرا محبوب رسول ﷺ تباہ ہو جائے۔ وہ تباہ نہیں ہوں گے تو ہو گا اور تو تباہ ہو بھی گیا۔

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا — کافران سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

ابولہب نے جب پہلی آیت سُنی تو کہنے لگا: جو میرے بھتیجے میرے متعلق کہتے ہیں (کہ میں ہلاک ہو گیا) اگر صحیح ہے تو میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے مال و زر اور اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس خیال کی بھی تردید فرمادی اور فرمایا دین و دنیا میں تیرے لیے خسارہ اور ہلاکت ہے۔ مال و دولت اور تیری اولاد تجھے تیری بدبختی سے نجات نہیں دلا سکتے۔

۱۶۹- مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (اللھب ۲) — اس کے کچھ کام نہیں آیا اس کا مال اور نہ جو اس نے کمایا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ گستاخی سے دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں اور ذلت و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

وہ کہ اس در کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا — وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق قرآنی تعلیمات کا صحیح علم حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل اور کردار ہی کی روشنی میں حاصل ہو سکتا ہے مقام نبوت کی یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن کے مطالب و معنیٰ کو سمجھنے کے لیے حضور ﷺ کے قول و عمل و کردار کی ضرورت ہے کیونکہ حضور ﷺ قرآن کے حقیقی مفسر ہیں اور حضور ﷺ کے قول و عمل کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنے کی کوشش گمراہی و بے دینی کی طرف لے جاتی ہے۔ سورۂ نحل میں فرمایا:

۱۷۰- وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ (نحل ۸۹) — ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور قرآنی علوم و معارف کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

۱۷۱- وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ۔ (نحل ۴۴) — اے محبوب ﷺ ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ (اس کے

مطالب) خوب خوب واضح کر دیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا منصب یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی آیات کے معنی مفہوم کو خوب اچھی طرح واضح فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی کے بغیر قرآنی آیات کے معنی ومفہوم کو سمجھنا ناممکن ہے اور حضور ﷺ نے قرآنی احکام کی جو تشریح وتوضیح فرمائی ہے وہ وحی ربانی ہی کے ماتحت فرمائی ہے۔

سورہ توبہ میں حضور اکرم ﷺ کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے:

۱۷۲- وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔ (التوبہ ۸۴) ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نمازِ جنازہ مشروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نمازِ جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔ اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجیے جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور ﷺ خود خطبہ دیا کرتے تھے اور امت میں اسی طرح آج تک جاری ہے۔ سورۂ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۱۷۳- وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَنِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۔ (الجمعہ ۱۱) جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جا سکتی۔ جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعے ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

علیٰ ھذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطور حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۷۴- وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا۔ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

(المائدہ ۵۸)

حضور اکرم ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں ہے مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا:

۱۷۵- وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

(البقرہ ۱۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کو بنا پر تھا۔ جنگِ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا: اللہ تمہاری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا:

۱۷۶- وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لیے خوشخبری بنایا ہے۔

(آل عمران ۱۲۶)

ثابت ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ وحی (غیر متلو) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔

جنگ اُحد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ بدر ثانیہ کے لیے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کی جانب سے تھا۔

۱۷۷- اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا۔

(آل عمران ۱۷۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقات تقسیم کیے۔ اس پر منافقین نے اعتراضات کیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالمو! رسول ﷺ کے فعل پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ یہ تقسیم جو رسول ﷺ نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا:

۱۷۸- وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ ۵۹) اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھیں مگر حضور اکرم ﷺ نے انہیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرمالیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن نے اعلان کیا۔

۱۷۹- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ (الفتح ۱) اے رسول ﷺ ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشا ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ حضور ﷺ "مَنْ اَنْبَاَكَ" آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہو گیا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً جواب دیا۔ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (قرآن) مجھے میرے علیم وخبیر رب نے بتایا ہے کہ تم سے میرا راز افشا ہو گیا ہے۔ یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوئی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصولِ قرآنی کی اپنے قول وعمل سے جو توضیح وتشریح فرماتے تھے وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی لیجئے۔ قرآن مجید صرف اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب وشرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ اُمور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور ﷺ

فرمایا:

صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔

(بخاری)

ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات حرام وحلال، نکاح و طلاق غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجیے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذاتِ اقدس بنتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اُصول احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کے لیے احادیث نبوی ﷺ کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے تو خود بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱- قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہے مگر صرف قرآنِ مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم نہیں ہو سکتے۔

۲- قرآن کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اصول حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف قرآنِ مجید سے حلال وحرام اشیا کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام وحلال کی فہرس بنالیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیاء کا یہی حکم ہے۔ قرآن میں ہے۔

۱۸۰- فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا۔

(الاحزاب ۳۷)

دیکھئے یہ قرآن شریف کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآنِ مجید سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہوگی۔ مثلاً ارشاد ہے۔

۱۸۱- عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی۔ (عبس ۱-۲) تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

کیا صرف قرآن شریف سے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا۔ اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجئے۔ اس میں ہے۔

۱۸۲- اِلاَّ تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ۔ (التوبہ ۴۰) تم رسول ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا۔

کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ کہ رفیقِ غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش ہوئے تھے۔

۱۸۳- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔ (التوبہ ۲۵) اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

۱۸۴- وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ (التوبہ ۱۱۸) اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

یہ تین شخص کون تھے؟ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا؟ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے۔ ارشاد ہے:

۱۸۵- لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۔ (التوبہ ۱۰۸)

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اول دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے، وہ کون لوگ ہیں، جن کی اس آیت میں مدح ہے، ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا، جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے، کیا ان اُمور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

۱۸۶- وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ ۔ (الانفال ۷)

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

کیا صرف قرآن سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن میں تو ہے نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لیے حضور سرورِ عالم ﷺ کے ارشادات (حدیث) کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔

بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرضِ سلام:

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے احسانات بے حد وحساب ہیں۔ آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح وکامیابی کا ایک ایسا ابدی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمت دنیا کی

کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم و جلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا، بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی، لیکن اُمت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے ہیں۔

۱۸۷۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (احزاب ۵۶) — اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا۔ حضور ﷺ کے احسانات عظیم کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیازمندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے اور حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی اور فقہاء امت نے تصریح کی کہ "جب بھی حضور سرورِ کائنات ﷺ کا نام نامی زبان پر آئے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔" (رد المختار شامی، ج ۱، ص ۲۸۳)

عمر میں ایک مرتبہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ نماز میں واجب اور عام اوقات میں مستحب، آیات بالا پر غور کیجئے۔ ملائکہ، ملک کی جمع ہے۔ جمع کا لفظ جب مضاف ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یصلون مضارع کا صیغہ ہے۔ حال و استقبال دونوں کے لیے آتا ہے۔ حال، ماضی کی طرف منقطع ہو جاتا ہے۔ مستقبل ختم نہیں ہوتا۔ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ قیامت تک جائے گا، تو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حضور ﷺ کا مقام یہ ہے خود وہ اور اس کے سب فرشتے، حضور ﷺ کی ذات پر لاانتہا درود بھیجتے ہیں تو جو کام خود رب العٰلمین کرے، اپنے فرشتوں کو ملا کر کرے، اپنے بندوں کو اس کام کے کرنے کا حکم دے۔ یقیناً وہی سب سے اہم اور افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہ اللہ کے کام نہیں بلکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام عادت اور سنت ہیں لیکن درود بھیجنا، یہ اللہ کی سنت اور عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ بکمالِ لطف ا

کرم اپنے محبوب رسول ﷺ کی ذات پر درود بھیجتا ہے تو عبادت حضور ﷺ کی سنت اور درود بھیجنا اللہ کی سنت، جو نسبت خدا کو رسول ﷺ سے ہے وہی نسبت خدا کی سنت کو رسول ﷺ کی سنت سے ہے۔ جتنا خدا رسول ﷺ سے افضل ہے اتنی ہی خدا کی سنت رسول ﷺ کی سنت سے افضل ہے۔ اب اللہ کی سنت درود اور حضور ﷺ کی سنت عبادت ہے۔ واضح ہوا کہ درود شریف سب عبادتوں سے افضل ہے۔ درود ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر لحہ، ہر آن اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی فائدہ مند ہے۔ ہر عبادت میں قبول وعدم قبول کا امکان ہے۔ نماز پڑھی ممکن ہے قبول ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قبول نہ ہو لیکن درود شریف ہر وقت مقبول کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے۔ تمام عبادات ظنی القبول ہیں اور درود شریف یقینی القبول ہے۔ ظاہر ہے یقینی، ظنی سے افضل ہے۔ اس لیے درود شریف ہر عبادت سے افضل ہے۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کی مجلسیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیاری ہیں۔ بحضور نبوی ﷺ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے سے مومن کو حضور ﷺ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور دل مسلم نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ درود شریف کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کارِ عظیم میں شریک ہے اور وہ پاک بے نیاز جو ساری کائنات کا رب اور کل جہان کا مالک و رازق ہیں۔ جس کو کسی کی پرواہ نہیں، وہ بھی حضور ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجتا ہے۔ نماز جو تمام عبادات سے افضل اور سب عبادتوں کی جامع عبادت ہے۔ اس میں بھی حسن اور قبولیت اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ بحضور رحمۃ اللعالمین علیہ السلام، السلام علیک ایہا النبی عرض کیا جائے۔ حاجات کے لیے دعا مانگتے وقت بھی درود شریف ہی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام عرض کئے بغیر دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ (بخاری)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ

مفکرِ اسلام پیر سید عبد القادر شاہ جیلانی

دین حق ایک ایسی چیز ہے جو پوری سالمیت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کو انتہائی اخلاص، دیانت داری اور پختگی کے ساتھ ہم تک پہنچایا اور ہمارے لئے اس پر عمل کرنا اور اس پر عقیدہ رکھنا یہ واجباتِ شرعیہ میں سے ہے۔

اسلامی معاشرے میں خونی اور خاندانی رشتہ داری کے مقابلے میں سب سے مضبوط رشتہ اسلام کا ہے۔ اس رشتہ میں مشرق کا آخری مسلمان، مغرب کے آخری مسلمان کے ساتھ وابستہ ہے اور اس سے ہمدردی کرنے کا پابند ہے۔ ہم مسلمان کلمہ کی وجہ سے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی اور رسول ماننے کی وجہ سے اور قرآن کو اللہ کی سب سے سچی اور آخری کتاب ماننے کے حوالے سے وابستہ ہیں۔ اور دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی یہی رشتہ قائم رہنے والا ہے۔ حدیث صحیح کے اندر آتا ہے۔

قرآن مجید پر عمل کرنے والا کبھی بھی گمراہ نہیں ہوتا۔

قرآن پر عمل کرنا بھی مسلمان کی ڈیوٹی ہے اور اس سلسلے میں مذہبی پیشواؤں کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ کلمہ حق وقت پر کہیں۔ حدیث رسول کا مفہوم ہے:

جو آدمی سچی اور صحیح بات وقت پر کرنے سے ناکام رہ گیا قیامت کے میدان میں جہنم کی آگ میں لوہے کے اوزار گرم کر کے اس کے منہ کو چڑھا دیئے جائیں گے کہ تو نے کلمہ حق وقت پر کیوں نہیں کہا؟

یہ خدا کی طرف سے ایسی ڈانٹ ہے کہ انسانی تاریخ اور انسانی شعور میں اتنی بڑی اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی کہ قیامت کا میدان ہو آدمی جہنم میں جانے سے پہلے جہنم کی

سزا پانے لگ جائے۔ مذہبی پیشوا کو یہ کریڈٹ ملتا ہے کہ جس نے کلمہ حق کہا اس پر عمل کرنے والے کو کہنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔لیکن جس نے اس عمل کی ترغیب دی ہے اس کو الگ ثواب ملے گا۔ اس لئے مذہبی پیشوا کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے پہلے تو اس نے کلمہ حق کو اچھی طرح سے سمجھا ہو۔ اور دوسرا یہ کہ اس کو راز داری اور اخلاص کے ساتھ پہنچایا ہو۔کسی سیاسی وعلاقائی دباؤ اور حکام کے دباؤ کو قبول نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آئمہ دین جو اہل سنت کے مشہور چار امام تھے وہ کسی کے ملازم نہیں تھے نہ انہوں نے کسی سے تنخواہ پائی نہ انہوں نے کسی کی رواداری کی ہے۔

آپ کی بھی ایک ڈیوٹی ہے آپ اس بات کو پڑھیں اس کو سمجھیں، اس کا پرچار کریں اور اس پر قائم رہیں اگر اس کے خلاف کوئی بات کرے تو قانون کو ہاتھ میں لئے بغیر اس کی مزاحمت کریں، اس سے اسلام کو عزت ملتی ہے۔

سوال:

یہ اعتراض کہ گورنر سلمان تاثیر کو مارنا بااختیار عدالت یا عدالت مجاز کو اختیار تھا کہ اس کو سزا دے پبلک کے آدمی کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اس کو مار ڈالے۔ اس کی ڈیوٹی یہ تھی کہ اس کی حفاظت کرے۔ تو جس کی ڈیوٹی حفاظت کرنا تھی اسی نے اس کو مار ڈالا، اس لئے وہ دو مرتبہ مجرم تھا۔ اس کو زیادہ سے زیادہ سزا ملنی چاہیے تھی۔

جواب:

۱۔ کیا گورنر یہ کلمہ کہنے سے مرتد ہوا کہ نہیں؟

۲۔ دوسری بات کہ کیا مرتد کو قتل کرنے کے لئے عدالتِ مجاز کی ضرورت ہے یا پبلک کا کوئی آدمی اس کو اسلامک سٹیٹ میں قتل کر سکتا ہے؟

یاد رکھئے! اسلامی ریاست کے احکام اور ہیں اور غیر اسلامی ریاست کے احکام اور ہیں۔ آپ یہ کام برطانیہ (یورپ) میں نہیں کر سکتے۔ پاکستان میں آپ ایک مسلمان کی حیثیت سے مسلمان ملک کے اندر آپ کو یہ اختیار ہے کہ جو آدمی ہتکِ رسول کرے آپ

اس کو قتل کر سکتے ہیں۔

گورنر سلمان تاثیر کے بیٹے نے ایک کتاب انگریزی میں لکھی جس کا نام ہے:

Stranger of History by Atish Taseer. Pg 21-22

وہ لکھتا ہے کہ میرے والد نے کبھی نماز نہیں پڑھی، کبھی روزہ نہیں رکھا اور خنزیر کا گوشت کھایا کرتا تھا، اور ان کی وہ بیوی جس نے اولاد پیدا کی وہ ایک ہندو عورت ہے۔ اس آدمی کا حرف اول سے لے کر سارا ماضی، سارا حال تاریک ہے۔ جو آدمی خنزیر کے گوشت کو مباح سمجھ کر کھاتا رہا اس کو مسلمان سمجھنا کس طرح ممکن ہے۔ وہ پہلے سے مرتد ہے۔ اس کا بیٹا لکھتا ہے کہ میرا باپ خنزیر کھایا کرتا تھا، شراب پیا کرتا تھا۔ کہتا ہے میرا باپ جس زمانے میں جیل میں تھا میرے باپ کو قرآن پڑھنے کے لئے دیا گیا اس نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا، کہنے لگا اس قرآن میں میرے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جو قرآن کے بارے میں یہ الفاظ کہتا ہے وہ تو پہلے سے ہی مرتد ہے۔

پہلی بات یہ کہ وہ (گورنر) مرتد ہوا کہ نہیں؟

اس کے جواب میں قرآن مجید کی آیت:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ: ۱۰۴)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

اس سے ارتداد ثابت ہوتا ہے۔ وہ کیسے؟

حضور ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے ہیں جس وقت کوئی بات سمجھ نہیں آتی انہوں نے یہ کہنا شروع کیا راعنا، یارسول اللہ ہماری رعایت فرمائیں۔ یہودیوں کی سپیشل بولی میں یہ ایک مذموم کلمہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زمانہ کفر میں یہودیوں کے حلیف تھے اس لئے وہ ان کی سپیشل زبان جانتے تھے۔ حضرت سعد اچھی طرح سمجھ گئے، انہوں نے کہا یہ مسلمان تو حضور کی بارگاہ میں ادب سے عرض کرتے ہیں۔

لیکن یہ یہود تو ہتک کے ارادے سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔اب ہتک کے ارادوں سے یہودی یہ لفظ استعمال کرتے تھے مگر مسلمانوں کو منع کر دیا گیا کہ تم بھی یہ لفظ "راعنا" استعمال نہیں کر سکتے حالانکہ تمہارا ارادہ ہتک کا نہیں۔لیکن جس بات میں بوئے ہتک آتی ہو اگرچہ وہ کلمہ مباح بھی ہو مگر اس تاریخ سے کلمہ مباح حرام ہو جائے گا جس تاریخ سے سرکار کی بارگاہ میں بے ادبی کی گنجائش پائی جائے۔

وجوہ الخطاب Style of Adress یعنی خطاب کرتے وقت جس کے مقصد کی بات ہو اس کو خطاب کر کے بلاتے ہیں۔ یہاں قرآن مجید میں یَاۤیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے کلام شروع کیا۔فرمایا اے ایمان والو! لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا، تم راعنا مت کہو۔اس آیت کو عذاب الیم پر ختم کیا کہ کافروں کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے کیونکہ ان کے فعل میں کفر پایا گیا ہے جس میں ہتک رسول ہے۔عذاب بھی ہے اور دردناک عذاب ہے۔ بتایا گیا کہ تم مومن ہی ہو مگر جس کام سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر اس سے منع نہ ہوئے تو پھر کافر ہو جاؤ گے۔تو مومنوں سے آیت شروع کر کے کافروں پر لا کر اس لئے ختم کی کہ اس سے مومن مومن نہیں رہتا مرتد ہو جاتا ہے اگر مرتد نہ ہوتا تو آیت کا خاتمہ للکافرین پر نہ ہوتا۔

جس Consititution (قانون) نے سرکار ﷺ کی عزت و آبرو کو تحفظ مہیا کیا اس کے بارے میں جس نے یہ کہا کہ "یہ کالا قانون ہے" اس نے سرکار کی آبرو کے تحفظ کے قانون کو کالا اور ظالمانہ کہا، یہ از قسم کفریات ہے۔

قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح:۹) یہ تم پر واجب ہے کہ تم میرے محبوب کی عزت کا دھیان کرو۔

اگر قرآن مجید یہ نہ کہتا کہ تم اس محبوب کی عزت کرو اور تم پر واجب ہے پھر تو یہ مسئلہ الگ تھا۔قرآن مجید نے جہاں معبود کی معبودیت کو واجب کیا جہاں رسول کی رسالت کو واجب کیا وہاں رسول کی تعظیم کو بھی واجب کیا۔کوئی ایسا رسول نہیں ہوگا کہ رسول تو ہو لیکن

اس کی تعظیم واجب نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ — ہم نے کوئی رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر اس لئے بھیجا کہ اللہ اور اس کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (النساء: ۶۴)

کسی کی تعظیم وتکریم اطاعت کی بہت بڑی علامت ہے۔ مسلمانوں کو نبی کے بارے میں ایسا کلمہ کہنے کی اجازت نہیں جس میں بوئے ہتک بھی آتی ہو اگر وہ کرے گا تو دائرہ اسلام سے کارج ہو جائے گا۔ اس آیت نے ثابت کر دیا کہ جس نے حضور ﷺ کی عزت و آبرو کے تحفظ کو "کالا قانون" کہا اس نے سرکار ﷺ کی ہتک کی ہے پس سرکار کی ہتک کرنے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا۔

رہ گئی یہ بات کہ جس کی ڈیوٹی تھی اس کی حفاظت کرے اسی نے اس کو مار ڈالا ہے، ملک ممتاز قادری عدالت مجاز کا آدمی نہیں تھا وہ ایک پبلک کا آدمی تھا۔

ہم ثابت کرنے کے پابند ہیں کہ جب کوئی سرکار ﷺ کی گستاخی کرے اس کے لے عدالت مجاز کی ضرورت نہیں۔ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے اس کو مار ڈالے۔

سورہ النساء میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء: ۶۵)

فَلَا وَرَبِّكَ — اے محبوب تیرے پالنے والے کی قسم!

رب نے یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنے خدا ہونے کی قسم، فرمایا تیرے پالنے والے کی قسم۔ اس جگہ اہل علم نے تفسیر کی ہے کہ رب صفات اضافیہ میں سے ہے۔ صفات اضافیہ اس کو کہتے ہیں مثلاً لفظ ابا۔ جب تک بیٹا نہ ہو ابا نہیں کہلائے گا۔ مثلاً بھائی جان۔ جب تک چھوٹا بھائی نہ ہو بھائی جان نہیں کہلاتا۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو۔ جب تک مربوب (جس کو پالنا ہے) نہ وہ رب نہیں کہلائے گا۔ مثلاً خالق کا معنی پیدا کرنے والا۔ یہ

صفات اضافیہ میں سے ہے جب تک کوئی پیدا ہونے والا نہ ہو اس وقت تک وہ خالق نہیں کہلائے گا۔ اصول یہ ہے کہ ایک ماں کے سات بیٹے ہیں ان میں ایک کا نام اسلم ہے جو بڑا بیٹا ہے۔ ماں کہتی ہے اسلم کا ابا آیا اسلم کا ابا گیا، تو باقی بچے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسلم کا ابو ہے تو ہمارا ابو کدھر چلا گیا۔ وہ کہتی ہے کہ سب سے پہلے اسلم کا ابو ہوا تھا۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو، سب سے پہلے پلنے والی ذات حضور کی ذات ہے، اس لئے رب نے فرمایا تیرے پالنے والے کی قسم۔ سب سے پہلے جو رب کہلایا ہوں وہ اے محبوب تیرا کہلایا ہوں۔

فرمایا اے محبوب تیرے پالنے والے کی قسم، جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں یہ حاکم نہ مقرر کریں۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

پھر اپیل کا right اپنے پاس نہ رکھیں، اس سے دستبردار ہو جائیں۔ جو تو نے فیصلہ کیا ہے اس کے بارے میں کوئی گڑبڑ محسوس نہ کریں۔

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اور دل سے صحیح معنوں میں راضی ہو جائیں۔

جب تک یہ صورت نہ پیدا کر لیں تیرے پالنے والے کی قسم یہ بے ایمان ہیں، یہ کبھی ایماندار نہیں ہو سکتے۔ اس کا شانِ نزول اگر پڑھ لیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ کا شانِ نزول علامہ واحدی نیشا پوری نے اپنی کتاب "اسباب النزول"، صفحہ ۱۳۴ پر یہ لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں ایک کیس پیش ہوا جو زمینوں کے بارے میں تھا۔ ایک منافق تھا اور ایک یہودی تھا دونوں کا آپس میں جھگڑا تھا کہ پہلے پانی کون لگائے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مقدمے کے موافق اور مخالف دلائل سنے تو وہ دلائل اس آدمی کی حمایت کر رہے تھے جو مذہباً یہودی کہلاتا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہودی کا پہلے حق بنتا ہے کہ وہ پہلے پانی لگائے اس کے بعد دوسرے کا

حق ہوگا۔ تو جو منافق تھا یعنی اندر سے مسلمان نہیں تھا اس نے کہا یہ فیصلہ مجھے منظور نہیں ہے۔ بلکہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں کیونکہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے احساسات، جذبات کا اسے علم تھا کہ یہودیوں کے بارے میں آپ کا موقف بڑا سخت ہے۔ جو نہی یہودی کا نام سنتے جائیں گے تو وہ اس کا خاتمہ کر دیں گے نتیجے کے طور پر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

جس وقت انہوں نے جا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دی تو اس یہودی نے کہا جناب اس ہمارے کیس کا فیصلہ سرکار دو جہاں ﷺ نے کر دیا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر منظور کس کو نہیں؟ جو منافق تھا اس نے کہا مجھے منظور نہیں۔ یہودی نے بتلایا کہ میں تو اس فیصلے کو مانتا ہوں لیکن یہ اس فیصلے کو نہیں مانتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مکانکما، جس جگہ ہو وہیں ٹھہرو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں، اندر جا کے تلوار کی دھار کو چیک کیا، واپس آ کر آؤ دیکھا نہ تاؤ آناً فاناً تلوار مار کے اس منافق کی گردن اڑا دی۔

اے جناب عمر رضی اللہ عنہ! آپ کی غیرت، آپ کی جراٴت، مردانہ، ہمت کو سلام، آج دن آپ کا نشانِ راہ قوم کو منزلِ مقصود کی نشاندہی کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا سمجھنے والا کتنا بدنصیب ہے جن کے ہر عمل میں قانون ترتیب پاتے ہیں ان کو برا سمجھنے والا مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟ اسی لئے ہم ہر محفل میں صحابہ کرام اور اہل بیت کا ذکر اچھائی سے کرتے ہیں۔ کیونکہ اہل بیت اور صحابہ کرام دین کی جان ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اس جگہ یہ سوچنے کا موقع ہے کہ کیا کوئی آدمی اگر نبی پاک ﷺ کی گستاخی کرے تو صرف حاکمِ وقت اور عدالت مجاز ہی فیصلہ کر سکتی ہے یا کوئی پبلک کا آدمی بھی اٹھ کے اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

ہدایہ شریف کے متن کے اندر احکام المرتدین کے اندر یہ جزیہ موجود ہے کہ کوئی آدمی اگر مرتد ہو جائے تو اس کو کوئی بھی شخص قتل کر سکتا ہے۔ شرعی طور پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس موقع پر سرکارِ دو عالم ﷺ کا جو عمل ہے وہ ثابت کرے گا کہ قانونی حیثیت کیا

بنتی ہے؟

حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ سوال نہ کیا کہ بتا تجھے یہ کس نے اختیار دیا کہ تو ایک آدمی کو قتل کر ڈالے؟ اور یہ کہ اس آدمی نے یہ جو کام کیا تھا کیا وہ اس طریقے سے واجب القتل بنتا تھا یا نہیں بنتا تھا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ سوال نہ کیا کہ بتا تجھے یہ کس نے اختیار دیا کہ تو ایک آدمی کو قتل کر ڈالے؟ اور یہ کہ اس آدمی نے یہ جو کام کیا تھا کیا وہ اس طریقے سے واجب القتل بنتا تھا یا نہیں بنتا تھا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تاثر یہ تھا کہ جس آدمی نے یہ کہا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قانونی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتا، وہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کا مرتکب ہوا ہے اور یہ صراحتاً ارتداد ہے اور یہ آدمی مرتد ہے لہٰذا اسے قتل کر دینا چاہئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی شخص سے پوچھتے نہیں ہیں کہ بتا اس کا حکم کیا ہے، یا یہ کہ یارسول اللہ ﷺ فرمائیے کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں بحیثیت مسلمان کے اپنے طور پر یہ جانتا ہوں کہ جو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قانونی بالادستی کو تسلیم نہ کرے، یہ ایسی بے ادبی ہے جس سے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہو جانے کی وجہ سے وہ واجب القتل ہوتا ہے، اس کو کوئی آدمی بھی قتل کر سکتا ہے۔ اس کے لئے عدالتِ مجاز سے رابطہ قائم کرنا ضروری نہیں ہے۔

اور سرکارِ دو جہاں ﷺ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مواخذہ نہ کر کے) یہ امر واضح کر دیا کہ اگر اس کا یہ عمل ضابطے کے خلاف ہوتا تو میں ضرور اس سے مواخذہ لیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا مواخذہ نہ کرنا اور ان سے کوئی دار و گیر نہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے اس عمل کو Legalize کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ نبی پاک ﷺ کے اوصاف و کمالات میں سے کسی ایک وصف کا بھی منکر ہو تو مرتد ہو جاتا ہے۔

کیونکہ پاکستان ایک Islamic State ہے ایک Secular State نہیں ہے۔ پاکستان بنتے وقت جس نعرے نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا ہے وہ یہی تھا کہ

"پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ"۔ سرکار ﷺ کے نام پر یہ وطن بنایا گیا ہے اور یہ ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اور اسلامی مملکت ہونے کے حوالے سے پاکستانی آئین (Constitution) میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ کوئی بات جو اسلامی قانون کے خلاف ہو وہ پاکستان کا قانون ہو سکتی ہی نہیں۔

جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ آدمی مرتد نہیں تھا، انہوں نے نہ قرآن کو سمجھا نہ حدیث کو سمجھا ہے۔ جس کو قانون Judicial Miscarraige کہتا ہے۔ قانون کے تمام تقاضوں کا مطالعہ کئے بغیر فیصلہ کر دیا، یعنی اس آدمی نے جس نے یہ فیصلہ دیا ہے اس نے worldly قانون کا تو مطالعہ کیا ہے، عدالتِ مجاز کے اختیارات کا تو اس نے جائزہ لیا ہے لیکن اسے یہ نہیں پتہ کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کا دائرہ کیا ہے؟ اور اس پر عمل کرانے کے لئے کسی عدالت مجاز کی ضرورت ہوتی ہے یا ہر کلمہ پڑھنے والا اس کا مجاز ہوتا ہے کہ اس کو پابند کرے کہ اگر مسلمان ہو تو اس لکیر سے آگے تم نہیں جا سکتے ہو۔

جس آدمی نے سرکار ﷺ کی عزت و آبرو کے تحفظ کے قانون کو کالا قانون کہا ہے، یہ خالص کافرانہ کلمہ ہے۔ نبی پاک ﷺ کی تعظیم اور عزت و آبرو مسلمان کا ایک ایسا یادگاری معاملہ ہے کہ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ایک بات صاف ستھری چلی آرہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف و کمالات میں سے کسی ایک وصف کا انکار کرنے سے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب کے بارے میں بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ کلمہ بھی پڑھ چکا تھا مگر وہ مرتد کس وجہ سے ہوا؟ سرکارِ دوعالم ﷺ کے ایک وصفِ کمال کا منکر ہوا کہ ختم نبوت سرکار کا وصفِ کمال ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا وصف کمال ہے کہ سرکار پر نبوت ختم ہو جانا، ایک وصفِ کمال کا منکر ہوا تو وہ مرتد ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا سب سے پہلا اہم کام جو تھا وہ یہی کام تھا۔ کہا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصافِ کمال کا منکر بھی ہو اور دنیا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہو، یہ دونوں ایک وقت میں نہیں ہو سکتے۔ یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں زندہ رہے گا یا نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصافِ کمال کا منکر دنیا میں زندہ رہے گا۔

اسلام میں اکثر دفاعی جنگیں لڑی گئی ہیں، یہ پہلی جنگ تھی جو جارحانہ جنگ تھی یعنی دشمن کے گھر جا کر کے لڑے، اس کے صحن میں جا کر لڑے۔ پہلی جنگوں میں دشمن حملہ کر کے آیا تو راستے میں روکا، یا ایسا ہوا کہ اس نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا مسلمانوں کو اس کا پتہ چل گیا، تو مسلمانوں نے اس کو روکنے کے لئے وقت سے پہلے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ defence کی قسم کی جنگیں تھیں، جارحانہ جنگ یہ پہلی (جنگ یمانہ) تھی۔ اس کا مطلب کیا ہوا کہ خدا کے منکروں کے ساتھ اگر جنگ ہو تو آپ دفاعی جنگ لڑیں گے اگر منکرِ مصطفیٰ کے ساتھ جنگ ہو تو آپ دفاعی جنگ نہ لڑیں، آپ کو جارحانہ جنگ لڑنے کی اجازت ہے۔ ان کے گھر جا کر کے جنگ لڑیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی گئی آپ بتائیں کہ اگر ساری فوج ادھر چلی گئی تو کل تیرہ ہزار آدمی ہمارے پاس ہیں، اگر یہ ساری کی ساری فوج اُدھر چلی گئی تو مدینہ طیبہ تنہا رہ جائے گا، پھر مدینے شریف کی عورتیں بے وارث رہ جائین گی اُن پر کوئی حملہ آور ہو تو اس کے دفاع کا کیا طریقہ ہو؟

اے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ! تیری غیرت، تیری شجاعت پر قربان۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس بات کو پسند کر سکتا ہوں کہ مدینہ طیبہ کی رہنے والی خواتین کی رانوں کا گوشت کتے کھا جائیں لیکن اس کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ گستاخِ مصطفیٰ ﷺ بھی دنیا میں زندہ رہے اور میں بھی دنیا میں زندہ رہوں۔

جس آدمی نے اس (گورنر سلمان تاثیر) کو قتل کیا اس نے عاشقانہ کام کیا ہے اور اس نے اپنی غیرت کا ثبوت دیا ہے، اس کی ڈیوٹی تھی کہ اس کام کو کرے۔ یہ سمجھنا کہ وہ کسی کا ملازم تھا اس پر ڈیوٹی تھی کہ وہ اس کی حفاظت کرے، سب سے پہلے آدمی اپنے باپ کی حفاظت کا پابند ہوتا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے منکرِ مصطفیٰ سمجھ کر اپنے باپ کو قتل کیا کہ نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ماموں، باپ کی مانند ہوتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے سگے ماموں کی گردن اتاری کہ نہ اتاری؟ اور قرآن مجید نے ان کی مذمت کی ہے یا تعریف کی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلۃ:۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی کہ تو نے عشق مصطفیٰ میں کیا ہے۔ گستاخِ رسول کو مارنا یہ دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتا، دہشت گردی کے زمرے میں تو وہ آتے ہیں جن کے پاسپورٹ ملے ہیں شناختی کارڈ ملے ہیں۔ داتا دربار سے تم نے اُن کو گرفتار کیا ہے پھر تم نے خود چھوڑ دیا ہے۔ اگر تم دہشت گردی کے بارے میں مخلص ہوتے تو پہلے ان کو سزائیں دیتے جن کی دہشت گردی تمہارے سامنے ثابت ہوگئی ہے۔ یہ تو ایک گستاخِ رسول کو اس نے مارا ہے، یہ تو عاشق رسول ہے۔

تمام مسلمانوں کی ڈیوٹی ہے کہ اس نوجوان (ملک ممتاز حسین قادری) کی حمایت کریں اور اس کو جیل سے باہر لانے تک اس کی پوری حفاظت کریں اور اس کے معاملات میں اخراجات کریں تاکہ اس کو کوئی گزند و آزار نہ پہنچے۔

قرآن مجید نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا تحفظ مہیا کیا کہ سب سے پہلے آدمی اپنے

باپ کی حفاظت کا پابند ہوتا ہے، کہا باپ کو بھی مار ڈالے اگر گستاخ رسول ہو تو۔

گورنر کا یہ کہنا کہ یہ عورت جو ہے اس نے سرکار ﷺ کی گستاخی کی ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ یعنی سرکار ﷺ کی گستاخی کو مباح قرار دینا، اس سے مرتد ہو جاتا ہے۔ یہ غلط فہمی ہے کہ مرتد نہیں ہوا، یقیناً وہ مرتد ہوا ہے، اس نے کہا ہے کہ یہ کالا قانون ہے۔

قربان جائیں ان بندگانِ خدا کے جنہوں نے وہ قانون بنایا تھا کہ نبی پاک ﷺ کی گستاخی کرنے والا مستوجب قتل ہے، اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہیے۔

اس جگہ (سورۃ بقرہ آیت ۱۰۴) قرآن مجید نے دو باتیں بیان کی ہیں۔

ایک تو اس جگہ رَاعِنَا کہا، یہ لفظ ایک عام تھا جو بول چال میں استعمال ہوتا تھا، کہا اگرچہ وہ لفظ مباح تھا مگر اس میں ایک بو ہتک کی پیدا ہوگئی تھی، معلوم ہوا بوئے ہتک بھی سرکار کے بارے میں باعثِ ارتداد ہے۔ جو آدمی ایسا لفظ استعمال کرے جس میں ہتک کی بو آ سکتی ہو تو پھر وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

قرآن مجید نے فرمایا: لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جو اس رائے سے کہ سرکار ﷺ کی ہتک ہو وہ لفظ استعمال کرتے ہیں، وہ ہمارے قانون میں مسلمان نہیں ہیں وہ "کافرین" ہیں۔

اور دوسری جگہ یہ فرمایا کہ محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ فیصلہ دیا تو رب کریم نے یہ کہا اے محبوب! جو بات عمر رضی اللہ عنہ نے کی ہے ہم عمر کے ساتھ ہیں۔ موافقاتِ عمر، تمام علماء کرام بیان کرتے چلے آئے ہیں اور یہ "موافقات عمر" میں سے ایک آیت ہے۔ اس سے مانو کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات کا جو ذوقِ قضا ہے وہ اس نوعیت کا ہے اگر اتنی بات کہہ دے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ فیصلہ منظور نہیں کرتے تو یہ فیصلہ عام لوگوں کی بول چال میں تو بے ادبی کا کلمہ نہیں بنتا لیکن قرآن مجید نے یہ بات واضح کی ہے کہ:

(A.S) Legal Supermacy of Muahmmad Mustafa

ایک admitted fact ہے قرآن مجید کا۔ جب یہ مسئلہ پیش آجائے کہ بتاؤ کسی ملک کی سب سے زیادہ بااختیار عدالت کون سی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، جس کے فیصلے کے خلاف کوئی

اپیل نہ ہو سکے۔ یہاں قرآن مجید نے Right of Appeal سلب کرلیا ہے۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵)

یعنی جب تک وہ فیصلوں میں گڑبڑ محسوس کریں تو بھی بے ایمان ہیں، جو آپ نے فیصلہ دیا ہے جب تک اس میں گڑبڑ محسوس نہ کریں۔ اس کی Impugnement نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی اپیل کا کاغذ داخل کرتے ہیں تو یہی پہلا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فاضل عدالت نے جو فیصلہ کیا ہے ہم اس کی impugnement یعنی اس کی تردید کرتے ہیں۔

تو قرآن مجید نے کہا جو تیرا فیصلہ ہے اگر اس کے بارے میں ذہن میں بھی یہ سوچیں کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی ہونی چاہئے ہمیں اچھا نہیں لگا۔ کہا ذہنی طور پر بھی اگر اچھا نہیں لگا اور عملاً بھی، تو دونوں صورتوں میں مرتد ہوں گے کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔

قرآن نے قسم فرما کے یہ بات کیوں کہی ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے قیامت تک کے لئے پروردگارِ عالم نے سرکار ﷺ کی عزت و عظمت کو تحفظ فراہم فرمایا ہے کہ میرے محبوب کی قانونی بالادستی ایسی ہے کہ اگر کوئی اتنا کہہ دے کہ سرکار کا اتنا اختیار نہیں، یہ اختیار سے زیادہ آپ نے فیصلہ کر دیا ہے تو ایسی صورت میں بھی وہ مرتد ہے۔

قرآن مجید نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۳۶)

اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں ہے۔

جب کسی مومن اور مومنہ کے بارے میں سرکار فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ کہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔

سب سے پہلی مرتبہ Athens میں جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور اس میں سب سے پہلا اصول جو آیا تھا جمہوریت کا وہ یہ تھا کہ کسی عاقل بالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے آج بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور کسی بالغ لڑکے کی طرف سے بھی کوئی باپ قبول نہیں کر سکتا جب تک وہ لڑکا راضی نہ ہو۔

لیکن نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات کو جب اس حوالے سے چیلنج کیا گیا تو پروردگارِ عالم نے کہا زینب تو یا تیرے ماں باپ اگر میرے محبوب کے فیصلے کو اس لئے reject کریں کہ تو بھی بالغہ ہے تو بھی راضی نہیں، تیرے ماں باپ بھی راضی نہیں تو یہ ایمان کی موجودگی میں نہیں کر سکتے، ایمان کو ضائع کر کے کہہ سکتے ہو۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قانونی بالادستی ایسی ہے کہ اس کے خلاف اگر ایک جملہ بھی بولا جائے تو اس سے آدمی کا ایمان مکمل طور پر ضائع ہو جاتا ہے۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ۷)

جو کچھ تمہیں رسول دے تم لینے کے پابند ہو، جس سے منع کرے اس سے تم منع ہو جانے کے پابند ہو۔

اب ایک طبقہ جو کہتا ہے کہ نبی کسی بااختیار شخصیت کا نام نہیں۔ اس جگہ بتایا اسمبلیوں میں تین خواندگیوں کے ساتھ پڑھنے کے بعد بھی جو فیصلے تم قائم کرتے ہو وہ فیصلے پھر چیلنج ہو سکتے ہیں اگر Directive Principle کے خلاف ہوں یا Principle of Policy کے خلاف ہوں پھر چیلنج ہو سکتے ہیں Supreme Court میں لیکن محبوب کبریا کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو تم کسی بھی کورٹ میں چیلنج نہیں کر سکتے تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ قانونی بالادستی جو ہے اس کے متعلق یہ جملہ بولا جائے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اختیار نہیں ہے تو اس پر بھی وہ آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے کہا میں قسم فرما کے کہتا ہوں کہ یہ کبھی

مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ ان فیصلوں کو دل سے تسلیم نہ کرلیں۔ بعض اوقات آدمی
گراں گزرتا ہے کہ فیصلہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے اچھا نہیں لگا۔ فرمایا: یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا جب
تک دل سے وہ تسلیم نہ کرلیں اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔

اسلام نے دہشت گردی کی جو مخالفت کی ہے وہ ان بنیادوں پر کی ہے کہ آپ
کے قلمرو میں جتنے بھی لوگ رہتے تھے کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا۔ اسلام ایک اتنا بڑا مشن
جس کے لئے وطن بھی چھوڑے گئے، گھر بار بھی چھوڑے گئے، بیوی بچے بھی چھوڑے گئے
مگر اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کسی غیر مسلم کے ساتھ جبر نہیں کیا گیا۔ اگر اپنا منشا پورا
کرنے کے لئے اُن پر جبر کیا جاتا تو دہشت گردی کے زمرے میں آتا۔ فتح مکہ کے موقع
پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ سب سے زیادہ اذیت جس شخص نے
پہنچائی ہے وہ ابوسفیان ہے۔ بدر کی جنگ بھی اسی کی بنیاد پر لڑی گئی، احد کے اندر جو جنگ
لڑی گئی ہے اس کا مصنف بھی یہی ہے اور احزاب مین جو جنگ لڑی گئی ہے اس کی قیادت
اسی نے کی ہے، اور آج میں جو کہتا ہوں کہ جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو
جائے اس کو بھی معافی ہے، اس کو بھی امان ہے جو آدمی ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امان
ہے، جو کعبے شریف میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان ہے۔ اسلام کو دہشت گردی کا
رو دار قرار دینا یا مذہبی پیشواؤں کو اس کی حوصلہ افزائی کا باعث سمجھنا، یہ قطعاً نادانی ہے۔

ہم لوگ تو وہ پاکستانی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں بھی خرچ کی ہیں، مال بھی خرچ
کئے ہیں، پاکستان ہمارے بزرگوں نے بنایا اس لئے ہم پاکستان کے چلانے میں بھی، جتنی
ہماری طاقت ہے، مقدور بھر اس کے ساتھ ہیں اور قبر تک رہیں گے۔ پاکستان ہمارا وطن
ہے، ہم اس کی بقا چاہتے ہیں۔ جو دہشت گردی کے حوالے سے یا کسی اور بھی حوالے سے
پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام آدمیوں کو جو دشمن تھے جنہوں نے شہر سے نکالا
تھا، جب سارے اکٹھے کر کے سرکار کے سامنے پیش کئے گئے تو سرکار نے فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم آج میری طرف سے تم پر کوئی پکڑ نہیں۔

اس نبی کے امتی کہاں دہشت گرد ہو سکتے ہیں؟

ہمارے نزدیک تو نبی کریم ﷺ کا وہ طریقہ کار ہے کہ جن دشمنوں نے شہر سے نکالا تھا سرکار ﷺ نے جب ان پر پورا غلبہ حاصل کر لیا اور جو ملک کے اندر رائج الوقت قانون تھا اس کے مطابق وہ غلام بنائے جانے کے پابند تھے لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا: انتم الطلقاء۔ نہ تمہیں غلام بناتے ہیں، جتنا مال غنیمت لوٹا ہے سارا واپس کرو، سارا مال غنیمت واپس کر دیا، ڈھور ڈنگر واپس کر دیئے، کسی عورت کو کنیز نہیں بنایا گیا۔ کسی مرد کو غلام نہیں بنایا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے نہایت نرمی اور رحم دلی کی شان دکھاتے ہوئے تمام کفار پر مہربانی فرمائی اور ان کو وہ زندگی کی سہولتیں عطا فرمائیں۔

اور دیکھئے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے اُن پر غلبہ حاصل کر لیا تھا تو فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟ اس کو بلایا، بلا کر فرمایا یاد ہے وہ وقت جس وقت کہ مجھے تو نے کعبے شریف سے نکالا تھا۔ کہا یاد ہے آپ نے فرمایا میں نے کہا تھا کہ کعبے شریف کے اندر رات رہنا چاہتا ہے تو تم نے کہا کہ کعبے شریف کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو پھر! میں نے کہا باہر سے تم تالا لگا دو، میرے پاس اندر کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ باہر تالا لگا ہوا ہو اور اندر سے کوئی چیز چرا کر لے جاؤں۔ تو تم نے میری ایک نہ مانی۔ اس وقت میں نے تمہیں کہا تھا ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ کعبے کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی،، جس کو میں دے دوں گا یہ چابی اس کے پاس رہے گی۔ یاد ہے وہ بات۔ اس وقت عثمان بن طلحہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یاد ہے آپ نے فرمایا بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کے ساتھ وہ سلوک کیا تھا وہ میری شان کے لائق تھا آپ وہ سلوک کریں جو آپ کی شان کے لائق ہو۔ آپ نے وہ چابی اس کو واپس کر دی۔ فرمایا پہلے کافروں کے ہاتھ کی دی ہوئی تھی وہ واپس لے لی گئی ہے، اب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے ہاتھ کی دی ہوئی ہے اب زندگی میں کوئی تم سے یہ چابی واپس نہیں لے گا۔ اس وقت کے اعتبار سے یہ Key Post تھی۔ اس وقت کے سیاسی امور میں کعبے کا چابی بردار ہونا یہ بہت بڑی نمبرداری تھی۔ آپ نے وہ چابی اس کو واپس کر دی اور وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

تم جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے   اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے

اسلام نے تو مومن اور کافر کو برابر کی سہولتیں equal opportunities فراہم کی ہیں۔ اس سے ثابت کر دیا کہ میں نہ صرف رحمۃ للمسلمین ہوں بلکہ رحمۃ اللعالمین بھی ہوں میں کافروں کے لئے بھی رحمت ہوں، مومنوں کے لئے بھی رحمت ہوں، سب میری رحمت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

تو سرکار نے دہشت گردی کہاں سکھائی ہے؟ سرکار تاجدارِ مدینہ ﷺ نے ان کافروں کو جنہوں نے سرکار کو شہر مکہ سے نکالا تھا بدر کے میدان میں جب وہ ہار گئے ان کی لاشیں میدان میں پڑی ہوئی تھیں تو سرکار ﷺ نے فرمایا اگر چہ یہ کافر ہیں، یہ ہمارے دشمن ہیں اگر چہ وطن سے ہمیں انہوں نے نکالا تھا لیکن تاہم انسان تو ہیں۔ اسلامک لاء کی رولنگ یہ کہتی ہے کہ:

ولقد کرمنا بنی آدم (الاسراء:۷۰)   اولاد آدم کو بزرگی عطا فرمائی۔

یہ ہمارے دشمن ہی سہی لیکن آدم کی اولاد تو ہیں، ان کو درندوں کے سامنے پھینک دینا یہ بھی دہشت گردی کا ایک حصہ ہے۔

بغداد کی فتح کے بعد زندہ بندوں پر کتے چھوڑے گئے مگر قربان جائیں اسلام کے، سرکار نے فرمایا ان کی لاشوں کو روپوش کر دو، اگر چہ یہ کافر ہیں مگر انسان تو ہیں اور ان حالات میں ان کو یہاں باہر پھینک دینا کہ درندے ان کو کھا جائیں یہ انسان کی ہتک ہتی ہے۔ اسلام تو انسان کی رواداری کرتا ہے۔ اور اسلام نے یہ حکم دیا کہ جب کسی علاقے پر تم غالب آجاؤ تو عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دشمنوں سے پوری مراعات برت کے ثابت کر دیا کہ میں انسان کا دشمن نہیں۔ کسی مفتوحہ علاقے کے بارے میں فرمایا اُن کے درخت مت ضائع کرو، اُن کے جانور اُن کی عبادت گاہیں مت ضائع کرو۔

ہمارے مذاہبِ اربعہ کے تقابلی مطالعے کے اندر یہ بحث آتی ہے اور ابن رشد نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد والنہایۃ المقتصد کے اندر یہ بحث چھیڑی ہے

کہ کسی مفتوحہ علاقے میں ہندوؤں کے مندر، سکھوں کے گردوارے، چرچ وغیرہ گرانے کی اجازت نہیں ہے۔ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ بچوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ جو ان کے مذہبی پیشوا ہیں اگرچہ وہ کفر کے پیشوا ہیں لیکن کم از کم وہ تقدس کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے، آج ان کو ذلیل کر کے مارنا یا گھسیٹنا یا ان کے ساتھ جبر کرنا منع ہے۔ جس نے کافروں کے پیشواؤں کو بھی عزت دی ہے اور ان کو ذلیل و رسوا اور ان کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے، کیا وہ اسلام کبھی اپنے حلقوں میں دہشت گردی کی اجازت دے سکتا ہے؟

جس وقت بھی آپ چیک کریں گے آپ کو جگہ جگہ یہ ثبوت ملے گا کہ اسلام نے دہشت گردی کو روکا ہے۔ دہشت گردی اس وقت کہلاتی ہے جب انسان اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے کسی پر جبر کرے اور اپنی بالادستی جمانے کے لئے غیر آئینی راستہ اختیار کرے۔ جس وقت کوئی آدمی آئینی راستہ اختیار کرتا ہے تو اس آدمی کو نہ دہشت گرد کہہ سکتے ہو نہ ظالم کہہ سکتے ہو۔

یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل اللہ نے آج تک نظام عدالت اور شخصی معاملات میں حضور اکرم ﷺ کے دین، حضور ﷺ کی عزت و آبرو کو مقدم سمجھا۔ اسلام نے کبھی اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کبھی کسی کے ساتھ جبر نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے جو تعلیمات دی ہیں کہ کافروں کے علاقے میں جب جاؤ تو ان پر جبر مت کرو اور انسانی حقوق کا لحاظ رکھو۔

جب حضور ﷺ کی طائف کے میدان میں حنین والوں کے ساتھ جنگ ہوئی اور خیبر کی جنگ کے بعد غالباً اتنا مالِ غنیمت کسی زمانے میں ہاتھ نہیں آیا۔ اس جنگ میں شیما خاتون حضور ﷺ کی ایک رضاعی بہن تھیں، اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے قبیلے کے جتنے جانور تم نے لئے ہیں وہ سارے واپس کرو اور مال و اسباب بھی واپس کرو۔ کسی ہاری ہوئی قوم کے ساتھ اس طرح کی مروت کرنا یہ انسانی زندگی کی تاریخ میں کہیں بھی ثابت نہیں۔

سپین میں Invasion ہوئی تھی جن لوگوں نے وہ علاقہ فتح کیا تھا ایک لاکھ آدمیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ایک جگہ بند کر کے آگ لگا کر جلا دیا۔ وہ واقعہ بتاتا ہے کہ جو انسانی حقوق کے دعویدار بنے پھرتے ہیں انہوں نے ایک لاکھ کی تعداد میں انسانوں کو بند کر کے اوپر سے آگ لگائی۔

مگر اسلام نے پہلی مرتبہ جس وقت بدر کے قیدیوں کو بطورِ قیدی اپنے پاس رکھا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اتنا اچھا سلوک کیا گیا کہ بہت سارے بدر کے قیدی بعد میں مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کی وجہ انہوں نے یہ بتلائی کہ مسلمانوں نے ہمارے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہم سمجھ گئے کہ اسلام ایک سچا دین ہے۔ ان کے بچے بھوکے رہتے تھے لیکن ہم بھوکے نہیں رہتے تھے، ہمیں یہ پیٹ بھر کے کھانا دیتے تھے۔ اُن کے بچے بغیر بستر کے سو جاتے اور ہمیں بستر دیتے۔ حضور ﷺ نے حسن اخلاق اور مروت کی تعلیم دی۔ انسان کی آبرو کی تعلیم دی۔

ایک جنگ میں حاتم طائی کی لڑکی گرفتار ہو کر حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس قانون کو استعمال فرمانا چاہا جو دشمنوں نے ان کے مقابلے میں پیش کیا تھا کہ جتنے بھی مسلمان قیدی ان کے ہاتھ آئے تھے ایک ایک کر کے انہوں نے قتل کر دیئے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ آرڈر پاس کیا، جس وقت دشمن کے قیدی تمہارے ہاتھ لگیں ایریا کمانڈر کی اجازت سے تم بھی ان کو قتل کر سکتے ہو۔ اس وقت حضور ﷺ خود ایریا کمانڈر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو میرے پاس لاؤ، جب ان قیدیوں کو لایا گیا تو اس لڑکی کو بھی ساتھ لایا گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ انسانیت کا بڑا خیر خواہ تھا، وہ بڑا سخی انسان تھا، انسان سے ہمدردی کرتا تھا۔ اگر کوئی بھی انسان سے ہمدردی کرتا رہا تو سرکار ﷺ نے اس کی زندگی اور اس کے مرجانے کے بعد بھی اس کا اعزاز کیا ہے۔ سرکار ﷺ نے اس کے جسم پر چادر ڈالی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یہ کافر کی بیٹی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کافر کی بیٹی ہے لیکن بیٹی تو ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ باقیوں کو قتل کرو۔ حاتم طائی کی بیٹی

نے کہا، یارسول اللہ ﷺ میں ایک نامی گرامی باپ کی بیٹی ہوں، اگر میرے خاندان کے دس آدمیوں کو مارنا مطلوب ہے تو پہلے مجھے مارو کیونکہ تاریخ جب لکھے گی کہ حاتم طائی کی بیٹی کی جان بچی تھی لیکن اس کے سامنے دس جوانوں کا قتل عمل میں آیا تھا اور وہ سامنے خاموش کھڑی رہی تھی۔

مسلمانو! ہوش کرو، ہم جن لوگوں کی اولاد ہیں وہ بڑے نامی گرامی لوگ تھے ہمیں دنیا میں ایسا کردار پیش کرنا چاہئے کہ ہمارے آباؤ اجداد کے کردار میں تازہ زندگی آجائے۔ ایک کافر کی بیٹی ہے لیکن عین تلوار کی دھار پر کھڑے ہو کر اپنی غیرت کا ایسا ثبوت دیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ گر ان کو مارنا چاہتے ہیں تو پہلے مجھے ماریں تاکہ تاریخ یہ ریکارڈ کرے کہ حاتم طائی کی بیٹی تھی وقت آیا تو دس جوانوں کی زندگی کو تھوڑی دیر لمبا کرنے کے لئے پہلے اپنی جان دے دی۔

حضور ﷺ نے فرمایا جہاں اس لڑکی کو معاف کرتے ہو اس لڑکی کی وجہ سے باقی ان دس کو بھی معاف کردو۔ انسانیت کا ایسا محسن جو دشمن کو بھی معاف کرے اس کے مذہب میں دہشت گردی کی رواداری کہاں ہے؟

دہشت گردی میں بنیادی مسئلہ قتل انسانی ہوتا ہے، اس کے جان و مال کی تباہی ہوتی ہے۔ اسلام نے کبھی دہشت گردی کی رواداری نہیں لی۔ اس کا پہلا نمونہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے دیا جب آدمیوں کی اکثریت بھی ان کے ساتھ تھی جب ذہنی اور فکری حمایت انہوں نے حاصل کی اور فرزند، رسول بھی تھے اور ان کو خلیفہ بنا دیا گیا تھا وہ جنگ کر سکتے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قوم کی جان و مال، عزت و آبرو کو بچانے کے لئے میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں لیکن قوم کی خون ریزی قبول نہیں کرتا ہوں۔

ہم ان لوگوں کی اولادوں میں سے ہیں ان لوگوں کے پیروکار ہیں اس لئے ہمارے ذمے یہ دہشت گردی کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔ اس کو کس طرح دہشت گرد کہتے ہو جس نے حضور ﷺ کی عزت کو تحفظ دینے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈالی۔ سب سے پہلے وہ اس خدا کی ذات کا پابند تھا جس نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی عزت کو تحفظ دینے کا

پابند تھا جس کا اس نے کلمہ پڑھا۔ یہ زمین خدا کی ہے، یہ آسمان خدا کا ہے، وہ بندہ خد... زمین پر رہتا تھا، مدینے والے کی حکومت میں رہ کر اس نے یہ کہا کہ یہ کالا قانون... سرکار ﷺ کی عزت کو تحفظ دینے والے آئین کو ظالمانہ یا کالا قانون کہنا، یہ کفریہ کلمہ...

تمام مسلمانوں کو ملک ممتاز قادری کی حمایت کرنی چاہئے، ہم عدالتوں سے ... مطالبہ کرتے ہیں کہ عدالت نے ایک ایسا فیصلہ دیا ہے جو ایک ...icial miscarraige ہے، دنیاوی قانون کے تقاضوں کو چیک کیا اسلامی قانون کے تقاضو... چیک نہیں کیا۔ انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ اس نے گستاخانہ کلمہ کہا ہے، وہ گورنر نہیں گورنر کا پاس... کرے تو بھی مرتد ہوگا۔ ملک کا سربراہ ہو کر کرے تو بھی مرتد ہوگا۔ مرتد ہونے کے ... ہونا امر مانع نہیں ہے۔ کوئی یہ سمجھے کہ اتنے بڑے عہدے پر تھا حکومت کی اس کو حما... حاصل تھی اگر کوئی بڑے سے بڑا بھی حضور کا گستاخ ہو تو وہ واجب القتل ہے۔ تمام مسلمان... یہ محسوس کرنا چاہئے کہ ہماری زندگی کا منشاء یہی ہے کہ ہم اپنی جان و مال کی قربانیاں دے... کے سرکار ﷺ کی عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کریں۔ اگر ہم حضور ﷺ کی عزت و آبرو کو تحفـ... فراہم نہیں کر سکتے تو ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کیا لگتے ہیں؟ حضرت ابوبکر صد... رضی اللہ عنہ نے پورے ملکی دفاع کو ایک بارڈر میں باندھ دیا اور مدینہ شریف تنہا رہ گیا اور فر... ہمارا کوئی بھی نقصان ہو جائے ہمیں قبول ہے لیکن نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف و کمال... ایک بھی منکر ہو اور دنیا میں زندہ رہے تو صدیق اکبر اس دنیا میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

اس سے ہمارے باقی جو جھگڑے چل رہے ہیں۔ اگر ایک وصف کا منکر مرتد ... تو سرکار کے کئی اوصاف و کمالات کا منکر مسلمان کس طرح رہ گیا؟ مرزا قادیانی پر پہلے ارتداد ... فتویٰ علماء نے اسی لئے لگایا تھا کہ سرکار ﷺ کے ختم نبوت کا جو منصب ہے، ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اس کا انکار کیا۔ تمام اہل اسلام نے اس کو واجب القتل مرتد قرار دیا۔ اس سے بیتر جتنے بھی مدعیانِ نبوت گزرے ہیں کوئی ایک بھی طبعی موت سے نہیں مرا۔

گستاخِ رسول واجب القتل ہے، اس کے لئے عدالت مجاز کا انتظار کرنا ضروری نہیں کوئی بھی مسلمان اس کو مار ڈالے، ہدایہ کے متن کے اندر موجود ہے کہ اس پر کوئی

مواخذہ نہیں ہے۔ میں بحیثیت مسلمان اس بات کا پابند ہوں کہ حضور ﷺ کی عزت و آبرو کو مال و جان کے ذریعے تحفظ فراہم کروں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا آج کیوں یاد کرتی ہے؟ ایک آدمی جو سیٹ پر بیٹھا وہ سیٹ پر بیٹھ کر گستاخی کرنے لگا کہنے لگا کہ دین محمدی کے مطابق اگر شراب جائز نہیں ہے تو دین عیسیٰ کے مطابق مجھے پلا دو، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اہل مدینہ یزید کے خلاف اس وقت کھڑے ہو گئے جس وقت ہمیں یہ یقین ہونے لگا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے، کیونکہ یہ بیٹیوں کے نکاح باپوں کے ساتھ، بہنوں کے نکاح بھائیوں کے ساتھ کرنے کو مباح سمجھتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آج تک جتنے بھی اہل اللہ گزرے ہیں انہوں نے اپنی جانیں صرف اس پر قربان کیں کہ سرکار ﷺ کی عزت کو تحفظ مل سکے۔ اگر عزت کو تحفظ نہ مل سکے تو جینا کس کام کا۔ وہ جیتے بھی اسی لئے ہیں مرتے بھی اسی لئے ہیں، وہ جینا و مرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے جو حضور ﷺ کی راہ میں عزت و آبرو میں ہو۔ جو حضور ﷺ کی آبرو پر قربان نہ وہ سکے وہ جینا جینا نہیں نہ وہ مرنا مرنا ہے وہ تو صرف وقت کا ضائع کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سب سے بڑا کمال کیا تھا؟ سب سے بڑا کمال یہی تھا کہ وہ یہی سمجھتے تھے کہ ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی جان و مال قربان کرنے والے ہیں۔ وطن کی ضرورت پڑی تو وطن قربان کیا، اولادیں، جائیدادیں قربان کیں۔ ملک ممتاز قادری نے بھی جان کو خطرے میں ڈالا ہے، مردوں والا کام کیا ہے، جن جن علماء نے سپورٹ کی ہے، جن جن وکلاء نے اس کی سپورٹ کی ہے، وہ جواں مرد لوگ ہیں اور قوم اور تاریخ ان کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔

غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کام کیا تھا؟ ایک منکر مصطفیٰ کو ہلاک کیا تھا، آج تک دنیا اس کو یاد رکھتی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم میدان میں آ کر کہنے لگے کہ دیکھو ہم بڑے بڑے مولوی، پیر، وکیل، درویش، سید، عالم پیچھے رہ گئے لیکن ایک لوہار کا بیٹا بازی لے گیا۔ اس وقت کس کس کا نام بولے گا جس جس نے جان دی تھی۔ اس وقت علامہ اقبال مرحوم کا

نام نہیں بولا، محمد علی جناح کا نام نہیں بولا، اُس لوہار کے بیٹے کا نام بولا۔ غازی علم الدین
جس نے اپنی جان کو وہاں ترازو پر چڑھا کے بتلا دیا کہ میں سرکار ﷺ کے لئے
جان پیش کر سکتا ہوں۔ آج بھی سارے مسلمان ملک ممتاز قادری کی مالی مدد بھی کرو،
مدد بھی کرو۔ میں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اُس (گورنر) کا یہ کلمہ گستاخانہ ہے، جس
وجہ سے وہ مرتد ہوا۔ سورۃ بقرہ میں ہے کہ ایک کلمہ مباح تھا لیکن اس میں ہتک کی بو
گئی، سوئے ادب کی وجہ سے بولنے والے مرتد ہوئے۔

ہر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ اسلامی ملکوں میں گستاخ رسول کو مار ڈالے۔ اسلامی
مملکت کی شرط ہے، UK میں یہ حق استعمال نہیں کر سکتے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک
ہے اس میں پبلک کا کوئی آدمی اس کو مار سکتا ہے۔

اس میں ایک بحث ہے کہ آسیہ جو کرسچین عورت تھی جس نے سرکار ﷺ کی بے
ادبی کی تھی سلمان تاثیر نے اس کی حوصلہ افزائی کی کہ تم فکر نہ کرو تمہاری سزا معاف ہو جائے
گی۔ ایک گستاخ رسول کی حوصلہ افزائی کرنا ارتداد ہے۔ یہ کہنا کہ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ
قانون، کالا قانون ہے۔ یہ ملک پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ اقبال، محمد علی
جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بنایا تھا۔ علامہ اقبال نے کہا:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروے ما زنامِ مصطفیٰ است

لوگ محلات میں کسی باعزت مقام پر عزت کا مقام بناتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم
ﷺ جس ذات کا نام ہے وہ مسلمانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں بستے ہیں۔ ہمارا ایمان
ہماری عزت حضور ﷺ کے قدموں کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک حضور ﷺ کے
قدموں کے ساتھ وابستہ رہیں گے جنگل کے درندے بھی اس وقت تک ہماری عزت
کرتے رہیں گے۔

پاکستان بنانے والے لوگوں میں بڑے بڑے نیک اہل اللہ لوگ تھے جو نبی
پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کرنے والے لوگ تھے۔ دیوبند کے شیخ الحدیث حسین
احمد مدنی نے جب یہ بات کہی تھی کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں پیچھے مسلمان ہوں، اس نے کہا تھا

قومیں اوطان سے بنتی ہیں یعنی قوموں کا تعلق وطنوں سے ہوتا ہے۔

علامہ اقبال نے جواب دیا:

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ　　　ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است　　　چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(برصغیر کے) مسلمانوں کو ابھی تک صحیح راز پتہ نہیں چلا ورنہ دیوبند کا رہنے والا وہ یہ کہے کہ دین کا تعلق وطن سے ہے۔ وہ اسلام کا کیا لگتا ہے؟ اگر دین کا تعلق وطن سے ہوتا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق ملک فارس (ایران) سے تھا لیکن فارس کے خلاف لڑے۔ اہل فارس نے کہا تم فارسی ہو کر اہل فارس سے لڑتے ہو؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا میں پہلے مسلمان ہوں پیچھے فارسی ہوں۔ حضرت حبیب یمنی رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے، یمنیوں کے ساتھ لڑے، اور فرمایا میں پہلے مسلمان ہوں پھر یمنی ہوں۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ رومن کے ساتھ لڑے، اور کہا میں پہلے مسلمان ہوں پھر رومی ہوں۔

یہ ہندی وہ خراسانی یہ تورانی وہ افغانی　　　تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا

آخر میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اپنے آپ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اگر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنے آپ کو نہیں پہنچا سکے تو ابولہب ٹھہرو گے، تمہاری ساری زندگی ابولہب کی زندگی ہوگی۔

پاکستان کا قانون وہ کیسا قانون ہو سکے گا جو حضور ﷺ کی بے ادبی پر مشتمل ہو حضور ﷺ کی گستاخی کا قانون پاکستان کا قانون نہیں ہو سکتا۔ جب تک مسلمانوں کا آخری بچہ بھی اس وقت ملک پاکستان میں زندہ ہے اس وقت تک سرکار کی گستاخی کو کبھی مباح نہیں قرار دے سکتے ہو۔

آج کل یہ سوال بھی اٹھایا جا رہا ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے اس کو بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث پاک میں ہے:

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کی بات ہے کہ ایک یہودن حضور ﷺ کے خلاف مذمت کے اشعار لکھا کرتی تھی رات کو سوتے وقت اس کے گرد اگرد اس کے خاندان کے لوگ چارپائیاں بچھا کر سویا کرتے تھے۔ایک نابینا صحابی لوہار کے پاس گئے اس سے پوچھنے لگے کہ جس کا نام تلوار ہے وہ کس طرح ہوتی ہے؟ ہاتھ لگا کہ مجھے بتلاؤ اس نے کہا جس کا نام تلوار ہے اس طرح کی شے ہوتی ہے اس صحابی نے کہا جو پیسے مانگتے ہو میں تمہیں دیتا ہوں، یہ تلوار مجھے دے دو، وہ تلوار لے کر چلے گئے۔

خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے کہ وہ اس یہودن عورت کے مکان کے اندر کیسے داخل ہوئے؟ اور سارے آدمیوں کے درمیان سوئی ہوئی عورت کو کس طرح پہچان لیا۔اور وہ یہودن عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی، جا کر کے تلوار کی نوک اس کی چھاتی پر رکھ دی۔وہ صحابی خاصے وزنی آدمی تھے۔دوسرا ہاتھ اس عورت کے منہ پر رکھ دیا۔جب تک اس عورت نے آخری سانس نہیں لیا اس وقت تک اس کو نہیں چھوڑا۔تلوار کو اس کے کپڑوں کے ساتھ صاف کر کے واپس آگئے۔آکر اس تلوار کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکل کر کہنے لگے آؤ یارو تمہیں دکھائیں ایک بن آنکھوں کے دیکھنے والا بینا ہے، اس کی آنکھیں نہیں مگر بینا ہے۔

حضور ﷺ کا اس صحابی سے جواب طلبی نہ کرنا کہ تم نے اس عورت کو کیوں مارا ہے؟ جبکہ وہ ایک یہودن عورت بھی ایک State Subject (ریاست مدینہ کی رعایا) تھی۔اس نے سرکار ﷺ کی گستاخی کی تھی گستاخی کرنے کے بعد زندہ تھی، ایک نابینا صحابی نے اس کو مارا اور کہا کہ میں اس کو مارنے والا ہوں جو بدلہ لینا ہے مجھ سے لے لو۔اس صحابی کی طبعی موت ہوئی، اور مدینہ شریف بقیع کے قبرستان میں ان کو دفن کیا گیا۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر عورت بھی گستاخی رسول کرے تو وہ بھی مستوجب قتل ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس صحابی سے مواخذہ نہ لیا یہ کافی ثبوت ہے اس بات کا کہ سرکار ﷺ کا گستاخ مرد ہو یا عورت وہ اسلامی ریاست میں مستوجب قتل ہے۔

عصمت نبوت اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم خطاب

مرتب: ملک محبوب الرسول قادری

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ط وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَلَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَرِیْمًا ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ.

یَارَبِّ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ شَانِ حَبِیْبِہٖ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْہِ الْاَنْوَرِ.

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کا فضل و کرم ہے اور اس کا احسان ہے کہ ہم اور آپ اللہ کے حضور سر بسجود ہونے کے لیے حاضر ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ گناہگار سیاہ کار کی اور آپ کی حاضری قبول فرمائے۔ قرآن مجید فرقان حمید اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے جو فارق حق و باطل ہے۔ یعنی حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والی

کتاب ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید کا ایک نام فرقان بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ۔ (سورۃ الفرقان رقم الآیۃ ۱) بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر۔

فرقان! قرآن مجید کا نام ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ فرقان کا معنی نور، ظلمت، سچ اور جھوٹ کے درمیان فیصلہ کرنے والی اور راہ دکھانے والی کتاب۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

(سورۃ النساء رقم الآیۃ ۵۹)

اس آیہ کریمہ کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تم میں کوئی اختلاف ہو جائے یا دین کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو اور سنت رسول کی طرف کیونکہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا حل قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ یہ اللہ رب العالمین جل جلالہ کی آخری کتاب ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے مسائل ہیں کہ جن میں لوگوں کے ذہنوں میں اختلاف پیدا ہوا اگر کسی مسئلہ پر تاویل کی گنجائش ہو تو بجائے اس میں اپنی رائے (اٹکل پچو) لگائی جائے قرآن مجید فرقان حمید کی طرف لوٹنا چاہیے جیسا کہ ارشاد ہوا:

فردوہ الی اللہ والرسول اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف لوٹو کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جملہ انبیاء کرام کے متعلق متعدد مقامات پر ایک بات خاص طور سے ارشاد فرمائی اور خصوصی طور پر حضور پرنور سید العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد فرمایا۔

"وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔" اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ (سورۃ المائدہ رقم الآیہ ۶۷)

اسی لیے امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے یہ قرآنی عقیدہ ہے کہ نبی برحق حضور پُرنور ﷺ اور تمام انبیاء مرسلین معصوم ہوتے ہیں۔ معصوم کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو ان سے ارادۃً کوئی گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی بغیر ارادہ کے۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی کوئی نسیان ہو جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ آپ اس درخت کے قریب مت جائیے گا (جنت میں رہیں لیکن درخت کے قریب مت جائیے گا)۔

حضرت آدم علیہ السلام اس درخت کے قریب گئے تو رب العالمین نے یہ نہیں فرمایا کہ انہوں نے نافرمانی کی بلکہ فرمایا:

فَنَسِیَ وہ بھول گئے تھے۔

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ان کا عزم نہیں تھا یعنی ارادہ نہیں تھا بھول گئے تھے۔ (سورۃ طٰہٰ رقم الآیہ ۱۱۵)

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بارے میں یہ قاعدہ ذہن میں رکھیے گا یہ بڑا اہم مسئلہ ہے قرآن مجید کا۔ اسی کو عصمتِ انبیاء کہتے ہیں اس کا ترجمہ انگریزی میں یہ ہوتا ہے "Innocent" کہ نبی Innocent ہوتا ہے۔ اردو میں ہم کہتے ہیں معصوم یعنی خطا، غلطی، گناہ سے پاک۔ اگر نبی معصوم نہ ہو، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اگر نبی زانی ہو تو نبی کی طرف زنا کا منسوب کرنا کفر ہے۔ چونکہ یہ نبی کی توہین ہے۔ انبیاء کرام و رسل عظام کا گروہ حرام و زنا کاری سے تمام گناہ کبیرہ سے معصوم ہوتا ہے کسی نبی سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اگر نبی سے گناہ سرزد ہو جائے تو امت اس سے رہنمائی حاصل نہیں کر سکتی اور امت گمراہ ہو جائے گی یہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے لیکن عیسائیوں کے نزدیک عصمتِ انبیاء کی کوئی حیثیت نہیں مثلاً Old Testament "جو کہ مطا

ہے زبور اور توریت۔" جو حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام پر نازل ہوئیں اس کو Old Testament کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی اس کو New Testament کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا کلام قدیم (Old Tastament) جو حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ پر نازل ہوا اور انجیل کی شکل میں کلام جدید (New Tastament) جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا، ان دونوں کو ملا کر (Holy Bible) مقدس بائبل کہتے ہیں۔

Old Testament میں حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا تذکرہ بھی ہے اس میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں نے یہ لکھا ہے (جس کا جی چاہے حوالہ دیکھ سکتا ہے میرے پاس موجود ہے) کہ لوط علیہ السلام بوڑھے ہو گئے ان کی صاجزادیاں جوان تھیں ان سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا اس لیے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم لواطت کے عذاب میں گرفتار تھی۔ عورتوں کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے تھے تو لڑکیوں نے سوچا کہ ہم سے کوئی شادی تو کرتا نہیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے تو انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو یعنی اپنے ابا کو شراب پلائی۔ (ذرا خیال فرمائیے اللہ کی پناہ! کہ ایسی بات بیان کرتے ہوئے اور نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن افسوس کہ انھوں نے اسی طرح لکھا ہے اور پادری صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں) لکھتے ہیں کہ جب بیٹیوں نے اپنے باپ لوط علیہ السلام کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) انھوں نے اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔ توبہ توبہ! اس قسم کی بے شمار خرافات ان کی مقدس کتاب بائبل میں موجود ہیں۔ یہ من گھڑت جھوٹا قصہ جس سے نبی کی عزت و عظمت مجروح ہو رہی ہے ان کی مستند کتاب میں موجود ہے ہم اہل اسلام اس واقعہ کے لکھنے والوں اور کہنے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ یہ نبی پر ایک تہمت اور جھوٹا الزام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسے لوگوں پر پھٹکار ہے جو نبی برحق حضرت لوط علیہ السلام کی طرف زنا منسوب کریں کیونکہ نص موجود ہے۔ نبی گناہ میں ملوث ہو ہی نہیں سکتا۔ آدم صفی اللہ سے لے کر حضور پرنور ﷺ تک تمام انبیاء کرام کی جماعت، جماعت معصومین ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفی ﷺ سید

المعصومین ہیں یعنی تمام معصومین کے سردار۔

حضور پُر نور ﷺ کا نسب آدم صفی اللہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر جس جس خاندان میں نبوت و رسالت منتقل ہوتی رہی وہ تمام خاندان حسباً ونسباً سب سے افضل ترین رہے۔ مثلاً آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر نبوت حضرت نوح نجیع اللہ تک پہنچی حضرت نوح سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو منتقل ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسحٰق نبی اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کو منتقل ہوئی، حضرت اسحٰق سے حضرت یعقوب، حضرت داؤد حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرف منتقل ہوئی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس جس خاندان میں نبوت منتقل ہوتی چلی گئی ان تمام افراد کے سر اللہ کے حضور میں جھکتے رہے، شرک اور بت پرستی سے پاک رہے، وہ گناہوں کی نجاست سے بھی پاک رہے، زنا کاری و بدکاری سے بھی دور رہے۔ جس طرف نبوت منتقل ہوئی وہ روح اور وہ جسم پاک اور معصوم ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اس کمال کی تفصیل متعدد مقامات پر موجود ہے جیسا کہ حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد محترم تھے اور آپ ہی کی کفالت میں حضرت سیدہ بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش ہوئی۔ یہ واقعہ بھی قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ جبرئیل امین جب سیدہ بی بی مریم رضی اللہ عنہا کے سامنے تشریف لائے تو بی بی مریم نے فرمایا کہ تم کون ہو کیوں آئے ہو؟ تو حضرت جبریل امین نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔

"قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا" (سورۃ مریم رقم الآیۃ ۱۹)

کیونکہ جبریل امین لباسِ بشریت میں ان کے پاس آئے تھے اس لیے آپ غیر مرد کو دیکھ کر گھبرا گئیں کیونکہ آپ کنواری تھیں اور خاندانِ نبوت آل عمران سے تعلق تھا (یہ وہی آل عمران ہیں جن کے نام سے قرآن مجید میں پوری سورۃ آل عمران موجود ہے حضرت موسیٰ اور حضرت زکریا اور بیشمار انبیاء کرام علیہم السلام اسی نسل سے ہیں) جب سیدہ مریم نے جبریل سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ تمھیں پاک اور ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں،

جواب میں سیدہ مریم نے کہا:

قَالَتۡ اِنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَکُ بَغِیًّا

میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا۔ مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں یعنی حرام کار، بدکار زانیہ عورت نہیں ہوں۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ سابقہ شریعتوں میں بھی زنا، شرک اور بے گناہ انسانوں کا قتل حرام تھا۔ جب بی بی مریم نے یہ فرمایا کہ میں بدکار بھی نہیں ہوں مجھے کسی مرد نے چھوا بھی نہیں تو لڑکا کیسے پیدا ہوگا جناب جبریل نے جواب دیا: قَالَ كَذٰلِكِ ایسے ہی ہوگا یہ حکم الٰہی ہے۔ بہر حال مجھے ثابت یہ کرنا تھا کہ سیدہ مریم کی پاکبازی کی گواہی قرآن دے رہا ہے کہ وہ شرک اور حرام کاری سے پاک تھیں گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان کی طہارت و شرافت کو بیان فرمایا۔ اب ذرا غور فرمائیے جن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ان کی تعریف میں رب العالمین کا ارشاد ہے۔

وَمَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَہَا فَنَفَخۡنَا فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَکُتُبِہٖ وَکَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ۔

(سورۃ التحریم رقم الآیۃ ۱۲)

”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئے۔ یعنی اپنی عزت و عصمت کا تحفظ کیا ہم نے اپنی روح ان میں پھونکی یعنی بچہ میں جان ڈالی انہوں نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگانے والی خاتون تھیں۔“

حضرت بی بی مریم پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے لیے غذاؤں کا انتظام کرتے تھے، بے موسم کے پھل ان کو عطا کیے جاتے تھے۔ یہ ہے بی بی مریم کا مقام جو نبی کی والدہ ہیں۔ پوری توجہ سے اس پر غور فرمائیے گا کیونکہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ ہر مسلمان کو اس سے باخبر ہونا چاہیے اور قرآن مجید فرقان حمید میں یہ مضمون ہے۔ اس کو ذہن میں رکھیے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت بی بی مریم جو نبی کی ماں تھیں ان کی عزت ان کی عصمت ان کی عفت کی قرآن میں گواہی دی اور ان کے ایمان پر قائم رہنے کی اور ایمان پر دنیا سے رخصت ہونے کی گواہی دی۔ اب غور فرمائیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم کا یہ مقام ہے تو دونوں جہان کے تاجدار سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ (رضی اللہ عنہا) کا کیا مقام ہوگا؟

حضور پرُنور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں حضور علیہ السلام کے والد گرامی حضرت عبداللہ نور محمدی کے سبب بہت ہی حسین وجمیل تھے اس وقت آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی اپنے عہد شباب کے زمانے میں مکہ معظمہ کی ایک وادی سے گزر رہے تھے ایک عورت جو بہت حسن و جمال والی تھی اور وہ کاہنہ بھی تھی اس کا نام فاطمہ بنت مرخشعمیہ تھا۔ وہ کتب سابقہ بھی پڑھی ہوئی تھی اس کی نظر جب حضرت عبداللہ پر پڑی تو اس نے آپ کو بلایا اور بہت ہی زیادہ اظہار محبت کیا اور کہا کہ میں تمھیں سو اونٹ دیتی ہوں اس کے علاوہ مزید مال و دولت اگر چاہو تو مجھ سے لے لو مگر میری خواہش پوری کر دو۔ حضرت عبداللہ نے جواباً فرمایا حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا بہتر ہے اور حلال بیشک پسندیدہ چیز ہے کیونکہ میرا اور تمہارا نکاح نہیں ہوا اس لیے جس کام کو تم چاہتی ہو وہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی شادی سیدہ آمنہ خاتون سے ہوگئی جو حسب ونسب اور صورت وسیرت میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں اور نور محمدی ﷺ شب جمعہ میں سیدہ آمنہ خاتون کی طرف منتقل ہوگیا۔ سیدہ آمنہ سے نکاح کے بعد حضرت عبداللہ کا پھر اسی طرف سے گزر ہوا جہاں وہ کاہنہ عورت رہتی تھی اس نے آپ کو دیکھا مگر پہلے جو خواہش کی تھی وہ نہیں کی تو آپ نے ازراہ مذاق اس

سے پوچھا کہ آج تم کوئی خواہش نہیں کر رہی ہو۔ تو اس نے حضرت عبداللہ سے پوچھا آپ کسی عورت کے پاس گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میری شادی آمنہ بنت و... سے ہوگئی ہے تو اس نے کہا اس دن جو میں نے خواہش کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ تمہارے چہرے پر نور چمک رہا تھا اور میں چاہتی تھی کہ یہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے مگر اللہ کو منظور نہیں تھا اس نے جہاں چاہا رکھ دیا۔

اس واقعہ کو علماء و محدثین نے اپنی معتبر مستند کتابوں میں نقل فرمایا۔ شیخ عبد... دہلوی نے مدارج النبوت میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ:

السفاح الجاھلیة — زمانہ جاہلیت میں جو بدکاری عام تھی اس کو سفاح جاہلیہ کہتے ہیں

میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے آباء کرام کو محفوظ رکھا۔ جن لوگوں میں نور محمدی ﷺ منتقل ہو رہا تھا ان کے بارے میں ادھر ادھر کی باتوں کے بجائے قرآن مجید فرقان حمید سے پوچھتے ہیں۔

فردوہ الی اللہ — اللہ کی طرف لوٹو۔

اللہ رب العالمین جل جلالہ کا ارشاد ہے:

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ — اور نمازوں میں تمہارے دورے کو۔

(سورۃ الشعراء رقم الآیۃ ۲۱۹)

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نور نبوت کا فرد مشرک کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ — ''مشرک نرے ناپاک ہیں۔''

(سورۃ التوبۃ رقم الآیۃ ۲۸)

تو پتہ چلا کہ شرک کرنے والے ناپاک ہیں تو ناپاک لوگوں کی طرف پاک نور منتقل نہیں ہو سکتا یہ نور پاک ہے جو صرف طیب و طاہر لوگوں کی طرف منتقل ہوا۔ چنانچہ

محدثین کرام فرماتے ہیں سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کا جو حکم دیا گیا تو بظاہر وہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تھا لیکن بباطن وہ سجدہ نور محمدی ﷺ کو تھا۔ اس لیے کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمک رہا تھا اور اللہ رب العالمین کی پاکی و تسبیح بیان کر رہا تھا۔ وہی نور حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ اور حضرت عبداللہ سے سیدہ آمنہ خاتون کو منتقل ہوا۔ اب غور فرمائیے کہ سیدہ آمنہ خاتون جن کی طرف نور محمدی ﷺ منتقل ہوا ان کا مرتبہ کتنا بلند و بالا اور افضل و اعلیٰ ہوگا اور یہ مسئلہ کوئی اختلافی بھی نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اپنی کم علمی اور بدعقیدگی کی بنیاد پر اس مسئلہ کو نزاعی بنا دیا اور وہ لوگ یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بدطینت گستاخ بے دین ہیں وہ لوگ جو اس قسم کی خرافات بکتے اور لکھتے ہیں کہ بی بی آمنہ نے اسلام تو قبول کیا نہیں تھا۔ تو ایسے جاہلوں سے یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت بی بی آمنہ خاتون کا جب وصال ہوا تو حضور پرنور ﷺ کی عمر شریف کیا تھی؟ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کی عمر شریف اس وقت صرف چھ سال تھی اور آپ شکم مادر ہی میں تھے یعنی قبل از ولادت آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ نے وصال فرمایا اب ذرا غور کیجئے کہ سیدہ آمنہ خاتون ایمان کس پر لاتیں؟ حضور ﷺ نے اعلان نبوت چالیس سال کی عمر میں کیا اور والدہ کا وصال چھ سال کی عمر میں ہوا۔ اس زمانے کو زمانہ فترت کہتے ہیں۔ جو بے دین جاہل یہ کہتے ہیں کہ سیدہ آمنہ کافرہ ہو کر مریں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تو ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے اسلامی اور شرعی اصطلاح میں (فترت) اس زمانے کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی نبی موجود نہیں تھا۔

ایک بات تو یہ ہوگئی اور دوسری بات یہ کہ کسی پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام کا انکار کردے، تو وہ کافر ہوگا اور تیسری بات یہ کہ وہ بت پرست ہو جو بتوں کو سجدہ کرتا رہا ہو تو وہ مشرک ہوگا اور حالت شرک میں مرے گا۔ تو جتنے بھی بدعقیدہ حضرات ہیں یہ سب مل کر کسی ایک روایت سے سیدہ آمنہ خاتون کی بت پرستی ثابت ہی نہیں کر سکتے جبکہ حضور ﷺ کے آباء کرام کی طہارت قرآن مجید یعنی نص صریح سے ثابت ہے جس کو شرعی اصطلاح میں

دلالت النص بھی کہتے ہیں اور نص قطعی بھی کہتے ہیں۔

وتقلبك فی الساجدین　　اے محبوب آپ کی روح مبارک اس طرح کی طرف منتقل ہوتی چلی جائے گی جو نسلیں اللہ کے حضور میں جھکتی رہی ہیں۔

اب اس مسئلہ میں کسی اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔

لہٰذا ذرا غور فرمائیے کہ مستند و معتبر کتابوں میں حضور پُر نور ﷺ کی ولادت باسعادت کے آثار موجود ہیں کہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں نے دیکھا کہ تمام گھر روشن ہو گیا، گھر ہی نہیں بلکہ مکہ معظمہ کے در و دیوار تک روشن ہو گئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری آنکھوں سے حجابات اٹھ گئے میں نے اپنے گھر میں شام کے قصور (محلات) دیکھے قصورِ شام اور دیگر عجائبات کی تفصیل صاحب مواہب لدنیہ کے علاوہ محدث جلیل امام عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں نقل فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں سیدہ آمنہ نے زمین کے مشارق و مغارب کا مشاہدہ فرمایا، نوری فرشتوں کی افواج کو دیکھا۔ ایام حمل میں سیدہ آمنہ کے جسم مبارک سے خوشبو کا آنا، آپ کے جسم مبارک کا تمام کثافتوں اور نجاستوں سے پاک ہونا، آپ کے جسم مبارک پر مکھی کا نہ بیٹھنا، غیب سے ملائکہ کی خوشخبریوں کو سننا ان تمام آثار ہی سے ظاہر ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کتنا بلند و بالا مقام ہے کیونکہ جس مقدس خاتون کے شکم اطہر میں نو ماہ نور محمدی ﷺ جگمگاتا رہا ہو، جن کے نور سے پوری کائنات کو روشن ہونا تھا اور جب وہ تشریف لائے تو پوری کائنات روشن ہو گئی اور قیامت تک روشن ہوتی رہے گی۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ رب العالمین نے نور فرمایا۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ　　تو حضور ﷺ سراپا نور ہیں اور حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی نور ہیں اور حضور ﷺ کی تمام نسل نور ہے۔

تری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں اور پھر ان کی گود میں چھ سال تک یہی نور متواتر

پرورش پاتا رہا۔ حضور ﷺ نور ہیں اور نور کی روشنی میں کتاب پڑھی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ مصطفی ﷺ نور ہیں کتاب تب ہی پڑھی جاسکتی ہے جب روشنی ہو تو اگر قرآن پڑھنا ہے تو نورِ محمدی ﷺ کی روشنی میں پڑھو، کیونکہ روشنی کے بغیر کتاب پڑھی جاسکتی نہ سمجھی جاسکتی ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور پرُ نور ﷺ نور ہیں روشنی ہیں، نو ماہ تک بی بی آمنہ کے بطن میں یہ روشنی رہی تو سیدہ آمنہ کو کتنی روشنی ملی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادہ سے زیادہ سیدہ مریم علیہا السلام کے پیٹ میں چھ گھنٹے رہے۔ علماء و مفسرین نے تحریر فرمایا (ست ساتہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف چھ گھنٹے پیٹ میں رہے اس کے بعد ان کی ولادت ہوگئی۔ نو ماہ کا جو سارا کام تھا چھ گھنٹے میں مکمل ہوگیا۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔

(سورۃ مریم رقم الایۃ ۲۵)

جبریل امین نے پھونک ماری، حاملہ ہوئیں دردِ زہ شروع ہوا، کھجور کے درخت تک پہنچنے کا سارا امر چھ گھنٹے کا ہے، اس عرصہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوگئی۔ حضرت مریم اس کے سبب اتنی بابرکت خاتون بن گئیں کہ شرک سے پاک، حرام سے پاک، بدکاری کے داغ دھبوں سے پاک اور اللہ رب العالمین نے ان کو "وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ" کا شرف عطا فرمایا تو غور فرمائیے کہ حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کو چھ گھنٹے اپنے بطن میں رکھ کر اتنی پاکباز خاتون بن سکتی ہے تو سیدہ آمنہ جن کے حمل میں نو ماہ تک نورِ مصطفی ﷺ جلوہ گر رہا اور چھ سال ان کی زیرِ تربیت گود میں رہے تو ان کے مقام کا، ان کی شان و عظمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ وہ کتنی رفیع الشان خاتون تھیں۔ اگر اب بھی کوئی بدبخت، بدمذہب یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین مومن نہیں تھے (معاذ اللہ) تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ ایسا شخص خود بے ایمان ہے اور کفر اور شرک کے مفہوم سے ناآشنا ہے۔ غور کیجئے ہماری ماؤں کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الجنة تحت اقدام الامهات کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے۔
(المقاصد الحسنة ص ۱۸۸) اور باپ اس کا دروازہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جنت میں جانے کے لیے دروازہ بھی ہوگا۔ ایک عام مسلمان ماں کا یہ مرتبہ ہے کہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو دونوں جہاں کے تاجدار عرشیوں کے آقا، فرشیوں کے داتا، جناب محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مقام کتنا بلند ہوگا۔ اس طرح آپ ذرا غور فرمائیں کہ ہم لوگ حضرت عثمان کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ کا لقب چار دانگ عالم میں مشہور ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ آپ ہمیشہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے بلکہ بے حساب خرچ کرتے تھے آپ کو کبھی بھی مال دنیا سے محبت نہیں تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تجارت میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی آپ کے پاس جو مال آتا تھا اللہ کی راہ میں لٹاتے رہتے تھے۔ ایک ایک ہزار اونٹ گیہوں اور آٹے سے لدے ہوئے غریبوں اور مسکینوں کو عطا فرما دیا کرتے تھے آپ کی سخاوت کے واقعات معتبر اور مستند کتابوں میں بڑے بڑے ثقہ مورخین نے تحریر فرمائے ہیں اسی بنیاد پر آپ کا لقب غنی بہت زیادہ مشہور ہے لیکن حضور ﷺ آپ کو ذوالنورین کہہ کر پکارا کرتے تھے یعنی دو نور والے کیونکہ حضور ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں تھیں حضرت بی بی رقیہ اور ام کلثوم، جو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں تھیں۔ یہ چاروں صاحبزادیاں حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ اُم المومنین خدیجة الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور ﷺ نے اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عقد فرمایا۔ اتفاق سے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہوگیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میری کوئی اور بیٹی نہیں رہی اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا۔

اس سے اندازہ کیجیے کہ بارگاہِ نبوت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام کتنا بلند و بالا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حدیبیہ کے مقام پر جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے جب

ہم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں جاتے ہیں تو 25 کلو میٹر کے فاصلہ پر مکہ معظمہ سے پہلے آتا ہے۔ حدیبیہ ہی کے مقام پر بیعت رضوان ہوئی اور حضور ﷺ نے اسی مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ سے بات چیت کے لیے بھیجا تھا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم امام مظلوم تھے۔ باغیوں اور فسادیوں نے چالیس دن تک آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور پانی کی ایک بوند بھی آپ کے گھر میں نہیں جانے دی۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا ان کا لقب ذوالنورین (دو نور والا) یہ حضور کا عطا کیا ہوا ہے یہ کلمات زبان رسالت سے نکلے ہوئے ہیں کون اس کی تردید کر سکتا ہے۔ جو مسلمان ہے وہ کبھی بھی تردید نہیں کرے گا۔ تو یہ لقب ان کو اس لیے عطا ہوا کہ حضور ﷺ کی دو بیٹیاں ان کے نکاح میں تھیں تو جن دو بیٹیوں سے نسبت اور رشتہ ازدواج کے شرف کی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو نور والے ہیں تو غور فرمائیے کہ جب بیٹیوں کا یہ مقام ہے تو والد کا جو سراپا نور ہیں ان کی شان نورانیت کا کتنا عظیم مقام ہو گا اور جب وہ نور ﷺ بی بی آمنہ کی گود میں رہا ہو گا تو ان کی شان و عظمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ (سمجھنے والوں کے لیے سب کچھ ہے)۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا جب حدیبیہ پر حضور ﷺ تشریف لے جا رہے تھے بعض روایات کے مطابق تقریباً ۱۵۰۰ سو کے قریب صحابہ کرام تھے اور یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ عمرہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کافروں نے عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور کہا تھا کہ آپ اگلے سال عمرہ کے لیے آئیں تو اس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں۔ جب حضور ﷺ صحابہ کے ہمراہ واپس لوٹنے لگے تو ارشاد فرمایا کہ مجھے اجازت مل گئی ہے اپنی والدہ صاحبہ کی قبر پر زیارت کے لیے جاؤں چنانچہ سیدہ آمنہ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے ۱۵۰۰ سو صحابہ کے ساتھ مقام ابواء پہنچے یہ وہ مقام ہے جب ہم جدہ سے مدینہ منورہ جاتے ہیں تو مقام مستورآتا ہے جہاں عام طور سے حاجیوں کے قافلے رکتے ہیں جو بائی روڈ جاتے ہیں وہاں سمندر کا کنارہ ہے وہاں کی مچھلی بہت مشہور ہے وہیں سے ایک راستہ ابواء کی طرف جاتا ہے تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت ہے راستہ تو بنا ہوا نہیں ہے لیکن بہر حال

پہنچ جاتے ہیں۔ چھوٹی سی پہاڑی ہے اس پر جب بی بی آمنہ مدینہ منورہ سے حضور ﷺ کو لے کر واپس تشریف لا رہی تھیں تو راستے میں آپ بیمار ہوئیں اور وہیں انتقال فرمایا اسی مقام پر آپ کی قبر مبارک تھی۔ پھر ام ایمن نے حضور ﷺ کی خدمت شریف فرمائی تو حضور ﷺ وہاں زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میں اپنی والدہ کی زیارت کے لیے جانا چاہتا ہوں تو مجھے رب تعالیٰ نے زیارت کی اجازت مرحمت فرمائی میں نے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ میں ان کے لیے مغفرت کی بھی دعا کروں تو مجھے مغفرت کی دعا سے منع کر دیا گیا۔ مسلم شریف میں حدیث ہے۔ جس کا ایک حصہ میں نے بیان کیا۔ بعض جہلاء یہ کہتے ہیں کہ مسلم شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کے لیے دعاء مغفرت سے منع فرما دیا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ (معاذ اللہ) وہ کافرہ تھیں صرف قبر کی زیارت کی اجازت دی۔ اس گندی تاویل سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور خود بھی گمراہی میں مبتلا ہیں اور ان جاہلوں کی تاویل میں کھلا ہوا تضاد ہے اور تضاد اس لیے ہے کہ کافر کی قبر پر جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔
(سورۃ التوبۃ رقم الآیۃ ۸۴)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے منکر ہو گئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

بعض جاہل مسلمان کافروں کی قبروں پر چلے جاتے ہیں بلکہ پھول بھی چڑھا دیتے ہیں تو بہ توبہ یہ عظیم گناہ ہے۔ اس قسم کے واقعات اکثر ہمارے لیڈروں کو پیش آتے رہتے ہیں، وہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کا خیال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ چنانچہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ اس زمانے میں اخبارات میں اس بات کے بڑے چرچے ہوئے اور بڑی تنقید ہوئی

خاص طور سے روسی پریس نے ہماری مذمت میں بہت سے بیانات جاری کیے، بہت برا بھلا کہا کہ یہ شاہ احمد نورانی بڑے متعصب قسم کے مولوی ہیں جو اپنے خول سے باہر نہیں آتے۔ ہوا یہ کہ سرکاری طور پر ہمیں ماسکو (روس) بلایا گیا تھا۔ دوران دورہ ایک پروگرام بنایا گیا کہ لینن کی قبر پر پھول چڑھاتے ہیں یہ پروگرام روسی حکومت کی طرف سے تھا۔ میں نے کہا کہ ہم نہیں جاتے جس کو جانا ہے وہ جائے کیونکہ شرعی طور پر جب کسی کافر کی قبر پر جانے اور کھڑا ہونے کی ممانعت ہے تو دعاء مغفرت کا اور پھول چڑھانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ — ان کی قبر پر بھی مت کھڑے ہو۔

اس لیے کہ کافر کی قبر پر عذاب اتر رہا ہے:

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ — انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا۔

وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ — وہ مرے ہیں تو اس حال میں کہ اللہ کے نافرمان ہو کر۔

میں نے جواب دیا کہ لینن یا کسی اور کافر کی قبر پر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ وہ زبردستی تو کر نہیں سکتے تھے الحمد للہ ہم نہیں گئے۔

بہرحال ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی اور بعض لوگ جو اس حدیث شریف سے جاہلانہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ان کا خود بخود رد ہو جاتا ہے اگر بی بی آمنہ بقول ان کے کافرہ ہیں تو قبر پر جانے کی اجازت نہ ملتی۔ اس لیے قرآن مجید میں اس کی نفی موجود ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مزار پر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو اس سے بی بی آمنہ کا ایمان ثابت ہو جاتا ہے۔ دعاء مغفرت یعنی استغفار کی اجازت نہیں دی تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ان کو استغفار کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ وہ طیبہ اور طاہرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی کثافت سے ہمیشہ دور رکھا اور وہ جنتی ہیں بلکہ ان کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ بے شمار مسلمان خواتین کی بخشش و مغفرت

فرمائے گا تو گویا استغفار سے منع کرنے میں یہ حکمت ہے کہ سیدہ آمنہ خاتون کا مرتبہ
بہت ہی بلند و بالا ہے اور دعاء مغفرت کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ جب حضور ﷺ ۱۵۰۰ یا ۱۴۰۰
کرام کے ہمراہ والدہ ماجدہ کی قبر پر گئے تو رونے لگے اور تمام صحابہ بھی روئے۔

حضور ﷺ کا والدہ ماجدہ کی قبر پر رونا اصل میں ان کی شفقت و محبت
فرمانا تھا۔ اس لیے کہ جب سیدہ آمنہ خاتون کے انتقال کا وقت تھا تو گود میں لے کر پیار
اور ام ایمن سے فرمایا کہ اس کا خیال رکھنا یہ میرا محبوب ہے میرا بیٹا ہے میرا نور نظر ہے
یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا کیونکہ جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو
سارے جہان میں نور کی بارشیں دیکھتی تھی اور ان کا نور سارے عالم میں پھیلے گا اس کے
سیدہ آمنہ خاتون نے وصال فرمایا سیدہ آمنہ خاتون کے مزار مبارک کی اہلِ محبت زیارت
کرتے تھے لیکن حال ہی میں نجدی حکومت نے جو اپنے آپ کو سعودی حکومت کہتی ہے
وہ امریکہ کے ایجنٹ اور دلال ہیں یہ سعودی حکمران یہ سعودی بادشاہ اللہ کی حفاظت پر
یقین نہیں رکھتے ہیں امریکہ کی حفاظت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی توحید یہ ہے کہ یا اللہ کو
یارسول اللہ ﷺ کو لیکن آپ نے اور ہم نے دیکھا کہ ۱۹۹۱ء میں ان کی خانہ ساز توحید کا
بھانڈا کیسے پھوٹا یا اللہ کہنے والے یارسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والوں پر اللہ کا قہر
غضب نازل ہوا وہ یا اللہ کہنا بھی بھول گئے یارسول اللہ ﷺ کے منکر یا بش المدد کا نعرہ
لگانے لگے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے جو میرے رسول ﷺ کا نہیں وہ میرا بھی نہیں۔ تم نے
میرے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا تمہاری سزا ہے کہ تم یا بش ہماری مدد کرو یا بش ہماری
مدد کرو کہتے رہو (اس زمانے میں امریکہ کا صدر بش تھا) اس سے مدد مانگتے رہے اور
یا اللہ کہنا بھی بھول گئے۔ سعودی عرب کی نجدی حکومت جو امریکہ کی ایجنٹ اور امریکہ کی
دلال ہے عالم اسلام کے قلب پر قابض ہے (۵۰،۰۰۰) امریکی فوج سعودی عرب میں بیٹھی
ہوئی ہے۔ ان قمار باز اور جواری بادشاہوں کی حفاظت کر رہی ہے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اس ظالم نجدی حکومت نے سیدہ آمنہ خاتون کے مزار

مبارک کو بلڈوز کر دیا قبر مبارک کو کھود دیا اور قبر شریف کا نشان مٹا دیا۔ یہ انتہائی افسوسناک بات ہے اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہر اقتدار ایک نہ ایک دن زوال پذیر ہوتا ہے (ہر کمال را زوال) اللہ تعالیٰ وہ دن لائے گا کہ قبر سید الشہداء امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جنت البقیع میں آرام فرما رہے ہیں ان کی قبروں کو بلڈوز کرنے والے، سیدہ آمنہ کی قبر مبارک کے آثار مٹانے والے اک دن ضرور اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ ان کا انجام بھی عبرتناک ہوگا (انشاء اللہ) ان کی حکومتیں بھی بلڈوز ہوں گی (انشاء اللہ) یہ نجدی عیاش بدکار حکومت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کی بھی دشمن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی بھی دشمن ہے۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ کسی شخص کی ماں اور باپ کی قبر پر بلڈوزر چلایا جائے اسے تکلیف ہوگی کہ نہیں؟ یقیناً ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ خاتون کی قبر پر سعودی خبیث، نجدی، وہابی حکمرانوں نے بلڈوزر چلا کر ان کی قبر کو مسمار کیا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں پہنچی ہوگی؟ یقیناً پہنچی ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والوں کا انجام کیا ہوگا۔ ہم قرآن سے پوچھتے ہیں اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ التوبۃ رقم الآیۃ ۶۱)

سبحان اللہ قرآن مجید فرقان حمید ہر مسئلہ میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے چونکہ یہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب ہے اور دردناک عذاب تو آیا ہوا ہے۔ بادشاہت مفلوج ہے امریکہ کی بیساکھیوں کے سہارے کھڑی ہوئی ہے۔ امریکہ کی غلامی میں اپنے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا ہوا ہے۔ ہر کام امریکہ کے اشارے پر ہو رہا ہے، ان کے ملک سے مسلمانوں کی تباہی کا سامان ہو رہا ہے، عالم اسلام کے خلاف جو سازش امریکہ کر رہا ہے اس میں یہ برابر کے شریک ہیں۔ اسی مضمون کو قرآن پاک میں دوسرے مقام پر بیان

فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

بیشک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سیدہ آمنہ خاتون کی قبر مبارک کی بے حرمتی کر کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچانے والی سعودی حکومت جو امریکہ اور یہودیوں کی ایجنٹ ہے انشاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا، ہم اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ خلفاء راشدین، اہلبیت کرام اور سیدہ آمنہ خاتون کی قبروں کی بے حرمتی کا عذاب ان پر آ کر رہے گا۔ وہ عذاب الہی سے بچ نہیں سکیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ عالم اسلام پر رحم فرمائے اور محبت رسول ﷺ سے ہمارے اور آپ کے سینے روشن فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(ماخوذ: مولانا نورانی کی بارہ تقریریں: صفحہ ۵۹ تا ۸۰)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

ترجمہ:

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ﷺ ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تحفظِ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کردار

مرزا مجاہد احمد ☆

مقدمہ:

خلاقِ کائنات نے کل کائنات کو دائرہ ادب میں تخلیق فرمایا اور پھر ہر مخلوق کے لیے ایک نظام ادب ترتیب دیا۔ اشجار کا عاجزانہ قیام، بہائم کا مؤدبانہ رکوع، حشرات کا انکسارانہ سجود اور جبال کا مستدامہ قعود اس حقیقت پر شاہد و عادل ہے۔

الدین کلہ أدب کے مصداق دین کا دارومدار ادب پر ہے اور یہ دونوں لازم و ملزوم بھی ہیں۔ ہمارے تو مذہب اسلام کا مطلب بھی "سر تسلیم خم کرنا" ہے جو ادب کی ایک امتیازی شان ہے۔

ادب کس کا کیا جاتا ہے، جس کو خود سے افضل و اعلیٰ تصور کیا جائے۔ ذرا سوچیے تو سہی! خدائے ذوالجلال کے بعد اس جہان رنگ و بو میں کوئی ذات حبیب خداؐ سے بہتر و بہتر ہے؟ یقیناً نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ رب العزت کے بعد سب سے زیادہ ادب کی سزاوار اگر کوئی ہستی ہے تو وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی ہی ہستی ہے۔

اسی لیے خالق کائنات نے خود بارگاہ مصطفوی ﷺ کے آداب سکھائے۔ قرآن مجید میں کہیں آپ کی آواز سے بلند آواز کرنے کی ممانعت فرمائی۔ (۱) تو کہیں آپ سے پیش قدمی کرنے پر پابندی لگائی۔ (۲) کسی مقام پر ذو معنی لفظ (جس کا ایک مفہوم توہین آمیز ہو) کہنے سے روکا۔ (۳) تو کسی موقع پر آپ ﷺ کا نام عام انداز میں پکارنے پر

☆ لیکچرار گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ لاہور 0333-4688676

نوکا۔(۴) اس پر مستزاد یہ کہ اپنے حبیب ﷺ کا ادب و احترام کرنے والوں کو دنیا
میں مغفرت و بشارت اور کامیابی و کامرانی کی نوید سنائی۔(۵) اور دربارِ نبوت کے بے
ادب اور گستاخ لوگوں کے لیے لعنت و ملامت اور ناکامی و نامرادی مقدر ٹھہرائی۔(۶)

اللہ تبارک و تعالیٰ کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ ان نفوس قدسیہ پر جنہوں
نے نبی کریم ﷺ کا ظاہری زمانہ حیات پایا اور ادب مصطفیٰ ﷺ کی وہ مثال قائم کی جس
پر ادب خود نازاں و شاداں دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ ایک اقتباس پیش
خدمت ہے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر (ابھی مسلمان نہیں ہوئے
تھے) بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ کی حد سے
زیادہ تکریم و تعظیم کرتے دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے اور جب مشرکین کے پاس گئے
کہا:

"اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے متکبر اور مغرور سلاطین و بادشاہوں کی مجلسوں میں رہا
ہوں، ان کی صحبتیں اٹھائی ہیں یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور ان کے
درباروں میں رہا ہوں لیکن ان میں سے کسی بادشاہ کے کسی خدمت گار کو ایسا ادب و احترام
کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (ﷺ) کے اصحاب، محمد (ﷺ) کا کرتے ہیں۔ جب وہ
اپنے دہن مبارک سے لعاب شریف جدا کرتے ہیں تو صحابہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر
اپنے رخساروں پہ ملتے ہیں، جب کسی ادنیٰ اور معمولی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے
لیے بزرگ ترین صحابہ سبقت کرتے ہیں۔ جب ان کے حضور (ﷺ) کوئی بات کرتا ہے تو
وہ آواز دبا کر بات کرتا ہے اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو انتہائی ادب و احترام کے ساتھ
سنتے ہیں اور نگاہ ملا کر بات نہیں کرتے، ان کے روئے مبارک پر کوئی نگاہ نہیں جماسکتا
جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی لینے میں جھگڑتے ہیں چنانچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی
پر خونریزی شروع ہو جائے گی۔ جب داڑھی شریف اور سر مبارک میں کنگھی کر کے آراستہ
فرماتے اور کوئی موئے مبارک جدا ہوتا ہے تو عزت و احترام کے ساتھ تبرک جان کر

لیتے ہیں اور اس تبرک کی حفاظت کرتے ہیں۔"(۷)

قارئین کرام! اسی تکریم و تعظیم کے طفیل انہیں بارگاہِ خداوندی سے:

رضی اللہ عنھم ورضوانہ — اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

کی سند عطا ہوئی اور اسی عزت و احترام کے صدقے انہوں نے کفر و شرک کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اسی ادب و توقیر کی بدولت وہ آج بھی ہمارے دلوں پر راج کر رہے ہیں۔

اسی حوالے سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

۱-میری القتل مدحًا إن أصاب شهادة — امن الله يرجوها و فوزًا بأحمد

ترجمہ:- (یہ صحابہ) اگر مقام شہادت پر فائز ہوں تو اسے قابل تعریف سمجھتے ہیں۔ یہ سیدنا احمد ﷺ کی معیت کے باعث اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔

۲-یذود و یحمی عن ذمار محمد — ویدفع عنه باللسان و بالید

ترجمہ:- یہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت و مدافعت میں اپنی زبان اور ہاتھ استعمال کرتے ہیں۔

۳- وینصره من کل أمر یریبه + بجود بنفس دون نفس محمد

ترجمہ:- یہ ہر اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کی مدد کرتے ہیں جو آپ کے خلاف اقدام کا شبہ بھی رکھتا ہو۔ یہ نبی کریم ﷺ کی جان کی حفاظت کی خاطر اپنی جان وار دیتے ہیں۔

۴- بصدق بالأنباء بالغيب مخلصاً + يريد بذات الفوز والعز في غد

ترجمہ:- یہ خلوص سے غیب کی تصدیق کرتے ہیں کیوں کہ یہ آخرت کی کامیابی اور عزت چاہتے ہیں۔(۸)

قارئین محترم! حقائق مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرور انبیاء ﷺ کی عزت و حرمت پر اپنا تن من دھن سب کچھ نثار کرنے پر ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ تحفظ حرمتِ رسول ﷺ میں ان نفوسِ قدسیہ کا کردار کتب احادیث و سیر میں جا بجا

مذکور ہے۔اس کے مختصر تذکرہ کے لیے بھی دفتر درکار ہیں۔

زیرِ نظر تحریر کے مشمولات حسب ذیل ہیں۔

(i) مقدمہ

(ii) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف اور فضائل

(iii) تحفظ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کردار

(iv) اختتامیہ

(v) حواشی

(vi) کتابیات

اللہ تعالیٰ اپنے عظیم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عالی میں مقبول ومنظور فرمائے اور اس میں رہ جانے والی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

مختصر تعارف اور فضائل:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی انصاری خزرجی سلمی (۹) آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت زید بن ثعلبہ تھا۔ان کا تعلق بھی بنی سلمہ سے تھا۔(۱۰) آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی جبکہ بعض کے نزدیک ابوعبدالرحمن تھی۔اس حوالے سے ابومحمد اور ابوالبشیر کے اقوال بھی ملتے ہیں۔(۱۱)

☆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بالاتفاق بیعت عقبہ میں شریک تھے۔اسی موقع پر آپ نے اسلام قبول کیا۔(۱۲)

☆ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات قائم کرا دی۔(۱۳)

☆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ (۱۴)

☆ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ اس غزوہ میں آپ کو ایک عظیم الشان اعزاز ملا۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے نبی مکرم ﷺ کا لباس پہنا جس کا رنگ زرد تھا جبکہ آپ کا لباس نبی مکرم ﷺ نے پہنا۔ دراصل اس تبدیلیٔ لباس سے مقصود سرورِ انبیاءؑ کی حفاظت تھی۔ اس غزوۂ میں آپ کے جسم پر گیارہ زخم لگے۔ (۱۵)

☆ رسول کریم ﷺ نے غزوۂ بدر میں شرکت نہ کرنے والوں پر عتاب نہیں فرمایا کیوں کہ یہ واقعہ اچانک پیش آیا تھا۔ جب کہ آپ غزوۂ تبوک میں شدتِ گرمی کے باعث شریک نہ ہوئے۔ اس غزوہ میں شرکت نہ کرنے والوں میں حضرت مرارہ بن ربیعہ اور حضرت ہلال بن امیہ کے نام بھی شامل ہیں۔ حضرت کعب بن مالک خود بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں عدمِ شرکت کے باعث رسولِ کریم ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے اور کلام کرنا بھی ترک فرمادیا جس کے باعث میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا۔ پھر ایک روز میں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں جلوہ افروز تھے اور آپ کے گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور چاند کی طرح روشن تھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے کعب بن مالک خوش ہو جاؤ۔ آج جو دن تمہیں ملا ہے جب سے تم پیدا ہوئے ہو کبھی نہ ملا ہوگا۔ میں نے عرض کیا:

یا نبی اللہ وہ دن آپ کی طرف سے مجھے ملا ہے۔ یا اللہ رب العزت کی طرف سے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی طرف سے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

لقد تاب الله على النبي و المهجرين و الانصار الذين اتبعوه في ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم روف رحيم. وعلى الثلثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب الرحيم . يايها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصدقين

بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

شفیع المذنبین ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لقد شكرك الله على قولك هذا (۱۸)

وجاءت سخينة كى تقابل ربها
فليغلبن مغالب الغلاب (۱۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اس شعر پر آپ کا شکریہ ادا کیا ہے:-

سخینہ (قریش) اپنے رب پر غلبہ پانے کے لیے اس سے مقابلہ کرنے آئے تھے مگر وہ سب پر غالب ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے والے خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں۔

وفات:

آپ کے سن وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اصحاب کے نزدیک آپ کی وفات ۴۰ھ میں ہوئی۔ (۲۰) ایک قول کے مطابق آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی۔ (۲۱) ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔ (۲۲)

جبکہ ایک قول کے مطابق آپ کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔ (۲۳)

دیوان کعب بن مالک:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیوان بعنوان "دیوان کعب بن مالک" زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اسی کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے جس کے محقق ڈاکٹر سامی مکی العانی ہیں۔ یہ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت دوم ۱۹۹۷ء میں عالم الکتب بیروت ہو چکی ہے۔ اس کے موضوعات حسب ذیل ہیں:

فخر، مدح، ہجاء، نقائض، مرثیہ تحفظ حرمتِ رسول ﷺ میں حضرت کعب بن مالک کا کردار

حضرت عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام سے قبل رحمتِ عالم ﷺ کی ہجو کہا کرتے تھے۔ ان کے ہجویہ اشعار کے جواب میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱- تبجست تهجو رسول المليك

قاتلك الله جلنا لعينا

ترجمہ:- اے ابن الزبعری اپنی ملعونیت اور درشت طبیعت کے باعث تو مالک الملک کے رسول کی ہجو کرتا چلا گیا۔ اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے۔

۲- تقول الخنائم ترمی بہ
نقی السباب تقیًا امینًا (۲۴)

ترجمہ:- تو نے گستاخانہ کلام کے تیر ایک ایسی ذات پر برسائے ہیں جن کی جوانی پاکیزہ ہے اور وہ متقی اور امین ہیں۔

غزوۂ بدر میں اہل اسلام کی فتح کے بعد کعب بن اشرف لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے خلاف ابھارنے لگا اور آپ ﷺ کی ہجو پر کمر بستہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ نتیجتاً پانچ صحابہ کرام نے اسے ایک تدبیر سے قتل کیا۔

گستاخِ نبوت کعب بن اشرف کے قتل اور بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار کہے جن میں آپ نے یہود کی رسوائی و ناکامی کا بیان کیا ہے اور اس کا سبب نبی مکرم ﷺ سے روگردانی اور دعوتِ حق کو ٹھکرانا قرار دیا ہے۔ ان اشعار میں آپ نے کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ بنی نضیر کی عہد شکنی اور ان کی جلاوطنی کے حوالے سے بھی اظہارِ خیال کیا۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

۱- لقد خزیت بغدرتها الحبور
کذاک الدھر ذو صرف یدور

ترجمہ:- علمائے یہود اپنی بے وفائی کے باعث رسوا ہو گئے۔ حادثات والا زمانہ اسی طرح محوِ گردش رہتا ہے۔

۲- و ذلک أنهم کفروا برب
عزیز أمره أمر کبیر

ترجمہ:- یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے ایسے صاحب قوت پروردگار کا انکار کیا جس کا حکم بہت بڑا حکم ہے۔

و قد أوتوا معاً فهماً و علماً
وجاء هم من الله النذير

ترجمہ:- حالانکہ انہیں فہم وعلم دیا گیا تھا اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

۴- نذير صادق أدى كتاباً
و آيات مبينة تشير

ترجمہ:- وہ ڈرانے والا سچا تھا..............

۵- فقالوا ما أتيت بأمره صدق
و أنت بمنكر منا جدير

ترجمہ:- پھر انہوں نے کہا کہ تم حق نے کر نہیں آئے اور تم ایسی چیز لائے ہو جو ہمارے لیے عجیب وغریب ہے۔

۶- فقال بلى لقد أديت حقاً
يصدقني به الفهم الخبير

ترجمہ:- تو (ڈرانے والے) نے جواب دیا:
میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے جس کی تصدیق صاحبانِ فہم اور باخبر لوگ کرتے ہیں۔

۷- فمن يتبعه يهد لكل رشد
و من يكفر به يجز الكفور

ترجمہ:- تو جو اس کی پیروی کرے گا وہ ہر قسم کی ہدایات کی طرف رہنمائی پائے گا اور جو اس کا انکار کرے گا تو وہ انکاری سزا یافتہ ہو گا۔

۸- فلما اشربوا غدرًا و كفرًا
و حادبهم عن الحلق النفور

ترجمہ:- تو جب انہیں غداری وکفر پلایا گیا اور انہوں نے نفرت کے باعث حق سے روگردانی کی۔

۹- أری الله النبی برأی صدق
وکان الله یحکم لا یجور

ترجمہ:- تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو صحیح رائے دکھادی اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہوئے ظلم نہیں کرتا۔

۱۰- وأیده و سلطه علیهم
وکان نصیره نعم النصیر

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی اور انہیں یہودیوں پر غلبہ عطا کیا۔ آپ ﷺ کی مدد کرنے والا ہی خوب مدد کرنے والا ہے۔

۱۱- فغودر منهم کعب صریعاً
فذلت بعد مصرعه النضیر

ترجمہ:- کعب کے ساتھ کسی نے وفاداری نہیں کی اور اسے قتل کر دیا گیا اور اس کے قتل کے بعد بنی نضیر بھی ذلیل ورسوا ہو گئے۔

۱۲- علی الکفین ثم و قد علته
بأیدینا مشهرة ذکور

ترجمہ:- نیام سے نکالی ہوئی تلواریں ہاتھوں میں لے کر ہم کعب کے سر پر چڑھے اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

۱۳- بأمر محمد إذ دس لیلاً
إلی کعب أخا کعب یسیر

ترجمہ:- یہ کام سیدنا محمد ﷺ کے حکم سے ہوا۔ جب رات کے وقت آپ ﷺ نے کعب کے بھائی کو اشارہ کیا کہ وہ کعب کے پاس گیا۔

۱۴- فما کره وأنزله بمکر
ومحمود أخو ثقة جسور

ترجمہ:- چنانچہ وہ کعب کے پاس گیا اور ایک تدبیر سے اسے نیچے اتارا۔ اس وقت قابل

اعتماد اور صاحب جرأت محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔

۱۵- فتلک بنو النضیر بدار سؤ
أبارهم بما اجترموا الکبیر

ترجمہ:- یہ بنی نضیر مقامِ برائی میں تھے ان کے جرائم کے باعث ہلاک کرنے والے نے انہیں ہلاک کر دیا۔

۱۶- غداة أتاهم في الزحف رهوًا
رسول الله و هو بهم بصير

ترجمہ:- یہ اس دن کا واقعہ ہے جب رسول کریم ﷺ فوج میں پرسکون تشریف لائے اور آپ انہیں اچھی طرح جانتے تھے۔

و غسان الحماة موازروه
على الأعداء وهولهم وزير

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ کے تمام مددگار ساتھی جوش وخروش سے دشمنوں کے خلاف مدد کر رہے تھے۔

۱۸- فقال السلم و يحكم فصدوا
وحالف أمرهم كذب وزور

ترجمہ:- آپ ﷺ نے انہیں صلح کی پیش کش کی تو کفار نے اس میں رکاوٹ ڈالی، ان پر لعنت ہو۔ جھوٹ اور فریب نے ان کے حلف کو ختم کر دیا۔

۱۹- فذاقوا غب أمرهم وبالاً
لكل ثلاثة منهم بعير

ترجمہ:- انہوں نے اپنے کام کے انجام میں مصیبت کا مزا چکھ لیا۔ ان کے ہر تین آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا۔

۲۰- وأجلوا عامدين لقينقاع
و غودر منهم نخل و دور (۲۵)

ترجمہ:- وہ قبیلہ قینقاع کی طرف جانے کا ارادہ کر کے جلاوطن ہو گئے اور انہوں نے کے درختوں اور مکانات سے بھی وفاداری نہ کی۔

☆ غزوۂ احد کے موقع پر ہبیرہ بن ابی وہب نے کچھ اشعار کہے جس کے جواب میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی اشعار کہے۔ ان اشعار میں آپ نے غزوہ میں رونما ہونے والے حالات و واقعات پر روشنی ڈالی اور بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعتِ رسول اور حفاظتِ ناموسِ رسالت کے لیے اپنی جانوں تک کی پروانہ کرنے کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ ان میں نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کے لیے ترغیب دلانے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

۱- وفینا رسول اللہ نتبع امرہ
اذا قال فینا القول لا نتطلع

ترجمہ:- ہم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ ہم ان کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ جب ہمارے بارے کچھ فرماتے ہیں تو ہم (ادباً) نظر تک نہیں اٹھاتے۔

۲- تدلّی علیہ الروح من عند ربہ
ینزل من جو السماء و یرفع

ترجمہ:- آپ ﷺ پر بارگاہِ رب العزت سے جبریل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں۔ وہ فضائے آسمانی سے اتارے جاتے ہیں اور پھر واپس اٹھائے جاتے ہیں۔

۳- وقال رسول اللہ لما بدوا لنا
اذا ما اشتھی انا نطیع و نسمع

ترجمہ:- جس بات کے بارے میں ہم چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ سے مشاورت کرتے ہیں پھر جو آپ چاہتے ہیں ہم اسے توجہ سے سنتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

۴- وقال رسول اللہ لما بدوا لنا
ذروا عنکم ھول المنیات واطمعوا

ترجمہ:- جب دشمن ہمارے مقابل آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت کا خوف

چھوڑو بلکہ اس کی تمنا کرو۔

۵- وکونوا کمن یشری الحیاۃ تقربا
إلی ملک یحیا لدیہ و یرجع

ترجمہ:- اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اس اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے زندگی فروخت کرتا ہے جس کے پاس ہر ایک کو زندہ کیا جائے گا اور جس کی طرف ہر ایک کو لوٹایا جائے گا۔

۶- ولکن خذوا أسیافکم و توکلوا
علی اللہ إن الأمر للہ أجمع

ترجمہ:- اپنی تلواروں کو تھام لو اور اللہ پر بھروسہ کرو، بلاشبہ تمام کام اللہ کی مرضی سے ہوتے ہیں۔

۷- فسرنا إلیھم جھرۃ فی رحالھم
ضحیاً علینا البیض لا تخشع

ترجمہ:- تو ہم اعلانیہ طور پر کجاووں میں بیٹھ کر

۸- بملمومۃ فیھا السنور والقنا
إذا ضربوا أقدامھا لا تورع (۲۶)

ترجمہ:- ہم ایک ایسے لشکر کے ساتھ تھے جو ہتھیاروں اور نیزوں سے مسلح تھا اور جب اس نے قدم اٹھائے تو بالکل رکا نہیں

حضرت کعب بن مالک نے غزوۂ احزاب کے موقع پر چند اشعار کہے جن میں آپ نے کائنات پر غلبہ و حکومت کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ذاتِ مصطفیٰ کو قرار دیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کی نصرت و اعانت کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص اور سچے بندے بن گئے۔

۱- وکان لنا النبي وزیر صدق
بہ نعلوا البریۃ أجمعینا

ترجمہ:- ہمارے نبی ﷺ حق میں ہمارے مددگار ہیں۔ انھی کے ذریعے ہم تمام مخلوق پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

۲- فوارسنا اِذا بکروا وراحوا
علی الأعداء شوسًا معلمینا

ترجمہ:- ہمارے سوار نشانِ جنگ لگانے والے اور غرور کی ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے والے دشمنوں پر صبح و شام حملے کر رہے تھے۔

۳- لنصر أحمدا واللہ حتی
نکون عباد صدق مخلصینا (۲۷)

ترجمہ:- ہم سیدنا احمد ﷺ کی مدد کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم اللہ کے سچے اور مخلص بندے بن گئے۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر ہی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کچھ اور اشعار بھی کہے جن میں دشمنانِ رسالت کو یہ باور کرایا کہ وہ کبھی بھی حضور نور مجسم ﷺ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے، کیوں کہ آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر آپ جنگ کی دعوت بھی دیں تو لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ ہم ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ آپ کی اطاعت ہمارے لیے ضروری ہے اور آپ ہی حق ہیں اور آپ بھی ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے اور ہمیں عزتیں اور رفعتیں عطا فرماتے ہیں۔ جب کہ وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں، گمراہ ہو چکے ہیں۔

۱- ونطیع أمر نبینا و نجیبہ
واِذا عدا لکریھۃ لم نسبق

ترجمہ:- اور ہم اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور ہم آپ کے بلاوے پر لبیک کہتے ہیں اور جب آپ ہمیں جنگ کی دعوت دیتے ہیں تو ہم سبقت کرتے ہیں۔

۲- ومتی یناد اِلی الشدائد ناتھا
ومتی نر الحومات فیھا نعتق

ترجمہ:- اور جب آپ ہمیں مشکلات میں پکارتے ہیں تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں اور جب ہم بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو ان میں شریک ہو جاتے ہیں۔

۳- من یتبع قول النبی فانہ
فینا مطلع الأمر حق مصدق

ترجمہ:- جو نبی کریم ﷺ کے قول کی پیروی کرتا ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ آپ ہم میں واجب الاطاعت، حق اور تصدیق کیے گئے ہیں۔

۴- فبذاک ینصرنا ویظھر عزنا
ویصیبنا من نیل ذاک بمرفق

ترجمہ:- پھر اسی وجہ سے وہ ہماری مدد کرتے ہیں اور ہماری عزت میں اضافہ کرتے ہیں اور اس چیز کے حاصل ہونے کے باعث وہ ہمیں قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

۵- إن الذین یکذبون محمدا
کفروا وضلوا عن سبیل المتقی (۲۸)

ترجمہ:- بلاشبہ وہ لوگ جو سیدنا محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں، کفر کرتے ہیں اور وہ راہِ تقویٰ سے گمراہ ہو چکے ہیں۔

☆ سید المرسلین ﷺ نے غزوۂ حنین سے فراغت کے بعد جب طائف روانگی کا ارادہ رفمایا تو حضرت کعب بن مالک نے اس موقع پر بھی چند اشعار کہے جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت و طاقت اور ان کے جذبۂ اطاعتِ خدا و مصطفیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی مختلف صفات مبارکہ کا تذکرہ بھی کیا ہے، فرماتے ہیں:

۱- وأنا قد ألینا ھم بزحف
یحیط بسور حصنھم صفوفاً

ترجمہ:- اور ہم ان کے مقابلے کے لیے ایک ایسا لشکر لائے ہیں جو قطار بند ہو کر ان کے قلعے کی چار دیواری کو گھیرے گا۔

۲- زعیمھم النبي وكان صلباً
نقي القلب مصطبراً عزوفاً

ترجمہ:- ان کے سردار نبی کریم ﷺ ہیں جو اس کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ صاف، دل، صابر اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

۳- رشید الأمر ذو حکم و علم
وحلم لم یکن نزقاً خضیفاً

ترجمہ:- سیدھا معاملہ فرمانے والے، قوت فیصلہ کے مالک، صاحب علم اور نرم دل ہیں، ہلکی طبیعت کے مالک اور جلد غصہ کرنے والے بھی نہیں۔

۴- نطیع نبینا و نطیع رباً
ھو الرحمٰن کان بنا رؤفاً (۲۹)

ترجمہ:- ہم اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس رب العزت کی اطاعت کرتے ہیں جو رحمت کرنے والا اور ہم پر مہربان ہے۔

اختتامیہ:

سطورِ بالا کی روشنی میں ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

۱- تحفظ حرمت رسول ﷺ سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

۲- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادب رسول ﷺ کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی اور نہ تاقیام قیامت مل سکتی ہے۔

۳- دشمنانِ نبوت کی دشنام طرازیوں کا جواب دینا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

۴- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناموس رسالت ﷺ کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے لباس تبدیل فرمایا:

۵- اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہیں لیکن وہ اپنی خطا پر قائم نہیں رہتے بلکہ توبہ کر لیتے ہیں۔ دیکھیے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام غزوۂ تبوک میں

شریک نہ ہوئے لیکن بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور رب العزت کی طرف سے معافی کا مژدہ پایا۔

۶- گستاخِ رسول واجب القتل ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے گستاخ کعب بن اشرف کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ نتیجتاً پانچ صحابہ کرام نے اسے واصل جہنم کیا۔

۷- انسان جس قدر رحمۃ للعالمین ﷺ کے مبارک قدموں سے وابستہ ہو اسی قدر معزز ہوتا ہے۔ یہود نے آپ ﷺ سے منہ موڑا تو ذلت و مسکنت ان کا مقدر ٹھہری۔

۸- مسلمان اگر تمام مخلوقات پر غلبہ و حکومت چاہتے ہیں تو اس کا واحد حل دامن مصطفی ﷺ سے وابستگی ہے۔

حواشی

۱- الحجرات: ۴۹، آیت: ۲
۲- الحجرات: ۴۹، آیت: ۱
۳- البقرۃ: ۲، آیت: ۱۰۴
۴- النور: ۲۴، آیت: ۶۳
۵- الحجرات: ۴۹، آیت: ۳
۶- الاحزاب: ۳۳، آیت: ۵۷
۷- صحیح بخاری: امام محمد بن اسماعیل بخاری
۸- دیوان کعب بن مالک الانصاری: کعب بن مالک انصاری، تحقیق: ڈاکٹر سامی مکی العانی، اشاعت دوم (بیروت: عالم الکتاب: ۱۹۹۷ء)
۹- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: امام ابن اثیر جزری، اشاعت نمبر غیر مذکور (طھران: المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۳۳۴ء) ۲۴۷/۴

.... الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، اشاعت نمبر: غیر مذکور (مصر: مکتبۃ محمۃ، تاریخ اشاعت: غیر مذکور) ۱۳۲۳/۳
۱۰- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: امام ابن اثیر جزری ۲۴۷/۴
.... الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۳/۳
۱۱- تہذیب التہذیب: امام ابن حجر العسقلانی، اشاعت اوّل (بیروت: دار صادر، ۱۳۲۶ھ) ۲۴۰/۸
۱۲- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: امام ابن اثیر الجزری، ۲۴۷/۲
.... الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۳/۳

۱۳-سیر الاعلام النبلا : امام محمد بن احمد الذھبی ۔اشاعت چہارم، بیروت : موسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۶ء)، ۲/۵۲۴

.........اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، امام ابن اثیر الجزری، ۲۴۷/۴

.........استیعاب فی معرفۃ الصحابۃ، امام عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۳/۳

۱۴-اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ : امام ابن اثیر الجزری، ۲۴۷/۴

.........الاسیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۴/۳

۱۵-سیر اعلام النبلا : امام محمد بن احمد الذھبی، ۵۲۴/۲

.........اسد لغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ : امام ابن اثیر الجزری، ۲۴۷/۴

.........اساستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۴/۳

۱۶-سورہ توبہ ۹ آیت :

۱۷-سیر اعلام النبلا : امام محمد بن احمد الذھبی، ۵۳۰-۵۲۷/۲

.........اسد الغابۃ فی معرفۃ الاصحابۃ : امام ابن اثیر الجزری، ۲۴۸/۴

.........الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۴/۳

.........تہذیب التہذیب، امام ابن حجر العسقلانی، ۴۴۱/۸

۱۸-الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۵/۳

۱۹-دیوان کعب بن مالک الانصاری، کعب بن مالک الانصاری، ص ۱۵۳

۲۰-تہذیب التھذیب : امام ابن حجر العسقلانی، ۴۴۰/۸

۲۱-سیر اعلام النبلاء : امام محمد بن احمد الذھبی، ۵۲۶/۲

.........الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی ۱۳۲۴/۳

۲۲-تہذیب التھذیب، امام ابن حجر العسقلانی، ۴۴۰/۸

۲۳-سیر اعلام النبلاء : امام محمد بن احمد الذھبی، ۵۲۶/۲

.........الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: امام ابن عبد البر الاندلسی، ۱۳۲۴/۳

۲۴-دیوان کعب بن مالک الانصاری، کعب بن مالک الانصاری، ص : ۲۱۴

۲۵-ایضاً، ص : ۱۷۰-۱۶۸

۲۶-ایضاً، ص : ۱۸۲-۱۸۱

۲۷-ایضاً، ص : ۲۱۶-۲۱۵

۲۸-ایضاً، ص : ۱۹۷-۱۹۶

۲۹-ایضاً، ص : ۱۸۹

تلخ نوائی

اسم گرامی کے حوالے سے ایک روح پرور تحریر

ورفعنا لک ذکرک

درود پڑھتی فضاؤں میں مہکتا نام.........محمد ﷺ

محمد اظہار الحق ☆

یورپ میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق "محمد" دنیا کا مقبول ترین نام ہے۔ اسی سروے میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت پندرہ کروڑ افراد کا نام محمد ہے۔

زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ محمد نام کے لوگوں کی اصل تعداد پندرہ کروڑ سے بہت زیادہ ہوگی۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق مسلمانوں کی آبادی دو ارب ہے۔ اس میں سے اگر ساٹھ فیصد بھی عورتیں ہوں تو مردوں کی تعداد اسی کروڑ بنتی ہے۔ اسی کروڑ میں یقیناً نصف سے زیادہ تعداد ایسے مردوں کی ہوگی جن کے ناموں کے شروع میں یا درمیان میں یا آخر میں محمد کا نام نامی آتا ہے۔

یہ تعداد پندرہ کروڑ یا چالیس کروڑ یا اس سے زیادہ یا اس سے کم، جتنی بھی ہے اس میں کیا شک ہے کہ یہ نام پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ یہ نام کروڑوں افراد کا تو اس لمحے میں ہے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کہ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا جب یہ نام کروڑوں افراد کا نہ ہو۔ ایسے لوگوں کی کل تعداد کا تعین خدا کی ذات ہی کر سکتی ہے یا اس کے حکم سے اس کے فرشتے کر سکتے ہیں۔

صدیوں سے اس نام پر کرہ ارض کے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، درود پاک بھیج رہے ہیں۔ کتنے درود پڑھے گئے، کتنے سلام بھیجے گئے یہ صرف اس پروردگار ہی کو معلوم ہے جس کے علم میں ریت کے ذرے، سمندر کے قطرے، کہکشاؤں کے ستارے، درختوں کے پتے اور انسانوں کی سانسیں ہیں۔

اس نام کا کیا ہی کہنا! کتنے لوگوں نے اس نام کو لکھا اور چوما، بار بار لکھا اور بار بار

☆ izhaar.haq@dunya.com.pk

چوما، کتنے اس نام کو سن کر بے اختیار اپنے انگوٹھے چومنے لگتے ہیں، کتنے ﷺ کا ورد کرنے لگتے ہیں، کتنوں کی آنکھیں بھیگ اٹھتی ہیں، کتنوں کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، کتنوں کے سینوں میں وہاں جانے کی آرزو تڑپ تڑپ اٹھتی ہے جہاں اس نام کی ہستی محو استراحت ہے کتنوں کے لبوں پر یہ نام سن کر دل کی حسرت دعا بن جاتی ہے کہ حاضری نصیب ہو۔ اس نام کا کیا ہی کہنا! سبحان اللہ! محمد ﷺ کے میم میں دنیا بھر کی مٹھاس ہے۔ یہ "میم" محمود ہے مشہود ہے، مجتبیٰ ہے، مصطفی ہے، مزمل ہے، مدثر ہے، مصدق ہے، منصور ہے، مصباح ہے مجیب ہے، مامون ہے، معلوم ہے، معین ہے، منیر ہے، مکرم ہے، مبشر ہے، مظہر ہے۔

اس نام کی برکات سمیٹنے کے لیے کائنات کے پھیلتے کنارے، ہر دم ہر لحظہ پھیلتے کنارے، کم پڑ رہے ہیں۔ اس کی "ح" حاشیہ ہے جو ساری دنیاؤں کے ارد گرد کھینچا گیا ہے۔ حصار ہے جس کے اندر کروڑوں اربوں دل محفوظ و مامون ہیں۔ اس "ح" سے حُب ہے، حجت ہے، حرارت ہے، حیات ہے۔ حریت ہے۔ جس پر لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ حرمت ہے اور اس نام کی حرمت پر لوگ اولاد کیا ماں باپ تک نچھاور کر دیتے ہیں اور ہاں محمد کی "ح" سے حسن ہے، حسن جو اس نام کے قدموں میں بیٹھا ہے کہ حسن کے سارے معیار، سارے تقاضے صرف یہی نام پورے کر سکتا ہے۔ "ح" سے حضور ہے، حق ہے، حقیقت ہے حکم ہے کہ اس ذات کے حکم پر کائنات کا ہر ذرہ جھکتا اور اڑتا چلا آتا ہے۔ "ح" سے حکیم ہے حلیم ہے، حیا ہے، حوصلہ ہے، "ح" سے حیرتیں ہیں، جن کے در یہ نام وا کرتا ہے۔

اس نام میں تقدیس سے بھرے اس نام میں "میم" دوسری بار آتا ہے۔ "میم" ماورا ہے کہ سامنے والی دنیا تو اس نام کا احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔ یہ میم مامتا ہے کہ مائیں اپنے لخت ہائے جگر کو اس نام پر قربان کرنا فخر سمجھتی ہیں۔ یہ مانگ ہے جس سے زندگی کی زلف کا حسن دو چند ہوتا ہے۔ یہ ماہ کامل ہے جو چودہ سو صدیاں قبل چڑھا اور آج تک ڈوبا ہے نہ ڈوبے گا۔ یہ میلاد ہے کہ جب بھی وہ تاریخ آتی ہے جہانوں میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ یہ میم مبارک ہے، مبعوث ہے، مبسوط ہے، متاع ہے، محفوظ ہے، محبوب ہے، محسن ہے، مختار ہے، مدام ہے، مدلل ہے، مدنی ہے، مکی ہے، مراد ہے، مرحبا ہے، مرجع ہے، مزکی ہے، مسکراہٹ ہے، مسلسل ہے، مشفق ہے، مشک ہے، معتبر ہے، معتدل ہے، معنبر

ہے، معجزہ ہے، معراج ہے، معزز ہے، معظم ہے، مطلوب ہے، مفتاح ہے، مفوح ہے، مقبول ہے، مقتدر ہے، مکمل ہے، ملائم ہے، ممتاز ہے، من موہن ہے اور موتی ہے۔

اس نام کی تعریف آج تک کوئی نہیں کرسکا۔ جس نے بھی کیا، عجز اور بے بسی کا اظہار کیا۔ غالب جیسے نکتہ سنج نے کہا تو یہ کہا:۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

کہ پروردگار خود ہی اس نام کی تعریف کرسکتا ہے۔ کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ نظامی نے خود کو آپ کے قدموں کی خاک قرار دیا اور کہا کہ دونوں جہان آپ کے فتراک سے بندے ہیں۔ حافظ ظہور نے تو بات ہی ختم کردی۔

ہے شان تری اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ جو لفظ تری شان کے شایان نظر آیا

کسی نے عجز کا اظہار یوں کیا کہ منہ کو ہزاروں بار مشک و گلاب سے دھوئیں تب بھی یہ نام لینے کے لیے ادب کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

اس نام کی صفات کا شمار ممکن ہی نہیں۔ اس کے آخر میں ''د'' ہے۔ یہ ''د'' دادرسی ہے جو مسکینوں کی دادرسی کرتا ہے۔ یہ دارالامان ہے جہاں دنیا بھر کے ستائے سر چھپاتے ہیں۔ یہ دامن ہے جس کے سائے تلے خلقت آرام پاتی ہے۔ یہ دانش ہے جو عقدے کھولتی ہے اور معمے حل کرتی ہے۔ یہ دانا ہے جو راستہ بتاتا ہے۔ یہ دائرہ ہے زمان و مکان جس سے باہر نکلنے کا حوصلہ نہیں پاتے۔ یہ دائم ہے جو قیامت تک اور قیامت کے بعد بھی رہے گا۔ یہ دفتر ہے جس کے اوراق شمار سے باہر ہیں۔ یہ دروازہ ہے خدا کی قسم وہ دروازہ جس کی چوکھٹ پر چاند ستارے، سورج کہکشائیں کائنا تیں جہان وقت سب دوزانو بیٹھے ہیں۔ ایسا دروازہ جو کسی پر بند نہیں ہوتا کہ وہ مجسم رحمت تو راستے میں کانٹے بچھانے والوں کی بھی دست گیری کرتے تھے۔

محمد ﷺ کا ''د'' دربار ہے جہاں شہنشاہ غلاموں کی طرح حاضر ہوتے ہیں۔ درخشاں ہے جو افق افق روشنی بکھیر رہا ہے، درود ہے جو مسلسل زمینوں سے آسمانوں کی طرف جا رہا ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا، درس گاہ ہے جہاں سقراط اور ارسطو، افلاطون اور جالینوس، جیسے کروڑوں حکیم، فلسفی، دانشور آپ کے غلاموں کے جوتے سیدھے

کرتے ہیں۔ یہ "د" دریا ہے جو ہمیشہ بہتا رہے گا۔ دستاویز ہے جس میں زمانوں
جہانوں کی ملکیت کا گوشوارہ ہے۔ دستور ہے جس سے کائنات کا نظام چل رہا ہے، دعوت
ہے جو خاص و عام کے لیے ہے، دعا ہے جس کی قبولیت کا وعدہ ہے، دعویٰ ہے جسے کوئی
نہیں جھٹلا سکتا، دل آویزی اور دلکشی ہے، دلبری اور دل بستگی ہے، دلداری اور دلگیری
ہے۔ دلاسا ہے، دلیل ہے، دمک ہے، دور اندیشی ہے، دوستی ہے دیانت ہے۔

جب تک دنیا قائم ہے یہ نام بلند رہے گا۔ پھر جب حشر اٹھے گا تو ہر طرف چلچلاتی
کڑکتی، کوڑے برساتی، قیامت ڈھاتی، دھوپ ہوگی اور اس دھوپ میں صرف اس نام
کی چھاؤں ہوگی وہ سب جو آج تک پیدا ہوئے اور وہ بھی جو قیامت تک پیدا ہوں گے
اس نام پر درود و سلام پڑھتے رہیں گے۔ (بشکریہ روزنامہ "دنیا" لاہور۔ ۵ نومبر ۲۰۱۳ء)

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
دین پہ مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں پہ ہوں یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(فاضل بریلوی)

گستاخ رسول کے خلاف

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

حافظ محمد شاہد اقبال ☆

حضور سید عالم، فخر موجودات ﷺ کے خلاف بدزبانی یا توہین آمیز کلمات کا اظہار اتنا بڑا کفر ہے کہ اس کا مرتکب سزائے قتل کا حق دار ہے۔ امت مسلمہ اس مسئلہ پر بلاکسی اختلاف و تاویل کے متفق ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں گستاخان رسول کے سر قلم کیے گئے اور امت مسلمہ کے اقتدار و تسلط کے تمام ادوار میں اس پر عمل ہوتا رہا اور گستاخ رسول کو کبھی کسی رعایت کا مستحق نہیں گردانا گیا۔ برصغیر میں انگریز کے اقتدار میں اہانت رسول کو انسانی آزادی و حقوق کے نام پر قتل کی سزا سے آزاد کر دیا گیا۔ اگرچہ ایسے بدباطن لوگوں کو انگریزی عدالتوں میں بعض اوقات سزائیں ہوتی تھیں مگر عام طور پر انگریزی عدالتوں کے طریق کار میں تاویلوں اور وکیلوں کی بحث و تمحیص سے گستاخان رسول سزاؤں سے بچ جاتے۔ بایں ہمہ کئی عاشقان رسول ﷺ نے اپنے طور پر ایسے گستاخان رسول کو آگے بڑھ کر واصل جہنم کر دیا اور ہماری تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہے جہاں گستاخان رسول کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

پاکستان میں گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ مگر آج بعض ''راہنمایان قوم'' جو مقام مصطفی ﷺ سے ناآشنا ہیں۔ گستاخان رسول کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہوئے اس قانون میں ترمیم و تخفیف کے لیے بیان بازی کر رہے ہیں حتی کہ پاکستان میں بعض ذمہ دار افراد اور گستاخان رسول کی حمایت و رعایت کے لیے خصوصاً عیسائی دنیا کے بدباطن گستاخان رسول نے ''انسانی حقوق'' کے نام پر ایسے بیانات دے رہے ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات کا مشتعل ہونا قدرتی امر تھا۔ حال ہی میں پاکستان کے مسلمانوں میں اشتعال و اضطراب کی

☆ دارالعلوم نعمانیہ لاہور

جو لہر اٹھی تھی۔ اس نے نہ صرف پاکستان بھر کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے، بلکہ سارے عالم اسلام پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ آج ہم اس موضوع پر زیر نظر رسالہ شائع کر رہے ہیں۔ جس میں ''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی'' اور غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی قیمتی تحقیقات پیش کی جا رہی ہیں۔

انگریزی اقتدار کے زیر سایہ بھی کئی بد باطن لوگ گستاخیِ رسول کا ارتکاب کرتے تھے اور مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرتے رہے ہیں۔ بعض اپنی بد باطنی کا اظہار کھلے بندوں نہ کرتے تھے مگر کسی نہ کسی طریقے سے حضور ﷺ کی ذات والا صفات پر حرف گیری کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ۱۳۳۵ھ کو جونپور (بھارت) میں ہوا۔ سکول کے طلباء کو انگریزی کا ایک پرچہ حل کرنے کا حکم دیا گیا جس میں ایسی عبارت ترتیب دی گئی تھی جس کا انگریزی سے عربی ترجمہ کرانا مقصود تھا اور اس انگریزی عبارت میں توہین رسول ﷺ کا اقرار تھا۔ مسلمانان جونپور (بھارت) نے ممتحنین کی اس بری حرکت کا نوٹس لیا اور وہاں کے مولانا عبد الاول مرحوم نے ۶ رمضان ۱۳۳۵ھ کو اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فقیہ اعظم فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک استفسار بھیجا اور گستاخان رسول کی اس چال پر فتویٰ طلب کیا جس میں اہانت رسول موجود تھی۔

مولانا عبد الاول نے بتایا کہ ایک مسلمان ممتحن کی نگرانی میں دو مسلمان استادوں نے انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے ایک پرچہ مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال کے نصف نمبر رکھے گئے تھے۔ اس سوال میں حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں گستاخی اور توہین کے الفاظ نقل کیے گئے۔ (نقل کفر کفر نہ باشد) مولانا عبد الاول مرحوم نے اس امتحانی پرچے کی عبارت کے درج ذیل الفاظ بھی نقل کیے۔

''ابن عبد اللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی تجدید گی یا موقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی باوجود اس فصاحت کے محمد (ﷺ) ایک ناخواندہ وحشی تھا۔

بچپن میں اسے نوشت وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔عام طور پر جہالت نے اسے شرم و ملامت سے مبرا کر دیا تھا مگر اس کی زندگی کے ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی۔ اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقل مندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا تھا) محروم رہا۔تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کیے جاتے ہیں پیدا ہو گئے تھے۔"

امتحانی پرچے کی یہ عبارت لکھنے کے بعد "مسلمان جونپور اور مولانا عبدالاول" نے دریافت کیا کہ آیا پرچہ مرتب کرنے والے،اس پر نظرثانی کرنے والے،اس کا دیدہ دانستہ ترجمہ کرنے یا اسے نقل کرنے والے اور ان ناشائستہ الفاظ کا تکرار کرنے والے نام کے مسلمان اسلام میں کس سزا کے مستحق ہیں؟ اور ان کا اسلامی معاشرہ میں کیا مقام ہے؟

جونپور کے مقامی علماء کرام نے اس مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار کیا اور شاتم رسول کی اس گستاخانہ حرکت پر قتل کا فتویٰ دیا مگر مسلمانان جونپور مطمئن نہ ہوئے چنانچہ یہ استفسار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں پیش کیا گیا تاکہ آپ گستاخان رسول کی شرعی سزا کو دلائل کی روشنی میں واضح کریں کہ شرع شریف کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جس کا آپ نے ان الفاظ میں جواب عنایت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ فقیہ اعظم مولانا الشاہ احمد رضا خان کا فتویٰ
فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی

الجواب:

رب انی اعوذبك من همزات الشيطن واعوذ بك ان يحضرون۔ و الذين يوذون رسول الله لهم عذاب اليم ○ ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة و اعدلهم عذابا مهينًا الا لعنة الله على الظالمين○

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب
وہ کافر مرتد ہے۔ جس جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس کی نگرانی
میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ
اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اسے ہلکا جانا، یا اسے اپنے نمبر گھٹنے، یا پاس نہ ہونے
سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد بالغ ہوں، خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام، کلام حرام، میل جول
حرام، نشت برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے
جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا
جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے ثواب پہنچانا حرام
بلکہ خود کفر و قاطع اسلام، جب ان میں سے کوئی مرجائے اس کے اعزہ و اقربا مسلمین اگر حکم
شرع مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے
میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر، اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک پھینک کر
پاٹ بھر دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں۔ اور جو ان
میں نکاح کیے ہوئے ہیں ان کی سب کی جوروئیں (بیویاں) ان کے نکاحوں سے نکل
گئیں۔ اب اگر قربت ہوگی حرام، حرام، حرام اور زنائے خالص ہوگی، اور اس سے جو اولاد
ہوگی ولد الزنا ہوگی، عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کر
لیں، ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرلے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہو، پھر مسلمان ہو، اس
وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے، منتہی ہوں گے اور وہ ممانعت جو اس سے
میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی، یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت
وخلوص، توبہ وصحت اسلام، ظاہر و روشن ہوں مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں
آسکتیں۔ انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں تو دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ
کریں۔ ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔

ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کرسکیں گی۔

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المنقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالیٰ ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ (شفاء شریف صفحہ ۳۲۱)

"یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا۔"

نسیم الریاض جلد چہارم صفحہ ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے۔

ماصرح بہ من کفر الساب و الشاک فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے آئمہ وغیرھم کا ہے۔

وجیز امام کردری جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ پر ہے:

لو ارتد و العیاذ باللہ تعالیٰ تحرم امراتہ و یجدد النکاح بعد اسلامہ و المولود بینھما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لا یجدیہ مالم یرجع عما قالتہ لان باتیانھما علی العادۃ لا یرتفع الکفر اذا سب الرسول ﷺ او واحدا من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام فلا توبتہ لہ واذا شتمہ علیہ الصلوۃ و

"یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کی عورت حرام ہو جاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے، اس سے پہلے کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا، حرامی ہوگا اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے، کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرلے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا اور جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعد

السلام سکران یعفی . واجمع العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه و کفره کفر ملتقطا کا کثر الاوانی للاختصار۔

توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمہ گستاخی بکا، جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ میں ہے:

کل من ابغض رسوله الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولی وان سب شکران لا یعفی عنه۔

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کینہ ہے وہ مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے، اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بحرالرائق جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ میں بعینہ کلمہ مذکور ذکر کر کے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا:

سب واحدا من الانبیاء کذالك فلا یفید الافکار مع البینته لانا نجعل افکار الرذة ان کانت مقبوله

یعنی کسی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی کرے، یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لیے ہے توبہ تو وہاں قرار پاتی ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی ﷺ خواہ کسی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔

غنیہ ذوالحکام علامہ مولیٰ خسرو جلد اول صفحہ ۲۹۹ پر ہے:

اذا سبعه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم او واحداً من الانبیاء صلوات الله تعالیٰ علیهم اجمعین مسلم فلا توبة له اصلا و اجمع العلماء ان شاتمه کافر و من شك فی عذابه و کفره کفر

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی کرے، اسے ہرگز معافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے امت مرحومہ کا اجماع ہے۔ اس پر کہ وہ کافر ہے، اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

غنیہ ذوالاحکام صفحہ ۳۰۱ میں ہے:

محل قبول التوبة المرتد مالم تکن ردت بسب النبی او بغضه صلی اللهتعالیٰ علیه وسلم فان کان به لاتقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه او شهد علیه بذلك بخلاف غیره من المکفرات۔

یعنی نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لیے اس کی اجازت نہیں۔

الاشباہ والنظائر قلمی ،باب الروۃ:

لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانه لا یعفی عنه و کذا فی البزازیته و حکم الردة بینونته امراته مطلقا (ای سواء رجع اولم یرجع غمز العیون) واذامات علی رذته لم یدفن فی مقابر المسلمین

یعنی نشہ کی بے ہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بے ہوشی کافر نہ کہیں گے، نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشے کی بے ہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دیں گے، اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً

ولا اهل ملته و انما لقى فى حفرة كالكلب و المرتد اقبح كفرا من الكافر الأصلى و اذا شهد و اعلى مسلم بالردة و هو منكر لا يتعرض له لا لتكذيب الشهود العدول بل لان انكار توبته ورجوع فتثبت الاحكام التى للمرتد ماتاب من حبط الاعمال وبينونته الزوجته و قوله لا يعترض له انما هو فى مرتد تقبل توبته فى الدنيا لا الرذة بسبب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الاولى تنكيز النبى كما عبربه فيما سبق غمزالعيون

اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مر جائے، والعیاذ باللہ تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے، مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے۔ اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لیے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لیے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے لہذا گواہانِ عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کر لی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہو گئے اور جورو (بیوی) نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی مگر نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کہ یہ وہ

کفر ہے جس کی سزا دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں تھی اور نہ کسی نبی (علیہ السلام) کی شان میں گستاخی۔

فتاوی خیریہ، علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار جلد اول صفحہ ۹۵ پر فرماتے ہیں:

من سب رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فانه مرتد و حکمه حکم المرتدین و یفعل به ما یفعل بالمرتدین ولا توبته له اصلا واجمع العلماء انه کافر و من شك فی کفر کفرء املتنقطا

جو نبی ﷺ کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا حکم وہی ہے جو مرتدوں کا ہے، اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے دنیا میں معافی نہ دیں گے، اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر، شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۶۱۸ پر ہے:

اذا سبه صلی الله تعالی علیه وسلم او واحدا من الانبیاء مسلم و لو سکران فلا توبة له تنجیه کالز ندیق ومن شك فی عذابه و کفر فقد کفر

یعنی مسلمان کہلا کر حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے۔ جیسے دہریے، بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ذخیرۃ العقبی علامہ اخی یوسف صفحہ ۲۴۰ پر ہے:

قد اجمعت الامة علی ان

یعنی بے شک تمام امت مسلمہ کا اجماع

الاستخفاف بنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم وبأى نبى كان عليهم الصلاة والسلام كفر سواء فعله على ذلك مستحلاام فعله معتقدا لحرمته وليس بين العلماء خلاف فى ذلك ومن شك فى كفر وعذابه كفر.

ہے کہ حضور انور ﷺ خواہ کسی نبی کی [illegible] شان کرنے والے کافر ہے، خواہ [illegible] حلال جان کر اس کام مرتکب ہوا یا [illegible] جان کر، بہر حال علماء کے نزدیک کا[illegible] ہے اور جو اس کے کفر میں شک کر[illegible] وہ بھی کافر۔

ایضاً صفحہ ۲۴۲ پر ہے:

لا يغسل ولا يصل عليه ولا يكفن اما اذا تاب و تبراء عن الارتدادو دخل فى دين الاسلام ثم مات غسل و كفن وصلى فيه ودفن فى مقابر المسلمين

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مر جا[illegible] اُسے نہ غسل دیں، نہ کفن دیں، نہ اس [illegible] نماز پڑھیں، ہاں ! اگر توبہ کرے [illegible] اپنے اس کفر سے براءت کرے اور [illegible] اسلام میں داخل ہو، اس کے بعد [illegible] جائے تو غسل، کفن، نماز، اور مقابر [illegible] میں دفن، سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار، شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

كل مسلم ارتدفتوبته مقبولة الا الكافر بسبب النبى الخ

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے، مگر کسی نبی [illegible] شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر [illegible] دنیا میں سزا سے بچانے کے لیے اس [illegible] توبہ بھی قبول نہیں۔

درمختار میں ہے:

الكافر بسب نبى من الانبياء لا تقبل توبته مطلقاً ومن شك فى

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے [illegible] پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو [illegible]

عذابه و كفره كفر — کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے، خود کافر ہے۔

کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۱۲ پر ہے:

وقال ابو يوسف وايما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى و بانت زوجته

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس ﷺ کو برا کہے، یا تکذیب کرے، یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

اشخاص مذکورین کے کفر و ارتداد میں اصلاً شک نہیں، دوبارہ اسلام و رفع دیگر احکام، ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو، ضرور مقبول ہے، ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ و اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔

وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں، اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث، اخبث، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان، مفتی، واعظ، مدرس، شیخ بن کر اللہ و رسول کی جانب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے اور چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر کہے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک، یہ بے تہذیبی وتشدد ہو۔

فانظر الى اثار مقت الله الغيور ○ كيف انقلبت القلوب و انعكست الامور ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ○ وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون ○ والله تعالى اعلم ○

حفاظتِ ناموس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، ایم اے، پی ایچ ڈی

ہر انسان کو اپنی عزت وناموس بڑی عزیز ہوتی ہے اور وہ اپنی عزت بچانے کے لئے مال ودولت تو درکنار جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ لوگ تو ان کی آبرو کا تحفظ بھی اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں جن سے ان کا کوئی نسبی تعلق ہو یا جن سے انہوں نے رشتہ محبت وعقیدت کا استوار کر لیا ہو۔ محب اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتا، پھر اس کو یہ علم ہو کہ اسے جو عزت ملی ہے وہ اس کی ذات کی وجہ سے ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ ہستی دنیا وعقبیٰ میں کبھی اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی تو ایسی ہستی کے تحفظ ناموس کی خاطر وہ کیوں نہ کٹ مرے۔ روح قالب کا رشتہ توڑ کر ایسی ہستی سے رشتہ جوڑ لینا انسانیت کی معراج ہے۔

جس طرح ہم اپنے پیاروں کی شان میں کی گئی گستاخی برداشت نہیں کرتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اپنے حبیب مکرم، رسول معظم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی ادنیٰ سی توہین وتضحیک بھی برداشت نہیں فرماتے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے گستاخ کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

"سورہ توبہ" میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (توبہ ۹،۶۱) "جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

ایک اور مقام پر رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اذیت دینا قرار دیا گیا اور ایسے بدبخت شخص کو "عَذَابًا مُّهِیْنًا" کے لئے تیار رہنے کا حکم ہے۔ آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی لعنت کا طوق ایسے بدنصیب شخص کے زیب گلو رہے گا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝ (الاحزاب ۳۳،۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ تو اپنے محبوب مکرم حبیب معظم (ﷺ) کی آواز مبارک سے اونچی آواز بھی پسند نہیں فرماتے اور مومنوں کو حکم دیتے ہیں:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات ۶۹،۲)

اپنی آواز اونچی نہ کرو نبی ﷺ کی آواز سے۔

صرف یہ قرآنی حکم ہی نہیں بلکہ یہ وعید شدید بھی سنا دی کہ ”اگر تم نے اس کا ارتکاب کیا تو اپنے اعمال ضبط کروا بیٹھو گے۔“

جس شخص نے اپنے قول یا فعل سے آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) تکلیف دی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس سے بدلہ ضرور لیا۔

عاص بن وائل کا ابتر ہونا:

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاجزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل نے کہا: ”ان کی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہی اس لیے آپ ﷺ کے بعد آپ کا نام ختم ہو جائے گا۔“

اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ”سورہ کوثر“ شریف نازل فرمائی اور عاص بن وائل کے ”ابتر“ ہونے کی خبر دی۔ دیکھئے حضور سید المرسلین رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ”لاولد“ ہونے کا طعنہ دینے والے کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے منقطع النسل بنا دیا۔

ابولہب کی عبرت انگیز موت:

اسی طرح ابولہب آپ ﷺ سے بڑی عداوت رکھتا تھا۔ جب حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا اور انہیں توحید باری تعالیٰ کا ایمانی، ربانی درس دیا تو ابولہب نے کہا: "تو برباد ہو جائے۔ کیا تو نے ہمیں یہی سنانے کو جمع کیا تھا؟"

اس پر خالق ارض وسماء جل مجدہ نے اس کی تباہی و بربادی کا یوں اعلان فرمایا:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ (سورۃ لھب :۱)

چنانچہ ابولہب غزوہ بدر کے ایک ہفتہ بعد ایک متعدی بیماری کا شکار ہو گیا۔ مرنے کے بعد تین دن تک اس کی نعش بے گور و کفن پڑی رہی۔ کوئی عزیز، رشتہ دار قریب نہ آیا۔ یہاں تک کہ اس کی نعش سے بدبو آنے لگی۔ اور گھر والوں نے مزدوروں کو بلا کر اس کی نعش کو ایک گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی۔

عتبہ بن ابولہب کی ہلاکت:

ابولہب کے دو بیٹوں سے حضور سرور کونین ﷺ کی دو صاجزادیوں رضی اللہ عنہن کا نکاح ہوا تھا مگر ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی، انہوں نے آپ ﷺ و اصحابہ کو دکھ پہنچانے کے بعد ان دختران پاک رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو دکھ پہنچانے والے فرزندانِ کفر کو بھی ذلیل وخوار کیا اور ان میں سے ایک (عتبہ) کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔

زوجہ ابولہب کی ہلاکت:

اس طرح ابولہب کی بیوی جنگل سے کانٹے لا کر حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیۃ واجمل الثناء کے راستے میں بچھایا کرتی تھی۔ ایک دن کانٹوں کا بوجھ

لاتے ہوئے راستے میں کھجور کی چھال کا رسہ اس کے گلے میں پھنس گیا جس سے وہ وہیں واصل جہنم ہوگئی۔

ولید بن مغیرہ کے خصائل سیئہ:

ولید بن مغیرہ نے رحمت مجسم محسن اعظم، رسول اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) "مجنون" کہہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے "قرآن مجید" میں فرمایا کہ "اے میرے محبوب ﷺ آپ ہرگز مجنون نہیں"۔ اور پھر ولید لعین کے تمام خصائل سیئہ گنوائے۔ اس کی تمام خامیاں گنوانے کے بعد " بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٌ " کہہ کر اس کے ولد الزنا ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔

خسرو پرویز کا خاتمہ:

شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مکتوب شریف کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر وہ لعین برہم ہوگیا اور بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکتوب گرامی پھاڑ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اسے اس کے اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کروا کر رسوا کیا۔

بغیض بن عامر پر خدائی غضب:

حضور اکرم ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کرنے کے لئے دستاویز بغیض بن عامر نے لکھی تھی۔ اس پر غضب الٰہی نازل ہوا اور اس کے ہاتھ شل ہوگئے۔

حب رسول ﷺ اور تکمیل ایمان:

دراصل ایمان نام ہے محبت رسول ﷺ کا۔ حب رسول ﷺ کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے بلکہ مسلمان ہونے کی شرطِ اولین محبت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء

ہے۔

''بخاری شریف'' کتاب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وو لدہ الناس اجمعین

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

''بخاری شریف'' ہی میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''بے شک آپ ﷺ سوائے میری جان کے جو دونوں پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔''

حضور خیر الانام علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، زیادہ محبوب ہیں۔''

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔''

اس سے پتہ چلا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو جان سے زیادہ محبوب رکھے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے اور جو ہستی جان سے بھی عزیز ہو اس کی شان میں دریدہ دہنی کیونکر برداشت کی جا سکتی ہے؟ اسی لیے عشاق مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے وقت آنے پر اپنی جانوں کی پروا نہیں کی اور اپنے آقا و مولا کے خلاف بھونکنے والے کتوں کا خاتمہ کر کے دم

لیا۔ بے شک انہوں نے (رحمھم اللہ تعالی) نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں (رحمھم اللہ تعالی) تختہ دار پر بھی لٹکنا پڑا لیکن انہوں نے کبھی اپنے آقا و مولا ﷺ کی توہین و تضحیک برداشت نہ کی۔

ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی:

"سنن ابوداؤد شریف" میں ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس لیے قتل کر دیا کہ وہ سرکار دو جہاں ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔"

عبداللہ بن خطل کی ہلاکت:

اس طرح عبداللہ بن خطل حضور سرور کونین ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا۔ فرتنا اور قریبہ اس کی دو باندیاں تھیں جو اس کے اشعار گایا کرتی تھیں۔ فتح مکہ کے دن اس گستاخ نے مسجد حرام میں پناہ لی اور کعبہ معظمہ کے مقدس پردوں سے لٹک گیا لیکن اسے مسجد حرام ہی میں قتل کر دیا گیا اور اس کی ایک باندی قریبہ کو بھی اس جرم کی سزا میں لقمہ اجل بننا پڑا کہ وہ اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرتی تھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

"شفاء شریف" میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ "مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے" حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا کہ "اسے تیس درے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔" اور فرمایا کہ: "ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ وہ (مقدس) زمین جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں، اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔"

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کی پسندیدہ غذا "کدو شریف" کے بارے میں سن کر کہا "انا ما احبہ" (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا "تجدید ایمان کرو ورنہ میں تمہیں ضرور قتل کر دوں گا۔"

اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے محبوب بندوں سے عداوت رکھنے والوں کے لیے اعلان جنگ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ تو رب ذوالجلال جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ سے عداوت رکھنے والے۔ آپ ﷺ کی اہانت و تضحیک کی کوشش کرنے والے سے جنگ کرنا سنت اللہ ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کی شان اقدس سے فروتر الفاظ کہنے یا لکھنے والے گستاخ کو ہرگز معاف نہیں کرنا چاہیے لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں ناموس رسالت کے لئے چلنے والی تحریکیں درحقیقت کسی اور مقصد کے حصول کے لئے چلتی ہیں۔ میں شاتمِ رسول، سلمان رشدی کے خلاف تحریک چلانے اور انتظامیہ کے ہاتھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون ضائع کروانے والوں سے سوال کرتا ہوں کیا سلمان رشدی لعین اب زندہ نہیں ہے؟۔ اس تحریک کے رہنما وزیر بننے کے بعد "تحفظ ناموس رسالت" کیوں بھول گئے ہیں؟ کیا اس تحریک کا اصل مقصد تحفظ ناموس رسالت ہے یا حصول اقتدار؟

برادرانِ اسلام! ذرا غور فرمایئے اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غازی علم دین بن کر، شاہین کی طرح رشدی لعین پر جھپٹیے اور اس کا قلع قمع کر کے دم لیجیے ورنہ تمہارے تحفظ ناموس رسالت کے دعوے اور تحریکیں بے سود ہیں۔ بالکل بے سود۔

شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر محمد یوسف عرفان ☆

خدا سب کے پاس ہے، محمد ﷺ فقط امت مسلمہ کے پاس ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز محمد مصطفی ﷺ کی ذات پاک سے ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمان وہ ہے جو محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے خدا یعنی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اعلان اپنی زبان سے کرتا ہے اور یہ اعلان حلق سے نیچے نہیں جاتا اور ایسا مسلمان قول و فعل اور دل و دماغ کے تضاد سے باہر نہیں نکلتا جبکہ وہ مسلمان جو دل و دماغ اور زبان سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اعلان اور اعتراف کرتا ہے، وہ صاحب ایمان کہلاتا ہے۔ قرآن وسنت صاحب ایمان کیلئے راہ ہدایت ہے۔ وگرنہ ایمان سے محروم مسلمان کیلئے بھی یہ سب کچھ بے معنی ہے۔ ایمان عمل کا نام ہے علم کا مقام نہیں جس طرح دین کا علم مسلمانوں کے پاس ہے اسی طرح کفار و مشرکین یعنی ہنود و یہود اور صلیبی اتحادی ممالک کے پاس بھی ہے۔ لارنس آف عریبیہ قرآن وسنت کے علوم کا ماہر تھا، مگر عمل اور ایمان سے محروم تھا۔ عمل، ایمان اور محبت کا انعام ہے محمد مصطفی ﷺ کا فرمان ہے کہ قرآن کے قاری ایسے احباب بھی ہیں جن پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اللہ پر ایمان اور محمد مصطفی سے محبت اور جانثاری کی کیفیت پر رشک کرتے ہوئے غازی علم الدین شہید کے عمل کو سراہا اور فرمایا تھا کہ "ترکھاناں دا پتر بازی لے گیا۔"

اسی فرط محبت وعقیدت میں حضرت علامہ نے انگریز سرکار سے اجازت لی کہ غازی علم دین شہید کو قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفنایا جائے۔ انہوں نے بیماری کے باوجود، ریلوے سٹیشن پہنچ کر غازی علم الدین شہید کی میت کا استقبال کیا اور اپنے ہاتھ سے لحد میں اتارا۔ قرآن نے اطاعت رسول ﷺ کو اطاعت الٰہی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ روز

محشر مسلمانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ محمد مصطفی ﷺ اور صاحب ایمان لوگ دیکھیں گے
مقام رسالت مآب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم
نام، مقام اور ذکر بلند کر دیا ہے اب زمین و آسمان کی تمام بلندیوں سے بلند تر ذکر مح
ہے اور مسلمان کی علمی، عملی، فکری اور روحانی معراج بھی اسم محمد ﷺ میں پنہاں ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کی محبت کو ایمان کا اعلیٰ ترین مقام قرار دیا ہے
فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں تمہارا ایمان اس وقت مکمل ہو گا جب تم اپنے بچوں، بیویوں
پیشہ وارانہ صلاحیتوں یعنی سرکاری وغیرہ سرکاری ملازمتوں سے محمد مصطفیٰ کی محبت کو عزیز تر
گے۔ امت مسلمہ غربت، مہنگائی اور بیروزگاری کا شکار ہے نیز کفار و مشرکین کے گو
کی آہنی بارش سے مر رہی ہے اور مالدار مسلمان کفار و مشرکین کے بنکوں میں اپنا مال
کرنے اور سود کھانے میں مصروف ہیں جبکہ انکے بال بچے اور اثاثے انہی کفار و مشر
کے ملکوں میں ہیں۔ ایسے سود خور اور لوٹ کھسوٹ سے مال جمع کرنے والے مقت
مسلمانوں کا ایمان ناقص اور نامکمل ہے۔

مسلمان وہ ہے جو محمد مصطفی ﷺ کا نمونہ ہے اور اپنے دیگر مسلمان بھائیو
اپنی زبان مال عمل اور منصب کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ
کائنات کا بہترین فرد آپ ﷺ سے محبت کو بہترین عمل اور آپ ﷺ سے محبت کر
والی قوم کو بہترین امت قرار دیا ہے۔ اللہ رب العالمین ہیں اور محمد مصطفی ﷺ رحمت
العالمین ہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ خود اللہ اور اس
فرشتے محمد مصطفی ﷺ پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔ نیز تمام حجر شجر، حشرات اور کوہ و دمن
وسلام بھیجتے ہیں اور درود و سلام کو مسلمان کیلئے بہترین عمل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسم
کی تجلیات اور برکات کیلئے درود و سلام کو پنجگانہ فرض نماز اور دیگر نفلی نماز کا حصہ بنا دیا ہے۔
اسی لئے مولانا ظفر علی خان نے فرمایا تھا کہ۔۔۔

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا ۔ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر

شان رسالت مآب ﷺ کی اسی کیفیت کو حضرت علامہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

دین مقام مصطفی ﷺ کے شعور اور ادراک کا نام ہے اگر کوئی شان رسالت مآب ﷺ سے نا آشنا رہتا ہے تو اس کا مقام اور انجام ابولہب اور ابوجہل کی صف میں ہے۔ جس کے بارے میں باری تعالیٰ فرماتا ہے ہیں کہ محمد کے دشمن بے نام ونشان رہیں گے اور آپ ﷺ کا نام اور مقام ارفع و اعلیٰ رہے گا۔

قرآن کی نص ہے کہ اپنی آواز کو محمد مصطفی ﷺ کی آواز سے بلند تر نہ کرو اور نہ ہی محمد مصطفی ﷺ کے گھر کے قریب بلند آواز سے باتیں کرو۔ اسی طرح ہجو گو شعراء کا جواب دینے کا حکم ہوا۔ قرآن میں مرقوم ہے آپ ﷺ کی عام گفتگو بھی اللہ کی طرف سے القاء ہوتی ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر ۔ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء روزنامہ نوائے وقت)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک وسلم

ان روح القدس مع حسان ما نافع عن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

(سنن ابی داؤد)

ترجمہ: جبریل امین حضرت حسان کے ساتھ ہوتے جب وہ

نبی کریم ﷺ کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں۔

سلطان نور الدین زنگی اور تحفظ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ

شاکر کنڈان☆

۵۵۵/یا ۵۵۷ ہجری کی بات ہے کہ سلطان نور الدین محمود زنگی ایک رات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے دو سرخ رنگ کے آدمیوں کی اشارہ کر کے فرمایا:۔۔۔۔"مجھے ان سے بچاؤ"۔۔۔۔حتیٰ کہ تین دفعہ زیارت ہوئی اور ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا۔ نور الدین نے صبح اٹھ کر وزیر سے تمام ماجرا بیان کیا ۱۹ آدمیوں کے ہمراہ مدینہ شریف روانہ ہوا۔ شاہی خزانہ کافی مقدار میں ساتھ رکھا۔ کے سفر کے بعد مدینہ شریف پہنچا۔ مسجد نبوی ﷺ اور روضۂ مطہرہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ پھر تمام اہلِ مدینہ کو بلا کر ہر آدمی کا نام لکھ کر خوب مال و دولت دیتے اور روانہ کر دیتے۔ یہاں تک کہ تمام اہلِ مدینہ کو انعامات سے نوازا گیا لیکن خواب والے دونوں چہرے نظر نہ آئے۔ بادشاہ نے پوچھا کوئی نہیں رہ گیا۔ لوگوں نے جواب دیا تمام آ چکے ہیں۔۔۔۔ہاں! البتہ دو آدمی نہیں آئے۔

نور الدین محمود نے پوچھا: وہ کون ہیں؟

جواب ملا کہ وہ نہایت صالح اور پاک طینت ہیں۔ وہ کسی مغربی علاقہ کے رہنے والے ہیں اور صدقہ وخیرات دینے والے ہیں۔

☆ مدیر: عقیدت۔ پی بلاک (استقلال آباد سرگودھا 0321-6004961

شاہ نے انہیں بلایا اور پہچان لیا۔ اُن کی اقامت پر گیا وہاں دیکھا دو خیمے ہیں۔ ان میں کچھ کتابیں اور سیم و زر کی تھیلیاں ہیں۔ اہل مدینہ نے اُن کی بہت تعریف کی لیکن بادشاہ نے جستجو جاری رکھی۔ وہاں ایک چٹائی پڑی تھی۔ بادشاہ نے اسے اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے نیچے ایک سرنگ ہے۔ جو حجرہ شریف کی جانب کھودی گئی ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر لوگ کانپ اٹھے۔

بادشاہ نے اُن سے کہا: سچ سچ بتاؤ۔ کیا بات ہے؟

آخر سختی کے بعد انہوں نے بتایا کہ ہم عیسائی ہیں اور فرضی طور پر مسلمانوں کا روپ دھار رکھا ہے۔ ہمیں ایک عیسائی بادشاہ نے یہاں بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم حج کا بہانہ بنا کر حاجیوں کے ایک گروہ کے ساتھ یہاں پہنچے۔ ہمیں کافی مال و دولت دیا گیا تاکہ ہم کسی مکر و فریب سے آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک تک پہنچ کر آپ ﷺ کے جسد اطہر کو اٹھا کر لے جائیں۔ اسی لیے ہم مدینہ کے قرب و جوار میں سکونت پذیر ہیں۔ پھر ہم نے رات کے اندھیرے میں سرنگ کا کام شروع کیا۔ ہمارے پاس چمڑے کے دو تھیلے تھے۔ سرنگ کی کھدائی سے جو مٹی نکلتی وہ ان تھیلوں میں بھر کر جنت البقیع کی زیارت کے بہانے وہاں پھینک دیتے تھے۔ جب ہماری سرنگ حجرہ شریف کے بالکل قریب پہنچی تو بادل زور سے گرجا، بجلی کوندی اور عظیم بھونچال آیا۔ اسی رات کی صبح کو آپ یہاں پہنچ گئے۔

اُن کی باتیں سن کر نور الدین محمود زار زار رونے لگا اور حکم دیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں چنانچہ حجرہ شریف کے پاس ہی انہیں قتل کیا گیا اور ان کی لاشیں جلا دی گئیں۔ پھر شاہ نے حجرہ شریف کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا اور سکہ ڈھال کر اس میں ڈال دیا۔ اب زمین کی پشت سے پانی تک سکہ کی دیوار بنائی ہوئی ہے جو نہایت مضبوط ہے۔

(جادۂ شوق و محبت)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تحفظِ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری

اللہ بے حد مہربان بہت رحم کرنے والے کے نام سے ہی (میرا شروع کرنا ہے)۔

تمام تعریفیں اُسی کے لئے جو وحدہ، لاشریک، مطلق و بسیط، خالق و مالک، مسجود و معبود حقیقی ہے۔ جس نے انسان کی رشد و ہدایت کے لئے پے در پے انبیاء و رسل کو بھیجا اور پھر سب سے آخر میں وہ آئے جن کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا، پھر اُس سے ساری دنیا کو وجود بخشا، جن کے باعث میلاد سے اس دنیا کو عزت عطا ہوئی، بے حد و بے شمار درود و سلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو ختم الرسل، مولائے کل ہیں جو "نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر" ہیں، جن کا نور روشن جبینوں میں منتقل ہوتا رہا، جو دعائے ابراہیم و بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کے مقدس میلاد سے ساری دنیا روشن ہوگئی۔

جبکہ پیدا شہ انس و جاں ہوگیا دور کعبہ سے لوث بتاں ہوگیا

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و مرسلین نے اس عہد ربانی کے مطابق جو "روز میثاق" اللہ تعالیٰ نے ان تمام سے لیا" اس شان والے نبی پہ ایمان لانے اور مدد کرنے کا وعدہ" اپنے اپنے زمانے میں آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر فرماتے رہے بلکہ اپنے اُمتیوں سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ بھی لیتے رہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ	اور (یاد کیجئے) جب اللہ نے (عالم ارواح میں) پیغمبروں (سے ان) کا عہد لیا کہ

کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ۔ قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا ۔ قال فاشھدوا وانامعکم من الشاھدین ۔

(آل عمران: ۸۱)

میں تمہیں جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس ان (کتابوں) کی جو تمہارے ساتھ ہوں تصدیق کرنے والا (آخری) رسول (محمد ﷺ) آئے تو تمہیں ضرور ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ انہوں نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو تم (ایک دوسرے پر) گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ (تمہارے) گواہوں میں سے ہوں۔

کے اوصاف و علامات، خصائص و کمالات کا چرچا ہوتا رہا۔

و اذ قال عیسی بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدیّ من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد۔

(الصف: ۶)

اور (یہ بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) اس تورات کی تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے (اتری) ہے اور ایک رسول کی خوشخبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد (سب سے بڑھ کر اللہ کی تعریف کرنے والا) ہوگا۔

یوحنا کی انجیل کے باب ۱۴، آیت ۱۵ اور ۱۶ میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) ''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے، اور میں

باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا"، اسی باب کی آیت ۲۵،۲۶ میں ہے: "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن وہ مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب کچھ سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا"، آگے آیت ۲۹،۳۰ میں ہے: "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کرو، اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے دعائیں مانگی جاتی، دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی، اُن کی محبت و یاد سے دل کو معمور رکھا:

و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔	اور وہ (ہمارے نبی محمد ﷺ کے تشریف لانے سے) پہلے (ان کے وسیلے سے کافروں (سے لڑائی کے موقع) پر فتح (کی دعائیں) مانگتے تھے۔
(البقرۃ:۸۹)	

آرزو آدم و عیسیٰ نے تمہاری کی ہے ــــ کتنے معصوم رسولوں کی تمنا تم ہو

زید بن عمرو بن نفیل کہتے ہیں: میں شام میں ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا: "مجھے بت پرستی، نصرانیت اور یہودیت سب سے نفرت ہے"، وہ راہب کہنے لگا: تم یقیناً دین ابراہیم چاہتے ہو، اے اہل مکہ کے بھائی! تم وہ دین مانگتے ہو جو آج کہیں نہیں ملے گا، تم اپنے شہر واپس چلے جاؤ کہ تمہاری قوم میں تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا، وہ ابراہیم علیہ السلام کا دین حنیف لائے گا اور وہ تمام جہانوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل وہ خوش نصیب ہستی ہیں جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ہی توحید الٰہی اور رسالت محمدی ﷺ کا برملا اعلان کیا، آپ نے عامر بن ربیعہ سے کہا "میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسماعیل اور اولاد عبدالمطلب سے ہوں گے، ان کا نام "احمد" ہوگا، یہ شاید میں اُن کا زمانہ نہ پاؤں، میں ابھی اُن پر ایمان لاتا ہوں اور اُن کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں

تمہیں اگر اتنی عمر ملے کہ تم اُن کو پاؤ تو میرا اسلام پہنچانا‘‘، آپ ہی نے بیٹے سعید بن زید جو کے جلیل القدر صحابی ہوئے اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔

۱۲، ربیع الاول، پیر کا دن اور طلوع صبح صادق، یہ دن، تاریخ اور وقت وہ ہے جس کا انتظار صدیوں سے کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا تھا، یہ صبح بہار جاوداں ہے، یہ کائنات کی تکمیل کی تاریخ ہے، انسانیت عالم کے لئے امن اور سلامتی اور تہذیب وتمدن، شعور و آگہی، فکر ونظر میں انقلاب کے بپا ہونے کا دن ہے۔ یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے لمحات ہیں۔ حضور سرکار و سردارِ عالم ﷺ کے میلادِ پاک سے ہی پوری دنیا میں ایک نیا ماحول رونما ہوا، آپ ﷺ کے میلاد پاک کے صدقے ہی دنیا خزانوں سے بھر گئی، اس سے پہلے کیا تھا؟ فرسودہ تہذیبیں اور بے ہودہ رسم و رواج، غلط و بے تکے نظریات و اعتقادات، شرک و بت پرستی، بے راہ روی و اخلاق گراوٹ وغیرہ۔ مگر آج انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ ﷺ کے میلاد کا فیضان ہے، اگر آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف نہ لاتے تو آج العیاذ باللہ ہم بھی جہالت اور گمراہی میں ہوتے، آپ ہی کے صدقے ہمیں کونین کی ہر قسم کی سعادتیں نصیب ہوئی ہیں۔

زہر آلود فضائیں تھیں نمو سے عاری   آپ آئے تو بہار آ گئی ویرانوں میں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قاسم بنا کر اور خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا، آپ رحمت عالمین بن کر تشریف لائے اور اس دنیا کو حکمت و دانائی، امن و آشتی، نیکی ومحبت، اخلاقِ اعلیٰ و سیرت محمودہ جیسی دولت سے بھر دیا۔ الغرض ربیع الاول کا مہینہ مبارک اور سعادتوں والا ہے، خوشیوں اور مسرتوں والا ہے، اہل محبت کی عید کا مہینہ ہے، آپ ﷺ کا میلاد ایک نئے جہاں کا میلاد تھا۔ آپ نے تو انسانیت کے تمام بوجھ اتارے (الاعراف: ۱۵۴) آپ وہ رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہدیہ کی ہے جو اس کا سب سے بڑا احسان ہے۔ (آل عمران: ۱۶۴) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی جامعیت سے لکھا ہے کہ آپ کا میلاد انسانیت و ہدایت کا میلاد ہے۔

انت الذی لو لاك ما خلق امرء   كلاّ و لا خُلق الوری لو لاكا

انت الذی من نورك البدر اکتسی والشمس مشرقة بنوربها

آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا بلکہ آپ نہ ہوتے تمام مخلوق پیدا نہ ہوتی۔

آپ وہ ہیں کہ چودھویں کا چاند آپ کے نور سے منور ہوا اور آپ ہی کے جمال باکمال سے سورج روشن ہے۔ (قصیدہ نعمان)

جانِ بہار ﷺ کی آمد:

آپ کا نور پاک جب آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں قرار پایا تو اس رات سارا عالم بقعۂ نور بن گیا، قحط سالی کا خاتمہ ہوا اور ہر طرف ہریالی آگئی خوشحالی آگئی، میلادِ مصطفی کے سال کو "سنۃ الفتح والابتھاج" فتح وخوش حالی کا سال کا نام دیا گیا، خشکی اور تری کے تمام جانور ایک دوسرے کو نبی آخر الزماں ﷺ کے جلوہ گر ہونے کی بشارت دینے لگے اور کہا "رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں تشریف لے آئے، آپ دنیا بھر کے امام اور سورج ہیں" (الانوار المحمدیہ، امام نبہانی، ص:۲۱) کی ولادت شریفہ ایک خاص واقعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خاص اہتمام کرتے ہوئے کئی عجائبات کا بھی مشاہدہ کرایا جن سے آپکے مقدس ظہور کا احساس اجاگر ہوتا ہے، یہی پیدا شدہ شعور و احساس اس مقدس ہستی کی تعظیم و توقیر، عظمت و شرافت کو پختہ کرتا ہے اور پھر وہ ناموسِ رسول ﷺ کا محافظ بن جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری کی شب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو۔ اس جانِ بہار کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے اس سال تمام روئے زمین کی حاملہ خواتین کے ہاں لڑکے عطا فرمائے (السیرۃ النبویہ، زینی ۱/۳۷) حکم ملا "اے فرشتو! تم ان کی ولادت سے تبرک حاصل کرو، کیونکہ آپ کی ولادت باعثِ خیر و برکت ہے۔" (الخصائص الکبریٰ: ۱/۴۷) اس دن سورج کو عظیم نور کا لباس پہنایا گیا۔ (الخصائص الکبریٰ) سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو کئی مکاشفات ہوئے۔ شب میلاد آپ رضی اللہ عنہا نے سفید پرندہ دیکھا

جس نے دودھ پیش کیا اور آپ نے نوش فرمایا اس کے بعد لمبے لمبے قد والی عورتیں دیکھیں فرماتی ہیں میں نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگیں آسیہ (فرعون کی بیوی)، مریم بنت عمران (والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور جنتی حوریں، فرماتی ہیں میں نے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا اور تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں ایک مغرب میں، ایک بیت اللہ کی چھت پر اور جب آپ ﷺ کا میلاد ہوا تو ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شرق و غرب میں ہر چیز روشن ہوگئی، جس سے ملک شام کے محلات تک دیکھ لئے۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ولادت کے بعد میں نے چھ چیزوں کا مشاہدہ کیا:

(۱) آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔

(۲) سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا: لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔

(۳) سارا گھر آپ کے نور سے روشن ہوگیا۔

(۴) جب میں نے آپ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیبی آواز آئی: اے صفیہ! انہیں غسل دینے کی ضرورت نہیں ہم نے ان کو پاک صاف پیدا کیا۔

(۵) آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

(۶) کرتا پہناتے ہوئے میری نظر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت پر پڑی جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ (شواہد النبوہ)

حضرت سیدنا عبد المطلب فرماتے ہیں شب میلاد کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور تکبیر کی آواز آرہی تھی "اللہ اکبر! اللہ اکبر! محمد مصطفی ﷺ نے مجھے بتوں اور مشرکوں کی نجاستوں سے پاک کر دیا اور تین دن تک جھومتا رہا۔

(مدارج النبوۃ / الخصائص الکبریٰ)

عرش عظیم جھومے کعبہ زمین چومے   آتا ہے عرش والا صبح شب ولادت

یہ سب علامات، عجائبات تو میلاد رسول ﷺ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خصوصی اہتمام تھا جس میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب

خوشیاں منا کر آپ ﷺ کی شان و عظمت، ناموس و عزت کے ترانے گا رہے ہیں۔ لیکن اسی میلاد کے وقت جہاں بت اوندھے ہوئے وہاں فارس کا آتش کدہ جس میں ایک ہزار سال سے مسلسل آگ جل رہی تھی اور لوگ اس کی عبادت کر رہے تھے اب ایسا بجھا کہ دوبارہ روشن نہ ہوا۔ بحیرہ ساوہ جو کئی میلوں پر پھیلا ہوا تھا جس کے کنارے شرک و بت پرستی ہوا کرتی تھی اچانک خشک ہو گیا۔ شیاطین کا آسمان پر داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ کسریٰ کے عظیم الشان محل میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے (الخصائص الکبریٰ) ابن کثیر نے لکھا: جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی (جس کا چرچا کائنات میں ہوا) تو شیطان خوب چلا چلا کر رویا (البدایہ والنہایہ) ایک یہودی نے چلا چلا کر لوگوں کو جمع کر لیا اور کہا "احمد" (ﷺ) کا وہ ستارہ آج شب طلوع ہو گیا جس گھڑی میں آپ کا میلاد ہونے والا ہے"۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے نقل کیا: "ایک یہودی نے مکہ کے لوگوں کو جمع کر کے کہا۔ اے گروہ قریش! کیا تم میں آج کی رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ جواب ملا معلوم نہیں وہ کہنے لگا کہ دیکھو آج کی رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے چنانچہ قریش نے تحقیق کی تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ ﷺ کو دیکھنے آیا اور اس نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا (ہائے) بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش! سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم یہ تم پر اب غلبہ حاصل کرے گا کہ مشرق و مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔" (نشر الطیب) یہ سب کچھ اس بات کا اہتمام ہے کہ آج اس ہستی کا میلاد ہو چکا ہے جس کی برکت سے دنیا میں توحید الٰہی اور دین حنیف کا بول بالا ہو گا اور کفر و گمراہی ختم ہو جائے گی۔

صرف آپ کے میلاد پاک میں ہی اس قدر راز ہیں کہ شمار نہیں، جس قدر سوچا جاتا ہے، غور کیا جاتا اتنے ہی نئے نئے پہلو نکھر کر ہمارے سامنے اجاگر ہوتے ہیں یہ سب کس لئے؟ کیونکہ رب ذوالجلال چاہتا ہے کہ اس کے حبیب شان و عظمت، مقام و مرتبہ اس

قدر بلند و اعلیٰ ہو کہ کسی بھی بدنیت کو موقع نہ ملے کہ وہ آپ ﷺ کی ذات و صفات، ناموس و عزت کی طرف اعتراض والی انگلی اٹھائے۔

صبح صادق:

حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کے لئے صبح صادق کا وقت چنا گیا۔ اس وقت فرشتوں کا کثرت سے نزول ہوتا ہے۔ قبولیت دعا کا وقت بھی ہے اور رحمت خدا کے حصول کے لمحات بھی۔ مگر ان سب میں یہ برکتیں اور سعادتیں کیوں رکھی گئیں؟ اس لئے کہ یہ وقت نبی آخر الزماں کے پیدائش کا وقت ہے۔ اس وقت کو آپ ﷺ کے میلاد سے نسبت ہے اور راز یہ ہے کہ وقت فجر علامت ہے تاریکی کے روشنی میں تبدیل ہونے کی اور نیند جو موت سے مشابہ ہے اس کو بیداری سے بدلنے کی پس واضح ہوا کہ آپ اس دنیا کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف لے جانے کے لئے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

شبِ میلاد:

امام احمد بن محمد القسطلانی، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام زرقانی، امام نبہانی، امام ابن عابدین الشامی، مولانا محمد عبدالحی فرنگی لکھنوی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ "شب میلاد النبی ﷺ سب راتوں سے افضل ہے حتیٰ کہ شبِ قدر سے بھی۔"

یہاں ایک نکتہ ملحوظ رکھیں کہ اس فضیلت کا مطلب یہ نہیں کہ شب میلاد کی عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر یا زائد ہے کیوں کہ ثواب اور عتاب کی یہ حالت نص قطعی سے ثابت کی جاتی ہے البتہ شب میلاد کو شب قدر پر اپنے ذاتی افتخار سے خدا کے سامنے فضیلت حاصل ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ)

نسب شریف:

تمام انبیاء و رسل ہر لحاظ سے کامل و افضل تھے کسی کو بھی ان کی شخصیت و سیرت

پر انگلی اٹھانے کی جرات نہ تھی معاشرے میں حسب ونسب کو بہت اہمیت دی جاتی۔

اسی لئے سرورکائنات، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی بعثت بھی ایسے گھرانے میں ہوئی جس کی شرافت ونجابت کا شہرہ سارے عرب میں تھا۔ آپ کے پاک پر جاہلی طرز زندگی کا کوئی دھبہ نہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ)

آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے "میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا ہوا آیا ہوں" (البدایہ والنہایہ؛ الحاوی للفتاوی؛ صحیح بخاری؛ تفسیر ابن کثیر؛ دلائل النبوۃ)

حضور ﷺ سے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا "میں نے مشرق ومغرب چھان ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد ﷺ سے اعلیٰ وارفع وافضل کسی کو نہیں پایا۔ اسی طرح زمین کا چپہ چپہ کھنگال ڈالا لیکن کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔"

(البدایہ والنہایہ)

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ نسب رسول ﷺ میں ایک نام بھی ایسا نہیں جس پر انگلی اٹھائی جا سکے اور اخلاقی گراوٹ کا دھبہ لگایا جا سکتا ہو۔ وہ تمام فسق وفجور اور کفر وشرک کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رہے۔ یہ ناموس رسالت کی حفاظت کا اہتمام خداوندی ہے۔ اہم نکتہ جس کو ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی نے بیان کیا ہے: "حضور ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس قوم، قبیلہ سے بھی محبت کی جائے جس میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ افراد کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ اور قوم کو آپ ﷺ سے نسبت عطا کی ہے۔ ورنہ بہت عرب وقریش کے لوگ اللہ عزوجل کے احکامات سے منحرف ہو گئے اور اسلام سے بے زار تھے اور اسی انحراف اور بیزاری کی وجہ سے وہ اس شرف عظیم سے بھی محروم رہے۔

دن وتاریخ میلاد شریف:

حضور ﷺ کا دن ولادت پر سب متقدمین ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ پیر ہے اور اسی دن کا آپ نے بھی اعلان کیا اور تصدیق فرمائی۔ امام مسلم نے روایت نقل

ئی ہے حضور ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا"اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت ہوئی اور اسی دن میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔"

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۱۶۲؛ سنن الکبریٰ؛ بیہقی: ۴/ ۲۸۶؛ مسند احمد: نمبر ۲۲۵۹۰، ۲۲۵۹۴)

یونہی متقدمین ومتاخرین کا بھی اجماع ہے کہ تاریخ ولادت "۱۲ ربیع الاول، عام الفیل" ہے البتہ بعض نے ۹ ربیع الاول لکھا ہے مگر یہ مختار قول نہیں ہے کہ جمہور سے اختلاف ہے۔ (تاریخ طبری؛ تاریخ ابن خلدون؛ سیرت نبوی لابن ہشام؛ اعلام النبوۃ؛ محمد رسول اللہ؛ محمد رضا؛ الوفاء لابن جوزی؛ عیون الاثر؛ سیرت النبی؛ لابن کثیر؛ الشمامۃ العنبریہ؛ محمد صدیق حسن خان اہلحدیث؛ سیرت خاتم الانبیاء؛ مفتی شفیع دیوبندی؛ تواریخ حبیب الٰہ؛ مفتی عنایت کاکوروی)۔

اس دن و ماہ میں بھی ایک نکتہ والی بات ہے مفتی عنایت احمد کاکوروی لکھتے ہیں:" آپ ﷺ کے جمعہ کے دن یا ماہ رمضان میں کسی اور مشہور ومتبرک دن میں پیدا نہ ہونا (مثلاً عاشورہ جو بہت معروف ومشہور تھا) میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ لوگوں کے ذہن سے یہ بات دور ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو عظمت وفضیلت دن اور مہینہ سے ملی ہے بلکہ آپ ﷺ جس مہینہ اور دن میں پیدا ہوئے اس دن اور مہینہ کو آپ ﷺ کی وجہ سے عظمت وبزرگی نصیب ہوئی۔ لہٰذا ماہ ربیع الاول کو اور روز دوشنبہ (پیر کا دن) کو آپ ﷺ کے سبب فضل وشرف حاصل ہوا۔ (تواریخ حبیب الٰہ: ۱۷)

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن الحاج کے حوالہ سے بھی ایسا ہی لکھا ہے بلکہ مزید بھی فضائل بیان کئے ہیں (حسن المقصد فی عمل المولد) یہ بھی ایک اہتمام خداوندی ہے وعزت وناموس رسول ﷺ کی حفاظت کے لئے۔

شانِ یتیمی:

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یتیم پیدا فرمایا۔ دادا کے زیر کفالت رہے مگر کچھ ہی عرصہ بعد والدہ ماجدہ بھی انتقال فرما گئیں۔ کیا یہ سب کچھ اتفاقی

معاملات تھے؟ نہیں بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی اہتمام حفاظت ناموس، عفت و عصمت رسول کی حکمت کارفرما تھی۔ امام زرقانی نے لکھا ہے: سرکار دو عالم ﷺ کی ولادتِ شریفہ سے پہلے ہی آپ کے والد کا وصال ہو گیا تو فرشتے عرض گزار ہوئے: الٰہی تیرا نبی یتیم رہ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "میں خود اس کا حافظ و ناصر، ولی و مدد، مربی و رازق، حامی و نگہبان اور کفایت کرنے والا ہوں، سو تم ان پر درود بھیجو اور ان کے اسم گرامی سے برکات حاصل کرو"۔ (زرقانی شرح المواھب)

اس کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نبی اکرم ﷺ کو یتیم پیدا کیا گیا تا کہ کسی مخلوق کا (حتیٰ کہ والدین کا بھی) آپ پر احسان نہ ہو"۔ (المواھب اللدنیہ؛ سبل الھدیٰ)

ایک حکمت یہ بھی تھی کہ دین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے لوگ یہ شک نہ ڈال سکیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعوت و تبلیغ کا کام سر انجام دیا ہے یہ ان کے والدین نے ان کو سکھایا۔ تبھی تو آپ ﷺ کو "امی" بھی پیدا کیا گیا تا کہ آپ ساری دنیا کے معلم و مربی بنیں مگر کوئی آپ کا استاد و مربی نہ ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

دادا عبدالمطلب جو سردارِ قبیلہ تھے حاجی حضرات کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے عہدہ پر فائز تھے وہ بھی جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تا کہ اس ممکن وسوسے اور شک کا راستہ بند کر کے ناموس نبی کی حفاظت کا بندوبست کیا جا سکے جو لوگوں کے ذہن میں آسکتا تھا کہ دادا نے تربیت کی تا کہ سرداری کا حصول ہو سکے جو کہ طبعی سلسلہ ہے کہ باپ دادا اپنی آنے والی نسل کو اسی طریقہ کی تربیت دیتے ہیں جو وراثت میں ان کے ہاں چلا آرہا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لئے اپنے نبی کو ان تمام افراد سے دور رکھ کر ان کی نشو و نما کرنے کا بندوبست فرمایا۔ یہاں تک کہ چچا ابو طالب جن پاس آپ کافی عرصہ رہے آپ سے بھی اعلانیہ اسلام کا اظہار ثابت نہیں تا کہ آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ میں ابو طالب کا کوئی عمل دخل نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس دعوت کو قبائلی یا خاندانی تصور کیا جائے۔ آپ ﷺ کی

شان یتیمی نے تو کائنات کے تمام یتیموں کو عزت عطا کی اور معاشرتی طور پر محروم طبقوں کو عروج اور اعلیٰ مقام عطا کیا۔

رضاعت کے لئے انتخاب:

قریش اور دیگر روٴسا عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے حوالے کر دیتے تھے جس کی متعدد وجوہات تھیں مگر ذہن نشین رہے کہ وہ خواتین اجرت پر دودھ پلانا عار سمجھتی تھیں ان کے ہاں یہ مقولہ مشہور تھا "الحرۃ لا تأکل من ثدیہا" لیکن بطور انعام اور عطیہ اگر کوئی کچھ دیتا تو اسے وہ بخوشی قبول کر لیتیں۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا کہ آپ ﷺ کے میلاد شریف کے بعد مکہ میں چند خواتین اسی غرض سے آئیں لیکن جس پر بھی رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا جاتا اور وہ یہ سمجھتی کہ آپ یتیم ہیں تو وہ لینے سے انکار کر دیتی کیونکہ ہم اس کے والد سے داد و پیش کی امید رکھتے ہیں۔ بھلا اس کی بیوہ ماں اور دادا کیا دے سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

ہم سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے میلاد میں ناموس کا اس قدر اہتمام کیا وہ آپ کی معصومیت کی توہین کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی دیکھے اور انکار کر کے چلتا بنے نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

سیدہ حلیمہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور انبیاء کے لئے یہ انتظام بھی اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر فرماتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن پاک میں ہے "حرمنا علیہ المراضع من قبل" (القصص: ۱۲) اور ہم نے پہلے ہی اس پر سب دودھ پلانے والیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔" اگر رب نہ چاہتا تو لاکھ کوشش کے باوجود بھی سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا دودھ نہ پلا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا عبدالمطلب کو بذریعہ خواب "ہاتف غیبی" تسلی دے دی تھی کہ تمہارا پوتا "نعمت عظمیٰ" ہے اس کو خاص شرف و اعزازات کے لائق خاتون کی گود میں ہی ڈالنا ہے۔ جس کا نام حلیمہ ہے۔ (سیرت النبی للدحلان: ۱/۵۷) بس دیگر خواتین اگر آتیں تو آپ نام پوچھ کر ہی ان کو روانہ فرما دیتے ان عورتوں

نے انکار نہیں کیا بلکہ دادا عبد المطلب نے ہی رضامندی ظاہر نہ فرمائی۔ اور جب حلیمہ سعدیہ آئیں تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ جواب ملا "حلیمہ" تو فرمایا: واہ واہ حلم وسعادت دونوں خوبیاں ہیں جن سے زمانہ میں عزت ہے"۔ پھر اس کے بعد فرمایا "کیا تو اس کو دودھ پلانے کے لئے تیار ہے"؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ اس میں یتیمی، بیوگی یا غربت کا کوئی دخل نہ تھا۔ آپ کے دادا قبیلہ کے سردار تھے، اتنے سارے چچا تھے جو عبد اللہ کے ہاں بیٹے کی ولادت پر خوش ہوئے ابولہب جو اگرچہ ایمان آپ پر نہ لایا تھا لیکن جب بھتیجے کی خوشخبری سنی تو خوشخبری سنانے والی کو آزاد کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر پیر اس کے عذاب میں تخفیف کی۔ (صحیح بخاری)، دادا نے حضرت عبد اللہ کے فدیہ میں سو اونٹ آسانی سے ذبح کر دیے، میلاد سے پچاس پچپن دن پہلے ابراہہ کے لشکر نے آپ کے دوسو/ چارسو اونٹ پکڑ لئے (زرقانی) پوتے کی پیدائش پر بڑے اہتمام سے عقیقہ کرنا اور نام "محمد" رکھا۔ کیا ایسے دادا اور اتنے چچاؤں کے ہوتے ہوئے بھی کسی کے خیال میں یہ بات آسکتی تھی کہ ہمیں اس گھر سے کچھ نہیں ملے گا۔ آپ کا مختون و ناف بریدہ پیدا ہونا اور دوسرے عجائبات جو آپ ﷺ کے میلاد کے وقت رونما ہوئے وہ مکہ میں مشہور نہ تھے سب کچھ تھا مگر انتخاب حلیمہ سعدیہ کا کیا اس کی وجہ بھی رب ذوالجلال نے فرمائی تھی کہ وہ امین و دیانت دار ہے ہر فحش، عیب و غلط کاری سے محفوظ، پاکدامن اور کردار کی مضبوط عورت ہے۔ (السیرۃ النبویہ، لدحلان) یوں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے سرورِ کونین کو گود میں لیا اور اپنے دامن کو کونین کے خزانوں سے بھر لیا۔

اسلام کی طاقت محبت رسول ﷺ ہے:

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ساری دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت تھی، لیکن عالم کفر وضلالت کے لئے موت کا پیغام بھی تھی۔ "حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل (کہیں بھی ہو آخر) مٹنے والا ہی ہے" (بنی اسرائیل: ۸۱) پوری دنیا حیران ہے کہ بہت سے مذاہب آئے مگر اسلام آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چھا گیا، نہ صرف عرب میں بلکہ پوری

دنیا میں اس نے اپنے لئے جگہ بنالی، آخر کیوں؟ وہ کون سی طاقت ہے جس سے دشمنوں کو ڈرنا چاہئے اور جس سے بہ حقیقت دنیا ڈرتی ہے، جی جناب! وہ طاقت ہے ''جذبہ محبت رسول کریم ﷺ'' کیونکہ یہی وہ جذبہ جس نے مسلمانوں کو اس پیہم مخالفت کے باوجود بلندی و برتری، عزت و شہرت دی ہے، تبھی تو دشمنانِ اسلام کا پہلا اور اہم ترین ہدف ہی مسلمانوں کا یہی جذبہ محبت رسول کریم ﷺ کا خاتمہ ہے جس کے لئے وہ صدیوں سے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اسی ایک نکتہ پر خرچ کر رہے ہیں، غار حرا میں پہلی وحی کے آنے کے بعد سے مسلسل اب تک اغیار و دشمنانِ اسلام کو سب سے بڑا خطرہ ''رسالت محمد ﷺ'' اور ''جذبہ عشقِ رسول ﷺ'' سے ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

کیونکہ اسلام دشمن طاقتیں اس حقیقت کو خوب جان چکی ہیں کہ اگر چہ مسلمان آج سیاسی، معاشی اور دیگر حوالوں سے کافی کمزور ہیں پھر بھی یہ مسلمان خطرہ ہے کیونکہ:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اس کے لئے یورپ، امریکہ اور پورا عالم کفر کا مشترکہ منصوبہ ''ہمفرے کے اعترافات'' میں بالکل واضح ہے جن کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱) پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کا سہارا لے کر اور شرک و بت پرستی کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو برباد کرنا۔

(۲) اسلامی ممالک میں فتنہ وفساد اور شورش و بدامنی پھیلانا۔

(۳) اسلام کی تعلیمات اور قرآن و حدیث پر مسلمانوں کا اعتماد متزلزل کرنا۔

توہین رسالت کا یہ فتنہ اس بیسوی صدی میں اپنے عروج پر ہے، انکارِ مقام رسول ﷺ کی صورت میں، انکار حدیث کی شکل میں، سیرت نگاری کے پیرے میں، کبھی گستاخوں کے ذریعہ کبھی جھوٹی نبوت کے سہارے لے کر، کبھی یہ تصور و عقیدہ پیدا کر کے کہ آپ ﷺ دین کے احکام اور تعلیمات لائے اور بس، تصور رسول، نعت رسول، محبت

رسول ﷺ سے کمی کا رویہ پیدا کر کے، تعظیم رسول ﷺ کو شرک کہہ کر، نماز میں تصور رسول ﷺ سے نماز کے فاسد ہونے کا فتویٰ دے کر، نعت و میلاد کی محافل کی مخالفت کر کے، کتابوں میں سے ''یا'' حرف ندا اور دیگر عبارات نکال کر، فضائل درود پاک کے باب خارج کر کے وغیرہ وغیرہ۔

تحفظ ناموس رسالت اللہ تعالیٰ کو کس قدر عزیز ہے؟ اس کا ثبوت قرآن پاک کے متعدد مقامات سے ملتا ہے کہ رب ذوالجلال آداب بارگاہ رسالت و ذکر رسالت کی تعلیم فرمائی ہے اور جس نے رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی تو اس سے اس قدر سخت انداز سے خطاب فرمایا کہ پورے قرآن میں اس کی مثال نہیں، فرمایا ''تبت یدا ابی لھب وتب ۔۔۔۔ الخ'' تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا، اس کے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا اس نے اسے کچھ فائدہ نہ دیا، وہ عنقریب شعلوں والی آگ میں داخل ہو گا اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہو گی یعنی سر پر) لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے (اسی کے پھندے وہ مرے گی آخر ایسے ہی مری)۔''

قرآن پاک نے جس قدر عظمت و شان مصطفوی پر زور دیا اور جس قدر احترام محبوب خدا ﷺ کی تاکید کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو ناموس رسالت کا تحفظ کس قدر عزیز ہے، حقیقت یہ ہے کہ خدائے کریم عزوجل قرآن کریم میں حضور کے معمولی محامد و محاسن بیان کر کے ہی آپ ﷺ کی ناموس کے تحفظ کو ایمان کا لازمی جزو قرار دے سکتا تھا، لیکن تمام تر اعزازات عطا فرما کر ان کی حفاظت کا ذمہ بھی خود ہی اٹھالیا۔

یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون (التوبہ: ۳۲)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے (نبی محمد ﷺ کی نبوت کے) نور کو اپنے منہ (کی باتوں) سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے (نبی محمد ﷺ کی نبوت کے) نور کو پورا کئے بغیر نہیں مانے گا اگرچہ کافر (اسے) نا

پسند کریں۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ نے اس نور کی عزت و ناموس کی حفاظت کا اہتمام بھی خوب فرمایا، پہلے عالم ارواح میں انبیاء و رسل سے وعدہ لے کر بعد میں انبیاء کے ذریعہ آپ کی آمد کے تذکروں سے یہاں تک کہ نبی کریم رحمت للعالمین ﷺ کے میلاد میں بھی حفاظتِ ناموس کا اہتمام روشن و واضح نظر آتا ہے تاکہ ہر لحاظ سے عظمت کے تذکرے ہی ہوں اور اعتراض کرنے والوں کو کوئی موقع نہ ملے۔

الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ کا امتی بنایا ہے جن کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں جو"حریص علینا" میں جن کو ہماری ہر تکلیف پر تکلیف ہوتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور ایسا رشتہ عطا کیا کہ"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم"(یہ نبی (دین و دنیا ے معاملہ میں) ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں) ٹھہرا۔ یہ آپ ﷺ کا حق ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کریں اور آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کے ساتھ آپ کے ذکر سے اپنے دل و دماغ کو معطر کریں۔ اور اس ذکر کے لئے کوئی طریقہ متعین نہیں ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم فرمایا ہے۔ عزت و ناموس رسول ﷺ کی حفاظت و حمایت دوسروں کی عزت و ناموس سے زیادہ ضروری ہے۔ جہاں تک نبی اکرم ﷺ کی ہتک عزت کا معاملہ ہے وہ کلیتاً دین خداوندی کے منافی ہے کیونکہ ہتک عزت سے احترام و تعظیم ختم ہو جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ٹھہرے گی۔ اس طریقہ سے دین باطل قرار پائے گا۔ پس آپ ﷺ کی مدح و ثناء اور تعظیم و توقیر کا قیام سارے دین کو قائم کرنے کے مترادف ہے اور اس مدح و ثناء اور تعظیم و توقیر کو چھوڑ دینے سے سارا دین گر جاتا ہے۔ ہم (مسلمان) حضور ﷺ کی بڑائی بیان کرنے، حضور کی تعظیم کرنے، آپ کے ذکر بلند کرنے، آپ کے شرف کو ظاہر کرنے، علو قدر و منزلت میں اپنے خون بہاتے ہیں اور اپنے تمام اموال

خرچ کرتے ہیں۔" (الصارم المسلول) مفتی عنایت احمد کاکوری کی محبت کو اپنے دل میں زیادہ کرنے کا طریقہ لکھتے ہیں: "حرمین شریفین اور اکثر بلادِ اسلام میں یہ رواج ہے کہ ربیع الاول میں محفل میلاد پاک منعقد کی جاتی ہے جس میں ولادت کا بیان اور کثرت درود شریف کا ورد ہوتا ہے اور بطور دعوت شرینی بھی تقسیم ہوتی ہے، یہ عمل باعث خیر و برکت اور رسول عالی وقار ﷺ سے زیادتی محبت کا سبب ہے۔" (تواریخ حبیب الہ) پس معلوم ہوا کہ محافل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد حضور ﷺ کی محبت اور آپ کی ناموس کی حفاظت کا بہترین اور محبوب طریقہ ہے۔ ہم ان محافل کے ذریعہ سے مسلمانوں تک یہ پیغام بآسانی پہنچا سکتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور ملت اسلامیہ کے درمیان وہی تعلق ہے جو جسم اور روح کے درمیان ہے۔

نسخہ کونین را دیباچہ اوست جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

آپ ﷺ سے محبت تو ایمان کا جزو لازم ہے لیکن اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر یہ دعویٰ باطل ہے اور محبت رسول کریم ﷺ کے تقاضے میں سب سے مقدم آپ کی اطاعت و اتباع حضور ﷺ ہے، اپنی خواہشات کو شریعت محمدیہ کے تابع کرنا، آپ کی پسند و ناپسند کا لحاظ رکھنا اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور ظاہری وفات کے بعد ہر دو حالت میں آپ کی ناموس کی حفاظت کرنا امت مسلمہ پر واجب ہے۔

ہمیں اپنی محافل میں یہ پیغام دینا ہے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی کی توہین تنقیص، ادنیٰ سی بھی گستاخی بلکہ اس کا شائبہ بھی برداشت نہیں۔ آپ کے ذکر کی محافل سے ہم دنیا کو یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ ہر انسان اپنی ناموس کی فکر کرتا ہے مگر مسلمان صرف اپنے نبی کی عظمت کے ترانے ہی نہیں گاتے بلکہ ان کی عزت و ناموس پر اپنی جان لٹا دینے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ عہد خلافت سے غازی علم الدین شہید تک کی تاریخ تحفظ ناموس رسالت اس کی گواہ ہے کہ جذبہ محبت رسول پر مسلمان اتنا پختہ ہے کہ اس جذبہ کے تحت وہ اپنے نبی کے نام پر اپنا سب کچھ خود سے لٹا کر خوش ہوتا ہے اور اسی کو اپنے ایمان کی تکمیل جانتا ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی　　مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر　　خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

بلکہ سب لٹا کر بھی اس میں اطمینان نہیں اور بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے:

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جان دو جہان فدا
دو جہان سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہان نہیں

آخری بات عالمی سطح پر اس وقت دشمنان اسلام نے جو سب بڑی سازش بُنی ہے وہ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف طرح طرح حملوں میں جھلک رہی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اہل ایمان کی عزتِ دینی کے شعلے بجھے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور شاید اسی روش کا نتیجہ ہے کہ سوا ارب مسلم آبادی ہے اور ان کے نبی کی ناموس پر حملہ کرنے والے مسلسل حملے کئے چلے جا رہے ہیں۔

اے غیرت ایمانی جاگ ذرا　　میرے آقا کی توہین ہوئی ہے

بلکہ اب تو اسلامی جمہوریہ پاکستان جس کا قیام ہی نسبتِ محمدی کی بنیاد پر ہوا، اس مملکت خداداد میں توہین رسالت کے قانون کو زیر بحث لا کر طرح طرح کے شکوک ڈالے جا رہے ہیں ضرورت ہے کہ ہم اس سلسلے کو روکنے کے لئے مناسب اور مثبت اقدام کریں جس میں سے بطور تجویز دو کام تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱)　انفرادی سطح پر　　(۲)　اجتماعی سطح پر

انفرادی سطح پر تو یہ ہے کہ سبھی کو آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے فقط قولی ہی نہیں بلکہ عملی محبت کا اظہار کرنا ہے۔ دوسرا اجتماعی حوالہ سے عرض ہے کہ ہمیں اپنی قوت یکجا کرنی ہوگی اور ذات رسول ﷺ اس عمل کے لئے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ جب تک کل امت مسلمہ اپنی قوت جمع نہیں کر لیتی مخالفین کے اوپر اپنا رعب طاری نہیں کر سکتی اور جب تک یہ رعب اور دبدبہ طاری نہ ہوگا اس سزا کا خاتمہ بھی ممکن نہیں جو آج ہم بھگت رہے ہیں۔

فردِ قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں   موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس اتحاد و یکجہتی کے اظہار اور ناموس و حرمت رسول کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے بہترین موقع ۱۲ ربیع الاول ہے جس پر ہم بیک وقت، بیک زبان بین الاقوامی سطح پر یہ پیغام بھیج سکتے ہیں کہ دیکھو مسلمان اپنے نبی کے میلاد کو منا کر یہ اعلان کرتے ہیں۔

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
دین پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

فَمَنْ وَّالَاہُ بَشَّرَہُ الْوَدُوْدُ
خُلُوْدًا تَحْتَ اَنْوَارِ الْجِنَانِ

جس نے آپ ﷺ سے محبت کی، اسے مولا کریم نے
انوارِ جنت کے تحت ہمیشہ رہنے کی بشارت دی۔

وَمَنْ عَادَاہُ مَوْعِدُہُ الْجَحِیْمُ سَتَجْعَلُہٗ کَمَطْرُوْدٍ مُّھَانٖ

جس نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے،
جو اسے عنقریب خوار و زبوں کر ڈالے گا)۔

جواہر ایمان

نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اولاد، والدین، جان، مال بلکہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب رکھے اور یہی حکم رب العزت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصو حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین (سورہ توبہ آیت نمبر ۲۴)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی امت پر آپ کی محبت کو لازم قرار دیا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہوتا ہے کہ:

لن یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

اور ایک حدیث میں فرمان نبوی اس طرح ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

ارشاد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ﷺ سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپ کے دشمنوں کے ساتھ کامل

بغض و عداوت رکھنا ہے۔ محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب محبوب کا دیوانہ ہے۔ اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی آشتی نہیں کر سکتا اور مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جمع ضدین کو محال دیا گیا ہے۔ ایک کے ساتھ محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اچھی طرح غور چاہیے۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ، حصہ سوم دفتر اول جلد ا، ص ۱۹۲)

ارشاد امام اہل سنت:

ایمان کے حقیقی اور واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم کیسی ہی عقیدت ہے کیسی ہی دوستی کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو جیسے تمہارے پیر، تمہارے بھائی، تمہاری اولاد، تمہارے احباب، تمہارے بڑے تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ باشد جب وہ محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کریں تو اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینک دو۔ ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت مشیخیت بزرگی فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص انہیں کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔

(تمہید ایمان بآیات قرآن ص ۱۵ از امام اہل سنت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حالت نشہ میں:

اگر کوئی شخص حالت نشہ میں حضور ﷺ کو گالی دے تو اس کے بارے میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ سزا نشہ کی

سے ساقط نہیں ہوتی اس لیے کہ نشہ تو اس نے خود اختیار کیا۔

زبان کی لغزش:

امام محمد بن ابی زید سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گستاخی کرنے میں زبان کی لغزش کا عذر نہیں سنا جائے گا اور یہ شخص بھی واجب القتل ہے۔

نعلین شریف کی توہین:

اگر کسی نے حضور اقدس ﷺ کی نعلین شریف کی بھی توہین کی تو واجب القتل ہے۔

گستاخ کی توبہ:

اگر کوئی مسلمان حضور ﷺ کی شان میں صراحتہً گستاخی کرنے کے بعد توبہ بھی کرلے تب بھی واجب القتل ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ توبہ قابل قبول نہیں۔

سزا کی وجہ:

امام سیدنا قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد بھی گستاخ واجب القتل ہے کیونکہ یہ سزا کفر کی وجہ سے نہیں حد شرعی کے تحت ہوگی۔

توبہ نہ کرنے پر:

اگر کوئی مسلمان آپ کی شان اقدس میں گستاخی کے بعد توبہ کے مطالبہ پر توبہ سے انکار کرے تو قتل کرنے کے بعد اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی نہ کفن دیا جائے نہ اس کا ستر چھپایا جائے گا بلکہ کافروں کی طرح صرف مٹی میں دبا دیا جائے گا۔

کافر کی توبہ:

اگر کوئی کافر حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرے پھر توبہ کر کے اسلام قبول کر لے اس کے قتل کو ساقط نہیں کرے گا۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی عورت پر زنا کا الزام لگائے تو جس طرح اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ان جرموں کی سزا ساقط نہیں ہوتی کیونکہ سزا حد شرعی جو کہ حضور ﷺ کے معاملہ میں جب ہم مسلمان کی توبہ قبول نہیں کرتے تو کافر کی توبہ بدرجہ اولیٰ قبول نہیں کریں گے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ از امام ابوالفضل سیدنا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور اردو ترجمہ سید محمد حسین ہاشمی ایم اے)

گستاخان رسول کا ناپاک کردار
اوران کا عبرت ناک انجام

ابولہب:

یہ بدبخت رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ اور ابولہب دونوں حقیقی بھائی تھے۔ نیز یہ بنی ہاشم کا رئیس تھا اور حضور ﷺ کا پڑوسی بھی تھا۔ دنیائے عرب کا زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے قبیلہ کا کوئی بھی اگر غلطی کرتا تو بھی اہل قبیلہ ہونے کی وجہ سے تمام قبیلے والے اس کی حمایت کرتے مگر بدبخت ابولہب ہادی برحق کی حمایت کے بجائے ہر روز ایک نئی شرارت کا منصوبہ تیار کرتا۔ حضور جب کاشانہ اقدس میں مصروف عبادت ہوتے تو یہ ملعون مردہ جانوروں کی بدبودار اوجھری، گلی سڑی آنتیں اٹھا کر لاتا اور رحمت عالم ﷺ پر پھینک دیتا اور گھر کے آنگن میں کوڑا کرکٹ ڈالتا۔ اور اس نے اپنے دونوں لڑکوں کو ایک مرتبہ بلایا اور ان سے کہا کہ تمہارے نکاح میں محمد ﷺ کی جو صاحبزادیاں ہیں انہیں طلاق دے دو نہیں

دو گے تو تمہاری میری بول چال، لین دین، آنا جانا ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا اور تم لوگ میرا منہ بھی نہیں دیکھ سکو گے۔ چنانچہ دونوں نے رحمت عالم ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو چھوڑ دیا۔

ابولہب ملعون کی بد باطنی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے اعلان نبوت کے ساتویں سال کفار مکہ نے حضور ﷺ کے ساتھ اور حضور ﷺ کے سارے خاندان بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کا اعلان کیا تو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے وہ افراد بھی جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور جو اسلام قبول کر چکے تھے حضور ﷺ کے اہل قبیلہ ہونے کے باعث شعب ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے لیکن یہ بدبخت ہاشمی اور وہ بھی رحمت عالم ﷺ کا حقیقی چچا ہونے کے باوجود حضور ﷺ کی اور تمام اہل قبیلہ کی مخالفت کی اور اس وقت کفار مکہ کا ساتھ دیا۔

اور جب خداوند قدوس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آیت کریمہ نازل فرمائی:

وانذر عشیرتک الاقربین	اے حبیب ﷺ اپنے قریبی رشتہ
(سورہ شعراء)	داروں کو ڈرایئے۔

تو اس ارشاد الٰہی کی تعمیل میں حضور ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر مشرکین مکہ کو توحید کا درس دے کر اللہ کے عذاب سے ڈرایا اس وقت ابولہب انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے گستاخی کی کہ اس کی یہ حرکت رب العزت کو بہت ناگوار گزری اور سورہ لہب نازل ہوئی اس سورہ مبارک کے نزول کے بعد بزدلی کے باعث بدر کی جنگ میں شریک نہ ہوا لیکن بدر کی عبرت ناک شکست پر ابھی صرف ایک ہی ہفتہ گزرا تھا کہ اس کے جسم پر ایک زہریلا پھوڑا نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے تمام جسم پر پھیل گیا ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی اور اس کا گوشت گل گل کر جسم سے جدا ہونے لگا اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ اس سے ایک متعدی مرض پھیل رہا ہے تو انہوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دی۔ اب بھی اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لیے کوئی عزیز اس کے قریب نہ گیا تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی جب اس کی

تعفن اور بدبو سے لوگ تنگ آ گئے اور اس کے بیٹوں کو تھو تھو کرنے لگے تب ان لوگوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے پر مقرر کیا اور ان کے ذریعہ ایک گڑھے میں لکڑیوں سے اچھال کر اس کی لاش کو ڈال دیا اور اوپر سے مٹی ڈالدی۔ اتنے بڑے سردار کا یہ حشر ہوا یہ اللہ رب العزت ہی کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اولاد اپنے باپ کو اس طرح گھر سے بے گھر کرے اور لاش کو گلنے سڑنے کے لیے چھوڑ دینے کا ایسا منظر اس زمین پر اور آسمان کے نیچے اس سے قبل کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔

(سورہ لہب تفسیر ضیاء القرآن ص ۲۰۶ جلد نمبر ۵)

عتبہ بن ابولہب:

یہ ابولہب کا حقیقی بیٹا تھا۔ ابولہب نے جب عتبہ سے کہا صاحبزادے محمد (ﷺ) کی لڑکی کو طلاق دے دو میں تیری شادی قریش کی خوبصورت ترین لڑکی سے کر دوں گا عتبہ اس لالچ کا شکار ہو گیا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور حضور ﷺ کی جانب تھوک دیا اور گندے الفاظ آپ سے مخاطب ہوا اس گستاخی کی حرکت پر حضور ﷺ نہایت رنجیدہ ہوئے اور اس کے لیے بددعا کی کہ

"اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔"

ابولہب نے جب سنا کہ اس کے بیٹے کو حضور ﷺ نے عذاب الٰہی کی خبر دی ہے تو سخت پریشان ہوا اور باپ بیٹے کو یقین ہو گیا کہ ایک دن عذاب الٰہی نازل ہو کر رہے گا چنانچہ اسی خوف کی وجہ سے تجارت میں اس کو لے جانا بند کر دیا گیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد ایک مرتبہ ملک شام کو ایک قافلہ کے ساتھ یہ دونوں بدبخت روانہ ہوئے اور شب بسری کے لیے ایک مقام پر قیام کیا اور عتبہ کی حفاظت کے لیے ابولہب نے ہر قسم کا انتظام کیا مگر رات میں جب تمام اہل قافلہ سو گئے کہ ایک شیر آیا اور ہر ایک کو سونگھتا ہوا اس منحوس تک پہنچا اور اسے پھاڑ ڈالا لیکن نہ اس کا ناپاک خون پیا اور نہ اس کا پلید گوشت کھایا۔

ام جمیل:

یہ عورت ابولہب کی بیوی تھی اس کا اصلی نام اروہ تھا اور یہ بھینگی آنکھ دبا کر دیکھنے والی تھی اس کے دل میں حضور ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام دشمنی میں یہ ملعونہ اپنے منحوس شوہر سے کسی طرح پیچھے نہ تھی۔ اس کا مشغلہ یہ تھا کہ دن کے وقت جنگل میں نکل جاتی خاردار لکڑیاں چنتی اور گٹھا بنا کر اٹھا لاتی اور رات کے وقت اس راستہ میں ڈالتی جس سے گزر کر حبیب پاک ﷺ نماز فجر کے لیے اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ ریز ہونے کے لیے حرم شریف کی جانب تشریف لے جاتے۔ جب سورہ لہب نازل ہوئی تو یہ بدبخت ہاتھوں میں پتھر لے کر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلی اور بڑبڑانے لگی کہ آپ جہاں بھی ملیں گے پتھروں سے خبر لوں گی اور حرم شریف میں داخل ہوئی۔ حضور ﷺ کعبہ کے پاس تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا یا رسول اللہ ام جمیل آ رہی ہے اور یہ ضرور کوئی خباثت کرے گی حضور نے فرمایا "وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی" چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ قریب آ کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی اور بڑبڑاتے ہوئے واپس ہو گئی۔ یہ ملعونہ اپنے گلے میں جواہرات کا گراں بہا ہار پہنتی تھی اور لوگوں سے کہتی لات وعزیٰ کی قسم میں موتیوں کی اس بیش قیمت ہار کو فروخت کر کے محمد ﷺ کی دشمنی میں خرچ کر دوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "جس آگ میں اس کا گستاخ خاوند جلایا جائے گا اسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائے گی اور اس کی بیوی یعنی ام جمیل کی اکڑی ہوئی گردن جس میں آج بڑا قیمتی ہار ہے، ہم مونج کی رسی ڈال کر اسے جہنم کی آگ میں گھسیٹیں گے جو ستر گز لمبی ہو گی۔ الغرض یہ تو آخرت کا عذاب ہو گا مگر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو عبرت ناک موت سے دوچار کیا بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ حسب معمول خاردار لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے آ رہی تھی وہ گٹھا مونج کی رسی میں بندھا ہوا تھا۔ (مونج کی ایک قسم کی گھاس ہے جس سے رسی بناتے ہیں) ام جمیل تھک کر ایک مقام پر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئی وہ گٹھا پیچھے سرک گیا اور اسی رسی سے اس کا دم گھٹ گیا اور وہ

مر گئی۔ (سورۂ لہب تفسیر ضیاء القرآن ص ۱۱۱)

ابوجہل، عمرو بن ہشام:

یہ مشہور دشمن رسول تھا۔ اس کا محبوب مشغلہ محبوب باری ﷺ کی شان اقدس کی گستاخی کے لیے نئے نئے منصوبے تیار کرنا اور ہر حال میں آپ کو تکلیف دینا تھا اس ملعون کی موت اس قدر عبرتناک ہے کہ اس کو کمسن لڑکوں نے ہلاک کیا اور اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ بدر میں شریک تھا اور میرے دائیں بائیں دو لڑکے کھڑے تھے ایک نے رازدرانہ انداز میں مجھ سے دریافت کیا کیا چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کیوں بیٹے تم کو ابوجہل سے کیا کام ہے لڑکوں نے جواب دیا۔

ہم نے قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کا جذبہ دیکھ کر میں حیرت کرنے لگا اور ابوجہل کی نشاندہی کر دی۔ یہ دونوں لڑکوں نے نہایت تیزی سے اپنے قدم اس ملعون کی جانب بڑھائے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا کام تمام کر دیا۔

جنگ کے ختم ہونے کے بعد رحمت عالم ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب ابوجہل ملعون کی لاش دیکھنے پہنچے تو لاش کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ:

"ابوجہل اس زمانہ کا فرعون ہے۔"

پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کا سر کاٹ کر تاجدار دو عالم ﷺ کے قدم مبارک میں ڈال دیا۔

(بخاری شریف دلائل النبوۃ جلد نمبر ۲ ص ۱۷۳ ماخوذ سیرت المصطفیٰ ص ۱۷۷)

کعب بن اشرف:

یہ ایک دولت مند یہودی تھا۔ یہودی علماء اور یہود کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے خزانے سے تنخواہ دیتا تھا۔ دولت کے ساتھ شاعری میں بھی بہت کمال رکھتا تھا جس کی وجہ سے نہ صرف یہودی بلکہ تمام قبائل عرب پر اس کا ایک خاص اثر تھا۔ اس ملعون کو رسالت پناہ ﷺ سے سخت عداوت تھی جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل ہو جانے سے اس کو انتہائی رنج وصدمہ ہوا چنانچہ یہ کفاران قریش کے قتل ہو جانے سے اس کو انتہائی رنج وصدمہ ہوا چنانچہ یہ کفاران قریش کی تعزیت کے لیے مکہ مکرمہ گیا اور کفاران قریش کا جو بدر میں ہلاک ہوئے تھے ان پر ایسا پر درد مرثیہ لکھا کہ سامعین میں صف ماتم برپا ہوئی اس مرثیہ کو سنا سنا کر خود بھی زار زار روتا تھا اور سامعین کو بھی رلاتا تھا مکہ میں دیگر سرداران قریش سے ملا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں جنگ پر اکسایا اور اس ملعون نے غلاف کعبہ پکڑ کر کفاران قریش سے حلف لیا کہ مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ لیا جائے پھر مکہ سے مدینہ طیبہ لوٹ کر آیا اور حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں ہجو لکھ کر طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں کرنے لگا۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ آپ کو چپکے سے شہید کرنے کا قصد کیا۔ جب اس کی شرارتیں حد سے بڑھنے لگیں تو حضور اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی کہ ابن اشرف کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ جس طرح تو چاہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس کے ہلاک کرنے کا حکم دیا اور حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کچھ لوگوں کو اس کے قتل کرنے کے لیے بھیجو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے تم میں سے جو ابن اشرف کو ہلاک کرے کیونکہ اس کی عداوت ہم پر خوب ظاہر ہو چکی ہے اور وہ ہماری اور مسلمانوں کی برائیاں کرتا ہے اور وہ مشرکوں کو ابھارتا اور جنگ پر مجتمع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

الم تر الی الذین اوتو نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت و یقولون للذین کفرو هؤلاء اهدی من الذین امنوا سبیلا اولئك الذین لعنهم الله ومن یلعن الله فلن تجد له نصیرا (سورہ نساء:۵۱۔۵۲)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو توریت کا کچھ حصہ ملا وہ نفس اور شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ لوگ ایمان داروں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور جس پر اللہ کی لعنت ہو تو اس کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کے قتل کی بابت مشورہ کیا چنانچہ مزید چار صحابہ ان کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے جس میں حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے اور ان کے علاوہ دیگر تین صحابہ کے نام یہ ہیں۔ عباد بن کثیر، حارث بن اوس اور ابوعیسیٰ بن جبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب کعب بن اشرف کے بارے میں فرمایا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے کیونکہ اس نے خدا اور اس کے رسول کو ایذائیں پہنچائی ہیں تو اس وقت حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر اس کے قتل میں حیلہ جوئی کی جائے اور اسے فریب دیا جائے اور ایسی باتیں اس سے کی جائیں جو بظاہر آپ کی شکایت معلوم ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہو کہو اور اسے جس طرح چاہو قتل کرو۔ اس اجازت کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کے ساتھ کعب بن اشرف کے پاس روانہ ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اس کے سامنے چند باتیں کیں اور اس کو اعتماد میں لے لیا اور آہستہ آہستہ اس سے دوستی بڑھائی۔ اور ایک مرتبہ رات کے وقت

اس کے مکان پر آئے اور اس کو آواز دی یہ اپنے مکان کے اوپری منزل میں رہتا تھا اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی کعب بن اشرف نے جب ان صحابہ کی آواز کو سنا تو فوراً نیچے آنے لگا اس کی بیوی نے دریافت کیا کہاں جارہے ہو اس نے جواب دیا میرا رضاعی بھائی آیا ہے۔کعب کی بیوی نے کہا اس مرد کی آواز سے خون ٹپک رہا ہے۔ایک روایت میں ہے اس نے کہا میں شر والی آواز کو پہچانتی ہوں اور اس کو گھر سے باہر نکلنے سے بہت روکا مگر اس نے بیوی کی ایک نہ سنی اور گھر سے باہر آیا۔صحابہ کرام نے منصوبہ بنایا تھا کہ اس کو کسی طرح ہم میں سے ایک باتوں میں مصروف کردے اور دوسرا اس کی گردن تن سے جدا کردے۔جب یہ معلون باہر آیا تو منصوبہ کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تمہارے سر سے جو خوشبو آرہی ہے ایسی خوشبو میں نے آج تک نہیں سونگھی۔کعب نے جواب دیا میں نے عرب کی اس عورت سے نکاح کیا ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے۔اور وہ تمام عورتوں میں بہت زیادہ خوبصورت ہے۔اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کی خوشبو کو سونگھوں؟ اس نے کہا ضرور سونگھو،انہوں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا پھر چھوڑ دیا۔دوسری مرتبہ پھر سونگھا اور بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا اس دشمن خدا کی گردن اڑا دو۔اور فوراً دیگر صحابہ کرام نے اس ملعون کے ناپاک سر کو ناپاک جسم سے جدا کردیا اور مدینہ طیبہ پہنچ کر سرور کائنات ﷺ کے قدوم مبارک میں اس ملعون کا سر ڈال دیا۔یہ پہلا گستاخ ہے جس نے گستاخی کی سزا پائی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس مہم میں صحابہ کرام کی آپس میں ایک دوسرے کی تلوار چلنے سے حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان کے زخم پر لعاب دہن شریف لگایا اور زخم فوراً ٹھیک ہوگیا۔(مدارج النبوۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۸۷)

ابورافع:

ابورافع کا اصلی نام عبداللہ تھا اور یہ ابی الحقیق کا بیٹا تھا۔پیشہ کے اعتبار سے یہ تاجر

تھا۔ یہ شخص حضور ﷺ اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں مشغول رہتا تھا اور نبی ﷺ کے خلاف مشرکوں کو جنگی سامان کی اعانت کرتا تھا۔ جب کعب بن اشرف کا قتل اوس کے جانباز صحابہ کرام نے انجام دیا تو قبیلہ خزرج کے جانثاروں میں بھی ولولہ پیدا ہوا ہم بھی کعب بن اشرف کی طرح کسی دشمن دین کا قتل کریں گے اور محبوب خدا ﷺ کے محب ہونے کا ثبوت دیں گے چنانچہ اہل خزرج بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر دشمن رسول کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور اہل خزرج اپنی ایک جماعت اس کام کے لئے مقرر کر دی اور اس جماعت کے امیر حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔

ابو رافع حجاز کے ایک قلعہ میں رہتا تھا حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے قریب پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگ اس جگہ قیام کرو میں قلعہ کے دربان سے میل جول کر کے تمہیں ضرورت پڑنے پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اور آپ ایک دیہاتی کا روپ بنا کر قلعہ کے قریب اس طرح بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے ہیں۔ آپ نے ایسا روپ دھار لیا تھا جیسے اس قلعہ کے باشندے ہیں۔ یہ وقت قلعہ کے دروازے کے بند ہونے کا تھا۔ جب دربان کی نظر حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ پر پڑی تو اس نے آواز دی او بندہ خدا اگر تو آنا چاہتا ہے تو جلدی آ کیونکہ میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا میں فوراً موقع سے فائدہ اٹھا کر قلعہ میں داخل ہو گیا اور ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا جہاں گدھے بندھے ہوئے تھے رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد قلعہ میں سنسان اور ھو کا عالم طاری ہو گیا اور میں نے دربان کو دیکھا کہ دروازہ کی چابی طاقچہ میں رکھ کر سونے کے لیے چلا گیا ہے میں اٹھا اور چابی لے کر قلعہ کا بیرونی دروازہ کھول دیا۔ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اگر بالفرض قلعہ والوں کو میری موجودگی کی خبر ہو جائے اور میرا پیچھا کریں تو میں آسانی سے قلعہ کے باہر جا سکوں اس کے بعد میں بالاخانہ کی جانب ابو رافع کی جستجو میں چلا اور مختلف دروازوں سے گزرتا گیا اور جس دروازے سے جس سے میرا گزر ہوا اس کو میں اندر سے بند کرتا گیا تا کہ اگر کسی کو میری

آہٹ محسوس ہو جائے تو وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے یہاں تک کہ میں اس کمرہ تک پہنچ گیا جہاں ابو رافع کا کمرہ واقع تھا۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ چند لوگوں کے درمیان موجود ہے اور قصہ خواں اسے قصہ سنا رہا ہے (بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ وہ افسانہ سننے کا عادی تھا اور ہر رات افسانہ سن کر سوتا تھا) میں نے کچھ دیر انتظار کیا جب وہ اس مشغلہ سے فارغ ہو کر سونے کے لیے چلا گیا میں بھی اس کے کمرے تک پہنچا اور یہ کمرے میں اندھیرا کر کے اپنے اہل و عیال کے درمیان جب سو گیا میں کمرے میں داخل ہوا میرے لیے یہ جاننا دشوار تھا کہ وہ کمرے کے کس گوشہ میں سو رہا ہے؟ اس وقت اندھیرے میں میں نے آواز دی ابو رافع! ابو رافع! وہ میری آواز پر جاگ اٹھا اور کہنے لگا کون ہے؟ پھر میں نے اس کی آواز کی طرف تلوار چلائی میرا یہ وار خالی گیا ابو رافع چیخنے لگا اور میں فوراً کمرہ سے باہر آ گیا کچھ دیر بعد میں اس کے کمرہ میں آواز بدل کر داخل ہوا گویا میں اس کی مدد کرنے آ گیا ہوں۔ میں نے کہا کہ ابو رافع یہ تم کیوں چیخ رہے ہو، اس نے کہا کہ تیری ماں پر افسوس ہو کوئی شخص گھر میں ہے اور مجھے قتل کرنے کے لیے اس نے حملہ بھی کیا ہے، اس مرتبہ میں بغور اس کی آواز کی جانب توجہ دی اور اپنی تلوار کی نوک آہستہ سے قریب جا کر اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور اتنا زور دیا کہ اس کے پشت سے باہر ہو گئی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ہلاک ہو گیا اس کمرہ سے ہوتے ہوئے باہر آیا جلدی سے اپنا قدم بڑھایا۔ چاندنی رات تھی میں نے خیال کیا کہ زمین ہے مگر میں بلندی سے نیچے گر پڑا اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے ٹوٹی ٹانگ میں اپنی دستار باندھی اور ایک پاؤں سے کودتا ہوا اپنے ساتھیوں سے جا کر مل گیا ہم اس وقت تک وہاں مقام کیا جب تک ہم قلعہ کے باہر رونے پیٹنے اور نالہ و شیون کرنے کی آوازیں نہ سن لیں ہم نے سنا لوگ کہہ رہے تھے کہ ابو رافع مارا گیا۔ پھر میرے ساتھی مجھے اٹھا کر مدینہ منورہ میں حضور کی خدمت میں لائے۔ حضور اکرم ﷺ تمام واقعہ سماعت فرمانے کے بعد بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''اے عبداللہ مبارک ہو۔'' اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنا دست رحمت میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر پھیرا وہ اس

وقت ٹھیک ہوگئی اور میں اپنی جگہ کھڑا ہوگیا۔ (مدارج النبوۃ جلد نمبر ۲ ص ۱۹۰)

عمرو بن حجاش:

عمرو بن حجاش قبیلہ بنونضیر سے تعلق رکھتا تھا اور یہ نہایت شریر النفس تھا۔ اس نے ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ کو اپنے مکان کے نیچے بلا کر اوپر سے کوئی وزنی چیز گرا کر شہید کرنے کا منصوبہ بنایا حضور ﷺ کو اس منصوبہ کا علم ہوگیا اور اس بدبخت کی یہ سازش ناکام ہوگئی تاہم آپ نے عمرو بن حجاش کی اس ناپاک حرکت کو بہت محسوس فرمایا۔ ملعون شخص حضرت یامین بن عمیر رضی اللہ عنہ کا چچا زاد بھائی تھا حضرت یامین رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد ایک دن محبوب باری ﷺ نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''یامین تم نے اپنے بھائی کی حرکت دیکھی اور وہ مجھے دھوکے سے ہلاک کرنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعہ مجھے اس کے عزم بد سے آگاہ کر دیا۔''

حضرت یامین رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر جوش غضب سے بے قرار ہو گئے اسی وقت اٹھے اور عمرو بن حجاش کی تاک میں رہنے لگے ایک دن موقع مل گیا اور جھپٹ کر اس ملعون کا کام تمام کر دیا۔

(سرورِ کائنات کے پچاس صحابہ ص ۶۵۲ از مولانا طالب ہاشمی مدظلہ)

ابن خطل:

ابن خطل کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ عام الفتح سے قبل مدینہ طیبہ آیا مسلمان ہوا اور حضور ﷺ اس کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ یہ وحی کی کتابت بھی کرتا تھا اس کو ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے اس کے قبیلہ میں بھیجا تو یہ بدبخت وہاں جا کر مرتد ہوگیا اور صدقہ کے جانوروں کو لے کر مکہ مکرمہ بھاگ گیا اور اہل قریش سے کہنے لگا کہ کوئی دین تمہارے آبائی دین سے بہتر نہیں ہے اور اس کے بعد شب و روز اسلام کے خلاف مصروف رہا۔ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں پناہ

لی اور غلاف کعبہ سے لپٹ گیا۔ ایک صحابی نے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ابن خطل خانہ کعبہ میں پناہ لی ہے اور اغلاف سے لپٹ گیا ہے۔ حضور ﷺ اس دن یعنی فتح مکہ کے دن اپنی جان کے بے شمار دشمنوں کو معاف کر دیئے مگر اس ذلیل شخص کے بارے میں فرمایا اسے قتل کر دو حسب الحکم اس ظالم کو خانہ کعبہ میں قتل کر دیا گیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۹۶۳)

حضرت جبریل علیہ السلام کا انتقام:

اسود بن مطلب، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ اور ابن طلاطلہ یہ چار بد بخت حضور ﷺ کا مذاق اڑاتے جب ان کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو ایک دن حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام، حضور ﷺ کے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے اور اس وقت یہ تمام بد بخت طواف کعبہ میں مصروف تھے سب سے پہلے ولید بن مغیرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل ولید بن مغیرہ کے ایک پرانے زخم پر نظر غضب ڈالی (حالانکہ یہ زخم کسی وقت تیر سے ہوا تھا اور اب بالکل مندمل ہو گیا تھا) تو یہ زخم فوراً تازہ ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا یہ ملعون اس درد کی تاب نہ لاسکا وہیں ہلاک ہو گیا۔

اس کے بعد عاص بن وائل کے بھی ایک قدیم زخم پر حضرت جبرائیل امین نے نگاہ غضب ڈالی تو وہ بھی تازہ ہو گیا اور یہ منحوس بھی وہیں ہلاک ہو گیا۔ پھر اسود بن مطلب کے چہرہ پر آپ نے ایک سبز پتہ رکھ کر دبایا جس سے وہ اندھا ہو گیا ابن طلاطلہ کے پاس گئے اور اس کے سر کی طرف نگاہ غضب فرمائی تو اس بد بخت کے دماغ سے بھیجا بہنے لگا۔ حق تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی

انا کفیناک المستزئین یعنی ہم نے آپ سے تمسخر کرنے والوں کا کام تمام کر دیا۔ (شواہد النبوت ص ۱۰۵)

حکم بن ابو العاص:

یہ بد بخت حضور ﷺ سے حد درجہ بغض رکھتا تھا۔ جب حضور ﷺ گھر سے باہر

کہیں تشریف لے جاتے یہ آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور عجیب وغریب اپنی صورت بنا کر نبوت کے خلاف نازیبا حرکات کرتا ایک مرتبہ آپ نے اس کو اس حرکت میں مشغول پایا اور تو ایسا ہی ہو جا یہ ملعون اسی جگہ تھم گیا اور اس کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔
(شواہد النبوت ص ۱۰۴)

ایک متکبر کا انجام:

حضور اقدس ﷺ کے سامنے ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے غرور سے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ چونکہ اس نے الفاظ غرور اور جھوٹ سے کہے تھے اس لیے آپ نے فرمایا خدا کرے تو ایسا ہی ہو چنانچہ اس کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ تک لے جانے سے محروم ہو گیا۔
(مسلم شریف جلد نمبر ۲ ص ۱۷۲ باب آداب الطعام ماخوذ ۶۰۵ ص از مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ)

بجلی کا عذاب:

قبیلہ بن عامر نے ختمی المرتبت رسالت پناہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا اور اس قبیلہ کے دو نوجوانوں کو رحمت عالم ﷺ کو ہلاک کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ ان نوجوانوں نے منصوبہ اس طرح بنایا کہ ایک حضور ﷺ کو گفتگو میں مصروف رکھے اور دوسرا اپنا کام کر دے۔ منصوبہ کے تحت یہ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ایک نے گفتگو شروع کی ان میں سے ایک کا نام عامر اور دوسرے کا نام اربد تھا۔ انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ان کے شر سے محفوظ رکھ۔ حضور کی دعا کے بعد ان کی ہمت نہیں ہوئی اور ناکام واپس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے عامر کو طاعون سے ہلاک کیا اور اربد پر بجلی گری اور وہیں ہلاک ہوا۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۷۹)

ایک عیسائی کا انجام:

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک عیسائی رہتا تھا جب موذن اپنی اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کے دل نواز الفاظ کہتا تو یہ ملعون جواب میں کہتا جھوٹا جلایا جائے۔"

چنانچہ ایک رات وہ سو رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں آگ لگ گئی جس میں وہ اور اس کا سارا کنبہ جل کر خاک ہو گیا اس ملعون کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ جھوٹا کون ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد ا ص ۸۱ سورہ مائدہ)

گستاخوں کی عقل ماؤف ہو گئی:

ہجرت کے نویں سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی کلاب کی طرف ایک وفد روانہ فرمایا اور اس کے ساتھ ایک مکتوب گرامی بھی دعوت اسلامی کے لیے اس قبیلہ کے نام ارسال فرمایا ان بدبختوں نے مکتوب شریف کی عبارت کو دھو ڈالا اور جس چمڑے پہ یہ مکتوب شریف تھا اس کو ایک چمڑے کے ڈول کے ساتھ سی دیا۔

حضور ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "مالھم اذھب اللہ عقولھم" اس کے بعد اس قبیلہ کی عقل ماؤف ہو گئی اور اس قدر مخلوط الکلام ہو گئے کہ ان کے باتوں کے مفہوم کی بھی ایک دوسرے کو سمجھ نہ رہی۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۲۷)

سفیان بن ہذلی:

ابن ہذلی مقام نخلہ میں رہتا تھا اور حضور ﷺ کے خلاف مجرمانہ سازشوں میں مصروف رہتا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ ابن ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے وہ مقام نخلہ یا عرفہ میں ملے گا تم اس کو ہلاک کر دو۔ حضرت عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کی پہچان بتایئے تا کہ شناخت ہو جائے حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا جب وہ تم کو دیکھے گا تو لرزنے کانپنے لگے گا میں اس مہم پر روانہ ہوا اور جب میں نے اس کو اور اس نے مجھ کو دیکھا تو وہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق لرزنے کانپنے لگا۔ میں کچھ دور اس کے ساتھ چلا اور جب اندازہ ہو گیا کہ میں اس پر آسانی سے قابو پالوں گا تو میں نے تلوار سے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کو ہلاک کر دیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا خدا تمہیں سرخرو کرے تم نے ٹھیک کام کیا۔ اور اس کے بعد آپ نے ایک عصا حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو اپنے پاس رکھو قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس عصاء کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا اور جب آپ کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق اس کو آپ کے کفن میں رکھا گیا۔

(الخصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۴۴۳ از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

ابی بن خلف:

میدان احد میں لشکر اسلام کو پہلے پہل شکست ہوئی تو مشہور دشمن اسلام ابی بن خلف گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"اے محمد اگر تم آج مجھ سے بچ گئے تو اللہ تعالیٰ مجھے زندہ نہ رکھے۔"

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے بیان کیا ابی بن خلف رسول اللہ ﷺ سے مکہ میں ملا تھا آپ سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

اے محمد میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو میں روزانہ خوب کھلاتا ہوں تاکہ اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔

اس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"انشاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔"

چنانچہ میدان احد میں رسالت پناہ ﷺ حضرت حارث بن حکمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ابی بن خلف نے آپ پر حملہ کیا فوراً حضرت سیدنا معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی ڈھال بن گئے اور شہید ہو گئے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک نیزا لے کر آپ ﷺ نے ابی بن خلف کی زرہ کے نیچے چبھو دیا اور اس کی گردن پر چھوٹی سی خراش آئی اور خون رگوں میں جم گیا زخمی ہو کر یہ ملعون اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر اپنی قوم کی طرف بھاگا اور بیلوں کی طرح چلانے لگا۔ اس کو دیکھ کر ابوسفیان نے کہا کہ تو ہلاک ہو گیا یہ چیخ و پکار کس لیے کر رہا ہے۔ حالانکہ تجھے صرف ایک معمولی سی خراش آئی ہے یہ کوئی گہرا زخم نہیں ہے۔

ابی بولا تو مرے تجھے معلوم نہیں یہ کس کی مار ہے محمد ﷺ کے نیزہ سے زخمی ہوا ہوں اور آپ نے مکہ میں ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا۔

"عنقریب تو میرے ہاتھ سے ہلاک ہوگا"

اب مجھے معلوم ہوا کہ میں ان کے اس مار کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔ خدا کی قسم میرا درد اگر سارے حجاز کو تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں مجھے اس قدر تکلیف ہے چنانچہ اس حالت میں چیختے چلاتے واصل جہنم ہوا۔

(شواہد النبوۃ ص ۱۳۳ سیرت ابن ہشام)

امیہ بن خلف:

یہ مشہور دشمن اسلام ہے جو اسلام کے ابتدائی دور میں اعلان حق کرنے والوں کو اذیتیں دیتا چنانچہ جب حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام سے منحرف ہو جانے کا حکم دیا اور آپ کے انکار پر غیض و غضب سے دیوانہ ہو کر کہنے لگا۔

اچھا میں تم کو تمہاری بے دینی کا مزہ چکھاؤں گا اور دیکھوں گا کہ محمد اور محمد کا خدا تمہیں کیسے نجات دلاتا ہے؟

یہ کہہ کر اس ظالم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جور و ستم کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ جنگ بدر میں جب یہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف لڑنے آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر اس ظالم پر پڑی۔ اور آپ نے اس کا پیچھا کیا۔ یہ بد بخت حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف سے چمٹ گیا اور جان بچانے کی التجا کی۔ آپ کو رحم آ گیا مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور چند انصاری صحابہ امیہ بن خلف پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ سے ارشاد فرمایا تو زمین پر لیٹ جا اور وہ لیٹ گیا (اور اس کو بچانے کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کے اوپر لیٹ کر اس کو چھپانے لگے لیکن حضرت بلال اور دیگر انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیروں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس ملعون کو ہلاک کر دیا۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۱۷۸ بحوالہ بخاری شریف جلد ۱ ص ۳۰۸)

اسماء بنت مروان:

اسماء بنت مروان نے بنی امیہ بن زید کی اولاد میں سے تھی اس کے شب و روز محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں عیب جوئی کرنے میں گزرتے تھے۔ اور آپ کی ہجو میں اشعار لکھتی تھی۔ اس کے گستاخانہ اشعار حضرت عمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ عنہ نے سماعت فرمایا تو آپ کی حمیت اسلامی نے آپ کو بے قرار کر دیا اور آپ نے عہد کر لیا کہ وہ اس کی ناپاک حرکت کی سزا دیں گے ایک رات آپ اس وقت اس کے مکان پر پہنچے جب تمام اہل خانہ سو رہے تھے اسماء بنت مروان اپنے شیر خوار لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نابینا تھے اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر اس کے بچہ کو اس سے علیحدہ کیا اور تلوار کی دھار اس کے پہلو پر رکھ کر دبا دی حتی کہ وہ جسم چیرتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی۔ صبح صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی اور یہ نماز فجر کا وقت تھا۔ تو حضور نے فرمایا

"عمیر کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا ہے؟"

حضرت عمیر نے کہا "ہاں یارسول اللہ ﷺ"

رحمت عالم ﷺ نے نماز فجر کے بعد صحابہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ ایسے شخص کو دیکھو جس نے اللہ و رسول کے غائبانہ مدد و نصرت کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ اس نابینا نے؟

حضور ﷺ نے فرمایا انہیں نابینا مت کہو یہ آنکھ والے ہیں۔

(شواہد النبوۃ صفحہ ۱۳۲)

اُم ولد:

یہ ایک صحابی کی بیوی تھی۔ اس کا نام ام ولد تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی اس ملعونہ کو متعدد بارسختی سے اس صحابی رسول نے منع کیا لیکن وہ اس حرکت بد سے باز نہیں آئی اس کے ساتھ ان کی محبت کا اندازہ ان کے اس شعر سے ہوتا ہے۔

لی منها ابنان مثل اللولو یتین و کانت بی رفیقة

اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے اور وہ میری ہم دم تھی

لیکن ایک رات وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف بکواس کر رہی تھی اور اس کی بکواس باہر سے آتے ہوئے سن لی دفعتاً تمام تعلقات اور محبت کو بھول گئے اور کلہاڑی سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ (اسوہ صحابہ رسول حصہ اول ص ۱۳۰)

ابو عامر:

یہ یہودی عالم تھا حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل یہودی علماء سے نبی آخر الزماں ﷺ کے اوصاف سنا کرتا تھا اور اسے علم تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہو گی۔

ابو عامر رہبانیت اختیار کر لی اور نبی آخر الزماں ﷺ کی جستجو میں سرگرداں رہا اور لوگوں سے کہتا میں ملت ابراہیمی ہوں اور نبی آخر الزماں ﷺ کا منتظر ہوں۔ ایک دن

۔ اعلان نبوت کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر دریافت کیا۔

کیا آپ نبی آخر الزماں ہیں؟ اور اس کی کیا نشانی آپ کے پاس ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا میں ملت ابراہیمی پر پیدا ہوا ہوں۔

ابو عامر کہنے لگا ملت ابراہیمی کو دوسروں سے ملا لائے ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اس دین کو روشن تر بنا لایا ہوں۔ اور میری آمد سے قبل تم اور تمہارے علماء میرے بارے میں کیا کہا کرتے تھے۔

ابو عامر نے کہا مگر تم وہ نہیں ہو۔

آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو۔

ابو عامر نے کہا جھوٹے کو خدا نے تنہا مسافر بنا کر گھر سے نکال دیا ہے (اس ملعون کا اشارہ ہجرت کی جانب تھا)۔

حضور نے ارشاد فرمایا ہاں جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا چنانچہ ابو عامر ملعون چند دنوں بعد مکہ گیا اور مشرکین کا تابع ہوگیا۔ فتح مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا جب اہل طائف حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو وہ شام چلا گیا اور محرومی و تنہائی اور مسافری کی زندگی گزارتے ہوئے ہلاک ہوا۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۲۲)

شاہ کسریٰ:

حضور اکرم ﷺ نے شہنشاہ کسریٰ کے نام دعوت اسلام کا پیغام حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے روانہ فرمایا۔ اس مکتوب گرامی کو کسریٰ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب حضور علیہ السلام کو اس حرکت کا علم ہوا تو فرمایا۔

اس نے میرا مکتوب پارہ پارہ کیا خدا نے اس کے ملک و سلطنت کو بھی ایسا ہی کر دیا۔

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد کسریٰ پر خوف طاری ہوگیا۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ واپس ہوئے تو اس نے اپنے دربار کے تمام محافظوں سے کہا کہ آئندہ میرے

پاس کوئی عرب نہ آئے۔ اس کے بعد وہ اپنے خلوت کدہ میں آیا جہاں کسی غیر کا گزر نہ ہوتا تھا اچانک دیکھا ایک عرب آدمی کھڑا ہے۔ اور ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے کہہ رہا ہے۔

"ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔"

کسریٰ نے کہا تم جاؤ میں سوچ کر بتاؤں گا یہ عرب اچانک غائب ہو گیا اس کے غائب ہونے کے بعد کسریٰ نے دربار کے محافظوں کو بلایا اور ان کی غفلت اور سستی پر انہیں سختی سے ڈانٹا اور بعض کو اس کی غلطی کی پاداش میں قید کر دیا اور کہا میں نے تم سے اس قدر تاکید کی تھی مگر تم نے غفلت کی اور ایک عرب میرے کمرہ خاص میں داخل ہو گیا۔ محافظوں نے قسم کھائی کہ ہم کسی کو بھی اندر آنے نہیں دیتے۔

دوسری مرتبہ بھی وہی عرب ہاتھ میں لاٹھی لے کر کمرہ میں برآمد ہوا اور لاٹھی اس کے سر پر مار کر کہا تم ایمان نہیں لاتے تو یہ ڈنڈا تمہارے سر پر مسلط رہے گا اور یہ لاٹھی اس کے سر پر برسنے لگی۔ تیسرے دن بھی یہ عرب اچانک کمرہ خاص میں حاضر ہوا اور کہا جب تک تم ایمان نہیں لاتے تمہارے ساتھ یہ عمل جاری رہے گا خواہ یہ لاٹھی ٹوٹ جائے اور اس کے سر پر لاٹھی ماری اور یہ لاٹھی ٹوٹ گئی اسی رات کسریٰ کے بیٹے نے اپنے باپ کا پیٹ چاک کر دیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۵۷)

ایک مرتد کا انجام:

ایک نصرانی مسلمان ہو کر دربار نبوت میں رہنے لگا۔ سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ چکا تھا خوش خط کاتب تھا اس لیے حضور ﷺ نے وحی لکھنے کی خدمت اس کے سپرد فرمائی مگر یہ بدنصیب پھر کافر ہو گیا اور کفار سے جا ملا اور حضور ﷺ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا ایک دن قہر الٰہی نے اس گستاخ کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ مر گیا۔

نصرانیوں نے اس کو دفن کیا مگر زمین نے اس کی ناپاک لاش کو قبول نہیں کیا اور یہ لاش زمین سے باہر ہو گئی نصرانیوں نے گہری سے گہری قبر کھود کر تین مرتبہ اس

ملعون کو زمین میں دبایا۔ مگر ہر بار زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا چنانچہ نصرانیوں کو یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں اور اس بد بخت کی لاش کو زمین پر سڑنے گلنے کے لیے چھوڑ دیا۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۲۰۹ بحوالہ بخاری شریف جلد نمبر ا ص ۵۱۱ از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی)

عاص بن وائل سہمی:

عاص بن وائل سہمی یعنی حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ یہ بھی ان بدبختوں میں تھا جو آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے جو صاجزادے دنیا میں تشریف لائے کم عمری میں وفات پا گئے تو عاص بن وائل نے کہا محمد تو ابتر ہیں ان کا کوئی لڑکا زندہ ہی نہیں رہتا۔

اس بکواس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ان شانئك هو الابتر۔ آپ ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے۔

یعنی اے حبیب ﷺ آپ کے نام لیوا تو لاکھوں اور کروڑوں ہیں۔ ہجرت کے ایک ماہ بعد کسی جانور نے عاص کے پیر کو کاٹا جس سے اس کا پیر اس قدر پھولا کہ اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا اس مرض ہی میں عاص ہلاک ہو گیا۔

(سیرت المصطفیٰ جلد ا ص ۲۲۰ از مولوی محمد اویس صاحب)

اسود بن عبد یغوث:

اسود بن عبد یغوث رسول اللہ ﷺ کے ماموں کا لڑکا تھا۔ یہ بھی آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا۔ جب فقراء مسلمین کو دیکھتا تو یہ کہتا "یہی وہ لوگ ہیں جو روئے زمین کے بادشاہ بننے والے ہیں جو کسریٰ کی سلطنت کے وارث ہوں گے، اور آنحضرت ﷺ کو دیکھتا تو تمسخر سے کہتا آج آسمان سے کوئی وحی نہیں ہوئی اور اس قسم کے بے ہودہ کلمات بکتا۔ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس پر نگاہ غضب ڈالی اور اس کے سر میں پھوڑے پھنسیاں نکل پڑے اور اسی مرض میں بہت پریشان

ہو کر مرا۔(سیرت المصطفی ص ۲۲۲،اور ص ۲۲۳)

حارث بن قیس:

یہ شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑایا کرتا اور آپ کے خلاف عجیب عجیب باتیں کرتا اور تمسخر سے کہا کرتا تھا محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو یہ سمجھا کر دھوکہ دے رہے ہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے ایک روایت میں اس کا نام حارث بن عیطلہ بھی آیا ہے عیطلہ اس کی ماں کا نام تھا۔جب اس کا تمسخر حد سے گزر گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین انا کفیناك المستھزئین (الحجر ۹۴)

جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان کریں اور مشرکین اگر نہ مانیں تو ان سے اعراض فرمائیں اور جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق اڑاتے ہیں ان کے لیے ہم کافی ہیں۔

مرتے وقت حارث بن قیس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری ہوئی کہ منہ سے پاخانہ آنے لگا اور اسی مرض سے ہلاک ہوا۔(خصائص کبریٰ ص ۱۴۶ جلد ۱)

ابو قیس بن الفاکہ:

یہ شخص ابو جہل کا خاص معین اور مددگار تھا۔ہر شرارت میں اس کے ساتھ شامل رہتا،جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مارا گیا۔(سیرت المصطفی ص ۲۱۹)

اسود بن مطلب:

اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی جب کبھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو دیکھتے تو آنکھیں مٹکاتے اور یہ کہتے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے یہ کہہ کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے

رسول اللہ ﷺ نے بد دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو نابینا فرما دے تاکہ آنکھ مارنے کے قابل نہ رہے۔ اور اس کے بیٹے کو ہلاک فرما۔ چنانچہ اسود تو اسی وقت نابینا ہو گیا اور اس کا بیٹا جنگ بدر میں مارا گیا۔ قریش جس وقت جنگ احد کی تیاری کر رہے تھے اسود اس وقت شدید مرض میں مبتلا تھا۔ اس کے باوجود لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا تھا اللہ رب العزت نے اس کو جنگ احد سے پہلے ہی ہلاک کیا۔ (ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۷)

عقبتہ بن ابی معیط:

عقبتہ بن ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا ایک روز یہ ملعون حضور ﷺ کے پاس آ کر کچھ دیر بیٹھا اور آپ کا کلام سنا۔ ابی کو خبر ہوئی تو فوراً اس کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اطلاع ہے کہ تو محمد ﷺ کے پاس جا کر بیٹھا ہے اور ان کا کلام سنا ہے خدا کی قسم جب تک تو محمد ﷺ کے منہ پر جا کر نہ تھوک آئے اس وقت تک تجھ سے بات کرنا اور تیری صورت دیکھنا مجھ پر حرام ہے چنانچہ یہ بدنصیب اٹھا چہرہ انور پر تھوکا یہ ملعون جنگ بدر میں گرفتار ہوا اور مقام صغراء میں اس کی صحابہ نے گردن ماردی۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۲۱۷ مولوی محمد ادریس صاحب)

نضر بن حارث:

نضر بن حارث سرداران قریش میں سے تھا۔ تجارت کے لیے ملک فارس جاتا اور وہاں سے مختلف کہانیوں کی کتابیں خرید کر لاتا اور قریش کو سناتا اور یہ کہتا کہ محمد ﷺ تو تم کو عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تم کو رستم اور اسفندیار کی کہانیاں سناتا ہوں لوگوں کو یہ افسانے دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔ لوگ ان کہانیوں کو سنتے اور قرآن حکیم پر توجہ نہیں دیتے۔ نضر ایک گانے والی لونڈی بھی خرید کر لایا تھا۔ یہ لونڈی کفار قریش کو گانے سناتی۔

الغرض نضر بن حارث کی یہ تمام حرکات کا مقصود یہ تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل نواز الفاظ اور قرآن مجید کے اثر انداز احکام سے دور رہیں۔ یہ ملعون جنگ بدر میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا آپ نے اس کی گردن ماردی۔

(ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۱۷)

عبداللہ بن قمیئہ:

یہ کفار قریش کا مشہور پہلوان تھا یہ مردود جنگ بدر میں حضرت رفیع الشان رسول انس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کیا اور اس کے حملہ سے رخسار مبارک میں خود کی دو زنجیریں دھنس گئیں۔

طبرانی میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن قمیئہ نے جب آپ پر حملہ کیا تو کہنے لگا خذھا وانا ابن قمیئة لو اس حملہ کو اور میں ابن قمیئہ ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اقماك الله اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور خوار ہلاک و برباد کرے۔ چند روز نہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا جس نے اپنے سینگوں سے اس ملعون کو ہلاک کر ڈالا۔ (سیرت المصطفیٰ جلد اول ص ۶۸۰ بحوالہ فتح الباری جلد ۷ ص ۲۷۱)

عتبہ بن ابی وقاص:

یہ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔ رحمت عالم ﷺ پر ایک مرتبہ ایک پتھر پھینکا تھا۔ جس سے آپ کا نیچے کا دندان مبارک شہید اور نیچے کا لب شریف زخمی ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس قدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا حریص اور خواہش مند رہا اتنا کسی کے قتل کا کبھی حریص اور خواہش مند نہیں ہوا۔

(سیرت المصطفیٰ جلد ۱ ص ۶۷۹ بحوالہ فتح الباری جلد ۷ ص ۲۸۱)

ابی عفک:

ابی عفک مذہباً یہودی تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ اور یہ مردود رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس کے خلاف ہجو میں شعر کہتا تھا۔ اور لوگوں کو آپ کی دشمنی پر برانگیختہ کرتا تھا جب اس کی شرارت اور دریدہ دہنی حد سے گزر گئی تو حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا "کون ہے جو میرے لیے اس خبیث کا کام تمام کرے۔"

حضرت سالم بن عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے پہلے ہی سے منت مانی ہوئی ہے کہ ابی عفک کو قتل کر دوں گا یا خود آپ پر مر جاؤں گا۔

جب اس کے قتل کا حکم دربار عالی سے ملا تو آپ تلوار لے کر فوراً روانہ ہوئے۔ گرمی کی رات تھی ابی عفک غفلت کی نیند سو رہا تھا پہنچتے ہی تلوار اس کے جگر پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ جسم سے پار ہو کر بستر تک پہنچ گئی۔ ابی عفک نے ایک چیخ ماری اس کی آواز سے لوگ نیند سے بیدار ہو کر دوڑے مگر اس دشمن رسول کا کام تمام ہو چکا تھا۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۶۲۸ جلد ۱ بحوالہ الطبقات الکبریٰ ابن سعد ص ۱۹ جلد ۲)

ایک جھوٹے کا انجام:

حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو کسی کام کے لیے روانہ فرمایا (یہ نافرمان حضور ﷺ کے حکم کو معمولی سمجھا) اور اس نے آکر جھوٹ کہہ دیا کہ میں وہاں سے آیا ہوں۔ حضور نے بددعا کی چند دنوں کے بعد مردہ پایا گیا اور اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ قبر میں دفن کیا گیا مگر قبر بھی ملعون کو قبول نہیں کرتی تھی اور اسے باہر پھینک دیتی۔ (العیاذ اللہ)

(شواہد النبوۃ ص ۲۰۷ از عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ دوم ص ۱۸۴)

ایک مفتری کا انجام:

ایک شخص یمن سے آیا اور وہ ایک عورت پر عاشق ہو گیا اس نے (اور لوگوں سے کہنے لگا) نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میرے پاس اپنی جوان عورت کو بھیجو (اس کی مراد وہ عورت تھی جس سے یہ عشق کرتا تھا۔)

لوگوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد کیا ہے اور آپ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے بعد یمن کے لوگوں نے حقیقت دریافت کرنے کے لیے اپنے قبیلہ کا آدمی حضور ﷺ کی جانب بھیجا۔ اس کے بعد حضور ﷺ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو

یمن روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ تم اس شخص پاس جاؤ (جس نے مجھ پر افتراء کیا ہے) اگر وہ تمہیں زندہ ملے تو اسے قتل کر دینا اور اگر تم اسے مردہ پاؤ تو اسے آگ میں جلا دینا چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن پہنچے تو اس سے قبل یہ شخص ایک چشمہ سے پانی بھر رہا تھا فوراً ایک سانپ نے اسے کاٹ لیا اور یہ ملعون زہر کے اثر سے ہلاک ہوا۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۱۸۴ مطبوعہ کراچی)

بے ہوشی کا عذاب:

بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اس وقت ایک شخص آپ کے پیچھے تھا وہ آپ کی نقل تمسخر کے طور پر کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو ایسا ہی ہو جا اچانک یہ بے ہوش ہو گیا لوگ اس کو اٹھا کر اس کے گھر پہنچا آئے۔ اور وہ دو مہینے تک بے ہوش رہا پھر جب ہوش میں آیا تو وہ ایسا بن گیا جیسا آپ کی نقل کرتے وقت (اپنی شکل وصورت بنایا کرتا تھا)

(الخصائص الکبریٰ ص ۱۸۵)

ایک منافق کا انجام:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطعمہ بشیر بن ابرق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو برا بھلا بکتا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں اس کی بکواس کا جواب دیا۔ یہ طائف چلا گیا اور وہ ایک ایسے گھر جہاں کوئی نہ تھا۔ اچانک وہ مکان اس پر آ گرا اور یہ مردود ہلاک ہو گیا۔ (الخصائص الکبریٰ صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ کراچی)

حارث بن ابی حارثہ:

ابن سحنون نے طبری سے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حارث بن ابی حارثہ کے پاس حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ حارث نے کہا کہ اس کی بیٹی میں عیب ہے۔ حالانکہ اس میں وہ عیب موجود نہ تھا۔ جب وہ

اپنے واپس گھر پہنچا تو اس نے بیٹی کو برص میں کی بیماری میں مبتلا پایا۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۱۷۶)

ایک مشرک کا انجام:

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو ایک مشرک سردار کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ جب اس پر اسلام پیش کیا گیا تو اس نے تمسخر سے کہا کہ وہ معبود جس کی تم دعوت دیتے ہو وہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا یہ سن کر وہ قاصد صحابی واپس ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بجلی گرائی اور یہ جل گیا۔ ابھی وہ قاصد صحابی راستہ ہی میں تھے اور انہیں اس واقعہ کا کوئی علم نہ تھا اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس مشرک کو ہلاک کر دیا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "ویرسل الصواعق"

(الخصائص الکبریٰ ص ۳۰۶ جلد ۲)

ایک مشہور واقعہ:

۵۵۷ھ ہجری میں دو اشخاص (جو عیسائی تھے) حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک کو قبر شریف سے نکالنے کے لیے مدینہ طیبہ کے ایک ویران گھر میں سے سرنگ لگانے لگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حرکت بد کی اطلاع بذریعہ خواب سلطان نور الدین محمود شہید نور اللہ مرقدہ کو دی۔ اور انہوں نے اس سازش کو ناکام کیا اور ان دونوں ناپاکوں کو حجرہ شریف کی جالی کے نیچے لا کر گردن مار دی اور حجرہ شریف کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھروا دیا۔

(یہ واقعہ مختصر الکھا گیا ہے تفصیل جذب القلوب ص ۱۲۹ مطبوعہ کراچی میں ملاحظہ فرمایئے)۔

مخالفین حدیث کا انجام:

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنہ او یصیبھم عذاب الیم○

(سورہ نور پارہ ۱۸ آیت ۶۳)

پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہوں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی کہیں کوئی مصیبت یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں بوجہ اس نافرمانی کے۔

فرمان نبوی ﷺ کی خلاف ورزی پر سزا:

حضرت العلامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرع شفا میں اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ درمختار میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت العلامہ ابن الحاج صاحب مدخل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی مخالفت میں اپنے ناخن ترشوائے اور انہیں برص ہو گئی۔ خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم نے نہیں سنا تھا؟ کہ میں نے بدھ (چہار شنبہ) کے دن ناخن ترشوانے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے گمان میں یہ حدیث ثابت نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمہارے تک پہنچی، پھر رحمت عالم ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرے فوراً ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ اچھے ہو گئے اور انہوں نے اسی وقت توبہ کی اب کبھی حدیث کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (مقدمہ نزہۃ القاری ص ۴۵ جلد ۱ از مفتی اعظم ہند محمد شریف الحق امجدی مدظلہ)

اسی روایت کو شیخ السلام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ نظامیہ۔ اپنی کتاب الکلام المرفوع میں بھی درج کئے ہیں)۔

درود وسلام میں اختصار کی سزا:

حضور ﷺ نے فرمایا زیادہ بخیل جب میرا ذکر اس کے پاس کیا جائے اور مجھ

پر درود نہ بھیجے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بخیل کے حالات لکھتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ صلوٰۃ والسلام نہیں لکھتا تھا اس کے ہاتھ میں مرض آ گیا یعنی ہاتھ سڑنا شروع ہوگیا۔ اور ایک شخص اسم گرامی کے ساتھ مکمل ﷺ لکھنے کے بجائے صرف صلی اللہ علیہ لکھتا وسلم نہیں لکھتا تھا۔ حضور ﷺ کی جانب سے خواب میں جھڑکا گیا "آپ نے فرمایا تو چالیس نیکیوں سے کس لیے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے یعنی "وسلم" میں چار حرف ہیں اور اس کی چالیس نیکیاں۔ (جذب القلوب اردو ص ۲۷۶ مطبوعہ کراچی)

حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبھانی قدس سرہ حافظ ابن صلاح، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی درود میں اختصار کرنے والوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں، کہ لکھتے اور بولتے وقت ہمیشہ حضور خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کے ساتھ مکمل "صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم" لکھا اور بولا جائے کاہل لوگوں کے فعل سے بچنا چاہیے جو لکھتے وقت "ؐ" اور بولتے وقت "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے بجائے "صلعم" بولتے ہیں یہ بھی ایک قسم کا بخل ہے۔

گدھے کی صورت:

امام اصفہانی لکھتے ہیں ایک محدث نے حضور کی اس حدیث پر شک کیا جو امام سے پہلے (نماز میں) سر اٹھانے سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر شک کی وجہ سے اس کا سر گدھے کا ہوگیا۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۱۴)

چلنے پھرنے سے محرومی:

ایک شخص نے حضور ﷺ کی حدیث کا مذاق اڑایا جس میں ذکر تھا کہ فرشتے طالب علم کی راہ میں پر بچھاتے ہیں۔ یہ ملعون اپنے پیر زمین پر مار کر کہنے لگا میں اس کے پروں کو توڑ رہا ہوں۔ اچانک زمین پر گرا اور ہمیشہ کے لیے چلنے پھرنے کی قوت سے محروم ہوگیا۔ (ایضاً)

یادگار فیصلہ

گستاخِ رسول سزائے موت کا مستحق ہے

جسٹس محمد نوید اقبال

قانون توہین رسالت ﷺ (دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان):

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال:

"جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً، بالواسطہ یا بلاواسطہ بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

"دفعہ 295 سی میں "یا عمر قید" کا لفظ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا، اس لیے وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں اپنے فیصلے میں صدر پاکستان کی ہدایت کی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور "یا عمر قید" کے الفاظ ختم کریں، اور یہ کہ اگر تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے اور صرف سزائے موت، ملک کا قانون بن جائے گا، چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو گئے۔"

امریکی خواہش پر حکومتی ترمیم کا مسودہ قانون توہین رسالت ﷺ:

دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال:

"جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً، بالواسطہ یا بلاواسطہ

بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے زیادہ سے زیادہ دس سال سزائے قید دی جائے گی، اس الزام کے تحت ملزم کے خلاف مقدمہ درج نہ ہوگا اور نہ ہی پولیس ملزم کو گرفتار کرے گی اور جو شخص اس جرم (توہین رسالت ﷺ) کا الزام کسی پر لگائے، وہ ڈی سی او (ڈپٹی کمشنر) کے روبرو درخواست دے کہ "فلاں شخص" نے توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا ہے۔ متعلقہ ڈی سی او (ڈپٹی کمشنر) اپنے طور پر اس امر کی تحقیقات کرے گا کہ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے، اگر وہ تفتیش کے بعد اس الزام کی تصدیق نہ کرے تو مدعی (مقدمہ درج کرانے والا) کے خلاف مقدمہ درج ہو گا جس کی سزا زیادہ سے زیادہ دس سال قید ہوگی اور وہ فوری طور پر گرفتار ہوگا۔"

دل کی بات:

14 جون 2009ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہوسکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر 19 جون 2009ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت ایف آئی آر نمبر 326 درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور پر ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنھوں نے 26 جون 2009ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا

ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ 8 نومبر 2010ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے۔ لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِرد گرد میں موضوعِ بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید و تصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جا سکا۔ لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً

کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔ لہٰذا میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیراتِ پاکستان کے تحت موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔"

اس فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد "انسانی حقوق" کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آگئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ سے لے کر گورنر پنجاب سلمان تاثیر تک سب نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن سٹی میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ صدرِ پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ اُنھوں نے حکومتِ پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہینِ رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد 20 نومبر 2010ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں اُنھوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تاکہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ قانون توہینِ رسالت ﷺ ایک "امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون" ہے، جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔ اس پریس کانفرنس کے ذریعے یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم

کر دے گی جو اقلیتوں کی ''آزادیِ اظہار'' کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

30 نومبر 2010ء کو ملک کے جید علماءِ کرام نے قانون توہینِ رسالت کو ''کالا قانون'' کہنے اور ملعونہ آسیہ مسیح کی بے جا حمایت و سرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی دن پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات شیری رحمان نے قانون توہینِ رسالت ایکٹ کو ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی جو قانون توہینِ رسالت کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

4 جنوری 2011ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ ''گورنر پنجاب نے قانون توہینِ رسالت کو ''کالا قانون'' قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا۔ اس نے چونکہ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ﷺ ثابت کر دیا تھا۔ اس پر میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔''

اس ساری صورت حال کو بگاڑنے میں انتہا پسند سیکولر صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔ وہ یکطرفہ طور پر مختلف ٹی وی پروگراموں میں اپنے تئیں مفتی اور قانون دان بن کر متنازعہ گفتگو کر کے جلتی پر تیل کا کام دیتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنر سلمان تاثیر کے قتل کی ذمہ داری انہی فاشسٹ سیکولر صحافیوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس کی ملعونہ آسیہ کے ساتھ جیل میں وی آئی پی ملاقات

کرنے، سیشن جج کے فیصلہ پر شدید تنقید کرنے، آسیہ مسیح کو معصوم قرار دینے، اُس ... درخواست معافی پر دستخط کروانے، آسیہ کے دفاع میں پریس کانفرنس کرنے، قانون تو... رسالت ﷺ کو کالا قانون کہنے اور اُسے ختم کروانے کی کوششوں کو نہ صرف سرا... ''چڑھ جا بیٹا سولی، رام بھلی کرے گا'' کا درس دیتے رہے۔ سلمان تاثیر کے یہ نادا... دوست اگر معمولی سا بھی عقل و شعور رکھتے تو اُسے خلافِ آئین و قانون سرگرمیوں ... روکتے، اسے مشورہ دیتے کہ معاملہ عدالت میں ہے، اسے عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے'' امریکی ڈالروں کی چمک میں اندھے ہونے والے بھلا کہاں کسی کو ایسا مشورہ دیں گے۔

ایک مشہور اخبار کے شیطان نما سینئر کالم کار ہر روز اپنے کالم اور ٹی وی پروگرا... میں قانون توہین رسالت پر تنقید کرتے ہیں، شعائر اسلامی کی تنقیص اور علماء کرام کی تضحیک اِن کا معمول ہے۔ وہ سلمان تاثیر کو شہید اور غازی ملک ممتاز حسین قادری کو ملزم گردانتے ہیں۔ اپریل 1929ء کے ہندوستانی اخبارات نکال کر دیکھ لیجیے۔ ہندو کالم کار بھی غازی ... الدین کو مجرم اور راج پال کو شہید قرار دے رہے تھے۔ حکومتِ پاکستان نے اس کالم کار کی انہی ''خدماتِ رزیلہ'' کے اعتراف میں اُسے ستارۂ امتیاز دینے کا اعلان کیا ہے...... بالکل سلمان رشدی کی طرح جسے ''شیطانی آیات'' لکھنے کے اعتراف میں ملکہ برطانیہ نے ''سر'' کا خطاب دیا۔ لاکھانی برادران کو کیا معلوم کہ ان کا ملازم اس ایشو کی آڑ میں کتنے کروڑ ڈالر ... چکا ہے اور پھر بھی ''ھل من مزید'' کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ کیا یہ دانش ور اتنا بھی نہیں جانتا کہ جو کیس عدالت میں زیر سماعت ہو، اس پر غیر ضروری رائے زنی کرنا عدالت پر ا... انداز ہونے کے مترادف ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو آزاد عدلیہ کے خلاف ہیں۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان جناب چوہدری افتخار محمد کے خلاف اِن کے قلم کی ... خائی معمول کی بات ہے۔

توہین رسالت کی مرتکب آسیہ کے مقدمے کا اہم پہلو یہ ہے کہ مقدمہ کسی مولوی ملا یا مذہبی جماعت کی خود ساختہ عدالت میں نہیں چلا، بلکہ ملک کی عام عدالت میں عام قوانین کے تحت چلا، اور اس میں آسیہ کو دفاع کا بھرپور موقع فراہم کیا گیا۔ شفاف عدالتی عمل کے

بعد عدالت نے آسیہ کو توہین رسالت کے گھناؤنے جرم کا مرتکب پاتے ہوئے اسے سزائے موت سنائی۔ اصولی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے اس سزا کو قبول کرلیا جانا چاہیے تھا۔ آسیہ کے پرستاروں پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر اور پیپلز پارٹی کی رہنما شیری رحمن کے لیے مذکورہ فیصلے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنا ممکن تھا لیکن انہوں نے فیصلے کو قبول کرنے اور عدالتِ عظمیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بجائے سیکولر فاشزم کا مظاہرہ کیا۔ سلمان تاثیر نے رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے قانون کو "کالا قانون" قرار دیا اور شیری رحمان نے اس قانون کو ختم کرانے کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کردیا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ پوپ بینڈکٹ ملعونہ آسیہ اور سیکولر فاشسٹوں کی پشت پر آکھڑے ہوئے۔ ساتھ ہی امریکہ نے اعلان کردیا کہ وہ آسیہ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اس صورت حال میں سلمان تاثیر ایک قدم اور آگے بڑھے، انہوں نے آسیہ سے جیل میں ملاقات کی، مجرم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ پریس کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ وہ صدر آصف زرداری سے آسیہ کی سزا معاف کرا دیں گے۔ اس پر لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا، کہ آسیہ صدر کو معافی کی درخواست نہیں دے سکتی۔ لیکن سلمان تاثیر لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کو بھی خاطر میں نہ لائے۔ اس سنگین صورتِ حال میں صدر بلکہ وزیر اعظم کو بھی مداخلت کرنی چاہیے تھی اور اعلان کرنا چاہیے تھا کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس سلسلہ میں ملک کے عدالتی نظام کو اپنا کام کرنے دیا جائے گا لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور معمولی معمولی باتوں پر اجلاس اور ملاقاتیں کرنے والے اتنے اہم معاملے میں خاموش رہے۔ اس صورت حال سے مذہبی ذہن نے یہ مفہوم اخذ کیا کہ ملک کی ہر چیز، یہاں تک کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی ناموس بھی امریکہ اور سیکولر فاشسٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ اس سے دکھ، غم، ملال، بے بسی اور اشتعال کی جو کیفیات پیدا ہوسکتی ہیں وہ واضح ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود بھی بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر کو ایک مذہبی انتہا پسند نے قتل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت عیاں ہے کہ سلمان تاثیر کو کسی اور نے نہیں "سیکولر فاشزم" نے قتل کیا ہے۔

ملعونہ آسیہ مسیح کا مقدمہ تقریباً ڈیڑھ سال تک عدالت میں زیر سماعت رہا۔ خود آسیہ مسیح کئی دفعہ عدالت میں پیش ہوئی۔ اِس طویل عرصہ میں مذہبی جماعتوں کی طرف سے کوئی جلسہ، جلوس یا پریس کانفرنس منعقد نہیں ہوئی حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی اشتہار یا پمفلٹ بھی تقسیم نہیں ہوا۔ اِس لیے کہ ہم سمجھتے تھے کہ مقدمہ عدالت میں ہے اور عدالت اس کا جو بھی فیصلہ کرے گی، ہمیں قبول ہے۔ اگر معزز عدالت آسیہ مسیح کو رہا کر دیتی تو ہم کوئی ہنگامہ برپا کرنے کے بجائے اِس فیصلہ کے خلاف عدالتِ عالیہ سے رجوع کرتے۔ ہمیں عدم برداشت کا طعنہ دینے والوں کو اِس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ خود اُن میں برداشت کا کتنا مادہ ہے؟ کیا یہ کم برداشت ہے کہ ملعونہ آسیہ کی ناپاک جسارت کے بعد گاؤں کے کسی آدمی نے اُسے ہاتھ تک نہ لگایا بلکہ قانون کا راستہ اختیار کیا۔ قانون توہین رسالت ﷺ کے مخالفین بھی اگر قانون کا راستہ اختیار کرتے تو اپنے عبرتناک انجام کو نہ پہنچتے۔

ہمارے نزدیک تمام مسائل کا حل آئین و قانون کی مکمل پابندی، اس پر عملدرآمد اور احترام میں ہے۔ ماورائے عدالت آئین و قانون کی خلاف ورزی بے شمار مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ قانون سے اختلاف کی صورت میں اعلیٰ عدلیہ سے رجوع کرنا چاہیے۔ حکومتی اثر و رسوخ کے ذریعے قانون کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش، خود لاقانونیت کے زمرے میں آتی ہے، اور جو اسے نہیں مانتا، ایک مہذب معاشرے میں اسے دانشور نہیں، احمق کہا جاتا ہے۔

زیر نظر فیصلہ کو جناب سمیر ملک صاحب، جناب راؤ شاہد رشید صاحب اور جناب محمد ظہیر اللہ صاحب نے اردو قالب میں ڈھالا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاکپائے مجاہدین تحفظ ناموس رسالت ﷺ

محمد طاہر سلطان کھوکھر

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

وائس چیئرمین ختم نبوت لائرز فورم، لاہور

درخواست برائے اندراج مقدمہ:

بخدمت جناب ایس۔ایچ۔او صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب

جناب عالی!

گزارش ہے کہ سائل چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل وضلع ننکانہ صاحب کا رہائشی ہے اور مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بطور امام مسجد خدمات انجام دے رہا ہے۔مورخہ 14-06-2009 کو بروز اتوار محمد ادریس ولد احمد علی قوم ارائیں سکنہ دیہہ کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح جو عیسائی مذہب کی مبلغہ ہے، گاؤں کی دیگر عورتوں جن میں عاصمہ بی بی دختر عبدالستار، عافیہ بی بی دختر عبدالستار، یاسمین دختر اللہ رکھا شامل ہیں، فالسہ توڑ رہی تھیں۔آسیہ الزام علیہا نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے نبی (معاذ اللہ) کیا ہیں، وہ وفات سے صرف ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑے رہے اور تمہارے نبی (ﷺ) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا۔مزید قرآن پاک کے متعلق کہا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔یہ تمام باتیں عاصمہ بی بی، عافیہ، یاسمین مذکوران و دیگران نے مجھے اور گاؤں کے لوگوں کو بتائیں۔آج مورخہ 19-06-2009 کو سائل معہ محمد افضل ولد محمد طفیل قوم گجر، مختار احمد ولد مشتاق احمد قوم راجپوت ساکنان دیہہ نے عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ الزام علیہا کو بلوایا اور 14-06-2009 کے وقوع کے متعلق آسیہ مذکورہ سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کی توہین کی مرتکب ہوئی ہوں اور معافی مانگتی ہوں۔آسیہ مذکورہ ملزمہ نے توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن کا ارتکاب کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔دعویدار ہوں، آسیہ ملزمہ مذکورہ کے خلاف توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن پاک کرنے پر مقدمہ درج کر کے کارروائی بمطابق قانون کی جاوے۔

عرضے

قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تحصیل وضلع ننکانہ (امام مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چک نمبر 3 اٹانوالی)

دستخط: محمد سالم

ایف آئی آر کا متن:

ابتدائی رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ زیر دفعہ 154 مجموعہ ضابطہ فوجداری 15682

326/09 تھانہ، صدر ننکانہ، ضلع ننکانہ صاحب، تاریخ و وقت وقوعہ 2009/6/14

1	تاریخ رپورٹ بحوالہ 326/19-06-09	بوقت شام: 6:15
2	نام وسکونت اطلاع دہندہ ومستغیث	درخواست گزار قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک 3 اٹانوالی مرسلہ مہدی حسن ASI تھانہ صدر ننکانہ
3	مختصر کیفیت جرم (معہ دفعہ) مال اگر کچھ کھویا گیا ہے۔	جرم 295/C
4	جائے وقوعہ وفاصلہ تھانہ سے اور سمت	بحد رقبہ چک نمبر 3 اٹانوالی بفاصلہ 7 میل جانب شمال از تھانہ
5	کارروائی متعلقہ تفتیش اگر اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہوا ہو تو اس کی وجہ بیان کی جائے۔	بلاتوقف
6	تھانہ سے روانگی کی تاریخ ووقت	سپیشل رپورٹ

دستخط محمد رضوان ASI عہدہ: محرر (ابتدائی اطلاع نیچے درج کرو)

بخدمت جناب SHO صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب۔ جناب عالی! گزارش ہے کہ سائل چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب کا رہائشی ہے اور مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بطور امام مسجد خدمات انجام دے رہا ہے۔ مورخہ 14-06-2009 کو بروز اتوار محمد ادریس ولد احمد علی قوم ارائیں سکنہ دیہہ کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح جو عیسائی مذہب کی مبلغہ ہے، گاؤں کی دیگر عورتوں جن میں عاصمہ بی بی دختر عبدالستار، عافیہ بی بی دختر عبدالستار، یاسمین دختر اللہ رکھا شامل ہیں، فالسہ توڑ رہی تھیں۔ آسیہ الزام علیہا نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے نبی (معاذ اللہ) کیا ہیں، وہ وفات سے صرف ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑے رہے اور تمہارے نبی (ﷺ) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا۔ مزید قرآن پاک کے متعلق کہا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں عاصمہ بی بی، عافیہ، یاسمین مذکوران و دیگران نے مجھے اور گاؤں کے لوگوں کو بتائیں۔ آج مورخہ 19-06-2009 کو سائل معہ محمد افضل ولد محمد طفیل قوم گجر، مختار احمد ولد مشتاق احمد قوم راجپوت ساکنان دیہہ نے عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ الزام علیہا کو بلوایا اور 14-06-2009 کے وقوع کے متعلق آسیہ مذکورہ سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کی توہین کی مرتکب ہوئی ہوں اور معافی مانگتی ہوں۔ آسیہ مذکورہ ملزمہ نے توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن کا ارتکاب کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ دعویدار ہوں، آسیہ ملزمہ مذکورہ کے خلاف توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن پاک کرنے پر مقدمہ درج کر کے کارروائی بمطابق قانون کی جاوے۔ عرضے دستخط اردو قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک نمبر 3 اٹانوالی تحصیل و ضلع ننکانہ (امام مسجد صدیق اکبر چک نمبر 3 اٹانوالی)

تھانہ صدر ننکانہ   ضلع ننکانہ صاحب

مقدمہ 326/09، مورخہ 19-06-09 جرم 295/C ت پ تھانہ صدر ننکانہ

سرکار بذریعہ! قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک گ ب 3 اٹانوالہ

درخواست برائے حصول اجازت انٹیروگیشن اندرون جیل

جناب عالی!

گزارش ہے کہ مقدمہ عنوان بالا کی تفتیش بحوالہ چٹھی نمبری Dated:24-06-2009 1823-26/Legal حسب الحکم جناب ریجنل پولیس آفیسر شیخوپورہ، SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ کو تفویض کی گئی ہے۔ مقدمہ عنوان بالا میں مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح گرفتار ہو کر بحوالات جوڈیشنل ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ ہے۔ جس سے مقدمہ عنوان بالا میں تفتیش عمل میں لائی جانی مقصود ہے۔ بذریعہ درخواست ہذا استدعا ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح سے اندرون ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں انٹیروگیشن کیے جانے کی اجازت عنایت فرمائی جائے تاکہ مسماۃ آسیہ بی بی سے انٹیروگیشن کی جائے اور مقدمہ ہذا کو حقائق کی روشنی میں مکمل کیا جائے۔

PSO ٹو ایس پی انوسٹی گیشن، شیخوپورہ

مورخہ: 2009-07-04

2009-07-04: تفتیشی افسر حاضر لیڈی کانسٹیبل کے ہمراہ تفتیشی افسر کو تفتیش کی اجازت ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں دی جاتی ہے۔

(دستخط)

مجسٹریٹ درجہ 30

ننکانہ صاحب

ایس۔پی انوسٹی گیشن شیخوپورہ کے روبرو ملزمہ کا بیان

ضمنی نمبر 5

تھانہ صدر ننکانہ — ضلع ننکانہ صاحب

منجانب: سید محمد امین بخاری SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ

رپورٹ ابتدائی 326 مورخہ 19-06-2009 موصولہ

تاریخ و مقام وقوعہ 14-06-2009 روانگی

بجرم 295/C ت پ

بحد رقبہ اٹانوالی

حاضر تفتیش

بنام مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح (گرفتار حوالاتِ جوڈیشل)

منجانب! سید محمد امین بخاری SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ

بسلسلہ رپورٹ ضمنی سابقہ مرتبہ خود تحریر ہے کہ اس وقت PSO خود نے عدالت مجاز سے برائے انٹیروگیشن مسماۃ آسیہ بی بی گرفتار بند حوالات جوڈیشل ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ اجازت حاصل کر کے میرے پیش کی ہے جو میں بمعہ عملہ خود برائے انٹیروگیشن آسیہ بی بی روانہ ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ کا ہوتا ہوں۔

اس وقت میں بمعہ عملہ خود ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچا ہوں۔ جیل حکام نے مسماۃ آسیہ بی بی کو لا کر میرے پیش کیا ہے۔ جس کو مقدمہ ہذا میں شامل تفتیش کر کے میں دریافت ہوتا ہوں۔

اس وقت میں معہ عملہ خود دفتر پہنچا ہوں۔ حالات پیش آمدہ درج رپورٹ ضمنی ہوئے ہیں۔ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح ملزمہ گرفتار بند حوالات جوڈیشل سے بھی اندرون ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ حسب اجازت عدالت مجاز دریافت عمل میں لائی گئی ہے۔
حالات مقدمہ اس طرح پر سامنے آئے ہیں کہ بروز وقوعہ مقدمہ ہذا مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح ہمراہ عافیہ بی بی، عاصمہ بی بی اور دیگر مسلمان عورتوں کے فالسہ توڑ رہی تھیں۔ جبکہ کھیت کا مالک مسمی محمد ادریس کھیت سے باہر اپنی بیوی کے ہمراہ درختوں کے سائے میں فالسہ تول رہا تھا کہ اسی دوران مسماۃ آسیہ بی بی اور عاصمہ، عافیہ بی بی وغیرہ کے مابین مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے، کے ہاتھ سے پانی نہ پینے کی بابت بحث مباحثہ شروع ہوا اور بات آسیہ بی بی، مسلمان عورتوں کی ہاتھا پائی تک جا

پہنچی۔ جو اس کی اطلاع پا کر مسمی محمد ادریس جس کے کھیت میں چند عورتیں فالسہ توڑ رہی تھیں، بھی آ گیا اور جھگڑے کی وجہ پوچھی تو عاصمہ، عافیہ بی بی وغیرہ نے اُسے بتلایا کہ آسیہ بی بی نے کہا ہے کہ تمہارے نبی ﷺ (معاذ اللہ) وفات سے قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور (نعوذ باللہ) انہیں کیڑے پڑے۔ تمہارے نبی ﷺ نے محض دولت کی خاطر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی اور دولت لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا تھا۔ قرآن پاک کی بابت کہا کہ یہ اُن کا کلام نہیں ہے بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ باتیں سن کر محمد ادریس مالک کھیت نے آسیہ بی بی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں! میں نے یہ باتیں کی ہیں۔ جس پر محمد ادریس نے مسماۃ آسیہ بی بی کو اپنے کھیت سے نکال دیا۔ دوسری عورتوں کو بھی سمجھا کر چپ کروا دیا۔ عاصمہ بی بی وغیرہ نے شام کو گھر جا کر ساری باتیں مدعی مقدمہ قاری محمد سالم کو بتائیں۔ اسی بابت گاؤں اٹانوالی میں اکٹھ ہوا۔ جہاں دیگر علمائے کرام بھی آئے۔ مسماۃ آسیہ بی بی اور دیگر عورتوں کو بھی بلوایا گیا۔ جہاں لوگوں کی موجودگی میں مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ اور قرآن پاک کی شان میں متذکرہ بالا باتیں کرنے کا اعتراف کیا اور معافی بھی مانگی۔

دورانِ تفتیش درج ذیل حقائق سامنے آئے ہیں۔

1۔ فریقین کے مابین بروز وقوعہ مذہبی بحث ہوئی تھی۔ جو الزام علیہا مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کیں۔

2۔ بیانات گواہان زیر دفعہ 161 ت پ کی روشنی میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی تھانہ مقدمہ ہذا میں صحیح گنہگار پائی گئی ہے۔

3۔ فالسہ کے کھیت کے مالک مسمی محمد ادریس نے بھی وقوعہ مقدمہ ہذا کی تصدیق کی ہے۔

4۔ دوران تفتیش ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اسلام قبول کرنے والی جو بات کی ہے۔ بوقت وقوعہ موقع پر موجود خواتین نے اس بات کی تصدیق نہ کی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ملزمہ آسیہ بی بی نے محض اپنے آپ کو بچانے کے لیے جھوٹی اور من گھڑت کہانی بنائی

ہے۔جس میں کوئی صداقت نہ پائی گئی ہے۔

5۔ دورانِ تفتیش مسلمان عورتوں کا کریچن عورت کے ہاتھ سے پانی نہ پینا اور بحث کرنا بھی ثابت ہوا ہے۔

6۔ لوگوں کی موجودگی میں مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی۔

مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں مسماۃ آسیہ بی بی کا حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا ہے جو مقدمہ ہذا میں صحیح گنہگار پائی گئی ہے۔ مثل مقدمہ ہذا واپس تھانہ صدر ننکانہ صاحب بھجوائی جا رہی ہے۔ SHO کو ہدایت کی جاتی ہے کہ بقایا تکمیل تفتیش کرے اور چالان عدالت میں بھجوائے۔

رپورٹ حاضر مرتب ہوئی۔

سید محمد امین بخاری
ایس پی انوسٹی گیشن
شیخوپورہ

بعدالت جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب:

ابتدائی معلومات

مقدمہ نمبر	:	402/2009
ایف آئی آر نمبر	:	326/2009 بتاریخ 19 جون 2009ء
پولیس سٹیشن	:	تھانہ صدر ننکانہ صاحب
بجرم	:	زیر دفعہ تعزیزات پاکستان 295/C

آسیہ بی بی (ملزمہ) زوجہ عاشق مسیح قوم عیسائی سکنہ چک نمبر 3 اٹانوالی، ننکانہ صاحب

بنام	:	سرکار

وکلاء منجانب ملزمہ: اکبر منور درانی ایڈووکیٹ (سپریم کورٹ)
طاہر گل صادق ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
جسٹن گل ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
طاہر بشیر ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
ایرک جون ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
منظور قادر ایڈووکیٹ (سپریم کورٹ)

وکلاء منجانب سرکار: میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
جناب مظہر عمران ایڈووکیٹ اسسٹنٹ پراسیکوٹر
تاریخ فیصلہ: 8 نومبر 2010ء

فیصلہ جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج:

1۔ مذکورہ بالا ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے خلاف تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں مورخہ 19-06-2009 کو درج کی گئی ایف آئی آر نمبر 326 (Exh.Pa/I) زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان جو کہ قاری محمد سالم (استغاثہ گواہ نمبر 1) کی مدعیت میں آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کے خلاف توہین آمیز اور نازیبا الفاظ استعمال کرنے کے الزام میں درج کی گئی، کا چالان پولیس نے مقدمہ چلائے جانے کے لیے عدالت میں پیش کیا۔

2۔ قاری محمد سالم (درخواست گزار) کی طرف سے درج کروائی گئی ایف۔آئی۔آر (FIR) کے مطابق اِس مقدمہ کے مختصر حقائق یہ ہیں کہ مورخہ 14-06-2009 کو مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح جو کہ عیسائی عورت ہے اور عیسائی مبلغہ بھی ہے، گاؤں کی دوسری عورتوں (استغاثہ گواہان) کے ہمراہ محمد ادریس ولد علی احمد کے ملکیتی باغ سے فالسے توڑ رہی تھیں۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے

کہ مسلمانوں کے نبی اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بیمار پڑ گئے تھے۔ اور توبہ نعوذ باللہ اُن کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی صرف اُن کی دولت کی وجہ سے کی اور شادی کے بعد ان کی دولت لوٹ لی اور ان کو دھتکار دیا۔ اسی طرح قرآن پاک کے متعلق اس نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ انسان کی بنائی ہوئی خودساختہ کتاب ہے۔ مسماۃ عافیہ بی بی، مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ یاسمین بی بی وغیرہ نے یہ واقعہ مدعی مقدمہ اور گاؤں کے دوسرے لوگوں سے بیان کیا۔

3۔ مورخہ 19-06-2009 کو ملزمہ آسیہ بی بی کو گاؤں کے لوگوں کے ایک اجتماع میں بلایا گیا اور اس سے واقعہ کے متعلق پوچھا گیا۔ جہاں اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔ لہٰذا مسماۃ آسیہ بی بی نے نہ صرف توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا بلکہ مقدس کتاب قرآن مجید کی بھی توہین اور تضحیک کی۔

4۔ محمد رضوان سب انسپکٹر (استغاثہ گواہ نمبر 5) نے باضابطہ طور پر بغیر کسی اضافہ و ترمیم کے ایف آئی آر (Exh.PA/I) درج کی۔ اور اس ایف آئی آر کی نقل تفتیشی آفیسر ارشد ڈوگر سب انسپکٹر کو مزید کارروائی کے لیے فراہم کی۔

5۔ سید محمد امین بخاری ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ نے اس مقدمہ کی مکمل تفتیش کی اور عدالت میں اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ مورخہ 24-06-2009 کو انہیں ایس۔ پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ تعینات کیا گیا۔ اسی دن ڈی۔ آئی۔ جی/آر۔ پی۔ اور ینج شیخوپورہ کی چٹھی نمبر 1823 مورخہ 24-06-2009 کے ذریعہ مقدمہ کی تفتیش ان کے سپرد کی گئی۔ کیونکہ ایس۔ پی (انوسٹی گیشن) ننکانہ صاحب کا عہدہ خالی تھا۔ مورخہ 29-06-2009 کو اس نے دونوں فریقین کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔ مدعی فریق کی جانب سے 27 افراد جبکہ ملزم فریق کی جانب سے 5 افراد اُن کے سامنے حاضر ہوئے۔ مدعی فریق کی جانب سے 5 افراد نے اُن کے سامنے اپنے بیانات زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کروائے۔ انہوں نے مقدمہ کی مکمل تفتیش کی۔ متعلقہ مجاز عدالت

(Exh.PB) کی اجازت سے ملزمہ آسیہ بی بی کا بیان مورخہ 06-07-2009 کو جیل میں قلمبند کیا۔ دورانِ تفتیش ان کے علم میں آیا کہ محمد ادریس کے ملکیتی فالسہ کے کھیت میں ملزمہ اور گاؤں کی دیگر خواتین بشمول استغاثہ گواہان موجود تھیں جہاں اُن کی مختلف مذاہب کے نبیوں اور مذاہب وغیرہ پر بحث ہوئی۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی جو ایک عیسائی ہے، نے کچھ توہین آمیز کلمات دوسری عورتوں کی موجودگی میں کہے جو کہ توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب کے زمرہ میں آتے ہیں۔ کھیت کا مالک محمد ادریس (جس کا بیان زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری علیحدہ قلمبند کیا گیا ہے) بھی اُن خواتین کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کو استغاثہ گواہان (خواتین) نے واقعہ کے متعلق بتایا۔ جس پر اس نے ملزمہ آسیہ بی بی سے اُن گستاخانہ کلمات کی ادائیگی کی بابت دریافت کیا۔ جس کا ملزمہ نے اعتراف کیا کہ اُس نے وہ توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ تاہم وہ معافی کی خواستگار ہے۔ اپنی تفتیش اور تحقیق کے بعد انہوں نے مورخہ 06-07-2009 کو مسماۃ آسیہ بی بی کو حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنے کے جرم کے ارتکاب کا مجرم قرار دیا۔ دورانِ تفتیش اُن کے علم میں آیا کہ ملزمہ آسیہ بی بی نے استغاثہ گواہان کے روبرو یہ کہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار ہوئے۔ اور نعوذ باللہ ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ملزمہ نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ان کی دولت لوٹنے اور جمع کرنے کے لیے کی۔ اور ایسا کرنے کے بعد انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دھتکار دیا۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ کو چوری کی عادت تھی اور مزید یہ بھی کہا گیا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ انسان کی بنائی ہوئی ہے۔ تفتیش کے دوران ان کے علم میں آیا کہ وقوعہ کے روز ملزمہ آسیہ بی بی اور استغاثہ گواہان کے مابین مذہبی بحث چھڑی تھی۔ جس میں ملزمہ آسیہ بی بی نے توہین آمیز کلمات حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک کی نسبت کہے۔ دورانِ تفتیش اُن کے علم میں یہ بھی آیا کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ استغاثہ گواہان نے اُس کے خلاف یہ الزامات اس لیے لگائے ہیں کہ وہ اسے مسلمان کرنا

چاہتی تھیں۔اور اس کے انکار پر انہوں نے اس کے خلاف الزامات لگائے۔لیکن ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کا یہ موٴقف ثابت نہیں ہو سکا۔مزید برآں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مذہبی بحث کا آغاز اس وقت ہوا جب استغاثہ گواہان میں سے ایک (مسلمان خاتون) نے پانی مانگا جس پر ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اسے پانی پیش کیا۔جسے مذکورہ استغاثہ گواہ نے عیسائی خاتون کے ہاتھ سے لینے/پینے سے انکار کر دیا۔

تفتیش مکمل کرنے اور مسماۃ آسیہ بی بی کو مجرم قرار دیے جانے کے بعد انہوں نے مقدمہ کی فائل متعلقہ تھانہ کے ایس۔ایچ۔او کو واپس بھیج دی۔

6۔ محمد ارشد ایس۔ایچ۔او نے بھی اس مقدمہ کی تفتیش کی اور اپنے بیان حلفی میں کہا کہ مورخہ 19-06-2009 کو وہ تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں تعینات تھا۔تھانہ کے MHC (میونسپل ہیلتھ سنٹر) کی جانب سے اطلاع ملی کہ اٹانوالی گاؤں میں کوئی مذہبی جھگڑا ہوا ہے۔جس کی وجہ سے اسے فوری طور پر وہاں جانا پڑا۔وہ ایف۔آئی۔آر کی نقل وصول ہونے کے بعد اور اس بات کا علم دیے جانے کے بعد وہاں گئے کہ انہیں اس مقدمہ کی تفتیش سپرد کی گئی ہے۔انہوں نے جائے وقوعہ کا معائنہ کیا اور زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری کے تحت استغاثہ گواہان کے بیانات قلمبند کیے۔اور جائے وقوعہ کا نقشہ Exh.PC بھی تیار کیا۔انہوں نے ملزمہ کو دو لیڈی کانسٹیبل جو ان کے ہمراہ گئی تھیں، کی مدد سے گرفتار کیا۔ انہوں نے ملزمہ کو جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کے بعد اسے جوڈیشل حوالات میں بھیج دیا۔انہوں نے ملزمہ کے طبی معائنے کی درخواست بھی جمع کروائی۔جبکہ ملزمہ نے اپنا طبی معائنہ کروانے سے انکار کر دیا۔(درخواست Exh.PD پر ہے) بعد ازاں اس کیس کی تفتیش سید محمد امین بخاری، ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ کے سپرد کر دی گئی۔

7۔ مورخہ 13-10-2009 کو ملزمہ کے خلاف زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان فردِ جرم عائد کی گئی جس کا ملزمہ نے جرم کی صحت سے انکار کیا اور باقاعدہ مقدمہ چلائے جانے کی استدعا کی جس پر استغاثہ کی طرف سے اس کیس میں مندرجہ ذیل گواہان پیش کیے گئے۔

گواہ استغاثہ نمبر 1: قاری محمد سالم جوکہ اس کیس کا مدعی ہے۔
گواہ استغاثہ نمبر 2: مسماۃ مافیہ بی بی (عینی شاہد)
گواہ استغاثہ نمبر 3: مسماۃ عاصمہ بی بی (عینی شاہد)
گواہ استغاثہ نمبر 4: محمد افضل جوکہ ملزمہ کے ماورائے عدالت اپنے سامنے اقرار جرم کا شاہد ہے۔
گواہ استغاثہ نمبر 5: محمد رضوان سب انسپکٹر، جس نے زیر بحث کیس کی ایف آئی آر درج کی۔
گواہ استغاثہ نمبر 6: محمد امین بخاری ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ جنہوں نے اس کیس کی تفتیش کی۔
گواہ استغاثہ نمبر 7: محمد ارشد ایس ایچ او، انہوں نے بھی اس کیس کی تفتیش کی۔
عدالتی گواہ نمبر 1: محمد ادریس جوکہ اس کھیت کا مالک ہے جہاں وقوعہ پیش آیا۔

8۔ استغاثہ گواہان مسماۃ یاسمین بی بی اور مختار احمد کو سرکار کی جانب سے مقرر کردہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر (ADPP) نے غیر ضروری تصور کرتے ہوئے ترک کر دیا اور اس کے بعد مدعی کے وکیل نے اس کیس میں ان کی استغاثہ شہادت ختم کر دی۔

9۔ زیر دفعہ 342، ضابطہ فوجداری کے تحت دیے گئے بیان کے مطابق ملزمہ نے کہا: ''میں شادی شدہ عورت ہوں اور میری دو بیٹیاں ہیں۔ میرا خاوند غریب محنت کش ہے۔ میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ اُجرت کی بنیاد پر محمد ادریس کے کھیت میں فالسہ چُننے کا کام کرتی تھی۔ وقوعہ کے روز جبکہ میں متعدد دیگر خواتین کے ہمراہ کھیت میں کام کر رہی تھی، تو میرا مسماۃ مافیہ بی بی اور عاصمہ بی بی سے پانی لانے کے معاملے پر تنازعہ ہوا۔ جب میں نے پانی لانے کی پیشکش کی، تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ چونکہ تم ایک عیسائی ہو۔ اس لیے انہوں نے کبھی کسی عیسائی کے ہاتھ سے پانی نہیں لیا، جس پہ تنازعہ ہوا۔ اور میرے اور ان استغاثہ گواہان خواتین کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔

استغاثہ گواہان خواتین نے بعدازاں قاری محمد سالم سے جوکہ اس مقدمہ میں مدعی ہے، اس کی زوجہ کے ذریعہ رابطہ کیا۔ جوکہ ان دونوں خواتین کو پڑھاتی رہی ہے۔ اس طرح استغاثہ گواہان نے قاری سالم کے ساتھ ساز باز کر کے مجھے جھوٹے، من گھڑت اور جعلی مقدمے میں ملوث کیا۔ میں نے بائبل پر حلفیہ بیان دیتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ میں نے اس طرح کے توہین آمیز اور شرمناک الفاظ آنحضرت ﷺ اور قرآن کے متعلق بالکل نہیں کہے۔ میں آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کا حد درجہ عزت و احترام کرتی ہوں لیکن چونکہ پولیس اس سازش میں مدعی کے ساتھ شریک ہے اس لیے پولیس نے ناجائز طور پر اسے اس مقدمہ میں ملوث کیا ہے۔ استغاثہ گواہان خواتین، دونوں حقیقی بہنیں ہیں اور مجھے اس جھوٹے کیس میں ملوث کرنے میں یکساں مفاد رکھتی ہیں۔ کیونکہ جھگڑے کے دوران تلخ کلامی کے باعث ان دونوں کو ذلت اور بے عزتی محسوس ہوئی۔ مدعی قاری سالم کا مفاد بھی ان خواتین کے ساتھ یکساں ہے۔ کیونکہ ان دونوں خواتین نے اس کی زوجہ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ میرے آباؤ اجداد قیام پاکستان کے وقت سے اس گاؤں میں مقیم ہیں۔ میری عمر بھی تقریباً 40 سال ہے اور اس واقعہ کے علاوہ اس قسم کی کوئی شکایت پہلے کبھی میرے خلاف پیدا نہیں ہوئی۔ میں ناخواندہ ہوں اور عیسائی مبلغہ نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ اس گاؤں میں کوئی عیسائی چرچ بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا جب کہ میں اسلامی نظریات سے بھی بالکل نابلد ہوں، تو میں کیسے اللہ کے پیارے نبی ﷺ اور الہامی کتاب قرآن پاک کے متعلق اس قدر بھدے اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرسکتی ہوں۔ استغاثہ گواہ محمد ادریس بھی مفاد پرست گواہ ہے۔ کیونکہ اس کے مذکورہ بالا خواتین کے ساتھ قریبی خاندانی روابط ہیں۔"

10۔ ملزمہ کی جانب سے زیر دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کے تحت اپنے حق میں کسی شہادت صفائی کا اختیار استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی گواہ پیش کیا گیا۔

11۔ مدعی کے وکیل نے اپنی بحث میں اس بات پر اصرار کیا کہ ملزمہ آسیہ بی بی

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کا ارتکاب کر کے زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان ا
قرآن پاک کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے زیر دفعہ 295/B تعزیرات
پاکستان کے جرائم کی مرتکب ہوئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ چشم دید گواہوں کی مدد سے
جن کے روبرو ملزمہ خاتون نے فالسہ کے باغ میں کام کے دوران توہین آمیز اور طنزیہ
کلمات ادا کیے اور استغاثہ نے اپنا کیس تمام ممکنہ شبہات سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔
انہوں نے مزید زور دیتے ہوئے کہا کہ معاملہ کی تفتیش ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ
نے کی۔ جنہوں نے بھرپور تفتیش اور تحقیق کے بعد ملزمہ آسیہ بی بی کو جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔
اسی طرح استغاثہ گواہ نمبر 6 نے بھی ملزمہ کو بلاشک و شبہ جرم کا مرتکب قرار دے کر استغاثہ
کے مؤقف کو تقویت دی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ استغاثہ کے تمام گواہان وقوعہ کے وقت،
تاریخ، جگہ اور الفاظ کے متعلق مؤقف یکساں ہے اور استغاثہ کے ان تمام گواہان کے
بیانات میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس معاملہ میں گاؤں
کے لوگوں کا ایک اجتماع (اکٹھ) وقوع پذیر ہوا۔ جہاں ملزمہ کو بلایا گیا اور اس نے ان
کے روبرو اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔ انہوں نے اِس بات کا بھی
اقرار کیا کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کئی نسلوں سے اس
گاؤں میں رہ رہی ہے لیکن اس قسم کا کوئی ایک واقعہ بھی ماضی میں پیش نہیں آیا۔ ہر دو
قومیں، مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور ایمان کے متعلق تحمل
مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ماضی میں توہین رسالت ﷺ کا وقوعہ ہوا ہوتا، تو فوجداری
مقدمات یا گاؤں میں مذہبی تناؤ کی صورت حال ہوتی۔ حالانکہ دونوں قومیں اپنے تمام تر
مذہبی اختلافات، ایمان اور مذہبی جذبات کے باوجود ایک ہی گاؤں میں مکمل ہم آہنگی
کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ اس گاؤں کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا واحد اور منفرد واقعہ ہے کہ
ایک عیسائی خاتون نے توہین رسالت ﷺ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا مدعی اور استغاثہ
گواہان کو اس سے قبل اس قسم کی پولیس مداخلت کی کبھی ضرورت نہ پڑی۔ انہیں یہ سننا
نہیں چاہیے تھا۔ انہوں نے پورے زور سے یہ بھی ثابت کیا کہ مدعی مقدمہ، گواہانِ استغاثہ

اور ملزمہ خاتون کے خاندان کے درمیان کوئی پرانی دشمنی بھی نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مدعی مقدمہ اور استغاثہ گواہان کی ملزمہ خاتون کے خلاف کوئی بدنیتی یا خفیہ محرک کارفرما نہیں ہے۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش نہیں کی ہے۔ جس سے ملزمہ کے ارتکاب جرم کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ اپنے مؤقف پر دلائل مکمل کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ دونوں استغاثہ گواہان (گواہ نمبر 2 اور 3) غیر شادی شدہ بالغ لڑکیاں ہیں اور پردہ نشین بھی ہیں۔ اگر ایسا کوئی وقوعہ نہ پیش آیا ہوتا، یا انہوں نے توہین رسالت ﷺ سے متعلقہ گستاخانہ کلمات نہ سنے ہوتے، تو وہ کبھی بھی عدالت اور گواہی کے کٹہرے میں آ کر پیش نہ ہوتیں۔ لہٰذا وکیل مدعی نے اس بات پر زور دیا کہ ملزمہ کو اس قسم کے جرائم کے ارتکاب کی بھرپور سزا جو کہ سزائے موت ہے، کا مستحق قرار دیا جائے۔

12۔ دوسری جانب وکیل صفائی نے ملزمہ کا دفاع کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ پہلی بات یہ ہے کہ اس قسم کا مقدمہ قائم کرنے سے قبل صوبائی یا مرکزی حکومت کی اجازت لازمی ہے۔ دوسرا انہوں نے اس بات پر بھی احتجاج کیا کہ توہین رسالت کے مقدمات کی تفتیش ایس۔ پی کے عہدے سے کم عہدہ کا کوئی تفتیشی افسر نہیں کر سکتا لیکن یہاں ایک اے۔ ایس۔ آئی نے اس کیس کی تفتیش کی ہے اور یہ کہ تمام گواہان استغاثہ یکساں مفاد رکھتے ہیں اور انہوں نے توہین رسالت کو دیکھا نہ سنا۔ دونوں لڑکیاں اور مدعی مقدمہ کے مفادات یکساں ہیں۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو فالسہ باغ میں پانی لانے کے معاملہ پر ملزمہ اور استغاثہ گواہان خواتین کے مابین تنازعہ ہوا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ان مسلمان خواتین نے ملزمہ خاتون جو کہ عیسائی ہے، کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار کیا۔ اور اپنے انتقام کی تسکین کے لیے اور ایک عیسائی عورت کو سبق سکھانے کے لیے، استغاثہ گواہان خواتین نے مدعی مقدمہ کی ملی بھگت سے توہین رسالت کی کہانی گھڑی تاکہ ملزمہ خاتون کو فوجداری مقدمہ میں ملوث کر کے ایک بہت بڑے جرم کے ارتکاب کی سزا دلوائی جا

سکے جبکہ اس کے علاوہ ایسا کوئی وقوعہ پیش ہی نہیں آیا اور نہ ہی ملزمہ کے منہ سے اد
توہین رسالت یا توہین قرآن کے متعلق کوئی الفاظ ادا ہوئے۔ انہوں نے زور دے
یہ بات کہی کہ مسلمان اکثریت نے عیسائی اقلیت کے خلاف ایک خیالی ڈرامہ رچایا ہے
اور یہ ڈرامہ ایک ایسے نازک وقت پر تیار کیا گیا جب اس قسم کے بہت سے واقعات
ہمارے پیارے ملک میں وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور د
کہ عوامی اجتماع، جس میں ملزمہ خاتون کو طلب کیا گیا، جہاں اس نے ماورائے عدالت
نام نہاد اقرارِ جرم کیا، کے متعلق گواہان کے بیانات بابت لوگوں کی تعداد جو وہاں جمع
ہوئے، میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں، استغاثہ گواہ نمبر 1 کے بیان کے مطابق
جمع شدہ لوگوں کی تعداد 100 کے قریب تھی۔ جبکہ گواہ نمبر 2 کے مطابق 1000، اور گواہ
نمبر 3 کے مطابق 2000 تھی۔

معزز وکیل صفائی نے اس بات پر بھی زور دیا کہ وقوعہ مورخہ 14-06-2009
کو پیش آیا۔ جبکہ ایف آئی آر پانچ دن بعد 19-06-2009 کو درج کروائی گئی۔ لہذا
ایف۔ آئی۔ آر کا درج کروایا جانا اور اس میں ملزمہ خاتون کو ملوث کیا جانا باہمی مشاورت اور
سوچ بچار کا واضح نتیجہ ہے۔ وکیل صفائی نے اپنے دلائل مکمل کرتے ہوئے کہا کہ استغاثہ
مایوس کن طور پر اپنی ہی ٹانگوں پر کھڑا رہنے اور ملزمہ خاتون کے خلاف ناقابل تردید اور
پر اعتماد شہادتیں پیش کر کے جرم ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اور چونکہ ملزمہ کے
خلاف ماضی میں بھی اس قسم کے جرم کے ارتکاب کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے، اس لیے ملزمہ کو
اس الزام سے بری کیا جائے۔

13۔ میں نے دونوں فریقین کے معزز وکلاء صاحبان کے دلائل سنے اور ریکارڈ
مقدمہ کا بھی مطالعہ کیا۔

14۔ معزز وکیل صفائی نے اپنے دلائل میں دو بنیادی اعتراضات اٹھائے۔

(i) یہ کہ تفتیش ایس پی عہدہ کے افسر نے نہیں بلکہ ایک سب انسپکٹر نے کی۔ اور

(ii) یہ کہ یہ مقدمہ درج کرنے سے پہلے صوبائی یا وفاقی حکومت سے منظوری نہیں لی

گئی، جوکہ اس قسم کے مقدمات کے لیے لازمی امر ہے۔

15۔ جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے۔تو اس کی تفتیش درحقیقت مسٹر محمد امین بخاری ایس۔پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ نے کی۔جنہوں نے گواہی کے کٹہرے میں بطور استغاثہ گواہ نمبر 6 آکر یہ بیان کیا کہ ڈی۔آئی۔جی/آر۔پی۔او شیخوپورہ کی چٹھی نمبر 1823 مورخہ 24-06-2009 کے تحت اس مقدمہ کی تفتیش ان کے سپرد کی گئی اور انہوں نے مکمل طور پر اس کیس کی تفتیش کی اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت بیانات قلمبند کیے۔لہٰذا اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں ہے۔اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ معزز وکیل صفائی نے مقدمہ کے بالکل شروع سے لے کر شہادتیں مکمل ہونے تک نہ تو زبانی طور پر اور نہ ہی تحریری طور پر اپنا اعتراض داخل کیا۔

16۔ ویسے بھی ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کی تعمیل اُن جرائم کے لیے ضروری ہے جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295/A کے زمرہ میں آتے ہیں۔جبکہ دفعہ 295/C کا وہاں کوئی ذکر نہیں۔لہٰذا دفعہ 295/C کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کے ساتھ ملانا، قانون سازی کی روح میں مداخلت تصور ہوگا۔مقننہ کی ذہانت اس سلسلہ میں چیلنج نہیں کی جا سکتی۔

17۔ استغاثہ نے ان دونوں خواتین کو پیش کیا، جو اس وقوعہ کی چشم دید گواہان ہیں جن کے روبرو تحقیر آمیز کلمات (توہین رسالت ﷺ) کہے گئے۔استغاثہ گواہ نمبر 2 اور 3 مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ عاصمہ بی بی نے عدالت میں آکر وہ سب بیان کیا، جو انہوں نے سنا۔ استغاثہ گواہ نمبر 2 مسماۃ مافیہ بی بی نے حلف اُٹھا کر کہا کہ مورخہ 14-06-2009 بروز اتوار وہ، مسماۃ عاصمہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی اور ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے ہمراہ گاؤں کے فالسہ کھیت میں موجود تھی۔ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی مذہب کے لحاظ سے عیسائی ہے۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عدالت میں موجود ہے، نے اُس کے اور دوسروں کے روبرو (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہا کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے اور نعوذ باللہ ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ملزمہ نے مزید کہا کہ (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی محض اُن کی دولت

لوٹنے کے لیے کی اور اُن کی دولت لوٹنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی کہا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ تم مسلمانوں کی تحریر کردہ/ اکٹھی کی ہوئی ہے۔ اس (مافیہ بی بی استغاثہ گواہ نمبر 2) نے اس واقعہ کا ذکر قاری محمد سالم، محمد افضل اور مختار احمد وغیرہ سے کیا۔ جنہوں نے گاؤں کا ایک عوامی اجتماع منعقد کیا جہاں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کو بھی بلایا گیا اور اس نے اس عوامی اجتماع میں اپنے جرم کا اِقرار کیا اور معافی کی خواستگار ہوئی۔

18۔ استغاثہ گواہ نمبر 3 مسماۃ عاصمہ بی بی نے حلف اُٹھا کر یہ بیان دیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو وہ، مسماۃ مافیہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی اور ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے ہمراہ فالسہ کے کھیت میں موجود تھی اور فالسے توڑنے کا کام کر رہی تھیں۔ ملزمہ آسیہ بی بی کا تعلق عیسائی مذہب سے ہے۔ فالسہ توڑنے کے کام کے دوران ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اُس کے اور دوسرے لوگوں کے روبرو کہا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے۔ اور ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس نے مزید کہا (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی صرف اُن کی دولت لوٹنے کے لیے کی۔ اور دولت لوٹنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی ذکر کیا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانوں کی خود ساختہ کتاب ہے۔ اس نے دوسرے استغاثہ گواہان کے ہمراہ یہ واقعہ قاری محمد سالم مدعی مقدمہ کو بتلایا۔ محمد افضل اور مختار بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے گاؤں کا ایک عوامی اجتماع (اکٹھ) منعقد کیا۔ جہاں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کو بھی بلایا گیا۔ اور وہاں اُس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور معافی مانگی۔ استغاثہ گواہ کا یہ بیان زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری تفتیشی افسر کے روبرو قلمبند کیا گیا تھا۔

19۔ استغاثہ گواہ نمبر 1 قاری محمد سالم خود اس مقدمہ کا مدعی بھی ہے۔ اس نے درحقیقت توہین آمیز کلمات براہِ راست نہیں سنے بلکہ استغاثہ گواہان نمبر 2 اور 3 کی وساطت سے سنے۔ لہٰذا اس کی شہادت ''سنی سنائی شہادت'' کے زمرہ میں آتی ہے۔

20۔ استغاثہ گواہ نمبر 4 محمد افضل ولد محمد طفیل ہے۔وہ ماورائے عدالت اقرار جرم کا استغاثہ گواہ ہے۔اس نے گواہان بکس میں آ کر بیان کیا کہ وہ بذاتِ خود اس عوامی اجتماع میں موجود تھا۔جو اس واقعہ کے بعد منعقد کیا گیا۔جس میں مسماۃ آسیہ بی بی کو لایا گیا۔ جہاں اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔

21۔ CW-I ایک اہم گواہ تھا جس کا نام محمد ادریس ولد حاجی احمد دین ہے جو کہ فالسہ باغ کا مالک ہے۔گواہان کے کٹہرے میں آ کر اُس نے بیان دیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو وہ اپنے گھر میں موجود تھا۔مسماۃ مافیہ بی بی، مسماۃ عاصمہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی، قاری محمد سالم اور مختار احمد کے ہمراہ اس کے پاس آئے۔اور اس سے عدالت میں موجود ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کی طرف سے آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کی توہین، قابلِ اعتراض اور حقارت آمیز کلمات کہے جانے کا واقعہ بیان کیا۔مورخہ 19-06-2009 کو گاؤں کا ایک عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر پر منعقد ہوا۔جس میں وہ بھی موجود تھا۔مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عیسائی ہے، وہاں بلائی گئی جہاں اس کے رو برو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔اس کے بیان کے مطابق:

"اس ملزمہ خاتون نے توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب کیا اور نازیبا اور تضحیک آمیز الفاظ قرآن مجید کے متعلق استعمال کیے۔اور معافی چاہی۔"

اس گواہ کا بیان تفتیشی آفیسر کے رو برو بھی ریکارڈ کیا گیا تھا۔

22۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور نبی کریم ﷺ کی توہین اور قرآن کے متعلق تضحیک آمیز الفاظ استعمال کرنے کے جرم کا اقرار اس واقعہ کے فوراً بعد اس کے رو برو کیا۔کیونکہ جونہی یہ واقعہ پیش آیا۔وہ (CW-I) پہلا مرد شخص تھا، جو اس باغ کے مالک ہونے کے ناتے سے ان لڑتی ہوئی خواتین کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ وہ خود باغ میں ہی موجود تھا۔

23۔ وقوعہ کی جگہ پر اس کی موجودگی ایک قدرتی امر ہے۔کیونکہ ہمارے معاشرہ میں مالکان عام طور پر اپنے کاروبار کی جگہ پر موجود رہتے ہیں۔خاص طور پر پھلوں کے

باغات کے مالکان مزدوروں کی جانب سے چوری روکنے کے لیے، اور خاص طور پر جب خواتین ورکرز کام کر رہی ہوں، پر نگرانی کے لیے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اس کی ملزمہ، خاتون ورکر سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے اور وہ ایک عرصہ سے اس کے باغ میں ملازمت میں تھی۔ اس نے ملزمہ کو اعتراف جرم کرنے کے بعد ملازمت سے برطرف کر دیا جو کہ اس کی جانب سے ایک قدرتی ردِ عمل تھا۔ لہٰذا اس کی شہادت نہایت قابل اعتماد اور فطری ہے۔ وکیل صفائی بھی اس گواہ پر جرح کے دوران اس کی گواہی پر کوئی شک و شبہ پیدا نہ کر سکا۔

24۔ چنانچہ استغاثہ گواہ نمبر 2 اور استغاثہ گواہ نمبر 3 جو کہ واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں کے بیانات، بابت توہین آمیز کلمات، واقعہ کے وقت، تاریخ، مقام اور وقوعہ کے دن کے متعلق مکمل طور پر ایک جیسے ہیں اور انہوں نے اپنے بیانات میں کسی بد دیانتی سے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ دونوں استغاثہ گواہان خواتین نے ملزمہ خاتون کے علاوہ کسی اور شخص کو اس الزام میں ملوث نہیں کیا۔ دونوں استغاثہ خواتین گواہان کی ملزمہ سے کوئی پرانی دشمنی بھی نہ ہے۔ اس طرح استغاثہ گواہان نمبر 1 نمبر 4 اور CW-1 کی بھی ملزمہ خاتون یا اس کے خاندان کے کسی مرد شخص سے کوئی پرانی دشمنی نہ ہے، کہ جس کے باعث انہوں نے ملزمہ کے خلاف عدالت میں بیان دیا ہو۔

25۔ استغاثہ گواہان نمبر 2 اور نمبر 3 نوجوان غیر شادی شدہ لڑکیاں ہیں۔ ان کی ملزمہ خاتون کے ہمراہ فالسہ کھیت میں موجودگی ایک قدرتی امر ہے۔ کیونکہ یہ سب اس باغ میں فالسہ توڑنے کی مزدوری کا کام کرتی تھیں۔ لہٰذا وہ کوئی بدنیت یا اتفاقیہ گواہان نہیں ہیں۔

26۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر خواتین فوجداری مقدمات میں بطور مدعی یا گواہ بننے سے احتراز کرتی ہیں۔ خاص طور پر غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کے والدین اپنی بچیوں کو تھانوں، پولیس افسران کے روبرو اور عدالتوں میں بیانات ریکارڈ کروانے اور وکیلوں کے دوران جرح چبھتے سوالات کی وجوہات کی بناء پر اس کی قطعاً اجازت نہیں

دیتے۔لیکن زیرِ غور مقدمہ میں ان خواتین (استغاثہ گواہ نمبر 2 اور نمبر 3) نے ہر قدم اختیار کیا۔کیونکہ وہ توہین رسالت برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔مسماۃ یاسمین بی بی بھی جوکہ ایک اور استغاثہ گواہ تھی،عدالت کی کارروائی کے دوران مسلسل عدالت میں پیش ہوتی رہی۔تاہم اس کی گواہی غیر ضروری جان کر ترک کردی گئی۔

27۔ اس مقدمہ کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اپنے بیان زیر دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کیے گئے سوال نمبر 7 کہ اس کے خلاف یہ مقدمہ کیوں درج ہوا، کے جواب میں اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

''میں دیگر متعدد خواتین کے ہمراہ کھیت میں کام کررہی تھیں۔مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ عاصمہ بی بی دونوں خواتین کا میرے ساتھ پانی لانے کے معاملہ پر تنازعہ ہوا۔جوکہ میں نے ان کے لیے لانے کی پیشکش کی لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ چونکہ میں ایک عیسائی ہوں،لہٰذا وہ عیسائی کے ہاتھ سے پانی نہیں پیتیں۔اس بات پر جھگڑا پیدا ہوا،اور میرے اور استغاثہ گواہان خواتین کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔''

28۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تلخ کلامی کی نوعیت کیا ہوگی؟ جب ایک عیسائی اور مسلمان خواتین،کی جانب سے ایک عیسائی خاتون کے ہاتھ سے پینے کا پانی لینے کا انکار کردیا گیا۔لہٰذا اس واقعہ نے ایک مذہبی جھگڑے کی شکل اختیار کرلی،اور تلخ کلامی ماسوائے توہین رسالت ﷺ کے کوئی دوسری نہیں ہوسکتی۔

29۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا،تو یقینا فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔لہٰذا

اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا اِرتکاب ہوا ہے۔جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع بھی منعقد ہوا۔اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِرد گرد میں موضوع بحث بن گیا۔

30۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا۔کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ (2)340 ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے اِلزامات غلط ثابت کیے۔

31۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے۔استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا۔لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔لہٰذا میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔ملزمہ کو اس کی موت واقع ہونے تک گردن سے لٹکایا جائے۔تاہم سزائے موت پر عملدرآمد اس وقت تک ملتوی رہے گا،جب تک معزز عدالت عالیہ لاہور سے اس فیصلے کی تصدیق نہیں ہوجاتی۔مجرمہ عدالت کے روبرو حراست میں موجود ہے، جس کو بتادیا گیا ہے، کہ وہ اس فیصلے کے خلاف 7 روز کے اندر اپیل دائر کرسکتی ہے۔اس کو -/1,00,000 روپے جرمانہ کی ادائیگی کا حکم بھی دیا جاتا ہے۔جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں اس کو چھ ماہ کی مزید قید محض دی جائے گی۔فیصلے کی نقل ملزمہ کو بغیر کسی ادائیگی کے فراہم کی جائے گی۔فائل مکمل کیے جانے کے بعد ریکارڈ روم میں محفوظ کی جائے۔

دستخط: ایڈیشنل سیشن جج

فیصلہ سنایا گیا: 8 نومبر 2010ء

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی ایک اہم جہت

۔ محبت رسول ﷺ ہی ہماری زندگی کا ماحصل ہے!

تحریر: نعمان قادر مصطفائی

کائنات اسلام میں مدینہ طیبہ کے بعد دوقومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی دوسری بڑی نظریاتی وفکری ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان ہر لحظہ، ہر لمحہ، ہر گام قادیانیت نواز گماشتوں کو دل یزداں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اور ہر آن گندے گٹر میں رینگنے والے گندے کیڑے کی طرح ان کے کثیف و غلیظ اذہان میں ہلچل مچائے رکھتی ہے قادیانیت نواز گماشتے اپنے "تھنک ٹینکس" کے ۔ لیے ڈالروں اور پاؤنڈز کی جھنکار میں تفرقہ و انتشار کا بیج بونے اور اس کو تن آور درخت کی شکل دینے کے لیے آئے روز گھناؤنے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور افتراق و انتشار کے اس گھناؤنے منصوبے کی ابتدا ہمارے ازلی دشمن بھارت کے ہائی کمشنر کی صدارت میں منعقدہ اس اجلاس میں کی گئی تھی جو ۱۹۷۴ء میں لندن کی زمستانی ہواؤں اور پراگندہ فضاؤں میں ہوا تھا جس کے انتظام و انصرام میں وہ لوگ پیش پیش تھے جن کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا تھا پاکستان کو فرقہ واریت کی دلدل میں زبردستی دھکیلنے والے اس گروہ کے "اکابرین" نے اول اول اس منصوبے کے لیے دس کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کر کے ایک مخصوص فنڈ قائم کیا تھا اور پھر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہر سال اپنے گھناؤنے نیٹ ورک کو پھیلانے کے لیے اس رقم میں اضافہ ہوتا رہا اور باخبر ذرائع کے مطابق کم و بیش پچاس ارب روپیہ سالانہ خرچ کیا جا رہا ہے اور اب اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمارا ازلی دشمن بھارت، ہمارا "آقا"

کالم نگار روزنامہ "دن" لاہور

امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ بھی اپنے اپنے حصے کا فنڈ جمع کرا رہا ہے اور گاہے گاہے
وطن میں شوشے چھوڑتا رہتا ہے اور سرحد پار بیٹھا ہمارا دشمن اسلامی جمہوریہ پاکستان کو
مذہبی، لسانی، علاقائی اور صوبائی بنیادوں پر حصے بخروں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اس
مقصد کے لیے وہ ڈالروں کی ہوس کے طبلے کی تھاپ پر رقص کرنے والی این جی اوز
کو بھی زرِ خطیر دریا دلی سے فراہم کر رہا ہے مغربی ٹکڑوں پر پلنے والی ان این جی اوز
فقط ایک ہی ایجنڈہ ہے کہ جیسے تیسے ہو سکے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا
کر کے ان میں فرقہ واریت کا ایسا بیج بو دیا جائے جو آنے والی نسلوں کو اسلام سے
انگیختہ کر دے، یہی مغربی راتب اور امریکی ''بھاڑے'' پر پلنے والی این جی اوز کی
شکل میں ''گائیں اور بھینسیں'' توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کرنے والی آسیہ مسیح کے
جیل جانے پر سیخ پا ہو رہی تھیں اور ہمیں انسانیت کا درس دینے پر تلی ہوئی تھیں کہ
انسانیت کے ناطے آسیہ مسیح کو معاف کر دیا جائے بلکہ ان کے ''پاپ'' بینڈکٹ نے
بھی بینڈز کی دھنوں میں یہ راگ الاپتے ہوئے کہا تھا کہ ''توہین رسالت ﷺ کا
قانون ختم اور آسیہ مسیح کو جلد رہا کیا جائے'' مگر انہی ڈالرنائزڈ اور پاؤنڈ نائزڈ این جی
اوز کی ''بیگمات'' اور ان کے ''پاپوں'' بینڈکٹوں کو بے گناہ اور معصوم پاکستانی قوم کی
مسلم بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی نظر نہیں آئی جن کو نام نہاد تحفظ انسانی حقوق کے علمبردار
امریکہ کی گماشتہ عدالت نے اسی سال کی قید بامشقت سزا سنا دی اور امریکہ کی تاریخ
میں کسی کو سنائی جانے والی یہ سب سے زیادہ سزا ہے اس پر تو نام نہاد دانشوروں کے
کسی گروہ، دینی تعلیمات سے نابلد کسی اینکر پرسنز اور انسانی حقوق کی چیمپین این جی
اوز کے کسی کونے کھدرے سے ذرا سی بھی آواز بلند نہیں ہوئی اور نہ ''پاپ'' بینڈکٹ جی
کو خیال آیا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بھی رہا کیا جائے حالانکہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے کسی
دھرم، کسی مذہب اور کسی شخصیت کی توہین نہیں کی تھی پھر بھی ان کو اتنی بڑی سزا سنا دی
گئی، کیا ڈاکٹر عافیہ کسی کی ماں، بہن اور بیٹی نہیں تھی؟ عیسائیوں کے ''پاپ'' بینڈکٹ
نے یہ بیان دے کر دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کی دل آزاری تھی اور دنیا میں

امن وسلامتی کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی گھناؤنی کوشش کی ہے ناموس رسالت ﷺ کے لیے مسلمانوں کا بچہ بچہ کٹ مرے گا مگر توہین رسالت ﷺ قانون کو ختم نہیں ہونے دے گا مغربی ٹکڑوں پر پلنے والے سن لیں کہ ''کائنات کی تمام تر سلطنتیں رسول رحمت ﷺ کے نعلین مقدس کی نوک پر قربان کی جاسکتی ہیں۔''

گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ہمارے بہت سارے دینی تعلیمات سے بالکل کورے ''دانشوران قوم'' بھی چینلز پر یہ کہتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں کہ ''رسالت مآب ﷺ نے تو فتح مکہ کے موقع پر اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا تھا اور مکہ کی جو عورت آپ ﷺ پر کوڑا پھینکتی تھی اس کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرمادیا تھا تو ہمیں بھی چاہیے کہ ایسے لوگوں کو معاف کردینا چاہیے جو (معاذ اللہ، معاذ اللہ) آپ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں'' اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی محتشم ﷺ رحمتہ اللعالمین تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ معاف فرماتے رہے، لیکن اس معافی کا اختیار فقط آپ ﷺ ہی کے پاس تھا، عام مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ اگر ایک انسان رسول رحمت ﷺ کی شان میں توہین کا مرتکب ہو اور ہم اس کو معاف کردیں ، پھر اس واقعہ کا حوالہ دینے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ سب کچھ اسلام کے اولین دور کی بات ہے جب مسلمان صرف مکہ میں انگلیوں پر گنے جاتے تھے، شہر پر کفارِ مکہ کی حکومت تھی نہ تو جہاد ابھی فرض اور نہ ہی قوانین کا نفاذ ہوا تھا وہ تو مسلمانوں پر ابتلاء وآزمائش کا دور تھا، جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سارا سارا دن مشرکین مکہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑا کرتے تھے اور گرمیوں کے سخت ترین دنوں میں تپتی ریت پر لٹا کر ننگی پشت پر کوڑے برسا کر اس قدر بہیمانہ تشدد کرتے تھے کہ زمین بھی تڑپ جاتی تھی حتیٰ کہ صحابیہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو تو مشرکین مکہ نے اپنے ظلم وتشدد کا نشانہ بنا کر شہید ہی کردیا، مکہ کے ابتدائی دور کا حوالہ دینے والے ''دانشوران قوم'' اور قلم قبیلے کے ''بزرجمہر'' یہ بات ذہن میں کیوں نہیں لاتے اور اس حقیقت کو کیوں دانستہ طور پر بھول جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش کی بھٹی میں سے گزار کر آزما

لیا اور ان کے ہاتھ میں فتح و نصرت کا جھنڈا دے دیا اور ان کو ایک اسلامی حکومت کا وارث بنا دیا تو پھر اگر کسی نے بھی رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ قدسیت میں ذرا برابر بھی توہین کی جسارت کی تو پھر احادیث کی پاکیزہ کتابوں کے مزکی، مسجع اور مصفٰی صفحات گواہی دیں گے کہ اس گستاخ رسول ﷺ کی سزا سر قلم ہی ٹھہری۔ اس کی سب سے واضح اور بڑی مثال تو یہ ہے کہ نظامِ عدل کے پیکر اور منبعِ جود و سخاء رسول رحمت، پیغمبر انسانیت حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ عدل و انصاف سے فیصلہ کرانے کے بعد ایک شخص جو مسلمان تھا اپنا معاملہ مرادِ رسول ﷺ یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لے گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوسرے فریق یعنی یہودی نے آگاہ کیا کہ اس معاملے کا فیصلہ آپ رضی اللہ عنہ کے رسول ﷺ میرے حق میں فرما چکے ہیں، یہ جملہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گئے اور ننگی تلوار لے کر آئے اور آتے ہی اس منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو بد بخت میرے کریم آقاء ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں کرتا ہے عمر رضی اللہ عنہ پھر اس کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرتا ہے، حالانکہ اس شخص نے بظاہر ایسا کوئی جملہ نہیں بولا تھا کہ جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو، بلکہ صرف نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ماننے سے انکار کیا تھا جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے موت کی سزا دی اور اس وقت میرے آقاء کریم ﷺ بھی ظاہری حالت میں حیات تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہ فرمایا، جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ درست تھا اور آپ ﷺ کی خاموشی آپ ﷺ کی رضا پر دلالت کرتی ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلم تو کجا اگر کوئی مسلمان بھی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ قدسیت میں ادنی سی بھی توہین کا مرتکب ہوگا تو اس کی بھی سزا موت ہی ہے

توہینِ رسالت ﷺ کے قانون اور توہین رسالت ﷺ کرنے والے شخص کے بارے میں حکومتی حلقوں اور ''ادبی بیٹھکوں'' سے یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ ''یہ معاملہ اللہ کریم پر چھوڑ دینا چاہیے یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے'' اگر ان جاہل، اُجڈ، گنوار اور

بہروپیوں کو ذرا بھی قرآن اور صاحب قرآن کی حقیقت اور فہم کا ادراک ہوتا تو یہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیتے کہ قرآن کی ۱۱۱ ویں سورۃ اللھب، جو آپ ﷺ کے سگے چچا ابولہب اور ان کی بیوی ام جمیل کے عتاب میں نازل ہوئی اس کا ترجمہ درج کیے دیتے ہیں ''تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا، اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا، اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا'' اور ۲۶ ویں پارے میں موجود ۴۹ ویں سورۃ الحجرات جو کہ خالصتاً حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ نبوت و رسالت میں حاضری کے آداب سکھانے کے لیے نازل ہوئی ہے اور اس سورۃ کی آیات نمبر دو اور تین کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے! ''اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو، بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔''

جس میں صرف بارگاہِ رسالت کا ادب و احترام سکھایا جا رہا ہے اگر بارگاہِ رسالت ﷺ میں ذرا سا بھی اپنی آواز کو اونچا کر لیا تو یوں سمجھو ساری زندگی کے اعمال سے ہاتھ دھونا پڑ گئے اور اعمال بھی ایسے ضائع ہوتے ہیں کہ ان کے ضیاع کا شعور بھی ہمارے اذہان و افکار سے محو ہو چکا ہوتا ہے

مجھے یاد پڑتا ہے کہ معروف دانشور اور صحافی ڈاکٹر شاہد مسعود نے اپنے ایک پروگرام ''میرے مطابق'' میں صدر پاکستان کی سندھی ٹوپی پر اپنے الفاظ میں تنقید کی تھی، تو اس وقت حکومتی حلقوں اور ''جیالوں'' نے صدر کی سندھی ٹوپی پر تنقید کو سندھی ثقافت کی توہین قرار دے کر پورے سندھ میں بالخصوص اور پورے پاکستان میں بالعموم ''تقدس سندھی کلچر'' مہم چلا ڈالی تھی اور اس دن سے لے کر آج تک اب ہر سال باقاعدگی سے اپنے کلچر کی

پاسداری اور حفاظت کا یوم ''تقدس سندھی کلچر'' منایا جاتا ہے، سوچنے والی بات ہے جو لوگ اپنے سیاسی ''قائد'' کی سندھی ٹوپی پر تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے عام مسلمان یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ دنیائے کائنات کے عظیم ترین قائد، کمانڈر انچیف امت کے غم خوار آقاء رسول رحمت، حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی توہین کرے اور وہ برداشت کر جائے؟ ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے اسی والہانہ، بے ریا اور بے لوث جذبے کی اپنے کریم آقاء ﷺ سے محبت کی تصویر یوں کھینچی ہے کہ ''یہ مسلمان فاقہ کشی کی بدولت تو زندہ رہ سکتا ہے مگر اس کے قلوب و اذہان سے اگر روح محمد ﷺ نکال لی جائے تو یہ فوراً مر جائے گا'' کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کی سانسیں گنبدِ خضراء سے وابستہ ہیں اگر اس کو گنبدِ خضراء کی روحانی تسکین اور ٹھنڈک سے الگ کر لیا جائے تو زمانے کی گرمی اسے جھلسا کے رکھ دیتی ہے مسلمانوں کا مرنا جینا غلامی رسول ﷺ سے وابستہ ہے۔

هجوت محمداً فاجبت عنه

وعند الله فى ذاك الجزاء

(حضرت حسان)

ترجمہ:

تو نے حضرت سیدنا محمد ﷺ کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ کی بارگاہ میں اس بات کا اجر ہے۔

شاعرِ نعت کے کلام میں تحفظ ناموسِ مصطفےٰ ﷺ کے منتخب اشعار

شاتم کی سزا شاعر کی نظر میں

راجا رشید محمود کے کلام سے ایک جائزہ

ملک محبوب الرسول قادری ☆

راجا رشید محمود (مدیر ماہنامہ "نعت" لاہور) نے زندگی بھر تحفظ ناموس مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کے موضوع پر نظم ونثر میں لکھا۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ (چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی، لاہور) ان کی نعتیہ شاعری پر اس وقت ۵۳۶ صفحات پر مشتمل اپنی تحقیقی کاوش سامنے لائے تھے جب شاعر کے ۱۸ مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے تھے (شاعر نعت راجا رشید محمود، ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، الجلیل پبلشرز لاہور، جنوری ۲۰۰۴ء) ڈاکٹر صاحب نے "تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ" کے عنوان سے اپنی تحریر کا آغاز یوں کیا تھا:

"یہ تحفظ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ شاعر نعت کا خاص موضوع ہے آج تک کسی نعت گو نے اس مضمون پر اتنا زور نہیں دیا، بلکہ اس کے عشر عشیر بھی کسی نے نہیں کہا۔" (صفحہ ۱۰۶)

ماہنامہ "نعت" لاہور جنوری ۱۹۸۸ء سے جاری ہوا تھا اب تک اس کے درج ذیل خاص نمبر پیش نظر موضوع پر شائع ہوئے ہیں۔

(۱) شہیدانِ ناموس رسالت جنوری تا مئی ۱۹۹۱ء کے پانچ شمارے (۵۶۰ صفحات)......(۲) تحفظ ناموس رسالت جولائی اگست ۱۹۹۹ء اشاعت خصوصی (۲۰۰ صفحات)......(۳) غازی عامر عبدالرحمن چیمہ شہید ستمبر ۲۰۰۶ء۔ اشاعت خصوصی (۲۵۰ صفحات)

موصوف کے ایک مجموعہ "قطعاتِ نعت" (نعت کدہ، لاہور۔ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ) میں "حفظ ناموس نبی ﷺ" کے عنوان سے ۹ قطعات ہیں۔ (صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

ایک اور مجموعے "منظومات" میں "مناقب شہیدانِ ناموسِ سرکار ﷺ" کی ذیل میں دیگر نظموں کے ساتھ غازی علم الدین شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی عبدالرشید قاضی شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی محمد عبداللہ شہید اور سلمان رشدی کا قاتل کی الگ الگ منقبتیں ہیں۔ (صفحہ ۹۱ تا ۱۰۲)

شاعر کے ۶۲ اُردو مجموعہ ہائے نعت اب تک مکمل ہو گئے ہیں جن میں سے ۵۷ چھپ بھی چکے ہیں ان کے پہلے ۱۸ نعتیہ مجموعوں کا تفصیلی حوالہ اور محاکمہ تو ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ کی مذکورہ کتاب "شاعر نعت راجا رشید محمود" میں موجود ہے بعد کے ۴۴ نعتیہ مجموعوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے جو اشعار سامنے آئے ہیں، وہ یہاں نقل کیے جارہے ہیں۔ اس موضوع پر یہ انتخاب اشعار اہل علم وفضل محبان سیدنا سرکار ﷺ اور تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کی تحریکی کشتوں میں یقیناً راہنمائی کریں گے اور ملت کے نوجوانوں کے لئے معاون ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (ادارہ)

☆ چیف ایڈیٹر: سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد۔ ایڈیٹر: ماہنامہ سوئے حجاز لاہور۔ 0313/0321/0300-9429027

تحفظ ناموس سرکار ﷺ ....(۱)

اُس کو جاں لینا یا جاں دینا بہت آساں رہا
پڑھ لیا جس شخص نے سرور کی حرمت کا سبق

جان دو حرمتِ شاہ کونین پہ
پاؤ اسنادِ عز و وقار آن کر

کسی کی بات میں ہو "راج پالیست" ذرا سی بھی
جو اس سے کھول اٹھتا ہے لہو تو نعت کہتا ہوں

ہمیں سکھایا ہے عشاقِ سرورِ دین نے
کہ حفظ حرمت سرکار جاں سے آگے ہے

جنہوں نے حرمت سرور پہ جاں نچھاور کی
وہ خوش نصیب تو ممدوح قدسیاں ٹھہرے

ان کی ناموس کی خاطر اسے قرباں کر دے
زندگی تیری ہے محمود عطائے سرکار

حفظ ناموس پیمبر میں جو جاں دیتا ہے
ہر مسلمان کا ہر عزم جواں اس پہ نثار

حفظ ناموس پیمبر میں جو کر دیتا ہے
جاں نثار احمد مرسل پہ، جہاں اس پہ نثار

بتاؤ گر کوئی اس سے زیادہ زندہ ہو
جو حفظ حرمت سرکار ہر جہاں میں مرے

حرمت پیمبر پر جان وار سکتے تھے
گر رشید خالق سے شیوہ وفا پاتے

حقیقت میں حیاتِ جاودانی اس کو ملتی ہے
جو ہو تیار ان کے نام پر محمود مرنے کو

سمجھے ہیں جو اہمیت ناموس پیمبر
جاں دینے کو رہتے ہیں وہ تیار ہمیشہ

حرمت سرکار ﷺ پر محمود جس نے جان دی
رب کو وہ اچھا لگا، بے انتہا اچھا لگا

جو کوئی توہین مصطفٰی کا ہو مرتکب اس کو قتل کرنا
اگر ہو عزم صمیم اے دل، یہی ہے نائل مرام ہونا

جو حفظ حرمت سرکار ہر جہاں میں ملے
کہیں حیات سے ہے وہ ممات مستحسن

جو حفظ حرمت سرکار کے سبب پائے
کسی طرح کی ستم رانیوں کا غم مت کر

حفظ ناموس پیمبر پہ جو جان دیتا ہے
اس کو آقا کا وفادار کہوں یا نہ کہوں

حفظ ناموس نبی کو انھیں عامی امتی
سربراہانِ ممالک کی یہی بے چارگی

حفظ حرمت میں لگی لپٹی کا میں قائل نہیں
بند کرنا ناطقہ ممکن ہے یوں بے باک کا

امتی سچا ہے وہ، ہے نام لیوا باوفا
حفظ ناموس نبی میں جو کرے جاں کو فدا

لڑے جو حرمت سرور میں اس کی قسمت میں
وہ جیت ہے کہ نہیں اس میں ہار پوشیدہ

لوحِ محفوظ پہ یہ لکھا ہوا ہے لوگو!
مٹ کے ناموس پیمبر پہ بقا ملتی ہے

جاں نثار آقا کی حرمت ہی کے یہ جانتے ہیں
رب کی جانب سے انہیں کیسی غذا ملتی ہے

بیادِ سرورِ کون و مکاں جینا غنیمت ہے
برائے حفظ ناموس نبی مرنا غنیمت ہے

توہین مصطفیٰؐ سے نہیں بڑھ کے کوئی جرم
اس جرم کی خدا نے رکھی ہے سزا جدا

ناموس پیمبر کا ہر ایک محافظ
ہنستا ہوا دیکھا ہے زمانے نے سر دار

حفظ ناموس نبیؐ کی بات آتی ہے جہاں
جان دے دیتے ہیں سب پروانے اطمینان سے

ہے حرمت نبی کا تحفظ رہ بقا
اس راستے میں جاں سے گزر جانا چاہیے

جب دیکھو کہ توہین نبی کی ہے کسی نے
جاں حرمت سرکار پہ تم کرنا فدا پھر

تھی حرمت آقا کے محافظ کی شہادت
ہونٹ اور نگاہیں تھیں سر دار شگفتہ

انسان وہ ہے، اچھا ہے وہ، کامیاب وہ
جاں دے نبی کے نام پر جو اور بقا چنے

کوشش سے حفظ حرمت آقا کی دوستو!
اسناد کرنا خلدِ بریں کی وصول اور

حفظ ناموس پیمبر میں بہ فضل رحماں
سب شدائد میں مصائب ہیں گوارا ہم کو

بقا ہے حرمت سرکارؐ کی حفاظت میں
حیات، زندگی کی ہے اک عارضی صورت

بنو محافظ ناموس مصطفیٰؐ کی کرو
بقائے زیست کی منزل کے واسطے بیعت

حرمت و ناموس آقا پر کٹا سکتا ہے سر
جو محبت کیش بندہ سر جھکائے نام پر

خدائے زندگی، اس سے ملے گا رزق تمہیں
اگر تحفظ ناموس مصطفیٰؐ میں مرو

وہ جس نے جان حرمت آقا پہ وار دی
اس کا وجود، اس کا عدم جاذب نظر

حضور پاک کی حرمت پہ جان دو کہ یہاں
ہیں ہاتھ موت کے بھی زندگی کے ہاتھوں میں

محافظ حرمت سرکارؐ کا افضل ہے بندوں میں
اگر تم سن سکو تو یہ سروشِ کلک قدرت ہے

حفظ ناموس پیمبر کا جو موقع آتا
اہل ایمان سب اظہار تہور کرتے

دل میں جو حفظ حرمت سرور کا ہو خیال
رکھتا نہیں ذرا بھی اثر مایہ حیات

جاں تو اجل نے لینی ہی لینی ہے آخرش
ناموس مصطفی پہ ہو قربان پہلے پہلے

حفظ ناموس نبی کی کوششوں میں جو ہوا
ہے عقیدت آشنا، الفت نشاں ہر واقعہ

ناموس مصطفی کے تحفظ کی راہ لے
محمود تیری جاں پہ بنی ہے تو کیا ہوا

کرو حفظ ناموس حضرت کا دعویٰ
کہ سچا یہی تو ہے غیرت کا دعویٰ

تحفظ ناموس سرکار ﷺ ....(۲)

جن کا ہے حفظ حرمت آقا کا داعیہ
ان خوش نصیبوں کا تو شہادت ہے انتخاب

جو جاں نثار آقا کے تھے، کرتے ہی رہے ہیں
حرمت کی حفاظت کا سر دار احاطہ

قسم سرکار ہر عالم کی ناموسِ مطہر کی!
جو چلا ناموسِ سرور کی حفاظت کے لیے
سرکار کے تحفظ ناموس کے لیے
نبی کے نام پہ جاں دینا ہے حیات رشید
جو تھے ناموسِ مصطفیٰ کے امیں
بے حمیت ہوں جو کٹ مرتا نہیں ناموس پر
جو عطا فرمائی ہے رب جہاں نے زندگی
ان کی قسمت کھل گئی ان کا مقدر بن گیا
جو حرمت نبی کے تحفظ میں ہو نصیب
ناموسِ مصطفیٰ پہ جو جان اپنی وار دے
پا مردیوں، شجاعتوں کی انتہا ہے یہ
نبی کی شان میں گستاخی منتج قتل پر ہو گی
حفظ ناموسِ رسولِ آخری کا ذکر ہے
حفظ ناموس نبی کے واسطے جاں کر نثار
توہینِ مصطفیٰ کے نتیجے کے واسطے
حیات و موت حفظ حرمت سرور میں ہو جس کی
اس پر نثار جائیں ہم ایسے عاصیوں کی
وہی ناموس سرکار دو عالم کا محافظ ہے
حفظ ناموس پیمبر میں وہ جاں دیتا ہے
موقع آیا تو کروں گا یا نبی!
رسول اللہ ﷺ کی ناموس و حرمت کی حفاظت میں
حفظ ناموس پیمبر میں جو جاں دیتا ہے
اس کے حبیب پاک کی ناموس پر نثار
حفظ ناموسِ نبی کو جو نہ دی ہے وقعت
وہ اپنے اعترافِ "جرم" کو ہرگز نہ بدلے گا

جو توہین نبی کی بات ہے دل کو جلاتی ہے
بے نیاز ہرزیاں ہے باعث تسکین ہے
محمود مجھ کو دل سے ہیں رنج و بلا قبول
شہید حرمت سرکار ہے شہید وفا
سرخرو بعد امتحان کے
بد نصیبی ہے اگر ان سے وفا کرتا نہیں
حرمت ناموس پیغمبر پہ قرباں کیجے
ہیں امین حرمت سرکار احرار خدا
دل سے مجھے وہ موت کی صورت قبول ہے
اس کے عمل کو سرور کل سے وفا کہوں
ناموسِ مصطفیٰ کا محافظ ہے شیر مرد
یہی تو امتحاں ہے اصل میں مومن کی غیرت کا
دل پہ نعرہ مرتسم ہے "ہر چہ بادا باد" کا
ہے جہنم کا گڑھا ورنہ تیری تعزیر کو
کیوں سامنے نہ کوثر و ن ولہب رہے
اسی کا جینا اچھا ہے اسی کا مرنا جینا ہے
عزت پہ مصطفیٰ کی جو کھیل جائے جاں پر
وہ جس غازی کو تم قربان شاہ مرسلیں ﷺ دیکھو
یہ ولا پائی ہے سرکار کے شیدائی میں
آپ کی ناموس پر گھر بھر فدا
جو کھائیے زخم تو اس کو ہرا رکھیے، ہرا کیجے
اسی خوش بخت کو کردار کا غازی کہیے
اپنی حیات جس کی امانت کی چیز ہے
گویا ایمان کی دولت کو بھی کھویا پا کر
جو ناموس نبی پر جان کوئی سر پھرا دے گا

جو حرمت نبی مکرم میں جاں نہ دے
ملتی ہے اس کو زندگیٔ جاوداں کہاں

سہل ہے ان کے حفظِ حرمت میں
زندگی دینا، زندگی لینا

جو حرمت محبوب خدا کے ہیں محافظ
سچے ہیں وہ خوش بخت فدایانِ پیمبرؐ

حفظ ناموس پیمبر کو رہو ثابت قدم
اس میں موقف ہو تمہارا بزدلانہ کس لیے

کم از کم جان کی نذرِ عقیدت اس میں لازم ہے
نبی کو حفظ حرمت میں اگر تحفہ دیا جائے

علم جو حفظ ناموس پیمبر کا اٹھاتے ہیں
وفورِ عشق میں وہ ہر چہ بادا باد کرتے ہیں

شہید حرمت محبوب حق کا یہ تخصص تھا
نہ واویلا کیا اس نے نہ وہ تڑپا نہ وہ پھڑکا

جہاں سے شاخیں توہین پیمبر کی نکلتی ہیں
ضروری ہو گیا ہے کاٹنا لاریب اس جڑ کا

حفظ ناموس رسول محترم کے واسطے
جاں ہتھیلی پہ لیے پھرتے تے اصحابِ رسول

اپنے گھر بار کو، اولاد کو، اپنی جاں کو
حفظ ناموس نبی کے لیے ہارو، یارو!

غازی تمام زندۂ جاوید ہو گئے
ناموس پہ حضورؐ کی جان اپنی وار کے

عطا کیں حفظ ناموس نبی کی ہمتیں پہلے
پھر ایسے غازیوں کو دی حیاتِ جاوداں حق نے

زندگی محمود کی بھی کام آئے یا خدا!
حفظ ناموس نبی کو جاں سپاری سے نواز

جاوداں زندگی پاؤ گے خدا سے محمود
حفظ ناموس پیمبر میں جو مرنا سیکھو

ہے ناموس سرکار پہ مرنا جینا
سکھایا ہمیں مرنا جینا خدا نے

نبی کی مدح میں یا رب حیات اپنی گزر جائے
اشارہ حرمت آقا کا ہو جاں سے گزرنے کو

توہین بولہب نے اگر کی حضور کی
قرآں نے اس کو فقرہ "تَبَّت یَدَا" دیا

ناموس پیمبر کی حفاظت میں جو جاں دے
ہے اور کوئی آپ کے شیدا کے علاوہ؟

تحفظ ناموس سرکار ﷺ ...... (۳)

ناموس مصطفی کے تحفظ کے نام پر
کرتے ہیں لوگ جان کو قربان یک بیک

کھل کھیلے گا کیسے کوئی توہین نبی میں
جب تک سبھی خدام نبی مر نہیں جاتے

اگر ہے امت آقا میں ہونے کا تمہیں دعویٰ
کسی صورت میں توہین رسولِ رب نہ ہونے دو

وہ جو پکڑا گیا ناموس سرور کے تحفظ میں
ہزار آزادیاں قرباں اس کی اس اسیری پر

پائی ہے حفظ حرمت سرکار کے لیے
سوگندِ کردگار قلم سے سطور تک

جو جاں دے عزت و ناموس آقا کے تحفظ میں
وہی تو امتی سرکار ہر عالم کا ہے سچا

جس نے حفظ حرمت محبوب رب میں جان دی
جاں ماہِ مدینہ کی جو ناموس پہ وارے
اگر ایمان کامل ہے مکمل ہے تو وہ ہم کو
ان ﷺ کے رتبے سے کوئی لفظ جو کمتر دیکھے
جان دو حفظ ناموس سرور میں تم
سیاہی پھر گئی اس کے رخ قسمت پہ بے شبہہ
جاں حرمت آقا کی حفاظت میں جو دے دیں
جس کو ملی تحفظ ناموس پاک میں
زندگی جاوداں نے لے لیے اس کے قدم
جان دے دے حرمت سرکار پر
لوگوں نے حفظ حرمت آقا میں دوستو!
ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ میں جو بہے
جاں دینا حفظ حرمت آقا میں ہے حیات
خواہش تجھے جو زندگی جاوداں کی ہے
جو محافظ تھے رسول پاک کی ناموس کے
نام سرکار پہ جاں دینے کی بابت سن کر
اگر ہو جاؤں حفظ حرمت سرکارؐ میں قرباں
اسی نے جان دی ناموس سرور کے تحفظ میں
ہے پسندیدہ نگاہ رب میں وہ خوش بخت فرد
چلو حفظ ناموس محبوب رب کو
حفظ ناموس نبی مطمح دل ہو جس کا
موت حفظ حرمتِ آقا میں آنی چاہیے
گر چاہتے ہو دوستو! محشر میں تم وقار
یہ اقتضائے دین خدا ہے رشید جی!
جو حفظ حرمت سرکار ہر جہاں کو چلے
جو محافظ حرمت سرور کے ہیں مرتے نہیں
کتنے ہیں حفظ حرمت سرکار پر نثار

بڑھ گیا نزدیک رحماں اس کی جاں کا [illegible]
ہو اوج پہ اس شخص کی قسمت کا ستارہ
برائے حفظ ناموس نبیؐ تیار کر بیٹھے
کر نہیں سکتی مسلمان کی غیرت تسلیم
پاؤ گے زندگی جاوداں، بیکراں
نہیں توہین آقا کو گوارا کر لیا جس نے
سودا تو یہ سستا ہی ہے مجھ کو بھی، تجھے بھی
وجہ حیات دائمی اس کی ممات تھی
حفظ ناموس رسول اللہ میں جو مر رہا
ہے یہی ہر فرد ملت کا حصول [illegible]
جاں دی تو گویا سیدھے وہ سوئے بقا گئے
دیتا ہے آب چہرۂ دیں کو وہی [illegible]
آغاز ہی بقا کا تو ہے اس فنا کے بعد
ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کی موت مر
ان کو خوش آتی رہی ہے دار کی آب و [illegible]
کیوں نہ کہ اٹھے گا ہر دانا و بینا لبیک
تو پھر کہ پاؤں گا میں بحر غیرت کا شناور [illegible]
وہ جس کی زندگی پہ پڑ گیا غیرت کا سایہ بھی
حفظ ناموس نبی میں جو کرے قربان جاں
ہو کیوں عزم میں وادریغا تامل
کون دے اس کی حمیت کو، عزیمت کو شکست
زندگی جب ہے انہی کی مہربانی کے سبب
جان حرمت رسول جہاں پہ کرو نثار
دیں حرمت نبی کے تحفظ میں لوگ خوں
چلے ہیں لوگ وہی زندگی کے رستے پہ
ورنہ ہے سب کے لیے قائم فنا کا سائباں
دنیا میں نام کے تو مسلمان کم نہیں

حفظ ناموس رسول محترم ہے زندگی
اس حوالے سے یقیں ہے ساتھ، کیا تخمین وظن

زندہ رہنے کی تمنا میں محبت والو!
آپ ناموس پیمبر سے وفا کر دیکھو

کیا تم کو حفظ حرمت سرور کا ہے خیال
اپنی عقیدتوں کو ذرا آزمائیے

اہم تر حفظ ناموس رسول پاک ہے سب سے
اسی رستے میں ہو قربان، جان اولاد مال اپنا

ہماری زندگی ناموس آقا کی امانت ہے
ملی آقا کی منظوری ہمارے اس تحول کو

دینے کو تیار رہنا، دوستو!
حفظ ناموس پیمبر میں لہو

جنہوں نے واری ہے جاں نبی پر، نقوش پا پر انہی کے چلنا
تحفظ حرمت حبیب خدا کا جذبہ اگر جواں ہے

حفظ ناموس نبی میں جو ہو مرنا تیرا
قدسی کہتے ہیں اسے دائمی جینا تیرا

جو موقع حفظ ناموس رسول اللہ کا پالے
شہادت کی غرض سے وہ کفن بردوش ہو جائے

پہنچتا ہے وہ رضائے خدا کی منزل تک
ہو حفظ حرمت سرور کا راستہ جو بھی

ناموس مصطفی کے تحفظ کا ادعا
خواہش یہ جستجوئے بقا میں فنا کی ہے

جو توہین آقا کرے، اس کی جاں لے
اور اس کام میں اپنی جاں کو فدا کر

حفظ ناموس نبی میں ڈھونڈ لو تابندگی
پا سکو گے اس طرح سے تم بقائی دلکشی

جو ہو حفظ ناموس آقا کا موقع
نہ لے قلب میں کپکپاہٹ ٹھکانا

غازی علم الدین شہید

یہ بتایا غازی علم الدین کے کردار نے
پاؤ گے خوشنودی رب اپنی جاں کی معرفت

لم یزل کا پا کے ایسا غازی علم الدین نے
سینچا اپنے خون سے آقا کی حرمت کا گلاب

حفظ ناموس حبیب کبریا ہے زندگی
غازی علم الدین تھا بس مرتبہ دانِ حیات

حرمت و ناموس سرور کے تحفظ کے لیے
جان کو آقا پہ علم الدین نے قرباں کیا

تحفظ حرمت سرکار کا جو روشنی بخشے
رہے گی یاد علم الدیں کی قربانی بہر لمحہ

بڑا ہے نام علم الدین غازی کا، خدا شاہد
نبی کی عزت و حرمت کے، غیرت کے حوالے سے

زندۂ جاوید علم الدین غازی ہو گیا
الفت سرکار نے اس کو امر ایسا کیا

جو علم الدیں نے حفظ حرمت سرور میں دکھلائی
ملائک میں بھی غازی کی عزیمت کا رہا شہرہ

حفظ ناموس نبی کے واسطے ہے رہنما
غازی علم الدین کا ذوقِ وفا ہر دور میں

کیا تحفظ حرمت سرکار کا تھا بے غرض
غازی علم الدین کا تھا جینا مرنا بے غرض

سیکھیے گا غازی علم الدین سے علم وفا
حفظ ناموس نبی کو عزم محکم چاہیے

حرفِ حق کہنے سے پھیکی پا سکو گے دوستو!
کیوں نہ آگے پیچھے غازی علم الدین کے حور ضواں
حرمت سرکار ہے محمود جی
یہ تو ثابت ہوا قربانی علم الدین سے
نبی کے نام پہ مرنا ہی زندہ رہنا ہے
یہ علم الدین کے کردار نے سمجھایا ہے
جب رکھا ناموس آقا کا تحفظ سامنے
کہیں جس وقت تحریک شماتت ہے کوئی چلتی
گلے سے غازی علم الدین کے جتنا لہو نکلا
اس کا سا کوئی ہو نہیں سکتا ہے دوسرا
مقام اعلیٰ دیا یوں غازی علم الدین کو رب نے
کیسے کیا تھا آقا نے اس سے معانقہ
ہے علم الدین غازی کا کردار سامنے
وار دی جاں آپ ﷺ کی ناموس پر
غازی علم الدین کے روضے سے آتی ہے صدا
غازی علم الدین کو میری عقیدت کا سلام
وہ جس مقصد سے علم الدین نے جان اپنی ہاری ہے
مقامِ غازی علم الدین دیکھو
غازی علم الدین کو بخشا زِ راہِ التفات
وہ علم الدین کہا جائے گا قیامت تک

غازی علم الدین سے یا زادہ منصور
جب اس نے جان دے کر قطعہ جنت خرید لیا
جان علم الدین نے کی جس پل
جو نثار احمد مرسل پہ جہاں اس پہ نثار
یہ علم الدین سا فرزانہ انکشاف کرے
ہے راہ حب نبی میں ثبات
موت کو بھی غازی علم الدین نے پچھاڑا کب
تو آجاتا ہے آگے کوئی علم الدین سا غازی
گروپ اس خون کا "غیرت" ہی بعد جستجو
مانند علم الدین جو جاں کو کرے فدا
وہ شمع الفت محبوب خالق کا تھا پروانہ
یہ غازی علم الدین کے قلب تپاں سے پوچھو
غیرت کا درس لینا ہے ہم کو شہید سے
تھا یہ علم الدین کی غیرت کا خلاص
مرنا حفظ حرمتِ آقا میں، جینا ہے یہی
ہو گیا جو حفظ ناموس پیمبر پہ نثار
جہانِ کفر و ظلمت پہ اسی کا خوف طاری ہے
فنا آخر ہوئی منتج بقا پہ
حفظ ناموس نبی کا ولولہ اللہ نے
رہ نبی میں زرِ جاں لٹا گیا جو بھی

غازی عبدالرحمن عامر چیمہ شہید

حفظ ناموس رسول اللہ کی خاطر رشیدؔ
غازی عامر کا جو پیرو ہو، وہ آگے بڑھ کر
جان حفظ حرمت سرکار عالم میں جو دی
آقا کے فدا کار رہے عامر چیمہ
بات تو جب ہے کوئی عامر چیمہ نکلے

عامر چیمہ نے فرمایا بقا کا انتخاب
حفظ ناموس پیمبر میں امر ہو جائے
ہو گئی عامر کو حاصل نصرت رب جہاں
کردار رہا ان کا سر دار مثالی
اپنے آقا کے زبانی تو ہیں شیدا ہم تم

حفظِ ناموسِ پیمبر میں وہ عامر نکلا
جاں ہتھیلی پہ رکھی اور مارا شاتم نابکار
ناموسِ پیمبر کا محافظ ہے جو عامر
اس نے ناموسِ حبیب کبریا پر جان دی
سبق یہ عامر شہید محمود ساری ملت کو دے رہا ہے
دیا سبق یہی عامر شہید نے ہم کو
نبی کے عشق میں جاں سے گزرنا صورتِ عامر
وہ چڑھ دوڑا تھا گستاخ حبیب رب اکرم پہ
عامر سے غازیوں کی جو ہیں جاں نثاریاں
عمل سے کر دیا عامر شہید نے ثابت
جاں اس نے دی ہے حرمت آقا حضور پہ
جب حرمت سرکار پہ زد پڑنے لگی تھی
جو حفظ حرمت سرور میں چل پڑے عامر
بقا کی منزلوں نے غازی عامر کی طرف دیکھا
کیوں نہ عامر کو "زندہ باد" کہوں
جو حرمت آقا کے تحفظ میں ملی ہے
حیاتِ دوامی زندگی اور قربت سرور ملی
اگر ہو عامر چیمہ شہید جیسا کوئی
ہے حب نبی کی یہ نئی ایک کہانی
عامر نے حفظ حرمت سرور میں جان دی
جان جو ناموس پیمبر پہ لٹائی اس نے
حُبّ حضور نے اسے ایسا جگر دیا
غازی عامر نے بھی آقا کی معیت پائی
منزل تھی حفظ حرمت آقا کی سامنے
پہلے بھی رہے حرمت سرور کے محافظ
وہ رہ عامر چیمہ کا ہے راہی، جس کا
تھی خری عامر کی جو قربانی پہ اپنی

جان دینے کے لیے جس کی تھی مرضی اپنی
کر سکے گا کس کا جی عامر کے جی کی ہمسری
وہ ہو گیا اس راہ میں قربان تمنا
ہے یہی عامر کی غیرت، اس کی عظمت کا شرف
کہ حفظ ناموسِ مصطفی میں تو جان دینا ہے زندہ ہونا
ہیں حفظ حرمت سرور میں مشکلات درست
محبت میں رسول پاک کی، دل کو لہو کرنا
خدا کے ہاں بڑا رتبہ ہے عامر سے فدائی کا
ناموسِ مصطفی کی ہیں یہ پاسداریاں
کہ سارے امتی آقا کے، بے وفا تو نہ تھے
عامر ہے "زندہ باد" سرِ راہگزارِ عمر
عامر نظر آیا ہمیں فعال مکمل
رہ شماتت سرکار کیوں نہ ہو مسدود
تو حفظ حرمت سرکار میں دی اس نے جاں اپنی
زندگی اصل جس نے مر کر لی
کیوں عامر چیمہ کو نہ ہو شان مبارک
عامر چیمہ نے پایا حفظ حرمت سے ثمر
پئے تحفظ حرمت غلام کافی ہے
جاں عامر خوش بخت کی سرور پہ فدا ہے
لائے گا ایسی کیسے کوئی متقی مثال
کی گئی حضرت عامر کی حمیت تسلیم
عامر نے حفظ حرمت سرور میں سر دیا
جان کو حرمت سرکار پہ قرباں کر کے
عامر بھی جان دینے کی خواہش پہ اڑ گیا
عامر بھی بالآخر ہوا قربانِ رسالت
حفظ ناموس پیمبر میں ہے مرنا مقصود
تھا فخر اسے غیرت ایمانی پہ اپنی

عامرؒ نے پہنا حرمت سرکارؐ کے لیے
وہ دیکھو، جچ رہا ہے شہادت کا پیرہن
سمت عامر چیمہ، عزرائیلؑ کی
ساری توجیہ بقا ہیں آہنیں

محافظانِ حرمت حضور ﷺ

ہے جب تک عامر و ممتاز جیسا اک جواں باقی
رہے گی حفظ ناموس نبی کی داستاں باقی
غازی علم الدین و عامر چیمہ و قیوم کا
حفظ ناموس پیمبرؐ کا تھا جوشیلا اصول
صدیق و علم الدین و مرید حسین نے
ناموس مصطفیؐ پہ لٹائیں جوانیاں
پایندہ علم الدین و مرید حسین ہیں
نام نبی پہ جان کی قربانیوں کے ساتھ
نظر آئے ہیں علم الدین و قیوم و رشید آخر
جنہیں نام رسول پاک جانوں سے بھی پیارا ہے
پائے جو آگہی یا بصیرت، وہ دیکھ لے
عامر بھی، علم الدین بھی ہے سیدی کیسا تھ
تم پوچھو علم الدین یا عبدالرشید سے
بنتا نہیں شہید یا غازی بغیر اذن
وہ علم الدین و عامر کی طرح سے پائے گا رتبے
جو دے گا حفظ ناموس نبی میں زندگی اپنی
قیوم و علم الدین و مرید و رشید سب
عشق نبی میں کھیل گئے اپنی جان پہ
صحابہ سے چلی پہنچی ہے علم الدین و عامر تک
بڑھی عزت خدا کے ہاں نبی کے جاں نثاروں کی
کوئی کردار علم الدین و عامر کی طرف دیکھے
جنہیں تھا حفظ ناموس نبیؐ کا حوصلہ مرشد،
صحابہؓ نے دکھایا ہے جو رستہ حب آقا کا
اسی رستے میں علم الدین و عامر جاں لٹاتے ہیں

غازی ملک ممتاز حسین قادری مدظلہ ــــــ منقبت (۱)

لم دین محبت قادری ممتاز سمجھا ہے
ستارہ اس کا دمکا ہے مقدر اس کا چمکا ہے
جو حفظِ حرمت سرکارِ والا کا حوالہ ہے
گروپ غیرت ہے اس کے خوں کا یہ دنیا نے دیکھا ہے
حقیقی عاشق و شیدائے سرکار مدینہؐ ہے
وہ ہے سرخیل ارباب ولا، اللہ والا ہے
مقامِ سرورِ کونینؐ اس بندے پہ افشا ہے
یہ اعزاز اس کو زیبا ہے، یہ تمغا اس پہ سجتا ہے
مرا ممدوح، آقاؐ کے مراتب کا شناسا ہے
تھا ماضی بھی اسی کا اور اسی کا حال و فردا ہے
جو تاثیر ارتدادی دیکھ کر ممتاز بپھرا ہے
عمر فاروقؓ کی اس میں حمیت کارفرما ہے
یہی خوش بخت ہے جو رتبہ آقاؐ سے ہے واقف
عقیدت اسی کی سچی ہے تو جذبہ بھی توانا ہے
رضائے خالق و محبوبِ خالقؐ اس کو ہے حاصل
یہ بندہ بزم اصحاب پیمبرؐ میں پذیرا ہے
لوائے عشق جن ممتاز ہاتھوں میں نظر آیا
خدا نے امتیازِ قتل موذی اس کو بخشا ہے
پڑھی "الصارم المسلول" کب ممتاز غازی نے
مگر وہ جانتا ہے، رتبہ جو محبوب ربؐ کا ہے

جو توہین نبی کرتا ہے اس کا قتل ہے واجب
یہی تو فیصلہ اجماع کی صورت میں لکھا ہے

اگر قاضی عیاض اور ابن منذر کو پڑھو دل سے
تو ان حالات میں ان کا بھی تو ایسا ہی فتویٰ ہے

کہا کینیڈین اسلام کے اک شیخ نے جو کچھ
وہ اس کی دین سے دوری کا اک واضح اشارہ ہے

کئی ہیں نامدی، کتنے وحید اور اینکر کتنے
بہت اس باب میں کردار جن لوگوں کا گندا ہے

مگر محمودؔ چلنا ہے بہر صورت ہمیں اس پر
دکھایا قادری ممتاز نے جو ہم کو رستہ ہے

دل میں جو ہے محبت ناموسِ مصطفیٰ
قائم کریں گے حجت ناموسِ مصطفیٰ

سرمائے کی طلب ہے نہ جاہ و جلال کی
دل میں اگر ہے دولتِ ناموسِ مصطفیٰ

ایمان کی اساس یہی، اصلِ دیں یہی
الفت خدا کی، الفتِ ناموسِ مصطفیٰ

اسرارِ معرفت کھلے اس خوش نصیب پر
جس پر کھلی حقیقتِ ناموسِ مصطفیٰ

حفظِ وطن کو سر بکف، سینہ سپر رہیں
یہ بھی تو ہے حفاظتِ ناموسِ مصطفیٰ

قوی زعیم جتنے ہیں، وہ مجتمع رہیں
پختہ رہے جو نسبتِ ناموسِ مصطفیٰ

ہے قوم ان کے فہم و تدبر کی منتظر
جو پا چکے بصیرتِ ناموسِ مصطفیٰ

ہم جان وار سکتے ہیں محمودؔ بے خطر
کرتے ہوئے حفاظتِ ناموسِ مصطفیٰ

منقبت (۲)

مصحفِ غیرت پہ لکھا حاشیہ ممتاز نے
خوش کیا رب کو شہادت آشنا ممتاز نے

لکھ کے تاریخ عقیدت باوفا ممتاز نے
کر لیا قائم بقا سے رابطہ ممتاز نے

زندہ رہنے کا دکھایا راستہ کردار سے
اہل ایماں کو فنا نا آشنا ممتاز نے

تھا وفورِ ذوق اس درجہ نمازِ عشق میں
کی محبانِ نبی ﷺ کی اقتدا ممتاز نے

قتل کر کے دشمن محبوبِ حق کو، پا لیا
حرفِ تحسین جنابِ کبریا ممتاز نے

غیرت و جرأت کے پیکر جس میں آتے ہیں نظر
قوم کو دکھلایا آئینہ آئنہ ممتاز نے

جب پکارا حفظ ناموس نبیؐ نے قوم کو
پوری قوت سے "بلیٰ" کس نے کہا؟ ممتاز نے

قرض جو تھا ساری امت پر رسولِ پاکؐ کی
کر دیا فرضِ کفایہ وہ ادا ممتاز نے

جب کلاشنکوف مضبوطی سے پکڑی ہاتھ میں
پایا بر میں اک ملائک کا پرا ممتاز نے

جس کو جانا تھا جہنم، اس کو پہنچایا وہاں
ایک پل میں پائی خالق کی رضا ممتاز نے

زندگی درکار ہے تو سب ہوں اس پر متفق
زندگی کا جو دیا ہے فلسفہ ممتاز نے

روشنائی سے لکھا کرتے ہیں ہم محمود نعت
خونِ غیرت سے لکھی انؐ کی ثنا ممتاز نے

منقبت (۳)

ممتاز قادری ہے فردِ فریدِ جرأت
ممتاز قادری نے پایا وفا کا خلعت

ممتاز قادری نے دکھلائی جو حمیت
ممتاز قادری ہے ہر دور کی ضرورت

ممتاز قادری نے پائی عجب فضیلت
ممتاز قادری ہے سچا محبِ حضرت

رحمان و مصطفیٰ نے غیرت بھی اور شجاعت
ممتاز قادری کو فرمائی ہے ودیعت

اس کے مقام کی تو پہلے سے تھی ضمانت
ممتاز قادری کی غوثِ جلیؒ سے نسبت

آتے رہیں گے جتنے تا حشر اہلِ ہمت
ممتاز قادری سے کرتے رہیں گے بیعت

اس نے تو سمجھو پالی فردوس کی بشارت
ممتاز قادری کی جس نے بھی کی زیارت

کرنے کو مصطفیٰ کی ناموس کی حفاظت
ممتاز قادری کو موقع ملا غنیمت

جو دشمنِ نبیؐ تھا، پائی اسی کی سنگت
ممتاز قادری کی امداد گر تھی فطرت

نابود اس کو کرنے کے واسطے بہ عجلت
ممتاز قادری نے پالی تھی نیک ساعت

محمودؔ ایسی کوئی نکلے کبھی جو صورت
ممتاز قادری کی زندہ رہے روایت

اسی موضوع پر راجا رشید محمود کی تحریک پر ایک خاص پس منظر میں مختلف شعراء کرام کی طرف سے پیش کیے گئے چند منظومات۔

تیری جرأت، تیری قسمت، تیری عظمت کو سلام
اے مرے ممتاز! تیرے عزم و ہمت کو سلام

اس طرح شامل ہوا تو زمرۂ عشاق میں
سرخرو تو ہو گیا تاریخ کے اوراق میں
داستاں تیری رہے گی انفس و آفاق میں
آ گیا ہے تو حصارِ رحمتِ خلاق میں
کر رہا ہے ذکر تیرا ہر گھڑی ہر خاص و عام
تیری جرأت، تیری قسمت تیری عظمت کو سلام
اے مرے ممتاز! تیرے عزم و ہمت کو سلام

تو نے ناموس رسالتؐ کے لیے جو کچھ کیا
اس کا بدلہ تجھ کو رب دو جہاں نے یوں دیا
تجھ کو بخشی ہے خدا نے اپنی نصرت کی ردا
تیری ہستی ہو گئی ہے اب تو رشکِ اولیاء
جانثار و سرفروش سیدِ خیر الانام
تیری جرأت، تیری قسمت، تیری عظمت کو سلام
اے مرے ممتاز! تیرے عزم و ہمت کو سلام

تجھ کو حاصل ہے حمایت کاتبِ تقدیر کی
لاج رکھی تو نے گویا نعرۂ تکبیر کی
داستانِ حریت کی تو نے یوں تفسیر کی
تو نے زندہ کی روایت حضرت شبیرؓ کی
حاملِ حبِ پیمبرؐ! ارفع و اعلیٰ مقام
تیری جرأت تیری قسمت تیری عظمت کو سلام
اے مرے ممتاز! تیرے عزم و ہمت کو سلام

آسمانِ سرفروشاں میں تری پرواز ہے
ہے جدا کوشش تری اور منفرد اعزاز ہے
ہر مسلماں تیرا ساتھی اور ہم آواز ہے
قادری تو بزم عالم میں بڑا ممتاز ہے
ہے قمر مداح تیرا، عصرِ حاضر کے امام!
تیری جرأت، تیری قسمت، تیری عظمت کو سلام
اے مرے ممتاز! تیرے عزم و ہمت کو سلام

(ڈاکٹر محمد یٰسین قمر، واربرٹن۔حال مقیم: مدینہ طیبہ)

راجا رشید محمود کی تحریک پر مدینہ منورہ میں پیش کئے گئے مناقب ممتاز

اک فدائے نبیؐ ملک ممتاز — نعمت ایزدی ملک ممتاز
ایک مرد جری ملک ممتاز — قوت حیدری ملک ممتاز
مقتدا اس کا غازی علم الدین — حبذا مقتدی · ملک ممتاز
ایک گستاخ کو فنا کر کے — پا گیا سروری ملک ممتاز
پیکر جرأت و تہور ہے — بالیقیں قادری ملک ممتاز
کر گیا پاک ایک موذی سے — سرزمیں ملک کی ملک ممتاز
حفظِ ناموسِ مصطفیٰؐ کے لیے — تو نے قربانی دی ملک ممتاز
تجھ پہ اللہ اور نبیؐ کی ہے — رحمت دائمی ملک ممتاز
غوثِ اعظم کا تو مرید خاص — تجھ پہ خوش ہر ولی ملک ممتاز
نام اہل ولا میں تیرا رقم — ہے بحرف جلی ملک ممتاز
ہر مسلماں کے دل میں تیرے لیے — ہے عقیدت بڑی ملکؒ ممتاز
تیری عظمت پہ بے شمار سلام — دم بدم قادری ملک ممتاز
پا گیا کر کے کام نوریؔ بڑا — شہرت سرمدی ملک ممتاز

(صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، بصیر پور شریف)

ممتاز قادری کے بارے میں اشعار

توہین رسالت کی جو تاثیر کو دیکھا — ممتاز کا خوں پایا ہے غیرت سے مزین
زباں تو حفظِ ناموسِ نبیؐ میں سب کی کھلتی ہے — مگر ثابت ہوا ممتاز کا جذبہ توانا تھا
افلاک نے دیکھا، وہ آقا کا فدائی ہے — ممتاز نے الفت یوں آقا سے نبھائی ہے
ہے ضروری حفظِ ناموسِ نبیؐ کو امتی — رکھتا ہو ممتاز سے ناتا بصد عجز و نیاز
عزت و ناموسِ حضرتؐ کی حفاظت کے لیے — ہر مسلماں کو ملے ممتاز سی غیرت حضورؐ
ناموسِ مصطفیٰؐ کے تحفظ کے باب میں — ممتاز قادری ہے شہامت کی آبرو
حرف آیا حرمت آقا پہ تو ظاہر ہوئی — قادری ممتاز کے ماتھے پہ غیرت ضوفشاں
مسلمان کا جب نام رکھے شاتم سرور — تو قادری ممتاز کی غیرت ہے سعادت

کوئی بدتخم جو توہین پیمبرؐ کی کرے
کیوں نہ تم قادری ممتاز کو بپھرا دیکھو

ہاتفِ غیبی کا تم آوازہ سن لو، دوستو!
قادری ممتاز کی محشر میں ہو گی حیثیت

ہضم کیوں سرکار کی عظمت سے کمتر بات ہو
قادری ممتاز جیسی سب میں ہو غیرت حضورؐ

قسم ناموسِ سرکارِ دو عالمؐ کی حفاظت کی!
ملک ممتاز نکلا دورِ حاضر کا جری کامل

ملک ممتاز نے سوچا کہ یہ فرضِ کفایہ ہے
حفاظت ان کی حرمت کی کرے انسان کوئی تو

تاثیر شماتت کو کرے واصل دوزخ
ممتاز ملک قادری کا پیار قرینہ

تاثیر شماتت کو مٹا ڈالا ہے پل میں
ممتاز ملک غازی کی غیرت ہے مثالی

یہ جو جرأت قادری ممتاز کی ہے سامنے
ایسی پامردی کو ہے درکار غیرت لازمی

قتل موذی کر دیا ممتاز نے
سامنے اس کے تھا غیرت کا اصول

رب نے تاثیر شماتت دور کرنے کے لیے
کر دیا ممتاز کو تفویض غیرت کا وجود

جس شخص کو دوزخ میں ممتاز نے پہنچایا
تھا شتمِ رسالت کا وہ شخص بڑا مجرم

قطعہ

عنایات حبیب حق کے قابل
جری ممتاز ہے اک مردِ کامل

جہانِ ظلمت آثارِ جفا نے
کیا ہے جس کو پابند سلاسل

حافظانِ حرمتِ سرکار میں آجائے نام
رب سے کرتا تھا یہی ممتاز غازی التجا

بندۂ رب قادری ممتاز، محسن قوم کا
رکھتا تھا فضل خدائے کل سے غیرت کا شعور

قادری ممتاز (آقا کا عقیدت کیش) کیا
راہِ حفظ حرمت سرکار کا راہی نہیں!

کفر کی تاثیر عنقا تھی، دل ممتاز میں
حفظ ناموس نبی کا جذبہ جب گہرا ہوا

ممتاز قادری ہے محبت کا راہرو
اس راہ میں قدم وہ بڑھاتا چلا گیا

جو حفظِ حرمت سرکار والا کا ملا موقع
تو تھا ممتاز کا کردار ہمت آزمائی کا

دیکھا گیا کہ کر گئے موجودہ دور میں
ممتاز قادری پہ حروف بقا نزول

ندا سے آئی ہے ممتاز قادری کے لیے
صدائے تہنیت کی شکل میں بقا کی صدا

غیرت کے آسماں پہ محیط نگاہ میں
ممتاز قادری کی حمیت کے دائرے

ممتاز قادری کا جو نام آئے سامنے
کرنا نبی کی عزت و حرمت کی گفتگو

جان لی ایک موذی کی ممتاز نے
قادری کو بھی رازِ بقا مل گیا

جذبہ عشق تھا ممتاز ملک کا جس نے
شاتم سرورِ سرکارِ جہاں کو مارا

شتم سرکار کی تاثیر پہ ممتاز اچھلا
ساتھ والوں نے اسے آگ بگولا دیکھا

قادری ممتاز زندہ باد جس نے کر دیا
کارنامہ ایک افتائے وفورِ شوق میں

قادری حرمت سرور کا محافظ نکلا
گویا آقا سے اسے نسبت ممتاز بھی ہے

توہین ہضم کر نہ سکا جو حضورؐ کی
ممتاز قادری وہ نبی کا فدائی ہے

حفظ ناموس نبیؐ میں ایک موذی مار کر
ہوگیا ممتاز غازی کا بقا سے رابطہ

جہاں سے مٹا دی ہے تاثیر ظلمت
یہ ممتاز کی دیکھی دنیا نے غیرت

ٹینٹوا دشمن سرور کا دبانے کے لیے
چشم افلاک نے ممتاز کو بپھرا دیکھا

ہر دشمن حضور جہنم رسید ہو
ممتاز قادری ہمیں رستہ بتا گیا

قادری ممتاز کو دیکھا تو میرے دل میں بھی
حفظ ناموس پیمبرؐ کی تڑپ پیدا ہوئی

توہین مصطفیٰؐ اسے ہرگز نہ تھی قبول
ممتاز قادری کی تھی غیرت کچھ اس طرح

تحفظ ناموس سرکار (ﷺ)

حفظ ناموس نبیؐ میں جان دے دیتے رہے
اس طرح کرتے رہے ہیں غازی ساماں مرگ کا

جاں فشانی حرمت آقا میں کرنے والے لوگ
خونِ غیرت سے لکھا کرتے ہیں دیواں مرگ کا

سرکار کی حفاظت ناموس کے لیے
دیکھا فلک نے غازی کئی اٹھ کھڑے ہوئے

جن کو ہے حفظ حرمت سرکار کا خیال
جانوں کو ہیں ہتھیلیوں پہ وہ دھرے ہوئے

کم سے کم یہ ہے کہ اپنے لب تو کھلنے چاہئیں
حفظ ناموس نبی کو کچھ تو غیرت چاہیے

نچھاور موت پر ان کی، حیاتِ جاودانی ہے
جو ناموس نبی پر جان اپنی ہار آئے ہیں

نبی کے نام کی حرمت پہ ہم بھی، اے جہاں والو
شدائد جھیلنے کے واسطے تیار آئے ہیں

جو ناموس پیمبرؐ کی اہمیت سمجھتے ہیں
انہی پر اہل الفت کی عزیمت منکشف ہوگئی

قتل اس کا، جو کرے اقدام توہین رسول
اس سے بڑھ کر اور کیا مومن کی غیرت کا ثبوت

سر پھرے حرمت سرور کی حفاظت کے لیے
دیکھیے اٹھتے ہیں سر اپنا کٹانے پھر کب

حفظ ناموس پیمبرؐ میں جو جاں کو ہارے
ہو چکی ایسے شہیدوں کو کبھی کی معراج

سرفروشانِ رسول پاک نے بدلہ لیا
جب کسی بدبخت نے سرکار کی توہین کی

راضی خدا ہوا تو فرشتوں نے داد دی
غازی نے جب معاند سرور کی جان لی

بچایا ہے دین خدا کو، جو دی ہیں
شہیدانِ ناموس سرور نے جانیں

حفظ ناموس نبی سب سے ضروری ہے مگر
حوصلہ چاہیے اس راہ پہ چلنے کے لیے

جان دینا حفظِ ناموسِ نبیؐ میں شوق سے
امتی ہونے کا میں جانوں یہ پیمانہ ہوا

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری

قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت

حسن ترتیب

قرآن حکیم اور گستاخِ رسول

مفتی محمد خان قادری

قرآن حکیم اور گستاخِ رسول ﷺ کی سزا:

کچھ لوگ شرعی اصولوں سے عدم آگاہی کی وجہ سے یہ غلط پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ گستاخِ رسول کی سزا قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ہم اس مقالہ میں اس چیز کو آشکار کریں گے کہ قرآن مجید میں اس سزا کا تذکرہ واضح اور صریح الفاظ میں موجود ہے قبل اس کے کہ ہم وہ آیاتِ قرآنی سامنے لائیں پہلے چند اصولوں کا تذکرہ ضروری ہے اگر انہیں پیش نظر نہ رکھا جائے تو اسلامی تعلیمات کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

پہلا اصول

اس زمین پر اصلاح اور احترام مخلوق و انسانیت کا قیام اللہ تعالیٰ نے انزالِ کتب اور ارسالِ رسل کے ذریعے کیا ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد برپا نہ کرو۔ یہ فرمانِ الٰہی ان الفاظ میں ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ کرو۔

(پ ۸، الاعراف ۵۶)

اس پر اُمت کا اتفاق ہے کہ زمین کی اصلاح نبوت اور کتب سماوی کی برکت سے ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اصلاح زمین سے مراد نبیوں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا مراد لیا ہے۔ امام فخرالدین رازی نے اپنی عظیم تفسیر میں لکھا، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لما اصلحت مصالح الارض بسبب ارسال الانبیاء وانزال الکتب و تفصیل الشرائع فکونوا منقادین لها ولا تقدموا علی تکذیب الرسل وانکار الکتب والتمرد عن قبول الشرائع فان ذلك یقتضی وقوع الهرج والمرج فی الارض فیحصل الافساد بعد الاصلاح وذلك مستکره فی بداهة العقل	جب زمین کی مصلحتیں ارسالِ انبیاء، انزالِ کتب اور تفصیل شرائع کی وجہ سے زمین میں وقوع پذیر ہوئیں تو ان کی اتباع کرو اور تکذیب انبیاء اور انکار کتب نہ کرو اور شرائع کی قبولیت میں سرکشی نہ کرو کیونکہ یہ زمین میں فتنہ اور قتل کا سبب بنے گا اور اصلاح کے بعد فساد پھیلے گا جو بداھۃ عقل کے خلاف ہے۔

(تفسیر کبیر، ج۵، صفحہ ۲۸۳)

گویا جہاں بھی زمین پر کوئی احترام اور اصلاح موجود ہے اس کے پیچھے نبوت ہی کا فیضان ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ومن انعم علیه من خلقه فلم تمس بنا نعمة ظهرت ولا بطنت. نلنا بها حظًا فی دین ودنیا او دفع بها عنا مکروه فیهما وفی واحد منهما. الا ومحمد صلی الله علیه سببها. القائد الی خیرها. الهادی الی رشدها (الرسالۃ، صفحہ ۱۷)	اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو انعام کیا اور ہمیں جو نعمت ملی خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی، ہم نے نفع پایا خواہ دینی ہو یا دنیاوی۔ ہم سے ناپسندیدہ چیزوں کا ازالہ ہوا خواہ وہ دین و دنیا میں ہیں یا ان میں سے ایک ہیں۔ اس کا سبب سیدنا محمد ﷺ ہیں جو خیر کے قائد اور رشد کی طرف ہادی ہیں۔

اسی بات کا بیان شیخ ابن تیمیہ نے اپنے ان الفاظ میں کیا ہے۔

فالطعن فیهم طعن فی توحید الله	انبیاء پر طعن اللہ کی توحید، اس کے اسماء،

واسمائه وصفاته وكلامه ودينه وشرائعه وانبيائه وثوابه وعقابله وعامة الاسباب التى بينه وبين خلقه بل يقال انه ليس فى الارض مملكة قائمة الابنبوة اواثر نبوة وان كل خير فى الارض فمن آثار النبوات ولا يستريبن العاقل فى هذا الباب الذين درست النبوة فيهم مثل البراهمة والصابئة والمجوس ونحوهم فلا سفتهم وعامتهم قداعرضوا عن الله و توحيده واقبلوا على عبادة الكواكب والنيران والاصنام وغير ذالك من الاوثان والطواغيت فلم يبق بايديهم لاتوحيد ولا غيره

(الصارم المسلول، ۲۵۷)

صفات، اس کے کلام، دین، شرائع اور اس کے انبیاء، اس کے ثواب و عقاب اور ان تمام وسائل پر طعن ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ہیں بلکہ یوں کہا جائے گا زمین میں کوئی قائم مملکت ایسی نہیں ہے جس میں نبوت یا نبوت کا اثر نہ ہو اور زمین میں جو بھی خیر نصیب ہوتی ہے وہ نبوت کے آثار میں سے ہے اور عقل مند آدمی اس بارے میں کوئی شک نہیں کر سکتا کہ جن میں نبوت مٹ گئی مثلاً براہمۃ ، صابئہ اور مجوسی وغیرہ اور ان کے فلاسفہ یہ تمام لوگ اللہ اور اس کی توحید سے پھر گئے اور ستاروں، آگ اور بتوں کی پوجا کرنے لگے اور اصنام اور طاغوت کو ماننے لگے اور ان کے ہاتھوں میں توحید نہ رہی۔

اور توحید کو ماننے والی اُمت صرف وہی رہی جو رسولوں کی اتباع کرنے والی ہے۔اسی بات کو واضح کرتے ہوئے تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں:

فعلم ان سب الرسل والطعن فيهم ينبوع جميع انواع الكفر وجماع جميع الضلالات وكل كفر ففرع منه كما ان تصديق الرسل

کہ رسل پر سب وشتم اور طعن تمام اقسام کفر کا سرچشمہ ہے اور تمام گمراہیوں کو جمع کرنے والا ہے اور ہر کفر اس کی شاخ اور فرع ہے جیسے رسولوں کی تصدیق،

اصل جمیع شعب الایمان وجماع — ایمان کے تمام شعبہ جات کی اصل ہے
مجموع السبباب الھدی — اور اسباب ہدایت کے مجموعہ کو جامع ہے۔

(الصارم المسلول، ۲۵۷)

علامہ اقبال نے بھی اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ جہاں بھی خیر و احترام اور اصلاحِ مخلوق ہے یہ تمام نبوت کے نور کا فیض ہے کسی کو اس کا علم ہو چکا ہے اور ابھی باقی انسانیت اس کی تلاش میں ہے:

ھر کجا بینی جھانِ رنگ و بو — آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنورِ مصطفیٰ اور ابھاست — یا ھنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

ایک اور مقام پر اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں:

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است — آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

کہ ہم سب کی آبرو صرف ان کی وجہ سے ہے۔ بلاشبہ احترام بھی ایک خیر ہے جو تمام انسانیت کو انبیاء علیہم السلام کے توسط سے نصیب ہوئی ہے اور اس خیر کا اٹھ جانا زمین پر فتنہ وفساد کا موجب ہے لہٰذا جب اس کائنات میں ہر کسی کا احترام، احترام نبوت و رسالت سے وابستہ ہے اور کسی بھی انسان کی توہین اور اسے سب وشتم کرنا زمین میں فتنہ اور فساد کا سبب ہے تو اس نبوت و رسالت پر طعن و تشنیع یقیناً زمن میں سب سے بڑا فساد ہوگا جس کے توسط سے ایک عام انسان کو بھی احترام نصیب ہوا اور اس کا عدم احترام زمین پر فتنہ وفساد کا موجب قرار پایا بلکہ اس سے بڑھ کر فساد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جب یہ سب سے بڑھ کر فتنہ ہے تو ارشاد ربانی ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ — اور فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔

(پ ۱، البقرہ ۱۹۱)

دوسرا اصول

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ واضح کیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

جس نے کسی جان کو قتل کیا بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا گویا اس نے سب کو جلا لیا۔

(پ ٦، المائدہ ٣٢)

اس آیت مبارکہ میں قتل کے ان دو اسباب کے علاوہ ہر قسم کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا۔

١۔ قصاص میں قتل

٢۔ زمین میں فساد کی وجہ سے قتل

تو جو بندہ نبوت اور رسالت پر سب وشتم کرتا ہے وہ اس زمین پر سب سے بڑا فساد پھیلانے والا ہے لہٰذا توہین رسالت کرنے والا فساد فی الارض کے زمرہ میں سب سے پہلے داخل اور شامل ہوگا اور اس انبیاء پر وہ مباح الدم ہو جائے گا۔

تیسرا اُصول

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان تین صورتوں میں انسان قتل کا مستحق بن جاتا ہے۔

پہلی صورت:

زانی بعد از احصان۔

دوسری صورت:

کفر بعد از ایمان۔

تیسری صورت:

قتل نفس۔

نبوت اور رسالت کی توہین کرنے والا کفر بعد از ایمان کے زمرے میں بھی آتا ہے کیونکہ کسی نبی پر سب وشتم کرنے سے بڑھ کر کفر اور انکار کیا ہو سکتا ہے۔

چوتھا اُصول:

قرآن مجید میں جن چیزوں کو فرض یا حرام قرار دیا گیا ہے ان کے احکام کو واضح کرنے کے لیے لازماً وہاں فرض اور حرام کے الفاظ نہیں لائے گئے بلکہ انہیں مختلف الفاظ کے ذریعے اُجاگر کر دیا گیا ہے۔ مثلاً روزے کی فرضیت کے بارے میں فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ — تم پر روزے فرض کیے گئے۔

(پ ۲، البقرہ ۱۸۳)

قصاص کی فرضیت کے بارے میں فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى — تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔

(پ ۲، البقرہ ۱۷۸)

تو اگرچہ یہاں فرض کے الفاظ نہیں ہیں مگر لفظ 'کتب' سے مراد اس کا فرض ہونا ہی ہے۔ اسی طرح شراب کو قرآن مجید میں حرام قرار دیتے ہوئے اگرچہ حرام کا لفظ نہیں لایا گیا مگر فرمایا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ — کہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام۔

(پ ۷، المائدہ ۹۰)

یہاں لفظ 'رجس' لایا گیا جو شراب کے حرام ہونے پر ہی نہیں بلکہ اس کے ناپاک اور پلید ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس لفظ 'رجس' کے لفظ حرام سے بڑھ کر ہونے پر یہ ارشاد خداوندی بھی گواہ ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ — بچو اس پلیدی سے جو بتوں کی عبادت ہے۔

(پ ۱۷، الحج ۳۰)

تو بت پرستی کے لئے اس لفظ کا استعمال نشاندہی کر رہا ہے کہ یہ لفظ حرام سے بھی بڑھ کر ہے اب کوئی آدمی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مجید میں شراب کو کسی جگہ پر حرام قرار نہیں دیا تو یہ صرف اس کی جہالت ہی نہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے بارے میں جھوٹ اور افترا کا مرتکب بھی ہوگا کیونکہ قرآن مجید نے تو شراب کی حرمت کے لیے لفظ 'رجس' استعمال کر کے اس کے حرام اور ناپاک ہونے کو آشکار کر دیا گویا قرآن حکیم میں 'رجس' کی صورت میں شراب کے لیے حرام سے بھی بڑھ کر لفظ لایا گیا ہے۔

پانچواں اُصول:

مسائل شرعیہ کے استنباط کے لیے چار اصول ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ کسی آدمی کا یہ مطالبہ کرنا کہ قرآن مجید سے ہی مجھے حکم بتایا جائے تو یہ اس کی جہالت ہے کیونکہ اسلام کے احکام کو صرف قرآن تک محدود کرنا اسلام کی تعلیمات سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ اسلام کی اہم تعلیمات میں سے نماز کو ہی لے لیجیے۔ اس کے اوقات، رکعتیں اور تفصیلات قرآن مجید میں صریح الفاظ میں نہیں ملتے اجمالاً اس کا تذکرہ ہے اور ان کی تفصیلات اور بیان رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا گیا ہے اور تمام اُمت حضور ﷺ کی سنت سے ہی انہیں پاتی ہے اگر سنت سے یہ راہنمائی اور روشنی نہ لی جائے تو ہم فی الفور گمراہی کے گڑھے میں گر جائیں گے۔

چھٹا اُصول:

اگرچہ مسائل کے استنباط کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید پھر سنت اس کے بعد اجماع و قیاس کا درجہ آتا ہے لیکن یہ بنیادی حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ مطالعہ قرآن بھی سنت کی روشنی میں کیا جانا ضروری ہے کیونکہ اُمت کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ قرآن کریم کے ان ہی مفاہیم کے دائرہ میں رہے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیے ہیں۔ سورۃ القیامہ میں یہ چیز آشکار کر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف قرآن کے الفاظ کو ہی نازل نہیں کیا گیا بلکہ اس کے معانی اور بیان کو بھی آپ کے سینۂ اقدس پر نازل کیا گیا:

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ
(پ ۲۹، القیامۃ ۱۷ تا ۱۹)

بے شک اس کو محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں، اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو، پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

جس طرح ہم الفاظ قرآن کے پابند ہیں اپنی رائے سے کسی عرب عبارت کو قرآن قرار نہیں دے سکتے اسی طرح ہم اپنی رائے سے قرآن کے معانی کو بھی بیان نہیں کر سکتے کیونکہ منشاء ایزدی سے سب سے زیادہ آگاہ ذات وہی ہے جس کے سینہ پر قرآن نازل کیا گیا اس لیے بیان کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کی بنائی۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ

یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اُتارا تاکہ لوگوں کے لیے جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کر بیان کر دیں۔

ساتواں اُصول:

آیاتِ قرآن کے بارے میں یہ متفقہ اصول ہے کہ ان کا حکم صرف شانِ نزول کے ساتھ یا وقتی حالات کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا بلکہ اس کا حکم عام اور تاقیامت باقی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصولِ تفسیر میں یہ متفقہ ضابطہ بیان ہوا ہے کہ اعتبار خاص سبب کا نہیں کیا جائے گا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ قرآنی احکام صرف چند افراد کے لیے ہوں نہ کہ پوری انسانیت کے لیے۔ حالانکہ قرآن تمام انسانیت کے لیے تاقیامت ہدایت ہے اس کی دعوت، دعوتِ عامہ ہے اور چند افراد تک یا نزول کے وقت کے معاشرے کے ساتھ مخصوص کرنا سراسر قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔

آٹھواں اُصول: بے عمل اور گستاخ میں فرق

کچھ لوگ قرآن و سنت کی تعلیمات سے عدم آگاہی کی وجہ سے بے عمل لوگوں کو

بھی گستاخ قرار دے دیتے ہیں تاکہ گستاخ کو سزا نہ ہو حالانکہ یہ ہو حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے کیونکہ اسلام نے بے عمل اور گستاخ کے درمیان فرق کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مومن کو سرکش نہیں ہونا چاہیے البتہ اس کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں متعدد دفعہ شراب پینے والے کو لایا گیا تو ایک صحابی نے اس پر اللہ کی لعنت کے الفاظ کہے تو آپ ﷺ نے اس سے منع کیا اور اللہ کی قسم اُٹھا کر فرمایا: ''کہ اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔'' (البخاری)

حالانکہ گستاخ رسول پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی اطلاع دے دی ہے کہ وہ مباح الدم اور مستحق قتل ہو جاتا ہے جبکہ گناہ کبیرہ گناہ کے باوجود لعنت اور قتل کا مستحق نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام میں یہ اصطلاحات موجود ہیں: کافر، منافق، مرتد، زندیق اور فاسق۔ تو بے عمل گناہ گار، فاسق و فاجر تو ہو سکتا ہے مگر کافر و زندیق نہیں ہوگا۔ جبکہ گستاخ مرتد اور زندیق قرار پاتا ہے۔

آدابِ بارگاہ نبوی ﷺ

۱۔ چونکہ اسلام اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ نبوت و رسالت پر طعن و تشنیع زمین میں سب سے بڑا فتنہ و فساد ہے اس لیے اس نے ہر وہ راستہ اور سوراخ بند کرنے کی کوشش کی جس کے ذریعے یہ فساد اور فتنہ برپا ہو سکتا ہے۔ مثلاً آدابِ بارگاہ نبوی ﷺ میں سے یہ بیان کیا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں

الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (پ۲۶، الحجرات، ۲، ۳)

پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے اور ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ان آیات مبارکہ میں واضح کیا کہ جو حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں غیر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے آواز کو بلند کرے گا اس کے اعمال ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ حبط اعمال کفر کی وجہ سے ہی ہوتا ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (پ۶، المائدۃ، ۵)

اور جو مسلمان اس سے کفر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا۔

جب بارگاہ نبوی ﷺ میں بلند آواز سے کفر کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو اس کے کفر میں کیا شک ہے جو آپ ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرے۔

۲۔ اسی طرح آپ ﷺ کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولنے سے منع کیا گیا جو آپ ﷺ کی توہین اور بے ادبی کا ذریعہ بن سکے جیسے اس آیت کریمہ میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ۱، البقرہ، ۱۰۴)

اے اہل ایمان! آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت راعنا نہ کہو جبکہ اُنظرنا کہو اور آپ ﷺ کی گفتگو کو اچھی طرح متوجہ ہو کر سنا کرو اور کفر کرنے والوں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت مبارکہ "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" کے تحت "الفاظ سے متعلق ایک انسانی حقیقت" کے تحت لکھتے ہیں:

"الفاظ کے متعلق یہ نفسانی حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگر ان کے اندر کوئی روح فساد موجود ہو یا سوءِ استعمال سے پیدا کر دی گئی ہو تو پھر سلامتی ان سے دور رہنے ہی میں ہے ورنہ ان کا زہر غیر شعوری طور پر ان کے بولنے والوں اور سننے والوں کے اندر بھی

سرایت کر کے رہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس چھوت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ "راعنا" کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔" (تدبر قرآن، ۱، ۲۵۱)

یہاں ہم علامہ محمد علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت کریمہ کے تحت گفتگو سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جو نہایت قابل توجہ ہے۔

وفی ذلك دلیل علی انه ینبغی تجنب الالفاظ المحتملة للسب والنقص وان لم یقصد المتکلم بها ذلك المعنی لمعنی المفید للشتم سدأ للذریعة دفعا للوسیلة وقطعًا لمادة المفسدة والتطرق الیه

یہ آیت مبارکہ اس پر دلیل ہے کہ ان تمام کلمات سے اجتناب ضروری ہے جن میں سب وشتم کا احتمال وشائبہ ہو اگرچہ متکلم کا مقصد مذکورہ معنی نہ ہو تاکہ توہین کا دروازہ بند رہے اور اس سبب و وجہ کو ختم کر دیا جائے تاکہ فتنہ وفساد نہ پھیل سکے۔

(فتح القدیر، ۱۔ ۱۲۴)

مذکورہ عبارات سے تین باتیں نہایت ہی واضح و آشکار ہیں۔

۱۔ اس آیت کریمہ نے یہ اصول دے دیا ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں ہر وہ کلمہ ولفظ بولنا حرام اور بے ادبی ہے جس میں آپ ﷺ کی بے ادبی کا محض احتمال ہو۔

۲۔ ایسے کلمات کہنے والے کی نیت اگرچہ بے ادبی وتوہین کی نہ بھی ہو پھر بھی ان سے احتراز ضروری ہے کیونکہ یہ فتنہ اور فساد کا سبب بنیں گے۔

۳۔ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں علماء امت نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ ہر وہ معاملہ جس سے ذہن کسی بھی نبی علیہ السلام کے بارے میں حقارت کی طرف جائے تو اسے ہرگز عوام کے سامنے بیان نہ کیا جائے کیونکہ بعض اوقات ایک چیز کسی دور میں قابل احترام و عزت ہوتی ہے مگر دوسرے دور میں وہ قابل عزت نہیں رہ جاتی مثلاً رسالت مآب ﷺ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مابعث الله نبيا الا رعى الغنم فقال اصحابه وانت فقال نعم كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة

اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں، صحابہ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بھی؟ فرمایا! ہاں میں نے بھی مقام قراریط پر بکریاں چرائی ہیں۔

مگر تمام اہل علم اس پر متفق ہیں اگر کسی دور میں بکریاں چرانا عیب وحقیر سمجھا جانے لگے جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو پھر عوام کے سامنے مجالس میں کسی نبی کے بارے میں یہ بیان نہ کیا جائے کہ انہوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ اُمت کے مسلمہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

رعى الغنم لم يكن صفة نقص فى الزمن الاول لكن حدث العرف بخلافه ولا يستنكر ذلك فرب حرفة هى نقص زمان دون زمان و فى بلد دون بلد

(تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیا ۲۰۔۲۱)

دور اول میں بکریاں چرانا نقص وعیب نہ تھا لیکن اب عرف میں اسے اچھا اور بہتر تصور نہیں کیا جاتا۔ بہت سے کام ایک دور اور ایک شہر میں معزز ہوتے ہیں مگر دوسرے دور اور شہر میں اچھے تصور نہیں کئے جاتے۔

۳۔ آپ ﷺ کو ایک دوسرے کی طرح بلانے سے بھی منع کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(پ ۱۸، النور، ۶۳)

رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کے تحت تمام مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا جائے جس میں بے ادبی یا توہین کا شائبہ ہو۔

یعنی آپ ﷺ اعلیٰ اوصاف اور آداب سے بلانے کی تلقین کی گئی۔ یہی وجہ ہے

کہ اگر کوئی صحابہ کے سامنے کو حضور ان کا ساتھی کہتا تو صحابہ سخت ناراض ہوتے اور تنبیہ فرماتے کہ یہ ہمارے رسول ﷺ اور نبی ﷺ ہیں خبردار تم نے ایسے کلمات کہے ورنہ ہم آپ کی گردن اڑا دیں گے جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ سے کہا۔

(الشفاء، ج ۲، ص ۹۳۵)

۴۔ خود باری تعالیٰ نے اگرچہ باقی انبیاء علیہم السلام کو ان کا نام لے کر پکارا لیکن حضور ﷺ کے لیے اوصاف کاملہ پر مشتمل الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے کہیں، کہیں "یا ایھا النبی، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر" جیسے الفاظ سے نوازا تاکہ اُمتِ مسلمہ ان کی تعظیم بجا لائے۔

۵۔ اگر اُمت سورہ بلد کی آیات کو ہی سامنے رکھ لے تو معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ	میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اے حبیب! آپ اس میں رہتے ہیں۔

(پ ۳۰، البلد ۱، ۲)

جب اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا خالق و مالک ہو کر آپ ﷺ کی خاک پا کی قسم کھا رہا ہے تو اُمتی کو آپ ﷺ کے ادب و احترام کا کتنا خیال رکھنا چاہیے۔ یہی بات حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی کہ بظاہر یہ معاملہ نہایت ہی سخت اور عجیب ہے کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ کی خاکِ پا کی قسم اُٹھائے لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو معاملہ بڑا واضح ہے۔

وتحقیق ایں سخن آنست که سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلاله بیزلے که غیر ذات و صفات بود براے اظهار شرف و فضیلت و تمیز آن چیز نزد	اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی بات کی قسم کھانا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ شے اللہ تعالیٰ سے بڑی اور عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس شے کی فضیلت اور عظمت

مردم و نسب بایشان تابد انتں کہ آن امر عظیم و شرف است آنکہ اعظم باری تعالی | کو واضح کیا جائے تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ اس شے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔

(مدارج النبوۃ، ۱۔ ۶۵۱)

۶۔ تعظیم کا حکم:

پھر باری تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تعظیم کا باقاعدہ حکم دیا اور فرمایا "جو میری رحمت خاص اور کامیابی کا مستحق بننا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ میرے رسول کی خوب تعظیم بجالائیں۔" سورۃ الاعراف میں فرمایا:

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

(پ۹، الاعراف: ۱۵۷)

وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

دوسرے مقام پر تمام رسولوں کی تعظیم اور ان پر ایمان کو یوں واضح کیا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اگر تم نے نماز و زکوٰۃ ادا کی۔

وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ

(پ۶، المائدہ: ۱۲)

اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تعزیر کا معنی یہ منقول ہے کہ رسول کی خوب تعظیم کی جائے۔

اب اگر کوئی آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں جو چاہتا ہے کہتا ہے اور نشاندہی کرنے پر بھی باز نہیں آتا، ڈٹ جاتا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کا دفاع کرتا ہے تو خود سوچئے کہ اس کا کیا حال ہوگا؟ ان ارشاداتِ ربانی کے بعد ہر امتی کا فرض ہے کہ ہرگز ہرگز نہ تو خود ایسی بری راہ پر چلے اور نہ ہی ایسی راہ اختیار کرنے والوں کا ساتھ دے اور نہ ان کا

دفاع کرے۔ قرآن مجید نے کئی مقامات پر اس بات کو واضح فرما دیا ہے ہم ایسی بری راہ
اختیار کرنے والوں یا ان کا ساتھ دینے اور ان کا دفاع کرنے والوں کو بھی انہی میں شمار کر
کے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ ایک مقام پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اے ایمان والو! ان والدین اور بھائیوں سے محبت نہ کرو جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔ تم میں سے جو ایسوں کے ساتھ دوستی لگائے گا وہ ظالم ہوگا۔

(پ ۱۰، التوبہ، ۲۳)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ

ظالم کی طرف میلان نہ رکھو، ورنہ تمہیں آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

(پ ۱۲، ھود، ۱۱۳)

یہ تمام آیاتِ قرآنی مقام نبوت آشکار کرتے ہوئے یہ تعلیم دے رہی ہیں کہ
کوئی ایسی بات اور عمل نہ کیا جائے جو نبوت اور رسالت کی ادنیٰ توہین بنے کیونکہ اس کے
خلاف ورزی کرنے والے لوگ کفر کے مرتکب ہو جائیں گے اور ان کے اعمال اکارت
جائیں گے اور ایسے لوگ کافر قرار پائیں گے اور وہ فرمانِ نبوی ﷺ کفر بعد از ایمان
کے تحت سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔

گستاخی رسول سراسر کفر ہے:

قرآن مجید نے یہ چیز بھی واضح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسے
الفاظ کہنا کہ جو آپ ﷺ کے شایانِ شان نہ ہوں وہ کفر ہے مثلاً کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کو
کانوں کا کچا قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو کفر قرار دے دیا اور اسے رسول اللہ
ﷺ کو اذیت دینا قرار دے دیا۔ سورۂ توبہ میں فرمایا:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ۔

(پ ۱۰، التوبہ: ۶۱ تا ۶۳)

اور ان میں کوئی وہ ہیں جو نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمان کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں۔ ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور اللہ و رسول ﷺ کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ منافقین یہ کہتے تھے کہ ہم جو چاہیں کہیں اور پھر حلف دے دیں تو یہ نبی ہمارا تصدیق کر دیتے ہیں۔

امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبتل بن حارث منافقین سے حضور ﷺ کی چغل خوری کرتا اسے ایسا کرنے سے منع کیا تو اس نے کہا کہ محمد ﷺ کانوں کے کچے ہیں جو بات بھی سنتے ہیں اس کی تصدیق کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل کیں۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۲۔ صفحہ ۵۲۱)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ اکرم ﷺ کو ایسے لوگوں کے بارے میں بتایا تو

منافقین نے کہا کہ ہم تو بطور مذاق یہ بات کر رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ مبارکہ نازل کیں:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔

(پ ۱۰، التوبہ، ۶۵، ۶۶)

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں واضح کیا کہ تمہاری باتیں سراسر کفر ہیں اور تمہیں مذاق کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی ملے؟ یاد رہے کہ ان منافقین نے یہ بات بھی کہی تھی کہ یہ شخص کہتا ہے کہ روم کے قلعے فتح ہو جائیں گے تو اس بات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق اور کفر قرار دیا ہے۔

تو یہ آیاتِ مبارکہ آشکار کر رہی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ایسے کلمات کہنا جو آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہوں وہ صراحتاً کفر قرار پاتے ہیں اور ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے اور وہ "مفسد فی الارض" اور کافر بعد از ایمان کے زمرے میں داخل ہوتا ہے۔

آیاتِ قرآنی اور گستاخِ رسول کی سزا:

جب یہ حقائق سامنے آگئے کہ نبوت و رسالت کی توہین سراسر کفر ہے اور اس سے بڑھ کر زمین میں کوئی فتنہ اور فساد نہیں ہو سکتا اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی سزا واضح طور پر قتل مقرر کی اور اسے لفظ قتل کے ساتھ ساتھ اس سے بڑھ کر لفظ لعنت سے تعبیر کیا ہے۔

سورۂ احزاب میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِھِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْھَآ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مَّلْعُوْنِیْنَ ج اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاجزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں۔

(پ ۲۲، احزاب، ۵۷ تا ۶۱)

ان آیات مبارکہ کو بار بار پڑھیئے اور غور کیجئے، اس میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے دُنیا اور آخرت میں لعنت کر دی ہے اور ان کی سزا واضح طور پر قتل ہے۔

لفظِ لعنت کی تشریح:

جیسے پہلے ہم نے بیان کیا تھا کہ لفظ 'رجس' حرام سے بھی بڑھ کر ہے اسی طرح لفظ

لعنت قتل سے بڑھ کر ہے۔ لعنت کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جائے وہ چیز رحمت کا محل نہیں رہ جاتی، اس سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اُٹھ جاتی ہے اور اس کی مخلوق پر بھی اس کے ساتھ تعاون، رشتہ اور تعلق نہیں رہ جاتا کیونکہ سب سے زیادہ رحمت والی ذات رحمن کی ہے جو اپنے پرائے سب پر رحمت کرتی ہے جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا کی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(پ ۲، البقرہ ۱۲۶)

اے میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

(پ ۲، البقرہ، ۱۲۶)

اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا۔

تو اللہ تعالیٰ صرف اپنے ماننے والوں پر رحمت نہیں کرتا بلکہ اپنے نہ ماننے والوں پر بھی رحمت فرماتا ہے لیکن جس سے وہ اپنی رحمت اُٹھا لے وہ لعنت کا مستحق بن جاتا ہے اسی لیے کسی مسلمان پر لعنت کی اجازت نہیں کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محل رہتا ہے۔

جب نبی اور رسول کی توہین کے مرتکب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ جو شخص رحمان کی رحمت سے فارغ ہو گیا اب وہ مباح الدم ہو جائے گا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ختم ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گئی اور اس کا خون معصوم نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں فرمایا:

سورۂ احزاب میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا۔ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا۔ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔ لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ۚ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاجزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں۔

(پ۲۲، احزاب، ۵۷ تا ۶۱)

ان آیات مبارکہ کو بار بار پڑھیئے اور غور کیجئے، اس میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے دُنیا اور آخرت میں لعنت کر دی ہے اور ان کی سزا واضح طور پر قتل ہے۔

لفظِ لعنت کی تشریح:

جیسے پہلے ہم نے بیان کیا تھا کہ لفظ رجس، حرام سے بھی بڑھ کر ہے اسی طرح لفظ

لعنت قتل سے بڑھ کر ہے۔ لعنت کا معنیٰ اور مفہوم یہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جائے وہ چیز رحمت کا محل نہیں رہ جاتی، اس سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اُٹھ جاتی ہے اور اس کی مخلوق پر بھی اس کے ساتھ تعاون، رشتہ اور تعلق نہیں رہ جاتا کیونکہ سب سے زیادہ رحمت والی ذات رحمٰن کی ہے جو اپنے پرائے سب پر رحمت کرتی ہے جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا کی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(پ ۲، البقرہ ۱۲۶)

اے میرے رب اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

(پ ۲، البقرہ، ۱۲۶)

اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کر دوں گا۔

تو اللہ تعالیٰ صرف اپنے ماننے والوں پر رحمت نہیں کرتا بلکہ اپنے نہ ماننے والوں پر بھی رحمت فرماتا ہے لیکن جس سے وہ اپنی رحمت اُٹھا لے وہ لعنت کا مستحق بن جاتا ہے اسی لیے کسی مسلمان پر لعنت کی اجازت نہیں کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محل رہتا ہے۔

جب نبی اور رسول کی توہین کے مرتکب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ جو شخص رحمان کی رحمت سے فارغ ہو گیا اب وہ مباح الدم ہو جائے گا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ختم ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گئی اور اس کا خون معصوم نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن مجید میں فرمایا:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (پ ۵، النساء، ۵۲)	یہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

یہ آیت مبارکہ کعب بن اشرف اور ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جو نبی کی توہین کے مرتکب ہوئے۔

تو زیرِ تفسیر آیت کے الفاظ "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ"

واضح کر رہے ہیں کہ رسول کو اذیت دینے والے صرف قتل کے ہی مستحق نہ رہے بلکہ وہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کلی رحمت کا محل نہیں رہے ان کو دنیا میں بھی قتل کی صورت میں سزا ہے اور اُخروی عذاب بھی ہے جس پر یہ الفاظ شاہد ہیں "واعدلھم عذابا مھینا" اور سورۃ نساء کی آیت مبارکہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا میں واضح کر دیا ایسے شخص کا معاون بننا بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بنتا ہے۔

چار بنیادی حقیقتیں:

ان آیاتِ قرآنی میں چار بنیادی حقیقتوں کا بیان ہے۔

پہلی حقیقت:

پہلی یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی کی اذیت سے پاک ہے لیکن اس نے اپنے رسول ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دینے کے لئے اپنا تذکرہ کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ رسول ﷺ کو اذیت دینا کس قدر بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی اذیت قرار دے رہا ہے جیسے رسول کو دھوکہ دینے کو اپنی ذات کو دھوکہ دینا قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پ ۱، البقرہ ۹)	فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات دھوکہ کھانے سے پاک ہے تو جب رسول کی اذیت،

اللہ کی اذیت قرار پائی تو اس کے کفر ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا۔

دوسری حقیقت:

دوسری بنیادی حقیقت ان آیات میں یہ آشکار کی گئی ہے کہ اہل ایمان کو اذیت دینے اور رسول کو اذیت دینے میں فرق کیا، اہل ایمان کی اذیت کو تعظیم گناہ اور بڑا بہتان قرار دیا اس پر لعنت کی خبر نہیں دی بلکہ اذیت رسول پر دنیا اور آخرت میں اپنی لعنت اور رحمت سے محرومی کی اطلاع دی تا کہ بندہ ان دونوں اذیتوں کے نتائج میں فرق کر سکے اور اسے معلوم ہو جائے کہ صرف رسول کو ایذا دینا، اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے اور آدمی دنیا اور آخرت میں رحمان جیسی ذات کی رحمت کا محل نہیں رہتا اور وہ مباح الدم اور مستحق قتل قرار پاتا ہے۔

تیسری حقیقت:

تیسری بنیادی حقیقت یہ واضح کر رہی ہے کہ وہ بندہ صرف قتل کا ہی مستحق نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محل بھی نہیں رہا اور جو بندہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محل ہی نہ رہے اس کے لئے تو دائمی خسارہ ہے کیونکہ قاتل بھی اگر مسلمان ہے اور اس سے کفر یا گستاخی سرزد نہیں ہوئی تو وہ یوں محل رحمت ہے کہ وہ سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا اور اس کو گناہ پر معافی مل جانے کا امکان بھی موجود ہے لیکن گستاخ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ میری رحمت کا محل ہی نہیں رہا اور وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہو کر رہے گا۔

چوتھی حقیقت:

چوتھی بنیادی حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ قرآن مجید میں دیگر افراد کے لئے "عَذَابٌ عَظِيمٌ" اور "عَذَابٌ اَلِيمٌ" کے الفاظ آئے ہیں لیکن کافر اور مباح الدم کے لئے "عَذَابٌ مُّهِينٌ" کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے مختص فرمائے قرآن مجید کا مطالعہ کرنے

والا شخص اس نتیجہ پر واضح طور پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں بھی "عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" اور لعنت کے الفاظ کا ذکر آیا ہے وہاں انہی لوگوں کا ذکر موجود ہے جو کفر کرنے والے یا ایسا عمل کرنے والے ہیں جس کی وجہ سے وہ مباح الدم قرار پائے، مثلاً دانستہ مومن کے قتل کرنے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

(پ ۵، النساء: ۹۳)

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

یہاں اگرچہ وہ کافر نہیں ہے لیکن وہ مباح الدم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا متعین کردہ مفہوم:

یہاں اللہ تعالیٰ نے خود لعنت کے معنی کا تعین کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ ان ملعونین کو قتل کیا جائے اس لیے فرمایا: "ملعونين اينما ثقفوا واُخذوا وقتلوا تقتيلا"

یہاں یہ بھی بات نہایت ہی قابل توجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کا مفہوم قتل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لعن المؤمن كقتله

(البخاری ۷، ۶۰۴، مسلم ۱۱۰۶)

کسی مومن پر لعنت اس کے قتل کے مترادف ہے۔

سب سے زیادہ ذلیل:

مذکورہ آیات میں گستاخ رسول کو لعنتی، ملعون اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سب سے بڑھ کر محروم قرار دیا گیا ہے اس وجہ سے ایسا شخص کسی احترام اور عزت کے لائق نہیں

رہ جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم ہی میں یہ آشکار کر دیا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (پ ۲۸، المنافقون، ۸)

عزت اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے۔

لہٰذا مذکورہ شخص کفر اور گستاخی کی وجہ سے رحمت اور عزت کا محل نہیں رہا بلکہ یہ سب سے زیادہ ذلیل قرار پائے گا اسی لیے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (پ ۲۸، المجادلہ، ۲۰)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔

اگر ایسے شخص کا خون محفوظ اور معصوم ہوتا تو سب سے زیادہ ذلیل قرار نہ پاتا۔ سب سے زیادہ قرار دینا اس کے کافر اور مباح الدم ہونے پر واضح نص ہے اور اسی سورت میں یہ بھی فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ (پ ۲۸، المجادلہ، ۵)

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان کے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

پھر اسی سورت میں یہ بھی فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (پ ۲۸، المجادلہ، ۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

اس آیت مبارکہ میں واضح کیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی گستاخی کرتا ہے ان سے محبت کرنے والا مؤمن نہیں رہتا تو خود گستاخی کرنے والے کا حال کیا ہوگا۔

مفسرین نے اس کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ جب ابو قحافہ نے حضور اکرم ﷺ پر سب وشتم کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (الدر المنثور، ج ۸، صفحہ ۷۶)

اور کچھ مفسرین نے اس کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے حضور ﷺ کی توہین کی تو اس کے بیٹے نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر، ج ۲۸، صفحہ ۷۳)

تو اِن آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ گستاخی کرنے والا شخص کافر اور مباح الدم ہو جاتا ہے سورۂ احزاب اور سورۂ مجادلہ کی انہیں آیات سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے اُمت نے گستاخ رسول کی سزا بطور حد قتل بیان کی اور اس پر مذاہب اربعہ کے اہل علم نے مستقل کتابیں لکھیں مثلاً:

۱۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی قاضی عیاض مالکی (المتوفی، ۵۴۴)

۲۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول شیخ احمد ابن تیمیہ حنبلی (المتوفی، ۷۲۸)

۳۔ السیف المسلول علی من سب الرسول شیخ تقی الدین علی بکی شافعی (المتوفی، ۷۵۶)

۴۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام امام ابن عابدین شامی حنفی

ان میں انہوں نے مسئلہ پر اُمت کا اجماع نقل کیا کہ جو شخص گستاخی کا ارتکاب کرے اس کی سزا بطور حد وارتداد قتل ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے ایک پوری فصل آیاتِ قرآنیہ سے استدلال پر لکھی۔ ان میں سورۂ احزاب کی ان آیات مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا:

فمن القرآن لعنه تعالى لمؤذيه فى الدنيا والآخرة. وقرنه تعالى اذاه	قرآن سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا اور آخرت میں اپنے کو اذیت

بأذاه ولاخلاف فی قتل من سب الله. وأن اللعن انما یستوجبه من هو کافر وحکم الکافر القتل فقال: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا وقال فی قاتل المؤمن مثل ذلك فمن لعنه فی الدنیا القتل. قال الله تعالیٰ: لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا

(الشفاء، ج ۲، ص ۹۴۴)

دینے والے کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ نے (حضور ﷺ) کو اذیت دینا اپنی ذات کو اذیت دینے کے مترادف قرار دیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کو قتل کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو سب کرے اور بے شک لعنت کا مستحق کافر ہے اور کافر کا حکم قتل ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے اور مؤمن کے قتل کے بارے میں بھی یہی کچھ فرمایا ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت سے مراد قتل ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن۔ پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ قتل بمعنی لعنت بھی قرآن میں موجود ہے۔

وقد يقع القتل بمعنى اللعن، قال الله تعالى: قتل الخراصون، قاتلهم الله انى يؤفكون، اى لعنهم الله. ولانه فرق بين اذاهما واذى المؤمنين، وفى اذى المؤمنين مادون القتل، من الضرب والنكال، فكان حكم مؤذى الله ونبيه اشد من ذلك، وهو القتل

(الشفاء، ج ۲، صفحہ ۹۴۵)

اور کبھی قتل سے مراد لعنت ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قتل الخراصون قاتلهم الله انى يؤفكون" یہاں قتل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے اور مؤمنین کو اذیت دینے میں فرق ہے اسی لیے مؤمنین کی اذیت کی سزا قتل سے کم ہے یعنی کوڑے اور ہر وہ سزا جو قتل سے کم ہے لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے والے کا حکم اس سے سخت ہوگا اور وہ قتل ہے۔

اسی طرح مفسرین نے بھی ان آیات کے تحت اس سے استدلال کرتے ہوئے گستاخ کی سزا قتل ہی بیان کی ہے۔

امام قرطبی "اینما ثقفوا اوخذوا" کے تحت لکھتے ہیں۔

فهذا فيه معنى الامر لقتلهم واخذهم

(جامع احکام القرآن، ۱۴، ص ۳۲۰)

اس میں منافقین اور توہین کرنے والوں کی گرفت اور قتل کا حکم ہے۔

امام ابو بکر حصاص حنفی گستاخ کے بارے میں امام لیث کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

المسلم سب النبى ﷺ لايناظر ولا يستتاب يقتل مكانه

(احکام القرآن، ۳: ۲۷۵)

جس مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی اس سے مناظرہ نہ کرو اور نہ ہی توبہ کا مطالبہ کرو بلکہ اسے اسی جگہ قتل کرو۔

غیر مسلم (ذمی) گستاخ کا حکم:

اگرچہ مذکورہ آیاتِ قرآنی میں عموم ہے اس میں کوئی ایسی تخصیص نہیں کہ یہ حکم صرف اسلام کے دعویدار کے لئے ہے بلکہ یہ حکم ہر ایک کے لئے ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر لیکن قرآن مجید نے سورۂ توبہ میں غیر مسلم (ذمی) کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ

اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہیں دین پر منہ آئیں تو کفر کے سرغنوں سے لڑیں بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آجائیں۔

(پ ۱۰، التوبہ، ۱۲)

جس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی ذمی دین پر طعن اور رسول اللہ ﷺ یا قرآن کی توہین کا مرتکب ہو تو اس کا معاہدہ او عہد ختم ہو جاتا ہے اور وہ مباح الدم قرار پاتا ہے۔

اس بارے میں ذہن میں یہ بات نہ جائے کہ اس آیت میں ائمہ کفر کے بارے میں قتل کا حکم ہے نہ کہ عام ذمی کے بارے میں تو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ یہاں ائمہ سے مراد ان کے سربراہ نہیں بلکہ دین پر طعن کرنے والے اور توہین اور گستاخی کا ارتکاب کرنے والے مراد ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

فثبت ان کل طاعن فی الدین فهو امام فی الکفر فاناطعن الذمی فی الدین فهو امام فی الکفر. فیجب قتاله لقوله تعالٰی: (فقاتلوا أئمة الکفر)

تو ثابت ہوا کہ ہر وہ جو دین پر طعن کرنے والا ہے وہ کفر کا امام ہے جب ذمی نے دین پر طعن کیا تو وہ کفر کا امام ٹھہرے گا اور اس کا قتل ''فقاتلوا آئمة الکفر'' کی وجہ سے لازم ہوگا۔

(الصارم المسلول، ۲۲)

اور اسی سورت کی آیت ۱۳ میں یہ ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(پ ۱۰، التوبہ، ۱۳)

کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور پھر آیت ۱۴، ۱۵ میں یہ فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(پ ۱۰، التوبہ، ۱۴، ۱۵)

تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ان تمام آیات میں ایسے لوگ جو ذمیوں میں سے رسول ﷺ کی گستاخی کریں ان کی سزا کو بیان کیا گیا ہے، وطعنوا فی دینکم کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

ای: عابوہ وانتقصوہ ومن ھاھنا اخذ قتل من سب الرسول، صلوات اللہ سلامہ علیہ او من طعن فی دین الاسلام او ذکرہ بتنقص

یعنی جو دین پر طعن و عیب لگائیں، یہاں سے ہی اخذ کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر سب کرے یا دین اسلام پر طعن کرے یا اسے بطور حقارت بیان کرے اسے قتل کیا جائے گا۔

(تفسیر القرآن العظیم، جلد ۳، صفحہ ۳۵۹)

توہمات کا ازالہ:

۱۔ سورۃ احزاب کی آیاتِ مبارکہ کے حوالے سے یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ یہی الفاظ مؤمن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (پ ۱۸، النور، ۲۳)

کہ اس میں بھی تہمت لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کا ذکر ہے حالانکہ محض تہمت نہ کفر ہے اور نہ ہی یہ مباح الدم قرار دیتی ہے۔

پہلا جواب:

اس وہم کا ازالہ یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے تو گویا یہ بھی رسول اللہ پر عیب لگانا ہے کیونکہ بیوی پر تہمت اس کے خاوند کی اذیت کا سبب بنتی ہے اور جو آدمی ازواجِ مطہرات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے وہ منافق قرار پاتا ہے یہ آیت مبارکہ بھی اُمہات المؤمنین کے ساتھ خاص ہے گویا اس میں بھی اسی سزا کو بیان کیا گیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والے کی سزا ہے۔

دوسرا جواب: اللہ تعالیٰ اور دیگر کی لعنت میں فرق:

سورۃ احزاب کی آیت جس میں گستاخ رسول پر لعنت کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی کا صراحتاً ذکر کیا کہ ایسے شخص پر خود اللہ تعالیٰ نے لعنت کر دی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یعنی اس میں دو چیزیں بڑی واضح ہیں:

ایک یہ کہ یہ لعنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

دوسری یہ کہ اس کی اطلاع دے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے محروم کر دیا ہے۔

جبکہ سورۃ النور کی آیت "لعنوا فی الدنیا والآخرۃ" میں اپنے اسم گرامی کا ذکر نہیں کیا یعنی لعنت کرنے والے کا ذکر نہیں ممکن ہے وہ فرشتے ہوں یا کوئی اور مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دیگر کی لعنت میں بڑا واضح فرق ہے جب لعنت کرنے والی مخلوق ہو تو اس کا معنی اس کے خلاف بددعا بھی ہو سکتا ہے جیسے احادیث میں سود خور پر لعنت کی دعا ہے اسی طرح جھوٹوں پر لعنت ہے۔

تو اس سے اس وہم کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ لعنت کا لفظ دیگر مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے اور ایسے ملعونین کو نہ قتل کیا جاتا ہے اور نہ ہی کافر قرار دیا جاتا ہے۔

اس گفتگو سے یہ واضح ہوگیا کہ ان کے لئے لفظ لعنت بطور بددعا آیا ہے جبکہ گستاخ کے لئے لعنت کی اطلاع اور خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے فعل کے مرتکب سے اپنی رحمت کو اُٹھا کر اسے مباح الدم، مستحق قتل اور سب سے زیادہ ذلیل و رسوا قرار دے دیا ہے۔ اب دنیا اور آخرت میں کوئی شخص اس کا معاون نہیں بن سکتا اور نہ کوئی دفاع کر سکتا ہے کیونکہ اب یہ رحمان کی رحمت کا محل نہیں رہ گیا لہٰذا ایسے شخص کو زمین سے نیست و نابود کرنا ہی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ جب عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں پوچھا تو امام مالک غضب ناک ہوئے اور فرمایا:

یاامیر المؤمنین! مابقاء الامۃ بعد شتم نبیھا	اے امیر المؤمنین! توہین نبوی کے بعد اُمت کی بقا کا کیا معنیٰ؟

(الشفاء: ۹۵۴)

یعنی اگر اُمت نے باقی اور زندہ رہنا ہے تو گستاخ کو ختم ہونا چاہیئے۔"

قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت (۲۹۵۔سی۔ت پ)

ایک مقدس قانون

جرم توہین رسالت کے باب میں نیت کے حوالے سے ایک فکر انگیز تحریر

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر ☆

مندرجہ بالا موضوع بہت وسیع ہے جس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔ صرف چند پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ اظہارِ خیال مطلوب ہے۔ مجھے اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کیونکہ جناب محمد اسمٰعیل قریشی نے اپنی کتاب ''ناموسِ رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت'' کے پہلے ایڈیشن مطبوعہ جولائی ۱۹۹۴ء کے صفحات ۲۱۹۔ ۲۲۵، ۲۳۵ اور ۲۵۴ پر نیت کے حوالے سے بحث کی اور حتمی نتیجہ صفحہ ۴۶۷ پر ان الفاظ میں لکھا:

''حد کی سزا کا ایک بنیادی رکن ملزم کی ''نیت'' اور ''ارادہ'' اور ''قصد'' ہے۔ ایسی تحریر یا تقریر جو انبیائے کرام علیہم السلام یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی نیت سے قصداً ہو تو اُسے قابل مواخذہ جرم قرار دیا جائے گا۔ ''ارادہ'' اور ''نیت'' کا مصدر بھی حضور نبی کریم ﷺ کی وہ مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ — بلاشبہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

نیت کے بغیر اسلامی قانون میں کوئی جرم مستوجب سزا نہیں ہوتا۔

صاحبانِ علم و دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ شریعت اسلامی کی وجہ سے ''نیت'' اور ''ارادے'' کو دنیائے قانون میں سب سے پہلے اسلام ہی نے روشناس کرایا اور اسے

☆ ممبر: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

موجودہ قانون جرم وسزا کے لئے بنیادی شرط قرار دیا۔" صفحہ ۳۵۶ پیرہ نمبر ۴۸ میں انہوں نے لکھا۔" مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہے کہ شریعت کسی جرم کو صرف اُس وقت قابل حد تسلیم کرتی ہے جب اُس کے ساتھ واضح نیت موجود ہے۔ صفحہ ۴۰۰ پر انہوں نے مزید لکھا کہ" نیت اور ارادے کے بغیر توہین رسالت کی حدود میں سزا کسی کو نہیں دی جاسکتی۔" مصنف کا یہ نکتہ نظر محل نظر ہے۔

ملک وقوم اور علاقے کے اپنی اپنی زبان میں سب وشتم کے الفاظ، جملے اور اشارات ہیں جن کو اُس ملک اور علاقے کے لوگ بخوبی سمجھتے ہیں۔ یہ الفاظ کسی شخص کی توہین، تحقیر اور تضحیک کے لئے بولے جاتے ہیں۔ بسا اوقات بزرگ افراد، والدین یا اساتذہ چھوٹوں یا شاگردوں کی تنبیہ یا سرزنش کے لئے ایسے الفاظ بول سکتے ہیں، لیکن چھوٹوں یا شاگردوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسے الفاظ بزرگوں یا اساتذہ کے بارے میں استعمال کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اُن کا یہ فعل بداخلاقی کے زمرے میں داخل ہوگا۔ ایسے غلط الفاظ اگر سرکار دوعالم ﷺ کے بارے میں دانستہ یا غیر دانستہ، بہ نیت یا بلانیت کہہ دیئے جائیں تو جرم توہین رسالت ہوگا اور کہنے والا ہر نوع کے دفاع سے محروم ہوگا۔ اب وہ یہ کہنے کا حقدار نہیں ہوگا کہ اس کی نیت توہین کرنے کی نہیں تھی۔ یا وہ محض ہلکا پھلکا مذاق کر رہا تھا یا وہ حالت نشہ میں تھا۔ ارتکاب جرم کے ساتھ ہی وہ مباح الدم ہو جائے گا اور تمام فقہی مذاہب کے مطابق توبہ کے حق سے بھی محروم ہو جائے گا (بالخصوص بعد از خدا)۔ اس ضمن میں ابوالفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۴۴ھ) اپنی مشہور زمانہ تصنیف "الشفائ" میں لکھتے ہیں۔

"معلوم ہونا چاہیئے اللہ عزوجل ہمیں اور تم کو توفیق خیر دے کہ وہ تمام باتیں جو نبی کریم ﷺ کے لئے بطور سب (گالی) بولی جائیں یا جن سے آپ ﷺ کی عیب جوئی ہوتی ہو یا آپ ﷺ کی ذات شریفہ یا آپ ﷺ کے دین یا آپ ﷺ کے اُسوہ یا آپ ﷺ کے خصائل میں سے کسی ایک خصلت میں نقصان لاحق ہوتا ہو یا بطریق سب (گالی) آپ ﷺ پر تعری یا اُس کے مشابہ لفظ بولے یا بر سبیل سب وشتم استخفاف یا تحقیر و تصغیر

شان کرے یا آپ ﷺ کی نکتہ چینی یا عیب جوئی کرے وہ سب گالی میں شمار ہوگا اور اس کا حکم گالی دینے والے کی طرح حکم قتل ہوگا۔.......... یہی حکم اُس شخص کے لئے ہے جو آپ ﷺ پر بد دعا کرے یا آپ ﷺ کے نقصان کا خواہش مند ہو یا آپ ﷺ کی طرف ایسی چیز بطریق مذمت منسوب کرے جو آپ ﷺ کے منصب عالی کے لائق نہ ہو یا آپ ﷺ کی جہت عزیز کی طرف کوئی بیہودہ یا فحش یا بری یا جھوٹ بات کی اضافت کرے یا آپ ﷺ کو کسی ایسی مصیبت یا مشقت کے ساتھ عار دلائے جو آپ ﷺ پر گزری ہو یا اُن بعض عوارض بشریہ جن کا صدور آپ ﷺ کی طرف سے جائز یا معہود ہے، اس کے سبب سے حقیر جانے۔ (یہ سب آپ کی اہانت و تنقیص میں شمار ہوں گی) ان تمام باتوں پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے لے کر آج تک کے علما و ائمہ فتویٰ کا اجماع رہا ہے (کہ جو کوئی گالی دے یا تنقیص شان کرے اُسے قتل کر دیا جائے گا)۔

(الشفاء جلد دوم صفحہ ۲۳۲)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مزید وضاحت فرمائی۔ ''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ہے کہ ہمیں اصحابِ مالک رحمہم اللہ نے خبر دی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو یا آپ ﷺ کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کو گالی دی وہ مسلمان ہو یا کافر، قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔'' (الشفاء جلد دوم صفحہ ۲۳۴)

توہین رسالت ایک ایسا سنگین جرم ہے جو مطلق ذمہ داری (ABSOLUTE LIABILITY) کی زد میں آتا ہے۔ ملزم کسی اگر، مگر، تاویل، اچھی نیت وغیرہ کو بطور دفاع پیش نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ اس کی توبہ بھی قابل قبول نہیں اور اُسے حد سزائے موت دی جائے گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث پاک ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' اخروی جزا و ثواب کے متعلق ہے۔ یہ حدیث پاک بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''اعمال کی جزا کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور ہر شخص کو جو اس کی نیت رہی ہوگی اُسی کے مطابق جزا ملے گی۔'' پس جس نے دنیاوی فائدے کے لئے

ہجرت کی اس کی ہجرت اس فائدے کے لئے تھی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔ اخروی اجر و ثواب کے لئے نیت ہی وہ بنیاد فراہم کرتی ہے جس پر اجر و ثواب کا قصر تعمیر ہوگا۔ یا (ایک طویل حدیث پاک کے مطابق) محض ریا کاری کی بنا پر ایک نمازی، حاجی، سخی یا شہید بھی اجر و ثواب سے محروم کر دیا جائے گا۔

جرائم یا دیوانی غلطیوں (TORTS) کے حوالے سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ کوئی فوجداری جرم یا دیوانی غلطی) محض حسن نیت سے حسن عمل میں نہیں بدل جاتا۔ جیسے کسی دوسرے کے پلاٹ پر اس نیت سے جبرا قبضہ کرنا کہ اس پر مسجد تعمیر کی جائے یا اس نیت سے چوری کرنا کہ مسروقہ مال سے ایک دینی مدرسہ تعمیر کیا جائے یا حصولِ اولاد یا طلاق سے بچنے کے لئے کسی عورت کا غیر مرد سے تعلقات استوار کرنا۔ یا بظاہر لاعلاج مریض کو اذیت مرض سے نجات دلانے کے لئے زہر آلود ٹیکہ لگا کر موت کی نیند سلا دینا (جیسا کہ مغربی ممالک کے ہسپتالوں میں ہوتا ہے) یا کسی کو حبس بے جا میں رکھنا تا کہ وہ جوا خانے یا شراب خانے میں نہ جاسکے۔ ان سب صورتوں میں باوصف حسن نیت، جرائم مجرمانہ مداخلت بے جا و ناجائز قبضہ، چوری، زنا، قتل اور غیر قانونی حبس یا حبس بے جا کا ارتکاب ہوگا۔ بعض جرائم میں، قانون نیت کا ثبوت چاہتا ہے۔ جیسے قتل عمد، دھوکہ دہی یا عمداً ضرب لگانے کے خوف میں مبتلا کر کے بد دیانتی سے مال حاصل کرنا یا دستاویزات پر دستخط کروانا یا مہر لگوانا (EXTORTION)۔ لیکن قتل خطا، قتل بالسبب یا توہین رسالت میں "نیت" کا کوئی تعلق نہ ہے۔

تحفظ ناموس رسالت کے لئے بنایا جانے والا قانون دفعہ ۲۹۵-سی تعزیراتِ پاکستان مندرجہ ذیل ہے: "جو کوئی زبانی یا تحریری طور پر، مرئی اظہار، بہتان تراشی یا مخفی توہین یا طعنہ زنی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ پیغمبر اقدس حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین یا بے حرمتی کرے گا تو وہ سزائے موت.............. کا مستوجب ہوگا................."

(نوٹ: سزائے عمر قید اور جرمانہ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ مصدرہ ۹۰/۱۰/۳۰ کی رُو سے ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء سے کالعدم ہو چکی ہے۔

تعجب ہے کہ اسمعیل قریشی صاحب نے ۲۹۵۔سی کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۳۴ پر چند دیگر خامیوں کے علاوہ اُس میں لفظ "عمداً" ڈال دیا ہے جو اصل متن میں موجود ہی نہیں۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے میں درج شدہ دفعہ ۲۹۵۔سی ت پ میں بھی لفظ "عمداً" موجود نہیں ہے۔ یہ ترجمہ مصنف کی کتاب کے صفحہ ۳۳۹ پر موجود ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اپنی کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح فرمالیں گے۔

موجودہ دور میں بنیادی انسانی حقوق کا دنیا بھر میں بہت چرچا ہو رہا ہے۔ بے شمار مسلم اور غیر مسلم تنظیمیں، عامۃ الناس کے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ عدالتیں بھی ان حقوق کے تحفظ کے لئے بہت حساس ہیں اور متاثرہ افراد کو بلا تامل ریلیف دے رہی ہیں۔ لیکن کتنے لوگ اس حقیقت کا شعور وادراک رکھتے ہیں کہ مالکِ کائنات رب کریم کے بعد عظمت وشان کے حامل رسولِ کریم ﷺ ہی سب سے بڑی ہستی ہیں۔ وہ محسنِ انسانیت اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ انہوں نے عالم انسانیت کو انسانی حقوق کا چارٹر خطبہ حجۃ الوداع کی شکل میں عطا فرمایا۔ اُن کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ جیسے اُن کے پیغام ہدایت کو سننا اور سمجھنے کی کوشش کرنا۔ قبول کرنے کی صورت میں اُن پر ایمان لانا۔ اطاعت اور اتباع کرنا۔ آپ سے غیر مشروط اور شدید محبت کرنا۔ آپ کی تعظیم وتکریم کرنا اور آپ کی عزت وناموس کی حفاظت کرنا۔ آپ کی توہین کرنے والوں کو سزا دینا اور ایسے مجرموں سے ہرگز ہمدردی نہ رکھنا۔ اُن کے حقوق کا تحفظ عامۃ الناس کے حقوق سے لاکھوں، کروڑوں گناہ زیادہ اہم ہے۔ بالخصوص اُن کی عزت وناموس کا تحفظ، جب اُن کے حقوق کو دورِ جدید کی مادر پدر آزاد، حریت فکر اور آزادی اظہار کے نام پر پامال کیا جاتا ہے۔ اُن کے خلاف توہین آمیز لٹریچر چھاپا جاتا ہے۔ اُن کے انتہائی دلآزار خاکے بنائے جاتے ہیں۔ اُن کے خلاف ہر نوع کی ہرزہ سرائی کی جاتی ہے۔ اور یوں کروڑوں اربوں مسلمانوں کو ذہنی اور روحانی اذیت دی جاتی ہے تو انسانی حقوق کے تحفظ کی تنظیموں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ وہ چپ سادھ لیتی

ہیں۔لادین لابی کے لوگ اور اُن کے گماشتے توہین رسالت کے مجرموں کی حمایت میں متحرک ہو جاتے ہیں۔اس ماحول میں قدرت مکافاتِ عمل کے اصول کے مطابق کسی غازی علم الدین، کسی غازی عبدالقیوم، کسی عامر چیمہ اور کسی غازی ممتاز قادری کے دل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے دفاع کی تڑپ پیدا کر دیتی ہے اور وہ بڑھ کر تن تنہا بظاہر قانون سے بالاتر بااثر مجرموں کو واصل جہنم کر دیتے ہیں۔اس وقت انسانی حقوق کی تنظیمیں، لادین لابی کے لوگ اور اُن کے گماشتے توہین رسالت کے مجرموں کی حمایت میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگتے ہیں۔اور مجرموں کے حق میں "نیت"، "ارادہ"، "قصداً"، "حریت فکر" اور "آزادی اظہار" کے مورچے کھودنے لگتے ہیں۔تاکہ کچھ بچ جانے والے مجرموں کو "محفوظ افلاک" مہیا کئے جائیں۔یہ مجرم اُن کی آنکھ کے تارے ہیں لیکن اُمت مسلمہ کے چاند تو یہی مجاہد، غازی اور شہید ہیں، جنہوں نے ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں وار دی ہیں۔

حیرت ہے کہ حریت فکر اور آزادی اظہار کے یہ مبینہ علمبردار ہائیڈ پارک برطانیہ (جہاں کہنے کو اظہارِ بیان کی مکمل آزادی ہے) میں بھی ملکہ یا بادشاہ برطانیہ کے خلاف کچھ کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔اسی طرح یہودی ہالوکاسٹ کے مبالغہ آمیز اور غلط افسانوں کو جھوٹا کہنے والوں کو جان سے مار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین (آخری نبی ﷺ) گروہ انبیاء کے امام اور سرتاج ہیں، اور محسن انسانیت ہیں۔عزت، تعظیم اور توقیر اُن کا حق ہے۔جو قرآن کریم میں اللہ کریم نے انہیں عطا فرمایا ہے۔

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ   بے شک عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔

مومنین کی عزت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے نسبت کی وجہ سے ہے۔
مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ:

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

اور ان کی عزت وتوقیر کرو۔

(سورہ الفتح: آیت:۹)

اسلام کے ابتدائی تحریک کے دور میں آپ ﷺ کو صبر اور برداشت کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس وقت اسلامی ریاست قائم نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا قوانین کا نفاذ ممکن نہ تھا۔ بعدہ جب ریاست مدینہ قائم ہوئی تو اسلامی قوانین کا بتدریج نفاذ ہوا۔ اللہ کریم نے رسولِ کریم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے ایک ضابطہ تکریم نازل فرمایا جو قرآن پاک کی مختلف سورتوں اور آیات میں موجود ہے۔ جن میں سے چند آیات حسب ذیل ہیں۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(سورہ بقرہ۔ آیت: ۱۰۴)

اے ایمان والو! (نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت) رَاعِنَا نہ کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو اور (ان کے ارشادات) توجہ سے سنو اس کا انکار کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(الحجرات۔ آیت:۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی اجازت) سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں پہل یا سبقت نہ کیا کرو۔

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا صواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون

(سورہ الحجرات۔ آیت:۲)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے خطاب کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہیں (یعنی کھل کر اور چیخنے کے سے انداز میں) ایسا نہ کہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون

جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر کو عقل ہی نہیں ہے۔

(سورہ الحجرات۔ آیت:۴)

لاتجعلوا دُعاء الرَّسُوْل بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

(مومنو) رسولِ کریم ﷺ کو ثر بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

(سورہ النور۔ آیت:٦٣)

غور طلب بات یہ ہے کہ ان تمام آیات میں خطاب مسلمانوں سے ہے جن کا حسن نیت مسلمہ اور ہر شک وشبے سے بالاتر ہے۔ لاریب وہ تو حضور نبی اکرم ﷺ سے کائنات کی ہر شے، ماں باپ، اولاد، مال جائیداد وغیرہ سے بڑھ کر محبت کرنے والے، آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والے، ادب وتعظیم کرنے والے اور آپ پر جانیں، نثار کرنے والے ہیں۔ انہیں، تنبیہ کر دی گئی کہ اب حضور ﷺ کی مجلس میں توجہ حاصل کرنے یا رعایت کے لئے بھی لفظ راعنا نہ بولنا بلکہ انظرنا کہنا۔ دراصل یہودی اپنے بغض باطن کی وجہ سے یہ لفظ زبان موڑ کر یا دبا کر ایسے بولتے کہ یہ راعینا سنائی دیتا جس کا معنی (نعوذ باللہ) ہمارا چرواہا بن جاتا (اس کا ایک اور معنی مغرور ومتکبر بھی ہوتا ہے)۔ اس طرح وہ ایک مخفی سے انداز سے حضور نبی اکرم ﷺ کی توہین وتضحیک کرتے۔ ایک بار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو انصار کے قبیلہ اوس کے رئیس تھے) نے یہود سے یہ لفظ سنا جو انہوں نے اپنے انداز میں کہا تو وہ ان کا خبثِ باطن بھانپ گئے اور غضب ناک ہو کر کہا کہ "اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اب اگر میں نے تم میں سے کسی کو حضور اکرم ﷺ کے لئے یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا تو اُس کی گردن مار دوں گا۔"

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۴)

تو جواباً انہوں نے کہا کہ تم مسلمان بھی تو یہی لفظ راعنا بولتے ہو۔ حضرت معاذ کبیدہ خاطر ہو کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ

نازل فرمائی جس میں لفظ راعنا کے استعمال سے روک دیا گیا اور متبادل لفظ اُنظرنا سے خطاب کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ آج تک دور و نزدیک سے مومنین اور اہل محبت حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

یَارَسُوْلَ اللهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں یہ صراحت بھی فرمائی ہے کہ کلمہ راعنا کا صحیح و درست مفہوم بھی ہے مگر چونکہ اہل حجاز اسے استہزاء و مذاق اور تمسخر و ٹھٹھے کے لیے استعمال کرتے تھے اس لیے اللہ رب العزت نے اس لفظ کو حضور اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں استعمال کرنے سے سختی سے روک دیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں بیان کیا کہ آیت مبارکہ "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسے الفاظ و کلمات جن سے گالی و عیب (بہ نسبت نبی کریم ﷺ) کا احتمال و گمان پیدا ہو اُن سے اجتناب و احتراز ضروری ہے۔ چاہے بولنے والا اس لفظ سے سب و شتم کا قصد ہی نہ کرے۔ گویا اب یہ لفظ بولنے والا نیت، ارادے یا قصد کی پناہ حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد عہد کیا کہ جس کسی کو حضور کی نسبت سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنو تو اس کی گردن اڑا دو۔

(فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۲۵)

مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بارگاہِ نبوی ﷺ کے آداب سکھائے۔ انہیں ایک ایسا لفظ بولنے سے روک دیا جس سے یہودی غلط مطلب نکالتے تھے آپ ﷺ کے حضور آواز بلند کرنے سے روک دیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھنے، آپ ﷺ کے فرامین سننے، آپ ﷺ سے مخاطب ہونے اور آپ ﷺ کی عزت و تکریم کو قائم رکھنے کے انداز سکھائے۔ اس طرح مسلمانوں نے (ہر دور میں) سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس کو قائم رکھا اور آپ ﷺ کی توہین و تضحیک کرنے والوں کو زندہ نہ چھوڑا یا اُن کا تعاقب کر کے انہیں زندہ درگور کر دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم اور استہزاء کا نشانہ بنانا آپ ﷺ کو ایذا

پہنچانے کا ایک طریق ہے۔ یہ طریق ابولہب اس کی بیوی اور ابوجہل نے اپنایا۔ تینوں کا عبرتناک انجام تاریخ کا حصہ ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ اللھب کی صرف پانچ آیات میں ابولہب اور اس کی بیوی کی ہلاکت کی داستان بیان کر دی گئی ہے۔ ابولہب ہی تحریک استھزاء رسول اللہ ﷺ کا محرک و بانی تھا۔ اللہ کریم نے اُسے ہمیشہ کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (سورۃ الاحزاب۔ آیت: ۵۷)

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے رسوا کن سزا رکھ دی گئی ہے۔

لفظ "عذاب" سے مراد محض اُخروی عذاب نہیں، بلکہ دنیاوی سزا بھی ہے۔ یہی لفظ "عذاب" سورہ نور کی آیت نمبر ۲ کے آخری حصے میں آتا ہے وہ حصہ یہ ہے:

وَیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی جب جرم زنا میں ملوث جوڑے کو کوڑے لگائے جا رہے ہوں تو مومنوں کا ایک گروہ اُن کی "سزا" کا مشاہدہ کرے۔

سورہ توبہ میں بھی ارشادِ الٰہی ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

یعنی جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن کے لئے دردناک سزا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی نے تفسیر "روح البیان" میں واضح کیا ہے:

فَمَنْ اٰذٰی رَسُوْلَهٗ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ

یعنی جس نے اللہ کے رسول کو ایذا دی اُس نے یقیناً اللہ کو ایذا دی۔

اس لئے یہ ایک سنگین جرم ہے جس کی سزا موت ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت

نمبر ۵۷ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ایذا کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعد کی آیت نمبر ۵۸ میں مومنین اور مومنات کو ایذا دینے کا ذکر ہے۔ مومنات کو منافقوں اور آوارہ لوگوں کی طرف سے ایذا رسانی سے بچنے کے لئے سروں کو "جلابیب" (بڑی چادروں) سے ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر ایذا رسانی سے باز نہ آنے والوں کے بارے میں آیت نمبر ۶۱ میں انہیں ملعون قرار دے کر ان کے قتل کا حکم دے دیا ہے۔

مَلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا

یہ سب ملعون ہیں (یاد رہے آیت نمبر ۵۷ میں اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیج کر انہیں ملعون قرار دے دیا ہے) جہاں کہیں پائے جائیں پکڑ لئے جائیں اور بری طرح قتل کیئے جائیں۔ ان آیات کا تسلسل ظاہر کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینے والے اور مسلم معاشرے میں مومنین اور مومنات کو بلا وجہ اذیت دینے والے ملعون ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ اِن آیات مبارکہ میں ہی توہین رسالت کی سزا اور بنیادی احکامات مل جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضور نبی اکرم ﷺ کے اپنے احکامات اور فیصلہ جات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ توہین رسالت یا حضور اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے کے جرم کی سزا موت ہے۔ حضرت عمر بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا۔ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ کعب حضور ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتا جن میں حضور اکرم ﷺ کی توہین کے علاوہ مسلم خواتین کا شرمناک طریق پر ذکر کر کے حضور ﷺ کی ایذاء رسانی میں اضافہ کرتا۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں ایک کمانڈو دستہ تیار کیا گیا۔ جس نے ایک خاص چال چل کے اُسے قلعے سے باہر بلایا اور واصل جہنم کر دیا۔ اسی طرح ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق گستاخ رسول کو حضور ﷺ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن ابی عتیک نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر ختم کیا۔ بنی خطمہ کی ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں بہت گستاخانہ باتیں کرتی تھی۔ ایک روز آپ نے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: کون ہے جو اس دریدہ دہن سے بدلہ لے؟ اسی قبیلے کے ایک شخص نے یہ ذمہ داری لی اور اُس گستاخ عورت کو ختم کر کے حضور ﷺ کو اطلاع دے دی۔ (مدارج النبوت ج ۲ صفحہ ۱۷۶، الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۸۶، الصارم المسلول صفحہ ۱۴۸)

قرآنی تعلیمات اور حضور ﷺ کے احکامات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخوبی جانتے تھے کہ توہین رسالت کے جرم کی سزا موت ہے۔ چند واقعات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ازخود کارروائی کر کے کسی مجرم یا مجرمہ کو ختم کر دیا۔ جیسے ایک نابینا صحابی نے اپنی اُم ولد کو مار دیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ جب منع کرنے کے باوجود وہ باز نہ آئی تو اس نابینا نے اُس کے پیٹ میں برچھی مار کر اُسے ختم کر دیا۔ معاملہ حضور ﷺ کے پاس پیش ہوا تو آپ نے مارنے والے کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور مرنے والی کا خون ھدر یعنی ضائع قرار دیا۔ اِسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس (منافق) مسلمان کا سر قلم کر دیا تھا جس نے ایک یہودی کے خلاف مقدمے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا فیصلہ نہیں مانا تھا۔ معاملہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا۔ اُسی وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تائید میں قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور مرنے والے کے خون کو ہدر قرار دیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اِن سے اخذ کردہ نتائج انتہائی اہم ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی توہین و تنقیص۔ آپ ﷺ پر سب وشتم کرنا اور کسی طرح بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا سنگین جرم ہے جس کی شرعی سزا موت ہے۔ اگر اس جرم کی کوئی سزا نہ ہوتی (جیسا کہ وحید الدین خان ہندی عالم اور جاوید غامدی کہتا ہے) تو حضور ﷺ "قاتلین" سے مواخذہ فرماتے اور تصریح فرما دیتے کہ اِس جرم کی یہ سزا نہ ہے۔ میری دانست میں یہ کہنا کہ بارگاہِ رسالت میں سنگین توہین بھی کوئی فقہی جرم نہ ہے اور اس کی کوئی سزا نہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکامات اور فیصلوں کو نہ ماننا ہے جو مستلزم کفر ہے ایسا عقیدہ رکھنا توہین رسالت کا در کھول دینے کے مترادف ہے۔

۲۔ کسی کیس میں آپ نے مجرموں کی نیت، ارادے یا قصد کے حوالے سے کوئی سوال نہیں پوچھا نہ یہ فرمایا کہ آئندہ نیت یا ارادے کے بارے میں تحقیق کر کے کارروائی کرنی چاہیے۔

۳۔ مرنے والے یا والی کا خون صاف لفظوں میں ہدر یعنی ضائع قرار دیا گیا۔ کسی کیس میں مجرموں کو قتل کرنے والوں کے خلاف قصاص یا دیت کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۔ کسی کیس میں آپ ﷺ نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ مجرموں نے آپ ﷺ پر سب وشتم کن الفاظ میں کیا۔ یعنی گالیوں کی تفصیل نہیں پوچھی بلکہ گالیاں سن کر مجرموں کو ختم کرنے والوں کی ذاتی تسلی واطمینان کو کافی سمجھا۔

۵۔ کسی کیس میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے از خود یہ کارروائی کیوں کی یا یہ کہ مجرم یا مجرمہ کو میرے روبرو پیش کرنا چاہیئے تھا اور پھر مقدمہ سن کر میں سزائے موت کا حکم دیتا تو تب انہیں قتل کیا جاتا۔

۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک فیصلے کو نہ ماننا توہین رسالت ہے تو پورے قانونِ تحفظ ناموس رسالت کو کالا قانون کہنا کتنی سنگین توہین رسالت ہے۔

توہین رسالت ایک ایسا سنگین جرم ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز نہیں برتا جاتا۔ مجرم کو توبہ کا موقع بھی نہیں دیا جاتا۔ امام مالک نے فرمایا جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۹۳۷)

یہی نکتہ نظر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوالفضل قاضی عیاض مالکی اور دیگر بہت سے ائمہ کا ہے۔ کسی امام یا فقیہہ نے اس رائے کا اظہار نہیں کیا کہ سزا دینے سے پہلے مجرم کی نیت کی تحقیق ضروری ہے۔ توہین رسالت کا ارتکاب اگر کوئی مسلمان کرے تو وہ فی الفور مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ محض عام یا مجرد ارتداد نہیں جس میں توبہ کا موقع لازماً یا استحباباً دیا جاتا ہے بلکہ یہ ارتدادِ مغلظ ہے جس میں ارتداد اور توہین رسول ﷺ دونوں جمع ہیں۔ لہٰذا اس میں اول تو توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا

دوم اگر مجرم توبہ کر لے تو بھی سزا ساقط نہیں ہوتی۔ یہ توبہ قبل الاخذ ہے (گرفتاری یا مقدمہ درج ہونے سے پہلے) بعد از اخذ کوئی امام یا فقیہہ توبہ کے جواز کا قائل نہیں۔

ایمان ہر مسلمان کی متاع عزیز ہے۔ اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔ ہر صاحب ایمان حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت بلکہ عشق کرتا ہے۔ اس لئے وہ اُن کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی توہین، تضحیک یا تنقیص ایک سنگین جرم ہے جس کی سزا موت ہے۔ اِس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے نیت، قصد یا ارادہ کی پناہ گاہیں مہیا کرنا اُن کی پشت پناہی کرنے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر علامہ طاہر القادری نے اپنی کتاب "تحفظ ناموسِ رسالت" اشاعت چہارم میں لکھا ہے:

زیر بحث آیہ کریمہ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اہانت رسول کا دانستہ یا غیر دانستہ، عمداً یا غیر عمداً، ارادے سے یا بغیر ارادے کے، نیت سے یا بغیر نیت کے۔ غرضیکہ کسی بھی صورت میں ارتکاب کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔ (صفحہ: ۲۱۵)

اس سے قبل انہوں نے تصریح فرما دی تھی: "بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بے ادبی و گستاخی اور توہین و تنقیص کا ارتکاب کرنے والے شخص کو قتل تک پہنچانا عین شرعی و فقہی تقاضا ہے۔ (صفحہ: ۱۹۸)"

عہد نبوی میں گستاخانِ رسول ﷺ کا انجام بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:
"احادیث مقدسہ سے یہ امر صراحتاً ثابت ہوگیا ہے کہ معمولی سی بے ادبی و گستاخی، تنقیص و اہانت رسول، قرآنِ حکیم کے مطابق:

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔
کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ سو شریعت ایسے گستاخ پر حداً سزائے موت ہی لازم قرار دیتی ہے۔" (صفحہ: ۲۵۷)

امام شہاب الدین خفاجی حنفی، شارح "الشفا" لکھتے ہیں۔ "توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کی قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں

دیکھا جائے گا۔ ورنہ توہین کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا۔" (نسیم الریاض، شرح الشفاء جلد ۴ صفحہ ۴۲۶)

قانون تحفظ ناموسِ رسالت قرآن و حدیث پر مبنی ہے اسے دفعہ ۲۹۵۔سی کی شکل میں تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنایا گیا ہے جس میں درست طور پر نیت یا ارادے کو شامل نہیں کیا گیا۔ یہ قانون معاشرے میں عظمت و شانِ مصطفےٰ قائم رکھنے، ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے اور توہین رسالت کرنے والوں کو سزا دینے کے لئے ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک مقدس قانون ہے اسے کالا قانون کہنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور فیصلوں کو برا کہنا ہے جو کہ سنگین توہین رسالت ہے۔

اس مقدس قانون میں ہی ملزمان کے لئے بھی ایک حد تک تحفظ ہے۔ رپورٹ درج ہونے کے بعد انہیں ایک عرصہ حیات میسر آ جاتا ہے۔ سزا کا فیصلہ ہونے کے بعد انہیں اپیل کا حق حاصل ہوتا ہے۔ بفرضِ محال مغربی لابی کے زیر اثر اس قانون کو اگر قانون کی کتاب سے حذف بھی کر دیا جائے تو تب بھی یہ قانون نافذ رہے گا۔ ہاں فرق صرف یہ پڑے گا کہ اب اسے عدالتیں نہیں، بلکہ کوئی غازی علم الدین شہید نافذ کرے گا چاہے اُسے اپنی جان کا نذرانہ بھی دینا پڑے۔

فأن أبي ووالده وعرضي
لعرض محمد منكم وقاء

(حضرت حسان)

ترجمہ:

میرا باپ، اس کا باپ (یعنی دادا) اور میری عزت،
ناموسِ محمد ﷺ کی حفاظت کے لئے ڈھال ہے۔

توہین رسالت بدترین جرم

علامہ مولانا مفتی سید احمد علی شاہ سیفی

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

سید کائنات ﷺ پر صرف ایمان لانا ہی ضروری نہیں بلکہ آپ کی عزت وعظمت اور توقیر ومحبت کیلئے جان قربان کرنا بھی عین ایمان ہے کیونکہ اہل اسلام کیلئے آپ کی عزت وحرمت ہی سب سے بڑی متاع ایمان ہے رسول کریم اکی توہین اور گستاخی بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاجماع واجب القتل ہے آئمہ مذاہب نے توہین رسالت چاہے آپ ﷺ کی ذات کے متعلق ہو نسب مبارک کے بارے میں ہو یا کسی صفت کے بارے ہو، مزید یہ کہ توہین چاہے صراحتاً ہو یا کنایتاً ہو حکم یہی لاگو ہوگا۔

ہر دور میں دشمنان اسلام کا وطیرہ یہی رہا ہے کہ ایک تسلسل سے آپ اکی ذات مبارکہ کی توہین و بے ادبی کر کے امت مسلمہ کو اشتعال دلاتے رہتے ہیں اور ان کے ایمان کے پیمانے کو لبریز ہوتا دیکھ کر آپس میں لڑا کر کمزور دیکھنا چاہتے ہیں جبکہ یہی ان کی غلط فہمی ہے نام نہاد دانشور اپنی عقل کے مطابق ذات مصطفیٰ ﷺ کو متنازعہ بنا کر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی میں مصروف ہیں جبکہ یہ ان کی خام خیالی ہے مسلمان بجائے دوری کے اسی نقطے پہ اکٹھے ہوتے ہیں جس کی مختلف کڑیاں غلام احمد قادیانی، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، ڈنمارک میں گستاخانہ خاکے اور ملک پاکستان میں موجودہ لہر ہے جس کی وجہ سے پوری امت سراپا احتجاج بن کر رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کا اظہار کر رہی ہے۔ سید الانبیاء ﷺ سے عقیدت ومحبت کا اثر ہے کہ تاریخ کے کسی موڑ پر صریحاً تو کجا کسی نے اشارتاً بھی توہین کی تو مسلمانوں کے اجتماعی شعور نے ایسے مردود وقبیح فعل کی بھرپور مزاحمت کی اور مرتکبین کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

موجودہ حالات میں مغربی تہذیب کے دلدادہ اور مغرب کے نمک خوار مختلف

انداز میں توہین رسالت مآب کے حق میں یہ دلائل دیتے دیکھے جارہے ہیں کہ آپ تو بڑے معاف فرمانے والے، درگذر کرنے والے رسول تھے اس سے بڑھ کر اس طرح کی لاف زنیاں مارتے ہیں کہ جن گستاخان رسول کو نبی کریم نے قتل کروایا اس کا مقصد صرف نعوذ باللہ ذاتی بدلہ لینا تھا۔ یا آپ ﷺ کے کردار پر انگلی اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے سریع الغضب ہو کر جلد بازی میں یہ فیصلے کئے۔

بھلا وہ رحمۃ اللعالمین ہستی جو اپنے ذاتی اور خاندانی دشمنوں کو فتح مکہ کے موقع پر لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ سکتی ہے کعب بن اشرف، ابن خطل (جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے اور گانے والیوں کو ہجو گانے کو کہتے) اور اس طرح کے دوسروں توہین رسالت والوں سے کیوں انتقام لیتے؟ اس میں مغرب کے حق نمک ادا کرنے والے عموماً ذاتی انتقام اور گستاخی میں فرق نہیں کرتے انہیں اس نکتہ پر غور کرنے کی اور سوچنے کی اشد ضرورت ہے توہین رسالت کی سزا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے کسی انسان کی ذاتی کاوش کا نتیجہ نہیں کہ چاہے قبول کیا جائے یا رد کر دیا جائے۔ جبکہ اللہ کے احترامات کو پامال کرنا قبیح ترین جرم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اتنے عظیم تھے کہ اپنی ذات کے دشمنوں کو ہمیشہ معاف فرماتے رہے اور یہ معاف کرنا آپ کا اپنا حق ہے کسی دوسرے کا حق نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:۴)

اور بیشک آپ ﷺ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں)۔

اور آپ کا فرمان ذیشان ہے۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ (سنن الکبریٰ البیہقی)

میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

اخلاق عظیم کا منصب ایسے ہی نہیں عطا ہوتا یہ اللہ کے کرم اور خصوصی عطا کی بات ہوتی ہے جس کی وجہ سے طبیعتوں کا دائمی میلان تبدیل ہوتا ہے جس سے دوسروں کے شعور وفکر کے پیمانے تبدیل ہوتے ہیں تو ایسی ہستی کے متعلق "معاذ اللہ" سوچنا کہ وہ ذاتی

دشمنوں کو شریعت کی حد کہہ کر قتل کروا تار یا سوائے الزام کے اور کچھ نہیں۔ ان کی غلامی میں آنے والے بدو بھی معراج انسانیت پر فائز ہونے والے تھے۔ اخلاق کا کام ہی باطن اور ظاہر کو تبدیل کرنے کا نام ہے۔

آپ ﷺ کا پوری زندگی ذاتی انتقام نہ لینا ایک ثابت امر ہے۔ جس پر صحیح مسلم کی یہ حدیث گواہ ہے۔

وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ إِلاَّ أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ.

جس نے بھی آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی تو آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا سوائے اس کے کہ جس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے اللہ ہی کے لئے اس سے انتقام لیا۔

یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ حدود کا قائم کرنا اس گناہ کو ختم کرنا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان حدود میں بعض اوقات تبدیلی بھی فرمائی جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا تو ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حد والے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں اس لئے آپ مجھ پر حد قائم کریں، آپ نے اس سے اس (گناہ) کے متعلق کے پوچھا، پھر نماز کا وقت آ گیا تو اس آدمی نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آدمی پھر آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حد والے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، اس لئے آپ کتاب اللہ کی حد مجھ پر قائم کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے گناہ کو اور تیری حد کو بخش دیا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حد کیلئے قتل کرنے کا حکم دیا اپنی ذات کیلئے کئی لوگوں کو معاف فرمایا اور اس حدود کے قائم ہونے کے بعد سوائے توہین رسالت کے باقی گناہ

معاف ہوتے ہیں۔

حد قائم ہونے سے مراد صرف سزا نہیں بلکہ اس گناہ کا ازالہ ہے جو اس نے کیا اس بات کا اشارہ اس حدیث مبارکہ سے ملتا ہے جب انہیں زنا پہ سنگسار کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش مانگو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ
کہ انہوں نے ایسی خالص توبہ کی ہے کہ اگر اس کو امت میں تقسیم کر دیا جاتا تو ان سب کے لیے کافی ہو جاتی۔ (صحیح مسلم)

اسلامی احکامات کا ذکر کرنے سے پہلے اقوام متحدہ کے ایک قانون کا ذکر مناسب ہے جسے مغربی فکر رکھنے والے عموماً حرف آخر جانتے ہیں حالانکہ یہ انسانوں کا بنایا قانون ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ 1948 کی شق 18 میں لکھا ہے۔

"ہر انسان خیال، ضمیر اور مذہب کی آزادی رکھتا ہے لیکن اس اظہار خیال کی آزادی کا مطلب ہر گز یہ نہ ہوگا کہ کوئی بھی شخص دوسروں کی دل آزاری کرے۔"

تقریباً اس قانون کے تحت "ہولوکاسٹ" کی ساٹھ لاکھ تعداد کو چیلنج کرنے والے صحافیوں کو قید و بند اس لئے رکھا گیا کہ اس سے یہودیوں کی دل آزاری ہوئی ہے جبکہ اہل اسلام کی اتنی بڑی تعداد کی دل آزاری کو یہی جمہوری قوتیں دل آزاری ہی نہیں سمجھتیں۔

جب توہین رسالت کا جرم اللہ کی حدود میں ہے تو اس حد کا نفاذ رسول اللہ ﷺ نے توہین رسالت کے مرتکبین کیلئے استعمال کیا آپ اشارع ہیں اور شارع کا منصب ہی شریعت کا نفاذ ہے اور امت کیلئے ایسی روایات چھوڑنا ہے جو منشائے خداوندی کے مطابق ہوں۔ اور یہی چیز رسول اللہ ﷺ نے بطور مثال چھوڑی اور امت مسلمہ کے فقہاء و علماء نے اسے عملی طور پر امت میں لاگو کیا۔

غزوہ بدر کے قیدیوں میں نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط کو عام قیدیوں کے برعکس قتل کیا گیا (صرف ان کے قتل کا حکم دیا گیا) اس کی وجہ یہی گستاخی اور توہین رسالت

تھی جو کفر سے بھی شدید تر ہے عام کفار اگر جنگ نہ کریں تو انہیں ایک معاہدہ کے ذریعے ذمی کے طور پر امان دی جاتی ہے کیونکہ تمثیلاً وہ پھلدار درخت کے پھل کو کاٹنے کے درپے ہوتا ہے لیکن توہین رسالت کا مرتکب ایسا ہی ہے جیسا پھل بھی کاٹتا ہے اور اس درخت کی جڑوں کو کاٹنے کے درپے ہے یہ دونوں جرم مختلف ہیں اور ان کی سزا بھی جدا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے تمام لوگوں کو امن دیا مگر چار مردوں اور عورتوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان نے عبداللہ بن سرح (یہ حضرت عثمان کے رضاعی بھائی کاتب وحی تھے جو لوگوں کو کہتے تھے کہ میں اپنی مرضی سے قرآن میں تبدیلی کرتا تھا) کو آپ ﷺ کے سامنے لاکھڑا کیا اور بولے اے اللہ کے نبی عبداللہ سے بیعت لے لیجئے آپ ﷺ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بیعت نہ کی اور تین مرتبہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تین مرتبہ انکار کرنے کے بعد آپ نے بیعت لی اور اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم میں کوئی بھی اتنا سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے اس کی بیعت لینے سے ہاتھ کھینچ لیا اور بیعت نہ کی تو اس کو قتل کر ڈالتا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نہیں سمجھ پائے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے اگر آپ ﷺ آنکھ سے بھی اشارہ کر دیتے تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نبی کو زیب نہیں دیتا کہ اس کی خیانت کرنے والی آنکھ ہو (یعنی نبی کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ چپکے چپکے آنکھوں سے اشارے کنائے کرے)۔ (ابوداؤد)

عبداللہ ابن ابی سرح کو معافی تو مل گئی لیکن اس معافی کی وجہ ان کا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا امان دینا شامل تھا لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا منشاء یہی تھا کہ توہین رسالت کا مرتکب قتل ہی ہوتا تو بہتر تھا لہٰذا امت پر فرض یہی ہے کہ منشائے رسول کا احترام کرے ورنہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہوتی ہے جو بذات خود کفر ہے۔

گستاخی کی سزا عام گناہوں کی طرح سزا نہیں جیسے عمومی طور پر لوگ خیال کرتے اور توہین رسالت کے قانون کو سخت کہہ کر اسلام پر انگلیاں اٹھاتے ہیں اور یہ بات بھی پیش

نظر رہے کہ یہ غیر مسلموں کیلئے مخصوص قانون نہیں بلکہ اگر توہین رسالت کوئی مسلمان بھی کرے گا تو اس کی بھی یہی سزا ہوگی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے

أجمع عوامّ أهل العِلم علَى أن من سَبّ النّبِيّ صَلَّى الله عَلَيه وَسَلَّم يُقْتَل (کتاب الشفا، عمدۃ القاری)

تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ا کی توہین کرنے والے کی حد یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ توہین رسالت ناقابل معافی جرم اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

عام جرم یا عام کفر کی وضاحت کیلئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان صاحب فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ صفحہ ۳۰۲ پر فرماتے ہیں۔

''نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہیں دینگے۔''

مزید وضاحت کیلئے فقہ حنفی کے مسلمہ کتاب الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ کا یہ حوالہ بھی پیش نظر رہے۔

كُلُّ كَافِرٍ تَابَ فَتَوْبَتُهُ مَقْبُوْلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ إِلَّا جَمَاعَةُ الْكَافِرِيْنَ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہر کافر کی توبہ دنیا و آخرت میں مقبول ہے سوائے اس کافروں کی جماعت کے جس نے نبی ﷺ کی گستاخی کی ہو۔

منافقین بھی اسی قسم کی گستاخیاں کرتے تھے جن کا ذکر پچھلی آیات میں موجود ہے تو ایسی گستاخیوں پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ اے حبیب ﷺ اگر آپ بھی ان کیلئے استغفار فرمائیں تو اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ (التوبہ: ۸۰)

آپ ﷺ خواہ ان (بدبخت، گستاخ اور آپ کی شان میں طعنہ زنی کرنے والے منافقوں) کے لئے بخشش طلب کریں یا ان کے لئے بخشش طلب نہ کریں، اگر آپ (اپنی طبعی شفقت اور عفو و درگزر کی

عادت کریمانہ کے پیشِ نظر) ان کے لئے
ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ
انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ
انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ)
کے ساتھ کفر کیا ہے۔

جس طرح حدود کا معاملہ ہے باقی حدود میں توبہ پر معافی ہے لیکن اس میں نہیں ہے۔

توہین رسالت ﷺ اس قدر نازک مسئلہ ہے کہ اس کے مرتکب کی سزا اللہ تعالیٰ کی توہین سے بھی اشد ترین ہے اسی لئے علمائے امت نے اس کی سزا پہ کسی نرمی کا پہلو باقی نہیں رکھا مثلاً کتاب حاشیہ الصاوی علی الشرح الصغیر میں ہے۔

''اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول ہے لیکن انبیاء کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تو عقلاً ہر عیب سے پاک ہے اس لئے توبہ قبول ہو جائے گی باقی رہے خواص تو ان کا پاک ہونا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہوا ان کی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں اس لئے اس بارے میں سختی کی جائے گی اور توبہ قبول نہ ہوگی۔''

توہین رسالت کا تعلق انسانی حقوق سے بھی نہیں ہے اسی لئے امت مسلمہ کے اکابرین نے کبھی اس پہ نرمی یا کمزوری نہیں دکھائی ورنہ کبھی تو یہ معاملہ زیر غور آتا:

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا — جس نے ایک انسان کی زندہ رکھا تو گویا اس نے سارے انسانوں کی زندہ رکھا۔
(حیات انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)

توہین رسالت کوئی قتل و غارت کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی حدود کو قائم رکھنے کیلئے جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری حدوں کو قائم رکھنے میں اہل عقل کیلئے زندگی کے سامان موجود ہیں۔

اسی وجہ سے علمائے امت نے ہر پہلو کو مدنظر رکھا جیسا کہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ

کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

وَالَّذِی عِنْدِی أَنَّ سَبَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ أَوْ نِسْبَةَ مَا لَا يَنْبَغِي إِلَى اللهِ تَعَالٰى إِنْ كَانَ مِمَّا لَا يَعْتَقِدُونَهُ كَنِسْبَةِ الْوَلَدِ إِلَى اللهِ تَعَالٰى وَتَقَدَّسَ عَنْ ذٰلِكَ إِذَا أَظْهَرَهُ يُقْتَلُ بِهٖ وَيُنْتَقَضُ عَهْدُهٗ (ردالمحتار)

کہ میرے نزدیک جو نبی کی گستاخی کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ سے ایسی بات منسوب کرتا ہے جو شان الٰہی کے منافی ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا سوائے اس بات کے جو ان کے اعتقادات میں شامل نہ ہو جیسے یہود و نصاری اللہ کا بیٹا کہتے ہیں (یہ بھی شان الٰہی کے منافی ہے)۔

توہین رسالت ﷺ کے حساس ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ظاہری اعمال پر ہی منحصر نہیں بلکہ صرف دل میں یہ بھی سوچنا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے افضل ہوں اس میں شامل ہوتا ہے اس غیب کی خبریں دینے والے پیغمبر سے کچھ بھی پنہاں نہ تھا لہٰذا مندرجہ ذیل واقعہ میں اس کی قلبی کیفیت کو دیکھ کر ہی واجب القتل ہونے کا حکم لگا دیا۔

مدینہ منورہ میں بڑا ہی عابد و زاہد نوجوان تھا کسی نے رسول اللہ کے سامنے ذکر کیا آپ پہچان نہ سکے ایک دن اچانک سامنے آگیا صحابہ نے اس کی عبادت کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو یاد دہانی کرائی آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھتا ہوں پھر پوچھا:

أَحَدَّثْتَ نَفْسَكَ آنِفًا أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ رَجُلٌ أَفْضَلَ مِنْكَ؟

ابھی تو اپنے دل میں یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ تجھ سے افضل یہاں کوئی نہیں؟

اس نے جواب دیا کہ ہاں وہ نماز کیلئے مسجد میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون اسے قتل کرے گا؟ (مصنف عبدالرزاق: خصائص الکبریٰ)

نبی کریم ﷺ کی توہین یا آپ کی بے ادبی حبط اعمال کا ذریعہ ہے اور مباح الدم یا واجب القتل صرف وہ شخص ہوتا ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کرے یہ شخص بھی بے ادبی کی وجہ سے مباح الدم ہو گیا تھا جس کے قتل کا حکم دیا گیا یہی معاملہ جب منافقین

نے توہین اور استہزاء کی صورت میں کیا تو اسے قرآن لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ سے تعبیر کرتا ہے (اب جھوٹے عذر نہ کرو تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو)۔

بشر منافق جس نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ کیلئے لے گیا آپ نے قتل کرتے ہوئے یہ فرمایا:

هٰكَذَا اَقْضِي لِمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ)

جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہیں کریگا عمر کا اس کیلئے فیصلہ یہی ہے۔

اَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهٗ سَمِعْتُ رَاهِبًا سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقَالَ لَوْ سَمِعْتُه لَقَتَلْتُه . اِنَّا لَمْ نُعْطِهِمُ الْعُهُوْدَ عَلٰى هٰذَا

(فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، تفسیر مظہری)

ایک آدمی نے حضرت حفص رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے ایک راہب کو دیکھا جو نبی کی گستاخی کرتا تھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا اگر میں سنتا تو اسے قتل کر دیتا ہم ان سے اس بات پر معاہدہ نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے توہین رسالت کی سزا کو بطور حد قائم فرمایا اس پہ اکابرین کے یہ اعمال گواہ ہیں۔

کنز العمال کتاب الشفا اور تاریخ طبری میں ہے کہ جب امیر یمامہ نے رسول اللہ کی ہجو گانے والی دو عورتوں کے دو سامنے کے دانت اور ایک ہاتھ کاٹ دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے پہلے پتہ چلتا تو میں تجھے ان کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کی سزا دوسری سزاؤں سے مختلف ہوتی ہے۔

مرتد بھی واجب القتل ہے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے تین دن توبہ کی مہلت دیتے ہیں جبکہ توہین رسالت کیلئے اس مہلت کے بھی قائل نہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی کا فرمان ہے:

جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی اکی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے یہی مذہب ہمارے آئمہ وغیر ھم کا ہے۔

جب خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے کہا کہ فقہائے عراق نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی کو گالی دینے والے کو کوڑے لگائے جائیں تو آپ نے فرمایا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَقَاءُ الْأُمَّةِ بَعْدَ شَتْمِ نَبِيِّهَا؛ (کتاب الشفاء)

اے امیر المومنین! اس امت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے نبی کو گالیاں دی جائیں؟

جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہو سکتی۔

جو رسول اللہ ﷺ یا کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرے اس دنیا میں باوجود توبہ کرنے کے اسے سزا دی جائیگی یہاں تک کہ اگر نشہ کی حالت میں ہوش میں نہ بھی ہو لیکن کلمہ گستاخی کی سزا اسے لازمی دی جائے گی تمام علمائے امت کا اجماع ہے اور یہ حکم عام ہے کہ کسی بھی نبی کی توہین کی جائے۔

مَنْ كَذَّبَ وَاحِدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَّبَ سَائِرَهُمْ لِاتِّفَاقِهِمْ فِي الدَّعْوَةِ إِلَى كُلِّيَّاتِ الشَّرَائِعِ

(تفسیر فتح القدیر)

جو تمام انبیاء میں سے کس ایک نبی کو بھی جھٹلائے گا تو بالاتفاق سب کا اس نے جھٹلایا کیونکہ ان کی دعوت متفق اور شریعتیں اکٹھی ہیں۔

وَأَمَّا إِذَا سَبَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - أَوْ وَاحِدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مُسْلِمٌ وَلَوْ سَكْرَانَ وَأَنَّهُ يُقْتَلُ حَدًّا وَلَا تَوْبَةَ لَهُ

(درر الحکام شرح غرر الاحکام)

نبی کریم ﷺ یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی توہین وگستاخی وہ اگر نشہ کی حالت میں بھی کریگا تو اس کی حد یہی ہے کہ وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ

(مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر)

جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک بھی کرے گا وہ خود کافر ہو گا۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَا شَكَّ وَلَا شُبْهَةَ فِي كُفْرِ شَاتِمِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَفِي اسْتِبَاحَةِ قَتْلِهِ وَهُوَ

اور حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ چاروں آئمہ

اَلْمَنْقُوْلُ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ سے منقول ہے۔

(رد المحتار علی در المختار)

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کا عمل ہی شریعت کی حد تھا آپ اپنے توہین رسالت کرنے والوں کو قتل کرایا اب آپ ﷺ کے وصال کے بعد تمام امتیوں پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کے منشاء کے مطابق عمل پیرا ہوں اور توہین کرنے والوں کی ہر قسم کی سرکوبی کریں اور شریعت کی حدود کی حفاظت اسی شریعت کے قائم کرنے میں ہے اور شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ توہین رسالت کا منکر قتل ہو۔

احکام دین تین ہے:

ایک دلیل اللہ کی کتاب ہے دوسری دلیل احادیث نبویہ ہیں اور تیسری دلیل اجماع امت ہے ان تینوں ذرائع کے اعتبار سے توہین رسالت کی سزا قتل ہے جبکہ رسول اللہ کی ذات اقدس ان تینوں کا خلاصہ بلکہ خلاصہ کائینات ہے اور آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کا عمل ہی حد تھا جسے چاہتے اس پر حد جاری فرماتے اور جس کیلئے چاہتے منسوخ فرما دیتے جس طرح معترضین کہتے ہیں کہ صرف تین چیزوں میں حد لگائی تو آپ ﷺ نے کئی حدود میں معافی عطا فرمائی جبکہ کئی مقامات پر تبدیلی فرمائی جیسے سورہ المجادلۃ میں حضرت خولہ اور خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں غلام آزاد کرنے، ساٹھ روزے رکھنے اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا پھر اس کو فرمایا جاؤ بنی زریق میں صدقہ وصول کرنے والے سے کھجوریں لے کر مسکینوں میں تقسیم کرو اور گھر والوں کو بھی کھلاؤ۔ (تفسیر مظہری)

یا جس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گذری کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قتداء میں نماز پڑھنے پر حد ساقط فرمادی۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ آپ کا ہر عمل وحی خدا کے ضمن میں ہے جس کی گواہی اللہ کا قرآن دیتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔

ایسے اعمال میں تائید خداوندی شامل ہوتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ

ے ثابت ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (الحشر:۵)

(اے مومنو! یہود بنو نضیر کے محاصرہ کے دوران) جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا تم نے نہیں ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو (یہ سب) اللہ ہی کے حکم سے تھا اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل و رسوا کرے۔

قرآن مجید:

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب:۵۷)

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لئے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ کو اذیت دینے کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اس کی نافرمانی کی جائے اور دوسرے یہ کہ اس کے رسول کو اذیت دی جائے، کیونکہ جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول ﷺ پر طعن اللہ پر طعن اور رسول ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ رسول کی نافرمانی فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے تبھی اس کی سزا سب سے زیادہ اور اس جرم کو قبیح کہا گیا۔ اسی طرح اللہ کے رسول کو ستانا اور تکلیف پہنچانا فی الحقیقت اللہ کو دکھ پہنچانا ہے۔ پھر آخر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ذلت و رسوائی کا عذاب کیوں نہ دے گا۔

(۲) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (التوبہ:۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
وہ لوگ کوئی عذر قابل فائدہ نہیں پیش کر سکیں گے۔

(تفسیر مظہری، ص: ۲۵۵، ج: ۴)

رئیس المحققین عمدۃ المفسرین علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر "روح المعانی" میں فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں لفظ رسول ﷺ کی اضافت لفظ اللہ کی طرف نہایت تعظیم کیلئے ہے اور اس بات کی طرف تنبیہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی ایذا رسانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرما کر انتہائی قہر و غضب اور دردناک عذاب دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے کہ:

(۳) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ

(التوبہ: ۶۵، ۶۶)

اور اگر ان سے پوچھا جائے تو یقیناً یہ کہیں گے کہ بیشک ہم کھیل رہے تھے آپ فرما دیجئے (اظہار و قہر و غضب کے طور پر) کہ یہ کیا تم اللہ کے ساتھ اور اسکی آیتوں اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم مسخرے کرتے ہو اب تم جھوٹا زرمت کرو کہ تمہارا کفر ظاہر ہو گیا کہ تم لوگوں نے رسول کریم ﷺ پر طعن کیا ہے حالانکہ تم پہلے ایمان ظاہر کر چکے ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ "تم نے اپنا کفر ظاہر کیا حالانکہ پہلے ایمان ظاہر کر چکے ہو۔ اس طرح کہ تم نے مذاق اڑایا"۔

تفسیر جمل ص ۲۹۱، ج ۲ میں، تفسیر خازن ص ۹۶، ج ۲، بغوی صاوی ص ۱۳۴، ج ۲ میں ہے کہ:

"تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کیا یعنی اس کے فرائض اسکے حدود، اس کے احکام کا مذاق اڑایا ہے اس سے مراد اللہ کی کتاب، اس کی ذات اور اس کے محبوب ﷺ ہیں"۔

اسی طرح صاوی، مدارک ص ۱۳۴، ج ۲، تفسیر کشاف صفحہ ۲۸۶، ج ۲ میں بھی مذکور ہے اور صاحب تفسیر مظہری صاحب تفسیر کبیر صفحہ ۴۶۹، ج ۲ فرماتے ہیں کہ "دین کے ساتھ استہزاء کرنا یا مذاق اڑانا، جس طرح بھی ہو کفر ہے کیونکہ یہ تحقیر ہے"۔

اسی طرح صاحب عمدۃ القاری شارح بخاری، صفحہ ۱۲۴، ج ا میں فرماتے ہیں کہ "ایسے شخص کے کفر کے بارے میں کوئی شک نہیں جس کا عقیدہ حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کا نہ ہو"۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بعض احناف فقہاء کے نزدیک حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ ذکر کرنے والے کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی"۔

(۴) مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا (الاحزاب: ۶۱)

(یہ) لعنت کئے ہوئے لوگ جہاں کہیں پائے جائیں، پکڑ لئے جائیں اور چن چن کر بری طرح قتل کر دیئے جائیں۔

یہ فعل قتل کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث مبارکہ:

اس میں بہت احادیث مبارکہ ہیں اجمالاً چند ایک کا ذکر ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس کی روایت جس میں نابینا کا ام ولد باندی کا قتل کرنا۔ (سنن ابی داؤد)

(۲) حضرت علی سے مروی حدیث جس میں یہودیہ کو قتل کیا گیا تو آپ ﷺ نے قاتل کا خون معاف کر دیا۔ (سنن ابوداؤد)

(۳) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں کعب بن اشرف کا قتل رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کیا گیا۔ (صحیح بخاری)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ابن خطل کو کعبہ کے پردے سے نکال کر قتل کیا گیا۔ (صحیح بخاری)

ابن سرح کا ذکر، مدینہ کے اس ظاہری عابد جوان کا ذکر، بشر منافق جسے سیدنا عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

فقہائے کرام:

اکثر علماء وفقہاء اور محدثین کے نزدیک توہین رسالت کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ ہی سزائے قتل معاف ہوگی۔

وَقَدْ نَقَلَ الْمُنْذِرِ الِاتِّفَاقَ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرِيحًا وَجَبَ قَتْلُهُ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِي وُجُوبِ قتله إذا كان مسلما

(عون المعبود شرح ابو داود)

المنذر نے نقل کیا ہے اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے صریح توہین رسالت کی وہ واجب القتل ہے اور خطابی کہتے ہیں اگر توہین کرنے والا مسلمان ہے تو اس کے قتل کرنے کے واجب ہونے میں مجھے کسی کے اختلاف کا علم نہیں۔

(رد المحتار علی الدر المختار، ص ۴۰۰، ج ۳) میں ہے۔ ”اور کافر جو کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں برے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے ہوا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اسکی توبہ قبول نہیں کی جائے گی مطلقاً۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی شان میں برے الفاظ استعمال کئے ہوں تو اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے کہ یہ اللہ کا حق ہے اور وہ بندے کا حق ہے جو ان سے معافی مانگے بغیر قبول نہیں ہوتا۔ اور جو ایسے شخص کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“۔

علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔اس لئے کہ حد توبہ کرنے کے ساتھ ساقط نہیں ہوتی۔ اور اس کا یہ فائدہ ہوا کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ ہے البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ص ۴۰۰، ج ۳)

صاحب خلاصہ الفتاوی ص ۳۸۶، ج ۴ میں ذکر فرماتے ہیں: ”اور ذکر کیا گیا ہے محیط میں کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہا یا آپ ﷺ کی اہانت کی یا آپ ﷺ پر دین کے بارے میں یا آپ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں یا کسی بھی وصف کے بارے میں کوئی بھی عیب لگایا خواہ وہ شخص آپ کی امت میں سے ہو یا کوئی غیر ہو، خواہ

وہ اہل کتاب سے ہو یا غیر، خواہ وہ ذمی ہو یا حربی، خواہ اس سے الفاظ میں اہانت ہو یا افعال سے، اس کی اہانت یا عیب لگانا اس سے قصداً صادر ہوا ہو یا بھول کر، یا غفلت میں، یا مذاق میں صادر ہوا ہو۔ ان تمام صورتوں میں وہ شخص دائمی کفر کے ساتھ کافر ہوا ہے۔ اب کسی بھی طرح سے اس کی توبہ ہمیشہ کیلئے قبول نہیں نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور نہ ہی بندوں کے نزدیک، اور شریعت مطہرہ میں ان کا حکم تمام متاخرین مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور متقدمین کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا یقیناً۔ اور بادشاہ یا اس کا نائب اس کے قتل میں کوئی سستی نہیں کریں گے"۔

بعض لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ توبہ قبول کرنا اسلام کے منافی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قاتل کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، زنا والے کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، تو کیا گستاخی کی سزا ان جرائم سے بھی کم ہے اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو ناموس رسالت کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ ہے تو ماننا پڑے گا توہین رسالت کی حد بھی توبہ سے معاف نہیں ہو سکتی۔

یہ حق چونکہ صرف رسول اللہ ﷺ کا ہے اور بندے کا حق معاف کرنا قاضی یا عدالت کے اختیار میں نہیں ہوتا لہٰذا توہین رسالت ﷺ کرنے والے کی توبہ عند اللہ تو قبول ہو سکتی ہے لیکن عدالت اس پہ حد لازمی جاری کرے گی۔ اور توبہ کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوگا جو اسے آخرت میں فائدہ دے گا جو معاف کرنے والے واقعات بطور دلیل دیئے جاتے ہیں وہ ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں پھر جب اسلام کو طاقت ملی تو حکم ہوا۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ

(التوبۃ: ۱۴)

ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا۔

توہین رسالت کے مرتکبین کی توبہ:

توبہ کے چار اجزاء ہیں۔

(۱) جو اس سے ہو چکا اس پر دلی ندامت ہو۔

(۲) جو گناہ سرزد ہوا اس کو فوراً چھوڑ دے۔

(۳) مصمم ارادہ کرے کہ دوبارہ نہیں کریگا۔

(۴) جس کا حق مارا ہو اس سے معاف کرائے۔

توہین رسول ﷺ کرنے والے کی توبہ شرعی توبہ نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد اس میں چوتھا جزء شامل نہیں ہو سکتا۔

ہر امتی کو نیابت کا حق حاصل ہے لیکن معافی کا حق کسی انسان کو یا کسی امتی کو نہیں جس طرح والدین کا حق اولاد پر ہے اسی طرح امتی بھی اپنے پیغمبر کا حق رکھتا ہے اور یہ اپنے امتی کے ساتھ خیانت اور بے وفائی ہوگی کہ وہ حق امتی ادا نہ کرے سب سے پہلا حق حکومت وقت اور عدالت کا ہے کہ وہ توہین کرنے والے کو سزا دے اگر وہ اپنے اس فرض میں ناکام رہیں تو کوئی امتی بھی اسے قتل کر کے پوری امت کا فرض ادا کر دے تو حکومت اُسے قصاص میں قتل نہیں کرے گی کیونکہ اس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی اور جس شخص کو بطور حد قتل کیا جا رہا ہے اس کی توبہ یہی جان دینا ہی ہے ورنہ قیامت کو اسے عذاب زیادہ سخت ہوگا۔ ایسے دلائل جن میں توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی مندرجہ ذیل ہیں۔

كُلُّ مَنْ أَبْغَضَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلْبِهِ كَانَ مُرْتَدًّا، فَالسِّبَابُ بِطَرِيقٍ أَوْلَى. ثُمَّ يُقْتَلُ حَدًّا عِنْدَنَا فَلَا تَعْمَلُ تَوْبَتُهُ فِي إِسْقَاطِ الْقَتْلِ

(فتح القدیر ابن الہمام)

ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ سے دل میں بغض رکھے وہ مرتد کہلائے گا جب کہ گالی دینا تو شدید ترین جرم ہے تو ہمارے نزدیک بطور حد کے وہ قتل کیا جائیگا اور اس کی توبہ سے قتل ساقط نہیں ہوگا۔

وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ لِأَنَّ الْحَدَّ لَا يَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ فَهُوَ عَطْفُ تَفْسِيرٍ ؛ وَأَفَادَ أَنَّهُ حُكْمُ الدُّنْيَا . أَمَّا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالَى فَهِيَ مَقْبُولَةٌ كَمَا فِي الْبَحْرِ

(ردالمحتار ابن عابدین)

اس کی توبہ قبول نہ ہوگی کیونکہ حد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کے فائدوں میں یہ ہے کہ یہ حکم دنیا سے تعلق رکھتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

(الْكَافِرُ بِسَبِّ نَبِيٍّ) مِنَ الْأَنْبِيَاءِ . فَإِنَّهُ يُقْتَلُ حَدًّا وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ مُطْلَقًا ..... وَالْأَوَّلُ حَقُّ عَبْدٍ لَا يَزُولُ بِالتَّوْبَةِ ، وَمَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ كَفَرَ

(ردالمحتار ابن عابدین)

نبی کریم ا کی گستاخی ایک وصال یافتہ شخص پر بہتان ہے اس لئے گستاخ کی توبہ سے یہ سزا ساقط نہ ہوگی۔

(الصارم المسلول: ۲۸۴)

ابن سرح کو گستاخی کرنے پر قتل کا حکم دیا حالانکہ وہ تائب ہو کر آیا تھا اس کی توبہ کا رسول اللہ ﷺ کو علم بھی تھا اس کے باوجود آپ ﷺ کی منشاء یہی تھی کہ کوئی اسے قتل کردے۔ یہ نص ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کرنا لازم نہیں بلکہ قتل کرنا جائز ہے خواہ تائب ہو کر آئے۔

ابن سرح کو خود رسول اللہ ﷺ نے معاف کیا تھا حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب اس طرح کی معافی کا دروازہ بند ہو چکا ہے امت کے پاس اختیار نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حق معاف کرے۔ (الصارم المسلول: ۳۱۸)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص نبی اکرم ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ کی تنقیص شان کرے خواہ مسلمان ہو یا کافر واجب القتل ہے میری رائے میں اس گستاخ کو قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ (الصارم المسلول: ۲۸۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک گستاخ کی توبہ قبول نہ ہونے کا حکم ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں بہتان کے ذریعے گستاخی کرنے یا کسی اور وجہ سے گالی دینے میں فرق نہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائیگا۔

جو بد بخت حضور انور ﷺ کو سب وشتم کرے یا آپ پر عیب لگائے یا تنقیص شان کرے اس کو توبہ کا موقع نہ دیا جائے وہ قتل کیا جائیگا۔ (الصارم المسلول: ۲۹۰)

کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جسکی حد قتل کرنا ہے اور کسی صورت میں اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔۔۔ اور بندے کا حق توبہ سے زائل نہیں ہوتا۔۔۔ جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ناموس رسالت ﷺ اس قدر نازک مسئلہ ہے جس پہ امت مسلمہ کے اکابرین اور عام لوگوں نے کسی قسم کی کبھی نرمی نہ دکھائی توہین رسالت یا کسی بھی رسول کی اہانت کرنے والے کو قتل کرنے میں فقہی نصوص واقع ہیں کہ اسے قتل کیا جائے۔ مثلاً قول عمر بن عباس و ابوبکر الصدیق و ابن عمر رضی اللہ عنہم جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے قتل کا حکم فرمایا تھا ان عورتوں کا جو اپنی زبانوں سے برا بھلا کہتیں تھیں اور قتل کرنے میں کسی کی توبہ قبول نہیں کی گئی۔ حالانکہ حربی کافرہ عورت کو نہیں قتل کیا جاتا جب کہ وہ کسی کو نہ قتل نہ کرے اور مرتدہ جب توبہ کرے تو بھی اس کو نہیں مارا جاتا۔ اور ان عورتوں کو قتل کیا گیا۔

(الصارم المسلول: ۳۳۸)

اور حدیث عبداللہ بن خطل اس پر دال ہے کہ توہین کرنے والے کو قتل کیا جائے کیونکہ وہ پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہوا اور وہ توہین بھی کرتا تھا تو اسے قتل کیا گیا۔ اور اس سے توبہ قبول نہیں کی گئی۔ (الصارم المسلول: ۳۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کیا جو حضور ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں تھا اور اس نے اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی قرآن پاک میں اس واقعہ کا ذکر نازل ہوا یہ تو ادنیٰ قسم کی توہین ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ جو اس سے زیادہ توہین کا مرتکب ہو۔

(الصارم المسلول: ۳۳۶)

صاحب چپلی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ فائدہ دے گی لیکن اسکا قتل موقوف نہ ہوگا۔ (باب الجزیہ: ۱۳۷)

توہین رسالت ﷺ کرنے والے کی توبہ کے متعلق فقہاء کے اقوال ہیں۔ اکثر

کا قول یہی ہے کہ توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں اور یہ قول مفتیٰ بہ اور مختار ہے غنیہ میں فرمایا گیا ہے کہ ذوی الاحکام اور مختار قول فتویٰ میں یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔
(سیف الحنفی صفحہ:۴)

نور الہدیٰ میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے نبی کی توہین کی اس قول تک کہ وہ کافر ہوا اور یہ قتل کا مستحق ہے اس پر فتویٰ ہے۔ حسب المفتین۔ (سیف الحنفی صفحہ:۷)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں۔ (سیف الحنفی صفحہ:۲۰)

توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں یہ مذہب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کا ہے۔ ایسا ہی الدر الحکام میں ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ توہین کرنے والے کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ یہ مذہب اہل کوفہ اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہے۔ (سیف الحنفی صفحہ:۳)

حامدیہ میں ہے اگر توہین کرنے والے نے توبہ کی تو اس میں اختلاف ہے لیکن مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کو حد کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ (سیف الحنفی:۹)

فتاویٰ خیریہ میں اگر کسی نے نشے کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی توہین کی تو اس کو معاف نہیں کیا جائیگا اور حد کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور یہ مذہب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امام اعظم کا ہے۔ (سیف الحنفی صفحہ:۱۰)

مبسوط میں عثمان بن کنان سے روایت ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی توہین کی اسکو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ لی جائے اور بادشاہ وقت کو چاہیئے کہ اس کو پھانسی دے یا قتل کرے۔ (سیف الحنفی ص:۴)

مبسوط میں یہی مذکور بالا عبارت ہے۔ فتاویٰ نور الہدیٰ میں ہے اور امام محمد کی کتاب میں ہے کہ "جس نے حضور ﷺ کی توہین کی یا کسی اور نبی کی توہین کرنے والا مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے اور توبہ نہ لی جائے۔ دونوں اسکی نگاہ میں ایک ہیں"۔ (سیف الحنفی صفحہ:۹)

کشف الغمہ میں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی کے نزدیک فتویٰ اس پر کہ اس سے توبہ نہ لی جائے۔

(سیف الحنفی: صفحہ ۷)

اللہ تعالیٰ نے بعض گستاخان رسول کو خود سزا بھی دی قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بیشک مذاق کرنے والوں (کو انجام تک پہنچانے) کے لئے ہم آپ کو کافی ہیں۔

عاص بن وائل، حارث بن قیس، اسود بن المطلب بن الحارث، ولید بن مغیرہ، ابو جہل، ابولہب وہ لوگ ہیں جنہیں توہین رسالت پر اللہ نے خود سزا دی۔ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کو بہت ایذا دیتے اور آپ ﷺ کے ساتھ تمسخر و استہزاء کرتے تھے۔ اسود بن مطلب کے لئے سید عالم ﷺ نے دعا کی تھی کہ یارب اس کو اندھا کر دے۔ ایک روز سید عالم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے، یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسب دستور طعن و تمسخر کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی حال میں حضرت جبریل امین حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے کف پا کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے سے عرصہ میں یہ ہلاک ہو گئے۔ ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا اس کے تہہ بند میں ایک پیکان چبھا مگر اس نے تکبر سے اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا نہ کیا اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا اس سے پاؤں ورم کر گیا اور یہ شخص بھی مر گیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مر گیا اور یہ کہتا مرا کہ مجھ کو محمد ﷺ نے قتل کیا اور اسود بن عبد یغوث کو استسقاء ہوا اور کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لُو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہو گیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا اسی حال میں یہ کہتا مر گیا کہ مجھ کو محمد ﷺ کے رب نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری

ہوا، اسی میں ہلاک ہو گیا۔ انہیں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر الثعلبی: تفسیر البغوی: تفسیر الخازن)

ایسے گستاخانِ رسول میں ہی ایک جد جد الجندعی بھی تھا۔ "جد جد الجندعی یمن گیا وہاں اسے ایک عورت سے عشق ہو گیا اس نے وہاں کے لوگوں سے وہ عورت اس طرح مانگی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ یہ عورت میرے حوالے کرو یمن کے لوگ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ہمیں زنا حرام کہہ کر روکا ہے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور ساری کہانی سنائی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو روانہ فرمایا کہ اگر اسے زندہ پاؤ تو قتل کرو اور اگر مردہ پاؤ تو اس کی لاش کو جلا دو جب حضرت علی وہاں پہنچے تو سانپ کے ڈسنے سے مر چکا تھا حضرت علی نے اس کو جلانے کا حکم دیا۔"

(خصائص الکبریٰ)

اور مشکاۃ المصابیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنے کی گستاخی کی وجہ سے زمین نے قبول ہی نہ کیا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ غیر مسلم جو ہمارے ملک میں رہتے ہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے ایسے لوگوں کیلئے مندرجہ ذیل حدیث دلیل ہے۔

حضرت عرفہ بن الحارث رضی اللہ عنہ ایک عیسائی کے پاس سے گذرے تو اسے اسلام کی دعوت دی تو اس عیسائی نے غصے میں رسول اللہ ﷺ کو گالی دی تو آپ نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا ان کا ہمارے ساتھ معاہدہ تھا جس پر حضرت عرفہ بولی:

مَعَاذَ اللهِ أَنْ نَكُونَ أَعْطَيْنَاهُمْ عَلَى أَنْ يُظْهِرُوا شَتْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

معاذ اللہ کیا ہم نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں ایذا دی جائے۔

ہم نے یہ ذمہ لیا ہے کہ ہم ان کے اور ان کی عبادت گاہوں کے درمیان

مداخلت نہیں کریں گے، ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے اور ان کی جان و مال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے جس پر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ (السنن الکبریٰ البیہقی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

غیرت مسلم کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ وہ سب کچھ برداشت کرلیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے خلاف ایک حرف بھی سننا گوارا نہ کریں۔ جس طرح حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جب اہل "دبا" مرتد ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف زبان کھولی تو وہاں کے امیر حضرت حذیفہ بن الیمان جن کا بس نہیں چل رہا تھا فرمانے لگے۔

أَسْمِعُونِي فِي أَبِي وَأُمِّي، وَلَا تُسْمِعُونِي فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھے میرے ماں باپ کی گالی دے دو لیکن نبی کریم ﷺ کے بارے کوئی نازیبا بات نہ کرو۔ (نصب الرایہ: جمال الدین الزیلعی)

تو ہے ہم کو جان سے بڑھ کر مال اور ملک سے پیارا ہے
تیری محبت کامل ایمان، یہ ایمان ہمارا ہے

ملک محبوب الرسول قادری صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس نازک گھڑی میں اس اہم موضوع پر نمبر شائع کر کے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ محبت کا ثبوت دیا اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

ماخذ و مراجع:

(۱) الکتاب: صحیح البخاری، المؤلف: محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ البخاری الجعفی ------ (۲) الکتاب: صحیح مسلم، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیسابوری ------ (۳) الکتاب: سنن أبی داود، المؤلف: أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدی السِّجِستانی ------ (۴) الکتاب: الشفا بتعریف حقوق المصطفی، المؤلف: أبو الفضل القاضی عیاض بن موسی الیحصبی ------ (۵) الکتاب: عمدة القاری شرح صحیح البخاری، المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی ------ (۶) الکتاب: العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة،

المؤلف: الامام اہلسنت احمد رضا خان ــــــــ(۷) الکتاب : الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ، المؤلف : الشَّيْخ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بْنِ إِبْرَاهِيمِ بْنِ نُجَيْمِ ــــــــ(۸) الکتاب : حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر، المؤلف: أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّاوِيُّ الْمَالِكِيُّ ــــــــ(۹) الکتاب : رد المحتار، المؤلف: السید محمد امین عابدین الحنفی المفتی العلامۃ الشہیر بابن عابدین ــــــــ(۱۰) الکتاب : المصنف عبدالرزاق، المؤلف: أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميری اليمانی الصنعانی ــــــــ (۱۱) الکتاب: الخصائص الکبری، المؤلف: عبدالرحمن بن أبي بکر، جلال الدین السیوطی ــــــــ (۱۲) الکتاب: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، المؤلف: علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین الملا الہروی ــــــــ(۱۳) الکتاب: أحکام القرآن، المؤلف: أحمد بن علی أبو بکر الرازی الجصاص الحنفی ــــــــ(۱۴) الکتاب: التفسیر المظہری، المؤلف: الحافظ محمد شاء اللہ الحنفی النقشبندی ــــــــ (۱۵) الکتاب: التفسیر فتح القدیر، المؤلف: محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی الیمنی ــــــــ (۱۶) الکتاب: مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، المؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخی زادہ یعرف بداماد أفندی ــــــــ(۱۷) الکتاب: عون المعبود شرح سنن أبی داود، المؤلف: محمد أشرف بن أمیر بن علی بن حیدر، أبو عبد الرحمن، شرف الحق، الصدیقی، العظیم آبادی ــــــــ(۱۸) الکتاب: الصارم المسلول علی شاتم الرسول، المؤلف: تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی ــــــــ(۱۹) الکتاب: فتح القدیر، المؤلف: ابن الہمام شمس الدین احمد ابن محمود المعروف بقاضی زادہ الرومی الحنفی ــــــــ(۲۰) الکتاب: السنن الکبری، المؤلف: أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخسروجردی الخراسانی، أبو بکر البیہقی ــــــــ(۲۱) الکتاب: ال إصابۃ فی تمییز الصحابۃ، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی ــــــــ(۲۲) الکتاب: نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، المؤلف: جمال الدین أبو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی ــــــــ (۲۳) الکتاب: کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، المؤلف: علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الشاذلی الشہیر بالمتقی الہندی ــــــــ(۲۴) الکتاب: تاریخ الطبری، المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر أبو جعفر الطبری ــــــــ(۲۵) الکتاب: درر الحکام شرح غرر الأحکام، المؤلف: محمد بن فرامرز بن علی الشہیر بملا، أو منلا أو المولی خسرو ــــــــ(۲۶) الکتاب: گستاخ رسول کا حکم قرآن وحدیث فقہ کی روشنی میں، المؤلف: علامہ مولانا مفتی فقیر سید احمد علی شاہ صاحب سیفی ــــــــ(۲۷) الکتاب: سیف احمد علی برگردن دشمن نبی ﷺ، المؤلف: علامہ مولانا مفتی فقیر سید احمد علی شاہ صاحب سیفی

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی سزا

اُستاذ العلماء حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو امروہہ ضلع مراد آباد یوپی میں سید محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد گرامی کے وصال کے بعد آپ کی نگہداشت برادر اکبر پیر طریقت سید محمد خلیل کاظمی نے فرمائی۔ ۱۹۲۹ء میں فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ بعد از فراغت آپ نے کچھ عرصہ دار العلوم نعمانیہ لاہور میں تدریس فرمائی اور پھر ۱۹۳۱ء میں امروہہ واپس چلے گئے۔ چار سال وہاں تدریس فرمانے کے بعد ۱۹۳۵ء میں ملتان تشریف لائے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ اس وقت آپ کا قائم کردہ یہ مدرسہ پاکستان کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے سرگرم عمل رہے۔ قیام پاکستان کے ایک سال بعد ۱۹۴۸ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے قیام کے لئے ملتان میں کنونشن طلب کیا۔ اس کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان کی صدارت کے لئے خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری صدر اور آپ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی ﷺ میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۵ء کے عرصہ میں آپ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز رہے۔ بہرکیف آپ مستند محقق، مصنف، مقرر، مدبر اور شریعت وطریقت کے جامع الکمال حامل شخصیت کے مالک تھے۔ ہزاروں، لاکھوں افراد نے آپ سے علمی وروحانی فیضان حاصل کیا۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۹۸۶ء بروز بدھ آپ اس دارفانی سے دار البقاء کی جانب کوچ فرما گئے۔ مرکزی عیدگاہ ملتان میں آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خاص وعام ہے۔

کتاب وسنت، اجماع اور تصریحات آئمہ دین کے مطابق توہین رسالت کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول ﷺ کی صریح مخالفت توہین رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم

کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بناء پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:۔

ذلك بانہم شاقوا اللہ و رسولہ (۱)

یہ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم) اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ (۲)

توہین رسالت کے کفر ہونے پر بکثرت آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ مثلاً:

ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل ابا اللہ و آیتہ و رسولہ کنتم تستہزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (۳)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ (ان سے) کہیں، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔ کوئی عذر نہ کرو۔ بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون (۴)

اے رسول ﷺ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے عنقریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ آیت مرتدین اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء نے اس مقام پر فارس و روم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے لیکن حضرت رافع بن خدیج کی حسب ذیل روایت نے اس کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کر دیا۔

عن رافع بن خديج انا كنا نقرء هٰذه الآية فيما مضى ولا نعلم من هم حتى دعا ابو بكر الى قتال بنى حنفية فعلمنا انهم اريدوا بها(۵)

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مرتدین) بنی حنفیہ (اہل یمامہ) سے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔ قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

اتى على بزنادقة فاحرقهم (وفى رواية ابى داؤد) ان عليا احرق ناسا ارتدا عن الاسلام فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله ﷺ لا تعذبوا بعذاب الله و لقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه۔(۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں فرمایا: اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کرا دیتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کردو۔

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت سے مرتدین کا قتل کیا محتاجِ بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان یہودیا فاسلم ثم تہود قال اجلس قال لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل"(۷)

یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہو کر مرتد) ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کے لئے کہا، انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

گستاخِ رسول کا قتل:

غلافِ کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسالت کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اقتلوہ) اسے قتل کر دو۔ (۸)

یہ عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کئے، رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور ﷺ کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔ (۹)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لئے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لئے حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بدحال ہے۔

اجماع امت:

(۱) قال محمد بن سخنون اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له و حكمه عند الامة القتل و من شك فی کفره و عذابه كفر (۱۰)

محمد بن سخنون نے فرمایا: ”علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والا، حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔

(۲) و قال ابو سلیمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلما۔ (۱۱)

امام ابوسلیمان الخطابی نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب (گالی) کا مرتکب ہو تو میرے علم میں ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

(۳)واجمعت الامة علی قتل متنقصه من المسلمین و سابه.(۱۲)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور ﷺ کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

(۴)قال ابو بکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی ﷺ یقتل قال ذلك مالك من انس واللیث واحمد واسحاق و هو مذهب الشافعی قال القاضی ابو الفضل و هو مقتضی قول ابی بکر الصدیق ولا تقبل توبته عند هؤلاء و بمثله قال ابو حنیفة و اصحابه والثوری و اهل الکوفة والاوزاعی فی المسلمین لکنهم قالوا هی ردة.(۱۳)

امام ابو بکر بن منذر نے فرمایا: علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص کو گالی دے، قتل کیا جائے۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان آئمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔"

(۵)ان جمیع من سب النبی ﷺ و عابه والحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه علی طریق السب له او لازراء علیه او التصغیر بشانه او الغض منه والعیب له فهو ساب له والحکم

بے شک ہر وہ شخص جس نے حضور کو گالی دی یا حضور ﷺ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا آپ کی ذات مقدسہ، آپ ﷺ کے نسب، دین یا آپ ﷺ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ ﷺ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات

فيه حكم الساب يقتل كما نبي نه ولا نستثني فصلا من فصول هذا الباب على هذا المقصد ولا نمترى فيه تصريحا كان او تلويح... و هذا كله اجماع من العلماء وآ ئمة الفتوى منلدن الصحابه رضوان الله عليهم الى هلم جرا۔ (۱۴)

مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لئے حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور ﷺ کو صراحۃً گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً ۔۔۔۔ اور یہ سب علماء اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک۔

(۶) والحاصل انه لا شك ولا شبهة فى كفر شاتم النبى ﷺ و فى استباحة قتله و هو المنقول عن الائمة الاربعة۔ (۱۵)

خلاصہ یہ ہے کہ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چاروں آئمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

(۷) كل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتدا فالساب بطريق اولى ثم يقتل حدا عندنا۔ (۱۶)

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ ﷺ کو گالی دینے والا تو بطریق اولی مستحق گردن زنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔

(۸) ايما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او كذبه او عابه او نقصه فقد كفر بالله و بانت منه زوجته۔ (۱۷)

جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

کفر کیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

(۹) اذا عاب الرجل النبی ﷺ فی شیء کان کافرا و کذا قال بعض العماء لو قال لشعر النبی ﷺ شعیر فقد کفر وعن ابی حفص الکبیر من عاب النبی ﷺ بشعرة من شعراته الکریمة فقد کفر و ذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر۔ (۱۸)

کسی شے میں حضور ﷺ پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا، اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو شعر کے بجائے (بصیغہ تصغیر) شعیر کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔

(۱۰) ولاخلاف بین المسلمین ان من قصد النبی ﷺ بذلك فهو ممن ینتحل الاسلام انه مرتد یستحق القتل۔ (۱۹)

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے آپ ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے تو وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

چند اہم امور کی وضاحت:

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کتاب و سنت، اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخِ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حداً قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

(۱) بارگاہِ نبوت کی توہین و تنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لئے یہ شرط صحیح نہیں

کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخِ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخِ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لئے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے، ہماری غرض توہین نہ تھی اور نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا:

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ (۲۰)	بہانے نہ بناؤ، ایمان لانے کے بعد تم نے کفر کیا۔

(۲) صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو راعنا کہتا تو وہ "واسمعوا وللکافرین عذاب الیم" کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور ﷺ کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله۔ (۲۱)	توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا لہٰذا ہر گستاخِ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(۳) یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ

نہیں دیا جائے گا۔اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو، کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔قاضی عیاض نے لکھا:

قال حبیب ابن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل"	یعنی حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔(۲۲)

کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت الحرام" کی طرح معظم ومحترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہو گی کیونکہ عرف ومحاورے میں "ولد الحرام" کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہیں، توہین ہی قرار پائے گا۔خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہو گی۔

(۴) یہاں اس شبہ کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسالت کی سزا حد قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی۔بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ حضور ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہ دی۔ابن تیمیہ نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(الف) اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ان کے کلمات توہین پر صبر کرنا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب) منافقین اعلانیہ توہین رسالت نہ کرتے تھے بلکہ آپس میں چھپ کر حضور ﷺ

کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

(ج) منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ سے انکے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ توہین رسالت کی سزا قتل ہے۔ گستاخانِ شانِ رسالت ابورافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

(د) رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ کو اپنی حیات میں معاف فرمادیں لیکن امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے گستاخ کو معاف کر دے (۲۳)

اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ ”آپ معافی کو اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں“۔ (۲۴)

میں عرض کروں گا کہ گستاخِ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور ﷺ کی امت کے لئے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے۔ اسی طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جا سکتا ہے لیکن بلاواسطہ نہیں بلکہ بواسطہ ذاتِ اقدس ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرمادیں۔ جیسا کہ بعض دیگر احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور ﷺ کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ولن تجزی عن احد بعدك (۲۵) کہ یہ قربانی تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔

☆ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ﷺ نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی: "الا الاذخر" یعنی اذخر گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "الا الاذخر یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرمادیا۔(۲۶)

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں کہ "و در مذہب بعضے آں است کہ احکام مفوض بود بوے ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویند با اجتہاد گفت۔ و اول اصح اظہر است"۔(۲۷) یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کردیئے گئے تھے جس کے لئے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرمادیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور اظہر ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہوسکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لئے آپ ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں لیکن حضور ﷺ کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہوسکے گی جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلماتِ صریحہ بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہرحال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو کہ توہین صریح کی تاویل کرکے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کرچکے ہیں کہ "و من شك في كفره و عذابه كفر" (۲۸)

حوالہ جات:

(۱)سورہ الانفال: ۱۳............(۲)مدارک التنزیل: ۲/ ۴۷؛ تفسیر خازن: ۲/ ۱۷۴......(۳)سورہ توبہ: ۶۵، ۶۶............(۴)سورہ فتح: ۱۶............(۵)روح المعانی: ۲۶/ ۹۳؛ البحر المحیط: ۸/ ۱۳۳............(۶)صحیح بخاری: ۲/ ۱۰۱۲؛ سنن ابی داؤد: ۲/ ۱۳۸............(۷)صحیح بخاری: ۲/ ۱۰۲۳؛ سنن بی داؤد: ۲/ ۱۳۸............(۸)صحیح بخاری: ۱/ ۲۴۹............(۹)فتح الباری: ۸/ ۱۳............(۱۰)الشفاء: ۲/ ۱۹۰......(۱۱)الصارم المسلول، ص: ۷؛ الشفاء: ۲/ ۱۹۰......(۱۲)الشفاء: ۲/ ۱۸۶............(۱۳)الشفاء: ۲/ ۱۸۹......(۱۴)الشفاء: ۲/ ۱۸۸............(۱۵)فتاویٰ شامی: ۳/ ۳۲۱............(۱۶)فتح القدیر: ۵/ ۳۳۲............(۱۷)فتاویٰ شامی: ۳/ ۳۱۹............(۱۸)فتاویٰ قاضی خان: ۴/ ۴۶۸......(۱۹)الاحکام القرآن للجصاص: ۳/ ۱۰۶......(۲۰)سورہ توبہ: ۶۶............(۲۱)نسیم الریاض: ۴/ ۳۸۹......(۲۲)الشفاء: ۲/ ۱۹۱......(۲۳)الصارم المسلول: ۲۲۲ تا ۲۳۳............(۲۴)سورہ اعراف: ۱۹۹......(۲۵)صحیح بخاری: ۲/ ۷۳۲............(۲۶)صحیح بخاری ۱/ ۲۱۶............(۲۷)اشعۃ اللمعات: ۲/ ۴۰۸؛ مسک الختام: ۲/ ۵۱۲............(۲۸)الشفاء: ۲/ ۱۹۰؛ الصارم المسلول، ص: ۷

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

ترجمہ:

خود کو مصطفیٰ ﷺ (کے قدموں تک) پہنچا کہ دین یہی ہے۔
گر تو نہ پہنچا تو صرف اور صرف ابولہبی ہے۔

گستاخ رسول واجب القتل

شیخ الحدیث والتفسیر ابوالنصر باباجی منظور احمد شاہ صاحب ☆

قیام امن کے پیشِ نظر براہِ راست تصادم سے بچنے کا حل یہ ہے کہ ایسے ملزم کو عدالت سزائے موت دے۔

عظمت نبوت:

☆ اُلوہیت کے بعد سب سے بڑا مقام نبوت کا ہے۔جس کا تقاضا ہے کہ اُسے تحفظ دیا جائے اور خود قرآن کریم نے مشرکوں کے قتل کا حکم دیا ہے۔"واقتلو المشرکین" اور "قاتلوا ائمۃ الکفر" کے ارشادات سے واضح ہے کہ ملت اسلامیہ کے فرزندوں کو توحید کے تحفظ کا حکم دیا گیا اور اس کے تحفظ کا طریقہ بھی بتادیا گیا ہے۔ایسے ہی ملت اسلامیہ کو رسالت و نبوت کی تقدیس قائم رکھنے کا بھی حکم ہے اسلام نے کفر کو اجازت دی ہے کہ اپنے دائرہ میں رہ کر چلے مگر جونہی بغاوت اختیار کرے تو کچلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ اسلام کسی کو جبراً مسلمان بنانے کا شوق نہیں رکھتا، نہ اس کا یہ دستور ہے بلکہ "لا اکراہ فی الدین" کے اعلان سے آزادی دیتا ہے لیکن اس آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص رسالت کے خلاف دریدہ دہنی کرلے تو اُسے کھلا چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ رسالت کی توہین اور بے حرمتی اللہ کے دین بلکہ پوری امت کی بے حرمتی اور توہین ہے۔لہٰذا اُمتی کا فرض ہے کہ جب اپنے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی سنے تو جان لے لے یا دے دے اور ہر دور میں عظمت رسالت کے پیشِ نظر ایسا ہوتا چلا آیا ہے ہاں ملک کے اندر قیام امن کے پیشِ نظر براہ راست تصادم سے بچنے کا حل یہی ہے کہ ایسے ملزم کو عدالت سزائے موت دے۔

☆ بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

☆ شفاء شریف قاضی عیاض میں ہے، خلیفہ ہارون رشید نے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے توہین رسالت کرنے والے کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا:

ما بقاء الامة بعد سبّ نبی ھا — اس اُمت کی کیا زندگی ہے جس نے نبی کو گالیاں دی گئیں۔

☆ حضرت حافظ ابن تیمیہ کے دور میں ایک عیسائی نے حضور ﷺ کو گالی دی تو آپ نے اس عنوان پر چھ سو صفحات پر کتاب الصارم المسلول لکھی جس میں دلائل سے ثابت کیا کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت سارے عالم اسلام میں ہے۔

☆ یاد رہے کہ فتح مکہ کے بعد وہاں کے بدترین اخلاقی مجرموں کو بھی "لا تثریب علیکم الیوم" کی نوید سنا دی گئی مگر ساتھ ہی ایک اچھی خاصی تعداد کے افراد کا خون مباح (جائز) قرار دیدیا گیا اور ان کی گرفتاری کا حکم دیدیا گیا انہیں کیوں نہ معاف کیا گیا یہ بھی تو مکہ مکرمہ کے ہی مجرم تھے ان کے قتل کا سبب کفر کے ساتھ گستاخی رسول بھی تھا کہ جگہ جگہ توہین آمیز تقریر کرتے ہجو کے اشعار گاتے۔

☆ جس قدر دین کی تقدیس اور معصومیت ہے اس سے کہیں زیادہ اس کے لانے والے کی عظمت ہے کہ دین اسلام کے فروغ کا باعث ذات مصطفی ﷺ ہی ہے۔ پہلے حضور ﷺ کی جلوہ گری اور پھر اسلام کا ظہور ہے۔ پہلا بہر حال پہلا ہی ہوتا ہے۔

کوہِ صفا کا پہلا خطبہ بھی اس عنوان پر واضح حجت ہے آپ نے اہل مکہ سے پہلی بات جو فرمائی یہ تھی "ھل وجدتمونی صادقا او کاذبا" مجھے تم نے سچا پایا یا جھوٹا؟ پہلے اپنی شخصیت، صداقت اور امانت کا ذکر فرمایا پھر اسلام کی دعوت دی۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام کے باغی (مرتد) کو قتل کیا جائے اور اسلام کے لانے والے محبوب ﷺ کے گستاخ کو چھوڑ دیا جائے، گستاخِ رسول کے قتل کا اسلامی فیصلہ دوہرا نہیں کہ صرف حضور ﷺ کیلئے یہ بات ہو اور کسی دوسرے نبی کیلئے ایسا نہ ہو بلکہ ہر رسول کی گستاخی کی سزا قتل ہی ہے ہاں خود رسول ﷺ کسی کو معاف کر دے یہ الگ بات ہے کسی کو حق نہیں کہ وہ

رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کو معاف کر دے۔ افراد، عدالتیں، سبھی کے سبھی اسی ضابطہ کے پابند ہیں۔

۱۔ عبد اللہ ابن خطل کو غلاف کعبہ کے پیچھے سے نکال کر مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان قتل کر دیا گیا۔ (بخاری شریف ص ۲۴۹، ج ۱، ص ۶۱۴ ج ۲)

یہ شخص حضور ﷺ کی ہجو میں تقریریں کرتا اور اشعار گاتا تھا۔

۲۔ اسی مقدس مدنی دور میں گستاخِ رسول کعب بن اشرف کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (مسلم ۲/۱۱۰)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر مکمل سکوت رہا۔ اگر یہ قتل روح اسلام کے خلاف ہوتا، تو زبان رسالت اس پر خاموشی اختیار نہ کرتی۔

۳۔ ابو رافع گستاخِ رسول کو چند نوجوانوں نے قتل کیا۔

۴۔ ایک گستاخِ رسول کو ایک نوجوان نے قتل کیا۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰۸)

۵۔ عقبہ بن معیط کو اس کی گستاخیوں کے باعث ہی قتل کیا گیا جبکہ جنگ بدر کے باقی تمام قیدیوں کو فدیہ کے بعد رہا کر دیا گیا۔

۶۔ بشر نامی منافق گستاخِ رسول کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(سورۃ النساء، ص ۶۰۔ تفسیر خازن ص ۳۹۷، ج ۱۔ تفسیر کبیر ص ۳۴۸ ج ۳۔ روح المعانی ص ۱۰۴ ج ۵۔ الصارم المسلول ص ۳۸)

۷۔ فرتنی اور قریبہ دونوں شاعرہ خواتین تھیں۔ حضور ﷺ کی ہجو میں محفلیں سجاتیں اور اشعار گاتی تھیں، اسی گستاخی کے جرم میں ایک قتل کر دی گئی اور دوسری نے حاضر ہو کر معذرت کی اور اسلام قبول کر لیا۔ (الصارم المسلول ص ۱۲۶، فتح الباری ص ۹ ج ۸)

۸۔ سارہ نامی خاتون بھی ہجو کرتی تھی، حاطب ابن ابی بلتعہ کا خفیہ خط لے کر مکہ جا رہی تھی قتل کی گئی، گستاخ تھی، شاعرہ تھی۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳)

۹۔ حویرث بن نقید کو گستاخی کی بنا پر ہی قتل کیا گیا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(زرقانی ص ۳۱۵ ج ۲۔ الصارم ص ۱۴۰۔ فتح الباری ص ۹ ج ۸)

۱۰۔ متیس ابن صبابہ کو فتح مکہ کے بعد حضرت غیلہ ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

۱۱۔ عبد اللہ بن سعد کے قتل کا حکم دیا گیا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے ان کی سفارش پر ان کی بیعت لی گئی اور معاف کر دیا گیا۔

۱۲۔ عکرمہ ابن ابی جہل ، ہبار ابن اسود، وحشی ابن حرب، کعب ابن زہیر، عبد اللہ ابن زبعری، ہندہ بنت عتبہ ان سبھی کا خون مباح فرما دیا تھا (قتل کا حکم دے دیا تھا) مگر یہ سبھی باری باری حاضر ہو کر معافی مانگ کر مسلمان ہوتے رہے۔

زبان نبوت کا فیصلہ:

۱۳۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا "من سب نبیا قتل" جس نے نبی کو گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔

(جامع صغیر علامہ سیوطی ص ۱۷۳ ج ۲۔ فتح القدیر ص ۱۹۴ ج ۳۔ شفاء ص ۲۱۲ ج ۲، الصارم المسلول ص ۹۲)

آئمہ کا متفقہ فیصلہ:

۱۴۔ محمد بن سحنون فرماتے ہیں:

اجمع العلماء ان شاتم النبی المتنقص له کافر و حکمه عند الائمه القتل۔

(الشفاء ص ۲۱۶ ج ۲۔ نسیم الریاض ص ۳۳۸ ج ۴۔ الدر المختار ص ۳۱۷ ج ۳، الصارم المسلول ص ۴)

محمد بن سحنون فرماتے ہیں علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے۔ چاروں آئمہ کرام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی سبھی اس فیصلہ پر متفق ہیں۔ (شامی ص ۳۲۱، ج ۳)۔

۱۵۔ امام ابو بکر بن منذر فرماتے ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے کہ نبی کو گالی دینے والے کی سزا قتل ہے ان کے الفاظ یہ ہیں "قال ابو بکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی ﷺ یقتل (الشفاء ص ۲۲۱ ج ۲)

۱۶۔ من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولیٰ

يقتل حدّا عندنا۔

(فتح القدیر امام ابن ہمام ص ۴۰۷ ج ۴۔ کتاب الخروج ص ۱۸۲، فتاویٰ شامی ص ۳۱۹ ج ۳)

آپ ﷺ کو گالی دینے والا مستحق قتل ہے:

۱۷۔ نبی ﷺ کے گستاخ اور گالی دینے والے کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ شامی ص ۳۱۲، ج ۳)

۱۸۔ ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبي ﷺ بذالك فهو ممن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل۔

(فتاویٰ قاضی خاں، ص ۸۸۲، ج ۴۔ احکام القرآن جصاص ص ۱۰۶، ج ۳)

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس کسی نے حضور ﷺ کی توہین کا قصد کیا وہ مستحق قتل ہے۔

خلاصہ تحریر:

اس اہم ترین نازک مسئلہ پر لکھے گئے مضمون کے خلاصہ کو خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت پر ختم کرتا ہوں درج ذیل عبارت محیط کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔

من شتم النبي ﷺ اهانه او عابه في امور دينه او في شخصه او في وصف من اوصاف ذاته سواء كان الشتم او الاهانة او العيب صادرا عنه عمدا او سهوا و غفلة ان تاب لم يقبل توبة ابدا و حكمه في الشريعة القتل قطعا (مختصرا)

جس نے نبی کو گالی دی توہین کی یا عیب لگایا اس کے کسی دینی معاملہ میں ہو یا کسی ذاتی مسئلہ میں وہ گالی دینے والا نبی کی امت سے ہو یا کوئی اور اہل کتاب ہو، ذمی کافر ہو یا حربی یا گالی اس نے بھول کر دی ہو یا قصدا یا غفلت سے اس کا حکم قتل ہی ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۸۶، ج ۴۔ الشفاء ص ۲۱۴ ج ۲)

۲۰۔ حضور ﷺ کو گالی دینا ارتداد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

۲۱۔ اجمعت الامة علی قتل منقصه وسابه۔ (شفاص ۲۲۱، ج ۲)
حضور ﷺ کو گالی دینے اور نقائص بتانے والا واجب القتل ہے۔

۲۲۔ اجمع عوام اهل العلم ای کلهم علی من سب النبی ﷺ یقتل
تمام اہل علم اس پر متفق ہیں حضور ﷺ کو گالی دینے والا قتل کر دیا جائے۔

۲۳۔ حضور ﷺ کی توہین صریحاً یا اشارۃً ایسے تمام الفاظ گالی میں شمار ہوتے ہیں۔

والحکم فیه حکم الساب یقتل۔
اس میں فیصلہ یہی ہے ایسا شخص قتل کر دیا جائے۔ (الصارم المسلول ص ۲۵۲، الشفاء ۲۱۴)

ایسے شخص کی توبہ بھی قبول نہیں۔ آئمہ مجتہدین کا یہی نظریہ ہے کہ جو بھی توہین رسالت کا مرتکب ہو اُسے قتل کر دیا جائے کہ اس جرم کی حد ہی یہی ہے۔ کسی بھی حد والے مجرم کی توبہ اس کی حد ہی ہے۔ امام بزازی ابن ہمام علامہ ابن زین، علامہ عمر بن نجیم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، علامہ خیر الدین رملی شیخ زادہ، محمد بن علی خصکفی رحمہم اللہ نے بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه سیدنا محمد و آله واصحابه وبارك وسلم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۱
(الحجرات: ۱)

ترجمہ:
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

گورنر پنجاب کا قتل

اصل محرکات پر توجہ دی جائے

محمد احمد ترازی ☆

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی سہ پہر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے قریب اس وقت ایلیٹ فورس کے ایک گارڈ ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا، جب وہ ایک ریستوران سے کھانا کھا کر اپنی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے، میڈیا رپورٹ کے مطابق ایلیٹ فورس کے اہلکار نے گورنر پنجاب کو ۲۷ گولیاں ماریں، پھر اپنی گن زمین پر رکھ کر خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا، گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا کہنا تھا کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا تھا، وہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے، اُن کی گستاخِ رسول آسیہ مسیح کے ساتھ ہمدردی اور پھانسی سے بچانے کی کوشش پر مجھے شدید رنج پہنچا تھا، اس لئے میں نے گورنر کے قتل کا منصوبہ بنایا، مجھے اپنے کیئے پر کوئی ندامت نہیں، گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس کا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں، اس نے غلامی رسول ﷺ میں یہ خون کیا ہے کہ سرکار ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلیں ۔ موقع پر موجود ایک عینی شاہد کے مطابق ملک ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو مارنے کے بعد اللہ اکبر، کا نعرہ لگایا اور گن زمین پر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ شخص گستاخ رسول تھا اسی لئے واجب القتل تھا، گستاخِ رسول کی یہی سزا ہے، موقع پر موجود سب لوگ دیکھ لیں کہ میں نے گورنر کے علاوہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔

سب جانتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح سے شیخوپورہ ڈسٹرکٹ جیل میں ملاقات کی تھی اور آسیہ مسیح کے ہمراہ پریس

☆ محقق، مصنف، صحافی

کانفرنس کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اور وہ صدر سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرانے کی سفارش کرینگے، جبکہ آسیہ مسیح کو توہین رسالت کے جرم میں ننکانہ صاحب کی مقامی عدالت سزائے موت سنا چکی ہے، سلمان تاثیر کی جانب سے یہ کہنے کے بعد کہ وہ صدر زرداری سے آسیہ مسیح کو معاف کرنے کی درخواست کریں گے، مذہبی رہنماؤں نے گورنر پنجاب کو گستاخِ رسول قرار دیا تھا، سلمان تاثیر نے جیل میں آسیہ سے ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ آسیہ مسیح غریب اور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہے، اُس کی سزا معاف کر دینی چاہیے، اُن کا کہنا تھا کہ آسیہ مسیح نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اُس نے اسلام یا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، بلکہ انہوں نے الزام لگایا کہ دیہاتیوں نے آسیہ کے ساتھ زیادتی کرنے اور گلیوں میں گھسیٹنے کیلئے گھر تک اُس کا پیچھا بھی کیا ہے، سلمان تاثیر کا کہنا تھا، کہ وہ عدالتی کاروائی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے، تاہم وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آسیہ کو اس جرم میں سزا نہ ملے جو اس نے کیا ہی نہیں۔

اس گفتگو کے دو دن بعد ایک نجی ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کا ''توہین رسالت قانون'' انسان کا بنایا ہوا ہے، خدا کی طرف سے نہیں ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ اُن کی آسیہ مسیح کے ساتھ ملاقات کو مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے تاکہ عوام کو اُن کے خلاف کیا جا سکے، اُن کیلئے یہ ایشو اس حوالے سے اہم ہے کہ توہین رسالت قانون پر نظر ثانی کی جائے، انہوں نے کہا کہ میں نے جامع تحقیقات کرائی ہیں، جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آسیہ کے خلاف اس قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے، یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح کے حق میں ایک سے زیادہ بیانات جاری کیے، اُن کے اس طرزِ عمل پر عوام اور دینی حلقوں میں شدید غم و غصے کی کیفیت پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے وہ دینی اور مذہبی حلقوں میں متنازعہ شخصیت بن کر ابھرے تھے۔

گورنر سلمان تاثیر کے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف انہی متنازعہ اور دل

آزار خیالات اور آسیہ مسیح سے ملاقات کے بعد مذہبی رہنماؤں نے انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اگر صدر نے توہین رسالت کی ملزمہ کو معافی دی تو اُن کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج کیا جائے گا، توہین رسالت قانون کی حامی مذہبی جماعتوں کے اتحاد، تحریک ناموس رسالت ﷺ نے تو صدر زرداری سے توہین رسالت قانون کے خلاف سخت بیانات دینے پر گورنر پنجاب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی کیا اور ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کی تاریخی ملک گیر ہڑتال کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانان پاکستان کیا چاہتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ کی عزت و ناموس پوری کائنات کے لئے سرمایہ حیات ہے، اس قیمتی متاع کا تحفظ ہر مسلمان اپنی جان سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے، دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریق رنگ ونسل اور زبان علاقہ اس معاملہ میں "بنیان مرصوص" کی طرح ہیں، کیونکہ یہی اُن کے ایمان کا تقاضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ والہانہ عشق کے تقاضے کے حوالے سے وہ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے میں انتہائی جذباتی نظر آتے ہیں، اور آخر کیوں نہ ہوں کہ ایک پکا اور سچا مسلمان اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا، ایک مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کے نام و ناموس پر مر مٹنے اور اُس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے، ہماری اس بات پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادتیں موجود ہیں جو ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا، وہاں کی عدالتیں شاتمان رسول کو سزائے موت کا فیصلہ سناتی رہیں، لیکن اس کے برعکس جب بھی یا جہاں کہیں اُن کے پاس حکومت نہیں رہی، وہاں جانثاران تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج قوانین کی پرواہ کئے بغیر گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

یہی وہ حقائق ہیں جس کی وجہ سے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے مسلمان ناموس رسالت کے حوالے سے بہت حساس واقع ہوئے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو بھی ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں

ہیں، ایک مسلمان اس حوالے سے کس قدر جذباتی ہوتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جرمنی میں جب ایک شخص نے خاکوں کی صورت میں توہین رسالت ﷺ کی جسارت کی، تو وہاں زیر تعلیم راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے عامر چیمہ نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن وہ بال بال بچ گیا، جس کے بعد عامر چیمہ کو پراسرار انداز میں دوران حراست شہید کر دیا گیا، جب عامر چیمہ کی لاش پاکستان پہنچی تو اس کی شہادت پر ہزاروں لوگوں نے اس کے گھر پہنچ کر عامر چیمہ کے والد کو بیٹے کی شہادت پر نہ صرف مبارکباد دی، بلکہ جس محلے میں عامر چیمہ شہید کی رہائش تھی، اس کی قریب واقع چوک کا نام عامر چیمہ شہید چوک رکھ دیا، لوگ آج بھی اس نوجوان سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اُسے شہید ناموس رسالت ﷺ قرار دیتے ہیں۔

قارئین محترم! برصغیر پاک وہند میں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب کرنیوالوں کے محاسبے کا سلسلہ بہت پرانا ہے، تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں راج پال نام کے ایک ہندو نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو لاکھوں مسلمان سڑکوں پر نکل آئے تھے، ایک انگریز مجسٹریٹ نے جب راج پال کو رہا کر دیا تو مسلمانوں کا غم وغصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا، بہت سے لوگوں نے راج پال کو قتل کرنے کی نیت کی لیکن یہ سعادت ایک ایسے نوجوان کے حصے میں آئی جو ایک بڑھئی کا بیٹا تھا، علم دین نامی نوجوان نے راج پال کو چھریوں کے پے درپے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، بعد میں علم دین پر مقدمہ چلایا گیا، قائد اعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا، بلکہ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اس کی رہائی کیلئے مہم چلائی لیکن انگریز عدالت نے علم دین کو پھانسی کی سزا دی، جسے اس بہادر سپوت نے خوشدلی سے قبول کیا اور تختہ دار پر جھول گیا، علم دین شہید زندگی کے آخری سانس تک اس بات پر فخر محسوس کرتا رہا کہ اُس نے ایک گستاخ رسول کو واصل جہنم کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے، آج بھی علم دین کو غازی علم دین شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اقبال کے یہ خراج عقیدت ''اسی تہ گلاں کردے رہے، ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا''، تاریخ کا حصہ ہے۔

خیال رہے کہ غازی علم دین شہید کے جسد خاکی لیجانے کیلئے اپنے گھر سے چارپائی دینے اور نوجوانی میں علامہ اقبال کے قدموں میں بیٹھنے والے انگریزی ادب میں برصغیر کے پہلے پی ایچ ڈی کا اعزاز رکھنے والے ممتاز دانشور و ادیب ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے بیٹے سلمان تاثیر سے عوام کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اتنے اہم حساس اور نازک معاملے پر اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے، سلمان تاثیر نے نہ صرف یہ کہ قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہا اور بنا تحقیق آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا، بلکہ عدالتی فیصلے پر تنقید کر کے خود توہین عدالت کے بھی مرتکب ہوئے، انھوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ کہ ان کے اس دل آزار، افسوسناک طرز عمل سے ملک کے لاکھوں عوام جو ناموس رسالت ﷺ پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، کے دلوں پر کیا بیتے گی، افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ببانگ دہل ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات بھی کرتے رہے، جب حکومت کا ایک ایسا ذمہ دار نمائندہ اور صوبے کا آئینی سربراہ جو کہ خود عدالتی فیصلوں پر عمل کرنے اور کرانے کا پابند ہو، اسلامیان، پاکستان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے بیانات دے گا، دین و مذہب کی تعلیمات کے خلاف دل آزار باتیں کرے گا تو اسلام اور ذات رسالتمآب ﷺ سے عشق رکھنے والوں کا مشتعل ہونا اور بھڑکنا ایک فطری عمل ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سابق فوجی آمر کے نامزد کردہ گورنر سلمان تاثیر جنہیں صدر آصف زرداری نے اس منصب پر برقرار رکھا، کی تبدیلی کا مطالبہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے کئی مرتبہ کیا گیا، لیکن ایوان صدر کی حمایت ہونے کی وجہ سے وہ مرتے دم تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ انہیں اس معاملے میں امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی، یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ امریکی حکام نے توہین رسالت قانون 295 سی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لئے کئی بار کوششیں کیں، کیونکہ یہ قوانین امریکہ، امریکی حواریوں اور قادیانی لابی کے سینوں میں نیزے کی انی کی طرح کھٹکتے ہیں، امریکی صدر سے لے کر امریکی سفیر تک ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی

ہے کہ یہ قوانین ختم کر دیئے جائیں تاکہ دشمنان اسلام کو شان رسالت مآب ﷺ میں توہین وتحقیر کا کھلا لائسنس مل جائے، لیکن عوامی رد عمل کو دیکھتے ہوئے کسی بھی حکومت کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ان قوانین میں چھیڑ چھاڑ کر سکے، یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ بعض حکومتی ذمہ دار، این جی اوز اور نام نہاد سیکولر ذہن لوگ بڑے زور سے مسلسل ان قوانین کی مخالفت کرتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑکتے رہے،، جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کے ذمے سلمان تاثیر کی سیکورٹی تھی انہی میں سے ایک شخص نے سلمان تاثیر کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

آج مغربی میڈیا یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے نام پر اختلاف کی گنجائش ختم ہو چکی ہے، حکمران جماعت کے لوگ یہ تاثر دینے کوشش کر رہے کہ سلمان تاثیر کا قتل مذہبی تشدد کا شاخسانہ اور بڑھتے ہوئے مذہبی جنون کی علامت ہے، ہمارے خیال میں یہ پروپیگنڈا قطعاً غلط ہے، ہم مانتے ہیں کہ ماورائے آئین اقدامات کی کسی طور حوصلہ افزائی اور حمایت نہیں کی جا سکتی، لیکن جب ریاست اپنے فرائض سے غفلت برتے اور ریاستی ذمہ داران موجود قانون اور اس قانون کے تحت دیئے گئے عدالتی فیصلوں کا احترام اور پاسداری نہ کریں، قانون کا مذاق اڑائیں، مجرموں کی وکالت کریں، عوام کے مذہبی جذبات واحساسات سے کھیلیں اور اس قانون کے خلاف اعلان جنگ کریں جس کا مقصد ذات رسالت مآب ﷺ اور مقدس شخصیات کی تحریم وتکریم کے ساتھ ملک کا استحکام، معاشرے کی بقاء اور فرد کا تحفظ اور سلامتی ہو، تو پھر ملک میں غازی علم الدین اور ممتاز حسین قادری جیسے لوگوں کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا ہے، آج گورنر پنجاب کا قتل ناموس رسالت قانون کی ضرورت واہمیت اور افادیت کو ثابت کرتا ہے، ریاست اور معاشرے کے استحکام اور بقاء کیلئے ضروری ہے کہ اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی جاتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے کنوینر ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کا یہ مطالبہ قابل توجہ ہے کہ عدالت اس معاملے کی تحقیقات کرے کہ گورنر پنجاب کا قتل کس جذبے

کے تحت کیا گیا، لہٰذا سوچنا ہوگا کہ وہ کیا عوامل تھے جو ایک ایسے نوجوان جس کی ایک سال قبل شادی ہوئی، جس کا دو ماہ کا بیٹا ہے، جو پانچ بہنوں کا بھائی اور جس کا باپ ایک معمولی راج مستری کا کام کرتا ہے، کو حالات اس نہج پر لے گئے کہ اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، حکومت کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اصل اسباب ومحرکات پر توجہ دے اور آئندہ لوگوں کو اس راہ پر چلنے سے بچانے کے لئے کسی بھی ایسی ترمیم سے گریز کرے جس کا مقصد توہین رسالت ﷺ کے مجرموں کو بچانا یا فائدہ پہنچانا ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ملک ممتاز حسین قادری کا اعترافی بیان اور میڈیا سے کی گئی گفتگو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس کا عمل عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے، جو کہ خالصتاً ایک مذہبی معاملہ ہے، جسے حکومت سیاسی رنگ دے کر اس قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے نتیجے میں بیدار ہونے والی تحریک کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہے اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کے اس ایمانی جذبے کو سرد کرنا چاہتی ہے جو ممتاز حسین قادری کے عمل سے اسلامیان پاکستان کے دلوں میں ایک بار پھر زندہ جاوید ہو گیا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ کسی طرح اس قتل کو سیاسی رنگ دے کر سارا ملبہ پنجاب حکومت پر ڈال دیا جائے، مقاصد خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن ہر پاکستانی عاشق رسول ﷺ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کا اصل محرک کیا ہے، ایک طرف جہاں عوامی رائے عامہ سمیت موبائل پیغامات، فیس بک اور نیٹ پر موجود مواد اس بات کی گواہ ہیں، تو دوسری طرف علماء کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار، مختلف شہروں میں ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لئے ہونے والے مظاہرے، خاندان کی کفالت اور دو کروڑ کے انعام کا اعلان، عدالت میں پیشی کے وقت عوام اور وکلاء کا ہار پھولوں کے ہاروں اور عقیدتی بوسوں سے والہانہ استقبال، اللہ اکبر، نعرہ رسالت کے فلک شگاف نعرے اور متعدد تنظیموں سمیت سینکڑوں وکلاء کا ممتاز حسین قادری کا مقدمہ لڑنے کا اعلان اس بات کا اظہار ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کی نظر میں کوئی مذہبی جنونی اور دہشت گرد مجرم نہیں بلکہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے اُن کے جذبہ ایمانی کو تازگی اور نئی حرارت

بخشی ہے، اسلامیان پاکستان سمجھتے ہیں کہ ملک ممتاز حسین قادری آج کا غازی علم دین ہے جس نے غازی مرید حسین، غازی عبدالقیوم، غازی عبدالمنان، غازی میاں محمد، غازی احمد دین، غازی معراج الدین، غازی فاروق، غازی حاجی محمد مانک اور غازی عامر چیمہ شہید جیسے مجاہدوں (جنہوں نے راجپال، سوامی شردھانند، تھورام، چینچل سنگھ، کھیم چند، پالا ملک، بھیشو، چرن داس، ویدا سنگھ، ہردیال سنگھ، نعمت احمر قادیانی، عبدالحق قادیانی جرمن اخبار کے ایڈیٹر جیسے مرتدوں کو واصل جہنم کیا) کی سنت کو زندہ کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ پاکستانی مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن شاتمان رسول ﷺ اور ان کے حمائتوں کو کسی طور بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بتلا دو گستاخِ نبی ﷺ کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

(۱۱، ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء روزنامہ الشرق لاہور)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(الحجرات: ۲)

ترجمہ:

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (ﷺ) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

295-C قانون امتناع رسالت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پس منظر

حافظ شفیق الرحمٰن ☆

دفعہ ۲۹۵۔سی کو تعزیرات پاکستان میں شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ آئیے اس امر کا اجمالی جائزہ پاکستان کے نامور قانون دان اور آئینی امور کے ماہر محمد اسماعیل قریشی کی کتاب "ناموس رسول ﷺ اور قانونِ توہین رسالت" میں عرضِ مصنف کے عنوان کے تحت مندرج حقائق کی روشنی میں لیں۔ تاریخ بتاتی ہے" برصغیر پاک وہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل حتیٰ کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتم رسول کو سزائے موت دی گئی لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوا تو انہوں نے توہین رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور مہا سبھائیوں نے مسلمانوں کی دلآزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام کی ذات گرامی پر حملے کرنے شروع کر دیے تو مسلمانوں نے شاتم رسول کو قتل کر کے اقرار جرم کرتے ہوئے دارورسن کی روایت کو از سر نو زندہ کیا۔ مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے ۱۹۲۷ء میں ایک معمولی سی دفعہ ۲۹۵۔اے کا تعزیرات ہند میں اضافہ کیا، جس کی رو سے توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی لیکن اس سے مسلمانوں کی اشک شوئی نہ ہو سکی۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں ناموسِ رسالت

☆ سینئر کالم نگار روزنامہ دن، پاکستان

اور اس کی توہین کو سنگین جرم تصور کرنے سے انکار کرنے والے بھی توہین کے جرم کی شرعی سزا، سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا لیکن کسی بھی مقننہ یا حکومت کو اس بارے میں پیشرفت کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کیلئے سازشوں کا جال سارے ملک میں بچھا دیا۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعے یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کیلئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک کمیونسٹ مشتاق راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رسالت اور اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ مشتاق راج نے ۱۹۸۳ء میں Heavenly communism (آفاقی اشتمالیت) نامی ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقوں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان زون) کا اجلاس طلب کیا جس میں پاکستان کے نامور علمائے دین کے علاوہ بیرون ملک سے عالم اسلام کے دو ممتاز اسکالرز ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سید صالح نے بھی شرکت کی۔ سب علماء کرام کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے۔ لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے امتناعِ توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو اہانت رسول کی جرأت نہ ہو سکے۔

لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن اور بار کونسل نے بھی راقم کی تحریک پر مشتاق راج کو بار کی رکنیت سے خارج کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے اور ناپاک کتاب کی ساری کاپیاں فوری ضبط کر لی جائیں۔ اہل لاہور کو جب اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے اور حکومت نے امن وامان کی صورتحال اور بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے

پیش نظر اسے زیر دفعہ 295/A گرفتار کرلیا۔ تعزیرات پاکستان میں اس وقت تک توہین رسالت جیسے سنگین اور دلآزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ ملکِ عزیز کے تمام مکاتب فکر کے علماء، وکلاء، بار ایسوسی ایشنز اور دینی تنظیموں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلے میں فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ پاکستان کی قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریے لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیانِ پاکستان کے اس مطالبے کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد (سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان) کی تحریک پر حکومت نے سفارش کی کہ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ میں نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوری پاکستان کے آئین کی فعہ ۲۰۳ کے تحت ۱۹۸۴ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل، سابق ایڈووکیٹ جنرل، لاہور ہائیکورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان سمیت ۱۱۵ شہریوں کو شامل کر کے شریعت پیٹیشن نمبر ۱/ ایل ۱۹۸۴ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا عدالت نے عوام کے نام نوٹس جاری کر دیئے تھے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کاروائی کی سماعت کیلئے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو حکومتِ پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے پیش نظر ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ آیا شاتم رسول کی سزا کا معاملہ قانون ساز اسمبلی سے متعلق ہے یا فیڈرل شریعت کورٹ اس بارے میں وفاق پاکستان کو

حکم نامہ جاری کرنے کی مجاز ہے۔ بہر حال فریقین کی دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا۔

اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ ماہ جولائی ۱۹۸۴ء میں ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دلآزاری کا باعث بنے تھے۔ اس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پیٹشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبے سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور پھر راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295/C کا بل، جس کی رو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی، پیش کیا۔ جب یہ بل اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے پیش کیا کسی کو اس کی مخالفت کی جرات نہ ہوسکی۔ البتہ وزارت قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح 295/C کا تعزیزات پاکستان میں اضافہ کردیا گیا۔ چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف، مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علماء کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لئے دوبارہ فیڈرل کورٹ میں 295/C کو راقم نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کردیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل ۱۹۸۷ء کو شروع ہوئی۔ اس مقدمہ

کی سماعت لاہور اسلام آباد اور کراچی میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بینچ جو جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس، جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس عبدالرزاق تھہیم اور جناب ڈاکٹر فدا محمد خان پر مشتمل تھا، کے سامنے ہوئی۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی، جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295/C سے حذف کیا جائے۔ اس کیلئے حکومت کو ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک کی مہلت دی گئی۔ اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کیخلاف نواز شریف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی، جس کا نوٹس بھی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کی جانب سے مجھے موصول ہو گیا، جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ اس انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات حکومت کیخلاف مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی خدانخواستہ وہی انجام ہو گا جو اس کی پیشرو بینظیر حکومت کا ہو چکا ہے، جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قصاص اور دیت کے قانون کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی اس کاروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانون میں قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی اپیل خارج کر دی تھی۔ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف نے توجہ مبذول کرانے پر فوری اور بروقت نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس جرم کی سزائے موت سے بھی سنگین تر اسلامی سزا موجود ہوتی تو ہم بہر صورت نافذ کرتے۔ چنانچہ ان کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کیخلاف سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی گئی، جو بوجہ دستبرداری خارج ہو گئی، جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہو گیا۔

(روزنامہ دن جنوری ۲۰۱۱ء)

قانون ناموس رسالت ﷺ کی شرعی حیثیت

استاذ العلماء پیر محمد افضل قادری ☆

متن قانون توہین رسالت 295/C:

"جو کوئی زبانی یا تحریری طور پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی یا بالواسطہ اشارۃً کنایتہ نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔"

یہ قانون وفاقی شرعی عدالت اسلامی جمہوریہ پاکستان نے منظور کیا پھر اسے قومی اسمبلی پاکستان نے فوجداری قانونی (ترمیمی) ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور کیا۔

شرعی حیثیت:

یہ قانون قرآن مجید حدیث پاک و اجماع امت سے ثابت ہے جبکہ گزشتہ مذاہب کی الہامی کتب توریت، انجیل، موجودہ بائبل وغیرہ میں بھی گستاخ کے لیے یہی سزا بیان کی گئی ہے جبکہ شرعی دلائل درج ذیل ہیں: قرآن مجید سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا۔

(قرآن مجید سورہ احزاب، آیت: 57)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت میں اپنے رحمت سے محروم کر دیا اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا

☆ خانقاہ قادریہ مراڑیاں شریف۔ بانی امیر: عالمی تنظیم اہل سنت پاکستان

عذاب تیار کیا ہے۔

پھر آگے فرمایا:

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔

(قرآن مجید، سورہ احزاب، آیت:61)

وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہیں، جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لیے جائیں اور وہ گن گن کر خوب قتل کیے جائیں۔

احادیث صحیحہ سے:

حدیث نمبر ا:

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یقول :قال رسول اللہ ﷺ من لکعب بن اشرف فانہ قد آذی اللہ ورسولہ فقام محمد بن مسلمۃ فقال یا رسول اللہ اتحب ان اقتلہ؟ قال نعم ...فقتلوہ ثم اتوا النبی ﷺ فاخبروہ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے کعب بن اشرف کے لیے (یعنی اسے کون قتل کرے گا) کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ فرمایا ہاں ...... چنانچہ انہوں نے اسے قتل کیا پھر آپ ﷺ کو اطلاع دی۔

☆ حوالہ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن اشرف، حدیث شریف: 4037 ترقیم فتح الباری

☆ حوالہ: صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب قتل کعب بن الاشرف، حدیث: 3359 ترقیم العالمیہ

تشریح:

کعب بن اشرف یہودی تھا اور یہود مدینہ نے نبی اکرم ﷺ سے معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود جب کعب بن اشرف نے گستاخی کی تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا جس سے ثابت ہوا کہ غیر مسلم گستاخ رسول کو بھی قتل کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے کعب بن اشرف کی اذیت کی بنیاد پر اسے قتل کرنے کا حکم دے کر درج بالا سورہ احزاب کی آیات کی تفسیر وتفریح فرمادی۔

حدیث نمبر ۲:

"عن البراء بن عازب رضی اللہ عنه قال بعث رسول اللہ ﷺ رھطا الی ابی رافع فدخل علیه عبداللہ بن عتیك بیته لیلا وھو نائم فقتله ... وکان ابو رافع یوذی رسول اللہ ﷺ ... فوقعت فی لیلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة فانطلقت ... فانتھیت الی النبی ﷺ فحدثته فقال ابسط رجلك فبسطت رجلی فمسحھا فکانھا لم اشتکھا قط۔"

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو ابو رافع کی طرف بھیجا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے پاس پہنچے وہ سو رہا تھا تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ کیونکہ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاتا تھا...... حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں چاندنی رات میں گر گیا میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، میں نے پنڈلی کو عمامے سے باندھ دیا اور چلا ...... پس جب میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی تو آپ ﷺ نے ٹانگ پر اپنا ہاتھ پھیرا

(میں ٹھیک ہو گیا) گویا کہ پہلے کوئی شکایت نہ تھی۔"

☆ حوالہ: صحیح بخاری، کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف حدیث: 4038 ترقیم فتح الباری

☆ حوالہ: مشکوۃ شریف، معجزات فصل الاول

تشریح:

بخاری شریف کی یہ مرفوع متصل صحیح حدیث سورہ احزاب کی 57 اور 61 نمبر آیت کی تفسیر بھی ہے اور گستاخی رسول کا حکم واضح کرنے کے ساتھ ساتھ عظمت شان مصطفیٰ بھی واضح کر رہی ہے۔

حدیث نمبر ۳:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ دخل مکة یوم الفتح وعلی راسه المغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتلوه۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ پس آپ ﷺ نے خود اتارا تو ایک شخص حاضر ہوا عرض کیا: بے شک ابن خطل (گستاخ رسول) کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے تو ارشاد ہوا اسے قتل کر دو۔"

☆ حوالہ: صحیح بخاری کتاب الحج، دخول الحرم ومکہ بغیر احرام، حدیث: 1715، ترقیم العالمیہ۔

☆ حوالہ: موطاء امام مالک، کتاب الحج، جامع الحج، حدیث: 842، ترقیم العالمیہ۔

تشریح:

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام قریش مکہ کو معاف فرمادیا لیکن چند گستاخ مردوں اور عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جن میں سے ایک ابن خطل تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں خود بھی اور اپنی باندیوں سے بھی گستاخی کرواتا تھا۔ لہذا ابن خطل کے ساتھ اس کی دو باندیوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دے کر واضح کر دیا گیا کہ اس جرم میں مرد اور عورت کے لیے یکساں سزا ہے۔

حدیث نمبر ۴:

ان النبی ﷺ سبه رجل من المشرکین فقال من یکفینی عدوی ؛ فقال الزبیر انا فبارزه الزبیر فقتله

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مشرک نے نبی ﷺ کی گستاخی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے دشمن کو قتل کرے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں یہ کام کروں گا پس آپ نے اس کو للکارا اور اسے قتل کیا۔"

☆ حوالہ: مصنف عبدالرزاق، جلد 5 صفحہ: 307

☆ حوالہ: کنز العمال، جلد 13 صفحہ 206

جبکہ مصنف عبدالرزاق میں اس جگہ پر سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولید کے متعلق حدیث ہے کہ انہوں نے ایک گستاخ عورت کو قتل کی سزا دی۔"

حدیث نمبر ۵:

عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: اغلظ رجل لابی بکر الصدیق

حضرت ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر

رضی الله عنه ، فقلت یاخلیفته رسول الله الا اقتله؛ فقال لیس هذا الا لمن شتم النبی۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا گفتگو کی، تو میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ (قتل کی سزا) اس شخص کے لیے جو نبی ﷺ کی گستاخی کرے۔

☆ حوالہ: مستدرک حاکم: جلد 4 صفحہ 395۔

☆ حوالہ: مسند امام احمد، حدیث نمبر 51۔

حدیث نمبر ۶:

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ من بدل دینه فاقتلوه۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنے دین کو بدلے تو اس کی سزا قتل ہے۔

☆ حوالہ: صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب لایعذب بعذاب اللہ، حدیث 2794، ترقیم العالمیہ۔

☆ حوالہ: سنن ابوداؤد، الحدود، الحکم فیمن ارتد۔

تشریح:

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرلے یا پھر کلمہ گو ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہے اور اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے۔ اگر اسلام میں واپس آجائے تو درست وگرنہ اس کی سزا قتل ہے لیکن عورت مرتد ہو جائے تو اس کے لیے سزا قتل نہیں بلکہ اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

جبکہ گستاخ رسول کا ارتداد، ارتداد غلیظ (یعنی سخت ترین ارتداد) ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں کے لیے سزائے موت ہے۔

یاد رہے کہ شریعت میں ذمی (وہ غیر مسلم جو اسلامی ممالک میں ریاست کی اجازت سے قیام پذیر ہے) کے مال و جان کی حفاظت مسلمانوں پر لازم ہے اور جنگ میں عام خواتین کا قتل ممنوع لیکن وہ ذمی یا وہ عورت جو گستاخی رسول کا ارتکاب کرے اس کے لیے کوئی رخصت نہیں بلکہ وہ واجب القتل ہے جیسا کہ بالا دلائل سے واضح ہو رہا ہے۔

گستاخ رسول کو ماورائے عدالت قتل کرنے کے متعلق احادیث:

اسلام کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی گستاخ رسول جو کہ واجب القتل ہے کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن چونکہ اسلام میں مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں نبی اکرم ﷺ کی محبت بھر دی گئی ہے اور اسلام نے مسلمانوں کی تربیت اس انداز میں کی ہے کہ مسلمان چاہیے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، اپنے آقا و مولا ﷺ کے بارے میں بے حد غیور ہوتا ہے اور وہ گستاخی رسول کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی گستاخ کو محض گستاخی رسول کی بنیاد پر قتل کر دے اور ثابت ہو جائے کہ اس نے محض گستاخ رسول کی بنیاد پر قتل کیا ہے تو اسلام اسے جرم قرار نہیں دیتا۔ اس سلسلہ میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

حدیث نمبر ۷:

عن عکرمة قال حدثنا ابن عباس رضی اللہ عنهما ان اعمی کانت له ام ولد تشتم النبی ﷺ و تقع فیه فینهاها فلا تنتهی و یزجرها فلا تنزجر قال فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی ﷺ و تشتمه

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہمیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ایک نابینا کی ام ولد (وہ لونڈی جس سے اولاد پیدا ہو جائے) تھی جو نبی ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور آپ کے بارے توہین آمیز باتیں کرتی تھی۔

فاخذ المغول فوضعه فی بطنها و اتکاء علیها فقتلها ... فلما اصبح ذکر ذلك لرسول الله ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل لی علیه حق مقام الاعمی یتخطی الناس و هو یتزلزل حتی قعد بین یدی النبی ﷺ فقال : یارسول الله انا صاحبها کانت تشتمك و تقع فیك فانها فلا تنتهی وازجرها فلا تنزجر ولی منها ابنان مثل الولوتین و کانت بی رفیقة فلما کان البارحة جعلت تشمتك وتقع فیك فاخذت المغول فوضعته فی بطنها و اتکات علیها حتی قتلتها فقال النبی ﷺ الا اشهدوا ان دمها هدر وقال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد

وہ (نابینا صحابی) اسے منع کرتے تو باز نہ آتی، اسے ڈانٹتے تو وہ ڈانٹ کو قبول نہ کرتی۔ چنانچہ ایک رات وہ نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے لگی تو انہوں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے قتل کر دیا...... صبح آپ ﷺ کو قتل کے متعلق بتایا گیا تو نبی ﷺ نے لوگوں نے کو جمع کیا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے بھی یہ کام کیا میرا اس پر جو حق ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ تو نابینا صحاب کھڑے ہو گئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، گرتے پڑتے (آگے آئے) حتیٰ کہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا کیا میں اس کا قاتل ہوں یہ آپ کی گستاخیاں کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا تو باز نہیں آتی تھی اور میں اسے ڈانٹتا تھا یہ ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ نہیں کرتی تھی اور میرے اس سے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات آپ ﷺ کی گستاخیاں اور توہین آمیز باتیں کرنی لگی تو میں نے چھرا لے کر

اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور میں
نے چھرے کو زور سے دبایا حتی کہ میں
نے اسے قتل کر دیا۔ تب نبی ﷺ نے
فرمایا: خبردار گواہ بن جاؤ کہ اس کا خون
رائیگاں ہے (یعنی اس کا قتل جرم نہیں
اور اس میں قصاص و دیت بھی نہیں)
حدیث کی اسناد کے متعلق تحقیق کرنے
والی بہت بڑی شخصیت امام حاکم نے
اس حدیث کو اپنی کتاب "مستدرک حاکم"
میں درج کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح
الاسناد حدیث ہے۔

☆ حوالہ: سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب فی من سب النبی،
حدیث 4002 واللفظ لامی داؤد۔

☆ مستدرک حاکم، جلد نمبر 4 صفحہ 394

حدیث نمبر ۸:

تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، تفسیر، روح المعانی، تفسیر مدارک، تفسیر مظہری اور دیگر کتب تفاسیر میں سورۃ نساء کی آیت نمبر 60 کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بشر نامی کلمہ گو اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑے میں رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا تو باہر نکل کر بشر نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیا تو یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اس مقدمے کا فیصلہ قبل ازیں حضرت محمد ﷺ میرے حق میں کر چکے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس نے کہا ہاں تو، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو میں واپس آتا ہوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تلوار نکالی اور بشر کی گردن پر مار کر اسے قتل کر دیا اور فرمایا:

هكذا اقضى لمن لم يرض بقضاء الله ورسوله۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ نہیں مانتا میں اس طرح اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔

چنانچہ اس قتل کو بھی رائیگاں قرار دیا گیا۔

☆ حوالہ: تفسیر روح المعانی، جلد: 5 صفحہ 67

حدیث نمبر ۹:

عن علی ان یهودیة کانت تشتم النبی ﷺ و تقع فیه، فخنقها رجل حتی ماتت فابطل رسول الله دمها

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک ایک یہودی عورت نبی ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور توہین آمیز باتیں کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ (کر مار) دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے قصاص یا دیت طلب نہیں فرمائی۔

☆ حوالہ: سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، الحکم فی من سب النبی، حدیث نمبر 3796، ترقیم العالمیہ۔

☆ حوالہ: کنز العمال، جلد 15، صفحہ 121،

تشریح:

درج بالا دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ گستاخ رسول کو اگر کوئی مسلمان غیر اسلامی کی بنیاد پر قتل کر دے تو یہ جرم نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ جس کی توثیق اللہ اور اس کے رسول نے فرمائی ہے۔

اجماع امت کی رو سے:

دوسری صدی ہجری کے امام محمد بن سحنون، تیسری امام ابو بکر بن منذر نیشاپوری، چھٹی کے قاضی عیاض مالکی اندلسی اور ساتویں کے قاضی القضات امام تقی الدین سبکی شافعی، رحمۃ اللہ علیہم و دیگر اکابر ائمہ اسلام اور مختلف صدیوں کے مجتہدین اپنی تصنیفات میں تحریر کرتے ہیں کہ:

اجمع العلماء علی ان شاتم النبی ﷺ والتنقص له کافر و الوعید جار علیه بعذاب الله و حکمه عند الامة القتل ومن شك فی کفره وعذابه کفر۔

علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ کی گستاخی کرنے والا اور آپ ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب وعید گستاخ رسول کے لیے وارد ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک گستاخ رسول کو قتل کرنے کا حکم ہے اور جو بھی ایسے شخص کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

☆ حوالہ: الشفاء، جلد 2 صفحہ 190۔

☆ حوالہ: السیف المسلول: صفحہ 120، عمان

بارہویں صدی ھ امام ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ گستاخ کے متعلق اجماع ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و نفس المومن لا تشتفی من هذا الساب اللعین الطاعن فی سید الاولین والاخرین الا بقتله و صلبه بعد تعذیبه و ضربه فان ذلك هو الائق به۔

سید الاولین و آخرین ﷺ کی شان اقدس میں گستاخ لعنتی کے متعلق صاحب ایمان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک کہ تکلیف دینے اور مارنے کے بعد اسے قتل نہ کرے یا سولی نہ چڑھائے کیونکہ یہی اس کے لائق ہے۔

☆ حوالہ رسائل ابن عابدین ج 2 ص 190 وفتاویٰ

امام مالک سے خلیفہ ہارون الرشید نے گستاخ رسول کے شرعی حکم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

ما بقاء الامة بعد شتم نبیها من شتم الانبیآء قتل۔	اس امت کے نبی کو گالی کے بعد اس امت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ...... جو انبیاء عظام کی گستاخی کرے اسے قتل کیا جائے گا۔

☆ حوالہ: الشفاء جلد 2 صفحہ 196

تیرہویں صدی ہجری کے ابن تیمیہ حنبلی نے بھی لکھا ہے:

اجمع اهل العلم علی ان حد من سب النبی ﷺ القتل۔	اہل علم کا اجماع (اتفاق) ہو چکا ہے کہ جو بھی نبی ﷺ کی گستاخی کرے اس کی حد (شرعی سزا) قتل ہے۔

☆ حوالہ: الصارم المسلول، صفحہ 31۔

اس طویل موضوع کو سمیٹتے ہوئے آخر میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی کا فیصلہ کن ارشاد سنن کبریٰ بیہقی و دیگر کتب کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

"خلیفہ اسلام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں گورنر کوفہ نے آپ کو خط لکھا کہ ایک ایسے شخص کو کناسہ بازار میں سے گرفتار کیا گیا ہے جو آپ کو گالیاں دیتا ہے اور گواہی موجود ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے قتل کروں یا اسے سخت سزا دوں پھر سوچا کہ آپ سے مشورہ کرلوں؟ تو سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے سلام کے بعد لکھا کہ اے گورنر! اگر تو اسے قتل کرتا تو میں تجھے قتل کردیتا میرا خط پہنچنے کے بعد اسے واپس کناسہ چھوڑ دو مجھے یہ بات سزا دینے سے زیادہ پسند ہے اور یاد رکھو کسی انسان کو گالی نکالنے کا قتل جائز نہیں ماسوائے رسول اللہ کی توہین کرنے والے کے کیونکہ جب وہ توہین رسالت کرتا ہے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔"

☆ حوالہ: سنن کبریٰ بیہقی جلد 8 صفحہ 184

توہین رسالت

کیا اسلام قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتا ہے؟

ڈاکٹر محمد امین ☆

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ کیا اسلام فرد کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتا ہے؟ اور اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ اسلام تو امن کا دین ہے جو اپنے پیروکاروں کو ہر حالت میں قانون کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ جب اسلام میں توہین رسالت کی سزا موت مقرر ہے تو جس آدمی پر الزام ہو کہ اس نے توہین رسالت کی ہے، اسے عدالت کے حوالے کر دینا چاہیے۔ اگر جرم ثابت ہو جائے تو عدالت اسے سزا دے لیکن کسی فرد کو کوئی حق نہیں کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے، خود فیصلہ کرے اور ملزم کو قتل کر دے۔ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ اس طرح جذبات میں آ کر کسی کو قتل کر دینا یا قتل کرنے والے کو سراہنا عدم برداشت کا مظہر، جذباتیت اور انتہا پسندی ہے اور غیر مسلموں کے اس الزام کو سچ ثابت کرنا ہے کہ اسلام انتہا پسندی کی تعلیم دیتا ہے اور مسلمان انتہا پسند اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔

بظاہر یہ سوال معقول لگتا ہے اور اس میں وزن محسوس ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور ان کی حکمت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ معاملات کو صحیح تناظر میں سمجھنے کے لیے کچھ چیزوں کا ادراک ضروری ہے ایک تو یہ کہ مسلمان اہل مغرب سے الگ ایک منفرد ملت، معاشرہ اور تہذیب ہیں جن کے اپنے اصول و قوانین ہیں جن کی اپنی انفرادیت، اہمیت اور حکمت ہے لہٰذا ہمیں اہل مغرب کی فکر و تہذیب سے متاثر ہو کر ان کی پیدا کردہ ذہنی فضا میں نہ رہنا اور نہ سوچنا چاہیے۔ ساری دنیا کے ایک گاؤں بن جانے اور گلوبلائزیشن جیسے نعرے درحقیقت اہل مغرب کی اپنی ملحدانہ تہذیب کو ساری دنیا میں پھیلانے اور غالب کرنے کی کوششوں کا مظہر ہیں۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے

☆ چیئرمین یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور

ہوئے اب یہ دیکھیے کہ مسلمانوں کے ہاں قانون کا تصور اہل مغرب اور غیر مسلموں سے الگ ہے۔ مسلمانوں کے ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان قانون ہے جس سے وہ سر مو انحراف نہیں کر سکتے کیونکہ اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہونے کا مطلب ہی اللہ کی اور اس کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط اطاعت ہے بلکہ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو ہم اللہ کو بھی رسول کی وجہ سے اور اس کے ذریعے ہی جانتے اور پہچانتے ہیں لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ سے ہماری محبت بالکل فطری ہے اور چونکہ یہ رسول ہی ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں دین کی دولت ملتی ہے اور اللہ کی ہدایت ہم تک پہنچتی ہے لہٰذا اس رسول کے لیے ہمارے دل میں سپاس گزاری کے گہرے اور شدید جذبات پیدا ہونا اور اس سے ایسی شدید محبت ہونا جو ہر دوسری محبت پر غالب ہو، بالکل فطری اور سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان اگر رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان، مال، اولاد اور ساری دنیا سے بڑھ کر محبت کرتا ہے تو یہ نہ صرف صحیح اور فطری ہے بلکہ خود دین کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اس محبت اور گہرے تعلق کو پیدا کرنے اور بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو اس رسول کی اطاعت کرو میں تم سے محبت کرنے لگوں گا اور مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ رسول کی اطاعت کرو کہ اس کی اطاعت درحقیقت میری اطاعت ہے، اس کا کہا میرا کہا ہے اس پر درود و سلام بھیجو کہ میں اور میرے فرشتے بھی اس پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اگر اس کے فیصلوں پر تم دل سے راضی نہیں ہو تو تمہارا ایمان قابل قبول نہیں۔ اگر اس کی بارگاہ میں تم اونچی آواز سے بات بھی کرو گے تو تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ وغیرہ اور خود رسول ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہاری جان، مال، اولاد سب سے بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ مسلمان اپنی جان، مال، اولاد سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور یہ عین دینی تقاضا اور ضرورت ہے بلکہ یہ مسلم امت کی بقاء و استحکام کا بنیادی سبب ہے چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نہرو کو یہی جواب دیا تھا (جب اس نے اقبال پر قادیانیت کے خلاف بیان

دینے پر جذباتی مولوی اور انتہا پسند ہونے کی پھبتی کسی تھی) کہ ہاں! میں اس معاملے میں جذباتی ہوں اور یہ جذباتیت ناگزیر ہے کہ یہ امت کی بقاء کا معاملہ ہے کیوں کہ مسلمان نبی کریم ﷺ کے بعد اگر کسی اور کو بھی نبی مان لیں تو ظاہر ہے امت ٹوٹ جائے گی۔

اب جب یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول کریم ﷺ سے محبت ایک دینی ضرورت اور تقاضا ہے، یہ جزو دین ہے اور مسلم امت کی بقاء و استحکام کا سبب ہے تو اس کی اہمیت و حکمت بھی ہم پر واضح ہوگئی کہ جو آدمی اللہ کے رسول ﷺ کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کا اور اس ہدایت کا انکار کرتا ہے جو اس نے نازل کی ہے اور جو آپ ﷺ کی اہانت اور گستاخی کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کی اہانت کرتا ہے، پورے دین کی اہانت کرتا ہے اور پوری امت مسلمہ کی اہانت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے پورے دین کی نفی کرتا ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور وہ اس کے سفیر اور نمائندہ ہیں۔ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مسلمان رسول کریم ﷺ کی اہانت کا مرتکب ہو اور اگر کوئی ایسا کرے تو ظاہر ہے یہ اس کے دین و ایمان کی نفی ہے۔ یہ اس کے اسلام کا خاتمہ ہے بلکہ یہ اسلام کے خلاف بغاوت ہے اور وہ اسی سزا کا مستحق ہے جو ایک باغی کی ہوتی ہے وہ فساد فی الارض کا بھی مرتکب ہوتا ہے اور فتنہ پھیلانے کا بھی۔

غیر مسلموں کو حق ہے کہ وہ اللہ کو اور اس کے رسول کو مانیں یا نہ مانیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ انہیں سمجھائیں لیکن اگر وہ نہ سمجھیں تو ان پر کوئی جبر نہیں لیکن انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت کریں جنہیں مسلمان اپنی جان، مال اور اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ظاہر ہے یہ اسلام اور مسلمانوں سے صریح دشمنی ہے اور ان کو ذلیل، رسوا اور بے عزت کرنے کے مترادف ہے اور وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں جو دشمنوں سے کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمان قادر ہوں تو ایسے دشمن سے قوت سے نمٹیں گے اور اگر قادر نہ ہوں تو شدید ترین احتجاج کریں گے اور ہر ممکن پُرامن ذریعہ اختیار کریں گے تاکہ اس فساد اور فتنہ کو ختم کیا جاسکے۔ ایسی صورت حال کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا اور اس پر ردعمل ظاہر نہ کرنا بے حمیتی اور بے غیرتی ہے اور مسلمان کبھی بے

غیرت اور بے حمیت نہیں ہوتا بلکہ یہ تو شرف انسانیت کے بھی خلاف ہے آئیے اب دیکھیں کہ اس بارے میں خود رسول کریم ﷺ کا طرزِ عمل کیا تھا اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی توہین وگستاخی کی ان سے آپ ﷺ نے کیا سلوک کیا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے جو کیا اور کہا وہ مسلمانوں کے لیے قانون ہے۔ ایسا قانون جو ان کے لیے واجب الاتباع ہے اور وہ چاہیں بھی تو اسے بدل نہیں سکتے۔

سطور بالا میں ہم نے جو کچھ عرض کیا اس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت و اہانت کوئی شخصی معاملہ نہیں تھا اور نہ اس کی وجہ کوئی معاشی جھگڑا یا معاشرتی قضیہ تھا بلکہ یہ دین اسلام کی مخالفت اور دشمنی تھی، یہ اس پیغام کا راستہ روکنا تھا جس کی تبلیغ و اشاعت کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا تھا اور جس پر انسانیت کی ہدایت اور فلاح کا مدار تھا لہٰذا جن لوگوں نے آپ ﷺ کی مخالفت میں دشمنی، بغاوت، فساد فی الارض اور فتنہ پروری کی راہ اختیار کی اور ہر ناجائز اور مکروہ طریقے سے دین کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور آپ ﷺ کی کردارکشی کی راہ اپنائی اللہ نے ان پر لعنت کی اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا کہ وہ اسی کے مستحق تھے چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایسے کئی آدمیوں کو قتل کرایا جو اس کارِ شنیع میں ملوث تھے یہاں تک کہ فتح مکہ والے دن آپ ﷺ نے عامۃ الناس کو اعلانیہ عام معافی دے دی لیکن توہین رسالت کے ایک مرتکب کو آپ ﷺ نے (بطور قاضی) قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے موت کے ڈر سے کعبہ کے پردوں میں جا کر چھپ گیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کے ہاں قانون یہ ہے کہ جو رسول کریم ﷺ کی کردارکشی کرے، آپ ﷺ کی اہانت وگستاخی کرے وہ واجب القتل ہے اور یہ قانون پچھلے چودہ سو سال سے مسلم معاشروں میں نافذ رہا ہے (گویا پاکستان کی کتاب قانون میں حال ہی میں شامل کیا گیا ہے) بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں بھی اسی مذکورہ حکمت کی وجہ سے رسولوں کی اہانت کی سزا موت تھی۔

آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین آدمیوں نے مختلف مواقع پر ایسے اشخاص کو آپ ﷺ کی

اجازت اور حکم کے بغیر غصے اور اشتعال میں آ کر قتل کر دیا جو ان کے سامنے آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے تھے، گالی دیتے تھے، اہانت اور گستاخی کرتے تھے اور منع کرنے سے باز نہیں آتے تھے بلکہ اس فعل بد کو دہراتے تھے۔ نبی کریم ﷺ تک جب یہ واقعات پہنچے تو آپ ﷺ نے ان افراد کو غلط نہیں کہا اور نہ انہیں اس قتل کی کوئی سزا دی بلکہ فرمایا کہ وہ قابل مواخذہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد سے مسلمانوں میں 'قانون' یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کو جذبات و اشتعال میں آ کر قتل کر دے جو اس کے سامنے رسول کریم ﷺ کی اہانت و گستاخی کرے تو عدالت اس کا جائزہ لے گی اور اگر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مقتول واقعی توہین و گستاخی رسول کا مرتکب ہوا تھا اور قاتل نے اسے حالت اشتعال میں اس وجہ سے قتل کر دیا تو وہ اسے بری کر دے گی (جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے کیا تھا) بلکہ اس کے بعد سے مسلمانوں میں یہ روایت پڑ گئی کہ اگر حکومت مسلمانوں کی نہ ہو (یا برائے نام اور غیر موثر اسلامی حکومت ہو) اور وہ گستاخی رسول کو سزا نہ دے تو مسلمان اپنی غیرت ایمانی کی بناء پر خود اس کو قتل کر دیتے ہیں اور خوشی و مسرت سے اس قتل کی سزا بھگت لیتے ہیں اور مسلمان عوام ایسے شخص کو ہیرو کا درجہ دے دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ محض اسلامی قانون سے ناواقفیت اور مغرب زدہ سیکولر ذہنوں کا پروپیگنڈا ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت نہیں ہے۔ اگر عدالت میں ثابت ہو جائے کہ ملزم واقعتا توہین رسالت موجب حد کا مرتکب ہوا ہے تو وہ موت کی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اگر کوئی حکومت گستاخ رسول کو سزا نہ دے اور کوئی مسلمان غصے اور اشتعال میں ایسے شخص کو قتل کر دے تو عدالت کیس کا جائزہ لے کر اور اس کے مؤقف کو صحیح پا کر اسے بری کر سکتی ہے۔

یہاں بطور وضاحت دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہیں ایک یہ کہ اسلام قانون کی پاسداری کا علمبردار ہے لیکن شدید اشتعال کی حالت میں توہین رسالت کے ملزم کو قتل کر دینا ایک استثنائی معاملہ ہے اور اس کا اطلاق اسلام کے کسی دوسرے قانون یا حد پر نہیں ہوتا سوائے توہین رسالت کے اور یہ استثناء قتل کا لائسنس اور اجازت نامہ نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اس کی آڑ میں کسی کو ناجائز قتل کرتا ہے تو عدالت اس کو پھانسی کی سزا دے سکتی ہے

(پاکستان کے موجودہ قانون میں ایسے شخص کے لیے پھانسی کی سزا موجود ہے)۔
دوسرے یہ کہ یہ اصول آسانی سے ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا جن کے نزدیک حق کا معیار مغربی فکر وتہذیب یا مغرب کا قانون ہے۔لیکن اگر وہ وقت نظر سے دیکھیں توان کی سمجھ میں بھی آجائے گا (بشرطیکہ کوئی غیر جانبداری سے سمجھنا چاہے) مثلاً ہر مغربی ملک میں اس کے دستور کو توڑنے اور چیلنج کرنے والا غداری اور سزائے موت کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ آئین ان کے معاشرے کے لیے اہم ترین چیز ہے اور ان کے معاشرے کی بقاء اسی پر منحصر ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے اہم ترین ہے اور آپ ﷺ سے محبت پر مسلم امت اور مسلم معاشرے کی بقاء واستحکام کا انحصار ہے لہٰذا جس طرح اہل مغرب کو آئین توڑنے والوں کو سزائے موت دینے کا حق ہے اسی طرح ہم کو رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والے کو سزائے موت دینے کا حق ہے۔

اسی طرح ہم میں اور مغرب میں فرق یہ ہے کہ ان کا قانون وہ ہے جو وہاں عوام اور ان کے نمائندے بنائیں۔ہمارے ہاں قانون وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول بنائیں لہٰذا جب محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ قانون بنادیا کہ ان کی توہین کرنے والے کو اگر کوئی مسلمان غصے، جذبات اور اشتعال میں آکر قتل کردے تو وہ اسے سچا پا کر معاف کردیں تو یہ صحیح اور valid قانون ہے اور آج بھی اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر "اسلامی قانون" پاکستان کی قوانین کی کتابوں میں لکھا ہو۔قانون کی تدوین اور تقنین تو اہل مغرب کی دیکھا دیکھی اب مسلمانوں نے شروع کی ہے ورنہ مسلمان جج پچھلے ۱۴ سو سال سے بغیر کسی منضبط تحریری کتاب قانون کے اسلامی قانون کے مطابق فیصلے کرتے آئے ہیں اور آج بھی سعودی عرب میں ایسا ہو رہا ہے۔لہٰذا پاکستانی حکمرانوں اور جج حضرات کو اس طرح کے کسی معاملے میں فیصلہ "اسلامی قانون" کے مطابق کرنا چاہیے نہ کہ "مغربی قانون" کے یا نامکمل وناقص پاکستانی قوانین کے مطابق (مضمون نگار، اسلامی قانون میں پی ایچ۔ڈی اور سارے مکاتب فکر کے علماء کرام کی ملی مجلس شرعی کے سیکرٹری ہیں)۔

قانون تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داری

محمد حسین ایڈووکیٹ

رحمت دو عالم ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور مقدس شخصیات کی توہین کرنے والے گستاخوں کی سزا ہر دور میں صرف اور صرف موت رہی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بائیس آیات اور سرورِ دو عالم ﷺ کی چالیس احادیث مبارکہ ایسے گستاخ اور مرتد کے قتل کا حکم دے رہی ہیں۔ ذیل میں چند آیات اور احادیث اجماع امت کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

① دلائل از قرآن مجید:

① جب پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے اللہ کی وحدانیت کا بحیثیت نبی اعلان فرمایا تو آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی جس پر اللہ رب العزت کو جلال آ گیا۔ تو سورۃ اللہب میں اس گستاخ رسول سے متعلق تباہی و بربادی کی پیشین گوئی فرمائی جو من و عن پوری ہوئی۔

② سورۃ الاحزاب میں فرمایا: "بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

③ اذیت جسمانی بھی ہوتی ہے اور روحانی بھی، ذہنی بھی ہوتی ہے اور عقلی بھی۔ ان

سب صورتوں میں جو شخص اللہ، رسول ﷺ، مومنین، مومنات کو کوئی بھی اذیت دے گا وہ دین و دنیا میں رحمت سے دور (لعنت) اور بہتان اور گناہ عظیم میں ہو گا۔

۲ دلائل از احادیث شریف:

① کعب بن اشرف یہودی، نبی ﷺ کو گالیاں دیتا اور ہجو کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کے حکم سے عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کا کام تمام کر دیا۔
(رواہ البخاری، فتح الباری ص ۲۷۰)

② ابو رافع یہودی جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے چند انصار کو بھیجا۔ جنہوں نے اسے جہنم واصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (الصارم المسلول، ص ۲۱۰)

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے محبت رسول ﷺ کے جوش میں آ کر اس کا گلا گھونٹ کر اسے انجام تک پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (ابو داؤد شریف ص ۶۰۰)

④ ایک نابینا صحابی نے اپنی باندی کو اسی لیے قتل کر دیا کہ رحمت دو عالم ﷺ کو سب و شتم کرتی تھی۔ (ابو داؤد، ص ۶۰)

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "جو انبیاء علیہم السلام کو گالی دے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔"

⑥ واقدی کی روایت ہے کہ ایک شیخ ابو عفک جس کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ مدینہ میں آ کر لوگوں کو نبی ﷺ کی عداوت میں بھڑکایا کرتا تھا۔ سالم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۷۶)

⑦ ابن تیمیہ لکھتے ہیں "اللہ کے رسول ﷺ نے بدر کے قیدیوں میں کسی کو قتل نہیں

کرایا۔ سوائے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کے۔ کیونکہ یہ دونوں آپ ﷺ کو اپنے قول وفعل سے ایذا دیتے تھے۔"

(الصارم المسلول ص ۱۵۶۔ ۱۶۰)

⑧ نبیِّ کائنات ﷺ نے فتح مکہ کے دن ہر ایک سے ہاتھ روکنے کا حکم دیا۔ سوائے ان چھ مردوں اور چار عورتوں کے جو آنحضور ﷺ کی ایذا رسانی کا مرتکب ہوا کرتے تھے حالانکہ باقی ہر جنگ میں آپ ﷺ کی طرف سے عورتوں کے قتل کی ممانعت تھی۔ (مدارج النبوۃ ص ۵۰۶)

⑨ ایک شخص آپ ﷺ کی شان عالیہ میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسے جہنم واصل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ جنہوں نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا۔ (کتاب الشفاء ص ۳۸۴)

⑩ ایک شخص نے نبی ﷺ کی گستاخی کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم واصل کیا۔ (کتاب الشفاء)

⑪ ابن خطل کعبہ شریف کے پردوں میں چھپا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ (رواہ البخاری)

⑫ آپ ﷺ نے ابن خطل کی دو لونڈیوں کے قتل کا حکم فرمایا۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کی شان اقدس میں بدگوئی کے اشعار کہا کرتی تھیں۔

(البدایہ والنہایہ ص ۲۹۸ ج چہارم)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور شروع ہوتے ہی مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کی سرکوبی کا مسئلہ درپیش آیا۔ جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی غیر معمولی اہمیت دی کہ انصار و مہاجرین کے لشکر تیار فرمائے۔ حتیٰ کہ بدری صحابہ اور حفاظ کی ایک ایسی جماعت جسے آپ

رضی اللہ عنہ عام حالات میں نہ بھیجتے تھے۔ انہیں بھی اس لشکر میں روانہ فرمایا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کو مسیلمہ کے بنی حنیفہ کے لشکر نے پسپا کر دیا۔ لیکن خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی قیادت میں لشکر اسلام نے جس میں ایک بہترین کمانڈر کی صلاحیت کا بہت بڑا دخل تھا اور جری بہادر مجاہدین نے خوب حمیت دین کا ثبوت دیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کا کام تمام کر کے اس فتنہ کو اس کے انجام تک پہنچایا۔ جس میں اکیس ہزار مسیلمی جہنم رسید ہوئے اور سات سو حفاظ قرآن نے جام شہادت نوش فرمایا جس کے نتیجہ میں ایک بڑے گستاخ اور مدعی نبوت سے امت مسلمہ کو خلاصی نصیب ہوئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوئم کا عمل:

ایک یہودی اور مسلمان نما منافق کا جھگڑا تھا۔ دونوں نے معاملہ سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ تو منافق نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ یہودی نے اتفاق کر لیا۔ وہاں پہنچے اپنا معاملہ پیش کیا۔ یہودی نے کہا کہ آپ سے پہلے یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ سے بھی کرا چکے ہیں لیکن اس نے کہا کہ یہ فیصلہ آپ سے بھی کرا لیا جائے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمان نما منافق سے دریافت کیا کہ کیا یہ یہودی درست کہتا ہے۔ اس کی تصدیق پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور تلوار لے جا کر اس کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو آدمی سرورِ کونین ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو۔ اس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہی ہے کہ اسے دھرتی پر جینے کا حق ہی نہیں ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۶۷ا الصارم المسلول ۷۹، ۸۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے حضور نبی کریم ﷺ کو گالیاں دی تھیں۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الصارم المسلول ص ۲۷۲)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گستاخ رسول کو سزا دینا:

ایک شخص نے نبیٔ کائنات ﷺ کو مال غنیمت پر ٹوکا اور کہا کہ اے محمد ﷺ

عدل کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے روئے۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم واصل کیا تو آپ ﷺ نے اس پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گستاخ رسول کو سزا دینا:

مالک بن نویرہ نے شان نبوت میں گستاخی کی نیت سے کچھ الفاظ کہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے بھانپ لیا اور اس گستاخ کو قتل کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ مسجد میں کچھ لوگ مسیلمہ کذاب کی رسالت کے قائل ہیں۔ آپ نے انہیں گرفتار کرالیا لیکن وہ تائب ہو چکے تھے۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا ماسوائے عبداللہ بن النواحہ کے اسے سزائے موت دے دی۔ استثناء پر فرمایا یہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کذاب کا سفیر بن کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تھا اور آپ کے پوچھنے پر مسیلمہ کذاب کی رسالت کا بھی اقرار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ میں نے آج اسے اس کی سزا دی ہے۔ (کیونکہ اس وقت اس کی حیثیت سفیر کی نہیں ہے)۔ (طحاوی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص رسول کریم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے۔ (الصارم المسلول ۱۲۷)

عرفہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نظریہ:

حضرت عرفہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ابن ابی جہل کے ساتھ یمن میں مرتدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ ان کے پاس سے ایک عیسائی گزرا جس کا

نام یندقون تھا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملہ کہہ دیا۔ آپ اسے پکڑ کر والی مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ والی مصر نے نصاریٰ کو بلایا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہماری جان و مال کے تحفظ کا ذمہ لے چکے ہیں۔ حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاذ اللہ ہم نے ذمہ داری لی ہے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ایذا دی جائے۔ ہم نے صرف یہ ذمہ داری لی ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ ان کے مقدمات کا احکام الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا صَدَقْتَ آپ نے سچ کہا (رواہ الطبرانی فی الاوسط) معلوم ہوا کہ ذمی کو بھی اسلامی ریاست میں اگر وہ شان نبوت ﷺ میں گستاخی کرے اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے ادوار میں گستاخان و شاتمان رسول کے لئے نرم گوشہ نہیں رکھا۔ اس کے بعد آنے والے اسلامی حکمرانوں کے فیصلہ جات مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا موقف:

آپ نے عامل (گورنر) کوفہ کے استفسار پر لکھا۔ اس شخص کی سزا قتل ہے جو سرور دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا آپ a کے علاوہ کسی دوسرے کو گالی دینے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (کتاب الشفاء ج ۲ ص ۸۳)

خلیفہ ہارون الرشید کا امام مالک سے فتویٰ حاصل کرنا:

عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ عراق کے علماء نے شاتم رسول کے لیے کوڑوں کی سزا تجویز کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جو شخص حضور ﷺ کو گالی دے واجب القتل ہے۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے یا گالیاں دے اس کو کوڑے مارے جائیں۔

(الشفاء ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۸۸)

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور گستاخان رسول:

۵۷۷ھ میں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا مشہور واقعہ ہے۔ تین راتیں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سرورِ کونین ﷺ نے خواب میں دو نیلی آنکھوں والے آدمی دکھلا کر حکم دیا کہ میری ان سے حفاظت کرو۔ جب سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر کھوج لگا لیا تو عقدہ کھلا کہ دو نصرانیوں نے ایک سرائے سے حضور ﷺ کے روضۂ اقدس تک زیرِ زمین سرنگ کھود رکھی تھی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ عیسائی بادشاہوں نے ان کو بیش بہا دولت دے کر حضور ﷺ کا جسمِ اطہر نکال لانے پر مامور کیا تھا۔ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ آتشِ غضب سے بھڑک اٹھا۔ ان دونوں کو قتل کر دیا اور حجرہ مبارک کے گرد اتنی گہری بنیادیں کھدوائیں کہ پانی نکل آیا تو ان بنیادوں میں اس نے سیسہ ڈلوا دیا تاکہ آئندہ کسی ملعون کو آپ ﷺ کی لحد مبارک تک رسائی کا موقع نہ ملے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور گستاخانِ رسول:

① شیطان صفت پرنس ارطاق والئ کرک ریجی نالڈ نے جزیرہ نمائے عرب پر لشکر کشی کی تاکہ روضہ اقدس کو منہدم اور خانہ کعبہ کو مسمار کرے۔ مدینہ سے اسلامی لشکر مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جن کو دیکھ کر وہ اپنے جہازوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگے۔ مسلمان سپاہ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن ریجی نالڈ جان بچانے اور بھاگ جانے کے بعد بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ مسلمانوں کے ایک کارواں کو ۱۱۷۹ء میں لوٹا اور تمام آدمی گرفتار کر لئے۔ بادشاہ یروشلم نے واپسی کے لیے سفیر بھیجے تو اس نے مذاق اڑایا۔ اسی طرح پھر اس بدبخت نے ۱۱۸۳ء میں وہی حرکت دہرائی۔ ۱۱۸۶ء میں مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ جب ان لوگوں نے رہائی کے لیے کہا تو اس دشمن خدا نے کہا تم محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے کیوں نہیں کہتے وہ آ کر تم کو چھڑائے۔ جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو بھی ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو

اس کافر کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ صلیبی جنگوں میں فرنگیوں کو شکست ہوئی تو بادشاہ اور شہزادے سلطان کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس نے ریجی نالڈ کو پہچان لیا اور اسے اپنی قسم بھی یاد آ گئی۔ ریجی نالڈ کو اس کی بداعمالیاں گنوائیں اور خود اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں لوگوں کو خواہ مخواہ قتل نہیں کرتے۔ ریجی نالڈ کو گستاخِ رسول کرنے کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔

(ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۲ کتاب الروضین ج ۲ ص ۸)

(۲) سلطان صلاح الدین ایوبی نے ایک شخص کو یہ شعر کہنے پر علماء دین سے فتویٰ لے کر قتل کرا دیا۔

وکان سبب هذا الدین من رجل سعی فاصبح یدعی سیدالامم

ترجمہ: اس دین کا آغاز ایک ایسا شخص ہے جس نے کوشش کی اور امتوں کا سردار بن گیا۔ حضرت ابن حبان کا قول ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبوت اکتسابی ہے۔ وہ شخص زندیق ہے۔ قتل کر دینا چاہیے۔

(ترجمان اہل سنت ص ۱۲۶۶، اپریل ۱۹۷۶ء)

واضح رہے اس زمرہ میں مرزائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

(ڈائری مرزا محمود ابن مرزا قادیانی اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

فقہائے اندلس اور گستاخان رسول:

ابراہیم فرازی ماہر علوم مشہور زمانہ شاعر تھا۔ وہ قاضی العیاض بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ معلوم ہوا وہ خداوند تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور مذاق اڑاتا ہے تو قاضی اور دیگر فقہا نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کا یہ عمل ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا دی گئی۔

(الشفاء ج ۲ ص ۳۷۸، از قاضی عیاس مالکی)

گستاخ رسول کے قتل پر اجماع امت:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کرے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری ص ۲۳۶ ج ۱۲)

ابو بکر فارسی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو تہمت کے ساتھ برا کہے اس کے قتل کرنے پر تمام علماء کرام کا اجماع ہے۔ اگر توبہ کرے تب بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور تہمت کی سزا توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

(فتح الباری شرح بخاری ص ۲۳۶ ج ۱۲)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جو رسول اللہ ﷺ کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کردو۔ (الصارم المسلول ص ۴۱۹ ج ۴)

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دلی طور پر رحمت دو عالم ﷺ سے بغض رکھے تو وہ کافر و مرتد ہے۔ تو گالی دینے والا بطریق اولیٰ مرتد ہوگا اور اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور توبہ سے اس کی حد ساقط نہ ہوگی فرمایا یہاں تک کہ گالی دینے والا نشے کی حالت میں ہو تب بھی قتل کیا جائے گا۔

سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور جو شخص اس کی سزا اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (الفتاویٰ الخیریہ ص ۴)

امام قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو حضور نبی کریم ﷺ کو برا کہے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام مالک، لیث، احمد بن

حنبل اور اسحق رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ (ص ۸۷ ج ۸)

مغلیہ دورِ حکومت میں گستاخ رسول کو سزائے موت:

عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ عبدالغنی چیف جسٹس کو استغاثہ بھیجا کہ مسلمان وہاں ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک سرکش برہمن نے ان کا سارا عمارتی سامان اٹھوالیا اور اس سے ایک بت خانے کی تعمیر شروع کروادی۔ جب تادیبی کارروائی کی گئی تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں رسالت مآب ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ چیف جسٹس نے ان کو طلب کیا۔ اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ اکبر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ اس نے بیربل اور شیخ ابوالفضل کو بھیجا اور اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے اپنی مکمل تحقیق جو گواہوں سے کی تھی بیان کی کہ اس نے واقعی گالیاں بکی ہیں۔ علماء کے معاملے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کا فتویٰ قتل تھا اور دوسرا تعزیر کا۔ بحث طویل ہو گئی۔ شیخ نے بادشاہ سے قتل پر اصرار کیا۔ شاہی محل کی بیگمات سفارشی تھیں۔ بادشاہ نے واضح حکم دینے کی بجائے گول کر دیا۔ شرعی مسئلہ ہے۔ آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں۔ بالآخر شیخ عبدالغنی نے اس گستاخ رسول کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ (التواریخ عبدالقادر بدایونی)

سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد ۱۸۶۰ء میں برٹش گورنمنٹ نے توہین رسالت کا قانون منسوخ کیا تو مسلمان سرفروشوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔

(ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت از محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ ص ۲۶۷، ۲۶۸)

انگریزی دور حکومت ہندوستان اور توہین رسالت:

اس سے یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ۱۸۶۰ء سے قبل ہندوستان میں توہین رسالت کی سزا سزائے موت کا قانون موجود تھا۔ اس کے بعد جب ۱۸۶۰ء میں فرنگی حکومت نے تعزیراتی قوانین تبدیل کیے تو اس میں سابق قانون توہین رسالت کو اس کی اصل شکل میں لانے کی بجائے ایک دفعہ ۲۹۸ شامل کر دی۔ جس میں کسی شخص کی اہانت

کو جس سے کسی کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ اسے جرم قرار دیا گیا لیکن نہ تو شخصیات کی تخصیص کی گئی اور نہ ہی خصوصی طور پر حضور اکرم ﷺ، آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا برگزیدہ شخصیات کی صراحت کی گئی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور توہین رسالت کا قانون:

جب اللہ کے فضل و کرم اور ”پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے نعرے اور جذبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ملک عطا فرما دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ پاک کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خاندان نبوت کے سلسلہ میں صحیح حالت میں قوانین مرتب ہوتے اور اس سے صحیح معنوں میں اس کے احسان کا شکر ادا کیا جاتا لیکن وہ قوانین اسی حالت میں تعزیرات پاکستان میں شامل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔ اس سے حوصلہ پا کر بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا۔ ملک کے گوشے گوشے سے مسلسل اس کے متعلق تحریکیں چلتی رہیں۔ بالآخر ۱۹۷۸ء میں توہین رسالت اور دیگر شخصیات مقدسہ کی توہین کے لئے قانون سازی ہوئی اور 295-A-B-C اور 298A-B-C منظور ہوئے۔ جس میں توہین رسالت مآب ﷺ کی سزا موت یا عمر قید مقرر کی گئی۔ لیکن ایک خامی رہ گئی کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی کی سزا موت کے ساتھ ساتھ عمر قید بھی رکھی گئی۔ چنانچہ جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے ۱۹۹۱ء میں اس کی تصحیح کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ میں بذریعہ رٹ چیلنج کیا۔ جس میں ۷ ججوں کی فل بنچ نے اس گھناؤنے جرم توہین رسالت ﷺ کی سزا صرف اور صرف موت ہی قرار دی۔ عمر قید کے الفاظ قانون سے حذف کرنے کا حکم دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مملکت خداداد پاکستان میں جن کے دل میں حضور ﷺ کے خلاف بغض کا روگ تھا اس قانون کے ڈر سے ارتکاب سے باز رہے۔ اگر اکا دکا واقعات کہیں ہوئے تو قانون حرکت میں آیا۔

حرف آخر:

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ قانون توہین رسالت ﷺ نے تعزیرات پاکستان سے ہی جنم نہیں لیا۔ بلکہ یہ قانون تو بعثت ختم المرسلین ﷺ سے لے کر ہر دور میں موجود رہا۔ ویسے بھی یہ تصور تو کوئی کوڑھ مغز ہی کر سکتا ہے کہ اللہ احکم الحاکمین اپنے پیغمبر ﷺ کی توہین کی کھلی چھٹی دے دیں۔ اگر اب کوئی حکومت اقتدار کے خمار میں ایسا کرنے کی کوشش کرے گی تو اسے فرمان خداوندی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ:

”قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ“

یعنی اگر آباؤ اجداد، مال و دولت، الغرض دنیا میں موجود کسی چیز سے محبت اگر تم اللہ اور رسول سے بڑھ کر کرو تو عذاب خداوندی کا انتظار کرو۔ گویا ہمارے حکمرانوں کا یہ فیصلہ غضب الٰہی کو دعوت ہی ہوئی اور قہار ذات نے اپنے عذاب کے تذکرے میں فرمایا کہ ”ان بطش ربك لشديد“ کہ تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو بزدلی کے اس رویے کو ترک کر کے عصمت ناموس رسالت ﷺ کی اہمیت کو اقتدار سے مقدم سمجھنا چاہیے۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

لہٰذا ان حالات میں میرا اور آپ کا یہ فرض منصبی ہے کہ ناموس رسالت ایکٹ کی حفاظت کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لا کر اس قانون کی حفاظت کریں تاکہ عذاب خداوندی سے بچ سکیں اور رحمت دو عالم ﷺ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ وما علینا الاالبلاغ!

توہینِ رسالت کے جرم پر غیر مسلم کے لیے سزا

محمد اقبال محمدی سیفی حنفی

ریٹائرڈ جسٹس، سینیٹر جاوید اقبال صاحب نے سرور کونین ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاوید اقبال صاحب کی نظر میں توہین رسالت کوئی بہت بڑا اور سنگین جرم نہیں ہے۔ اگرچہ ان کے الفاظ تو مختلف ہیں لیکن جو دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے جو پیرایہ اظہار منتخب فرمایا ہے اس سے یہ تاثر بہت واضح طور پر ملتا ہے کہ شان رسالت ﷺ میں گستاخی کو جس قدر شدید اور سنگین جرم گردانا گیا ہے یہ حقیقت ان کے خیال میں قرآنی تعلیمات اور گزشتہ ہندی مسلمان حکمرانوں کے تعامل کے خلاف ہے۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کا مرتکب اگر غیر مسلم ہو تو شریعت اسلامی میں اس غیر مسلم کے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔ اور "فتاوی عالمگیری" کا غلط حوالہ دے کر انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فقہ حنفی کی اس مشہور کتاب میں بھی "غیر مسلموں" کو "توہین رسالت" کے جرم کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے قرآن مجید کی آیت کریمہ "لکم دینکم ولی دین" کی رو سے بھی "غیر مسلم" شریعت کے اس قانون کی زد میں نہیں آتے۔ علاوہ ازیں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ مغل بادشاہوں کے دور میں بلکہ اس سے پہلے بھی غیر مسلموں کو اسلامی عقائد اور اصولوں کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا تھا یعنی شان نبوت میں گستاخی کرنے والے کو کوئی سزا نہیں دی جاتی تھی۔

اپنے بیان میں انہوں نے فتاوی عالمگیری پر الزام تراشی کرتے ہوئے یہ بھی

کہا ہے کہ "غیر مسلموں کو اسلامی ملک میں" "اعلانیہ" خنزیر فروشی اور خنزیر خوری کی اجازت ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے لیے یہ قطعاً حرام ہے۔" گویا وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی قوانین غیر مسلموں پر لاگو نہیں ہوتے لیکن جسٹس جاوید اقبال صاحب نے یہ بیان یا تو شریعت اسلامی اور قرآن وسنت سے لاعلمی کی وجہ سے دیا ہے یا پھر اس میں ان کی بدنیتی شامل ہے۔

جناب جاوید اقبال صاحب نے یہ بیان جاری کرتے ہوئے بہت سے پہلوؤں سے دانستہ یا نادانستہ اغماض برتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے لفظ "غیر مسلم" استعمال کیا ہے جس میں بہت ابہام ہے۔ شرعی احکامات کا اطلاق کرتے ہوئے غیر مسلموں کی مختلف اقسام کا اعتبار کیا جاتا ہے جس میں ذمی مستامن کے علاوہ حربی مرتد بھی شامل ہیں جن کے بارے میں احکامات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے چند مخصوص احکامات میں ذمی اور مستامن کے لیے رعایت کی گنجائش رکھی گئی ہے جبکہ حربی اور مرتد کے لیے رعایت کا کوئی پہلو نہیں اگرچہ حربی کفار اور مرتدین کی مملکتوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن انہیں مسلم مملکت میں ویزا کے ساتھ رہ کر یا اس میں بغیر ویزا داخل ہو کر قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بین الاقوامی قانون میں بھی ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں خواہ ویزا لے کر ہی جائے تو بھی اسے اس ملک کے قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں۔ بلکہ رعایت تو ایک طرف رہی، انہیں عام حالات میں بغیر سب رسول کے بھی قتل کیا جائے گا اور توہین وشتم رسالت کا جرم تو ایسا جرم ہے کہ جس سے ذمی اور مستامن تک کو سزا سے تحفظ نہیں دیا گیا۔

اس کے علاوہ جسٹس صاحب نے فتاوی عالمگیری کے جتنے حوالے دیے ہیں وہ بالکل من گھڑت اور خود ساختہ ہیں۔ پھر قرآن مجید کی آیت کریمہ سے جو مفہوم انہوں نے اخذ کیا ہے نہ صرف یہ کہ تفاسیر واحادیث اور علمائے امت کے اقوال اس مفہوم کی نفی کرتے ہیں بلکہ منشائے ایزدی کے بھی خلاف ہے۔

تفصیل اجمال

مرتد:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق جو شخص اسلام کا اقرار کرنے کے بعد کسی کفر کا ارتکاب کرے مرتد کہلاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ جب وہ مسلمان ہوا تھا تو اس نے اسلام کو اس کے تمام احکام وقوانین سمیت قبول کرلیا تھا۔ اب مرتد ہونے کے بعد اس کا تسلیم شدہ قانون اس پر نافذ کیا جائے تو یہ عرف عام میں ظلم نہیں کہلاسکتا۔ پھر مرتد کی دو قسمیں ہیں (۱) جو سبّ رسول اللہ ﷺ کے ارتکاب کے سوا کسی اور چیز کے باعث کافر ہوا تو اس پر اسلام پیش کریں گے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے اور توبہ بھی نہ کرے تو (قتلہ من ساعتہ) اسے حاکم فوراً قتل کرادے گا (درمختار جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)
(۲) جو شخص سبّ رسول ﷺ کے سبب مرتد ہوا تو صاحب درمختار، صاحب درد صاحب بزازیہ صاحب اشباہ صاحب فتح القدیر کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اسے لازماً بطور حد قتل کیا جائے گا۔ بعض دوسرے علماء نے اس کے لیے بھی توبہ کو مفید قرار دیا اور علامہ ابن عابدین شامی نے قبول توبہ کے قول کو "بدلائل" "صحیح" قرار دیا تاہم توبہ سے انکار کے بعد اس کے قتل پر سبھی حنفی علماء کا (غیر حنفیہ کی طرح) اتفاق ہے۔
(درمختار صفحہ ۳۱۷ تا ۳۲۱)

غیر مرتد کافر:

رہے وہ لوگ جو پیدائشی غیر مسلم ہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے۔ وہ تین قسم ہیں۔
(۱) حربی (۲) مستامن (۳) ذمی

(۱) حربی: یہ دارالحرب (یعنی مکمل غیر اسلامی ملکوں) کے غیر مسلم باشندے ہیں۔ وہ اگر ہمارے ملک میں بغیر ویزا کے گھس آئیں تو انہیں کوئی بھی مسلمان قتل کرسکتا ہے کیونکہ ہم ان کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں اور حالت جنگ میں دشمن کے آدمی

جہاں ملیں انہیں قتل کیا جا سکتا ہے۔(بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۷۰ طبع ایچ ایم سعید کراچی) میں ہے:

(قوله الجهاد فرض كفايته ابتداء) مفيد لثلثه احكام الاول كونه فرضاً و دليله الاوامر القطعيه كقوله تعالى فاقتلو المشركين وقاتلوا المشركين كافة وقاتلوا الذين لا يومنون بالله ولاباليوم الاخر و تعقب بانها عمومات مخصوصة والمخصوص ظنى الدلالته وبه لا يثبت الفرض واجيب بأن خروج الصبى والمجنون منها بالحق لا يصيره ظنياً واما غير ها فنفس النص ابتداء لم يتعلق به لانه مقيد بمن بحيث يحارب كقوله تعالى وقاتلوا المشركين كافة الاية فلم تدخل المراة واما الاحاديث الواردة فيه فظنية لانفيد الافتراض۔

یعنی صاحب کتاب کا یہ ارشاد کہ پہل کر کے جہاد (کفار سے جنگ) کرنا فرض کفایہ ہے۔اس سے تین احکام کے ثبوت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ جہاد فرض ہے اور اس حکم کی دلیل، قطعی (واضح، یقینی) احکام الہیہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشادات ''تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو'' اور ''سب مشرکین سے جنگ کرو'' اور ''جنگ کرو ان سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ پر نہ یوم آخر پر'' (صاحب بحر فرماتے ہیں) بعض معترضین کی طرف سے ہمارے دلائل کا تعاقب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ آیات عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں جو ظنی الدلالۃ ہوتا ہے اور ظنی سے فرض ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(صاحب بحر نے کہا) اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ آیات ظنی الدلالته (عام مخصوص عنہ البعض) نہیں اس لیے کہ بچے اور پاگل کا ان کے حکم سے باہر نکلنا انہیں ظنی نہیں بنا دیتا کہ وہ دلیل عقل سے باہر نکلے ہیں نہ کہ دلیل نقل سے اور ان کے ماسوا جو لوگ مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں تو نص ابتداء ہی میں ان سے متعلق نہ تھی اس لیے کہ نص مقید ہے ان

کے ساتھ جو جنگ کیا کرتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تمام کے تمام مشرکوں سے جنگ کرو جیسا کہ وہ تم تمام سے جنگ کرتے ہیں تو عورت جو جنگ نہ کیا کرتی ہو آیت کے حکم میں داخل نہ ہوئی۔ (بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۷۰)

تنویر الابصار متن درمختار میں ہے "هو فرض كفاية" ابتداء پہل کرکے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے (درمختار ہاشمی جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ جدید طبع کوئٹہ) اس کے نیچے درمختار میں ہے:

وان لم يبدء ونا وامبا قوله تعالى فان قاتلوكم فاقتلوهم و تحريمه فى الاشهر الحرم فمنسوخ بالعمومات كاقتلوا المشركين حيث و جدتموهم (ان قام به البعض) ولو عبيداً اونساء (سقط عن الكل ولا) يقم به احد فى زمن ما (اثموا بتركه) اى اثم الكل من المكلفين و اياك ان تتوهم ان فرضيته تسقط عن اهل الهند بقيام اهل الروم مثلا بل يفرض على الاقرب فالاقرب منا الى العدو ان تقع الكفايته فلولم تقع الابكل الناس فرض عين۔

(درمختار جلد ۳ صفحہ ۲۳۹/۲۴۰)

یعنی خواہ کافر ہم سے پہل کرکے جنگ نہ بھی چھیڑیں (تب بھی ان سے جنگ فرض کفایہ ہے) رہا اللہ تعالیٰ کا قول کہ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو انہیں قتل کردو اور اسی طرح جنگ کو اشہر حرم میں حرام فرمانا تو یہ عمومی حکم دینے والی آیت کریمہ سے منسوخ ہے جیسے یہ آیت کریمہ کہ قتل کرو مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں ۔(اور فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ) اگر بعض مسلمان جہاد کو قائم کردیں اگرچہ وہ غلام یا عورتیں ہی ہوں تو سب مسلمانوں سے فرض اتر گیا اور اگر کسی زمانے میں کوئی شخص بھی جہاد قائم نہ کرے تو اس کے چھوڑنے کے سبب تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے ۔ اور اس وہم سے بچنا کہ تم خیال کرو کہ روم کے مسلمان جہاد کے لیے کھڑے ہوں تو مثلاً اہل ہند کا فرض اتر جاتا ہے بلکہ جہاد ہر

جگہ کے دشمنوں کے قریب رہنے والوں
پر پھر ان سے قریب والوں پر فرض ہے
یہاں تک کہ ضرورت پوری ہو جائے تو
اگر بالفرض تمام لوگوں کے بغیر ضرورت
پوری نہ ہو تو فرض عین ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کفار کے تمام ملکوں سے جنگ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اس لیے وہ ان سے ہمیشہ حالت جنگ میں ہیں لہذا حالت جنگ میں ان کا جو باشندہ ہاتھ لگ جائے تو ظاہر ہے اسے مار دینا کوئی جرم نہیں۔ اسی سے واضح ہو گیا کہ وہاں کوئی باشندہ اگر اپنے ملک میں توہین رسول اور سب رسول کا اس طرح ارتکاب کرتا ہے کہ اس کی اشاعت ہمارے ممالک میں ہوتی ہے تو بھی جو مسلمان ایسے مردود کو موقع پا کر قتل کرے شریعت اس مسلمان کو اس کی اجازت دیتی ہے اگرچہ وہ مسلمان اسی کافر ملک کا باشندہ ہی ہو۔ چہ جائیکہ ہمارے ملک سے جا کر کوئی مسلمان اس کو قتل کرے وہ تو بطریق اولی جائز ہے البتہ مجبوری کے احکام جدا ہیں لیکن مجبوری کے عذر کے پیش نظر ساری عمر خواب غفلت بھی شرعاً جائز نہیں بلکہ لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے ہم اپنی تعداد، ہتھیار اور جنگی صلاحیت میں اضافہ کی کوشش میں رہیں تاکہ دشمنوں کی کی طاقت کا توڑ کر سکیں۔ (عامہ کتب فقہ حنفیہ)

بہر حال جس حربی کافر کی حفاظت کا ہم نے عہد نہیں کیا یا ہم سے یہ عہد لینے کے بعد وہ دوبارہ دارالحرب میں داخل ہو گیا تو اس کا قتل جائز ہے۔ درمختار میں ہے "فان رجع المستامن الیھم ولوبغیر دارہ حل دمہ لبطلان امانہ" اگر مستامن کافر دارالحرب لوٹ گیا اگرچہ یہ دارالحرب اس کا پہلا ملک نہیں تو اس سابق مستامن کا خون حلال ہو گیا اس لیے کہ جو امان نے حاصل کی تھی ختم ہو گئی۔ (درمختار ہاشی جلد ۳ صفحہ ۲۷۵)

مستامن:

یہ دارالحرب کی قومیت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو بطور سفیر یا کسی اور جائز مقصد

سے قلیل مدت کے لیے امان لے کر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوں۔

(ا) سفیر: رہے سفارت خانہ کے ملازمین اور دوسرے مستامین ان کا اجمالی حکم ذمی کا سا ہے مگر بعض امور میں ذمی سے کم ہے اور بعض میں زیادہ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ذمی کو قتل کرنے پر حنفیوں کے نزدیک قصاص لازم ہے خواہ قاتل مسلمان ہی ہو لیکن مستامن کے قتل پر خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی کافر خون بہا لازم ہے قصاص نہیں جبکہ ایک امر میں مستامن کو ذمی پر فوقیت حاصل ہے وہ یہ کہ ملکی قانون کی اکثر سزائیں اس کو نہیں دی جائیں گی۔ تاہم وہ سزائیں جن میں حق العبد پایا جاتا ہے حتی کہ قصاص و حدود بھی اس پر نافذ ہوں گی ماسوائے قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فرماتے ہیں سوائے شراب کی حد کے وہ تمام سزائیں مستامن پر بھی نافذ ہوں گی جو ذمی پر نافذ ہوتی ہیں۔ رد المحتار میں ہے۔

الاصل انه يجب على الامام نصرة المستامنين مادامو افی دارنا فکان حکمهم کاهل الذمة الاانه لا قصاص علی مسلم او ذمی بقتل مستامن و یقتص من المستامن بقتل مثله و یستوفیه و ارثه کان معه۔

(بحوالہ شرح السیر رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

قاعدہ یہ ہے کہ مسلم حاکم اعلیٰ پر مستامنوں کی امداد ضروری ہے۔ جب تک وہ ہمارے ملک میں ہوں تو ان کا حکم ذمیوں کی طرح ہو مگر یہ بات ہے کہ مستامن کو ذمی کافر یا مسلمان قتل کرے تو قصاص ضروری نہیں (جبکہ ذمی کو مسلمان قتل کرے تو قصاص ہے) البتہ مستامن، مستامن کو قتل کرے تو قصاص لازم ہے اور قصاص کی ادائیگی کا مطالبہ مستامن کا وارث کرے گا اگر وہ اس کے ہمراہ ہو۔

اسی میں ہے: وذکر ایضا ان المستامن فی دارنا اذا ارتکب مایوجب عقوبته لا یقام علیه الاما فیه حق العبد من قصاص او حد قذف و عند ابی یوسف یقام علیه کل ذالك الاحد الخمر کاهل الذمته (رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

اور شرح سیر میں یہ بھی ذکر کیا کہ مستامن جب ہمارے ملک میں سزا کے موجب جرم کا

مرتکب ہو تو اس پر سزا نافذ نہ کی جائے گی سوائے ان سزاؤں کے جن میں بندوں کا حق پایا جائے۔ قصاص یا حد قذف اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوائے حد خمر کے مستامن پر باقی ہر سزا (قصاص، حدود تعزیر، وغیرہا) نافذ کی جائے گی جیسا کہ اہل ذمہ پر نافذ ہوتی ہے۔

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ شرح سیر)

بہر حال ثابت یہ ہوا کہ غیر مسلم مستامن پر حد خمر تو باتفاق علماء حنفیہ نافذ نہ ہو گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باقی تمام سزائیں جو ذمیوں پر نافذ ہوتی ہیں مستامن پر بھی نافذ ہوں گی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محض حقوق اللہ کی سزائیں اگرچہ ذمیوں پر نافذ ہوں مگر مستامن پر نافذ نہ ہوں گی البتہ حد قذف اور قصاص اور دیگر وہ سزائیں جن میں مخلوق کا حق بھی ملحوظ ہو مستامن غیر مسلم پر نافذ ہوں گی اور ظاہر ہے کہ جب ایک عام مسلمان کو تہمت لگانے پر مستامن سزا سے نہیں بچ سکتا کہ یہ حق العبد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے پر کیونکر سزا سے بچ سکتا ہے کہ یہ بھی اس نے حق العبد میں جرم کیا ہے اور کس عبد کے حق میں وہ عبد جو عبدہ ہے۔

جاوید اقبال کے والد محترم شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے مطابق جو انہوں نے قرآن مجید کی روشنی میں بولا "عبد دیگر عبدہ چیزے دگر" تو "عبدہ جو ہزار عبد" سے بہتر ہے اس کا حق بھی تو اتنا اعلیٰ ہے لہٰذا مذکورہ بالا حوالہ جات (از فقہ حنفیہ) کی روشنی میں وہ اس کی سزا ضرور پائے گا۔ ہرگز بچ نہیں سکے گا۔

ذمی:

یہ وہ غیر مسلم ہیں جن کے علاقہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی اور انہوں نے حکومت اسلامی کو قبول کر لیا اور اسلام کی بالادستی قبول کرنے کی شرط پر حکومت اسلامی کے زیر نگیں رہنے کا عہد کیا اور پھر اسلامی حکومت نے ان کے تحفظ کا وعدہ کیا اور وہ لوگ اپنے غیر اسلامی دین پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ملک کے باشندے بن گئے۔ ان کے لیے کچھ رعایتیں ضرور ہیں مگر اتنا نہیں کہ وہ برملا مسلمانوں کے سامنے اپنی تقریر یا تحریر کے ذریعے ہم مسلمانوں کے پیغمبر کو گالیاں دیتے رہیں۔ یا اپنے لوگوں کے جلسوں میں لاؤڈ سپیکر پر

ایسی بکواس کریں۔ (ہاں اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کو اللہ کا نبی اور آپ کی کتاب کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے تو اس پر انہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی کہ معاہدہ ذمہ کا مطلب یہی تو ہے کہ انہیں ان کے کافرانہ عقائد پر قائم رہنے کی پوری آزادی ہے) اسی طرح انہیں یہ اجازت اور آزادی نہیں کہ مسلمانوں کو اپنے دین کی دعوت دے سکیں۔ اگر وہ اس قسم کے (خلاف معاہدہ) امور کا ارتکاب کریں تو ان کا ذمی ہونے کا معاہدہ متاثر ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض امور کی انہیں آزادی نہیں جن کا بیان جاوید اقبال صاحب کے دیگر دعاوی پر نظر کے دوران ہوگا۔

گستاخِ رسول کے مرتکب ذمی کے قتل پر حنفیہ سمیت سب کا اتفاق اور اجماع ہے:

بہرحال دارالاسلام میں آ کر یا یہاں رہ کر کسی بھی قسم کے غیر مسلم کو خواہ وہ حربی مستامن ہو یا ذمی اجازت نہیں ہے کہ وہ برملا نبی کریم ﷺ کو گالیاں دے، عیب لگائے یا تنقیص کرے۔ مسلمانوں کے دین کے مطابق ایسے شخص کا قتل مسلمانوں پر ضروری ہے۔ امت کا ایک عالم بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا۔ اہلسنت کے چاروں مجتہدین ابوحنیفہ مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے علاوہ دیگر تمام مجتہدین، اہل سلف، اہلسنت فقہاء، محدثین، مفسرین اور ان کے علاوہ اہل حدیث کہلانے والے ظاہری اور غیر مقلد علماء ان کے علاوہ زیدی شیعہ فقہ اور اثنا عشری شیعہ فقہ کے علماء سب کے سب اس بارے میں متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس نقطہ پر کہ کوئی ذمی اپنے گھر میں اپنے آدمیوں سے بات کر رہا تھا۔ وہاں سے اچانک کم از کم دو مسلمان گزرے اور انہوں نے سن لیا کہ وہ ذمی شخص سرکار ﷺ کی توہین کے کلمات بول رہا ہے جس سے ان مسلمانوں کو ایذا پہنچی اور استغاثہ حکومت کے پاس گیا تو کیا اسے قتل کرنا ضروری ہے یا اسے کوئی اور سزا دینا ضروری ہے۔ باقی ائمہ کے نزدیک اس کا قتل ضروری ہے اور حنفیہ کے دو مسلک ہیں۔ کچھ حنفیہ اس کا قتل ضروری سمجھتے ہیں اور کچھ دوسرے سخت سزا تو ضروری سمجھتے ہیں جو قتل تک بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم قتل صرف جائز ہے، ضروری نہیں۔ اس سے قدرے کم سزا بھی

ہوسکتی ہے بہر حال بالکل سزا جائز نہ ہونا کسی حنفی عالم کا مسلک نہیں ۔

کیا توہین اور سبّ کے ارتکاب کے بعد ذمی باقی ہے؟

اس مسئلہ میں ایک اور اختلاف بھی ہے اور وہ یہ کہ ذمی سبّ رسول کے بعد ذمی رہتا ہے یا نہیں؟ حنفیہ اور شافعیہ اسے تب بھی ذمی مانتے ہیں اور بعض دیگر علماء اسے ذمی نہیں مانتے۔

ذمی ساب ذمی رہنے کے باوجود قتل سے نہیں بچ سکتا:

مگر اس اختلاف کا اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا قتل سب کے نزدیک ہے، فرق یہ ہے کہ اگر وہ شخص اب بھی ذمی ہے تو اس کی سزا کا فیصلہ حکومت اسلامیہ کے ذمہ ہے۔ اور بعد ثبوت وہی اسے قتل کرے گی اور اگر وہ حربی بھی ہوگیا تو مسلمان خود بھی اسے قتل کر سکتے ہیں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک وہ باوجود سب قبل حربی بننے کے بھی ذمی ہے۔ فیصلہ حکومت کرے گی اور اسے یہ سزا ضرور ملے گی، مسلم عوام کو اپنے معاہدہ کی پابندی کا خیال رکھنا چاہیے جبکہ امام مالک اور امام احمد بن جنبل کے نزدیک وہ اب ذمی نہیں رہا حربی ہوگیا۔ اسے جو چاہے قتل کر دے۔

حنفیہ کے نزدیک ذمی ماننے کی حکمتیں:

لیکن حنفیہ اسے اس لیے ذمی ہونے سے خارج نہیں کرتے کہ اس طرح وہ حربی قرار پاجائے گا تو مسلم عوام کو اس کے قتل کی رخصت مل جائے گی پھر اگر دوسرے ذمی اس کی حمایت میں کھڑے ہوگئے تو ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر ذمہ توڑ بیٹھے اور دارالحرب نہ جائے اور نہ مسلمان بنے بلکہ صرف اپنے سابقہ قصور سے معافی مانگ کر دوبارہ ذمی بنائے جانے کی درخواست کرے تو اسے دوبارہ ذمی بنالیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو عالمگیری صفحہ ۲۵۳ "واذا تاب تقبل توبتهٗ و تعود ذمته" ذمی جب ذمہ توڑنے والے سبب اور فعل سے توبہ کر

لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور اس کا ذمی ہونا لوٹ آئے گا۔ فتاوی عالمگیری کے اس حوالہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ کسی ایسے فعل یا قول کے سبب ذمی کو ذمہ سے خارج کرنے کا فائدہ نہیں (جس کی پاداش میں قتل پر معاہدہ نہ ہوا ہو) بلکہ نقصان ہے اگر وہ اپنے فعل پر معذرت کرلے تو وہ دوبارہ ذمی بن جائے گا اور ہر طرح کی سزا سے بچ جائے گا جبکہ اسے اپنے فعل کی سزا بھگتنا لازمی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ذمی کی سزا کے حوالے:

اب رہا یہ امر کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی کو سب نبی پر کیا سزا دی جائے گی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ معاہدہ ذمہ میں حکومت کی طرف سے انہیں وارننگ دے دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے سب رسول کا ارتکاب کیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا تو بالاتفاق ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا، جو اس وارننگ پر مطلع ہو اور متفق ہو کہ ذمہ قبول کرنے کے باوجود سب نبی کا ارتکاب کرے۔ فتاوی خیر الدین رملی سے "ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴ طبع رشید کوئٹہ میں ہے" اما اذا شرط انتقض به کما هو ظاهر "یعنی جب معاہدہ ذمہ میں یہ شرط قرار پا جائے کہ سب نبی سے ذمہ ٹوٹ جائے گا تو ایسی حالت میں ذمہ ٹوٹ گیا (یعنی حسب معاہدہ عوام اور حکام اسے فوراً قتل کر سکتے ہیں) (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴) اور اگر معاہدہ کے طور پر ان سے ایسی شرط نہیں ہوئی تو جدید دور میں اسمبلی کے پاس شدہ قانون کو معاہدہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

پیشگی قانون کے بغیر ذمی ساب کا قتل:

اگر قانون ساز اداروں نے ایسا قانون مشتہر نہیں کیا جو معاہدہ کا درجہ پا کر ان کے لیے اس جرم کے ارتکاب پر ذمہ کو ختم کرنے اور قتل کرنے کا اعلان کرتا ہوا اور نہ ان سے باقاعدہ معاہدہ میں یہ امر مشروط ٹھہرا تو وہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک ذمی تو رہے گا تاہم اس جرم اسے قتل کی سزا دینے کے لیے حکومت اسلامیہ پر شرع کی طرف سے کوئی قدغن نہیں حکومت تب بھی قتل کر سکتی ہے۔ ردالمحتار میں فتاوی الرملی الحنفی سے لائے کہ:

مذهب الشافعي كم ذهبنا على الاصح قال ابن السبكي لاينبغي ان يفهم من عدم الانتقاض انه لا يقتل فان ذلك لا يلزم وليس في مذهبنا ما ينفي قتله خصوصاً اذا اظهر ما هو الغاية في التمرد عدم الاكثرات والاستخفاف و استعلى على المسلمين على وجه صار متمرداً عليهم۔

یعنی اس مسئلہ میں امام شافعی کا مذہب بھی علی الاصح ہمارے حنفی مذہب کی طرح ہے۔ابن السبکی (شافعی) نے فرمایا عقد ذمہ نہ ٹوٹنے کے مسئلے سے یہ سمجھنا لائق نہیں کہ (کسی نبی کو سب کرنے والے) ذمی کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ بے شک (ذمی باقی رہنے سے) یہ امر (اس کو قتل نہ کرنا) لازم نہیں ہوتا (بلکہ قتل کیا جا سکتا ہے)۔

علامہ خیر الدین حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے حنفی مذہب میں بھی ایسا کوئی قول نہیں جو اس کے قتل کی نفی کرتا ہو۔ بالخصوص جب اس شخص سے (سرکار ﷺ کے بارے میں) انتہائی سرکشی، بے پروائی اور توہین ظاہر ہوتی ہو اور وہ مسلمانوں پر سرکشی کے انداز میں فوقیت ظاہر کرے تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

کیا اسلامی ممالک کے غیر مسلم باشندے ذمی ہیں؟

یہ بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔اس کے جواب سے امن وامان کے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ بہر حال حکومت پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان سے ذمیوں کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ایک قانون بنائیں جس میں ذمیوں کی حدود اور ذمہ داریوں کا تعین ہو ورنہ اگر غیر مسلموں نے ذمی ہونے سے انکار کیا اور مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا کہ غیر مسلم، مسلمانوں کے ملک میں ذمی نہیں بلکہ مسلمانوں پر فوقیت رکھتے ہیں تو مسلمانوں کے غیظ و غضب کا آتش فشاں پھٹ سکتا ہے اور ایسا ہوا تو یہ لاوا سب کچھ بہا لے جائے گا اور حکمرانوں اور ان کے حامیوں سے جو بھی اس لاوے کا مقابلہ کرے گا ڈھیر بن جائے گا اور اس طرح کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

ذمی کا اعلانیہ یا متعدد بار غیر اعلانیہ سب نبی اور فقہ حنفی پر:

اگر کوئی ذمی اعلانیہ نبی کریم ﷺ پر سب کرے یہ اعلانیہ کیا گیا مگر اس سے یہ فعل متعدد بار ثابت ہو تو تمام علماء، (بشمول حنفیہ) کے نزدیک اسے قتل کیا جائے گا اور اس بارہ میں عورت کو بھی اس جرم کی صورت میں یہی سزا برداشت کرنی ہوگی۔ در منتقی سے ردالمختار میں ہے۔

فلو اعلن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امراۃ وبہ یفتی الیوم۔

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ طبع رشیدیہ)

تو اگر رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ گالی دی یا اس گالی کا (غیر اعلانیہ) عادی ہو گیا تو قتل کیا جائے خواہ عورت ہی ہو اور اس دور میں اسی امر (سابہ عورت کے لیے قتل) کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

ذمی کا اظہار سب اور حنفیہ کا فتویٰ:

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر میں ذمی ساب کی عقوبت کے بارے میں حنفیہ کے مسلک کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

والذی عندی ان سبہ ﷺ مالا ینبغی الی اللہ تعالی ان کان مما لا یقعدونہ کنسبتہ الولد الی اللہ تعالی و تقدموا عن ذلك اذا اظہرہ یقتل بہ و ینقض عہدہ وان لم یظہرو ولکن عشر علیہ و ھو یکتمہ فلا۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ صفحہ ۳۰۳ جلد ۵ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

میرے نزدیک (فقہاء کی عبارت کا مطلب) یہ ہے کہ نبی ﷺ کو کسی ذمی کا گالی دینا یا کسی نامناسب بات کا اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا اگر ایسے امور کے ساتھ ہو جو ان ذمیوں کے عقیدہ میں داخل نہیں جیسے (غیر عیسائی) کا اللہ تعالیٰ کی جانب اولاد کی نسبت (ثابت) کرنا کہ اللہ کی شان اس سے بلند ہے۔ اور اس کی ذات اس سے پاک ہے تو جب ذمی اس قسم

کے کفر ظاہر کرے گا تو اس کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور ذمہ باقی نہ رہنے کی بنا پر اسے کوئی بھی قتل کر سکتا ہے اور اگر ایسے کفر اور ایسی گالیوں کو اس نے ظاہر نہیں کیا لیکن کسی طرح اس کے ایسے قول کا پتہ چل گیا جبکہ وہ اس امر کو چھپا رہا ہے تو پھر نہیں (یعنی پھر ذمہ نہیں ٹوٹے گا اور ذمہ ٹوٹنے سے جو اس کا قتل لازم ہوتا وہ لازم نہ ہوگا لیکن سزا دی جائے گی جو قتل تک ہو سکتی ہے۔

ذمی کا مخفی طور پر سب نبی علیہ السلام:

اگر حکومت اسلامی کے معاہدہ ذمہ اور دستور و قانون میں یہ نہ کہا گیا ہو کہ نبی ﷺ کو سب اور گالی دینے کی سزا قتل ہے اور ذمی نے اس جرم کا ارتکاب نہ اعلانیہ کیا ہو اور نہ بلا اعلان عادۃً بلکہ ذمی نے اس خباثت کا ارتکاب بظاہر مخفی طور پر مثلاً ایک شخص کے سامنے کیا اور مسلمانوں کے سامنے یہ جرم اس کے اقرار یا معتبر گواہی سے ثابت ہو گیا تو اس کی کیا سزا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا کہ شاید اس جرم کی حنفیوں کے ہاں کوئی سزا نہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی صحیح نہیں۔

اظہار اور اخفاء کا فرق:

تفصیل اس جمال کی یہ ہے کہ ذمی اگر سب و تنقیص کا ارتکاب اس طرح سے کرے کہ اس کا ذریعہ اظہار ہر خاص و عام کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہو مثلاً چیخ چیخ کر مجمع عام میں یا مسلمانوں کے محلوں میں کہتا پھرے یا طباعت اور فوٹو اسٹیٹ کرا کے اس کی

نشر واشاعت کرے یا آواز پھیلانے والے آلات (لاؤڈ اسپیکر، ٹیپ ریکارڈرز، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ویڈیو، گراموفون وغیرہ) کے ذریعہ سے یہ مقصد حاصل کرے۔ عام ازیں کہ سب وتنقیص الوہیت ورسالت کا ذریعہ اظہار اس نے الفاظ کو بنایا ہو یا کارٹون اور اس طرح کی تصاویر وغیرہا کو جس سے واضح طور پر توہین رسالت سمجھی جارہی ہو تو ایسا شخص بالاعلان اظہار سب کا مرتکب ہے اور اس کی عقوبت قتل ہے جیسا کہ فتح القدیر سے گزرا۔ اسی طرح وہ ذمی جو اس طرح اعلان تو نہ کرے مگر کم از کم دو معتبر گواہوں کے روبرو اس خباثت کا مرتکب ہوا ہو تو اس کی عقوبت بھی قتل ہے جیسا کہ فتح القدیر سے گزرا (کیونکہ یہ بھی اعلان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ حدیث میں ہے اعلنوا النکاح اور یہ بات کم از کم دو گواہوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اظہار کے ان دونوں درجوں کے بارے میں اگرچہ بعض علماء نے اس بات سے اختلاف کیا کہ اس کا ذمہ ٹوٹے گا یا نہیں مگر بہر حال جمہور حنفیہ کا اس کے قتل پر اتفاق ہے۔

اخفاء بمنزلہ اظہار:

پھر اخفاء کی دو قسمیں ہیں۔ اخفاء بمنزلہ اظہار اور اخفاء محض۔ اخفاء بمنزلہ اظہار یہ ہے کہ مثلاً ذمی نے کسی ایک آدمی کے سامنے سب کا ارتکاب کیا اور حاکم کے روبرو انکار کیا اور اس طرح اس نے یکے بعد دیگرے کئی شخصوں کے سامنے ہر ایک کے روبرو سب کا ارتکاب کیا اور پھر مکر گیا اور وہ اتنے آدمی تھے کہ ان کے مجموعہ سے حاکم کو یقین ہو گیا کہ وہ ذمی بار بار سب کا مرتکب ہوا ہے اگرچہ چھپا رہا ہے تو اس شخص کو عادتاً سب کا مرتکب قرار دے کر قتل کیا جائے گا کہ یہ بھی حکماً اعلان ہے اور جمہور حنفیہ کا اس پر بھی اتفاق ہے اور اسی کو کتب فقہ میں اعتیاد یعنی سب وشتم کی عادت بنانے سے تعبیر کیا گیا ورنہ ظاہر ہے کہ جب ایک دفعہ اعلان سے قتل ہوگا تو اعتیاد کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اگر وہ بھی بالاعلان ہوتا۔

اخفاء محض:

اخفاء محض کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ وہ ذمی اپنے دل میں یا بالکل اکیلے کمرے میں جہاں کوئی ٹیپ یا ٹیلی فون وغیرہ نہیں، سب کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے بارے میں بحث نہیں کیونکہ قانون میں سزا تو ثبوت کی محتاج ہوتی ہے اور یہاں کوئی ثبوت نہیں۔

اخفاء حکمی:

اخفاء کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی ایک آدمی کے سامنے ایک بار اس جرم کا ارتکاب کیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کے سامنے اس جرم کا نہ ارتکاب کیا اور نہ دوسروں کے سامنے اپنے سابق جرم کا اقرار کیا اور ظاہر ہے کہ اسلام دو مردوں کی گواہی مانگتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اکیلا شخص ذاتی دشمنی رکھتا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اکیلا گواہ سچا ہو اور ذمی نے واقعی اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ ایسی صورت میں بھی عدالت مجبور ہے کہ صرف ایک شخص کو پتہ چلا مگر جرم کے لیے ثبوت کافی فراہم نہیں ہوا۔ رہا یہ امر کہ وہ اکیلا آدمی اس جرم کی سزا دے سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ اگر وہ اسے قتل کرے تو آخرت میں گناہ ہوگا یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ گناہ نہ ہوگا جیسا کہ آگے حدیث آئے گی کہ ایک صحابی نے اپنی ذمیہ بیوی کو اس جرم پر مار ڈالا تو سرکار ناراض نہ ہوئے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ بصورت ثبوت قتل اس سے قصاص لیا جائے گا یا معاف ہوگا تو اگر سب و شتم پر دو گواہ ہوں تو قتل درست تھا لہذا قاتل پر جرم نہیں اور اگر کوئی مدعی نہ ہو یا مدعی وہ خود ہو تو بھی قصاص معاف ہوگا اگرچہ گواہ سب وشتم کے موجود نہ ہوں (کیونکہ قصاص کے لیے اسلام میں رشتہ دار (ولی قتل) کا مطالبہ ضروری ہے) ورنہ ظاہر کے اعتبار سے سزا ہوگی جو اس قاتل کے لیے بمنزلہ شہادت ہے اگر وہ سچا ہے۔

اخفاء تبدیل بہ اظہار:

لیکن اگر اس نے کسی ایک شخص کے سامنے سب وشتم کیا مگر اتفاق سے کہیں قریب سے ایک دو آدمی گزرے اور انہوں نے سن لیا اور اس طرح جج اور حاکم کے پاس دو گواہیاں ہو گئیں، اگر چہ ملزم منکر ہے یا اس نے حاکم اور جج کے رو برو اقرار کر لیا خواہ گواہیاں ناکافی تھیں تو اگر چہ وقت ارتکاب جرم بظاہر اخفاء تھا مگر اب مکمل اظہار ہو گا اور اس کا حکم بھی اظہار کی دیگر مذکورہ اقسام کی طرح فتح القدیر کے اس جملہ میں آ گیا کہ اظہار کی سزا قتل ہے۔ بہر حال علماء حنفیہ سے ثابت ہو گیا کہ وہ ذمی سے سب رسول ﷺ کے ثابت ہو جانے پر اسے قتل کی سزا دیتے ہیں خواہ عدالت میں پیش ہونے سے قبل مجرم سے اظہارِ جرم واقع ہوا ہو یا کمرہ عدالت میں ہی اظہار جرم واقع ہو جائے۔

خلاصہ:

ہمارے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی پر سب کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے قتل کیا جائے گا خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو، اعلان کرے یا ارادتاً دو گواہوں کے سامنے مرتکب جرم ہو یا دو گواہوں نے سن لیا یا اس نے عدالت میں گواہی کافی نہ ہونے کے باوجود اقرار کر لیا یا یکے بعد دیگرے مختلف مواقع پر ایک ایک شخص کے روبرو اس جرم کا مرتکب ہوا کہ سب کی گواہی کو ملا کر ثابت ہو جاتا ہے کہ یقیناً وہ عادی مجرم ہے۔ یہ سب اظہار جرم ہے اور وہ اخفاء جس کا کافی ثبوت نہ ہو اس پر عدالت کچھ نہیں کر سکتی۔

(غیر حنفی) علامہ ابن تیمیہ کی حنفیوں کے حق میں گواہی:

یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ حنبلی جو در حقیقت غیر مقلدین کے پیشوا ہیں اور بعض مسائل میں انہوں نے اہلسنت کے چاروں فقہی مسلکوں کی بھی مخالفت کر ڈالی ہے لیکن اس مسئلہ میں انہیں حنفیوں کی براءت تسلیم کرنا پڑی، لکھتے ہیں:

اما ابو حنيفة و اصحابه فقالوا لا ينقض العهد بالسبب ولا يقتل الذمى ذلك لكن بعذر على اظهار ذلك كما يعذر على اظهار المنكرات التى ليس لهم فعلها من اظهار اصواتهم بكتهابهم و نهو ذلك وحكاه الطحارى عن الثورى و من اصولهم ان مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فى غير القبل اذا تكرر فللامام ان يقتل فاعله و كذلك له ان يزيد على الحد المقدر اذا رائى المصلحته فى ذلك ... ولهذا افتى اكثرهم يقتل من اكثر من سب النبى ﷺ من اهل الذمته وان سلم بعد اخذه وقالوا يقتل سياسته وهذا متوجه على اصولهم۔

(الصارم المسلول صفحہ ۱۰۔۱)

یعنی ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ سب کرنے سے ذمی کا معاہدہ ذمہ نہیں ٹوٹے گا اور اس پر ذمی کو (بطور حد) قتل نہ کیا جائے گا تاہم اسے اظہار سب پر سزا دی جائے گی جس طرح ان امور کے اظہار پر ذمی کو سزا دی جائے گی جو افعال منکرات اور برائیوں میں سے ہیں اور انہیں ایسے اِفعال کے کرنے کی (ہمارے دین میں) اجازت نہیں مثلاً اپنی مذہبی کتاب کو پڑھتے ہوئے اپنی آواز مسلمانوں کے سامنے ظاہر کرنا وغیرہ اور طحاوی سے محکی ہے کہ سفیان ثوری کا قول بھی یہی ہے جو اوپر گزرا اور حنفیہ کے قواعد سے یہ ہے کہ جس جرم پر دوسرے ائمہ کے نزدیک قتل بطور حد یا قصاص لازم ہوتا ہو اور ان کے نزدیک قتل لازم نہ ہوتا ہو جیسے کسی (غیر دھار دار) بھاری چیز کے ذریعہ قتل کرنا یا غیر قبل میں جماع کرنا۔ جب ایسے افعال بار بار واقع ہوں تو حاکم اعلیٰ کو حق حاصل ہے کہ ایسے جرائم کے مرتکبوں کو قتل کر دے۔ اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ تعزیر کو حد مقرر سے (اگر مصلحت

دیکھے تو) بڑھا دے...... اسی لیے اکثر حنفیوں نے نبی کریم ﷺ کو گالی بکنے والے ذمی کے قتل کا حکم دیا جو اکثر حضور ﷺ کو گالی دے اگرچہ پکڑے جانے پر مسلمان ہو جائے اور حنفیہ نے کہا (جو ذمی بعد سب رسول مسلمان ہو جائے) اسے سیاستاً (بطور تعزیر و سزا نہ بطور حد) قتل کیا جائے گا۔ ابن تیمیہ لکھتا ہے یہ سب کلام (ان حنفیہ) کے اصول اجتہاد اور قواعد و استنباط کی طرف متوجہ ہے۔

ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ اکثر حنفیوں نے نبی ﷺ کو سب کرنے والے ذمی کے قتل کا حکم دیا اگرچہ پکڑے جانے پر توبہ کر کے مسلمان بھی ہو تو حنفیوں کے نزدیک اسے قتل کی معافی نہیں بلکہ "سیاستاً" اور تعزیر کے طور پر قتل کیا جائے اور یہی ہمارا مقصد تھا۔

ابن تیمیہ کا امام ابو حنیفہ پر افتراء:

تاہم ابن تیمیہ کو حنفیہ سے جو عداوت تھی اس نے اکسایا تو ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب (امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہما) پر بے بنیاد اور جھوٹا الزام لگا دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ذمی سے سب نبی ثابت ہو جائے تو اسے قتل کرنا منع ہے جب تک وہ بار بار بالاعلان سب نہ کرے اور اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ حنفیہ کی ساری کتابیں موجود ہیں ان میں کہیں بھی امام یا آپ کے شاگردوں سے یہ الفاظ ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ بحیثیت ناقل اس پر حوالہ ضروری تھا کہ تصحیح نقل ہوتی اور وہ نہ کر سکا۔ حنفیہ کی کتابیں اس کے سامنے تھیں لہٰذا مجبوراً اسے دو باتیں تسلیم کرنا پڑیں۔ (۱) اظہار سب

(اعلان شتم) پر اگر ایک دفعہ ہو تو حنفی سزا ضرور دیتے ہیں اگر چہ قتل نہیں کرتے اور ہمارا مقصد اس حوالہ سے یہی تھا کیونکہ ہمارے مخاطب کے خیال میں حنفیوں کے نزدیک سب رسول کی غیر مسلم کے لیے مطلقاً کوئی سزا نہیں۔ (۲) اگر اکثر اظہار سب کرے تو اکثر حنفی علماء اس کو تعزیراً قتل کا مستحق جانتے ہیں۔

ابن تیمیہ کا کلام اور اس کا ردِ بلیغ:

ابن تیمیہ نے صاف صاف یہ کہا کہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ ذمی سب رسول کا مرتکب ہو تو سزا دی جائے اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ اب اس کی عبارت سے دو معنی کا احتمال پیدا ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ ذمہ ٹوٹنے کی وجہ سے اس کا قتل لازم نہیں لیکن تعزیر کی وجہ سے اس کا قتل لازم ہے مگر آگے چل کر اس نے جو کچھ لکھا اس سے یہ احتمال رد ہو جاتا ہے وہ لکھتا ہے لکن یعزر علی اظہار ذلک کما یعزر علی اظہار المنکرات التی لیس لهم فعلها (الصارم صفحہ ۱۰) لیکن سب کام اظہار (اعلان) کرنے پر اسے ویسے سزا دی جائے گی جیسے دیگر ایسی برائیوں کے ارتکاب پر (جن کی اجازت نہیں) اس کی سزا دی جائے گی جیسے دیگر ایسی برائیوں کے ارتکاب پر (جن کی انہیں اجازت نہیں) اس کی سزا دی جائے گی۔ (ترجمہ الصارم صفحہ ۱۰) آگے چل کر لکھتا ہے ومن اصولهم انما لا قتل فیه عندهم ...... اذا تکرر فللامام ان یقتل فاعله (الصارم صفحہ ۱۰) حنفیہ کے قواعد فقہیہ سے ایک یہ ہے کہ ان کے ہاں جس جرم پر قتل لازم نہ ہو جب بار بار واقع ہو تو حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس کے فاعل کو قتل کر دے (الصارم صفحہ ۱۰) اس عبارت کو ملانے سے صاف صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ ایک بار ذمی کا اعلان ان کے ہاں مالا قتل فیه عندهم کے قبیل سے ہے کہ اس پر قتل لازم نہیں اس لیے یہ جرم یعنی با اعلان و اظہار سرکار پر سب وشتم کرنا بار بار واقع ہو تو پھر حاکم کے لیے جائز ہے کہ اس ذمی کو اس کے اس فعل کی وجہ سے قتل کر دے۔

جواب:

قارئین! آپ نے ابن تیمیہ کا کلام ملاحظہ فرمایا۔ جو حنفیہ کے کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ دراصل ہمارا مذہب یہ ہے کہ:

(۱) ذمی کے صرف اکثر اعلان سب پر یقیناً قتل کی سزا دی جائے گی جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا۔

(۲) ذمی اگر ایک بار کم از کم دو آدمیوں کے سامنے اعلان بالسب کرے تو اس پر بھی اسے قتل کیا جائے گا۔

(۳) ذمی نے کبھی دو آدمیوں کے سامنے سب نہیں کیا لیکن کثیر مرتبہ اس طرح سے سب کیا کہ ہر بار صرف ایک ایک آدمی کے سامنے سب کیا تو جب ان تمام شخصوں کی گواہی مل جائے تو اس ذمی کا عادی مجرم ہونا معلوم ہو جائے گا جو کہ اپنے جرم کا ثبوت مٹانا چاہتا ہے تو اسے بھی قتل کریں گے اور ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ مندرجہ بالا نکات امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد سے ثابت ہیں۔

(۴) جس ذمی پر سب کا جرم مذکورہ بالا شقوں کے مطابق ثابت نہ ہو کہ اس نے صرف ایک دفعہ کسی کے سامنے سب کیا اور اس کی گواہی کافی نہ تھی مگر عدالت میں اس نے اقرار کر لیا تو اس کو بھی قتل کرایا جا سکتا ہے مگر یہ سب بالاظہار کا اقرار نہیں کہ اظہار کم از کم دو شخصوں کے سامنے ہوتا ہے اس لیے اسے عند البعض قتل سے کم تعزیر بھی دے سکتے ہیں۔

(۵) ذمی نے ایک شخص کے سامنے چھپ کر سب کیا اسے معلوم نہ تھا کہ وہاں سے دو آدمی گزرے انہوں نے سن لیا اور ان کی گواہی ہو گئی تو عند البعض اسے بھی قتل کیا جائے گا کہ اخفاء متبدل بہ اظہار ہو گیا اور عند البعض قتل سے کم تعزیر بھی دے سکتے ہیں۔

(۶) ذمی نے ایک شخص کے سامنے نبی ﷺ کو ایک بار گالی دی اور اسی وقت

مسلمان نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ مذکورہ بالا صورت میں ذمی کا قتل جائز اور مسلمانوں کے لیے موجب امر ہے لیکن اگر اس کے وارثوں نے مسلمان پر بدلہ کا دعوی کیا تو مسلمان کو بدلہ دینا پڑے گا، ہاں اگر مسلمان کے پاس اس امر کے گواہ موجود ہیں یا قرینہ بطور ثبوت موجود ہے مثلاً ٹیپ کی کیسٹ ہے یا لوگوں نے مسلمانوں کا شور سنا کہ وہ کہہ رہا تھا تم نے ہمارے نبی ﷺ کو کیوں گالی دی یا قاتل کا مقتول سے ایسا رشتہ ہے کہ وہ بلاوجہ اسے قتل نہ کر سکتا تھا یا قاتل ہی خود مقتول سے ولی اور وارث والا رشتہ رکھتا تھا تو پھر مقتول کا خون بیکار، ضائع ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں۔

مندرجہ بالا نکات کا ثبوت حنفی فقہ کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔ تنویر الابصار متن الدر المختار اور حاوی وغیرہ میں ہے۔

لا (ینقض عهده) بقوله نقضت العهد بخلاف الامان ولا بالاباء عن الجزیة وبالزنا وبسلمته وقتل مسلم وسب النبی ﷺ و یودب الذمی و یعاقب علیه سبه دین الاسلام او القرآن او النبی ﷺ۔ (الحاوی، درتنویر الابصار متن الدر المختار صفحہ ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵)

یعنی ذمی کا معاہدہ ذمہ یہ کہنے سے نہیں ٹوٹے گا کہ میں نے عہد توڑ دیا۔ بخلاف امان کے (یعنی وہ زبان سے کہہ دینے سے ختم ہو جائے گی) اور (معاہدہ ذمہ) جزیہ سے انکار اور مسلم عورت سے زنا اور قتل مسلم (مسلمان کو قتل کرنے) اور سب نبی ﷺ سے (بھی) نہیں ٹوٹے گا اور ذمی کو دین اسلام یا قرآن مجید یا نبی ﷺ کو سب وشتم کرنے پر سزا دی جائے اور عقاب دیا جائے۔

یہ عبارت ہم نے تنویر الابصار سے نقل کی جو متن ہے اور متون (جب تک کے خلاف پر قرینہ نہ ہو) بیان اقوال امام ابوحنیفہ اور اقوال تلامذہ ابی حنیفہ کے لیے مختص ہوتی ہیں اور اس عبارت میں یہ لفظ موجود نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو سب کرنے والے کو قتل نہیں

کیا جا سکتا۔

ثابت ہوا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ذمی ساب کو قتل نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں غلط اور افتراء ہے۔ ہاں اگر ابن تیمیہ صاحب یہ کہتے کہ قتل نہ کرنے کا حکم بھی نہیں دیا اور قتل کرنے کا حکم بھی نہیں دیا تو شاید ان کی بات کا کچھ وزن ہوتا لیکن ہم ثابت کریں گے کہ اسی عبارت کے اس آخری حصہ سے حنفی فقہاء نے یہ سمجھا کہ ذمی کو قتل کیا جا سکتا ہے اور قتل کیا جائے گا اور علمائے حنفیہ اس عبارت سے یہ نہیں سمجھ رہے کہ اسے قتل کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں، بلکہ ائمہ حنفیہ کی عبارت میں ذمی ساب کے لیے بطور سزا ''عقاب'' جو لفظ اوپر گزرا اس کی تشریح میں فقہاء نے قتل کی سزا سمجھی۔ دیکھئے حاشیہ شامی صفحہ ۳۰۵ جلد ۳ میں اس مقام پر لکھا ہے:۔

اطلقه تاديبه و عقابه بالقتل اذا اعتاده و اعلن به كما ياتي و يدل عليه ماقدمناه انفاً عن حافظ الدين النسفي

(حاشیہ ابن عابدین علی الدر صفحہ ۳۰۵ جلد ۳)

یعنی کتاب میں ذمی کو ''سب پر تادیب اور عقاب'' کو مطلق رکھا (کوئی حد تادیب وعقاب کے لیے بیان کر کے اسے مقید نہیں کیا) اس لیے یہ کلمہ کو ایسی تادیب اور عقاب کو بھی شامل ہے جو قتل کے ساتھ ہو اور یہ سزائے قتل دو موقع پر ہو گی جبکہ (۱) وہ ذمی ''سب'' کا عادی ہو اور (۲) سب نبی ﷺ (ظاہر، ظہور) بالاعلان مرتکب ہو جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور حافظ الدین نسفی سے ہم نے جو بھی پہلے بیان کیا وہ بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

حافظ الدین حنفی نسفی کیا کہتے ہیں طحطاوی علی الدر میں ہے:

عن الشلبی عن حافظ الدین النسفی اذا طعن الذمی فی دین الاسلام طعنا ظاھرا جاز قتله۔

ذمی جب دین اسلام (اور اس کی ضروریات پر) علی الاعلان طعنہ زنی کرے تو اس کا قتل جائز ہوگا۔

(ردالمحتار صفحہ ۳۰۵ جلد ۲)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم (جو دین اسلام کی بنیاد پر حملہ ہے) کا جو شخص مرتکب ہوگا اس کی سزا قتل ہے تاہم کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کی بنیاد تو اس کے عقد ذمہ کے ابطال پر رکھی گئی ہے۔ عقد ذمہ کی بقاء (جو مذہب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے) کے باوجود سزائے قتل کیونکر صحیح ہوگی تو میں عرض کروں گا کہ تنویر الابصار اور حاوی وغیرہما، اسفار سے گزرا کہ اسے عقاب دیا جائے گا اور شامی نے یہاں صاف لکھا کہ عقاب کا لفظ قتل کی سزا کو شامل ہے اور یہ مراد نہیں لیا کہ قتل تک کوئی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ بتایا کہ عادت یا اعلان کی صورت میں قتل کی سزا اور عقاب ہو گا۔ یاد رہے کہ یہاں لفظ "اذا اعتادہ واعلن بہ" میں "اعلن بہ واعتاد" نہیں کہا تاکہ پتہ چلے کہ "واو حرف عطف" جو عموماً اتصال کے لیے ہوتا ہے یہاں "او" کے معنی میں ہے جو "یا" کا معنی دیتے ہوئے انفصال کو ظاہر کرتا ہے اسی لیے در منتقی میں ظاہر الروایت کے اس جملہ کی تشریح میں کہ "سب النبی ﷺ سے ذمہ نہیں ٹوٹتا" لکھا اور علامہ شامی نے بھی مذکورہ بالا عبارت "اذا اعتادہ واعلن بہ" سے قبل در منتقی کی اس عبارت نقل کر کے برقرار رکھا۔

"ای اذا لم یعلن فلوا علن بشتمه او اعتادہ قتل ولو امراۃ" امام ابوحنیفہ کے اس ارشادات کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب اعلان نہ کرے (تو ذمہ نہ ٹوٹے گا) تو اگر اس (ذمی) نے سب وشتم کا اعلان (اظہار) کیا یا (بغیر اعلان) سب رسول ﷺ کا عادی ہوگیا ہو تو اس کی سزا قتل ہے چاہے مجرم عورت ہی کیوں نہ ہو۔ صاحب در منتقی نے فرمایا "وبه یفتی الیوم" ان دنوں میں فتویٰ اسی پر ہے (کہ سب نبی ﷺ کا جرم عورت بھی کرے تو اسے قتل کیا جائے گا)۔ (در منتقی در ردالمحتار صفحہ ۳۰۴ جلد ۳)

پہلی تین شقوں کا ثبوت:

الحمدللہ اجلہ علماء کی تشریح سے یہ ثابت ہوگیا کہ امام صاحب کے قول کا مطلب ہی یہ ہے کہ اگر چہ سب نبی ﷺ کی شکل میں ذمی اسلامی سلطنت کا باشندہ رہے گا تاہم اگر اس کے اعلان سے اس کا جرم ثابت ہو جائے یا بار بار سب کی شکایت اس ذمی سے مسلمانوں کو پیدا ہوا اگر چہ کسی موقع پر بھی دو گواہ نہ ہوں تو ان تمام صورتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے قول پر جسے اصطلاح میں ظاہر الراویہ کہا جاتا ہے ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔ ہماری پیش کردہ چھ شقوں میں سے تین کا ثبوت تو برملا ہوگیا، رہی چوتھی شق کہ ذمی نے خفیہ کہا تھا مگر اب عدالت میں اقرار کرلیا اور اس کا لب ولہجہ اس کی سرکشی کو ظاہر کر رہا ہے اور محسوس ہو رہا ہے کہ وہ اپنے جرم کا گویا اب اعلان کر رہا ہے تو یہ بھی اظہار و اعلان میں داخل ہوگا جس کا حکم معلوم ہو چکا ہو کہ اسے قتل کیا جائے۔ ہاں اگر اس کے اقرار میں ندامت کا پہلو پایا جاتا ہے اور اسی طرح پانچویں شق کہ اس نے تو خفیہ کہا تھا مگر کسی طرح دو گواہوں کو پتہ چل گیا اور معاملہ عدالت میں آ گیا جبکہ ذمی مجرم اب تو اپنے جرم سے انکاری ہے اور اسے مسلسل چھپانے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کے بارے میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کی ان تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو عقاب تو دیا جائے مگر قتل سے کم سزا دی جائے، تاہم بعض دیگر محققین علمائے حنفیہ نے فرمایا کہ ذمی کے سب نبی ﷺ کا مرتکب ثابت ہونے پر ہر صورت میں اسے قتل کیا جائے گا۔ ثبوت نیچے ملاحظہ ہو۔

چوتھی، پانچویں شق پر قتل کا ثبوت:

علامہ محمود عینی حنفی شارح بخاری اور شارح ہدایہ وکنز نے فرمایا "اختیاری فی السب ان یقتل "میرا مختار مذہب یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ (عینی درمختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۴)
یعنی اظہار و اعلان یا اعتیاد ثابت ہو یا اخفاء ثابت ہو بہر صورت حکم ایک ہے یعنی قتل کیا جائے (کہ ثبوت اخفاء کے بعد بات ظاہر ہوگئی)۔

صاحب بحر کے قول کی تنقیح:

یہاں پر صاحب بحرالرائق نے جو علامہ عینی سے متاخرین علامہ عینی سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا "لا اصل له فی الروایة۔" (بحرالرائق، ردالمختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۳) یعنی عینی کے اس قول کی روایت ائمہ میں کوئی اصل نہیں (کہ اخفاء محض یا اقرار اخفاء پر بھی قتل کیا جائے) اسی طرح علامہ ابن ہمام سے اختلاف کرتے ہوئے بھی صاحب بحر نے لکھا کہ "ھو بحث خالف فیه اھل المذھب "یعنی یہ ایسی بحث ہے جو اہل مذہب (اول امام ابوحنیفہ کے ماننے والوں) کے خلاف ہے۔

جواب:

صاحب بحر نے یہاں دو قول بیان کئے ہیں ایک یہ کہ عینی کے قول کے بارے میں روایت امام نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ صاحب فتح القدیر کا قول ان کی اپنی بحث ہے روایت امام نہیں۔ بلکہ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے امام اعظم اور ان کے اصحاب (ائمہ حنفیہ) کی مخالفت کی ہے۔

صاحب بحر کے ان دونوں جملوں میں فرق ہے پہلے جملہ کا مطلب ہے عینی کے قول کے بارے میں نہ تو اس کی تائید میں روایت امام نہیں بلکہ روایت امام سے ابن ہمام کے قول کی تردید ہوتی ہے۔ اب عینی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں قول سامنے رکھیں۔

(۱) "اختیاری فی السب ان یقتل" (المعنی فی العینی شرح الکنز) یعنی میرا مختار یہ ہے کہ کسی نبی علیہ السلام کو جو شخص گالی دے اسے قتل کیا جائے۔

(۲) اذا اظھرہ یقتل به و ینقض عهده وان لم یظهره ولکن عثر علیه وھو یکتمه فلا۔ جب ذمی سب نبی کا اظہار کرے اسے قتل کیا جائے اور معاہدہ ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر سب کا اس نے اظہار نہیں کیا وہ تو اسے چھپاتا تھا لیکن کسی طرح اس کے سب کرنے کا ہمیں پتہ چل گیا تو اسے قتل نہ کیا

جائے۔

دیکھا جائے تو عینی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بظاہر کوئی فرق نہیں پھر صاحب بحر کے فرق کا کیا مطلب؟ بلکہ بنظرِ غور دیکھیں تو عینی کا قول زیادہ سخت ہے وہاں اظہارِ سب و اخفاء سب کا فرق کیے بغیر قتل کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اخفاء میں قتل کی نفی کی ہے۔ اندریں حال ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صاحب بحر عینی کی زیادہ تردید کرتے جبکہ عینی کے قول کو انہوں نے صرف بے اصل (غیر ثابت) کہہ کر چھوڑ دیا اور جو اخفاء میں چھوڑ رہے ہیں انہیں مذہب امام کا مخالف بتایا۔

اگر کسی کو صاحبِ بحر کے ان ہر دو تبصروں اور عینی و ابن ہمام دونوں کے اقوال کا فرق سمجھ میں نہیں آتا تو ہمارا اخطاب ان سے نہیں۔ تاہم جنہیں یہ فرق سمجھ میں آ گیا ان کے لیے عرض ہے کہ یہاں تین فتوے ہیں: (۱) اظہار پہ قتل یہ عینی اور ابن ہمام دونوں کا قول ہے: (۲) اخفاء پر قتل یہ عینی کا قول بنتا ہے ابن ہمام اس کے خلاف عدم قتل کا فتویٰ دیتے ہیں: (۳) سب سے عہدِ ذمہ کا ٹوٹنا۔ یہ علامہ ابن ہمام کا قول ہے، علامہ عینی کا قول نہیں۔ اگر صاحبِ بحر کا قول فتویٰ (۱) کا رد سمجھا جائے تو دونوں کو مخالف مذہب کہا جاتا۔ جب ایسا نہیں کیا تو خود صاحبِ بحر کے اقوال میں تضاد لازم آ کر ان کے اقوال بے فائدہ ٹھہریں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں تو ثابت ہوا کہ صاحبِ بحر کا اعتراض اس فتویٰ پر ہرگز نہیں کہ ”ذمی اگر بالاعلان سب کرے تو اسے قتل کیا جائے لہٰذا ہمارا دعوی بے غبار ٹھہرا۔

اب اگر فتویٰ (۲) کا رد سمجھا جائے تو اس میں علامہ عینی کا موقف یہ ہے کہ ”چھپا کر سب کرنے والے کو بھی قتل کیا جائے۔“ کیونکہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جرم اظہار او جرم اخفاء کا فرق کیے بغیر قتل کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے اسے قتل نہ کیا جائے۔ اب اگر مخفی سب کرنے والے پر قتل کے حکم کو صرف بے ثبوت کہا جائے اور اسی جرم پر عدم قتل کے حکم کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت شدہ فتویٰ کے خلاف کہا

جائے تو یہ صاحب بحر کے اقوال کا صریحاً تضاد ہو گا اور نہ صرف تضاد بلکہ صاحب بحر کی بات مہمل اور بے معنی ہو کر رہ جائے گی جبکہ عاقل کے کلام کا وہ معنی لیا جاتا ہے جس سے اس کا کلام مفید ٹھہرے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں صاحب بحر کا قول صرف عینی کے خلاف ہے کہ اخفاء فی السب کی صورت میں روایت امام (ظاہر الروایتہ) خاموش ہے۔ یعنی عینی کے قول کی تائید میں روایت امام اگرچہ نہیں پائی گئی تو اس کے خلاف بھی ظاہر الروایتہ میں کوئی فتویٰ ائمہ حنفیہ کا نہیں جبکہ ابن ہمام کا رد تیسرے فتویٰ سے متعلق ہے۔

اب فتویٰ (۳) کی طرف آیئے کہ ذمی اگر سب کرے تو اس کا عہد ذمہ ٹوٹ گیا۔ علامہ عینی نے یہ بات نہیں کی اس لیے صاحب بحر نے ان کے رد میں وہ شدت اختیار نہیں کی جو ابن ہمام کے رد میں اختیار کی کیونکہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے نقض ذمہ کا قول کیا تھا جس کے خلاف امام صاحب اور دیگر ائمہ حنفیہ کا قول ظاہر الروایتہ سے فقہ حنفیہ کے متون و شروح میں نقل ہوتا چلا آ رہا تھا۔ اس لیے صاحب بحر کو کہنا پڑا کہ ابن ہمام نے یہ کہہ کر ائمہ مذہب اور ان کے تابعین سب اہل مذہب کی مخالفت کی ہے اور ہم بھی اس حد تک صاحب بحر کی تائید کرتے ہیں۔

نقض ذمہ اور محکوم بالقتل کا فرق:

کوئی کہہ سکتا ہے کہ نقض ذمہ کی صورت میں بھی اسے قتل ہونا پڑتا اور اب بھی وہ قتل ہو رہا ہے تو ذمہ ٹوٹنے اور ذمہ نہ ٹوٹنے کا کیا فرق ہوا۔ اور اس فرق سے مجرم کو کیا فائدہ ہوا۔ تو عرض ہے کہ ان دونوں میں واضح فرق ہے (۱) اگر ذمہ ٹوٹ جائے اور وہ کسی کافر ملک میں بھاگ جائے تو ہم اسے واپس نہیں مانگ سکتے کہ مجرم ہمارے ملک سے نکلنے سے قبل ہی ہمارے ملک کی نیشنلٹی اور قومیت میں نہ رہا تھا لیکن ذمہ نہ ٹوٹنے کی شکل میں ہم اسے واپس مانگ سکتے ہیں (۲) ذمہ ٹوٹ جانے کے بعد ہم اسے قتل کرنا چاہیں تو موجودہ حالات میں غیر مسلم ممالک کا شور مچانا ہمارے داخلی امور میں مداخلت قرار نہ

پائے گا جبکہ ذمہ نہ ٹوٹنے کی شکل میں ان ممالک کا شور مچانا ہمارے داخلی امور میں داخلی مداخلت قرار پائے گا۔

فرق کا فائدہ:

رہا یہ امر کہ اس سے مجرم کو کیا فائدہ تو وہ یہ ہے کہ اگر اس کا ذمہ ٹوٹ جائے تو اس کی تمام جائیداد (حربی غیر مستامن کا مال قرار پا کر) بحق سرکار ضبط ہو جائے گی۔ اس کے غیر بالغ بچے غلام قرار پا جائیں گے بلکہ اس کی بیوی بھی کنیز بن کر بیت المال کی ملکیت ہو جائے گی لیکن ذمہ نہ ٹوٹنے کی صورت میں صرف گالی دینے والا قتل ہو گا اس کے بچوں اور اس کی بیوی پر کوئی تصرف نہ ہو گا۔ اس کا مال اس کے بچوں کی میراث ٹھہرے گا اور ان کو تحفظ دینا مسلمانوں اور حکومت کی ذمہ داری ہو گی۔ کیا یہ واضح اور مفید فرق نہیں۔

ہماری اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حنفی مذہب اس مسئلہ میں باقی تینوں ائمہ کے مذہب پر واضح ترجیح رکھتا ہے۔ بہرحال اس بات میں کسی حنفی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اعلان بالسبب کے ثبوت پر حنفیہ کے نزدیک مجرم کو قتل کیا جائے گا۔ ہماری اس وضاحت کی مزید تائید ائمہ حنفیہ کے کلام سے آگے آ رہی ہے۔

ظاہر الروایۃ سے قتل کی تصریح:

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہیں کہ ائمہ سے روایت تو صرف عقاب کی ہے لیکن وہ مبہم ہے اس کی تشریح "قتل بصور اعلان (حقیقی یا حکمی)" سے کرنا بعد والے علماء کی طرف سے ہے۔ ہو سکتا ہے یہ ہمارے ائمہ کی مراد نہ ہو، اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ صاحب بحر اس جرم پر قتل کا مطلقاً انکار کرتے ہوں تو ان پر کوئی قباحت لازم نہ آئے گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ سیر صغیر اور سیر کبیر یہ دونوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ان کتابوں سے ہیں جنہیں ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے یعنی اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو محفوظ کیا جاتا ہے اور امام ابو یوسف اور

امام محمد بھی بالعموم اسی میں متفق ہوتے ہیں اور اگر متفق نہ ہوں تو ان کا اختلاف ذکر کیا جاتا ہے۔ آئیے ہم کتاب السیر سے قتل ذمی بصورت اعلان کا فتویٰ دکھاتے ہیں۔

واستبدل محمد لبیان قتل المراة اذا اعلنت بشتم الرسول بماروی ان عمر بن عدی لماسمع عصماء بنت مروان توذی الرسول فقتلها لیلا مدحه صلی الله علیه وآله وسلم علی ذلك۔

(کتاب السیر، الذخیرہ الاربعینیہ لابن کمال باشا، درمختار ہاشمی صفحہ ۳۰۶ جلد ۲)

یعنی امام محمد نے رسول اللہ ﷺ کو بہ اعلان واظہار گالی دینے والی عورت کے قتل کے بیان پر اس روایت سے استدلال کیا۔ فرمایا کہ عمر بن عدی رضی اللہ عنہ نے جب عصماء بنت مروان سے سنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچا رہی ہے تو اسے رات کے وقت قتل کر دیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے عمر بن عدی کی مدح فرمائی۔

درمختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین نے حاشیہ میں فرمایا:

هذا الاستدلال من الامام محمد رحمه الله تعالیٰ علی جواز قتل المراة و علنت بالشتم فهو مخصوص من عموم النهی عن قتل النساء من اهل الحرب کما ذکره فی السیر الکبیر فیدل علی جواز قتل الذمی المنهی عن قتله بعقد الذمته اذا اعلن بالشتم ایضا و استدل لذلك فی شرح السیر الکبیر بعدة احادیث منها حدیث ابی اسحق الهمدانی قال جاء رجل

یعنی مذکورہ بالا حدیث عمر بن عدی رضی اللہ عنہ سے یہ استدلال امام حنفیہ جناب امام محمد نے (کتاب السیر میں جو ظاہر الروایۃ سے اور امام ابوحنیفہ کے اقوال کے لیے ہے) فرمایا کہ عورت جب رسول اللہ ﷺ کو علی اعلان سب کرے تو اس کے قتل کا جواز ثابت ہوتا ہے تو یہ اہل حرب (کافروں کے ملک) کی عورتوں کو قتل کرنے کی نہی اور رکاوٹ سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ انہوں نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا تو یہی حدیث ذمی مرد کے

الی رسول اللہ ﷺ وقال سمعت امراۃ من یھود وھی تشتمك واللہ یارسول اللہ انھا لمحسنة الی فقتلتھا فھدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دمھا۔

(ردالمحتار صفحہ ۳۰۶ جلد ۳)

قتل پر بھی دلیل ہے جس کے بعد (بوجہ معاہدہ ذمہ) قتل سے روکا گیا جب وہ سرکار ﷺ کو اعلانیہ سب کرے تو اسے بھی قتل کرنا جائز ہوگا۔ شرح سیر کبیر میں اس امر پر کئی احادیث سے استدلال کیا جن میں سے ایک ابو اسحٰق ہمدانی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک (صحابی) مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کیا ایک عورت یہودیوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم وہ میری محسنہ ہے۔ میں نے اس سے سنا وہ آپ کو سب وشتم بک رہی تھی تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا خون ھدر (بے معاوضہ رائیگاں) قرار دے دیا۔

(سیر کبیر شرح سیر کبیر ردالمحتار صفحہ ۳۰۶ جلد ۳)

ظاہر الروایۃ:

سیر کبیر، شرح سیر کبیر کے حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ ہمارے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ ذمی اگر رسول اللہ ﷺ کو سب کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس کا اعلان (اظہار) اس سے ثابت ہو جائے تو اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے۔ اس حوالہ کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ صاحب بحر حنفی رہتے ہوئے اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ بالاعلان سب وشتم کی صورت میں ذمی کا قتل روایات ائمہ حنفیہ سے ثابت ہے لہٰذا ان کا انکار کسی اور امر پر ہے اور وہی ہے جو ان کے کلام کی تشریح میں فقیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا انکار عقد ذمہ کے ٹوٹنے اور اخفاء

کے ثبوت ہونے پر قتل واجب ہونے پر ہے اسی لیے علامہ خیر الدین الحنفی الرملی نے فرمایا۔

لا یلزم من عدم النقض عدم القتل و قد صرحوا قاطبته بانه یعزر علی ذلك یودب وھویدل علی جوازقتله زجرا الغیرہ اذ یجوز الترق فی التعزیر الی القتل اذا عظم موجبه۔

(فتاوی خیریہ، رد المختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۳)

یعنی (صاحب بحر کے قول کا ذمی کے قتل سے انکار نہیں کیونکہ) معاہدہ ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا اسے قتل نہ کیا جائے اور (جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو) تمام فقہاء حنفیہ اور ائمہ حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ ذمی ساب کو تعزیر اور تادیب کی جائے گی اور یہ (صریح ارشاد) دلیل ہے اس کا قتل جائز ہے تاکہ دوسرے ذمی اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں اس لیے کہ تعزیر میں قتل کے حکم تک ترقی کرنا جائز ہے جبکہ "موجب تعزیر جرم" جرم عظیم ہو۔

اسی طرح علامہ ابن ہمام پر صاحب بحر کی تنقید سے جو غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی اسے دور کرنے کے لیے علامہ خیر الدین نے فرمایا:

ان مابحثه فی النقض مخالفته للمذھب و اماما بحثه فی القتل فلا۔

(فتاوی خیریہ رد المختار صفحہ ۳۰۵ جلد ۳)

علامہ ابن ہمام نے نقض ذمہ بوجہ سب کا قول اپنی بحث میں کیا ہم مانتے ہیں کہ وہ مذہب کے خلاف ہے لیکن قتل ذمی پر جو بحث فرمائی تو وہ بحث مذہب حنفیہ کے مخالف نہیں۔

جب ذمہ نہیں ٹوٹتا تو پھر قتل کیونکر جائز ہوگا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ خیر الدین حنفی فرماتے ہیں:

ومذهب الشافعي كمذهبنا على الاصلح قال ابن السبكي لا ينبغي ان يفهم من عدم الانتقاض انه لا يقتل فان ذلك لا يلزم وليس في مذهبنا ما ينفي قتله خصوصا اذا اظهر ماهو الغاية في التمرود عدم الاكتراث والاستخفاف واستعلى على المسلمين على وجه صار متمردا عليهم.

(فتاوی خیر الدین رد المحتار صفحہ ۳۰۵ جلد ۳)

(اس مسئلہ میں) مذہب شافعی علیہ الرحمۃ ہمارے مذہب کی طرح ہے (چنانچہ) ابن السبکی (شافعی) نے فرمایا نقض ذمہ نہ ہونے سے یہ سمجھنا نامناسب ہے کہ اسے قتل بھی نہ کیا جائے کہ یہ لازم نہیں کہ ذمی کا ذمہ باقی ہو تو اسے (کسی موجب قتل جرم پر بھی) قتل نہ کیا جائے۔ علامہ خیر الدین حنفی نے فرمایا ہمارے مذہب (حنفیت میں اس کے قتل سے انکار کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ (تو اسے قتل کیا جائے گا) خصوصاً جبکہ وہ ایسے امور کا اظہار کرے جن سے اس کی انتہائی سرکشی اور (مسلمانوں کی) پروا نہ کرنا اور توہین ظاہر ہوتی ہو اور مسلمانوں پر تمرد اور سرکشی کے انداز میں غلبہ چاہتا ہو۔

الحمدللہ ہماری اس تحریر سے حق واضح ہوگیا اور مختلف عبارات کی تطبیق بھی ہوگئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی اعلان سب ایک بار کرے یا کئی بار وہ اعلان کم از کم دو آدمیوں کے سامنے کیا گیا یا دو آدمیوں نے بیک وقت سنا یا یکے بعد دیگرے سن کر قاضی کے رو برو گواہیاں جمع ہوئیں یہ سب اعلان کی ہیں اور اعلان سب نبی پر باتفاق روایات حنفیہ قتل لازم ہوتا ہے۔ علامہ عینی اور ان جیسے دیگر علماء کے نزدیک اس کا ایک آدمی کے سامنے کہنا بھی اعلان ہے کیونکہ اس شخص کے سامنے تو اس نے سب کا اظہار کیا۔ یہ اور بات ہے کہ حاکم کے رو برو اس پر جرم ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور جب دو آدمی سننے والے بلکہ ایک اور سننے والا مل کر دو گواہ ہو گئے یا اس نے قاضی کے رو برو خود اقرار کر لیا تو اظہار جرم

کا ثبوت بھی ہو گیا لہٰذا اب بھی اس کا قتل اظہار پر ہو گا اخفاء پر نہیں۔

چھٹی صورت کا بیان:

ہمارے اس بیان سے چھٹی صورت کا حکم بھی سمجھ میں آ گیا کہ جب ایک آدمی کے سامنے اظہار سب کیا تو اظہار اور اعلان تو ہو گیا اب وہ آدمی جانتا ہے کہ قاضی کے روبرو تو میں ثابت نہ کر سکوں گا اس لیے اسے قتل کر دیتا ہے تو وہ مسلمان اسے قتل کر کے گناہ گار نہیں۔ ہاں اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ ذمی کے وارثوں نے قاتل کا دعوی قبول نہ کیا اور قصاص کا دعوی کر دیا تو پھر کیا ہو گا۔

درمختار صفحہ ۱۹۷ جلد ۳ میں ہے۔

فی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلماً یزنی ان یحل له قتله و انما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی

(درمختار صفحہ ۱۹۷ جلد ۳)

یعنی کتاب "مجتبیٰ" میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص جو کسی مسلمان کو مثلاً زنا کرتے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس زانی کو قتل کرے اور وہ فقط اس لیے باز رہے گا کہ ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے اس بات میں سچا مانا جائے کہ ا[illegible] نے زنا کیا تھا۔

حاشیہ میں علامہ ابن عابدین نے فرمایا:

عزاه بعضهم ایضا الی جامع الفتاویوحدود البزازیه و حاصله انه یحل دیانته لا قضاء فلا یصدقه القاضی الابینته والظاهر یاتی هنا التفصیل المذکور فی السرقة وهو مافی البزازیة وغیرها ان لم یکن

یعنی بعض علماء نے مذکورہ بالا قاعدہ کو کتاب "مجتبیٰ" کے علاوہ جامع الفتاوی اور کتاب الحدود بزازیہ سے بھی منسوب کیا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ خود سننے والے پر اس مجرم کا قتل دیانتہ (عنداللہ فقط) تو جائز ہے قضا (قاضی کے روبرو کافی ثبوت

لصاحب الدار بينته فان لم يكن المقتول معروفاً بالشرو السرقة قتل صاحب الدار قصاصاً وان كان متهماً به فكذلك قياساً وفى الاستحسان تجب الديته فى ماله لورثته المقتول لان دلاله الحال اورثت شبهته فى القصاص لا فى المال۔

(جامع الفتاوی بزازیہ ملخصاً ردالمختار صفحہ ۱۹۷ جلد ۳)

نہ ہونے کی وجہ سے) جائز نہیں تو قاضی اس کو سچا قرار نہ دے گا جب تک گواہی نہ ہو علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ چوری کے مسئلہ کی تفصیل یہاں بھی جاری ہو اور وہ بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ (چور کو گھر والے نے مار ڈالا تو) اگر گھر والے کے پاس اس کی چوری پر گواہی نہ ہو پھر مقتول اگر شرارت اور چوری میں مشہور نہ ہو تو گھر والے کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مشہور نہ ہو مگر اس پر چوری کی تہمت (کہ اسے قصاصاً قتل کیا جائے) البتہ استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ مقتول کے ورثہ کو ادائیگی کے لیے دیت اس کے مال میں واجب ہو کہ دلالتِ حال نے قصاص میں شبہ پیدا کر دیا مگر دیت میں (اس شبہ کا کوئی اثر) نہیں۔

الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ ابن تیمیہ نے غلط کہا حنفی ایک دفعہ کے بالاعلان سب کو بھی قتل کا سبب ٹھہراتے ہیں یہ نہیں کہ جب تک کئی بار اعلان نہ ہو اسے قتل نہ کر سکیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قتل بالتعزیر کے لیے صرف تکرار یا مصلحت ہی سبب نہیں بلکہ موجب کا عظیم ہونا بھی قتل کا سبب ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین سے گزر چکا۔ اس لیے کسی طرح بھی سب کرے اگر ثابت ہو جائے تو ذمی کافر کو قتل کیا جائے گا۔ (لہٰذا باقی غیر مسلموں کو تو بطریق اولیٰ قتل کیا جائے گا)۔

ایک سننے والا آدمی اگر ساب کو قتل کرے:

شرح السیر والے نے امام محمد کی اتباع میں ایسی حدیث پیش کی جس کی رو سے مجرم نے ایک آدمی کے سامنے حضور ﷺ کو سب کیا تھا تو اس ایک نے غصہ میں آ کر قتل کرنے کو بوجہ اعلان قرار دیا گیا۔ جس کا حوالہ گزر چکا۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جب حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے سب سنا اور اسے قتل کر دیا تو پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ ثبوت نہ ہو تو قصاص یا دیت ضروری ہو گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ قصاص و دیت ضروری ہو گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ قصاص و دیت تو وارثوں کے مطالبہ پر ہوتے ہیں یہاں اگر قاتل کے سوا کوئی وارث ہوتا تو سامنے آتا معلوم ہوا یا تو اس کا کوئی وارث ہوتا تو سامنے آتا، معلوم ہوا یا تو اس کا وارث کوئی او ر نہ تھا یا تھے تو قاتل کے ساتھ ایسا رشتہ رکھتے تھے کہ اس پر نالش نہ کی یا سب وارث مسلمان تھے اور ان سب نے مجرم کا قتل درست قرار دیا یا اس کے علاوہ کوئی قرینہ تھا اس لیے قصاص لازم نہ ہوا۔

اعلان بالسبب اور قاضی کے لیے قتل کا اختیار:

اس حدیث کے ذیل میں شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ وہ تو اکیلی عورت تھی اس لیے اکیلے آدمی کے سامنے سب کیا تو یہ اعلان کیسے ہوا۔ اور اگر اعلان بھی قرار دیا جائے تو اسے حضور ﷺ نے تو قتل نہیں کرایا تھا پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اعلان کی صورت میں قاضی کو اسے قتل کرنے کا حق حاصل ہے تو میں عرض کروں جیسا کہ پہلے گزرا یہاں اعلان سے مراد صرف کسی خبر کا ڈھنڈورا پیٹنا بلکہ کسی شخص کے سامنے نبی ﷺ کو گالی دے کر یہ ظاہر کرنا ہے کہ مجرم دینے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتا، اور یہ امر ایک شخص کے سامنے گالی دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے تو اظہار ہو گیا۔ رہا یہ کہ قاضی کے سامنے دو گواہ ضروری ہیں تو اظہار کے لیے نہیں بلکہ اظہار کے ثبوت کے لیے گواہ ضروری ہیں۔ اظہار تو ایک آدمی کے سامنے بھی کافی ہے اور اسی اظہار کو یہاں اعلان کہتے

ہیں۔ رہا دوسرا امر تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ قابل غور یہ امر ہے کہ جب حضور ﷺ کو قاتل کے اقرار سے یہ پتہ چلا کہ اس شخص نے کسی کو قتل کر دیا ہے تو یہاں دو امر ہیں سرکار نے اسے قتل ہونے کا مستحق سمجھا یا نہیں سمجھا، اگر نبی ﷺ مقتول کو قتل کا مستحق نہ سمجھتے تو قاتل سے فرماتے کہ تو نے جرم کیا، اسے ڈانٹتے کہ کس سے پوچھ کر کیا، تو گناہ گار ہوا اور برملا فرماتے کہ اے اللہ! میں اس قتل سے بری، بیزار ہوں اور ایسا بالکل نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے اسے قتل کا مستحق سمجھا اور صرف ایک آدمی کے سامنے اس کے سب کو اعلان سمجھا اور قاضی صرف اسے قتل کر سکتا ہے جو قتل کا شرعاً مستحق ہو اور شرع سے ثابت ہو گیا کہ اعلان سب سے ذمی کا قتل مستحق ہو جاتا ہے لہٰذا ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ ذمی اگر سب نبی کا اعلان کرے تو اسے قتل کیا جائے گا تو ہمارے ائمہ کا یہ مسئلہ اور استنباط حدیث نبوی کی روشنی میں بالکل صحیح ہے مگر اکثر لوگ ان کے مدارک کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

یہ تعزیر حاکم معاف نہیں کر سکتا:

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ تینوں ائمہ نے یہ فرمایا کہ ایسے شخص کو جو ذمی ہو کر سب رسول ﷺ کا مرتکب ہو بطور حد قتل کیا جائے اور ائمہ حنفیہ نے فرمایا کہ بطور عقاب قتل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد تعزیر ہے اور تعزیر کا نفاذ حاکم کی مرضی پر ہوتا ہے۔ حاکم چاہے تو تعزیر کو مکمل معاف یا ہلکا کر سکتا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی حاکم معاف کر سکے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہاں ایسا ہرگز نہیں۔

اظہار سب رسول ﷺ کے مرتکب ذمی کو حاکم اعلیٰ معاف نہیں کر سکتا:

بے شک مشہور یہی ہے کہ تعزیر کی مقدار حاکم اعلیٰ تجویز کرے گا اور اسے تعزیر کے مکمل معاف کرنے کا بھی اختیار ہے لیکن فقہ حنفی کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں بھی تفصیل ہے، اگرچہ تعزیر بھی اسی جرم پر ہوتی ہے جس پر حد مقرر نہ ہو تاہم بعض جرائم کی تعزیرات کی مقدار ہمارے فقہاء نے بیان کر دی ہے۔ ان امور میں حق اللہ

بھی حاکم کو معاف کرنے کا حق نہیں چہ جائیکہ وہ حق العبد کی ایسی سزا کو معاف کر سکے۔ فتح القدیر میں ہے۔

لنا ان ما کان منصوصا علیه من التعزیر کما فی وطئی جاریته امرائته او جاریه مشترکه یجب امتثال المرفیه۔	یعنی ہمارا موقف یہ ہے کہ جو تعزیر (ائمہ سے) منصوص علیہ ہو اس میں تعمیل حکم واجب ہے۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۵ صفحہ ۱۱۳

طبع رشیدیہ کوئٹہ)

بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا کہ تعزیر حق العبد اور "حق اللہ خالص" دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ ان افرادہ التی ھی حق العبد اکثر من افرادہ التی ھی حق اللہ۔ یعنی تعزیر کے وہ افراد جو حق العبد بھی ہیں زیادہ ہیں تعزیر کے ان افراد کی تعداد سے جو (محض) حق اللہ ہیں۔ (حاوی، ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۵) یعنی قاضی (اور حاکم اعلیٰ کو) حقوق العباد (کی تعزیر) ساقط کرنے کا حق نہیں۔

میں عرض کروں گا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ کتابیں بھی ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں تاہم راقم کے نزدیک اس امر کا واضح بیان یہ ہے کہ قابل تعزیر جرائم دو قسم ہیں۔ (۱) وہ کہ ان کے ہم جنس جرائم میں حدود شرعیہ نافذ ہیں۔ (۲) وہ کہ ان کے ہم جنس میں حدود شرعیہ نافذ نہیں۔ جن جرائم کی جنس میں حدود شرعیہ نافذ ہیں ان کی تعزیر میں حاکم اعلیٰ کو سوائے نفاذ کے کوئی چارہ نہیں۔ نہ معاف کر سکتا ہے اور نہ کم کر سکتا ہے گرچہ دوسری مذکورہ بالا قسم میں اسے عدم ونفاذ کا اختیار ہے۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ومن قذف عبداً اومته اوام ولدا او کافراً بازنا عزر لانه جنایته قذف وقد امتع وجوب الحد لفقد	یعنی جس شخص نے زرخرید غلام وکنیز یا ام ولد یا کافر (ذمی) پر زنا کی تہمت لگائی اسے تعزیر دی جائے گی کیونکہ یہ جرم

الاحصان فوجب التعزیر او كذا قذف مسلما بغیر الزنا فقال یا فاسق او یا كافر او یا خبیث او یا سارق) لانه اذاه والحق الشین به والامدخل للقیاس فی الحدود فوجب التعزیر الا انه یبلغ بالتعزیر غایته فی الجنایته الاولی لانه من جنس مایجب به الحدو فی الثانیه الرای الا الامام۔

(ہدایۃ فی متن فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴)

قذف (کی جنس سے) ہے اور حد کا وجوب ناممکن ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ شرط (حد مقذوف کا "احصان" (آزاد مسلمان ہونا) نہیں پایا جاتا تھا لہٰذا تعزیر واجب ہے اسی طرح اگر کسی نے مسلمان پر زنا کے سوا تہمت لگائی کہ اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور کہا (تو اسے بھی تعزیر کی جائے) کہ اس شخص نے اس مسلمان کو ایذا پہنچائی اور اس پر عیب لگایا اور حدود کے (ثبوت) میں قیاس (فقہاء) کو دخل نہیں لہٰذا تعزیر واجب ہو گی ہاں مگر جرم کی پہلی قسم میں تعزیر کو اس کی آخری حد تک پہنچائے گا اس لیے کہ یہ تعزیر اس جرم پر ہے جس کی جنس میں حد واجب ہوتی ہے (لہٰذا حاکم اعلیٰ کو اس میں کمی کا کوئی حق نہیں) اور تعزیر کی دوسری قسم (اس جرم پر کہ اس کی جنس میں حد واجب نہیں) میں حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی رائے سے کمی کر سکتا ہے (مکمل معاف اس کو بھی نہیں کر سکتا کہ دونوں لازم اور واجب ہیں)۔

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر میں اسی کو سالم رکھتے ہوئے لکھتے

ہیں:

(من قذف عبدًا اوامته اوام ولد او كافرا بالزنا عزر) بالا جماع الا على قول دائود فانه يحدبه و قول ابن المسيب فى الذميه لها ولد مسلم قال يحدبه ... قال المصنف (الا انه يبلغ بالتعزير غايته الجنايته الاولى) وهو ما اذا قذف غير المحصن بالزنا (لانه من جنس ما يجب به الحد) و هو الرمى بالزنا (وفى الثانيه) و هو ما اذا قذفه بغير الزنا من المعاصى (الراى الى الامام).

(فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۴ طبع کوئٹہ)

یعنی جس (زرخرید) غلام یا کنیز یا ام ولد یا کسی کافر پر زنا کی تہمت لگائی اسے تعزیر دی جائے گی۔ اس مسئلہ پر اجماع ہے مگر داؤد ظاہری کا قول ہے کہ عبد پر یہ تہمت لگائے تو حد لگائی جائے اور سعید ابن مسیب کا قول ہے کہ ذمیہ پر یہ تہمت لگائی جس کا بیٹا مسلمان ہے تو قاذف کو اس جرم پر ان کے نزدیک حد لگائی جائے گی۔ (آگے چل کر لکھتے ہیں) مصنف (یعنی صاحب ہدایہ نے کہا ہاں مگر پہلی قسم کے جرم میں تعزیر کو انتہا پر پہنچائے گا اور وہ (پہلی قسم سے مصنف کی مراد) یہ ہے کہ زنا کی تہمت غیر محصن کو لگائے کہ یہ جرم حد واجب کرنے والے جرم کی جنس سے ہے جو زنا کی تہمت لگانا ہے اور دوسری قسم میں (اور وہ یہ ہے کہ کسی کو سوائے زنا کسی اور گناہ کی تہمت لگائے) حاکم اعلیٰ کی رائے پر چھوڑا گیا ہے۔

کفایہ علی الہدایہ میں ہے: "قوله الانه يبلغ بالتعزير غايته فى الجنايته الاولى وهى ما اذاف قذف غير المحصن بالزناولم يثبت و فى الثانيته وهى ما اذا قذف مسلما بغير الزنا" یعنی صاب ہدایہ کے اس قول میں کہ پہلی قسم کے جرم میں تعزیر کو مکمل کرنا ہوگا۔ پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ غیر محصن کو زنا کی تہمت لگائی اور زنا مقدار

تو تعزیر اگر ایسے جرم کے سبب واجب ہو کہ اس کی جنس سے کوئی جرم موجب حد نہ ہو مثلاً کسی دوسرے کو اے فاسق، اے خبیث، اے چور اور اس کے مانند کہا تو حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسے پٹائی کے ذریعے تعزیر دے اگر چاہے تو حبس (قید کرنے) سے اور اگر چاہے تو زبانی ڈانٹ ڈپٹ اور زبانی توہین سے سزا دے...... آگے چل کر لکھا اور اگر تعزیر ایسے جرم کے سبب واجب ہوئی جس کی جنس پر حد لازم ہوتی ہے لیکن کسی شرط کے نہ پائے جانے کے سبب لازم نہیں ہوتی مثلاً کسی بچے یا پاگل کو (بلا ثبوت) زانی کہہ کر پکارا یا کسی ذمی عورت یا (مسلمان کنیز) ام ولد کو (بلا ثبوت) زانیہ کہہ کر پکارا تو اس میں پٹائی سے تعزیر ہوگی اور حاکم اسے (حد سے نیچے) آخری انتہاء تک (اس کی مقدار کو پہنچائے گا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر وہ آخری حد انتالیس کوڑے ہے۔

(بدائع الصنائع امام کاشافعی حنفی متوفی ۵۸۷ء جلد ۷ صفحہ ۶۴ طبع ایچ ایم سعید کراچی)

صاحب قنیہ کی روایت کا جواب:

علامہ زاہد نے جو حنفی کہلانے کے باوجود معتزلی العقیدہ تھا اہلسنت سے نہ تھا۔ قنیہ میں مشکل الآثار سے نقل کیا:

ان اقامۃ التعزیر الی الامام عند ائمتنا الثلاثتہ والشافعی و العفوانیہ ایضا قال الطحاوی و عندی ان العفو للمجنی علیہ لا للامام قال صاحب القنیتہ ولعل ماقالوہ فی التعزیر الواجب حقا للہ تعالٰی وما قالہ الطحاوی فیما اذا جنی علی انسان۔

(ردالمختار صفحہ ۲۰۵ جلد ۳ باب التعزیر)

یعنی تعزیر قائم کرنا ہمارے تینوں ائمہ اور امام شافعی کے نزدیک حاکم اعلیٰ کے سپرد ہے اور معافی بھی اسی کے سپرد ہے۔ طحاوی نے فرمایا میرے نزدیک معافی کا اختیار حاکم اعلیٰ کو نہیں بلکہ جس شخص سے زیادتی ہوئی ہے اسے معافی کا اختیار ہے۔ صاحب قنیہ نے کہا ''شاید ائمہ ثلاثہ اور امام شافعی کا قول اس تعزیر کے بارے میں ہے جو حق اللہ میں واجب

ہوئی اور جو طحاوی نے کہا وہ اس جرم میں
ہے کہ زیادتی کسی انسان سے کی ہو۔"

جواب:

اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) یہ روایت زاہدی سے منقول ہے جو سنی نہیں دوسرا یہ کہ ائمہ حنفیہ سے روایت میں اس کی کتابوں کا فقہا کے ہاں اعتبار نہیں کہ ضعیف روایات لاتا ہے۔ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۵۱۰) قد تکرر ان الزاهدی ینقل الروایات الضعیفه تیسرا یہ کہ وہ خود حق العبد کے بارے میں اس کے ظاہری مطلب کو نہیں مان رہا پھر یہ روایت کیونکر قبول ہوگی؟

(۲) یہ کہ بشرط صحت ثبوت طحاوی کی ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے یہ روایت ظاہر الراویہ کے مدمقابل ہے جو روایت ظاہر الروایہ کے مقابل ہو حنفی فقہاء کے ہاں اصولاً غیر مقبول اور ضعیف ہوتی ہے اور گزشتہ اوراق میں ثابت ہو چکا کہ ظاہر الراویہ کے مطابق حاکم کو تعزیر قائم مقام حد میں معافی تو ایک طرف کمی کا بھی اختیار نہیں۔ پھر یہ کہ خود طحاوی بھی حق العبد میں اس روایت کو نہیں مانتے جبکہ ہمارے زیر بحث مسئلہ بھی حق العبد کی قسم سے ہے تو ہم ظاہر الروایہ کے قائلین کیونکر اسے تسلیم کرلیں؟

(۳) علامہ شامی نے روایت کا بوجھ زاہدی پر ڈال دیا اگر مشکل الآثار میں انہیں یہ عبارت ملتی تو زاہدی کے واسطہ کو درمیان میں نہ لاتے۔

(۴) علامہ طحاوی کی مشکل الآثار کی جلد ثالث صفحہ ۱۶۴ پر باب ہے "بیان مشکل ماروی لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود الله" یہ خالص تعزیر کا باب ہے اس سے پہلا اور پچھلا باب تعزیر سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ عنوان باب کا ترجمہ یہ ہے "اس روایت (حدیث) کی مشکل کا بیان کہ "اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کے سوا دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔"

اس ساری بحث میں صرف ایک جگہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابو حنیفہ اور

امام شافعی رضی اللہ عنہما کا نام اکٹھے لائے ہیں۔ فرماتے ہیں اس حدیث کے بارے میں ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے نہ بڑھانے کی اس حدیث کو عام علماء امت نے چھوڑ دیا اس لیے کہ کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا کہ حاکم اعلیٰ کو اختیار ہے کہ تعزیر دس کوڑوں سے بڑھا دے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ کتنا بڑھا سکتا ہے تو ان علماء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ انتالیس کوڑے سے نہ بڑھائے اور اس قول کے قائلین میں سے بعض امام ابوحنیفہ، امام محمد بن الحسن اور امام شافعی رحمہم اللہ ہیں اور علماء کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ۷۵ سے نہ بڑھائے اور اس کے قائلین میں سے امام ابو یوسف ہیں کہ ان کا ایک بار کا یہ قول ہے۔ ایک اور گروہ یہ کہتا ہے کہ حاکم اعلیٰ کو اپنی رائے کے مطابق دس سے اضافہ کا حق ہے اور وہ جرم کی شدت کے مطابق بڑی سے بڑی حد (ضرب) کی مقدار تک بڑھا سکتا ہے۔ اس گروہ میں امام مالک بن انس شامل ہیں اور امام ابو یوسف بھی اپنے ایک قول کے اعتبار سے ان میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک اور دفعہ کا ان کا قول وہ ہے جو اوپر گزرا۔ ایک اور قول ان کا امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہے اور اس بیان سے تمام علماء امت کا اس حدیث کو چھوڑنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ امر ان کے لیے کہاں سے جائز ہو گیا۔ امام طحاوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ سب نے نہیں چھوڑا بلکہ امام لیث بن سعد کے دو قول ہیں ایک قول میں دس پر بھی انحصار کیا اور جرم کی شدت اور نرمی کے اعتبار سے دس کوڑوں کی شدت نرمی کے فرق کا قول کیا اور رہے باقی فقہاء تو انہوں نے دیکھا کہ شراب میں سزا دس سے زائد ہے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اسی پر عمل کرتے رہے تو ان علماء نے دس پر انحصار کی حدیث کو منسوخ سمجھا۔

رہا یہ شبہ کہ شرب خمر پر تو سزا بطور حد دی جاتی ہے تو طحاوی اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند ثابت ہے کہ فرمایا جو شراب پیئے گا ہم اسے کوڑے لگائیں گے پھر اگر وہ کوڑوں سے مر گیا تو ہم اس کی دیت ادا کریں گے یہ وہ چیز ہے جو ہم نے مقرر کی ہے۔

امام طحاوی یہ ثابت کرتے ہیں کہ خمر کی حد علی التحقیق حد نہیں بلکہ تعزیر ہے جو دس

سے یقیناً زائد ہے تو امام ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین اور امام شافعی کا قول صحیح ثابت ہوا کہ حاکم اعلیٰ کو دس کوڑوں سے تعزیر کے بڑھانے کا اختیار حاصل ہے۔

(ترجمہ: ملخص از متن مشکل الآثار عربی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۸)

امام طحاوی کا کلام بہت لمبا تھا اختصار کی خاطر ہم نے اس کی تلخیص کر کے اس کا ترجمہ یہاں لکھ دیا۔ امام طحاوی کے نقطہ نظر سے اور طرز استدلال سے کسی کو اختلاف ہو تو اور بات ہے لیکن اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا کہ امام طحاوی اس بیان میں تعزیر کی معانی کے اختیار سے یکسر مختلف سمت جارہے ہیں یعنی دس کی مقرر مقدار سے تعزیر بالضرب بڑھانے کے اختیار کی بحث کر رہے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ (۱) زاہدی کو بھول ہوگئی علامہ طحاوی نے مشکل الآثار میں ائمہ حنفیہ اور امام شافعی کا ایسا کوئی قول نہیں لکھا (۲) اور اگر لکھا بھی ہوتا تو متون و شروح فقہیہ میں اس کے خلاف پایا جانا اس کے رد کے لیے کافی تھا کہ ظاہر الروایہ کی روایت فقہی کتب کی نادر روایت پر بھاری ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ اس کے خلاف شروع کتب احادیث میں پائی جانے والی روایت ائمہ اس پر ترجیح پائے کہ وہ کتب روایت ائمہ کے لیے موضوع ہی نہیں۔ (فللہ الحجتہ البالغہ)

حق العبد میں عفو کا حق اس شخص کو ہے جس پر زیادتی یا طعنہ زنی کی گئی:

تنویر الابصار میں ہے وھو حق العبد فیجوز فیہ الابراء والعفو تعزیر حق العبد ہے لہٰذا اس میں چھوڑ دینا اور معاف کر دینا جائز ہے۔ ردالمحتار میں اس پر لکھا بیان ذالك ان جمیع ما مر من الفاظ القذف والشتم الموجبتہ للتعزیر منھی عنھا شرعا قال تعالیٰ و لا تنابزوا بالالقاب فکان فیھا حق الله و حق العبد و غلب حق العبد لحاجتہ و لذالو عفا سقط التعزیر بخلاف حد القذف فانہ بالعکس کما مروز بما تمحض حق العبد کما اذا شتم الصبی رجلا فانہ غیر مکلف بحق اللہ۔ یعنی مصنف کے ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ جو الفاظ قذف اور شتم کی قسم سے موجب التعزیر گزرے وہ شریعت میں بھی منع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

برے القاب سے دوسروں کو یاد نہ کیا کرو تو ان میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ہو گئے اور حق العبد غالب رہا کہ بندہ کو ضرورت ہے اس لیے اگر حق والا بندہ معاف کر دے تو تعزیر ساقط ہو جائے گی بخلاف ''حد قذف'' کہ وہ اس امر میں برعکس ہے۔ (یعنی بندہ مقدمہ کرنے کے بعد معاف کرے تو معاف نہ ہوگا اور کبھی تعزیر میں محض حق العبد ہوتا ہے مثلاً بچہ نے مرد کو گالی دی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حق کا مکلف نہیں تو صرف بندہ کا حق باقی رہا۔

(رد المختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تعزیر میں بندہ اپنا حق خود معاف کر سکتا ہے نہ کوئی۔ اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں حق رسول اللہ ﷺ کا ہے لہٰذا کوئی مسلمان حاکم یا محکوم اسے ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔ یہی مذہب حنفیہ ہے۔

تعزیر بالقتل بھی ہوتی ہے:

شاید کسی کو شبہ ہو کہ تعزیر تو صرف ضرب سے ہوتی ہوگی تو یہ غلط ہے کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تعزیر بالضرب ہوتی ہے اسی طرح تعزیر بالقتل بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے جہاں درمختار میں تعزیر کی مختلف اقسام شمار کیں وہیں تعزیر بالقتل کو بھی شمار کیا۔ لکھتے ہیں ''ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراۃ لاتحل له ولوا کرھھا فلھا قتله ودمه ھدود کذ الغلام'' تعزیر قتل کے ذریعہ بھی ہوتی ہے مثلاً کسی نے کوئی مرد ایسی کے عورت کے ہمراہ پایا جو اس کے لیے حلال نہیں اور اسی طرح اگر کسی مرد نے عورت کو ''بالجبر والا کراہ'' مجبور کیا تو عورت اسے قتل کر سکتی ہے اور اس مرد کا خون معاف ہے۔ اور اسی طرح لڑکا (بھی قتل کر سکتا ہے)۔

(وھبانیہ درمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

ذکر ''جواز تعزیر'' ''نفی وجوب'' کے لیے نہیں:

ہم نے سابقہ جو عبارتیں پیش کی تھیں کہ ذمی ساب رسول ﷺ کا قتل جائز ہے اس سے کسی کو اگر شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید حاکم کی مرضی ہے قتل کرے یا نہ کرے تو یہ شبہ ہمارے

سابقہ بیان سے دور ہو جانا چاہیے کیونکہ جب حاکم حق العبد میں تعزیر بالضرب میں ایک کوڑے کی کمی بھی نہیں کر سکتا جبکہ وہ تعزیر قائم مقام حد ہو تو "حق عبد اخص مطلق" (عبدہ) میں قتل کو کیونکر معاف کر سکتا ہے جبکہ یہاں بھی جرم مشابہ للحد ہے کہ سب رسول مسلمان کے لیے بالاتفاق موجب قتل ہے۔ تو بالضرور ذمی کے لیے مشابہ للحد ہوا لیکن حد بالضرب کے اجزاء تھے لہذا تعزیر میں کچھ کم کر دیا جبکہ قتل تو اخراج روح کا نام ہے اور اس کے اجزاء ممکن نہیں یا تو قتل پوری طرح موجود ہوگا یا پوری طرح ختم۔ اور اس باب میں پوری طرح تو تعزیر بالضرب کو بھی ختم نہیں کیا جا سکتا تو تعزیر بالقتل کیسے ختم ہو سکتی ہے لہذا پوری طرح قتل باقی رکھا گیا۔ رہا لفظ جواز تو وہ وجوب کے منافی نہیں صفاء مروہ کا طواف حج وعمرہ میں ضروری ہے اور قرآن مجید میں لفظ جواز کے معنی کے لیے لا جناح آتا ہے جو یہاں بھی آیا کہ "ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او عتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما" بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں تو حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے" جس طرح اس آیت میں لا جناح کہنے سے سعی صفا و مروہ کے وجوب میں فرق نہیں آیا اسی طرح وہاں بھی فقہاء کے یجوز کہنے سے ذمی کے قتل واجب ہونے میں فرق نہیں آتا جیسا کہ اوپر ہم دلائل سے واضح کر چکے کہ حنفیہ ایسی سزائیں واجب اور ناقابلِ ترمیم سمجھتے ہیں جو قائم مقام حد بالخصوص حق العبد میں ہوں۔

عقوبت وتعزیر کا نام کیوں، حد کا نام کیوں نہیں:

شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ جب ذمی کو قتل کرنا ہی ضروری ہے اور اسے بچنے کا کوئی راستہ نہیں تو پھر اس سزا کو حد ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ تو عرض ہے (۱) حد سے بعض علماء (غیر حنفیہ) کے ہاں جرم عند اللہ بھی معاف ہو جاتا ہے (نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۳) اس لیے حد کہنا مناسب نہیں بلکہ ہمارے بعض علماء تو ذمی کی تعزیر کو تعزیر بھی نہیں کہتے عقوبت کہتے ہیں کہ تعزیر بھی مسلمانوں کے لیے بقصد تطہیر مشروع ہے "ان الحد یطلق

علی الذمی و التعزیر یسمی عقوبتہ لہ لان التعزیر شرع للتطہیر " (تاتارخانیہ ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۴) (۲) حنفیوں کے ہاں حد میں مجرم کو شک کا فائدہ دیا جاتا ہے۔ تعزیر میں ایسا نہیں "ان الحدید را بالشبہات ولتعزیر یجب معہا"

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

(۳) حد کا مجرم پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو اگر وہ چور ڈاکو ہے تو توبہ اس شرط پر قبول ہے کہ وہ مال سرقہ اور قصاص و دیت جو اس کے ذمہ ہے ادا کر دے اور اگر زانی ہے تو اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کہ زنا کو اس امر میں حق العبد قرار نہیں دیا گیا کہ بعد توبہ اس سے معافی مانگ کر یا مالی معاوضہ ادا کر کے توبہ مکمل ہو جائے۔ (بدائع الصنائع جلد ۷ صفحہ ۹) لیکن تعزیر حق العبد کی بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتی تو حاکم کیونکر معاف کر سکتا ہے۔ "فان حقوق العباد لا یتمکن القاضی فیہا من اسقاط التعزیر " حقوق العباد میں قاضی کو تعزیر معاف کرنے کا حق نہیں۔

(فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۳)

(۴) حنفیہ کے نزدیک وجوب تعزیر کے بعد ذمی اسلام قبول کرے تو بھی ذمی کی عقوبت ہرگز نہ ٹلے گی۔ شامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ پر ہے: "مقتضی ما فی الیتیمتہ من کتاب السیران ان الذمی اذا وجب العتزیر فاسلم لم یسقط عنہ الیتیمہ " کی عبارت جو کتاب السیر سے لایا اس کا مقتضی یہ ہے کہ ذمی پر تعزیر ثابت ہو گیا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو تعزیر ساقط نہ ہو گی۔ "اقول لعل ذلك بعد الثبوت عند الامام او الرفع الیہ فان لا التعزیر لا یجب الا بعد الرفع واللہ اعلم " ذمی کی عقوبت کو حد نہ کہنے کی اور کوئی وجہ نہ ہوتی تو یہ آخری وجہ ہی کافی تھی کہ اسے حد نہ کہا جائے۔

خلاصہ مجبث:

الحمد للہ ہمارے اس بیان کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور اچھی طرح واضح ہو گئے کہ:

(۱) کافر ذمی ہو یا مستامن اگر اس سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ اس نے جناب سیدنا حضرت محمد ﷺ کو بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں میں سے کسی ایک کو سب کیا تو مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کی طرح ائمہ حنفیہ کے نزدیک بھی بالاتفاق اس سب کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔ اختلاف صرف اصطلاحات کا ہے کہ اس کے قتل کو حد کہا جائے گا یا تعزیر قرار دیا جائے گا جبکہ اس مسئلہ میں دونوں اصطلاحوں کا نتیجہ یکساں ہے۔

(۲) ذمی یا مستامن کو اس جرم پر قتل کرنے کے لیے اتنا ثبوت کافی ہے کہ اس نے کم از کم ایک دفعہ سب رسول ﷺ کا اظہار کیا یا بغیر اظہار سب کرنا اس کی عادت ہے۔ حکومت وقت اس امر کے ثبوت پر مجرم کو قتل کی سزا دے گی۔

(۳) ذمی یا مستامن سے سب کے صدور پر ایک مسلمان گواہ تھا اور مجرم ارتکاب جرم سے انکاری ہے جس کی وجہ سے حکومت اسے سزا نہیں دیتی لیکن وہ مسلمان گواہ خود اسے قتل کر دیتا ہے تو اللہ کے ہاں اس مسلمان قاتل پر ذمی کے قتل کا جرم نہ ہو گا۔ پھر اگر مسلمان حکومت اس مسلمان قاتل کو قتل کرے تو اللہ کے ہاں بے قصور ہونے کی وجہ سے اسے شہادت کا رتبہ ملنا چاہیے لیکن مسلمان حکومت مسلمان کے خلاف یہ اقدام اس مقتول کے جائز قانونی وارثوں کے مطالبہ کے بغیر نہیں کر سکتی۔ جبکہ مسلمان، مسلمان کو قتل کرے تو بھی مقتول کے وارثوں کے مطالبہ کے بغیر قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(۴) ذمی یا مستامن پر جب سب رسول ﷺ کا جرم ثابت ہو جائے تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک اس کی سزا کے تعزیر کہلانے کے باوجود حکم اعلیٰ یا کسی اور کو نہ اسے مکمل معاف کرنے کی اجازت ہے اور نہ اس سزا کے قتل میں جزوی تخفیف اور کمی کا کچھ اختیار۔ حنفیہ کے علاوہ باقی ائمہ جو اسے حد کہتے ہیں وہ بھی اس حکم سے متفق ہیں۔

(۵) اگر سب رسول ﷺ کا ارتکاب کسی ایسے کافر نے کیا جو اسلامی مملکت کا نہ مستقل طور پر جائز قانونی باشندہ ہے اور نہ عارضی، تو مسلمانوں پر حسب استطاعت ایسے شخص اور اس کے معاونین سے جنگ ضروری ہے۔ خواہ برملا جنگ ہو یا چھاپہ مار طریقوں سے۔

مسلمان اگر سب کرے تو کافر مرتد ہو جائے گا اور مرتد کی سزا قتل ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اگر سب رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو بالاتفاق تمام حنفیہ کے نزدیک کافر، مرتد ہو جائے گا۔ اور حنفیہ کے ہاں ہر مرتد واجب القتل ہے (ہدایہ عربی طبع قرآن محل جلد دوم صفحہ ۵۹۸۔ ۶۰۰) اس عنوان کے تحت کچھ مباحث ہیں جنہیں اس وقت ذکر اس لیے نہیں کیا جا رہا کہ ہمارے مخاطب مسٹر جاوید اقبال اس مسئلہ کا انکار نہیں کر رہے پھر یہ کہ اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جس کی تفصیل ہمارے شیخ غزالی زماں امام اہلسنت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ "گستاخ رسول کی سزا" اور ان کے تلمیذ ہمارے استاد سید شیخ الحدیث و القرآن علامہ محمد منظور احمد فیضی کی کتاب "مستطاب" مقام رسول ﷺ میں مذکور ہے۔ انشاء اللہ الکریم اگر موقع ملا تو ان مباحث کو علیحدہ تحریر کیا جائے گا۔

مخالفین کے امکانی اعتراضات کا رد:

جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ مذہب حنفی میں ایسے ذمی پر قتل نہیں جس پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے نبی ﷺ کو گالی دی۔ ممکن ہے وہ لوگ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق فقہ حنفی کی درج ذیل عبارت سے استشہاد کریں جو بہت سے متون میں لفظوں کی معمولی تقدیم و تاخیر کے ساتھ مذکور ہے "من امتنع من الجزیتہ او قتل مسلما او سب النبی علیہ السلام او زنی بمسلمتہ لم ینتقض عھدہ "یعنی جس ذمی نے جزیہ (قبول کرنے کے بعد) ادا کرنے سے انکار کیا یا کسی مسلمان کو قتل کیا یا ذمی نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا مسلمان عورت سے زنا کیا اس کا عہد ذمہ نہیں ٹوٹا (قدوری صفحہ ۲۵۵ طبع نور محمد کراچی کنز الدقائق صفحہ ۱۹۳) طبع سعید کمپنی تنویر الابصار متن الدر علی حاشیہ رد المختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ طبع رشیدیہ کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیریہ عربی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ طبع کوئٹہ وغیرہا کتب)۔

جواب:

اس عبارت کا زیر بحث مسئلہ سے تعلق نہیں بلکہ بغور دیکھا جائے تو یہ عبارت بھی ہماری معاون ہے۔

ذمی سب نبی ﷺ کا مرتکب ہو تو اسے قتل کرنے سے یہ عبارت مانع نہیں:

مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ اسی قدر ہے کہ ذمی سب نبی ﷺ کا مرتکب ہو تو وہ ذمی ہونے سے باہر نہ نکلے گا جس طرح کہ وہ کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے یا عمداً کسی مسلمان عورت سے زنا کرے یا جزیہ دینے سے (جس کے اپنے ذمہ قبول کرنے پر وہ ذمی بنا) انکار کر دے تو ذمی ہونے سے باہر نہ نکلے گا لیکن اس عبارت کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ نہیں کہ سب نبی ﷺ کے جرم کے مرتکب کو سزا نہ دی جائے۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ سب نبی ﷺ کی سزا برقرار ہے:

اس مذکورہ بالا عبارت کو بغور دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تمام کتابوں میں سب نبی ﷺ کے جرم کو قتل مومن اور زنا بالمومنہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس قتل اور زنا کی سزا سے ذمی کو بچانا مسلمانوں پر ظلم ہے تو جس طرح قتل مومن سے قصاص ثابت ہوتا ہے کہ اسی طرح سب نبی ﷺ سے بھی قتل ثابت رہے گا۔

انصاف فرمایئے:

حنفی مذہب میں اس مسلمانوں کی سزا جو کسی ذمیہ سے زنا کرے یہ ہے کہ اسے سو کوڑے کی سزا بھگتنی ہوگی تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مسلمانوں کے ملک میں ذمی کافر مسلمانوں سے امان لے کر انہیں مسلمانوں کی عورت سے زنا کرے اور پھر یہ جرم ایک نہیں دو چار گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور پھر اس ذمی مجرم کو سو کوڑے بھی نہ لگائے جائیں۔ اس طرح تو تمام ذمیوں کو مسلمانوں کی عصمتوں کو پامال کرنے کی چھٹی مل جائے

گی۔ سنی حنفی مذہب اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

ذمی کے مسلمہ سے زنا پر حد لازم ہے:

تصریحی حوالہ درکار ہے تو لیجئے بحرالرائق وغیرہ میں ہے۔ ”(قوله ولا یزنا بمسلمته) بل مقام علیه موجهه وهو الحدود کذالو نکحها اینقض عهده والنکاح باطل ولواسلم بعده و یعزران و کذا الساعی بینهما“ یعنی ذمی کے مسلمہ سے زنا کی وجہ سے اس کا ذمی ہونا باطل نہیں ہوتا۔ (اس لیے اسے اسلامی قوانین سے اس بارے میں تحفظ حاصل نہ ہوگا۔) بلکہ زنا کا ”موجب“ جو حد زنا ہے اس پر قائم کی جائے گی۔ (اور اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے) اسی طرح اگر ذمی نے کسی مسلمہ سے نکاح کا ڈھونگ رچایا تو وہ نکاح باطل ہوگا اگرچہ وہ بعد میں مسلمان بھی ہو جائے اور ان دونوں کو تعزیر (سزا) دی جائے گی اور اسی طرح ان کے درمیان اس ناجائز نکاح کرانے کی کوشش کرنے والوں کو بھی سزا دی جائے گی۔

(بحرالرائق ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۰۴)

اب ذمی کے مسلمان کو عمداً قتل کے مسئلہ پر غور کیجئے لیکن اس سے پہلے یہ دیکھئے کہ حنفی مسلمانوں کی طرف سے ذمی کے قاتل کی کیا سزا ہے۔

ذمی کا مسلمان قتل:

حنفی مذہب وہ واحد مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ ذمی کو کوئی مسلمان عمداً قتل کرے تو مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ تمام دنیا کے انصاف پسندوں کو دعوت انصاف دیتا ہوں کہ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ مسلمانوں کی حکومت اور اکثریت میں کوئی مسلمان کسی ذمی کو بلا جواز عمداً قتل کرے تو ہم اس مسلمان کو قتل کر دیں لیکن ذمی کافر کسی مسلمان کو مسلمانوں کی اکثریت کے ملک میں بلا جواز عمداً قتل کرے اور پھر آزادی سے گھومتا پھرے۔ نہیں نہیں۔ ایسا ناممکن ہے بلکہ ذمی کو بھی قتل ہونا پڑے گا۔

ذمی کا اگر مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس سے قصاص لیا جائے اور وہ بھی ذمی ہے:

حنفی فقہ کی مرکزی کتاب الکافی کی شرح المبسوط للسرخسی طبع مصر جلد دہم صفحہ ۸۶ پر اس امر کی تصریح کے بعد کہ ''ذمی اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو ہمارے نزدیک ذمی ہونے کا معاہدہ نہیں ٹوٹے گا۔'' لکھتے ہیں ''ولکن من ثبت علیه القتل بالبینته یقتص منه فان لم یعرف القاتل ووجد القتیل فی قریته من قراهم ففیه القسامته والدیته کما قضی به رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی القتیل الموجود بخیبر'' ہاں جس (ذمی) پر گواہوں کے ذریعے قتل ثابت ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر مسلمان کا قاتل بالتعین معلوم نہ ہو اور مسلمان مقتول ان کے کسی قصبہ میں پڑا ملے تو قسامہ اور دیت اس کے بارے میں لازم ہو گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں پائے جانے والے مسلمان مقتول کے بارے میں (یہودیوں) پر قساد اور دیت کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو مسلمان گالی دے تو سزا؟

یہودی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دم بھرتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا۔ ان کے ملکوں میں قانون نافذ ہوتا ہے کہ ان مقدسین بارگاہ الٰہی کو گالی دینے والے کو سزائے موت دی جائے گی۔ کیا مسلمانوں کے ملک میں وہ برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی ان مقدسین کو گالی دے؟ ہر گز نہیں۔ لیکن کیا مسلمان بھی اس کے لیے کوئی قانون رکھتے ہیں؟ جی ہاں اگر کوئی مسلمان کہلانے والا شخص ان حضرات کو گالی دیتا ہے اور ایسی بات کہتا ہے کہ جس سے عرف مسلمین کے مطابق ان میں سے کسی ایک کی توہین ثابت ہو تو ایسے شخص کو خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو قتل کر دیا جائے گا۔ اور ایسا شخص اگر مسلمان کہلاتا ہو تو اسلام سے باہر نکل جائے گا قتل ہونے کے بعد مسلمان نہ تو اس کا جنازہ پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے۔ دیکھئے اسلامی حنفی فقہ کی کتاب (الدر المختار مع رد المحتار طبع رشید کوئٹہ صفحہ ۳۱۷ الکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل یعنی اللہ

کے نبیوں میں سے ایک نبی کو گالی دے کر کافر ہونے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

(درمختار ہامشی جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے کا حکم:

اسی پر بس نہیں بلکہ عیسی علیہ السلام کو اگر کوئی ایسی بات کہے جو اس شخص کے عقیدہ کے موافق ہو مگر عرف عام میں وہ بات گالی ہو تو ایسے شخص کو بھی ہم مسلمان قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسلامی حنفی فقہ کی کتاب درمختار میں معروضات مفتی ابوسعود سے منقول ہے کہ "الیهودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنا بانه یقتل بسبه الانبیاء علیهم الصلوة والسلام۔" یعنی ایک یہودی نے بشر نام ایک نصرانی سے کہا کہ تمہارا نبی عیسیٰ (معاذ اللہ) ولد الزنا ہے تو حنفیوں نے فتویٰ دیا کہ اس یہودی کو قتل کیا جائے تمام نبیوں کو سب کرنے کی وجہ سے۔ (درمختار ہامشی جلد ۳ صفحہ ۳۰۶)

اکیلے آدمی کے سامنے گالی:

حنفی مسلمانوں کے فتویٰ کی اس عبارت میں محل غور امور یہ ہیں:

(۱) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے والے نے صرف ایک شخص کے سامنے نبی کو گالی دی تو وہ شخص اسلامی مملکت میں اسلامی قانون سے انصاف کا طالب ہوا۔

اس لیے گالی دینے والے کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا۔ ثابت ہوا کہ ایک ذمی کے سامنے کسی نبی کو ایک دفعہ گالی دینا بھی مسلمانوں کے نزدیک گالی دینے والے کا قتل لازم کرتا ہے (اگر وہ اقرار کرلے)۔

(۲) گالی دینے والا اور سن کر ایذا پانے والا دونوں غیر مسلم تھے۔ مگر اسلامی حکومت نے غیر جانبداری کا اظہار نہیں کیا۔

(۳) گالی دینے والا یہودی ذمی تھا اسے قتل کرا دیا گیا۔ ثابت ہوا کہ ذمی بھی کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے۔

(۴) گالی دینے والا یہودی ذمی تھا اور وہ ہوسکتا ہے کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کر رہا ہو

مگر اسے رعایت نہیں دی گئی کیونکہ لفظ "ولد الزنا" دنیا بھر کے عرف میں عیب اور گالی ہے اس لیے یہاں عقیدہ کی رعایت کارگر ثابت نہ ہوئی......؟

کسی ایک نبی کو گالی دینا تمام انبیاء کو گالی دینا ہے:

گالی دینے والے نے صرف عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دی تھی لیکن اسلامی جج نے لکھا کے اس شخص نے تمام انبیاء علیہم السلام کو گالی دی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل اسلام کے سامنے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے تو انہیں اتنا ہی دکھ پہنچتا ہے جتنا اپنے نبی کو گالی دیے جانے پر انہیں دکھ پہنچ سکتا تھا۔

عیسائی انصاف کریں:

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک بلکہ تمام دنیا کے ممالک کے عیسائی انصاف کی نظر سے غور کریں۔ (اگر ان کے سینوں میں انصاف کی گنجائش ہو) کہ جب مسلمان ان کے نبی کے لیے اتنا غصے میں آتے ہیں تو کیا اگر کوئی (معاذ اللہ) مسلمانوں کے نبی کو گالی دے تو وہ اسے وہی سزا دینے کے حق دار نہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینے والے کسی مسلمان یا یہودی کو مسلمانوں کی مملکت میں سزا دی جاتی ہے۔

بعض عیسائی سیدنا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی مانتے ہیں:

خصوصاً فرقہ عیسویہ اور دیگر یہودی اور عیسائی جو سیدنا حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی اور رسول مانتے ہیں اگرچہ صرف عربوں یا قریش کا نبی ہی مانیں اور خود کو ان کی امت نہ مانیں تو پھر بھی آپ ﷺ اللہ کے نبی ہونے کے باعث کیا ان کے لیے لائق تعظیم نہیں ٹھہرتے اگرچہ وہ آپ ﷺ کی فرمانبرداری اپنے لیے لازم نہ جانیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کی تعظیم کے قانون میں رکاوٹ ڈالیں۔

ذمہ نہ ٹوٹنے سے قتل سے بچنا لازم نہیں آتا:

بہر حال ہمارے بیان کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ فقہ حنفی کی جس عبارت میں نبی ﷺ کو گالی دینے والے اور مسلمہ سے زنا کرنے والے اور مسلم کو قتل کرنے والے کے بدستور ذمی رہنے کا ذکر ہے وہ خود اشارہ کر رہی ہے کہ ذمی رہنے کے باوجود جس طرح مجرم قتل اور زنا کی سزا سے نہیں بچ سکتا اسی طرح وہ سب رسول ﷺ کی سزا سے بھی نہیں بچ سکتا جس کا بیان فقہ حنفی میں دوسرے مقامات پر تحریر ہے اور گزشتہ صفحات میں اسے ثابت کر دیا گیا ہے۔

سب رسول ﷺ پر قتل کا حکم ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہے اور دیگر تمام مذاہب کا بھی متفق علیہ قول ہے:

مسلمان حنفی عوام اور علماء کی خدمت میں یہ بات بطور خاص عرض کرنی ہے کہ ذمی کو سب رسول ﷺ پر قتل کرنا ائمہ حنفیہ کا حکم اور فتویٰ ہے بعد کا کوئی عالم حنفی ہوتے ہوئے اسے رد نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر مسلمان یہ خباثت کرے تو اس کے قتل پر بھی حنفی غیر حنفی سب علماء کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ذمی کے قتل پر اتفاق ہے۔ غیر مقلدین المعروف اہل حدیث علماء کے پیشوا علامہ ابن تیمیہ کا بھی وہی فتوی ہے جو چاروں مذاہب کے دیگر علماء کا اثنا عشری شیعیوں کے پیشوا علامہ خمینی نے کافروں کے ملک میں بسنے والے رشدی کے لیے اسی کے اسی جرم پر قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ چہ جائیکہ اسلامی ملک میں کوئی کافر ایسا کرے۔

ایک اور اعتراض کا رد:

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ حنفی ائمہ نے ہارون الرشید کو یہ فتویٰ دیا کہ نبی کریم ﷺ کو سب کرنے والے شخص کو قتل نہ کیا جائے" صاحب شفا" قاضی عیاض نے اس اعتراض کو نقل کر کے رد کر دیا۔ ہم اختصار کے طور پر شفا کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے

ہیں۔ لکھتے ہیں: خلیفہ (بادشاہ) ہارون الرشید نے امام مالک سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کو جس شخص نے گالی دی اس کی کیا سزا ہے۔ اور اس نے امام مالک کے سامنے یہ بھی ذکر کیا کہ فقہاء عراق نے مجھے اس بارے میں اس کو کوڑے لگانے کی سزا کا فتویٰ دیا ہے تو امام مالک غصہ میں آ گئے اور کہا کہ اے امیر المومنین اس امت کے لیے کیا بقا ہوگی جب ان کے نبی ﷺ کو گالی دی جائے۔ امام مالک نے فرمایا جس نے نبیوں کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جو نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔

کتاب الشفاء کے مصنف قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اس اعتراض کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس قصے میں یہ بات اسی طرح آئی ہے۔ جسے امام مالک کے مناقب لکھنے والوں اور آپ کی سوانح حیات کے مؤلفین وغیرہم، متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے۔ پھر خود قاضی عیاض مالکی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولا ادری من ہولاء الفقہا بالعراق الذین افتوا الرشید ما ذکرو قد ذکرنا مذہب العراقیین بقتلہ ولعلہم ممن لم یشہر یعلم او من لا یوثق بفتواہ او یمیل بہ ہواہ ویکون ماقالہ یحمل علی غیر السب فیکون الخلاف ھل ھو سب او غیر سب او یکون رجع و تاب عن سبہ فلم یقلہ لمالک علی اصلہ و الا فالا جماع علی قتل من سبہ کما قد مناہ" معلوم نہیں وہ فقہاء عراق کون ہیں جنہوں نے ہارون الرشید کو وہ فتویٰ دیا جو اس نے ذکر کیا۔ حالانکہ ہم بیان کر چکے کہ عراقیوں (حنفیوں) کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو قتل کیا جائے ہو سکتا ہے کہ شاید یہ وہ لوگ ہوں جو علمی شہرت نہ پا سکے یا جن کے فتویٰ پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو یا اس کی نفسانی خواہش اسے اس طرف جھکا رہی ہو یا جو اس شخص نے کہا ان فقہاء کے ہاں غیر سب پر محمول کیا گیا ہو۔ تو پھر اختلاف اس امر میں ہوگا کہ یہ کلام سب ہے یا نہیں۔ یا وہ شخص (پہلے مسلمان ہوا اور) اپنے سب سے رجوع کر کے (پکڑے جانے سے قبل) توبہ کر چکا ہو تو بادشاہ ہارون الرشید نے امام مالک کے روبرو اصل بات بیان نہ کی ہو۔ ورنہ اس شخص کے قتل پر تو اجماع

ہے جس نے آپ ﷺ کو سب کیا ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔
(الشفاء التعریف حقوق مصطفی ﷺ جزدوم صفحہ نمبر ۱۹۴ طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان پاکستان)

اگرچہ مصنف شفاء کا جواب کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ مگر مزید تفصیل کے طور پر عرض کروں گا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس حکایت میں تھا تو مالکی علماء اپنے گھر کی خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ اس لیے صاحب شفا کا جواب جو مالکی مذہب کے تھے اس بارے میں حجت ہے۔ اور اسی طرح حنفیوں کے بارے میں ان کا قول ایک ایسے شخص کا قول ہے جو بہت سے فقہی فروع میں ان کا مخالف ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں ان کی براءت کا اقرار کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حنفیوں پر یہ جھوٹا الزام ہے۔ جس سے ان کی براءت کے ان کے مخالفین بھی قائل ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اگرچہ اس نے ایک آدمی کے سامنے ہی اس شقاعت کا ارتکاب کیا ہو اور کسی ایک کتاب میں ائمہ حنفیہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ایسے شخص کو جو سب نبی ﷺ کا اظہار کرے قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ صرف کوڑے مارے جائیں جبکہ اس کے خلاف حنفیہ کا مذہب ان کی اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ نبیوں کو سب کرے تو اسے قتل کیا جائے۔ (درمختار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

رہا عباسی بادشاہ ہارون الرشید کا قول تو جیسا کہ صاحب شفا نے کہا کہ عراق میں ہزاروں علماء رہتے تھے۔ ہارون نے امام ابوحنیفہ یا آپ کے کسی شاگرد کا نام تو نہیں لیا کہ یہ قول ہم حنفی ائمہ کی طرف ان کی تصریح کے خلاف منسوب کر دیں اور اگر ہارون امام ابوحنیفہ کا نام بھی لیتا ہو تو امام اور آپ کے تلامذہ کی کتب میں اس کے خلاف پایا جاتا اس کے قول کی بے وقعتی کے لیے کافی تھا کہ "اھل البیت ادری بما فی البیت" ہارون سے نادانستہ خلاف واقع امر کا ظہور نا ممکن نہیں۔

اس نے امام محمد کو قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد اسی دوران ان کے سامنے اپنا ایک عہد نامہ پیش کیا جس میں ایک مسلمان کے لیے امان کا عہد تحریر کیا تھا جب امام محمد نے فرمایا کہ یہ عہد امان ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ تو امام محمد کو ہارون نے دوات اٹھا کر دے ماری جس سے آپ کا سر، چہرہ اور کپڑے خون سے لت پت ہو گئے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ صفحہ ۱۲۲ تالیف صیمری ۴۳۶ھ طبع بیروت)

جب وہ وعدہ کی خلاف ورزی درست سمجھتا ایک اور جداگانہ مستقل جرم ہے۔ایک حق الرسول ہے اور ایک حق اللہ اور یہ بین اور واضح امر ہے کہ سوائے شرک وکفر کے بعض وہ قصور جو بندوں سے حق اللہ کے بارے واقع ہوئے۔اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور اختیار سے معاف فرمادیتا ہے لیکن حق الرسول تو کجا عام بندوں کے حقوق بھی جب تک وہ بندہ خود معاف نہ کرے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا تو حق الرسول جو حق العبد ہونے میں تمام دوسرے بندوں کے حقوق سے کہیں بلند و بالا ہے۔جنہیں اللہ بھی معاف نہیں فرماتا تو کوئی امتی رسول اللہ ﷺ کا حق کیونکر معاف کرسکتا ہے۔

سب رسول ﷺ حق العبد ہے تو اس کے قصوروار پر قتل کیوں؟

رہا یہ امر کہ سب رسول ﷺ حق العبد ہے تو اس کے مرتکب پر قتل کیوں لازم ہوگا؟ جبکہ باقی عباد کو سب کرنے پر قتل نہیں تو میں عرض کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ دیگر بندوں سے ممتاز ہیں کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے جبکہ اسے سب کرنا اس کی تعظیم سے انکار کو متضمن ہے اس لیے ملائکہ کو سب کرنے کی طرح کہ وہ بھی مومن بہ عبد کا حق ہے یہ مستقل کفر ہے لیکن "سب رسول" "ملائکہ کے سب" سے بھی زیادہ سخت جرم ہے اس لیے اس کے اپنے تفصیلی احکام ہیں۔

خلاصہ بحث اور امام ابوحنیفہ کا مذہب:

بہر حال ہمارے سابقہ مفصل بیان سے ثابت ہوا کہ ذمی "سب نبی" کا قتل ائمہ حنیفہ کا قول ہے ظاہر الروایہ کی کتابوں میں ہو سب نبی کی سزا خواہ وہ "سب" ذمی ہو یا مسلم "قتل" تحریر ہے اور امام محمد کی کتاب السیر میں بھی ذمی کا یہی حکم ان احادیث کی روشنی میں جو ہمارے فقہاء کے نزدیک صحیح ہیں بیان کیا گیا کہ اگر ظاہر الروایہ میں ہمارا موقف نہ بھی ملتا تو امام محمد کا یہ قول بھی اس پر دلیل کافی تھا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے خصوصاً جب اس کے خلاف ان کا قول مذکور نہیں۔حالانکہ اگر امام ابوحنیفہ کا کوئی قول اس کے خلاف بھی مذکور ہوتا تو بھی امام محمد کا قول امام ابوحنیفہ کا قول قرار پاتا زیادہ سے

زیادہ یہ کہ امام ابو حنیفہ کے دو قول ہو جاتے اور ان کے مابین راجح اور مرجوع "معمول اور غیر معمول کا فرق دلائل کی روشنی میں نکالنا پڑتا اور اب تو امام محمد کے خلاف امام ابو حنیفہ کا کوئی قول کہیں مذکور نہیں لہذا امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول قرار پاتا ہے۔ دیکھئے رد المختار حاشیہ در مختار میں ہے" افادان اقوال اصحاب الامام غیر خارجتہ عن مذھبہ فقد نقلوا عنھم انھم ما قالوا قولا الا وھو مروی عن الامام کما اوضحت ذلک فی شرح منظومتی فی رسم المفتی "(رد المختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۹) اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے اقوال آپ کے مذہب سے باہر نہیں کہ علماء نے آپ کے اصحاب (شاگردوں مثل امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ) سے نقل کیا کہ انہوں نے مسائل دینیہ میں کوئی ایسا قول نہیں کیا جو امام ابو حنیفہ سے روایت نہ ہوا ہو۔ (علامہ شامی فرماتے ہیں جیسا کہ میں نے رسم المفتی میں مذکور اپنی نظم کی شرح میں واضح طور پر تحریر کیا۔ (رد المختار جلد ۳ صفحہ ۲۰۹)

ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہی مذہب ہے جو حنفی کتب میں تحریر ہے اور امام ابو یوسف بھی ظاہر الروایہ میں شریک ہیں علاوہ ازیں امام ابو حنیفہ کے شاگردوں بشمول امام ابو یوسف کسی ایک سے بھی اس کے خلاف کوئی قول کہیں نہیں پایا گیا تھا تو اس امر پر امام ابو حنیفہ اور آپ کے تمام شاگردوں کا اجماع ثابت ہوا لہذا اس کے خلاف مشائخ حنفیہ (جو شاگردوں کے شاگرد ہوتے ہیں) کے تمام اقوال اگر ہوں بھی تو ساقط الاعتبار قرار پائے دراصل جن لوگوں نے اس کے خلاف سمجھا انہیں غیر حنفی علماء کی نقل پر اعتماد کی وجہ سے مغالطہ لگا اور غیر حنفی ناقلین پر مقلدانہ اعتماد کر کے اپنے ائمہ کے خلاف لکھنے لگے۔

مغالطوں کا پردہ چاک:

الحمد للہ سینیٹر جاوید اقبال صاحب کی مغالطہ آفرینیوں کا پردہ چاک ہو گیا۔

(۱) ان کا پہلا مغالطہ یہ تھا کہ تمام غیر مسلموں کو سب نبی ﷺ پر قتل نہ کیا جائے ہم

نے ثابت کر دیا کہ یہ الفاظ فقہ حنفی یا غیر حنفی (اہلسنت) کی کسی کتاب میں نہیں بلکہ جاوید صاحب کے ذہن کی پیداوار ہیں۔

فقہ حنفی میں مرتد اور حربی کے لیے بلا امتیاز قتل کا حکم ہے۔ اگر وہ اس جرم میں پکڑے جائیں اور مسلمان بن کر توبہ کر چکے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس طرح ذمی کافر اور مستامن اگر بالاظہار یا بالعادۃ اس جرم کا مرتکب ثابت ہو تو باتفاق حنفیہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ہاں اگر کبھی ایک دفعہ بلا اظہار اس سے یہ جرم ثابت ہو تو بعض حنفی علماء اسے سخت ترین سزا کا حکم دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس کے قتل کا لیکن ہم نے ثابت کر دیا کہ ائمہ حنفیہ کا مذہب ایسے شخص کا قتل لازم کرتا ہے۔ لہذا ان کے متبع کہلانے والوں کا اختلاف محل ہو کر نا قابل اعتبار ٹھہرا۔

(۲) دوسرا مغالطہ یہ تھا کہ حنفی علماء کے نزدیک سب رسول ﷺ کے مرتکب پر کچھ بھی سزا نہیں مگر اس کا بھی انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا اور ہم نے ثابت کر دیا کہ تمام حنفی علماء بلکہ حنفی ائمہ اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں جبکہ وہ عادۃً سب کا مرتکب پایا جائے یا علی الاعلان۔ یعنی بالاظہار سب کا مرتکب ہو اور بعض حنفی علماء بلکہ حنفی ائمہ ایسے ذمی کے بھی قتل کا حکم دیتے ہیں جو ایک دفعہ بغیر اظہار سرکار دو عالم ﷺ کو گالی دے۔ ہاں بعض حنفی علماء ایسے کافر کے لیے جو ذمی ہو اور نہ بالاظہار بلکہ خفیہ نہ بار بار بلکہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دے سخت ترین سزا کا جو قتل سے نیچے ہو حکم دیتے ہیں۔ یاداشت کو تکلیف دینے کی بجائے مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

قال (المقدسی) ولنا ان نودب الذمی تعزیراً شدیداً بحیث لومات کان وحتہ ھدراً۔ مقدسی جو قتل کے اس صورت میں قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حق ہے کہ ہم ذمی کو سخت ترین سزا دیں (کہ اس سے فوراً قتل نہ ہو بلکہ) وہ سزا اس طرح کی ہو (کہ اس سے قتل مقصود نہ ہوتا ہو) کہ اگر بالفرض اس سے مرجاتا تو اس کا خون رائیگاں جاتا۔ (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

علامہ شامی کی مسامحت:

علامہ ابن عابدین شامی سے یہاں مسامحت ہوئی اور انہوں نے مقدسی کی عبارت کے بارے میں کہا "یہ اعلان بالسب سے مخصوص ہے" حالانکہ اس عبارت میں قتل کا حکم نہیں بلکہ ایسی سزا کا حکم ہے کہ اس کے دوران مر بھی گیا تو کوئی اس سزا سے مرنے والا نہ سمجھے اور شامی اس سے قبل اسی صفحہ پر لکھتے ہیں: "یجوز عندنا قتله اذا تکور منه ذلك" ہمارے نزدیک ذمی کا قتل جائز ہے جب اس سے یہ فعل بار بار ہو۔

(ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

آگے چل کر لکھا: "مثله اذا اعلن به سب بالاعلان" سب کا مرتکب ہوا تو اس کا حکم بار بار سب کا ہے۔ (ردالمحتار جلد ۳۰۶،۳) ثابت ہوا کہ مقدسی کا فتویٰ بغیر اعلان ایک بار سب کرنے والے کے بارے میں ہے۔

ذمی ساب کو کوئی سزا نہ دینا کسی عالم کا قول نہیں:

بہر حال مغالطہ کا کہر چھٹ گیا اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے ذمی کو کسی حنفی یا غیر حنفی مسلمان کے نزدیک بغیر سزا کے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس صورت میں عدم قتل کے قائلین کے پاس متون شروح میں امام اعظم یا ان کے شاگردوں کا کوئی ضعیف قول بھی موجود نہیں اور جس قول کی اس کی دلیل کو سمجھا گیا اس میں زنا بالمومنہ اور قتل مومنہ کو ساتھ ملایا گیا لہٰذا وہ صرف اس کے ذمی ہونے کا بیان کرتا ہے قتل یا عدم قتل کو بیان نہیں کرتا۔ اس کا حکم ہر مسئلہ سے متعلق ابواب میں دیکھا جائے گا اور وہاں سے دیکھیں تو قتل ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم مفصل بیان کر آئے۔

ذمیوں کے لیے عقیدہ کی آزادی کا تحفظ:

ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ذمیوں کو اپنے عقیدہ پر آزادی سے قائم رہنے کا مسلمانوں کے ملک میں تحفظ حاصل نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ انہیں اس کا مکمل

تحفظ حاصل ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش نہ کریں۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا جواب:

اب جاوید صاحب کے ایک اور دعویٰ کی طرف آتے ہیں کہ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ کلکتہ ایڈیشن صفحہ ۲۴۷، ۲۵۷، صفحہ ۲۷۱ میں غیر مسلموں کے لیے سزا کا کوئی تصور نہیں، غیر مسلموں کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے پر سزا نہیں دی جا سکتی۔

(نوائے وقت ملتان صفحہ ۳ نمبر ۲۴)

جاوید صاحب نے یہاں دو باتیں کی ہیں پہلی یہ کہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم کے مذکورہ صفحات میں ''غیر مسلموں کے لیے سزا کا کوئی تصور موجود نہیں'' اس جملہ سے پتہ نہیں چلتا کہ وہاں کیا لکھا ہوا ہے جس سے جاوید صاحب سمجھ رہے ہیں کہ غیر مسلم سب رسول ﷺ کرے یا زنا کرے یا قتل کرے تو اسے کچھ سزا نہیں دی جا سکتی۔ اگر ایسی کوئی عبارت ہوتی تو جاوید صاحب (جو جج رہ چکے ہیں) اس عبارت کا حوالہ ضرور دیتے لیکن ایسی کوئی عبارت نہیں لکھی۔ جس سے ہر ذی فہم پر واضح ہو گا کہ ایسی کوئی عبارت سرے سے موجود نہیں۔ جبھی تو وہ فرماتے ہیں کہ عالمگیری کے ان صفحات میں غیر مسلموں کے لیے سزا کا تصور موجود نہیں۔ یعنی جاوید صاحب کا استدلال اس طرح نہیں کہ ان صفحات پر لکھا ہے کہ غیر مسلم کے لیے توہین اور سب رسالت کی کوئی سزا نہیں بلکہ ان کا استدلال اس طرح ہے کہ ان صفحات پر نہیں لکھا کہ غیر مسلم کے لیے اس جرم کی کوئی سزا ہے۔ گویا (سابق) جسٹس صاحب نے عدم ذکر سمجھ لیا ہے کیا علم و فضل کے اسی رتبے پر جج صاحب کو فخر ہے۔ حضور والا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کتاب دستور پاکستان کے فلاں صفحہ پر یہ نہیں لکھا ہوا کہ ''ریٹائرڈ جسٹس'' سینیٹر بن سکتا ہے تو بتائیے کیا اس سے یہ ثابت کرنا صحیح ہے کہ دستور میں لکھا ہے کہ ریٹائرڈ جسٹس سینیٹر نہیں بن سکتا۔ ہر ذی فہم کہے گا کہ ہرگز نہیں۔ طوالت ناگوار نہ گزرے تو ایک مثال اور سن لیجئے اگر کوئی شخص یہ کہے گا ''پیامِ مشرق'' میں ڈاکٹر صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ڈاکٹر صاحب محمد

رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتے تو ہر ذی فہم یہی کہے گا کہ اس عقیدہ کے ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس عقیدہ کے خلاف ہیں ہاں اگر "پیامِ مشرق" میں یا کسی اور کتاب میں وہ لکھتے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی اور پیغمبر مانتے ہیں تو پھر یہ سمجھنا صحیح ہوتا کہ وہ حضور ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتے۔ اگر بات سمجھ میں آ گئی ہو تو میں عرض کروں گا کہ یہ تو آپ نے چند صفحوں کا حوالہ دیا ہے۔ اگر آپ ساری کتاب کے متعلق یہ کہتے کہ اس میں ذمی یا بقول آپ کے (ہر) غیر مسلم کے لیے توہین رسالت ﷺ کی سزا کا کوئی تصور نہیں تو بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کتاب کے مصنفین یا مغل بادشاہوں بالخصوص عالمگیر اور حنفی مذہب کے تمام علماء توہین رسالت ﷺ کی کوئی سزا نہیں مانتے۔ بہر حال اس کے باوجود ہم نے عربی عالمگیری کے علاوہ اس کا اردو ترجمہ بھی منگوا کر دیکھا کہ شاید آپ کے مفید مطلب کوئی عبارت ہو۔ ہمیں ایسی کوئی عبارت جلد دوم تو ایک طرف جلد اول سے جلد پنجم تک کہیں نظر نہیں آئی۔ جلد سوم مترجم سید امیر علی طبع دار الاشاعت کے صفحہ ۲۳۳ سے کتاب السیر شروع ہے صفحہ ۲۳۵ پر اس کا آٹھواں باب جزیہ کے بارے میں ہے وہ ہم نے سارا پڑھا کہیں اس قسم کی عبارت نہیں ماسوائے اس جملہ کے کہ زنا، قتل اور سب رسول ﷺ کے مجرم کے لیے عہد ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس عبارت کی مکمل تشریح ہم نے پہلے پوائنٹ پر نظر قارئین کر دی۔ اور بتا دیا ہے کہ اس عبارت سے "ذمی ساب الرسول" سے سزائے قتل کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

فتاویٰ عالمگیری کے متعلق جاوید کی دوسری عبارت اور ایک اور غلط حوالہ:

رہی دوسری بات۔ جس کا ذکر نوائے وقت ملتان صفحہ ۴ نمبر ۲۴ کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا تھا جسے جاوید صاحب کے بیان منقولہ نوائے وقت ملتان ۸ جولائی صفحہ ۴ میں عالمگیری کے صفحہ ۲۷ اسے منسوب کیا ہے "کہ غیر مسلموں کو سور فروخت کرنے، اس کا گوشت کھانے یا حضرت نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر خدا کی حیثیت سے انکار کرنے پر سزا نہیں دی جا سکتی ہے۔"

اس کے تفصیلی جواب سے قبل اجمالاً عرض ہے کہ اس طرح کی عبارت بھی کہیں نہیں پائی گئی۔ ہم نے اس حوالہ کو بھی تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ فتاویٰ عالمگیری کی کسی ذیلی کتاب اور باب کا حوالہ دیں تاکہ آسان رہے۔

غیر ذمی کا انکار رسالت:

ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کے انکار پر ہر کافر کو تحفظ حاصل نہیں صرف حقیقی اور حکمی ذمی سے تسامح ہے وہ بھی بشرط بیان عقیدہ نہ بطریق سب۔ ذمیوں کے لیے جہاں تک حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے انکار کا مسئلہ ہے اگر یہ عالمگیری میں مل بھی جائے تو اس کا سب کی بحث سے تعلق نہیں۔ ظاہر ہے کہ کافر اسی انکار کی وجہ سے کافر ہیں اس لیے جب انہیں ذمی بنالیا تو پھر اس پر ذمیوں کو سزا کیونکر دی جا سکتی ہے۔ اسلام ذمیوں کے عقائد میں مداخلت نہیں کرتا۔ مستامن (ویزا پر رہنے والے کافر) کے لیے بھی یہ گنجائش غلط نہ ہوگی مگر حربی کافر اور مرتدوں سے تو ہماری لڑائی اس بات پر بھی ہے۔ اس لیے وہ اگر ہاتھ لگیں تو انہیں قتل کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ ہم چیلنج سے کہتے ہیں کہ ذمی کی بجائے ہر غیر مسلم کے لیے حضور ﷺ کی نبوت سے انکار پر بلکہ ذمی کے لیے بھی سب رسول ﷺ پر کچھ سزا نہ ہونا اسلام ہی کی کسی مستند کتاب میں نہیں دکھایا جا سکتا خواہ عالمگیری ہو یا کوئی اور معلوم نہیں کہ جاوید صاحب کو ذمی اور غیر مسلم کی اصطلاحات (ٹرمز) کے مابین فرق کا علم نہیں یا پھر وہ جسٹس ہو کر غلط حوالہ دینے کی برائی نہیں جانتے؟ یا اخبار ان پر غلط بیانی کر رہا ہے۔ وگرنہ ہم بیان کر چکے کہ ذمیوں کو بھی صرف اپنے سابقہ عقیدہ پر رہنے کی آزادی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کو گالی دینے کی اجازت ہرگز نہیں۔ چہ جائیکہ باقی غیر مسلموں کو سب کی اجازت دی جائے۔

مغل دور اور اس سے پہلے غیر مسلموں کو توہین رسالت کی سزا:

جاوید اقبال صاحب نے عوام کو آگاہ کیا ہے کہ "مغل دور اور اس سے پہلے" غیر مسلموں کو بوجہ اسلامی عقیدہ اور اصولوں کی خلاف ورزی کے سزا نہ دی جایا کرتی تھی۔ جاوید

صاحب سن لیں اور میں عوام الناس کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مسئلہ رسول ﷺ کی توہین کا ہے۔ حضور پاک ﷺ کو گالی دینے کا ہے، اسلامی عقیدوں کو غیر مسلموں پر ٹھونسنے کا نہیں۔

ذمی کا اقرار رسالت محمد ﷺ نہ کرنا:

ہم نہیں کہتے کہ ذمی ساب کا قتل اس لیے ہے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے بلکہ ہم یہ بھی جب ہی مطالبہ نہیں کرتے کہ وہ مانیں کہ حضور ﷺ کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو شدید غضب ناک کرنا اور بدترین کفر کا مرتکب ہونا ہے یہ ہمارے عقیدے ہیں جو ہم ان پر ٹھونس نہیں رہے ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ غیر مستامن حربی کافروں سے ہمارا عقیدوں کا اختلاف ہے جسے ختم کرنے کے لیے ہم ان حتی الوسع دائمی جنگ کی حالت میں ہیں۔ "حتی لاتکون فتنة" حکم قرآنی سے ہے لیکن مستامن اور ذمی اور بالخصوص ذمی" ہمارے وطن میں رہتے ہیں ہم ان کو تحفظ دیتے ہیں ان کو کوئی مسلمان قتل کرے تو ہم اپنے اس مسلمان بھائی کو قتل کر دیتے ہیں۔ ان کے مال و جان کا تحفظ مسلمانوں کے مال و جان کی طرح مسلم عوام اور حکومت اسلامیہ پر لازم مانتے ہیں ہم اپنا خون دے کر ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے نبی ﷺ کی تعظیم کا اقرار اور اس کا اظہار نہ کریں۔ ہمارے نبی ﷺ کو ان کی تعظیم کی ضرورت بھی نہیں لیکن ہم جا بجا طور پر اس مطالبہ کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کی توہین نہ کریں کیا ہم ان کی حفاظت اسی لیے کرتے ہیں اور ان کے خون پر اپنے خون کو اسی لیے نثار کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ہمارے رسول ﷺ کی توہین کرے گالیاں دے اور تمام مسلمانوں کو ایذا پہنچائے؟ تمام دنیا کے تمدن میں ہمسایوں سے رواداری کا خیال رکھا جاتا ہے یہ کیسی رواداری ہے کہ مسلم اکثریت کے زیر سایہ ملک میں رہتے ہوئے اس مسلم ملک کے وسائل سے مستمتع ہونے والا مسلمانوں کا کھا کر نہ صرف تمام مسلمانوں کو بلکہ ان کے پیارے نبی پاک ﷺ کو گالی دے۔ اسے گالی دے۔ جس سے مسلمانوں کو اپنے ماں باپ اور اپنے بچوں سے

بھی زیادہ محبت ہے۔

بہر حال اگر اس جملہ سے جاوید صاحب کی مراد ذمیوں اور غیر ذمیوں سے اسلامی مملکت میں بحیثیت اسلامی مملکت "سب رسول" کی سزا کی نفی ہے تو انہیں چاہیے تھا وہ اس کا باقاعدہ شرعاً معتبر حوالہ دیتے لیکن وہ کیسے حوالے دیتے حوالہ ہوتا تو حوالے دیتے۔ رہا ذمی کافر کا حضور ﷺ کی رسالت سے انکار کرنا تو یہ اس کا عقیدہ ہے۔ اسی کی وجہ سے اسے ذمی قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عقیدہ سے باز آ جاتا تو مسلمان ہو جاتا اور ذمی نہ رہتا اور ہم یہاں غیر مسلم ذمی کے بارے میں غور کر رہے ہیں جبکہ وہ ایسی بات منہ سے کہے جو کسی نبی پر (عرف عام میں) سب سمجھی جائے۔

مغلیہ دور میں سب کی سزا:

مزید براں اگر جاوید اقبال صاحب کا مطلب یہ ہے کہ مغل دور اور اس سے قبل کی سیاسی روایت اور رواج یہی ہے اور روایت کا تسلسل اسے قانون کا درجہ دے دیتا ہے تو یہاں دو باتیں ہیں۔

(۱) کیا مغل دور سے قبل یہ سیاسی روایت رہی؟ اس کا حوالہ دیے بغیر ایک جج کو یہ بات زیبا نہیں۔

(۲) کیا روایت اور رواج کا تسلسل اور مسلم جرم سے دنیوی حکومت کی مسلسل چشم پوشی اسے قانونی جواز عطا کرتی ہے؟ ہو سکتا ہے جدید غیر اسلامی قانون میں کہیں ایسا ہو لیکن اسلام میں ایسا نہیں ورنہ با تسلسل شرکت کے ایسے رواج کے بعد کہ کسی دور میں انسانوں کی اکثریت اس سے نکل نہیں سکی۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کو باطل قرار نہ دیتا اور اسلامی حکومت میں شرک کے انسداد کے قوانین نہ ہوتے۔

بہر حال جاوید صاحب کا مطلب کچھ بھی ہو آیئے ہم دکھاتے ہیں کہ مغلیہ دور میں بھی ذمی ساب کو قتل کیا گیا اور حنفی علماء کے حکم سے ایسا کیا گیا۔

ولقتل مما تندری بالشبہات حدود اور قتل شبہات کے باعث ٹل جانے والے امور میں سے ہیں۔ ان قضاۃ سوء اور علماء سوء کی شہ پر ہندوؤں نے بہت فتنہ اٹھایا اور مطلق العنان بادشاہ اکبر نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے علامہ عبدالنبی کو معزول کر دیا۔ علامہ عبدالنبی نے ۹۹۱ھ میں وفات پائی۔

(طرب الاماثل عربی صفحہ ۳۸۳۔ ۳۸۴) طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

جہاں تک شک سے حدود دفع ہونے کا تعلق ہے تو اس مضمون کی ابتداء میں واضح ہو چکا کہ حنفیہ کے نزدیک یہ قتل حد نہیں تعزیر ہے جو شبہ سے دفع نہیں ہوتی بہر حال اس واقعہ کے پیش نظر ثابت ہوتا ہے کہ ذمی ساب کی سزا کے بارے میں بحیثیت جرم سبھی علماء متفق تھے کہ اس جرم کی سزا قتل ہے اختلاف اس بنا پر کیا گیا کہ بعض علماء یعنی کچھ ججوں کے نزدیک اس جرم کی سزا میں کوئی شک نہ تھا البتہ مجرم پر جرم کے ثابت ہونے میں ان کے خیال کے مطابق شک حائل تھا وہ مجرم کو شک کا فائدہ دینا چاہتے تھے جبکہ صدر الصدور جو بمنزلہ چیف جسٹس کے تھا اس کے نزدیک شک کی کچھ گنجائش نہ تھی۔ اس لیے وہ قتل پر مصر رہا اور اس طرح وہ شخص قتل کر دیا گیا۔ بہر حال ثابت ہو گیا کہ ذمی ساب نبی کا قتل اکبر بادشاہ کے عہد میں قانوناً نافذ تھا جو دسویں صدی ہجری کا دور ہے اور اس وقت کے ہند کے چوٹی کے علماء میں کسی ایک حنفی عالم کو یہ کہنے کی جرات نہ تھی کہ ثبوت جرم کے بعد اس مجرم کو قتل نہ کیا جائے ہاں بعض لوگ شک و شبہ کی بات کر رہے تھے جو ثبوت کے منافی ہو بھی سہی لیکن "بعد ثبوت" سزا کے منافی نہیں لہذا اس اختلاف سے ہمارے موقف کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ عہد اکبری کے اوائل میں ذمی ساب سے ثبوت جرم کے بعد اس کی سزائے قتل میں کوئی اختلاف نہ تھا اور یہ سزا عملاً بھی نافذ تھی، اکبر بادشاہ کے صدر الصدور چیف جسٹس کو معزول کرنے کی وجہ نہ تو یہ تھی کہ وہ اس جرم کی سزا قتل نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہندوؤں کی فقط شورش بلکہ اس کا سبب وہ صدور اور جج تھے جو چیف جسٹس کے عہدہ کے لالچ میں یہ کہتے تھے کہ اس فیصلہ کے لیے کافی ثبوت میسر آئے بغیر فرد جرم عائد کر دی گئی۔

حکام وقضاۃ کے لیے عبرت:

زندگی کو کسی کے لے دوام نہیں مولانا عبدالنبی بھی گزر گئے اور اکبر بھی لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اکبر اور اس کے ساتھی علماء نے ہندؤوں کو راضی کرنے کے لیے اگرچہ منافقت برتی اور اسلام کو دبانے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا لیکن بہت جلد اکبر کی موت کے بعد جہانگیر کو ''شیخ مجدد کی قیادت میں متحدہ مسلم اکثریت'' کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت اس کے کچھ کام نہ آسکے اور بالآخر وہ وقت آ گیا کہ مسلم اکثریت کی امنگوں کو تسلیم کرتے ہوئے بادشاہ عالمگیر کو مکمل اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا پڑا۔ مغل حکومت خوب پھلتی پھولتی بشرطیکہ ان اسلامی قوانین کو یہ مطلق العنان بادشاہ اپنی ذات پر بھی نافذ کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ سلطنت کے ایک بادشاہ نے ہند کے اندر خلافِ قانون اسلام کلکتہ نامی شہر کی زمین پر برطانوی کمپنی کے مستامن حربیوں کو بخش دی اور مسلم ریاست کے اندر کافر ریاست قائم کرنے کی منظوری دے کر مسلمانوں کے لیے بلکہ اپنے خاندان کے اقتدار کے لیے بھی خود اپنے ہاتھوں قبر کھود لی جس کے نتیجہ میں اس کمپنی کے ہاتھوں مکمل سقوط ہند کے ساتھ مغل شہزادوں کے سر بھی یکم اپریل کو اپنے قیدی والد کے دسترخوان پر نظر آئے۔

سور فروخت کرنا اور کھانا:

جاوید صاحب کے بقول عالمگیری صفحہ ۱۷۴ میں درج ہے کہ غیر مسلموں کو سور فروخت کرنے، اس کا گوشت کھانے،...... پر سزا نہیں دی جاسکتی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جاوید صاحب نے یہ ایک حوالہ بیان کیا ہے اور مجھے اس پر اعتراض ہے کہ عالمگیری میں نہ تو اس صفحہ پر اور نہ اس سے آگے پیچھے، کہیں بھی یہ حوالہ بلا کم وکاست ان لفظوں سے موجود نہیں۔ جج صاحب جانتے ہوں گے کہ غلط حوالہ اگر وکیل دے تو کتنا جرم ہے ہو سکتا ہے کہ آپ ترجمہ ہی پڑھ سکتے ہوں اور کسی ترجمہ میں کتاب کی غلطی یا مترجم کے سہو قلم سے عبارت بدل گئی ہو۔ بہرحال اصل مسئلہ یہ ہے کہ غیر مسلم نہیں بلکہ صرف ذمی کافر

مسلمانوں کے ملک میں جب کسی شہر میں مکمل اکثریت میں ہوں کہ وہاں مسلمان یا تو رہتے نہ ہوں اگر رہتے ہوں تو اتنے تھوڑے ہوں کہ وہ اپنی جامع مسجد یا عید گاہ نہ بنا سکتے ہوں تو ذمیوں کو ایسے قصبہ اور شہر میں سور بیچنے اور خریدنے سے منع نہ کیا جائے گا۔ اس کا کھانا ان کا ذاتی مسئلہ ہے بشرطیکہ یہ ہمراہ سب نہ ہو البتہ مسلمانوں کو ان کے ساتھ سور کی خرید و فروخت کی ممانعت برقرار رہے گی۔ لیکن اگر مسلمانوں کی اکثریت کا شہر ہو یا اس شہر میں مسلمانوں کی جامع مسجد یا عید گاہ بنی ہوئی ہو تو پھر اس شہر یا قصبہ میں ذمیوں کو اعلانیہ سور خریدنے بیچنے کی ہرگز اجازت نہیں اور جب اسلامی قانون کی مخالفت کی جائے تو جرم پر سزا دینے (تعزیر) کا اختیار اسلام نے حکومت کو دیا ہے جو ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ ہمارے اس دعویٰ پر اسی عالمگیری سے حوالہ ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری عربی جلد دوم طبع بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ اور فتاویٰ عالمگیری ترجمہ سید امیر علی طبع ایچ ایم سعید کراچی جلد سوم ملاحظہ ہو۔

(۱) لیس لھم ان یحدثوا فیہ کنسیتہ ولا بیعتہ ولا بیت نار لم یکن ولا یبیعوا فی ذلک خمرا ولا خنزیرا ولا میتتہ ولا ذبیحتہ مجوسی اعلانیتہ۔

(فتاویٰ عالمگیری عربی جلد دوم صفحہ ۲۴۸)

اور ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس میں کوئی جدید بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ بنا دیں جو قبل کے صلح کے نہ تھا اور اس میں؟ اعلانیہ شراب نہ بیچنے پائیں گے اور نہ سور اور مردار اور نہ مجوسیوں کا ذبح کیا ہوا جانور۔

(۲) ولو رفعوا صوتھم بقراء ۃ الزبور والانجیل ان کا نفیہ اظھار الشرک منعوا عن ذلک وان لم یقع بذلک اظھار الشرک لا یمنعون و ینعون عن قراء ۃ ذلک فی اسواق المسلمین و کذا عن بیع الخمور

اور اگر انہوں نے زبور، انجیل پڑھنے میں اپنی آواز بلند کی پس اگر اس میں اظہار شرک ہو تو اس سے منع کیے جائیں گے اور اگر اس سے اظہار شرک واقع نہ ہو تو ممانعت کی جائے گی اور مسلمانوں کے اظہار شرک ہو تو منع اگر اظہارِ شرک واضح

والخنازير و عن اظهار الخمور والخنازير فی مصر وما كان فی فناء المصر

(فتاوی عالمگیری عربی جلد دوم صفحہ ۲۴۸)

نہ ہو تو بھی ممانعت؟ بازاروں میں اس کے پڑھنے سے منع کر دیے جائیں گے اور اسی طرح انہیں اسلام کے شہروں اور فنائے شہر میں شراب و سور کے فروخت کرنے اور شراب و سور کو ظاہر کرنے سے منع کیا جائے گا۔

(۳) فان كان الذی ادخل الخمر مصر امن امصار المسلمين رجلا من اهل الذمة فان كان جاهلا رد الامام عليه متاعه و اخرجه من المصر و اخبره انه ان عادا به معنی قوله ان كان جاهلا ان لا يعلم انه لا ينبغی له ان يفعل ذلك و ان كان عالما فالا مام لا يريق خمره و لا يذبح خنازيره ولكن ان رای ان يوديه بالضرب او الجس فعل ذلك

(فتاوی عالمگیری عربی صفحہ ۲۵۲،۲۵۳، جلد ۲ کتاب السیر باب آٹھواں جزیہ کے بیان میں)

اور اگر شہر ہائے اسلام سے کسی شہر کے اندر شراب لانے والا کوئی ذمی ہو پس اگر یہ شخص جاہل ہو تو امام اس کی متاع اس کو واپس کر کے اس کو شہر سے نکال دے گا اور اس کو آگاہ کر دے گا کہ اگر پھر ایسی حرکت کی تو تجھ کو سزا دوں گا اور جاہل ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذمی مذکور یہ نہ جانتا ہو کہ ایسا کام کرنا ٹھیک نہیں اور اگر ذمی مذکور نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو امام موصوف اس کی شراب وہیں بہاوے گا اور ان کے سوروں کو قتل کرے گا لیکن اگر یہ مصلحت معلوم ہو کہ اس کو تادیباً سزا دے کوڑے مارنے یا قید کرنے سے تو ایسا کرے۔

ثابت ہوا کہ فتاویٰ عالمگیری اور فقہ حنفی کے ضابطہ کے مطابق اگر ذمی مسلمانوں کے شہروں میں اعلانیہ سور کی خرید و فروخت کرے تو سزا کا مستحق ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) گالی دے خواہ اعلانیہ خواہ چھپ کر تو سخت ترین سزا

بلکہ قتل کا سزاوار ہے۔

"لکم دینکم ولی دین" سے جاوید صاحب کے ایک اور مغالطہ کا رد:

ایک اور نکتہ جو جاوید صاحب نے پیش کیا یہ ہے کہ "لکم دینکم ولی دین" کی قرآنی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے لیے توہین رسالت پر سزا نہیں۔ اس نکتے پر غور کرنے سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

(۱) آیت کا معنیٰ (تمام تراجم دیکھ لیں) یہ نہیں کہ کافروں کو توہین رسالت پر سزا نہیں۔

(۲) وہ سورت جس کی یہ آیت ہے پوری کی پوری (مستند اقوال کے مطابق) مکہ میں اتری وہاں پر مسلمان خود سزائیں بھگت رہے تھے کسی دوسرے کو جب سزا دے نہ سکتے تھے تو معاف کیسے کرتے۔ سمجھانے کے لیے ایک مثال عرض ہے کہ جنگل میں ایک سرکاری ملازم ڈاکوؤں کے درمیان پھنس جائے اور ڈاکوؤں سے کہے کہ جناب میری حکومت تمہیں معاف کرتی ہے کیا یہ مضحکہ خیز بات نہ ہوگی؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے بجا ہے۔ واقعی وہ ہمیشہ کے لیے لیکن یکبارگی نہیں اترا تھوڑا تھوڑا ہو کر اترا ہے۔ اور احکام کا نزول وقت حاجت ہوتا تھا جب یہ آیت اتری تو اس معافی کی حاجت کہاں تھی۔

جب مسلمانوں نے اور آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے بقول آپ کے اس آیت کو پڑھ کر مکمل معافی کا اعلان کیا۔ تو کیا اسلام کے پاس حکومت تھی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر معافی کا کیا مطلب ہوا اور حکمت نزول کیسے جاری پوری ہوئی؟

شاید کوئی یہ سمجھے کہ "لکم دینکم" کا معنی ہے کہ تمہیں تمہارے دین پر رہنے کی آزادی ہے اور ہمیں ہمارے دین پر رہنے کی آزادی ہے، تو میں عرض کروں گا کہ یہ معنی تسلیم کرلیا جائے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ فرمان بطور معاہدہ ہے جو دونوں طرف سے ہوتا ہے۔

یا بطور فرمان حکومت ہے؟ پھر اگر فرمان حکومت ہے تو قابل نسخ یا دائمی؟ اور ہر کافر کے لیے ہے یا بعض کے لیے؟

اگر آپ کہیں کہ بطور معاہدہ ہے تو مکے کے کافروں نے یہ معاہدہ کب منظور کیا؟ اگر وہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کی آزادی دیتے تو مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی بلکہ اس سے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ ہجرت اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں نے معاہدہ تسلیم نہیں کیا جب معاہدہ نافذ ہی نہ ہوا تو اس سے حجت کیسے پیش کی جارہی ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ فرمان حکومت تھا تو وہاں حکومت اسلامیہ تھی کہاں اگر مکہ میں جہاں یہ آیت نازل ہوئی حکومت اسلامیہ ہوتی تو ہجرت کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہجرت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مکہ پر قبل ہجرت حکومت قائم نہ تھی۔ پھر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ حکومت اسلامیہ قائم تھی تو یہ فرمان نسخ تھا یا ناقابل نسخ۔ اگر ناقابل نسخ تھا تو فتح مکہ کے وقت مشرکین کے بتوں سے کعبہ کو کیوں صاف کیا گیا اور کیوں بت توڑے گئے اور اگر قابل نسخ تھا تو منسوخ ہونے کے بعد اس سے حجت لانا کیسے صحیح ہوگا؟ اسی طرح یہ حکم ہر کافر کے لیے تھا تو ''قاتلوا المشرکین'' (بغیر کسی استثناء کے تمام مشرکوں سے جنگ کرو) کیوں نازل ہوئی؟ کیا قرآن مجید میں کوئی مسلمان تعارض کا قائل ہوسکتا ہے؟

اور اگر قرآن کا یہ فرمان حکومت کی جانب سے بعض کافروں کے لیے تھا تو اس کا تعین کس طرح ممکن ہے اور اگر آپ آیت کا مخاطب ذمی ہے تو حکومت اسلامیہ کے بغیر ہو نہیں سکتے کیونکہ کچھ ''عہد'' وہ کرتے ہیں جن کی پابندی کرانے کی حکومت ذمہ دار ہوتی ہے اور ایک عہد حکومت کرتی ہے کہ وہ ذمیوں کی جان و مال کو اندرونی اور بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ فراہم کرے اور اس وقت اسلامی حکومت سرے سے تھی ہی نہیں تو ذمی بھی نہ تھے تو خطاب بالمعدوم ہوا جو حکمت نزول قرآن کے منافی ہے۔

ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے کسی قسم کے کافر کو رسول اللہ ﷺ کی ذات

مقدسہ پر سب کرنے اور آپ ﷺ کی توہین کرنے پر عام یا خاص معافی ثابت نہیں ہوتی اور نہ یہ آیت کسی قسم کے کافر سے دائما یا عارضی طور پر جنگ نہ کرنے کا عہد کرتی ہے۔ یہ سب بلا جواز پروپیگنڈا اور آیت کی تفسیر سیاق وسباق کے خلاف اپنی طرف سے گھڑنا ہے۔ آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کافروں نے کہا کہ ہم اور آپ مل کر اپنے اور دوسرے فریق کے معبود دونوں کی عبادت کرنے پر صلح کر لیں۔ تو حکم آیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں (توحید پر قائم رہ کر) تمہارے معبودوں کی عبادت کروں۔ یہ ناممکن ہے کہ میں تمہارے معبودوں کی نہ عبادت کرتا اور نہ کروں گا اور تم (شرک پر قائم رہ کر) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو (جو بغیر عقیدہ توحید صحیح نہیں ہوتی) تو یہ بھی ناممکن ہے تم میرے معبود کی نہ عبادت کرتے ہو نہ کر سکو گے۔ تمہارا دین شرک ہے یعنی ایک سے زیادہ معبود ماننا اور میرا دین توحید، یعنی ایک معبود ماننا ہے یہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تم اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہو اور میں اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہوں ہم دونوں میں سے کوئی بیک وقت دونوں دینوں پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پس تمہارا دین تمہارے لیے (یعنی تمہارے ساتھ مخصوص) ہے اور میرا دین میرے لیے (یعنی میرے ساتھ مخصوص ہے)۔

عربی زبان میں گرائمر کے اعتبار سے "لکم دینکم" کا حرف "لام" خصوصیت کے لیے بھی آتا ہے جو یہاں مراد ہو سکتی ہے اور کبھی تبین و امتیاز کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ تمہارا دین تمہارے لیے (میرے دین سے جداگانہ) ہے اور میرا دین میرے لیے (تمہارے دین سے جداگانہ) ہے یعنی میرا اور تمہارا الگ الگ دین ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اگر مسلمان "سب نبی" جائز کر دیں تو پھر مسلمانوں اور کافروں کے دین کے مابین نہ کچھ امتیاز باقی رہتا ہے اور نہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کے لیے ان کے دین میں خصوصیت رہتی ہے۔ ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی میں اس سورۃ کی جاوید صاحب کے دعوے سے کوئی موافقت نہیں اور اگر سورہ

الکافرون کو مدنی بھی مان لیا جائے تو ترجمہ غیر متعلق ہونے سے قطع نظر وہاں بھی عملی طور پر غیر مسلموں کے لیے ''سب رسول'' پر معافی ثابت نہیں ہوتی۔ مدینہ ہی میں مسلمانوں نے جنگ بدر لڑی اور تاریخ کا طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ میدانِ جنگ میں فوجوں کے صف آراء ہونے کے بعد بظاہر مسلمانوں نے جنگ شروع کرنے میں پہل کی تھی اور وہ نوجوانوں نے باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے قبل بغیر مبارزت کے ابو جہل کو اسی ''سب رسول'' کے الزام کے باعث قتل کر دیا تھا۔ اور امت مسلمہ آج تک ان لڑکوں کی ممنون ہے۔ کعب بن اشرف یہودی سے باقی یہود سمیت پہلے اگرچہ معاہدہ ہو چکا تھا مگر وہ حضور ﷺ کو اپنی ناپاک زبان سے ایذاء پہنچاتا تھا۔ سرکار کے حکم سے اسے صحابہ کرام نے موقع پا کر قتل کر دیا۔ ایک صحابی کی غیر مسلمہ (کتابیہ) بیوی نے حضور ﷺ کے بارے میں بکواس کی وہ جس صحابی کے گھر میں تھی اسے قتل کرنے والا ہی اس کا خاوند ہوا۔ اور سزائے قصاص نہ دی گئی۔ اس لیے مجھے آخری بات کے طور پر کہنے دیجئے کہ پورے ذخیرہ قرآن و حدیث میں ایک آیت یا حدیث ایسی دکھا دیں جس میں صریحاً یہ لکھا ہو کہ کوئی غیر مسلم یا یہ لکھا ہو کہ کوئی ذمی کافر اگر نبی ﷺ کو گالی دے تو اسے کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ ثابت ہو گا کہ جاوید صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے معنی میں ہیں۔

بہر حال ثابت ہوا کہ آیت ''لکم دینکم ولی دین'' سے غیر مسلم کے لیے ''سب رسول'' کی (معاذ اللہ) رخصت ثابت کرنا بالکل غلط ہے جو کسی علم والے مسلمان کے لیے ممکن نہیں۔

محترم جاوید اقبال صاحب کے اس مضمون کی کیا ضرورت تھی یہ تو جاوید صاحب جانتے ہوں گے لیکن اس ماحول میں کہ یہ چرچا عام ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت توہین رسالت کے اس قانون کو بے اثر بنانا چاہتی ہے جو شرعی عدالت میں ایک اور مقدمہ کے فیصلہ میں میاں نواز شریف (مسلم لیگی وزیر اعظم) کے دور سے

پہلے وجود میں آیا اور اس وقت کی حکومت کے دور میں سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی گئی جو نواز شریف کے دور میں باقاعدہ سماعت کے لیے سامنے آئی تو اس وقت کے وزیر اعظم اور موجودہ اپوزیشن لیڈر نواز شریف صاحب نے اس اپیل کو واپس لے لیا اور اسی طرح شرعی عدالت کا وہ فیصلہ قانون بن گیا۔ اب اپوزیشن لیڈر کے بنائے ہوئے اسی قانون کو بے اثر بنایا جا رہا ہے کہ توہین سننے والوں کی رپورٹ پر پرچہ درج نہیں ہوگا۔ صرف رپٹ درج ہوگی، پھر سیشن جج یا کوئی اس طرح کا جج انکوائری کرے گا تو پرچہ درج ہوگا اور اس انکوائری پر جج فوری فیصلہ کی بجائے مقدمہ کی دوبارہ سماعت کرے گا۔ ظاہر ہے اسی دوران اسے تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس مقدمہ کی مدعی بھی ریاست نہ ہوگی اور اسی لیے مقدمہ غلط ہونے پر رپورٹ کرنے والے کو نہ صرف چھ ماہ بلکہ دس سال سزائے قید دی جا سکے گی۔ اس ماحول میں اپوزیشن مکمل طور پر خاموش ہے، میاں نواز شریف خاموش ہیں اور خود ان کی پارٹی کا سینیئر علم اور شرع کے نام پر لوگوں کو یہ غلط تاثر دینا چاہتا ہے کہ جب کسی قسم کے غیر مسلم کو توہین رسالت پر اسلامی ملک میں کوئی سزا نہیں دی جا سکتی تو مسلمانوں کو کوئی سزا کیوں ہو؟ اور غیر مسلم ملک کے باشندے رشدی کو تو پھر کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔

یہ مضمون محض علمی ہے اور مصنف کا سیاست سے ماضی قریب میں کوئی تعلق نہیں رہا اس لیے ہم اس بحث میں نہیں جاتے کہ یہ اتحاد کس بیرونی یا اندرونی طاقت کے اشارہ پر ہے اور اپوزیشن کے نمائندے سرتاج عزیز کو اس دور میں وزارت خارجہ کمیٹی کی سربراہی کس جذبہ خیر سگالی کے ماتحت ہے۔

ہم اس وقت یہ بھی نہیں کہنا چاہتے کہ نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دور میں سود کو قانونی جواز دینے کے لیے سپریم کورٹ میں اپیل کس کے اشارہ پر ہوئی تھی اور سود کو حرام کہنے والے علماء پر اس دور کے وزیروں کا غیظ و غضب (برطرفی سے پہلے اور دوبارہ تقرری کے بعد) یہ تسلسل جاری رہنا کس کے اشارہ پر تھا؟ ہم یہاں

صرف دو باتیں کہیں گے اور وہ یہ کہ نواز شریف نے اپنے دور میں صرف ایک بڑی نیکی کی تھی اور وہ توہین رسالت کے قانون کا استقرار ہے۔ لگتا ہے سود سے محبت کی وجہ سے ''فاذنو ابحرب من اللہ ورسولہ'' والی آیت ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ مرنے کے بعد کوئی قابل ذکر نیکی چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ خدا کے مقابلہ میں غیر ملکی طاقتوں کو راضی کرنے کی کوشش کے باوجود وہ برسر اقتدار نہ آ سکیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ الیکشن ۹۳ء میں اور اس سے پہلے کہ حالات میں کچھ علماء وصوفیاء نے نواز شریف (مسلم لیگ) کا ساتھ دیا اور کچھ دوسروں نے پیپلز پارٹی (بینظیر) کا بلا واسطہ یا بالواسطہ ساتھ دیا۔ نتیجتاً عوام نے آزاد کھڑے ہونے والے علماء کو ان کی توقع کے مطابق پذیرائی نہ دی تو دنیا نے کہا کہ اسلام ہار گیا لیکن اب دیکھیے سرکار دو عالم ﷺ کی شان کا مسئلہ ہے تو عوام آگے ہیں اور علماء پیچھے پیچھے۔ اس لیے علماء اور حکومت اور اپوزیشن سمجھ لیں کہ عوام رسول ﷺ کے مقابلہ میں ان سے کسی کے ساتھ نہیں۔ ہاں کوئی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دے تو جہاں اسے کانٹا چبھے گا مسلم عوام وہاں خون بہائیں گے۔

ذمی ساب کے حق میں دیگر ممکنہ طور پر پیش کیے جانے والے دلائل کا جواب:

سینیٹر جاوید اقبال صاحب کے نکات کا جواب لکھ کر ہم کافی عرصہ سے فارغ ہو گئے۔ ادارہ ''السعید'' کی جانب سے پہلی قسط کے ماہنامہ ''السعید'' کی کاپیاں سینیٹر صاحب کو دستی پہنچائی گئیں اور اس ادارہ کی طرف سے انہیں بالمشافہ پیش کش کی گئی کہ اگر وہ چاہیں تو ماہنامہ ''السعید'' ان کے جواب کو چھاپ دے گا۔ فقیر کے مضمون کی گیارہ قسطیں چھپ چکیں اور ان کا جواب مکمل ہو گیا۔ میرے علم کے مطابق جواب کی کاپیاں ان کے پاس بھیج دی گئیں پھر اس کے بعد تین چار ماہ اور بھی گزر گئے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب سامنے نہ آیا جس کا جواب دینے کی ضرورت ہوتی۔ بہرحال تکمیلی طور پر اپنی طرف اس اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی جو قارئین کے سامنے ہے۔ دراصل مجھے یہ خیال آیا کہ جس طرح سینیٹر

جاوید صاحب نے "لکم دینکم ولی دین" کو سب رسول کے مرتکب ذمی کے لیے سزا کی نفی سمجھا حالانکہ اس آیت کا مذکورہ مضمون سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس طرح عین ممکن ہے کہ کوئی صاحب بعض دوسری قرآنی آیات سے بزعم خود مغالطہ کھائیں یا مغالطہ ڈالنے کی کوشش کریں۔

پہلا امکانی اعتراض مع جواب:

اس سلسلے کی پہلی آیت "لا کراہ فی الدین" ہے۔ یعنی دین اسلام میں زبردستی منوانا نہیں لیکن قارئین نے آیت مذکورہ کا ترجمہ پڑھ کر ہی اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس آیت کا ذمی کو اس مسئلہ میں سزا دینے سے کوئی تعلق نہیں۔ قبل ازیں ہم بیان کرچکے ہیں کہ سب رسول کے مرتکب ذمی کے بارے میں اہل اسلام کے دو قابل اعتبار مسلک سامنے آئے ہیں) ایک تو یہ کہ یہ سزا ''حد'' ہے جو اس کی توبہ کے باوجود معاف نہ ہوگی۔ دوسرا یہ کہ یہ سزا تعزیر لازم ہے جو اس کے اسلام لانے کے باوجود معاف نہ ہوگی۔ یعنی تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حکومت اسلامی نہ تو ذمی ساب کو اسلام پر مجبور کرے گی اور نہ بعد مقدمہ چلنے کے اس از خود مسلمان ہونے پر وہ معافی کا حقدار ہوگا۔ ایسی صورتوں میں اس سزا کی وجہ سے کسی چیز کا منوانا پایا ہی نہیں جاتا۔ گویا یہ سزا مجرم سے کوئی چیز منوانے کے لیے نہیں دی جارہی بلکہ اس کی گستاخی کا شاخسانہ ہے۔ زبردستی منوانا (اکراہ) تو اس وقت ہوتا جبکہ اسے کہا جاتا کہ وہ اسلام نہ لایا تو ہم اسے قتل کردیں گے اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کا سب رسول کے مرتکب ذمی کے لیے اہل اسلام کے نزدیک مجوزہ سزا سے کوئی تعلق نہیں۔

دیگر امکانی اعتراضات:

ممکن ہے کہ کوئی شخص مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کرلے۔

(۱) ''افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین''	تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ (ترجمہ کاظمیہ البیان)
(۲) ''والذین اتخذوا من دونہ اولیاء اللہ حفیظ علیھم وما انت علیھم بوکیل''	اور جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو دوست بنایا اللہ ان (کے اعمال) پر نگران ہے اور آپ ان پر مقرر کیے ہوئے نہیں۔ (ترجمہ کاظمیہ البیان)
(۳) ''فما ارسلنک علیھم حفیظا''	تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر۔ (ترجمہ البیان)
(۴) لست علیھم بمصیطر	آپ ان پر مسلط نہیں۔ (ترجمہ البیان)
(۵) وما انت علیھم بجبار	اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔ (ترجمہ البیان)
(۶) بسم اللہ الرحمن الرحیم	اللہ نہایت رحمت والے بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے۔ (ترجمہ کاظمیہ)

آیت نمبر ۱ کا جواب:

یہ تمام آیات بھی زیر بحث مسئلہ میں ہمارے خلاف نہیں اس لیے کہ ذمی کا سب رسول پر قتل اسے زبردستی مومن بنانے کے لیے نہیں جیسا کہ پہلی آیت کے تحت بیان کیا جا چکا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آیت نمبر ۱ کا ترجمہ خود واضح ہے کہ کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے؟ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں ذمی کافر کی سزا شان رسالت میں گستاخی ثابت ہونے کی صورت میں صرف قتل ہے نہ کہ اسے ایمان پر مجبور کرنا کیونکہ حاکم نہ تو اسے ایمان پر مجبور کر سکتا ہے اور نہ اسے یہ کہہ سکتا ہے کہ تم ایمان لے آؤ تو

تمہاری سزا معاف کر دوں گا بلکہ اگر وہ مقدمہ پیش ہونے کے بعد خود بھی مسلمان ہو تو بھی حاکم اس کی سزا معاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں بھی ایک نوع کا "اکراہ" پایا جاتا ہے۔ یعنی متوقع سزا سے ڈر کر مسلمان ہونا۔

آیت نمبر ۲ کا جواب:

آیت نمبر ۲ یہ بتا رہی ہے کہ کفار کی نگرانی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یعنی وہی تمہیں سزا و جزا دینے والا ہے آپ ﷺ ان کفار کے نگران اور ان کے لیے سزا کے ذمہ دار نہیں کہ آپ ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کے مخالف بننے پر سزا و جزا دیں بلکہ سزا و جزا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ خواہ دنیا میں مسلمانوں سے قتل کرا کر ہو یا بیماریاں اور آفات بھیج کر، یا آخرت میں عذاب دے کر، یا ان سب کے ذریعے سے۔ اس سلسلہ میں اس کے رسول ﷺ پر طعن نہیں کیا جا سکتا اور یہ تشریح اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں فرمائی ہے کہ "قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم" ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا۔ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کا قتل ہونا قرآنی ارشاد کے مطابق اللہ ہی کا عذاب اور اس کی طرف سے سزا ہے جو کافروں کے لیے اتری۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا سب۔۔ رسول کے مرتکب ذمی کی سزا کی نفی سے کچھ تعلق نہیں کہ اولاً یہ آیت حربی کافروں کے بارے میں اتری ہے۔ ثانیاً اسے اگر ذمی کافروں کے بارے میں بھی فرض کر لیا جائے تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ کافر ذمی ہوں یا غیر ذمی ان کی سزائیں اللہ کے حکم سے ہیں۔ رسول اور مومن تو اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی صریح ارشاد نہیں فرمایا جس کے پیش نظر ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کو سب کرنے والے ذمیوں کو آپ کی طرف سے معافی دی جا سکتی۔ کیونکہ یہ سزا اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر ضروری کی گئی ہے اور اس نے اپنے رسول ﷺ کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا بلکہ

یہ امر اپنے ذمہ لیا ہے۔

آیت نمبر ۳ کا جواب:

آیت نمبر ۳ یہ بتا رہی ہے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کو رسول بنایا ہے کافروں کا محافظ مقرر نہیں فرمایا۔ کہ آپ انہیں اسلام نہ لانے پر سزائیں دیں ورنہ محافظ بنانے والا آپ سے جواب طلبی کرے۔ ظاہر ہے اس آیت سے بھی سب رسول کے مرتکب ذمی کی سزا نفی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ذمی کی اس سزا کا مجبور کرنے سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انہیں یہ سزا اسلام نہ لانے پر دی جارہی ہے۔

آیت نمبر ۴۔۵ کا جواب:

ان آیات کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ ﷺ ان پر اس طرح سے مسلط نہیں کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کریں لیکن اس سے یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ اگر وہ ذمی بن کر کسی جرم کا ارتکاب کریں قتل مومن یا زنا بالمومنہ کے مرتکب ہوں یا حکومت کی جڑیں کھودیں، ملک کے خلاف جاسوسی کریں یا سب رسول کے مرتکب ہوں تو انہیں اسلامی قانون کے مطابق (معاذ اللہ) سزا بھی نہ دی جائے بلکہ قرآن مجید ہی کی آیات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بالفعل کافروں پر غلبہ عطا فرماتا ہے۔

(۱) ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء

ہاں اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے۔"

(البیان)

(۲) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً ضرور میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے۔

(البیان)

ظاہر ہے جب کافر مغلوب ہوں گے تو ان پر غالب کے احکام بھی نافذ ہوں گے

ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس غلبہ کے اعلان اور خوشخبری کا رسولوں اور ان کے ماننے والوں کو کیا فائدہ ہوا۔

آیت نمبر ۶ کا جواب:

آیت نمبر ۶ اور اس کے مثل دیگر آیات جو اللہ تعالیٰ کا بے حد رحم والا ہونا ظاہر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کا مطلب مسلمانوں کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ ہر مخلوق کو کسی نہ کسی وقت اس کی کسی طرح رحمت ضرور پہنچتی ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ دوسروں کو ایذاء پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں سزا نہ دے ورنہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف ظالموں کے لیے رحمٰن ورحیم ہے مظلوموں کو اس کی رحمت سے ظالم کے لیے سزا کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ اس کی رحمت سے پیدا ہو کر اس کی نعمتوں پر پل کر ہوش سنبھالتے ہیں پھر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے اور اس کی ذات پاک کو گالیاں دیتے ہیں یا اس کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں وہ سب سے بڑے ظالم ہیں۔ اس لیے اگر انہیں سزا دی جائے تو یہ بھی رحمت کے خلاف نہیں ورنہ رحم عاجزی سمجھا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے اس دنیا میں اپنے مخالفوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا یہاں تک کہ وہ خود سر ہو گئے اور انہوں نے اس کے رسولوں اور اس پر ایمان لانے والوں کو ایذا پہنچائی اور ظالموں نے اس کی رحمت کو عاجزی سمجھا تو وہ اللہ کے عذاب عظیم کے مستحق قرار پائے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے تو عذاب الیم اور ذو انتقام بھی ہے۔ اگر اس کی رحمت اس کے غضب سے سابق (پہلے) نہ ہوتی تو کسی کافر کو اس دنیا میں بھی اس کی رحمت سے کچھ نہ ملتا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی ذمی اللہ کے کسی رسول کو گالی دے تو مسلمانوں پر اس کا قتل لازم نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت للعالمینی اور ذمی ساب کی سزا:

اللہ تعالیٰ کے رحمن ورحیم ہونے کی مذکورہ بالا تشریح سے اس شبہ کا بھی قلع قمع ہوگیا کہ حضور نبی کریم ﷺ تو رحمت للعالمین ہیں پھر وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ جو ذمی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) گالی دے قتل کر دیا جائے۔

ظاہر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والوں کو سزا ملنا اللہ کی رحمت کے خلاف نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا دلانا بھی حضور کی رحمت کے خلاف نہیں۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی یہ ضروری ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور اپنے تمام دوستوں، سرداروں اور حاکموں سے بھی زیادہ محبت رکھتے ہیں جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہے تو ان تمام مسلمانوں کو اس بات سے اس قدر ایذاء پہنچتی ہے کہ اس سے زیادہ ایذاء ان کے لیے کوئی نہیں بشرطیکہ وہ حقیقتاً مسلمان ہوں۔ لہذا لازم ہوا کہ رحمت للعالمین ﷺ کی مسلمانوں پر رحمت ظاہر ہو اور ان کا حق دلانے کے لیے اس موذی گستاخِ رسول کو انتہائی سخت سزا دی جائے ورنہ کافر اسے حضور کی رحمت کی بجائے عاجزی تصور کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كتب الله لا غلبن انا ورسلي — اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔"

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر کسی نبی علیہ السلام کو سب کرنے والے ذمی کو سزا نہ ملنا تو حنفیہ کا مسلک ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل، فقیر نے یہ چند حروف ضرورتاً لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور اگر اس مضمون کے دوران فقیر سے کوئی فروگزاشت ہوئی ہو تو وہ اپنے کرم سے عفو فرمائے۔

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

یورپ اور قانون توہین انبیاء علیہم السلام

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

پاپائے روم یا چرچ کے اقتدار میں آنے سے قبل یورپ میں رومن لا (Roman Law) کی عمل داری تھی چونکہ انجیل میں کوئی قانونی احکام موجود نہ تھے لیکن جب کلیسا نے اسٹیٹ (State) پر غلبہ واقتدار حاصل کرلیا تو پوپ کے منہ سے نکلے ہوئے ہر حکم کو قانون کی بالادستی حاصل ہوگئی۔ تورات کے برعکس انجیل صرف پند ونصائح کا مجموعہ تھا، اس لیے یورپ اور ایشیا میں جہاں جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں، وہاں کاروبار حکومت چلانے کے لیے اہل کلیسا کو رومی قانون اور یہودیوں کے تالمودی قانون ہی پر انحصار کرنا پڑا۔

موسوی قانون کے تحت قبل مسیح کے انبیاء کی اہانت اور تورات کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی۔ رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین (Justinian) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528 تا 565 صدی عیسوی پر محیط ہے۔ رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل وانصاف (Justice) کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے جب دین مسیحی قبول کرلیا تو قانونِ موسوی کو منسوخ کر کے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔ (5)

روس میں بالشویک انقلاب کے بعد جب کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی تو سب سے پہلے اس نے دین ومذہب کو سیاست اور ریاست سے کلیتاً خارج کردیا۔ اس کے بعد یہاں سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کے جرم کی پاداش میں نہیں بلکہ مسیح

کی جگہ اشتراکی امپریلزم کے سربراہ نے لے لی۔ اسٹالن جو رشین امپائر کا سربراہ بن بیٹھا تھا، اس کی اہانت تو بڑی بات تھی، اس سے اختلاف رائے رکھنا بھی ممالک محروسہ روس کا سنگین جرم بن گیا۔ ایسے سر پھرے لوگوں کے یا تو سر کچل دیے جاتے تھے جس کی مثال لینن کے ساتھی ٹراٹسکی کی خونچکاں موت کی صورت میں موجود ہے، جو اپنی جان بچانے کی خاطر روس سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزیں تھا یا پھر ایسے مجرموں کو سائبیریا کے بیگار کیمپوں میں موت کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایسی اذیت ناک سزاؤں اور موت کی گرم بازاری نے زار روس کے دور سیاہ کی عقوبتوں کو بھی بھلا دیا۔

برطانیہ میں بھی اگرچہ توہین مسیح کی جسمانی سزائے موت موقوف کر دی گئی تھی، لیکن وہاں بھی اس جرم کی سزا کا قانون کامن لا کے علاوہ بلاس فیمی ایکٹ (Blasphemy Act) کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ مناسب ہوگا کہ یہاں بلاس فیمی کے معنی کے ساتھ اس کی تعریف (Definition) کی بھی وضاحت کر دی جائے تاکہ اس کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو سکے۔

بلاس فیمی لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اہانت کے ہیں۔ لاطینی اصطلاح میں خداوند خدا کے وجود اور دین مسیح کی صداقت سے انکار یا نجات دہندۂ عالم یسوع مسیح کی شان میں اہانت اور انجیل مقدس کی تحقیر اور تضحیک کو بلاس فیمو کہا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کی مستند قانونی لغت بلیکز لا ڈکشنری (Black's Law Dictionary) کی رو سے بلاس فیمی ایسی تحریر یا تقریر ہے جو خدا، یسوع مسیح) انجیل یا دعائے عام کے خلاف ہو اور جس سے انسانی جذبات مجروح ہوں یا اس کے ذریعہ قانون کے تحت قائم شدہ چرچ کے خلاف جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس سے بدکرداری کو فروغ حاصل ہو۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں بلاس فیمی کی تعریف ذرا کچھ مختلف ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ مسیحی مذہب کی رو سے بلاس فیمی گناہ ہے اور علمائے اخلاقیات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، جبکہ اسلام میں نہ صرف خدا کی شان میں بلکہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی بھی بلاس فیمی کی تعریف میں آتی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا، ج 2، ص 74)

برطانیہ میں توہین مسیح (Blasphemy) کامن لا کے تحت قابل تعزیر جرم ہے، جبکہ بلاس فیمی ایکٹ (Blasphemy Act) میں مجرم کے لیے جسمانی موت کی بجائے شہری موت (Civil Death) کی سزا مقرر ہے جس کی رو سے حکومت ایسے مجرم کے سارے شہری حقوق سلب کرنے کی مجاز ہے۔ بلاس فیمی اگر تقریری ہو تو دو معتبر گواہوں کی شہادت لازمی ہو گی اور اگر تحریری ہو تو ایسی تحریر ثبوت جرم میں پیش کی جائے گی۔

معروف جج پولاک کے خیال میں بلاس فیمی ایکٹ کے تحت کسی شخص کو تادیبی موت (Civil Death) کی سزا نہیں دی گئی مگر برطانیہ ہی کے ایک دوسرے ممتاز جج برام ویل نے صحیح طور پر جج پولاک (Pollock) کی تردید کی ہے۔ ہم برام ویل جج کی تائید میں ڈینس لی مون (Denis Lemon) ایڈیٹر گے نیوز (Gay News) کے ایک اہم مقدمہ کا حوالہ دیں گے۔ لی مون پر 1978ء میں توہین مسیح کے الزام میں برطانیہ کی عدالت میں کیس دائر ہوا۔ ایڈیٹر لی مون پر الزام یہ تھا کہ اس نے حضرت مسیح پر ایک مزاحیہ نظم لکھی ہے۔ جس میں اس نے ان کو ہم جنس پرستی کی طرف مائل دکھلایا تھا۔ اس مقدمہ کی اہم ترین بات یہ ہے کہ صفائی کے وکلاء نے ملزم کی طرف سے دفاع میں یہ نکتہ اٹھایا کہ ملزم نے بلاس فیمی کا ارتکاب ارادتاً (Wilfully) یا قصداً (Motive) نہیں کیا تھا۔ یہ بات اس نے بطور تفریح کہی ہے جس سے اہانت یا توہین مقصود نہیں۔ یہ وہی عذر ہے جو گستاخان رسالت شروع سے کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کا ذکر کلام الٰہی میں آج سے چودہ سو سال سے قبل ہی کر دیا تھا اور انہیں یہ بھی جتلایا تھا کہ یہ عذر قابل قبول نہیں ہو گا۔ دیکھئے قرآن حکیم کا یہ ارشاد:

قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (التوبہ:65)

تم اللہ کے ساتھ۔ اس کے آیات کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزا (ہنسی مذاق) کرتے ہو۔ تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ بلاشبہ تم نے

ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

لی مون (Lemon) کے مقدمہ میں صفائی کے وکلاء کا تمام تر زور اسی نکتہ پر تھا کہ گے نیوز (Gay News) میں ملزم نے مسیح کے بارے میں ایسی بات تفریحاً یا دل لگی کے طور پر کی ہے جس میں اس کی نیت یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات بدنیتی سے کہی گئی ہے لیکن جیوری نے متفقہ طور پر قرآن مجید کے بیان کردہ فیصلہ کے مطابق ملزم کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور یہ قرار دیا کہ بلاس فیمی یا توہین مسیح کے کیس میں "نیت" یا "ارادہ" غیر متعلق (Irrelevant) ہیں کیونکہ جو بات جناب مسیح کے بارے میں کہی گئی ہے اس کا براہ راست تعلق ایک واضح حقیقت (Facts) سے ہے جس کی وجہ سے پیروان مسیح کے جذبات مشتعل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ بات اور ہر وہ چیز جو خدا، یسوع مسیح اور بائبل کی تضحیک، استہزا، توہین اور تنقیص کا باعث ہو وہ بلاس فیمی یا قانون توہین مسیح کے تحت لائق تعزیر جرم ہے۔ اس لئے لی مون کو بلاس فیمی لا کے تحت جیوری نے سزا سنائی۔ فیصلہ میں مزید کہا گیا کہ برطانیہ میں قانون تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذہب کا انکار کر دیا جائے وہ قابل گرفت جرم نہیں لیکن مذہب کے خلاف ناشائستہ اور اشتعال انگیز زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس طرح اہانت رسول کے بارے میں قرآن مجید کی یہ وعید کہ استہزا کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ بیسویں صدی میں خود منکرین ہی کے ذریعہ پوری کر کے دکھلا دی گئی۔ فیصلہ کا اقتباس جو (Blasphemy and Bigotry) کے عنوان سے برطانیہ کے کثیر الاشاعت روزنامہ The Times London میں 27 اگست 1988ء کو ڈیوڈ ہالو وائی (David Hollow) نے رپورٹ کیا ہے درج ذیل ہے:

BLASPHEMY AND BIGOTORY

"Sincerily" and an "atmosphere of reverence" are not a sufficient defence against blasphemy. The 1978 conviction of Denis Lemon, editor of "Gay News." for

publishing a poem suggesting that Jesus was a promiscuous homosexual established that the intention, or motive, of an artist is irrelevent. It is a question of fact: Is Chiristian religious feeling "outraged and insulted?"

The Law is clear: "Every publication is said to be blasphemous which contains any contemtuous, reving, scurrilous or ludicrous matter relating to God, Jesus Christ, or the Bible." The Law allows you to attack, subvert or deny the Christian religion, but not in a way that is "indecent" or "Intemperate."

راقم کے قیام انگلستان کے دوران یا اس کے بعد مندرجہ بالا فیصلہ کی کوئی تردید نظر سے نہیں گزری۔

امریکہ اور اس کی اکثر سیکولر ریاستوں میں قانون توہین مسیح کو امریکی آئین کے بنیادی انسانی حقوق کے منافی نہیں قرار دیا گیا۔ اس سلسلہ میں امریکہ کی سپریم کورٹ نے بڑے دوررس فیصلے دیے ہیں جو ملک عزیز کے معروضی حالات میں نہایت اہم ہیں۔ یہاں ہم امریکی سپریم کورٹ کے ایک معرکۃ آلاراء فیصلے سٹیٹ بنام موکس (State Vs Mokas) سے ضروری اقتباس پیش کریں گے، جس میں آزادی مذہب اور آزادی پریس کے بنیادی حقوق سے بحث کرتے ہوئے فاضل عدالت عظمیٰ نے جو متفقہ فیصلہ دیا ہے اس کی تلخیص حسب ذیل ہے:

''اگرچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں چرچ اور اسٹیٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ان میں باہمی کوئی ربط اور تعلق نہیں لیکن اسلام، بدھ مت اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں پیروان مسیح کی تعداد زیادہ ہے۔ حکومت کی زمام کار بھی ان ہی کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہر شعبہ زندگی میں ان کا اثر و رسوخ ہے اور عیسائیت ریاست اور ملک کی غالب اکثریت کا مذہب ہے۔'' فاضل عدالت نے اپنے بصیرت افروز فیصلہ میں تاریخ کے حوالہ سے لکھا ہے''اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں تہذیب و

تمدن کے آغاز ہی سے کسی ملک کے طرزِ حکومت کی تشکیل میں دین و مذہب کا نہایت اہم رول رہا ہے اور اس ملک کے استحکام اور بقا کا انحصار بڑی حد تک اس مذہب کے احترام اور تکریم سے وابستہ ہے جو وہاں کی غالب اکثریت کے دینی شعائر سے علیحدہ نہ ہونے والا لازمی حصہ ہے۔"

فاضل عدالت نے اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے "صدر امریکہ کی تقریب حلف وفاداری، اس کے علاوہ کانگرس اور مقننہ کی افتتاحی تقاریب اور عدالتوں کی کارروائی شہادت کا انجیل مقدس پر حلف سے آغاز سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ مملکت کے تکون یعنی عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کا بھی مذہب سے یک گونہ بالواسطہ تعلق ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے ریفرنس کا جواب دیتے ہوئے حتمی طور پر یہ قرار دیا ہے کہ آزادی مذہب اور آزادی پریس کے آئینی تحفظات اور بنیادی حقوق، توہین مسیح کے قانون اور اس کی بابت قانون سازی کی راہ میں مزاحم نہیں ہیں۔

امریکہ کی سپریم کورٹ کے اس معرکۃ الآراء اور تاریخی فیصلہ کا حوالہ ہم نے اپنی سپریم کورٹ کے تاریخ ساز فیصلہ ظہیر الدین والی اپیل میں آزادی مذہب اور بنیادی حقوق کے ایشو پر دوران بحث دیا تھا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے یہاں فیصلہ کے اصل متن کا متعلقہ حصہ انگریزی ہی میں درج کر رہے ہیں۔

The Relevant Portion reads as under:-

"It is farthest from our thought to claim superiority for any religious sect, society, or denomination, or even to admit that there exists any distinct, avowed connection between church and state in there United States or any individual state, but as distinguished from the religions of Confucius, Gautama, Muhhamad, or even Abraham, It may be truely said that, by reason of the nui ibe, influence, and station of its devotees within our territorial boundries, the religion of Christ is the prevailing religion of this country and of this state. With equal truth may it be

said that from the dawn of civilization, the religion of a country is a most important factor in determining its form of government, and that stability of government in no small measure depends upon the reverence and respect which a nation maintains towards its prevalent religion.

Within the limits of an opinion it would not be expected that all the tenets of the Christian religion could be exponded, or even enumerated, but for our purpose it will be enough to say that this religion teaches acknowledgement of the exitence, presence, knowledge and power of God, as related to human beings in all their walks of life, this religion teaches dependence upon God, this religion teaches reverence toward God and respect for Holy Scripture. Even as we are writing these words the man who is about to assume the duties of the high and responsible station of President of these United States, following the unbroken custom of more than a century, and to the end that his official vow may be more impressive and binding reverentiy says. "So help me God."and then pausing, with a kiss. Congress and state Legislatures open their sessions with prayer addressed to the God of the Christian religion. Judicial tribunals, anxious to discover and apply the truth, the whole truth, and nothing but the truth, require justice to be sworn by an oath which recognizes deity. Thus it will be seen that there is acknowledgement of God in each co-ordinate branch of government. Last any argument in support of

the recognition of God in the fundamental law of our state should be overlooked, we point to the very preamble of our Constitution: "We, the people of Maine, in order to establish justice, insure tranquility, provide for our mutual defence, promote our common welfare, and sequre to ourselves and our posterity the blessings of liberty, acknowledging with grateful hearts the goodness of the Sovereign Rule of the Universe in affording us an opportunity so favourable to the design, and imploring. His aid and direction in its accomplishment to ordain and establish the following Constitution." In view of all these things, shall we say that any word or dead which would express the God of the Christian religion, or the Holy Scriptures, "to contempt and ridicule", or which would rob official oaths of any of their sanctity, thus undermining the foundations of their binding force, would be protected by a constitutional religious freedom whose constitutional limitation is nondisturbance of the public peace? We register a most emphatic negative."

(State V. Mockus, 113 A, 39, 42, 120 ME. 84, 14A.L.871)

No more argument is required after the irrefutable reasoning of American Supreme Court to prove the law of contempt of the Holy Prophet (PBUH) to be justifiable in Pakistan.

یورپ کے قانون دان، بلاس فیمی کے قانون کی توجیہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ اس قانون کا محرک بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب پر حملہ دراصل ریاست پر حملہ کے

مترادف ہے۔ ان کی رائے میں اسی وجہ سے اکثر سیکولر ریاستوں میں بھی بلاس فیمی کو قابل تعزیر جرم بنا دیا گیا۔

مقننین کی اس منطقی توجیہ اور امریکہ کی سپریم کورٹ کے ان ناقابل تردید دلائل کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ مملکت خداداد پاکستان، جسے غلامان محمد عربی ﷺ نے علیحدہ قومیت کی بنیاد پر حاصل کیا تھا، جہاں ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے، جہاں پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کرے اور نہ ہی انتظامیہ کو شرح پیغمبر ﷺ سے سرمو اختلاف کی جسارت ہو سکتی ہے، تو ایسے میں کیا جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں ہر کسی کو یہ کھلی اجازت ہے کہ وہ مسلمانوں کے آقا و مولا سرکار ختمی المرتبت ﷺ جن کے نام و ناموس پر مسلمان اپنی جان و مال اور ہر چیز قربان کرنے کو حاصل حیات سمجھتا ہے کی شان میں گستاخی کرے اور قانون کی گرفت سے آزاد رہے۔

تاریخ کی یہ ایک معروضی حقیقت ہے کہ ماضی میں برطانیہ، امریکہ، روس اور یورپ کے کسی ملک میں بھی جب تک چرچ اور سٹیٹ، دین اور ریاست ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک ان سارے ملکوں میں چرچ کو مملکت پر برتری حاصل تھی اور وہاں یسوع مسیح کی پرستش ہوتی رہی اور اس کے درپردہ کلیسا کو ملک کے سیاہ وسفید پر اقتدار کلی حاصل تھا، جس نے نشہ اقتدار میں بدمست ہو کر انسانیت پر لرزہ خیز مظالم کیے، جس کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں چرچ اور مملکت، دین اور سیاست کی تفریق عمل میں آئی۔ اس لیے ان ملکوں نے سیکولر یعنی لادینی طرز حکومت کو اپنا لیا۔ اس کے باوجود ذوق پرستش ختم نہ ہو سکا۔ اور اس نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ اب یسوع مسیح کی بجائے ریاست کو فٹش (Fetish) یعنی پوجمان شے بنا لیا گیا اس لیے دنیا میں جہاں جہاں بھی سیکولر حکومتیں قائم ہوئیں، وہاں ریاست کی مخالفت کو سنگین جرم بغاوت اور غداری قرار دیا گیا۔ آج دنیا کے تمام ملکوں میں خواہ وہ سیکولر ہوں یا غیر سیکولر جرم بغاوت کا قانون موجود ہے، جس کی سزا سزائے موت مقرر ہے۔ جو لوگ اس جرم کے الزام میں ماخوذ

ہوں، انہیں گولیوں سے اڑا دیا جاتا ہے یا پھر انہیں تختہ دار پر کھینچا جاتا ہے۔ امریکہ جیسے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں بھی انہیں گیس چیمبرز، الیکٹرک چیئر میں بٹھا کر اذیت ناک طریقہ سے مار دیا جاتا رہا ہے اور جس ملک میں اس جرم کی سزا، عمر قید ہے، وہاں ایسے ملزموں کو عقوبت خانوں میں تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے بند کر دیا جاتا ہے، مگر اس قانون کے خلاف آج تک کسی نے لب کشائی نہیں کی، تو پھر کیا پاکستان ہی میں، جو اس محسن انسانیت ﷺ کی نسبت غلامی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا اور جن کا نام نامی ہی اس ملک کے قیام اور بقا کا ضامن ہے، اس کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والوں کے خلاف قانون توہین رسالت، قابل اعتراض قانون ہے! قانون توہین رسالت پر اعتراض دراصل دین و مذہب بلکہ اپنی عقل و دانش اور فہم و فراست سے یکسر انکار ہے۔

نور کے سانچے میں ڈھالا ہو خدا نے جس کو
اپنے جیسا جو کہے اس کو، وہ فطری مجہول

وہ نہ ہوتے، تو ذرا دیدہ وروں سے پوچھو
ہوتا کیوں کر کوئی پیغامِ سماوی موصول

امرِ لازم ہے یہ ہر مردِ مسلماں کے لیے
عزتِ آلِ نبی، حرمت اتباعِ رسول

صرف توحید کا شیطاں بھی قائل ہے یوں تو
شرطِ ایماں ہے محمد ﷺ کی اطاعت، یہ نہ بھول

صاف باطن ہے تو بھیج ان پہ درود اور سلام
ورنہ میں چھیڑوں گا پھر ذکر اُبَی ابن سلول

دیدۂ عقل سے دیکھ اس کو نہ مردِ ناداں!
کہ دلائل سے الجھنا ہے خرد کا معمول

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

اسلامی ملکوں میں قانون

توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا بھر میں اس قانون کے نفاذ کی ایک جائزہ رپورٹ

قبل ازیں ہم نے شاتم رسول ﷺ کے بارے میں قرآن و حدیث اور ائمہ فقہ کے احکام بیان کرتے ہوئے محدثین، فقہا اور علماء کی تحقیق و اجتہاد کا ذکر مختلف ادوار کے حوالہ سے کیا ہے، اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، وہاں شاتم رسول کو سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے قانون عام (Common Law) کے طور پر نافذ رہا ہے۔ چنانچہ حجاز، شام، عراق، مصر، سوڈان، مراکش، سپین، ترکی، سمرقند، بخارا، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بھی جب تک اسلامی قانون نافذ رہا ہے، شاتم رسول ﷺ کو سزائے موت بطور حد دی جاتی رہی اور کسی مسلک یا مذہب اور مکتب فکر کے گروہ یا جماعت نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور مسلمہ طور پر یہ مذہب جمہور چلا آرہا ہے۔ دیگر پیروان مذاہب و ادیان نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی کیونکہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات تو یہ رہی ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور پیغمبران مذاہب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، البتہ فضیلت اور اتمام نعمت کا معاملہ اور ہے۔ اسلام تو اپنے پیروان مذہب کو اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ وہ دیگر مذاہب و ادیان کے معبودوں تک کو، جو معبود حقیقی نہیں، برا بھلا نہ کہیں تا کہ انہیں خدائے بزرگ و برتر اور پیغمبر برحق ﷺ کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔ اس کے باوجود اگر کوئی بدبخت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور مذہب کے فرستادہ پیغمبر کی توہین اور تنقیص کرتا ہے، تو اسلام نے اس کے لیے جائز طور پر سزائے موت تجویز کی ہے۔

یورپ میں جب مسلمانوں کی حکومت سپین میں قائم ہوئی، تو وہاں کے عام شہریوں کو کلیسا اور پادریوں کے خود ساختہ نام نہاد مذہبی قوانین کی سخت گیری سے نجات ملی اور اس کے بجائے اسلام کے عادلانہ اور فلاحی نظام کی بدولت انہیں خوش حالی، تعلیم و تمدن اور امن و سلامتی نصیب ہوئی۔ لیکن چونکہ اہل کلیسا کے ہاتھوں سے اقتدار جاتا رہا، اس لیے ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف آتش انتقام بھڑک اٹھی، جس نے انہیں پاگل کر دیا۔ اگر وہ مسلمانوں کی حکومت یا ان کے نظام حکومت پر تنقید کرتے یا اس کے خلاف ہرزہ سرائی بھی کرتے، تو حکومت وقت اسے نظر انداز کر دیتی کیونکہ خلفائے راشدین اور مسلمان حکمرانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی ذات پر حملہ کرنے والوں کو معاف کرتے رہے ہیں، جس کا عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو بخوبی علم تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے لیے اگر کوئی چیز ناقابل برداشت ہے تو وہ ان کے آقا و مولا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی ہے، اس لیے سپین کے پادری اور ان کے حواریوں نے ایک باقاعدہ منظم سازش کے تحت شماتت رسول ﷺ کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ اس سلسلہ میں جناب سید سلطان محمد شاہ نے تاریخی حوالوں سے ایک مبسوط مقالہ "اسپین میں تحریک شماتت رسول ﷺ" لکھا ہے۔ جس سے متعلقہ اقتباس صاحب مضمون کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ اس مقالہ کا ماخذ زیادہ تر لین پول اور ڈوزی جیسے متعصب عیسائی مورخین کی تصانیف ہیں، جن میں واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان مورخین نے اسپین کے مسلمان حکمرانوں کی رواداری، عدل گستری، اسلامی مساوات اور ان کے دور میں علوم و فنون، تہذیب و تمدن، فلسفہ اور سائنس کے فروغ کو تسلیم کیا ہے مگر پھر بھی اسلام کے خلاف ان کی ہرزہ سرائی نمایاں ہے۔

سپین میں تحریک شماتت رسول ﷺ:

"مسلمان اندلس میں حکمران ہوئے تو انہوں نے عیسائیوں سے رواداری کا سلوک کیا۔ عبدالرحمن الاوسط انتہائی رحم دل حکمران تھا۔ اس کے عہد میں سپین میں بہت

سے نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ مسلمانوں کے عمدہ اخلاق نے عیسائیوں کو بہت متاثر کیا اور وہ عربی زبان اور اسلامی تمدن کی طرف مائل ہو گئے۔ نصرانی پادریوں کو اس پر سخت غصہ اور رنج ہوا۔ اسی زمانے کا ایک متعصب عیسائی الوارد رقم طراز ہے:

''میرے ہم مذہب عیسائی عربوں کی شاعری اور افسانوں سے حظ اٹھاتے ہیں۔ وہ مسلمان فقیہوں اور فلسفیوں کی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں۔ اس غرض سے نہیں کہ ان کی تردید کریں بلکہ اس لیے کہ صحیح اور نفیس عربی لکھنی آ جائے۔ پادریوں کو چھوڑ کر آج کون سا عیسائی ہے، جو کتب مقدسہ کی تفسیریں لاطینی زبان میں مطالعہ کرتا ہو۔ کون سا عیسائی ہے، جو انجیل یا انبیاء اور حواریوں کے حالات پڑھتا ہو۔ افسوس کہ ایسے نوجوان عیسائی، جو ذہانت اور لیاقت میں اونچا درجہ رکھتے ہیں، ان کو سوائے عربی کے کسی اور زبان سے واقفیت نہیں۔''

جونہی عیسائیوں میں مشرقیت بڑھتی گئی، پادریوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ان کے نفرت بھرے جذبات بڑھتے گئے۔ امیر عبدالرحمن کی رواداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے شماتت رسول ﷺ کی تحریک شروع کی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لین پول لکھتا ہے:

''اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں، ان کی طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اندلس کے پادری، کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے، لیکن اسلامی حکومت کی اس روادارانہ روش سے ان کو عیسائیوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا، اس لیے انہوں نے چند غالی مسیحیوں میں یہ خیالات پیدا کیے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے حکمرانوں کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تا کہ روح کا تزکیہ وتقدیس ہو سکے۔ اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب یولوجیس تھا۔ وہ مجاہدے کی راہبانہ زندگی کی وجہ سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے چند نوجوانوں میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ

اپنی روح کو پاک کرنے کے لیے اس نئے دین اسلام اور اس کے داعی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر شب وشتم کریں۔ اسلامی قانون کی رو سے اسلامی حکومت میں شاتم رسول کی سزا قتل ہے۔ گویا یہ نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کی پیروی کریں گے اور اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لیے صلیب پر چڑھ جائیں گے۔"

"امیر عبدالرحمن کے عہد دولت کے آخری ایام عیسائیوں پر (ان کی ناپاک جسارت کے سبب) سختی اور تشدد کی وجہ سے بہت برے گزرے۔ عیسائی مذہبی دیوانے، بے ہودہ شہرت اور مفروضہ قربانی کی خاطر مسجدوں کو ناپاک بنا دیتے اور نبی اکرم ﷺ کی شان عالی میں بے ہودہ باتیں کہتے۔ سختی سے کام لیا گیا اور نرمی سے بھی لیکن یہ سلسلہ بند نہ ہوا۔ ان واقعات نے امیر کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ 852ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔"

"شماتت رسول کی یہ تحریک امیر عبدالرحمن الاوسط کے دور میں شروع ہوئی اور اس کے فرزند ارجمند امیر محمد بن عبدالرحمن کے عہد میں اپنے انجام کو پہنچی۔ دونوں باپ بیٹوں نے توہین رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شرعی قانون کے مطابق سزائے موت کا فرمان جاری کیا تھا۔ یہ تحریک 234 ہجری (850ء) میں شروع ہوئی اور 246 ہجری (860ء) میں ختم ہوئی۔"

اس دوران بہت سے شاتمان مصطفی ﷺ کو واصل جہنم کیا گیا۔ سٹینلے لین پول کے بقول 851ء کے موسم گرما کے دو مہینے سے کم عرصے کے اندر گیارہ گستاخوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ہیرلڈ لیمور تعداد بتائے بغیر بہت سے عیسائیوں کے قتل کیے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں 53 افراد کے شماتت رسول ﷺ کی پاداش میں قتل کیے جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ این میری شمل بھی عیسائی گستاخوں کی دانستہ طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی بے ادبی کرنے کی سزا میں قتل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اب ان بدبختوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے جھوٹی شہرت کے لیے اپنی آخرت برباد کر لی۔

یولوجیئس :

اندلس میں چلائی جانے والی تحریک شماتت رسول ﷺ کا بانی پادری یولوجیئس تھا۔ وہ قرطبی خاندان کا آدمی تھا۔ یہ خاندان جس قدر عیسائی مذہب سے شغف رکھتا تھا، اسی قدر اسلام سے عداوت رکھنے میں مشہور تھا۔ یولوجیئس کا دادا (اس کا نام بھی یولوجیئس ہی تھا) جس وقت مسجد کے مینار سے موذن کی آواز سنتا تھا، تو اپنے جسم پر نشان صلیب بناتا تھا اور داؤد نبیؑ کا یہ زبور گانے لگتا تھا۔ ''اے خدا! چپ نہ ہو۔ اے خدا! چین نہ لے، کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں، سر اٹھایا ہے۔'' یولوجیئس کی تعلیم شروع ہی سے اس غرض سے ہوئی تھی کہ پادری بنے۔ خانقاہ سنط زولوس کے پادریوں کی شاگردی میں اس نے رات دن اس قدر محنت کی کہ اپنے ہم مکتبوں ہی سے نہیں بلکہ استادوں سے بھی (مسلم دشمنی میں) بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر قرطبہ کے مشہور و معروف مسیحی علماء بالخصوص رئیس راہبان اسپرا کے درس میں شریک ہونے لگا، جو انتہائی متعصب اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے یولوجیئس پر اپنا اثر دکھایا اور اسی رئیس راہبان نے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے وہ عداوت پیدا کر دی جو بعد میں یولوجیئس کی طبیعت کا خاصا ہو گئی۔

یولوجیئس شروع میں سنت زولوس کے گرجا میں شماس کے عہدے پر مقرر ہوا، پھر وہاں کا پادری ہو گیا۔ عیسائی اس کی نیکیوں کی تعریف کرنے لگے۔ یہ بد بخت جہاں پیغمبر ﷺ سے عداوت رکھتا تھا، وہاں جب بھی کوئی مہوش اور پری جمال چہرہ دیکھتا، اس کی زلف پر پیچ کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی نے کئی موقعوں پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یولوجیئس دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ لکھتا ہے ''راہبات کی خانقاہوں کا جا کر معائنہ کرنے میں اس کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔'' ایک اور مقام پر لکھتا ہے ''باوجود اس سخت اور افسردہ زندگی کے، عشق مجازی کی ایک نازک شعاع نے اس کے دل کو روشن کر دیا۔''

قرطبہ کے اسی پادری نے 850ء میں سرِ عام پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اور بے ادبی کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ امیر عبدالرحمن کا دورِ حکومت تھا۔ یولوجیئس نے لاطینی زبان میں کسی عیسائی کی لکھی ہوئی پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کی کتاب کا مطالعہ کیا، جس میں معجزات مصطفی ﷺ کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔ اس سے اس کے دل میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نفرت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اتفاق سے اس کی ملاقات رسول اکرم ﷺ پر سب وشتم کرنے کی سزا میں کوڑے کھانے والی فلورا سے ہوگئی۔ پہلی ملاقات ہی میں اس نے یولوجیئس کو اپنے دام محبت میں اسیر کر لیا۔ ایک خط میں پہلی ملاقات اور کوڑوں کے زخموں کا ذکر کرتے ہوئے یولوجیئس اپنی محبوبہ فلورا کو لکھتا ہے:

''ایک زمانہ تھا کہ تم نے اپنی مجروح گردن، جس پر تازیانے کے نشان تھے، مجھے دکھانے کی عزت بخشی تھی۔ افسوس اس وقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال، جن میں حسین گردن چھپی رہتی تھی، موجود نہ تھے...... نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر ہمت نہ پڑی...... جس وقت تم سے رخصت ہوا تو زمین پر میرے قدم اس طرح پڑتے تھے جیسے کوئی خواب میں چلتا ہو اور میری آہوں کا یہ حال تھا کہ بند ہونا نہ جانتی تھی۔''

یہ ہے اس رسوائے زمانہ شخص کا ذاتی کردار، جو خلاصہ موجودات اور دیباچہ کائنات ﷺ جیسی ہستی کے متعلق نازیبا باتیں گھڑتا اور عیسائیوں کو ان کی توہین وتضحیک پر اُکساتا تھا۔ امیر عبدالرحمن نے تحریک شماتت رسول ﷺ کے سرگرم ارکان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان میں یولوجیئس بھی تھا۔ جب فلورا کو بھی زنداں میں ڈالا گیا، تو یہاں بچھڑے دلوں کو ایک بار پھر وصل کی گھڑیاں میسر آئیں، جس کا یولوجیئس بے چینی سے منتظر تھا۔ یہاں اس نے اپنا رسالہ ''یادگار شہدائ'' مکمل کیا اور 24 نومبر 851ء کو اپنی محبوبہ فلورا کے قتل پر ایک پُر درد گیت لکھا۔ اس کے بعد عبدالرحمن کی وفات سے ایک سال قبل اسے رہا کیا گیا، لیکن یہ اپنی مجنونانہ حرکتوں سے باز نہ آیا اور عبدالرحمن کے فرزند کے ہاتھوں کیفر کردار کو

پہنچا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی چلائی ہوئی تحریک خود بخود ختم ہوگئی۔ لیور مور نے لکھا ہے کہ یولوجیئس کا 859ء میں سر قلم کیا گیا۔

(کیمبرج میڈیول ہسٹری ج سوم ص 417-416 میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ مطالعہ مزید کے لیے ول ڈیوراں ''عہد مذہب'' صفات 301-300 رابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام صفحہ 268)۔

فلورا:

فلورا قرطبہ کی ایک نوجوان اور حسین دوشیزہ تھی۔ اس نے تحریک شماتت رسول ﷺ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خود کو جہنم کا ایندھن بنا کر اپنی جوانی کی خواہشات کو دل میں بسائے یولوجیئس کی آنکھوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوگئی۔ فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ ماں نے اسے عیسائیت کی تعلیم دی۔ بائبل کی اس عبارت سے کہ ''وہ شخص جو لوگوں کے سامنے میرا انکار کرے گا، میں اس باپ کے سامنے، جو آسمان میں، اس سے انکار کر دوں گا۔'' اس کے جذبات برانگیختہ ہوئے۔ وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی اور عیسائیوں میں جا کر پناہ گزین ہوگئی۔ جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریوں کے سر ڈالی گئی تو وہ گھر واپس آئی اور دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا۔ بھائی نے اس کو سمجھایا مگر وہ عیسائیت پر قائم رہی۔ اس کا معاملہ شرعی عدالت میں لایا گیا۔ اس کے بھائی نے قاضی سے کہا ''یہ میری بہن ہے۔ ہمیشہ اسلام کی عزت کرتی تھی اور میرے ساتھ نماز روزہ کرتی تھی مگر عیسائیوں نے اسے گمراہ کر دیا۔ ہمارے رسول مقبول ﷺ کی طرف اس کے دل میں نفرت پیدا کی اور اس بات کا یقین دلایا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا ہے۔'' قاضی نے فلورا سے پوچھا ''تمہارا بھائی جو کچھ کہتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟'' فلورا نے جواب دیا: ''قاضی! کیا تُو اس بے دین کو میرا بھائی کہتا ہے؟ یہ میرا بھائی نہیں ہے، میں اس کو اب اپنا بھائی نہیں سمجھتی۔ جو کچھ وہ کہتا ہے، سب جھوٹ ہے۔ میں کبھی مسلمان نہ تھی۔ میں نے بچپن سے ہمیشہ مسیح پر ایمان رکھا اور مسیح ہی میرا

خدا ہے۔"

قاضی نے فلورا کی کم سنی کے باعث اس کے قتل کا حکم جاری کرنے کے بجائے اس کی گردن پر کوڑے لگوائے اور اسے بھائی کے حوالے کر کے کہا "اس کو دین برحق کی تعلیم دو۔ اگر پھر بھی وہ اس حالت کو نہ بدلے تو اسے میرے پاس لاؤ۔" اسے گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ چند دن بعد وہ چھت پر چڑھ کر وہاں سے گلی میں کود گئی اور ایک عیسائی کے گھر میں روپوش ہوگئی۔ یہیں اس کی ملاقات یولوجیئس پادری سے ہوگئی، جو اس کے عشق میں گرفتار ہوا۔ کافی عرصہ کے بعد ایک دن کلیسا گئی اور وہاں میری نامی عیسائی لڑکی سے ملی۔ وہ بھی اس کی طرح آنحضرت ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ کہتی تھی، چنانچہ دونوں قاضی کے پاس آئیں اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات پے در پے کہے۔ قاضی نے ان کو باز رہنے کی تلقین کی۔ پھر گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیج دیا جہاں یولوجیئس پہلے ہی قید تھا۔ یہ دونوں لڑکیاں گستاخی کا ارتکاب کرتی رہیں، چنانچہ 24 نومبر 851ء کو انہیں قتل کر دیا گیا۔ لیکن پول اس کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ فلورا اگر کسی جائز مقصد پر اپنی جان قربان کرتی تو اس سے زیادہ ناموری کی مستحق ہوتی۔

اسحاق راہب:

اسحاق قرطبہ کے عیسائی ماں باپ کا بیٹا تھا۔ عربی زبان خوب جانتا تھا۔ ابھی نوعمر ہی تھا کہ امیر عبدالرحمن کے دربار میں اس کو کاتب کی جگہ مل گئی۔ لیکن 24 برس کی عمر میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر حبانوس کی مسیحی خانقاہ میں گوشہ نشین ہو گیا، جہاں متعصب پادریوں کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے اس کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ وہ اپنی جان دے کر بزرگی حاصل کرے۔ ایک دن وہ خانقاہ سے نکل کر قرطبہ پہنچا اور قاضی کے سامنے آ کر کہا "میں آپ کا دین قبول کرنا چاہتا ہوں۔ مہربانی کر کے آپ مجھے اس کی ہدایات دیں۔" قاضی اس سے خوش ہو کر اسے دین اسلام کے متعلق بتانے لگا تو اس نے برملا حضور اکرم ﷺ پر سب وشتم کیا۔ جب قاضی نے سمجھایا

تو اس کو بھی برا بھلا کہا۔ قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔ امیر عبد الرحمان نے اس گستاخ رسول کی بابت حکم جاری کیا کہ اسے پھانسی دی جائے۔ چنانچہ جون 851ء میں ان احکام کی تعمیل ہوئی۔

سانکو:

اسحاق کے قتل کے دو دن بعد ایک افرانجی عیسائی نے، جس کا نام سانکو تھا اور امیر عبد الرحمن کی محافظ فوج کا ایک سپاہی اور پادری یولوجیئس کا شاگرد تھا، پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دیں اور قتل ہو کر واصل جہنم ہوا۔ رائن ہارٹ ڈوزی کے علاوہ لین پول کی کتاب کے ترجمے میں اس کا نام سانچو لکھا ہے۔ شاید اصل نام سینکو تھا۔

جرمیاس اور چھ راہب:

سانچو کے قتل کے بعد اتوار کے دن (7 جون 851ء) چھ راہب جن میں ایک اسحاق کا چچا جرمیاس اور دوسرا ایک راہب جالبتوس تھا، جو اپنے حجرے میں ہمیشہ تنہا پڑا رہتا تھا..... قاضی کے سامنے آئے اور کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائیوں سانکو اور اسحاق کے الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں اور پھر پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب و شتم کرنے لگے۔ یہ چھ کے چھ قتل کر دیے گئے۔ لین پول نے بھی ان کے نام بتائے بغیر ان کے توہین رسول ﷺ کے ارتکاب کرنے اور قتل کر دیے جانے کا ذکر کیا ہے۔

سیسی نند:

سنت ایکس کلوس کے گرجا کا ایک پادری، جس کا نام سیسی نند تھا، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کا مرتکب ہو کر واصل جہنم ہوا۔

پولوس:

پولوس سنت ایکس کلوس کے گرجا میں شماس تھا۔ سیسی نند نے قتل ہوتے وقت

اسے اس ذلت کی موت مرنے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ یہ لعین بھی سیسی نند کے قتل کے چار دن بعد جولائی کو حضور سید عالم ﷺ کے خلاف نازیبا کلمات کہنے کے باعث قتل کر دیا گیا۔

تھیودومیر:

تھیودومیر شہر قرمونہ کا ایک جوان راہب تھا۔ توہین رسول ﷺ کا مرتکب ہو کر مسلم حکومت کے حکم سے قتل ہوا۔

آئزک:

آئزک عیسائی نے بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کئے گئے اس نے بھی سب وشتم شروع کر دیا۔ قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہو گیا۔ اس نے اس ذلیل کو ایک طمانچہ رسید کر کے کہا کہ جانتا ہے کہ اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے۔ اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین داری کے لئے ستائے گئے۔ آسمان کی بادشاہت الٰہی کے لیے ہے۔ اس شاتم رسول کو بھی قتل کر دیا گیا۔ شاید آئزک، جرمیاس اور جالبتوس کا ساتھی تھا۔ کیونکہ پروفیسر رابن ہارٹ ڈوزی نے میری کے ذکر میں آئزک کو مذکورہ بالا چھ راہبوں میں شمار کیا۔

(رابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام)

میری:

میری آئزک کی بہن تھی جو قرطبہ کی ایک مسیحی خانقاہ کی راہبہ تھی۔ اتفاقاً اس کی ملاقات فلورا سے ہو گئی۔ دونوں نے قاضی کے سامنے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں بے ادبی کی۔ میری نے قاضی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ان چھ "شہیدوں"

میں سے ایک کی بہن ہوں جو تیرے پیغمبر ﷺ کو دشنام دے کر قتل ہوا ہے۔ پھر اس نے بھی دشنام طرازی کی۔ چنانچہ اسے بھی فلورا کے ساتھ 24 نومبر 851ء کو قتل کر دیا گیا۔

یہ ان بدنصیب مردوں اور خواتین کا ذکر تھا جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور ان کو امیر عبدالرحمن اور اس کے بیٹے محمد بن عبدالرحمن کے عہد میں قتل کیا گیا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ مسلم مؤرخین نے اول تو ان کا ذکر کرنا ہی مناسب نہیں سمجھا اور اگر ان کے متعلق کچھ لکھا بھی ہے تو انتہائی مختصر لکھا ہے۔ تاہم مسیحی مؤرخین نے خوب بڑھا چڑھا کر اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

تحریک شماتت رسول ﷺ کا اختتام:

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس تحریک کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور زیادہ تر پادری ہی لقمہ اجل بنے۔ کیونکہ عیسائی شرفاء امیر عبدالرحمن کے اس قدر گرویدہ اور جاں نثار تھے کہ انہوں نے اپنی متحدہ کوشش سے عوام الناس کو پادریوں کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھا۔ سب ان خود غرض پادریوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ عربوں کی حکومت سے ہم کو کیا نقصان پہنچا ہے جو ہم بلاوجہ تمہارا ساتھ دیں اور اپنی جانوں اور آزادی کو کھو دیں۔ ہم ہر طرح سے آزاد اور ہماری جان اور مال ہر طرح محفوظ ہے۔ عرب ہمارے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے۔ ہم بالکل مطلق العنان اور خوش حال ہیں۔ ان فوائد کے عوض محض حکومت کی تمنا میں (جیسا کہ پادری چاہتے تھے) اپنی جان اور مال تلف کر دینا عقل و دانش سے بالکل بعید ہے۔ لین پول لکھتا ہے "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی "شہداء" راہِ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے اپنی عزیز جانوں کو مفت ضائع کیا اور انہوں نے جو کچھ کیا، فی الجملہ برا کیا۔"

295-C اور آسیہ مسیح

صادق علی زاہد☆

۱۴۔۰۶۔۲۰۰۹ء کو ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں چک نمبر ۳ اٹانوالی کی کچھ عورتیں فالسہ کے باغ میں مزدوری پر فالسہ توڑ رہی تھیں، دو عورتوں نے پانی پینے کی خواہش ظاہر کی تو مذکورہ عیسائی عورت جو کہ خود پانی پی رہی تھی، نے اپنے پانی کے برتن میں پانی ڈال کر مسلمان عورتوں کو دینا چاہا تو مسلمان عورتوں نے یہ کہہ کر اس سے پانی لینے سے انکار کر دیا کہ وہ عیسائی ہے، اس پر مذہبی گفتگو شروع ہو گئی تو دوران گفتگو مذکورہ عیسائی عورت نے نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کئے، جن کا خلاصہ یہ ہے، نقل کفر کفر نباشد نعوذ باللہ علی ذلک

''تمہارے نبی موت سے ایک ماہ قبل سخت بیمار پڑے رہے حتیٰ کہ تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں (نعوذ باللہ) کیڑے پڑ گئے تھے تمہارے نبی نے مال و دولت کے لالچ میں خدیجہ سے شادی کی اور مال و دولت بٹورنے کے بعد اسے گھر سے نکال دیا، قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود ساختہ کتاب ہے۔''

یہ باتیں سن کر مسلمان عورتوں کا مذکورہ عیسائی عورت سے جھگڑا شروع ہو گیا، جھگڑے کا شور سن کر کھیت کا مالک ادریس اور اس کی بیوی جو قریبی ڈیرہ پر موجود تھے موقع پر آ گئے، معاملہ سنا اور عیسائی عورت نے مذکورہ بیان شدہ الفاظ کا کہنا تسلیم کیا تو ادریس نے اسے اپنے کھیتوں میں سے چلے جانے کا کہا تو وہ چلی گئی، مسلمان عورتوں نے گاؤں پہنچ کر یہ بات اپنے اپنے گھروں میں کی تو گاؤں میں اشتعال پیدا ہو گیا اور گاؤں کے معزز افراد پر مشتمل پنچائت اکٹھی ہوئی جس میں عیسائی لوگ بھی موجود تھے اور

☆ ننکانہ صاحب (پنجاب)

مذکورہ عیسائی عورت کو بلا کر مذکورہ گفتگو کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے ان الفاظ کا کہنا تسلیم کیا اور معافی بھی مانگی۔ اس پر گاؤں میں مزید اشتعال پیدا ہو گیا اور مذکورہ عورت کے خلاف قاری محمد سالم کی مدعیت میں تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں برائے اندراج مقدمہ درخواست گزاری گئی، ۱۹۔۰۶۔۲۰۱۰ء کو پولیس نے مقدمہ نمبر ۳۲۶/۰۹ بجرم ۲۹۵ سی درج کر کے ملزمہ کو اسی دن اس کے گھر سے گرفتار کر لیا۔

چونکہ اس جرم کی تفتیش ایس پی عہدہ کا پولیس افسر کر سکتا ہے، ننکانہ صاحب میں ایس پی انویسٹی گیشن موجود نہ ہونے کی وجہ سے، اس مقدمہ کی تفتیش سید محمد امین ایس پی انویسٹی گیشن شیخوپورہ کے سپرد ہوئی جس نے مکمل تفتیش کی، دونوں پارٹیوں کو اپنے دفتر طلب کیا، بیانات قلمبند کئے، پھر جیل میں جا کر ملزمہ کے بیانات قلمبند کئے اور اپنی تفتیش میں ملزمہ کو گنہگار لکھا۔ مثل مقدمہ چالان مکمل ہو کر عدالت میں پہنچی اور سماعت جناب نوید اقبال صاحب ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب کے سپرد ہوئی، کیس کی باقاعدہ سماعت شروع ہوئی، گواہان نے عدالت میں پیش ہو کر بیانات قلمبند کرائے، ایس پی انویسٹی گیشن نے بھی بطور گواہ عدالت میں پیش ہو کر اپنا بیان قلمبند کرایا، عورت گناہ گار ثابت ہو گئی تو مورخہ ۰۸۔۱۱۔۲۰۱۰ء کو جناب محمد نوید اقبال جج صاحب نے ملزمہ کو سزائے موت سنا دی۔ مکمل پولیس ریکارڈ جس میں مدعی، گواہان، ملزمہ اور پولیس کے مفصل بیانات لگے ہوئے ہیں اور مفصل عدالتی فیصلہ جس میں پورے مقدمہ کی تفتیش کا خلاصہ اور حالات و واقعات بیان کرنے کے بعد سزائے موت سنائی گئی ہے، کی فوٹو سٹیٹ کاپی میرے پاس موجود ہے جس کی روشنی میں یہ تحریر آپ کی خدمت میں روانہ کی جا رہی ہے۔

اگلے دن معمول کے مطابق یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو میڈیا میں شور برپا ہو گیا جو کہ آج تک جاری ہے، گورنر پنجاب سلمان تاثیر اس سلسلہ میں بہت پیچ و تاب کھا رہا ہے، عید سے اگلے دن گورنر نے اپنی بیٹیوں اور بیوی کو ساتھ لے کر جیل کے اندر ملزمہ سے ملاقات کی، ملزمہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کی پولیس اور عدلیہ کی کئی ماہ کی

انکوائری اور تحقیقات پر بیٹھے بٹھائے پانی پھیر کر ملزمہ کو بے گناہ قرار دے دیا اور اسے جلد ہی بری کر دیئے جانے کی نوید سنا کر چلا گیا۔کل سے یہ خبر بھی میڈیا پر چل رہی ہے کہ ملزمہ کو رہا کر دیا جائے گا۔

ان حالات میں جناب والا سے گزارش ہے کہ اپنے وسائل اور اختیارات کے مطابق ہر فورم پر احتجاج کر کے اس دریدہ دہن عورت کو کیفر کردار تک پہنچانے میں اپنا حصہ ڈال کر عند اللہ اور عند رسول اللہ ﷺ سرخرو ہوں۔

محترم پروفیسر فضل حسین صاحب اعوان، لاہور:

اٹانوالی کی آسیہ کا معاملہ انسانی حقوق کا ہوتا تو اسلام سے بڑا کوئی مذہب انسانی حقوق کا علمبردار نہیں۔دین حق کے پیروکار اور انسانیت کے محسن حضور ﷺ کے نام لیوا آسیہ کی مدد کو پہنچ جاتے۔ایک خاتون پر ظلم تو دور کی بات اس کی طرف اٹھنے والی انگلی بھی حضور ﷺ کے امتیوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتی۔یہاں تو ایک خاتون کی جان داؤ پر لگی ہوئی ہے اب کچھ لوگ آسیہ کو پھانسی کے پھندے سے اتار لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔کچھ تو اس قانون کا ہی خاتمہ چاہتے ہیں جس کے تحت آسیہ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔کیا یہ لوگ جذبہ صادق کے تحت ایسا کر رہے ہیں۔ان کو انسانی حقوق نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا یا یہ دین میں جدت پسندی کو در لانے کی خواہش رکھتے ہیں۔یہ تو طے ہے دین اسلام میں رہنا ہے تو خود کو اس کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔دین کو اپنی خواہشات کے مطابق قطعاً قطعاً نہیں بدلا جا سکتا۔اگر کسی کے اندر یہ احساس جاگزیں ہو گیا ہے کہ اسے مسلمان گھرانے کے اندر پیدا نہیں ہونا چاہئے تھا تو وہ اس کا ازالہ اور مداوا آج بھی کر سکتا ہے۔کہ وہ دین اسلام چھوڑ جائے۔دین چھوڑنے کے بعد معمولی سی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔اپنے سر کی صورت میں۔آئیں میدان میں اور اپنے باطن کا کھل کر اظہار فرما دیں۔

آسیہ کا معاملہ صرف پانی تک محدود نہیں۔پانی کی بات ہوتی ہے تو ہم

مسلمانوں کے دل پسیج جاتے ہیں ہمیں واقعہ کربلا یاد آجاتا ہے کوئی مسلمان کسی دوسرے انسان کو پیاسا نہیں دیکھ سکتا۔ آسیہ کو کسی نے پانی پینے سے منع نہیں کیا۔ وہ مسلمان خواتین کے ساتھ کھیت میں فالسہ توڑ رہی تھی اس نے مسلمان خواتین کو پانی پلانا چاہا تو انکار پر آگ بگولا ہوگئی۔ پانی نہ پینے کی وجہ آسیہ کا عیسائی اور دیگر خواتین کا مسلمان ہونا تھا۔ آسیہ نے اس موقع پر جو کچھ کہا وہ تھانہ ننکانہ صاحب میں درج ہونے والی ایف آئی آر میں موجود ہے۔ یہ ایف آئی آر میرے سامنے ہے۔ آسیہ نے جو کچھ کہا وہ لکھنے سے قلم لرزاں ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی بیماری انتقال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز ریمارکس دیئے۔ ملعونہ نے شان رسالت میں جو کچھ کہا میں نے زندگی میں ایسا پہلی بار پڑھا یا سنا ہے۔ جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود آسیہ کی وکالت کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ آسیہ نے کیا کہا؟ اگر معلوم نہیں تو ایف آئی آر منگوا کر پڑھ لیں۔

معزز شہری حضرات اور ایس پی شیخوپورہ سید محمد امین کی موجودگی میں آسیہ نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی ۱۹ جون ۲۰۰۹ء کو آسیہ پر مقدمہ درج ہوا اس کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب نے ۱۱ نومبر ۲۰۱۰ء کو ملزمہ کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ گورنر پنجاب جیل میں جا کر آسیہ سے ملے اور کہا کہ ان کی تحقیق کے مطابق آسیہ بے گناہ ہے۔ جس مقدمے کے فیصلے میں ڈیڑھ سال لگ گیا گورنر صاحب نے ایک دن کی تحقیق سے اسے غلط قرار دے کر اپنے فیصلے کو مبنی برحقیقت قرار دے دیا کیوں نہ فوری اور سستے انصاف کیلئے سارے مقدمات گورنر صاحب کو ریفر کر دیے جایا کریں۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ اور وکلاء اس پر غور فرمائیں۔ فوری سستے انصاف کے خواہش مند مدعی براہ راست گورنر سے رجوع کر لیا کریں۔

گورنر نے "تحفظ ناموس رسالت" قانون کو کالا قانون قرار دیا ان کی دیکھا دیکھی مغربی ممالک کی پروردہ این جی اوز نے بھی "تحفظ ناموس رسالت" قانون کے خاتمے کا

مطالبہ کر دیا۔ کئی بھپھے کٹنی قسم کی عورتوں نے اپنے جیسی کے توسط سے تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا بل قومی اسمبلی میں جمع کرا دیا۔ پاکستان میں اگر کسی بات پر اتفاق ہے تو عظمت ناموس رسالت پر۔ توہین رسالت کی سزا موت ہے" اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں۔

اس قانون کا خاتمہ تو کجا اس میں تبدیلی پر بات سننے پر بھی مسلمان تیار نہیں یہ پارلیمنٹ میں بھی لے جایا گیا تو حشر "این آر او" جیسے بل سے بھی بھیانک ہوگا۔ ویسے بھی وزیر قانون بابر اعوان نے کہہ دیا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے "تحفظ ناموس رسالت" قانون میں تبدیلی و ترمیم نہیں ہو سکتی۔ ہمیں بابر اعوان کی صلاحیتوں پر مکمل بھروسا ہے۔ انہوں نے تو سوئس کیسز اوپن نہیں ہونے دیئے ان کیسز میں قوم تو کیا خود ان کا اپنا ضمیر بھی ان کے ساتھ نہیں۔ "تحفظ ناموس رسالت" پر تو پوری قوم چند شطونگڑوں اور شطونگڑیوں کے سوا ان کے ساتھ ہے اور پھر پارلیمنٹ میں بھی محبان رسول بیٹھے ہیں۔ قوم فکر نہ کرے۔ ناموس رسالت قانون ختم ہوگا نہ اس میں تبدیلی ہوگی۔ بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو ایسا کرنے والے غازی علم دینوں کی غیرت کو خود آواز دیں گے۔

تجھ کو اللہ نے شہکار بنا رکھا ہے
اب کسی اور کو تجھ سا نہیں ہونے دیتا

گمرہی اُس کا نصیبہ ہے، تباہی تقدیر
ہو کے دنیا میں جو بیگانۂ اسلام چلا

تیری مزاحمت ہوئی آخر کو سرنگوں
اے دشمن رسول! بتا تجھ کو کیا ملا؟

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

بسلسلہ شریعت پٹیشن

درتوہین رسالت

بعدالت جناب چیف جسٹس صاحب وفاقی شرعی عدالت پاکستان

بیان من جانب: سید احمد سعید کاظمی صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان۔

محترم محمد اسمٰعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان لاہور نے بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۵ الف اور دفعہ ۲۹۸ الف کے خلاف شرعی عدالت میں ایک درخواست دائر کی ہے جہاں تک اہانت رسالت اور توہین و تنقیص نبوت سے اس درخواست کا تعلق ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں اور دلائل شرعیہ کتاب و سنت اجماع امت اور تصریحات علماء دین کے مطابق میں اس کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہوں۔ قابل غور قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے:

اتی علی بزنادقة فاحرقهم (وفی روایة ابی دائود ۳(ابی دائود ص ۵۹۸ ج) ان علیا احرق ناسا ارتدوا عن الاسلام فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقهم لنهی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله صلی الله علیه وسلم من بدل دینه

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، اور میں انہیں قتل کرا دیتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (مسلمان)

فاقتلوہ ۴ اپنے دین سے پھر جائے، اسے قتل کردو۔
(صحیح بخاری ص ۲۴۳ ج ا ص ۱۰۲۳ ج ۲ ص ۱۰۹۶)

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت کے ساتھ مرتدین کو قتل ...ج بیان نہیں۔ صحابہ کرام کے لیے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ حضرت ... اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ملاقات کے لیے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا:

کان یھودیا فاسلم ثم تھود قال لا اجلس حتی یقتل قضا اللہ ورسولہ ثلاث مرات فامر بہ فقتل (۴۔ ابوداؤد ص ۵۹۸ ج ۲ ترمذی ص ۱۷۶ ص ج ا، نسائی ۱۵۱ ج ۲ ابن ماجہ ص ۱۸۵ ج ا، مسند احمد ص ۲۳۱ ج ۵ عن معاذ۔ تفسیر مظہری ص ۱۳۵ ج ۳، روح المعانی ص ۱۶۰ پ ۶۔ ۲ بخاری ص ۱۰۲۳ ج ۲۔ ابوداؤد ص ۵۹۸ ج ۲ نسائی ص ۱۵۲ ج ۲)

گستاخ رسول کا قتل

غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسول کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور سے عرض کی کہ حضور! آپ کی شان میں توہین کرنے والا ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا "اقتلوہ" اسے قتل کردو۔ (بخاری ص ۲۴۹ ج ا، ص ۶۱۴ ج ۲،)

یہ عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ ارتداء کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے وہ گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں جب حضور ﷺ

نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

(فتح الباری ص ۱۳ ج ۸، عمدۃ القاری ۲۴۷ ج ۸، ارشاد والساری ۳۹۲ ج ۶)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بدحال ہے۔

اجماع امت:

۱۔ قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم المتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب اللہ له وحکمه عند الامته القتل ومن شك فی کفره وعذابه کفر۔

(الشفاء ۲۱۶،۲۱۵ ج ۸ نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۳۳۸ ج ۴، الرد المحتار ص ۳۱۷ ج ۳ الصارم المسلول ص ۴)

محمد بن سحنون نے فرمایا، علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا حضور ﷺ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے" جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔

۲۔ وقال ابوسلیمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتله اذا کان مسلماً

(الشفاء ص ۲۱۶ ج ۲، فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۴۰۷ ج ۴، الصارم المسلول ص ۴)

امام ابوسلیمان الخطابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

۳۔ واجمعت الامته علی قتل متنقصه من المسلمين وسابه

(الشفاء ص ۲۱۱ ج ۲)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

۴۔ قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی صلی الله علیه وآله وسلم يقتل قال ذلك مالك بن انس و الليث واحمد و اسحاق وهو مذهب الشافعی قال القاضی ابوالفضل وهو مقتضی قول ابی بكر الصديق رضی الله عنه ولا تقبل توبته عند هؤلاء وبمثله قال ابوحنيفته واصحابه والثوری واهل الكوفته والازاعی فی المسلمين لكنهم قالواهی ردة

(الشفاء ص ۲۱۵ ج ۲)

امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا عامہ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب کرے، قتل کیا جائے گا۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث احمد اسحاق رحمہم اللہ ہیں اور یہی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان آئمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی امام ابوحنیفہ ان کے شاگردوں امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔

۵۔ ان جميع من سب النبی صلی الله عليه وآله وسلم او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دينه او خصلته من خصاله او عرض به او شبهه بشی علی طريق السب له او الازراء عليه او التصغير

بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا حضور کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور کی ذات مقدسہ آپ کے نسب، دین یا آپ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب

بشانه او الغض منه والعيب له فهو ساب له والحكم فيه حكم الساب يقتل كما نبيتنه ولا نستثني فصلاً من فصول هذا الباب على هذا المقصد ولا نمتري فيه تصريحاً كان او تلويحاً...... وهذا كله اجماع من العلماء وائمته الفتوى من لدن الصحابته رضوان الله عليهم الى هلم جرا۔

(الشفاء ص ۲۱۴ ج ۲ الصارم المسلول ص ۵۲۵)
(طبع بیروت)

اہانت و تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور کو کسی چیز سے تشبیہ دی وہ حضور کو صراحتہ گالی دینے والا ہے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثنا نہیں کرتے نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں خواہ صراحتہ توہین ہو یا اشارۃً کنایتہً ہو یہ سب علماء امت اور اہل فتوی کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک رضی اللہ عنہم۔

۶۔ والحاصل انه لا شك ولا شبهته في كفر شاتم النبي صلى الله عليه وآله وسلم و في استباحته قتله و هو المنقول عن الائمته الاربعته۔

(فتاوی شامی حنفی ص ۳۲۱ ج ۳ ونحوہ الصارم المسلول الحنبلی ص ۴)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چاروں ائمتہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

۷۔ كل من ابغض رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بقلبه كان مرتدا فالتساب بطريق اولى ثم يقتل حداً عندنا۔

(فتح القدیر (امام ابن ہمام حنفی) ص ۴۰۷ ج ۴)

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا تو بطریق اولی مستحق گردن زدنی ہے پھر (مخفی نہ رہے) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہو گا۔

۸۔ ایما رجل مسلم سب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر بالله وبانت منه زوجته۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۱۸۲، فتاویٰ شامی ص ۳۱۹ ج ۳)	جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔
۹۔ اذا عاب الرجل النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی شیی کان کافر او کذا قال بعض العلماء لو قال لشعر النبی صلی الله علیه وآله وسلم شعیر فقد کفر وعن ابی حفص الکبیر من عاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم بشعرة من شعراته الکریمته فقد کفر وذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر (۱۴۔ فتاوی قاضی خان ص ۸۸۲ ج ۴)	کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اس طرح بعض علماء نے فرمایا اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغہ تصغیر) "شعیر" کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔
۱۰۔ ولا خلاف بین المسلمین ان من قصد النبی صلی الله علیه وآله وسلم بذالك فهو ممن ینتحل الاسلام انه مرتد یستحق القتل۔ (احکام القرآن للجصاص ص ۱۰۶ ج ۳)	کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ کتاب وسنت، اجماع

امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخِ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حداً قتل کیا جائے۔اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

۱۔ بارگاہ نبوت کی توہین و تنقیص کہ موجب حد جرم قرار دینے کے لیے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے۔ ہماری غرض توہین نہ تھی" نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا" اللہ تعالیٰ نے مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ بہانے نہ بناؤ ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

۲۔ صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو "راعنا" کہتا تو وہ اسمعو وللکافرین عذاب الیم کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر اللمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله۔ (۱۶۔نسیم الریاض شرح الشفاص ۴۲۶ ج ۴)

توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔ ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائے گا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

۳۔ یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے

وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہا کا قول اس تقریر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

قال حبیب ابن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل.	حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعوی قبول نہیں کیا جائے گا۔

(الشفاء ص ۲۱۷ ج ۲)

کسی کلام کی توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت اللہ الحرام" کی طرح معظم و محترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے۔

تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ عرف اور محاورے میں "ولد الحرام" کا لفظ گالی اور توہین کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف و محاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہیں توہین ہی قرار پائے گا خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

۴۔ یہاں اس شبے کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حداً قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔

ابن تیمیہ نے اس کے متعدد جوابات لکھے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ا۔ اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات توہین پر صبر کر لینا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

ب۔ منافقین اعلانیہ توہین رسالت نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپس میں چھپ کر حضور ﷺ

کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

ج۔ منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع صحابہ کرام کا حضور سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔

گستاخان شان رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو دیا تھا۔ اس حکم کی بنا پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرمادیں لیکن امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور کے گستاخ کو معاف کر دے۔

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ آپ معافی کو اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں۔ (سورہ اعراف آیت ۱۹۹)

میں عرض کروں گا کہ گستاخ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور کی امت کے لیے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے اور اس طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جا سکتا ہے لیکن بلاواسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ ذات اقدس کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرمادیں جیسا کہ بعض دیگر احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ولن تجزی عن احد بعدك — کہ (یہ قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔

(بخاری ص ۸۳۲، ج ۲)

اسی طرح حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب حضور نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی "الا الا اذخر" یعنی "اذخر گھاس" کو حرمت کے حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ حضور نے فرمایا: "الا الا ذخر"

یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرما دیا۔ (بخاری ص ۲۱۱ ج ۱ مسلم ص ۴۳۸ ج ۱)

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں:

در مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بود بوے ﷺ ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویاند یا اجتہاد گفت۔ و اول اصح و اظہر است

(اشعۃ اللمعات ص ۴۰۸ ج ۲، مسک الختام ص ۵۱۲ ج ۲)

یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کر دیے گئے تھے جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال و حرام فرما دیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اصح اور اظہر ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لیے حضور ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں لیکن حضور کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی، جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلمات صریح بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہر حال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفا قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ و من شک فی کفرہ و عذابہ کفر۔

(الشفا قاضی عیاض ص ۲۱۵، ۲۱۶ ج ۲ الصارم المسلول ص ۴)



تعلیم کے ساتھ تربیت کا مثالی اور معیاری ادارہ
ادارہ معین الاسلام
بیربل شریف
آپ ادارہ کا دورہ کریں، دیکھیں اور پھر سوچیں کہ!
آپ اس نظم کا حصہ کیسے بن سکتے ہیں؟
علوم قرآنیہ واسلامیہ اور عصریہ کی مثالی درس گاہ ہے
جسمیں حفظ، ناظرہ، تجوید، قرأت، میٹرک
ایف اے، بی اے، ایم اے تک کا مکمل
نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہمارے طلبہ
ایم فل اور پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔
کمپیوٹر سائنسز کی تعلیم موجود ہے۔
خالص دیہات میں علم وعرفان کی شمع روشن ہے۔
صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی (سجادہ نشین: دربار عالیہ بیربل شریف)
(بانی وپرنسپل) ادارہ معین الاسلام بیربل شریف تحصیل شاہ پور صدر ضلع سرگودھا
0300-4699863, 0300-6049157

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری

بولہبیت اور انجام

(ناپاک جسارتیں)

حسن ترتیب

شاتمین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انجام

سید زاہد حسین نعیمی

قرآن حکیم و حدیث رسول ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی کی وہ ایسی عبرتناک سزا سے دوچار ہوا کہ رہتی دنیا تک لوگ یاد رکھیں گے۔ زیر بحث مضمون میں ایسے شاتمین رسول ﷺ کی نشاندہی مقصود ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے اور عبرتناک سزا سے دوچار ہوئے اور یوں جہنم کا ایندھن بن گئے۔

ابولہب:

ابولہب حضور ﷺ کا چچا تھا۔ خونی اور خاندانی تعلقات کے علاوہ حضور ﷺ کا پڑوسی تھا۔ دونوں مکانوں میں صرف ایک دیوار حائل تھی۔ وہ حضور ﷺ کے ذاتی اور عائلی ایسے حالات کو بھی جانتا تھا جن سے عموماً دوسرے لوگ واقف نہیں ہوتے۔ ایسی پاکیزہ زندگی ایسی من موہنی سیرت، ایسے بے داغ کردار کا مشاہدہ وہ شب و روز کرتا اور پھر بھی اس مرقع زیبائی اور رعنائی پر کیچڑ اچھالنے سے باز نہ آتا تھا۔ پھر جس شدت سے وہ اپنی عداوت کا مظاہرہ کرتا اس کی نظیر مشکل سے ہی ملے گی۔ حضور ﷺ جب اپنے گھر میں مصروف عبادت ہوتے تو وہ مردہ جانوروں کے بدبودار اوجھ گلی سڑی آنتیں اٹھا کر لاتا اور حضور ﷺ پر پھینک دیتا۔ گھر کے آنگن میں کوڑا کرکٹ ڈالتا اور جہاں ہنڈیاں پک رہی ہوتیں، وہاں غلاظت پھینکنا اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔ ابولہب نے ہاشمی ہوتے ہوئے بھی شعب ابی طالب میں محصور حضور ﷺ کے بائیکاٹ میں کفار مکہ کا ساتھ دیا۔ دین اسلام اور رسول اسلام سے اس کا بغض و عناد اتنا شدید تھا کہ ہر وقت حضور ﷺ کے پیچھے لگا

رہتا اور حضور ﷺ کی تکذیب کرتا۔ عداوت و مخالفت میں اس کا بڑا نمایاں کردار تھا جو ایک انفرادی حیثیت کا مالک تھا۔ اسی لئے قرآن کریم میں اس کا نام لیکر لعنت کی۔

سورۃ (لہب) کے مطالعہ سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں معمولی سی گستاخی سے جبین قدرت پر کس طرح شکن پڑ جاتے ہیں۔ غضب خداوندی کے شعلے کس طرح بھڑکنے لگتے ہیں۔ اس بدنصیب نے ایک انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور نازیبا الفاظ کہے۔ اس کے جواب میں رحمت عالم ﷺ نے تو اسی حلم اور عفو و درگزر کا ثبوت دیا جو آپ ﷺ کی شایان شان تھا لیکن غیرت خداوندی جوش میں آگئی اور تبت یدا ابی لہب (سورۃ لہب:۱) فرما کر ہر بے ادب اور ہر گستاخ کو صاف صاف بتا دیا کہ اگر تم سے کوئی ایسا لفظ یا فعل صادر ہوا جس سے میرے حبیب کی شان میں بے ادبی کا کوئی پہلو نکلے تو یاد رکھو غضب الٰہی کی بجلی کوندے گی اور تمہیں جلا کر خاکستر کر دے گی۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 701-703)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

ابولہب جو حضور ﷺ کا چچا تھا اس نے انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہوئے بولا تبا لک ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو اس گستاخ کی گستاخی اپنے حبیب کریم ﷺ کے بارے میں سخت ناگوار گزری اور انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں ۔۔۔۔۔۔ وہ تباہ و برباد ہو گیا، وہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا۔ اس کا جسم ریزہ ریزہ کر دیا گیا اور جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا اسے پورا ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے جسم پر پھیل گیا۔ ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا۔ اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ اسے ایک متعدی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دے دی۔ کوئی بھی اس کی لاش ٹھکانے لگانے کے لئے اس کے قریب نہ گیا۔ تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی جب اس کے تعفن اور بدبو سے لوگ تنگ آ گئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت شروع کی، تب انہوں نے

چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اتنے بڑے قوم کے سردار اور مکہ کے چوٹی کے چار رئیسوں میں سے ایک رئیس کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اولاد اپنے باپ کو یوں کسمپرسی کے عالم میں گلتے سڑتے نہیں دیکھ سکتی، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا غضب آتا ہے تو اولاد کے دل میں محبت یا ظاہرداری کے جذبات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو اس گستاخ بارگاہ نبوت کا ہوا۔ (ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 706)

حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کے لئے گڑھا نہ کھودا گیا بلکہ دیوار کے ساتھ سہارا دے کر بیٹھا دیا، پھر دیوار کے پیچھے سے پتھر پھینکے یہاں تک کہ پتھروں سے چھپا دیا۔

(روح البیان اُردو۔ پارہ 30 صفحہ 612)

نبی کریم ﷺ کے گستاخ کا کتنا عبرتناک انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ لہب میں یہ بھی فرمایا کہ نہ تو اس کی اولاد اس کے کام آئی اور نہ ہی دولت اس کو اس عبرتناک انجام سے بچا سکی۔ شاتمین رسول کے لئے ابولہب کا انجام آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا، لیکن جس کی قسمت میں بدبختی ہو وہ کیا عبرت حاصل کرے گا۔

بد بخت پڑوسی:

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ جو گروہ گھر کے اندر رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا یہ تھا ابولہب۔ حکم بن ابی العاص بن اُمیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمرا الثقفی، ابن الاصد، ہذلی یہ سب آپ کے پڑوسی تھے اور ان سب میں حکم بن ابی العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ نماز پڑھتے تو کوئی بکری کی بچہ دانی اس طرح لٹکا کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ ﷺ کے اوپر گراتی۔ چولہے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ ﷺ نے مجبور ہو کر

گھروندا بنا لیا تھا، تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔۔۔۔۔۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے رفقاء بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض نے بعض سے کہا کون ہے؟ بنی فلاں کے جو اونٹ کی اوجھڑی ہے اور جب محمد ﷺ سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے اس پر قوم کا بد بخت ترین آدمی۔۔۔۔۔۔عقبہ بن ابی معیط۔۔۔۔۔۔اٹھا اور اوجھ کا انتظار کرنے لگا۔ جب نبی ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو اُسے آپ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ میں سارا ماجرا دیکھ رہا تھا، مگر کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ کاش میرے اندر بچانے کی طاقت ہوتی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایکدوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدے ہی میں پڑے رہے، سر نہ اٹھایا، یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اوجھ ہٹا کر پھینکی، تب آپ نے سر اٹھایا۔ پھر تین بار فرمایا

اللّٰهم عليك بقريش۔ (اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے)

بددعا کی تو ان پر بہت گراں گزری۔ وہ جانتے تھے کہ مکہ میں دعا قبول ہوتی ہے۔۔۔اس کے بعد آپ نے نام لے لے کر یہ دعا کی: اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے اور عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔

انہوں نے ساتویں کا بھی نام گنایا، لیکن یاد نہ رہا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے نام رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر لئے تھے، سب کے سب بدر کے کنویں میں مقتول پڑے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔(صحیح بخاری جلد اول صفحہ 173 مترجم حدیث 236 از ابوعبداللہ امام بخاری، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 397 از حضرت عبدالرحمن جلال الدین سیوطی، رحمتہ للعالمین جلد اول صفحہ 56 از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

یہ ساتواں جس کا نام راوی یاد نہ رکھ سکے، عمارہ بن ولید بن مغیرہ ہے۔ یہ بدر میں نہیں مارا گیا، بلکہ حبشہ گیا، وہاں ایک عورت سے چھیڑ خانی کی، اس کی سزا میں نجاشی نے ایک ساحر کو حکم دیا کہ اس کے احلیل میں منتر پھونک دے۔ اس نے ایسا ہی کیا جس کے اثر سے وحشی ہو گیا اور چوپایوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مرا۔ اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بھی میدانِ جنگ میں نہیں مارا گیا اور نہ قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ یہ بدر میں گرفتار ہوا اور مدینہ طیبہ واپس ہوتے ہوئے روحا کے قریب حضور اقدس ﷺ نے اس دنیا کے سب سے بڑے بدبخت کا سر قلم کیا۔ عرق الطیبہ میں قتل کیا گیا۔ مدینہ طیبہ سے تین میل پہلے، بقیہ پانچ میدان بدر میں مارے گئے۔ ان میں چار کی لاشیں قلیب بدر میں ڈالی گئیں۔ امیہ بن خلف مارا تو یہیں گیا، مگر جب اس کو گھسیٹنے لگے کہ قلیب میں ڈالیں تو اس کے اعضاء جوڑ سے اکھڑ گئے، اس لئے اس کو وہیں مٹی میں دبا دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ میں نے ان کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا۔ باعتبار اغلب و اکثر کے لئے ہے۔

(نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ 721 از مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی)

اروہ:

سورہ لھب میں ابولہب کے عبرتناک انجام کا ذکر ہے۔ ابولہب کی طرح اس کی بیوی بھی حضور ﷺ کی بدترین دشمن تھی۔ چنانچہ ابولہب کے ساتھ ہی اس کے عبرتناک انجام کی خبر دی گئی اور بالکل اسی طرح ہوا جس طرح قرآن حکیم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور اس کی جورو بھی بدبخت ایندھن اٹھانے والی اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی''۔ (جمال القرآن)

ابولہب کی بیوی کا ذکر ہو رہا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس کی بیوی کا نام اروہ تھا اور کنیت ام جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن تھی اور بھینگی تھی۔ اس کے دل

میں حضور ﷺ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام دشمنی میں یہ اپنے بد بخت خاوند سے کسی طرح پیچھے نہ تھی۔ اس کا مشغلہ یہ تھا کہ دن کے وقت جنگل میں نکل جاتی، خاردار لکڑیاں چنتی رہتی اور گٹھیا باندھ کر اٹھالاتی اور رات کے وقت اس راستے میں ان کانٹوں کو بچھا دیتی جس سے گزر کر اللہ کا حبیب ﷺ اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ ریز ہونے کے لئے حرم کی طرف تشریف لے جاتے۔ جب یہ سورت (لھب) نازل ہوئی تو سن کر آگ بگولا ہوگئی اور اپنی مٹھیوں میں سنگریزے بھر کے حضور ﷺ کی تلاش میں نکلی کہ جہاں ملیں گے ان پتھروں سے خبر لوں گی۔ حضور ﷺ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس کو آتے دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ام جمیل آرہی ہے اور یہ ضرور کوئی خباثت کرے گی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ قریب آکر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی اور بڑبڑاتے ہوئے واپس چلی گئی۔ ارشاد فرمایا جس آگ میں اس کا گستاخ خاوند جلایا جائے گا اسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائیگی۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 707، الرحیق المختوم صفحہ 124 از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

مسد، مونج، ام جمیل کے بارے میں خصوصی طور پر یہ الفاظ استعمال کرنے میں یہ راز ہے کہ وہ مکہ کے رئیس اعظم کی بیوی تھی۔ اس کے گلے میں جواہرات کا گراں بہا ہار تھا اور وہ کہتی تھی کہ لات وعزیٰ کی قسم میں میں موتیوں کے اس بیش قیمت ہار کو فروخت کرکے محمد ﷺ کی عداوت میں خرچ کروں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی اکڑی ہوئی گردن میں جس میں آج بڑا قیمتی ہار ہے، ہم مونج کی رسی ڈال کر اسے جہنم میں گھسیٹیں گے جو ستر گز لمبی ہوگی۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ حسب معمول خاردار لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے ہوئے آرہی تھی وہ گٹھا مونج کی رسی میں بندھا ہوا تھا۔ وہ ایک پتھر پر آرام کرنے کیلئے بیٹھ گئی وہ گٹھیا پیچھے ہٹ گیا اور رسی اس کے گلے میں حمائل ہوگئی جس سے اس کا دم گھٹ گیا اور وہ مرگئی۔ (ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 708 از پیر کرم شاہ الازہری)

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ام جمیل کانٹے دار لکڑیاں چن کر گٹھڑی لاتی۔ ایک رات حسب دستور لکڑیاں لا رہی تھی، تھک گئی تو ستانے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھی تو ایک فرشتے نے اسے پیچھے سے کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ گٹھڑی کی رسی گلے میں پھانسی کا کام کر گئی۔ اسی طرح اس کی جان نکلی اور مرتے ہی جہنم میں پہنچی''۔

(فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان پارہ 30 صفحہ 615 از علامہ محمد فیض احمد اویسی)

عتبہ:

بن ابی لہب بھی اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرح حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ اس کے عقد میں حضور ﷺ کی صاجزادی تھی۔ اس نے رسول ﷺ کی دشمنی میں اسے طلاق دے دی اور حضور ﷺ پر تھوکا۔ اس کے اس فعل سے نبی اکرم ﷺ کو رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما''۔ اس نے یہ واقعہ گھر آ کر ابولہب کو سنایا۔ ابولہب اور اس کا یہ گستاخ بیٹا ایک قافلے کے ساتھ شام کو روانہ ہو گئے۔ ایک جگہ رات کو قیام کیا۔ ایک راہب نے اپنی عبادت گاہ سے آواز دی۔ لوگو! رات کو ہوشیار رہنا اس جگہ درندے بکثرت ہیں۔ ابولہب نے راہب کی یہ آواز سن کر کہا۔ ''اے قریش کے لوگو! میری مدد کرو، میں اپنے بیٹے پر (حضرت محمد ﷺ) کی دعا سے ڈرتا ہوں''۔ ابولہب کی اپیل پر قریش یعنی اہل قافلہ نے تمام اونٹ عتبہ کے اردگرد بٹھائے اور عتبہ کو ہر طرف سے محفوظ کیا، لیکن رات کو شیر آیا اور تمام اہل قافلہ اور اونٹوں کی قطار کو چیرتا ہوا سب کے چہروں کو سونگھ کر آگے چلتا گیا، یہاں تک کہ عتبہ تک پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (روح البیان پارہ 30 صفحہ 612 از علامہ اسمٰعیل حقی)

اس طرح عتبہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوا۔ یوں دنیا میں رسوا ہو کر جہنم کی آگ کا ایندھن بنا۔

عتبہ بن ابی معیط:

یہ شاتم رسول تھا۔ حضور ﷺ کی ہجرت کے وقت یہ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھ

رہا تھا۔

یأ راکب الناقة القصوئ هاجرنا عماقیل نرانی راکب الفرس
اعلیٰ رمحیٰ فیکم ثم الیله والتسیف یاخذمنکم ملتیس

حضور ﷺ تک اس کے یہ اشعار پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللّٰھم الیه و بمنخره و اسرعه۔

میدانِ بدر میں اس کا گھوڑا سرکش ہوگیا۔ ایک صحابی نے اُسے گرفتار کر کے خدمت اقدس ﷺ میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

(شواہد النبوۃ صفحہ 125 از علامہ نور الدین عبد الرحمٰن جامی)

ابو جہل:

شاتمان رسول میں ایک اہم کردار ابو جہل ہے۔

مکے کا ایک قریش سردار تھا۔ عمر بن شام المغیرہ نام تھا، جبکہ ابو الحکم کنیت تھی۔ آبائی مذہب پر سختی سے قائم رہنے کی وجہ سے ابو جہل کے لقب سے مشہور ہوا۔ اسلام اور نبی اکرم ﷺ کا دشمن تھا۔ مکے میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے ہاتھوں سخت اذیتیں جھیلیں۔ بدر کی لڑائی میں مارا گیا۔ (انسائیکلو پیڈیا اردو صفحہ 44)

ابو جہل نے قریش کے معززین کے ساتھ قسم کھائی کہ میں (العیاذ باللہ) بہت بھاری پتھر دے ماروں گا جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوں گے۔ پھر دوسرے روز ابو جہل نے حسب وعدہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضور ﷺ جب حسب معمول صبح سویرے تشریف لائے اور حجر اسود اور رکن یمانی کی دیوار کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنے لگے اور جب اپنے رب کی جناب میں سربسجود ہوئے تو ابو جہل اٹھا، پتھر اُٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف چل پڑا جب قریب پہنچا تو دفعتہ پیچھے کی طرف بھاگا۔ چہرہ فق ہوگیا، رعب سے رعشہ طاری تھا۔ جس ہاتھ میں اس نے پتھر اٹھایا وہ سوکھ گیا۔ اس نے پتھر پھینک دیا۔ قریش دوڑ کر اس کے پاس آئے پوچھا ابو الحکم کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ جب پتھر اٹھا کر

میں انکے نزدیک پہنچا اور ارادہ کیا کہ اسے آپ ﷺ کے سر پر دے ماروں تو ایک اونٹ منہ کھولے مجھے کھانے کیلئے میری طرف لپکا۔ اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی اور اس کی گردن اتنی موٹی تھی کہ میں نے آج تک کسی اونٹ کی نہیں دیکھی۔

(ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 289، حضور پاک کا جلال و جمال صفحہ 178 از میجر (ر) امیر افضل خان)

امام بخاری سے یہ روایت منقول ہے کہ ابو جہل نے ایک دن کہا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو میں اپنے پاؤں سے ان کی گردن کو پاماں کروں گا۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر اس نے ایسا کرنے کی جرات کی تو فرشتے اس کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ سب لوگ اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کریں گے۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 309)

ایک روز (ابو جہل) نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا تمہارے سامنے محمد اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں اس ملعون نے کہالات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند ڈالوں گا اور اس کے چہرے کو گرد آلود کر دوں گا۔

ایک روز حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ نزدیک آیا تا کہ اپنے خبیث ارادہ کی تکمیل کرے، لیکن آتے ہی اچانک الٹے پاؤں پیچھے بھاگا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا تو اس نے بتایا میرے درمیان اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے۔ ایک ہولناک منظر ہے اور فرشتے پر مارتے نظر آرہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ بد بخت میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 310)

علامہ محمد فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

اک دن ابو جہل حضور سرور عالم ﷺ کے پیچھے چل کر آپ کی نقل اُتارتے ہوئے کسی وقت ناک چڑھاتا تو کسی وقت منہ بگاڑتا۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اسے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا فرمایا (کن کذلك) اسی طرح ہو جا۔ چنانچہ پھر وہ مرتے دم تک منہ بگڑا

اور ناک چڑھا رہا۔ (گستاخوں کا برا انجام صفحہ 49 بحوالہ روح البیان)

ابو جہل کی دشمنی کا پتہ ایک واقعہ سے اچھی طرح چلتا ہے۔

ایک دفعہ ابو جہل نے حضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف تھوکا تو اس کی اپنی تھوک لوٹ کر اس کے چہرے پر پڑی تو اس کی نحوست سے تادم زیست برص میں مبتلا رہا۔ چنانچہ جب تک زندہ رہا، سخت تکلیف اور کرب سے دوچار رہا۔ آخر کار اسی حالت میں واصل جہنم ہوا۔

جب کفار مکہ نے حضور ﷺ کو بہت تنگ کیا تو مکہ میں قیام مشکل ہو گیا۔ آخر کار آپ نے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ ہجرت کی شب تمام کفار دار الندہ میں جمع ہوئے۔ حضور ﷺ کے خلاف کسی فیصلے پر اتفاق نہ ہوا۔ اس مجلس میں شیطان بصورت شیخ نجدی بھی شریک ہوا۔ اس نے کسی کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ آخر کار ابو جہل کی رائے سے اتفاق ہوا۔

ابو جہل نے کہا:

"ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان چنیں جو بہادر ہو، عالی نسب ہو، اپنے قبیلہ کا سردار ہو، پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک تیز تلوار دیں، پھر وہ سب ملکر یکبارگی شخص واحد کی طرح ان پر حملہ کر کے قتل کر دیں اور اسی طرح اس مصیبت سے ہمیں راحت مل جائے گی۔

(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 48 از پیر محمد کرم شاہ الازہری، تاریخ اسلام صفحہ 24 از ڈاکٹر حمید الدین)

ابو جہل کی یہ رائے انتہائی خطرناک تھی اور جس پر عملدرآمد کے لئے دشمنان رسول ﷺ رات بھر پہرہ دیتے رہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی حفاظت کی اور راتوں رات مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ ابو جہل کی دشمنی جب حد سے بڑھی تو اب اس کی عبرتناک موت کے دن قریب آچکے تھے۔ چنانچہ میدان بدر کا انتخاب خود ابو جہل نے کیا اور ابو سفیان کی رائے کو مسترد کرتے ہوئے اپنی موت کو دعوت دی۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ بدر کے دن میں ایک صف میں کھڑا تھا میں نے اپنے دائیں بائیں جانب دیکھا تو مجھے انصار کے دو کم عمر لڑکے نظر آئے، مجھے خیال آیا کہ کاش میرے اردگرد ان سے طاقتور لوگ ہوتے، پھر ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا اے چچا کیا آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے تم کو اس سے کیا کام ہے؟ اس کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوں گا تاوقتیکہ ہم سے وہ مر نہ جائے۔ مجھے اس کی اس بات پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا اور اسی طرح کہا۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے ابو جہل کو لشکر میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ میں نے کہا سنو! یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ وہ دونوں تلواریں لیکر اس پر جھپٹے اور اس پر تلواروں سے وار کیے حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر ان دونوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اسے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے۔ ان دونوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے اور اس کی سلب معاذ بن عمرو بن جموع کو ملے گی اور یہ دونوں معاذ بن عفر بن جموع تھے۔

(شرح مسلم شریف جلد پنجم صفحہ 568)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کے واصل جہنم ہونے سے پہلے جان بہ لب کی حالت میں پایا۔ اس کا سر تن سے جدا کرنے سے پہلے اس کی حالت بیان کی۔ پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ٹانگیں کٹ گئی ہیں، سارا جسم زخموں سے چور چور ہے۔ سفر آخرت درپیش ہے، حیات مستعار کے صرف چند لمحے باقی ہیں، بایں ہمہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عداوت

کالاوا پھوٹ کر ابل رہا ہے۔ اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما پر نگاہ ڈالی اور کہا۔

"اپنے نبی کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور اس وقت بھی ان کے بارے میں میرا جذبہ عداوت بہت شدید ہے"۔

(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 357 از پیر کرم شاہ الازہری)

علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

کلّا لئن لم.......... (ہر گز نہیں، یوں اگر باز نہ آئے گا ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال پکڑ کر) ۔سورۃ علق

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ابو جہل ذلیل موت مرے گا اور اس کو گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ پیشین گوئی جنگ بدر کے دن پوری ہوئی۔ چنانچہ اس دن جب وہ لعین مر رہا تھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جو دبلے پتلے تھے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر کاٹ دیا۔ جب کمزوری کے سبب اس کے سر کو نہ اٹھا سکے تو اس کے کان میں سوراخ کر کے اس میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔

(سیرت رسول عربی صفحہ 500)

ابو جہل وہ بد بخت شاتم رسول تھا جس نے "دارالندوہ" میں یہ تجویز پیش کی کہ:

"ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان لیں اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب ملکر اس کو قتل کر دیں۔ اس طرح جرم خون تمام قبائل پر عائد ہوگا۔ عبدالمناف کی اولاد تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اس لئے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم آسانی سے خون بہا دے دیں گے۔ یہ سن کر شیخ نجدی بولا یہی بات درست ہے۔ اس کے سوا کوئی اور رائے نہیں۔ اس رائے پر اتفاق ہوا اور مجلس برخاست ہوگئی۔ قرآن حکیم کی سورۃ انفال میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کافر تیرے حق میں بدسگالی کرتے تھے کہ تجھ کو قید رکھیں یا تجھ کو مار ڈالیں یا تجھ کو جلاوطن کر دیں۔

(سیرت رسول عربی صفحہ 98-99، الرحیق المختوم صفحہ 22،225،224 از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

جن سرداران نے دارالندوہ میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا، خدا کی قدرت جنگ بدر میں وہ عبرتناک انجام سے دو چار ہوئے۔

بقول مولانا صفی الرحمن مبارکپوری:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے حکم سے بدر کے روز قریش کے چوبیس بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے ایک گندے خبیث کنوئیں میں پھینک دی گئیں ...... عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) امیہ بن خلف ...... صفوان بن امیہ کا باپ اور بھائی۔

(الرحیق المختوم صفحہ 305-306)

ابو جہل کی رسول ﷺ دشمنی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اسے امت کا فرعون قرار دیا ہے اور اس کے عبرتناک انجام سے دو چار ہونے پر سجدہ شکر بجالایا ہے۔ دشمنانِ رسول ﷺ کو ابو جہل کے اس عبرتناک انجام سے دو چار ہونے پر عبرت حاصل کرنا چاہیے تھی جو قیامت تک کے شاتمین رسول کے لئے بطور عبرت کافی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کہ بیہقی نے شعبی سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میدان بدر سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے اور اُسے ایک شخص اپنے ہتھوڑے سے مارتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ابو جہل کو دیکھا ہے۔ اس پر قیامت تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 388)

قریش کے تین شیطان:

میجر (ر) امیر افضل خان لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے قریش کے تین بد بخت آدمیوں کو قریش کے تین شیطانوں کے نام سے موسوم کیا ہوا تھا۔ ان میں ایک النصرین حارث۔۔۔۔۔۔ دوسرے کا نام نوافل بتایا جاتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ بد بخت عقبہ بن ابی محیط تھا۔ یہ بنوامیہ میں سے تھا۔ یہ بنوامیہ میں سے تھا۔ ان تینوں نے مشورہ کیا کہ یثرب (مدینہ منورہ) جا کر اہل یہود سے کچھ سوال لا کر حضور ﷺ کا امتحان لیں۔

(حضور ﷺ کا جلال و جمال صفحہ 179، صفحہ 260)

ان شاتمین رسول نے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق یہود سے سوالات حاصل کیے۔ مقصد حضور ﷺ کو عاجز کرنا تھا اور مذاق اڑانا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ کوئی دشمن اس کے نبی کو ایذا پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف نازل فرما کر ان بدبختوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور ان کی سخت گرفت کی، چنانچہ جنگ بدر میں یہ تینوں شیطان عبرتناک موت سے دو چار ہوئے۔

شاہ فارس:

نبی کریم ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کو بھی دعوتِ اسلام دی اور ان کو بذریعہ خطوط و مکتوبات دین حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے ایک مکتوب گرامی فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام لکھا۔ علامہ محمد فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''اس کمبخت نے حضور ﷺ کے نام مبارک کو نہیں پھاڑا، بلکہ اپنی سلطنت کو حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا''۔ چنانچہ حدیث شریف ''تجرید بخاری کے باب علم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرد کے ہاتھ اپنا خط عظیم بحرین کے دینے کو بھیجا۔ عظیم بحرین نے وہ خط کسریٰ کو دے دیا، جب کسریٰ نے اس کو پڑھا تو پارہ پارہ کر دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان سب پر بد دعا کی کہ وہ بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور کسریٰ کا بیٹا

شیرویہ اپنے باپ کو قتل کے درپے ہو گیا"۔

(گستاخوں کا برا انجام صفحہ 51 بحوالہ بخاری شریف)

شاہ فارس کو جب حضور ﷺ کا مکتوب گرامی ملا تو غصے سے بے قابو ہو گیا۔ تکبر وغرور کے اس پیکر نے فوراً حضور ﷺ کی گرفتاری کے لئے وہ قومی سپاہی شاہ یمن کے ذریعے ارسال کیے۔ شاہ یمن نے حکم کی تعمیل کی۔ یہ دو فوجی مدینہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں اشخاص کے لئے ارشاد فرمایا کہ ان کی اعلیٰ درجے کی مہمان نوازی کرو۔ یہ سات دن تک حضور ﷺ کے مہمان رہے، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ رعب اور دبدبے سے کانپنے لگے۔ آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا، شاہ فارس نے آپ کو شہید کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا بادشاہ آج رات کو قتل ہو گیا ہے۔ اس کے بیٹے نے اس کو قتل کر دیا۔ جاؤ اور شاہ یمن کو شاہ فارس کے قتل کی خبر دو۔ یہ سن کر دونوں سپاہی آپ کی خدمت سے روانہ ہوئے اور جب یمن پہنچے تو وہاں پہلے ہی شاہ فارس کے قتل کی خبر پہنچ چکی تھی۔ یوں اس گستاخ رسول ﷺ کی حکومت روئے زمین میں جاتی رہی، وہ اپنے انجام بد کو جا پہنچا۔

(گستاخوں کا برا انجام از علامہ محمد فیض احمد اویسی)

ابوعفک:

ابوعفک بدبخت یہودی تھا۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اس کا محبوب مشغلہ حضور ﷺ کی ہجو میں قصیدے لکھنا تھا۔ اپنے سامعین کے دلوں میں اسلام اور ہادی اسلام کے بارے میں حسد و عداوت کی تخم ریزی کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہرزہ سرائیاں سنتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ جب اسکی اذیت رسانیاں انتہاء کو پہنچی تو حضور انور ﷺ نے فرمایا "اس خبیث شخص کو کون کیفر کردار تک پہنچائے گا"۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے دست بستہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اس بدبخت کو جہنم رسید کروں گا یا

اپنی جان دے دوں گا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ موقع کے انتظار میں تھے۔ گرمیوں کے موسم میں وہ ایک رات اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا، انہیں پتہ چلا تو یہ وہاں پہنچے، اپنی تلوار اس کے کلیجے کے اوپر رکھی، پھر اس پر اپنا وزن ڈالا۔ وہ تلوار اس کے کلیجے کو چیرتی ہوئی پار ہو گئی۔ اس نے ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اس کی ہلاکت کا مژدہ سنایا۔ حضور ﷺ نے آپ کو دعا خیر سے نوازا۔

یوں یہ بدبخت اپنے انجام بد کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور شاتمان رسول سے زمین کو پاک کیا۔

امامِ مسجد:

حضرت علامہ محمد اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر روح البیان سورۃ عبس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس ظاہر عتاب کی کیفیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک منافق امام مسجد کی گردن اُڑا دی۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی امامت کی قرات میں صرف سورۃ عبس ہی پڑھتا ہے۔ صرف اس بات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امامِ مسجد کو کفر پر استدلال کیا اور اس کی قوم کے سامنے اس کی اوقات واضح کر دی کہ یہ ہے رسول ﷺ کے گستاخ کا انجام۔ (روح البیان جلد 30 صفحہ 103)

عصما:

ابو عفک کی طرح عصماء بھی شاتم رسول تھی۔ یہ بھی یہودن تھی۔ اس کا پورا نام عصماء بنت مرواں تھا۔ یہ ہر وقت حضور ﷺ کی شان میں بدکلامی کرتی رہتی اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی رہتی۔ اس کی شرانگیزیاں بھی حد سے تجاوز کر گئیں تو حضرت عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے بھی آدھی رات کے وقت موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ پھر حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ عصماء اور اس کے بیٹوں نے اپنے قریب سے حضرت عمیر کو گزرتے دیکھا تو

پوچھا تم نے اسے قتل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں، اگر تم بھی اس طرح کی بکواسات کرتے جس طرح یہ کرتی تھی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا، تم میرا جو بگاڑ سکتے ہو بگاڑ و۔

یوں حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے والی بد بخت شاتم رسول بھی اپنے انجام بد کو جا پہنچی اور واصل جہنم ہوئی۔

کعب بن اشرف:

کعب بن اشرف بد بخت رسول مکرم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا۔ قصائد لکھا کرتا اور کفار کو حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھڑکاتا۔ یہ بد بخت حضور ﷺ کی دشمنی میں مکہ مکرمہ بھی جا پہنچا۔ اس کی دشمنی اس حد تک جا پہنچی کہ حضور ﷺ کی دعوت کی جس کا مقصد حضور ﷺ کو شہید کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ناپاک سازش سے حضور ﷺ کو آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے جان نثار فدائیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"کعب کو قتل کرنے کے لئے کون پیش ہونا چاہتا ہے"؟

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی نے کھڑے ہو کر عرض کی "اے اللہ کے رسول ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں"۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے ابو نائلہ کو ساتھ لیا۔ محمد بن مسلمہ کعب کی رضاعی بھائی کے بیٹے تھے، جبکہ ابو نائلہ کعب کے رضائی بھائی تھے۔ انہوں نے کعب بن اشرف کو اعتماد میں لیا اور بالآخر ایک چاندنی رات اس کے گھر جا پہنچے، اس کو آواز دی۔ کعب کی بیوی نے اسے ان کے پاس جانے سے منع کیا کہ اس آواز میں سے خون کی بو آتی ہے۔ کعب نے کہا یہ میرے رضاعی بھائی اور رضاعی بھائی کا بیٹا ہے۔ کعب ان کے پاس آگیا۔ تینوں شعب العجوز (ایک جگہ کا نام ہے) تک گئے۔ ابو نائلہ نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں ڈالا پھر نکال لیا اور کہا آج تک ایسا عطر خوشبو دار نہیں دیکھا، یہ سن کر وہ پھول گیا اور کہنے لگا "ایسا کیوں نہ ہو جبکہ میری

بیوی عرب کی تمام عورتوں سے معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں سب سے بالا ہے"۔ دو تین مرتبہ پھر ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آخر میں اس نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا، انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا "اللہ کے دشمن کو پرزے پرزے کر دو، یہ بچ کر نہ جانے پائے"۔ سب نے یکبار اپنی تلواروں سے حملہ کر دیا۔ اس نے بڑی خوفناک چیخ ماری۔ اسلام کے فدائیوں نے اس موذی کا سرتن سے جدا کر دیا اور ایک توبرے میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "خدا ان مجاہدوں کو سرخرو کرے"۔ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے رخِ انور کو بھی اللہ تعالیٰ سرخرو کرے۔ پھر انہوں نے کعب کا سر توبرے سے نکال کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس طرح یہ بدبخت شاتمِ رسول بھی اپنی بدبختی کے باعث اپنے انجام کو جا پہنچا اور واصلِ جہنم ہوا۔

(ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 399 از امام جلال الدین سیوطی)

عامر:

عامر بن طفیل بھی شاتمینِ رسول میں شامل تھا۔ یہ بدبخت نجد کا بدکردار حاکم تھا۔ 9 ہجری میں حضور ﷺ کے قتل کے ارادہ سے اپنے ایک مسلح ساتھی کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا، لیکن یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم اکفی عامراً — اے اللہ مجھے عامر کے شر سے بچا!

اتنا فرمایا تھا کہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوا۔ آسمان سے بجلی چمکی اس کا ساتھی وہیں واصلِ جہنم ہوا۔ یہ بدبخت چند روز بعد مرض طاعون میں مبتلا ہو کر جہنم رسید ہوا۔

(گستاخوں کا برا انجام صفحہ 149 از علامہ محمد فیض احمد اویسی)

ابن خطل :

ابن خطل نے مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا۔ پھر جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا اس بد بخت نے قسم کھائی کہ میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دوں گا، لیکن اسلامی لشکر کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور غلافِ کعبہ میں جا چھپا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔ چنانچہ سعید بن حارث رضی اللہ عنہ اور ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ساتھ ہی اس کی دو کنیزیں جو ہجو یہ اشعار گاتی تھیں، ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک قتل ہوئی، جبکہ دوسری نے اسلام قبول کر لیا۔

(عصمت رسول ﷺ پر حملے صفحہ 170 از سید ممتاز علی بخاری)

ابی بن خلف :

یہ بد بخت شاتم رسول جب بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتا، آپ کو قتل کی دھمکیاں دیتا اور کہتا۔ محمد میرے پاس ایک گھوڑا ہے، اُسے روزانہ تین صالح (7½ کلو) دانہ کھلاتا ہوں۔ اسی پر بیٹھ کر تمہیں قتل کروں گا۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ فرماتے بلکہ انشاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔

(الرحیق المختوم صفحہ 374 بحوالہ ابن ہشام)

ابن اسحق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (جنگ اُحد میں) گھائی میں تشریف لا چکے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ یا میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو۔ جب قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حارث بن صمہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لیا وار لینے کے بعد جھٹکا دیا تو اس طرح لوگ ادھر اُدھر اڑ گئے جیسے اونٹ اپنے بدن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس کے سامنے آپہنچے اس کی خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی جگہ کھلی دکھائی

پڑی۔ آپ نے اسی پر ٹکا کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے کئی بار لڑھک لڑھک گیا۔ جب قریش کے پاس گیا۔۔۔ درحالانکہ گردن پر کوئی بڑی خراش نہ تھی، البتہ خون بند تھا اور بہتا نہ تھا۔ تو کہنے لگا مجھے واللہ محمد نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا خدا کی قسم تم نے دل چھوڑ دیا ہے، ورنہ تمہیں واللہ کوئی خاص چوٹ نہیں ہے۔ اس نے کہا وہ مکے میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔ بالآخر اللہ کا یہ دشمن مکہ واپس ہوتے ہوئے مقام سرف پہنچ کر مر گیا۔ ابوالاسود نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ یہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھے اب ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

(الرحیق المختوم صفحہ 374،171 از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، بحوالہ سیرت ابن ہشام)

حی بن اخطب:

یہ رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں سے "میثاق مدینہ" کیا، لیکن انہوں نے جنگ احزاب میں بدعہدی کی جس کے نتیجہ میں بنو قریظہ کا خاتمہ ہوا۔ حی بن اخطب نے مدینہ منورہ میں مزید اشتعال پھیلایا۔ یوں یہ شاتم رسول بھی چار سو یہودیوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ اسلام صفحہ 44 از ڈاکٹر حمید الدین)

اگر دیکھا جائے تو نبوت کا اعلان کرنے والے مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک سب ہی شاتمین رسول میں شامل ہیں اور یہ سب عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے اور بعض عبرتناک موت کا شکار ہوئے جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ۔

زمانہ قریب میں شاتم رسول راج پال کا واقعہ بڑا مشہور ہوا جو غازی علم الدین شہید کے ہاتھوں عبرتناک انجام کو جا پہنچا۔ ایک بدبخت تھورام جب گستاخی رسول ﷺ کا

مرتکب ہوا تو غازی عبدالقیوم شہید کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

ایک شاتم رسول سوامی شردھانند نے شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی ناپاک جسارت کی تو غازی عبدالرشید شہید کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

ایک مسلمان بدبخت سکھ مذہب اختیار کر کے مرتد ہوا اور چک نمبر 24 شیخوپورہ جا آباد ہوا۔ سکھوں کے کہنے پر اس نے شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی، چنانچہ غازی عبداللہ انصاری شہید کے ہاتھوں جہنم کا ایندھن بن گیا۔ اس بدبخت نے اپنا نام چنچل سنگھ رکھ لیا تھا۔ غازی عبداللہ نے اس کی بیوی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ایک شاتم رسول پالامل سنار نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ غازی محمد صدیق شہید نے اُسے جہنم رسید کر دیا۔ غازی امیر احمد سعید اور غازی عبداللہ شہید نے ممبئی سے شائع ہونے والی ایک کتاب کے پبلشر کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پر رسول ﷺ کی فرضی تصویر شائع کی تھی۔

1961ء میں ایک عیسائی مبلغ سموئیل حضور ﷺ کی خدمت میں گستاخی کی جسے غازی زاہد حسین نے ٹھکانے لگا دیا۔

1964ء میں فیصل آباد میں ایک سینئر عیسائی ٹیچر گستاخی کا مرتکب ہوا جسے غازی فاروق احمد نے جہنم رسید کر دیا۔ مغرب اور یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور رسول ﷺ کی دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ انہوں نے شرم و حیا و غیرت کو بالکل ہی خیرباد کہہ دیا ہے۔ چنانچہ نبی امن و آشتی رحمت عالم ﷺ کی محبت امت مسلمہ کے دلوں سے نکالنے کی کوشش میں ہیں۔ اس دوڑ میں انہوں نے جہاں خود ہر طرح کے وسائل کو اختیار کیا ہے، وہاں نام نہاد مسلمانوں کو بھی اس کام پر لگا دیا ہے۔ اس کی مثال سلمان رشدی اور تسلیمہ، مرزا زاہد جیسے لوگوں کی دی جا سکتی ہے، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکے اور عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔ کچھ عرصہ قبل مغرب نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں خاکے چھاپنے کی جسارت کی، لیکن خدا کی قدرت کہ یہ پبلشر بھی عبرت کا نشان بن گیا اور بجلی کے

ایک شارٹ سرکٹ نے اس کا قصہ تمام کر دیا۔

اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو ایسے بیشمار شاتمین رسول کے نام سامنے آجاتے ہیں جو گستاخی رسول ﷺ کے باعث عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔ اس مختصر مقالہ میں اس کی تفصیل ممکن نہیں ہے، لیکن باوجود اس کے شاتمین رسول نے کوئی عبرت حاصل نہ کی اور یوں اس دلدل میں پھنستے گئے اور واصل جہنم ہوتے رہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پیش پیش سے عیسائی مشنری ہے۔ عیسائیوں کا ایک بڑا مقصد بہتر مستقبل کی تلاش ہے۔ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں توہین رسالت سے مرتکب ہو کر پناہ کے لیے یورپ وامریکہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح کے چند واقعات پہلے پیش آچکے ہیں جب چند عیسائیوں نے توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا تو ان کو راتوں رات یورپ اور امریکہ پہنچا دیا گیا۔ شاید اسی لالچ میں آسیہ بی بی عیسائی خاتون نے بھی توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا۔ لیکن شاید پوری عیسائی قوم کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان غریب ہو سکتا ہے، ان پڑھ ہو سکتا ہے، گنہگار ہو سکتا ہے، لیکن بے غیرت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ چند مسلمان دیہاتی خواتین جو کوئی پڑھی لکھی نہ تھیں، بہت زیادہ متقی و پرہیزگار نہ تھیں۔ انہوں نے عیسائی خاتون آسیہ بی بی کے ہاتھوں پانی پینے سے انکار کر دیا، جس پر وہ مشتعل ہو کر گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کر بیٹھی۔ جس پر ان غریب ان پڑھ مگر باغیرت مسلمان خواتین نے سخت نوٹس لیا اور بات عدالت تک جا پہنچی جس نے اُسے سزائے موت دی۔ سلمان تاثیر جیسا بدبخت اُس کی گستاخی میں برابر شریک رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اپنے محافظ غازی ممتاز حسین قادری کے ہاتھوں اُسے واصل جہنم کر دیا۔

بقول ظفر علی خان:

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
باجود اس کے میں مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ ءبطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

حوالہ جات:

۱) ترجمہ جمال القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔۔۔ ۲) روح البیان جلد 30 از علامہ اسمٰعیل حقی، مطبوعہ 1991ء مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور۔۔۔
۳) ضیاء القرآن جلد پنجم از پیر محمد کرم شاہ الازہری، مطبوعہ ربیع الثانی 14 سو ہجری ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔۔۔ ۴) صحیح البخاری جلد اوّل از ابو عبداللہ امام بخاری، ناشر محمد سعید اینڈ سنز مولوی مسافر خانہ کراچی۔۔۔ ۵) نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اوّل از مولانا مفتی شریف الحق امجدی، مطبوعہ جولائی 2000ء، ناشر فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور۔۔۔ ۶) شرح مسلم شریف جلد پنجم از علامہ غلام رسول سعیدی مطبوعہ 1991ء ناشر فرید بک سٹال لاہور۔۔۔ ۷) الخصائص الکبریٰ جلد اوّل از علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی، ناشر مدینہ پبلیشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی۔۔۔ ۸) شواہد النبوۃ از علامہ نور الدین عبدالرحمن جامی، مطبوعہ 1985ء مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔۔۔ ۹) ضیاء النبی جلد دوم از پیر محمد کرم شاہ الازہری، مطبوعہ رمضان المبارک 1413ھ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔۔۔ ۱۰) ضیاء النبی جلد سوم از پیر محمد کرم شاہ الازہری، مطبوعہ رمضان المبارک 1413ھ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔۔۔ ۱۱) رحمۃ اللعالمین جلد اوّل از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز انارکلی لاہور۔۔۔
۱۲) حضور پاک کا جلال و جمال، از میجر (ر) امیر افضل خان، مطبوعہ 1999ء القرآن ریسرچ فاؤنڈیشن اسلام آباد۔۔۔ ۱۳) الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، مطبوعہ اکتوبر 1995ء المکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور۔۔۔ ۱۴) گستاخوں کا برا انجام از علامہ محمد فیض احمد اویسی محدث بہاولپور، مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور۔۔۔ ۱۵) تاریخ اسلام از ڈاکٹر حمید الدین، ناشر فیروز الدین سنز لمیٹڈ لاہور۔۔۔
۱۶) عصمت رسول پر حملے از سید ممتاز علی بخاری، ناشر زاویہ پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور۔۔۔ ۱۷) تحفظ ناموسِ رسالت، مرتب: محمد نعیم طاہر رضوی، مطبوعہ 2007ء ناشر کنز الایمان پبلی کیشنز صدر بازار لاہور۔۔۔
۱۸) انسائیکلوپیڈیا اُردو، ناشر فیروز سنز لاہور۔۔۔ ۱۹) ضمانت مسترد عدالتی فیصلہ شریعت کورٹ آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر در مرزا زاہد میرپور۔۔۔ ۲۰) ماہنامہ جہانِ رضا، جنوری، فروری مارچ 2011ء لاہور

حفاظتِ ناموس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت

ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ، ایم اے، پی ایچ ڈی

ہر انسان کو اپنی عزت وناموس بڑی عزیز ہوتی ہے اور وہ اپنی عزت بچانے کے لئے مال ودولت تو درکنار جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ لوگ تو ان کی آبرو کا تحفظ بھی اپنی ذمہ داری گردانتے ہیں جن سے ان کا کوئی نسبی تعلق ہو یا جن سے انہوں نے رشتہ محبت وعقیدت کا استوار کرلیا ہو۔ محب اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرسکتا، پھر اس کو یہ علم ہو کہ اسے جو عزت ملی ہے وہ اس کی ذات کی وجہ سے ہے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ ہستی دنیا وعقبیٰ میں کبھی اس کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گی تو ایسی ہستی کے تحفظ ناموس کی خاطر وہ کیوں نہ کٹ مرے۔ روح قالب کا رشتہ توڑ کر ایسی ہستی سے رشتہ جوڑ لینا انسانیت کی معراج ہے۔

جس طرح ہم اپنے پیاروں کی شان میں کی گئی گستاخی برداشت نہیں کرتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اپنے حبیب مکرم، رسول معظم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی ادنیٰ سی توہین وتضحیک بھی برداشت نہیں فرماتے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے گستاخ کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

"سورہ توبہ" میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (توبہ ۹، ۱۶)

"جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

ایک اور مقام پر رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اذیت دینا قرار دیا گیا اور ایسے بدبخت شخص کو "عَذَابًا مُّهِيْنًا" کے لئے تیار رہنے کا حکم ہے۔ آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی لعنت کا طوق ایسے بدنصیب شخص کے زیب گلو رہے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۝ (الاحزاب ۳۳،۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے، دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ تو اپنے محبوب مکرم حبیب معظم (ﷺ) کی آواز مبارک سے اونچی آواز بھی پسند نہیں فرماتے اور مومنوں کو حکم دیتے ہیں:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (الحجرات ۴۹،۲)

اپنی آواز اونچی نہ کرو نبی ﷺ کی آواز سے۔

صرف یہ قرآنی حکم ہی نہیں بلکہ یہ وعید شدید بھی سنا دی کہ "اگر تم نے اس کا ارتکاب کیا تو اپنے اعمال ضبط کروا بیٹھو گے۔"

جس شخص نے اپنے قول یا فعل سے آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) تکلیف دی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس سے بدلہ ضرور لیا۔

عاص بن وائل کا ابتر ہونا:

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاجزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ میں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا تو عاص بن وائل نے کہا: "ان کی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہی اس لیے آپ ﷺ کے بعد آپ کا نام ختم ہو جائے گا۔"

اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے "سورہ کوثر" شریف نازل فرمائی اور عاص بن وائل کے "ابتر" ہونے کی خبر دی۔ دیکھئے حضور سید المرسلین رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "لاولد" ہونے کا طعنہ دینے والے کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے منقطع النسل بنا دیا۔

ابولہب کی عبرت انگیز موت:

اسی طرح ابولہب آپ ﷺ سے بڑی عداوت رکھتا تھا۔ جب حضور ختمی المرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا اور انہیں توحید باری تعالیٰ کا ایمانی، ربانی درس دیا تو ابولہب نے کہا: ”تو برباد ہو جائے۔ کیا تو نے ہمیں یہی سنانے کو جمع کیا تھا؟“

اس پر خالق ارض وسماء جل مجدہ نے اس کی تباہی و بربادی کا یوں اعلان فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ — ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ (سورۃ لہب: ۱)

چنانچہ ابولہب غزوہ بدر کے ایک ہفتہ بعد ایک متعدی بیماری کا شکار ہو گیا۔ مرنے کے بعد تین دن تک اس کی نعش بے گور وکفن پڑی رہی۔ کوئی عزیز، رشتے دار قریب نہ آیا۔ یہاں تک کہ اس کی نعش سے بدبو آنے لگی۔ اور گھر والوں نے مزدوروں کو بلا کر اس کی نعش کو ایک گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی۔

عتبہ بن ابولہب کی ہلاکت:

ابولہب کے دو بیٹوں سے حضور سرور کونین ﷺ کی دو صاحبزادیوں رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا تھا مگر ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی، انہوں نے آپ ﷺ و اصحابہ کو دکھ پہنچانے کے بعد ان دختران پاک رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو دکھ پہنچانے والے فرزندانِ کفر کو بھی ذلیل وخوار کیا اور ان میں سے ایک (عتبہ) کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔

زوجہ ابولہب کی ہلاکت:

اس طرح ابولہب کی بیوی جنگل سے کانٹے لا کر حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیۃ واجمل الثناء کے راستے میں بچھایا کرتی تھی۔ ایک دن کانٹوں کا بوجھ

لاتے ہوئے راستے میں کھجور کی چھال کا رسہ اس کے گلے میں پھنس گیا جس سے وہ وہیں واصل جہنم ہوگئی۔

ولید بن مغیرہ کے خصائل سیئہ:

ولید بن مغیرہ نے رحمت مجسم محسن اعظم، رسول اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) "مجنون" کہہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے "قرآن مجید" میں فرمایا کہ "اے میرے محبوب ﷺ آپ ہر گز مجنون نہیں"۔ اور پھر ولید لعین کے تمام خصائل سیئہ گنوائے۔ اس کی تمام خامیاں گنوانے کے بعد " بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٌ " کہہ کر اس کے ولد الزنا ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔

خسرو پرویز کا خاتمہ:

شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مکتوب شریف کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر وہ لعین برہم ہوگیا اور بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکتوب گرامی پھاڑ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اسے اس کے اپنے ہی بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کروا کر رسوا کیا۔

بغیض بن عامر پر خدائی غضب:

حضور اکرم ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کرنے کے لئے دستاویز بغیض بن عامر نے لکھی تھی۔ اس پر غضب الٰہی نازل ہوا اور اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔

حب رسول ﷺ اور تکمیل ایمان:

دراصل ایمان نام ہے محبت رسول ﷺ کا۔ حب رسول ﷺ کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے بلکہ مسلمان ہونے کی شرطِ اوّلین محبتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء

ہے۔

"بخاری شریف" کتاب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین	"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔"

"بخاری شریف" ہی میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "بے شک آپ ﷺ سوائے میری جان کے جو دونوں پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔"

حضور خیر الانام علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، زیادہ محبوب ہیں۔"

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "اے عمر رضی اللہ عنہ اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔"

اس سے پتہ چلا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو جان سے زیادہ محبوب رکھے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے اور جو ہستی جان سے بھی عزیز ہو اس کی شان میں دریدہ دہنی کیونکر برداشت کی جا سکتی ہے؟ اسی لیے عشاق مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے وقت آنے پر اپنی جانوں کی پروا نہیں کی اور اپنے آقا و مولا کے خلاف بھونکنے والے کتوں کا خاتمہ کر کے دم

لیا۔ بے شک انہوں نے (رحمهم الله تعالى) نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں (رحمهم الله تعالى) تختہ دار پر بھی لٹکنا پڑا لیکن انہوں نے کبھی اپنے آقا و مولا ﷺ کی توہین و تضحیک برداشت نہ کی۔

ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی:

''سنن ابو داؤد شریف'' میں ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس لیے قتل کر دیا کہ وہ سرکار دو جہاں ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔''

عبداللہ بن خطل کی ہلاکت:

اس طرح عبداللہ بن خطل حضور سرور کونین ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا۔ فرتنا اور قریبہ اس کی دو باندیاں تھیں جو اس کے اشعار گایا کرتی تھیں۔ فتح مکہ کے دن اس گستاخ نے مسجد حرام میں پناہ لی اور کعبہ معظمہ کے مقدس پردوں سے لٹک گیا لیکن اسے مسجد حرام ہی میں قتل کر دیا گیا اور اس کی ایک باندی قریبہ کو بھی اس جرم کی سزا میں لقمہ اجل بننا پڑا کہ وہ اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کرتی تھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

''شفاء شریف'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ ''مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے'' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا کہ ''اسے تیس درے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔'' اور فرمایا کہ: ''ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ وہ (مقدس) زمین جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں، اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ وہ خراب ہے۔''

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے رسول پاک ﷺ کی پسندیدہ غذا "کدو شریف" کے بارے میں سن کر کہا "انا ما احبہ" (میں اس کو پسند نہیں کرتا) "یہ سن کر امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا" تجدید ایمان کرو ورنہ میں تمہیں ضرور قتل کر دوں گا۔"

اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے محبوب بندوں سے عداوت رکھنے والوں کے لیے اعلان جنگ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ تو رب ذوالجلال جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ سے عداوت رکھنے والے۔ آپ ﷺ کی اہانت و تضحیک کی کوشش کرنے والے سے جنگ کرنا سنت اللہ ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ کی شان اقدس سے فروتر الفاظ کہنے یا لکھنے والے گستاخ کو ہرگز معاف نہیں کرنا چاہیے لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں ناموس رسالت کے لئے چلنے والی تحریکیں درحقیقت کسی اور مقصد کے حصول کے لئے چلتی ہیں۔ میں شاتم رسول، سلمان رشدی کے خلاف تحریک چلانے اور انتظامیہ کے ہاتھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون ضائع کروانے والوں سے سوال کرتا ہوں کیا سلمان رشدی لعین اب زندہ نہیں ہے؟۔ اس تحریک کے رہنما وزیر بننے کے بعد "تحفظ ناموس رسالت" کیوں بھول گئے ہیں؟۔ کیا اس تحریک کا اصل مقصد تحفظ ناموس رسالت ہے یا حصول اقتدار؟

برادرانِ اسلام! ذرا غور فرمایئے اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غازی علم دین بن کر، شاہین کی طرح رشدی لعین پر جھپٹئے اور اس کا قلع قمع کر کے دم لیجئے ورنہ تمہارے تحفظ ناموس رسالت کے دعوے اور تحریکیں بے سود ہیں۔ بالکل بے سود۔

شماتت سرکار کی کوششیں اور مسلمانانِ ہند

محمد رفیق شیخ حنفی قادری (ایم۔اے) ☆

اس مضمون کے آغاز میں تمہید ایمان آیاتِ قرآن کی روشنی میں ذکر کی گئی ہے کہ کتاب و سنت میں ناموس حضور انور ﷺ کے لیے کیا تقاضے بیان فرمائے ہیں؟ اس تحریر منیر کو توجہ سے پڑھیں، سمجھیں گے تو معلوم ہو گا کہ:

جو ہو نہ عشق مصطفی ﷺ تو زندگی فضول ہے

یہ محض جذباتی نعرہ نہیں ہے بلکہ چمکتی دمکتی صداقت ہے۔ یہ کوئی لمحاتی مصرعہ نہیں بلکہ ایک ابدی، لافانی حقیقت ہے۔ یہ صفحات شیخ الاسلام والمسلمین، فخر المحدثین، حافظ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف: "تمہید ایمان بآیات القرآن" سے منتخب شدہ ہیں۔

اس کے بعد مصنف ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ صاحب کی دو تحریریں ہیں۔

☆ حفاظت ناموس حضور ﷺ کی اہمیت۔

☆ شماتت سرکار ﷺ کی کوششیں اور مسلمان حکمران۔

یہ دونوں تحریریں، متین خالد صاحب نے اپنے انتخاب کردہ مضامین پر مبنی کتاب: "شہیدان ناموس رسالت" (ﷺ) (مطبوعہ فاتح پبلشرز، یوسف مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء) میں مصنف کی اجازت کے بغیر شامل کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب مذکور کا صفحہ ۲۸۱۔۲۸۵ اور صفحہ ۳۳۶۔۳۵۰ اور پھر "مرتب و محقق" خالد متین

☆ گدائے درِ محبوبانِ خدا علیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والثناء۔ داتا کی نگری لاہور شریف

صاحب نے موخر الذکر تحریر سے مصنف کی اجازت کے بغیر "ابن تیمیہ اور حکومت وقت" کے ذکر پر مشتمل صفحات خارج کر دیے ہیں۔ نہ جانے کیوں؟ یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ تحقیقی نکتہ نگاہ سے نہایت غلط رویہ ہے۔

قارئین کرام! گستاخوں کے متعلق ملاحظہ کریں تو واضح ہو گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گستاخِ رسول مقبول ﷺ کے مرتکبین افراد عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، ابو عامر راہب، ابولہب، ام جمیل بنت حرب بن امیہ (زوجہ ابولہب)، عتیبہ بن ابولہب، اربد بن ربیعہ، عامر بن طفیل، عاص بن منبہ، منبہ بن حجاج، زبیر بن ابی امیہ، بغیض بن عامر، خسرو پرویز اور اسود بن یغوث وغیرھم (لعنت اللہ تعالیٰ فی الدارین) کو سخت سزائیں دیں۔ اور یہ لوگ غضب الٰہی جل شانہ کا شکار ہوئے...... والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جس سے روشن ہوا کہ گستاخان رسالت کو شدید عقوبت، واذیت پہنچانا، ان کی مخالفت ومذمت کرنا سنت الٰہیہ جل شانہ ہے۔ اس سے کسی سہل الطبع کو یہ گمان نہ گزرے کہ "ایسے گستاخوں کو آسمانی سزائیں ملیں اور قہرالٰہی جل شانہ سے وہ مردود عبرت کے نمونے بن گئے پس ایسوں کو سزا صرف خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے"۔ نہیں۔ ہر گز نہیں۔

بلکہ رب ذوالجلال جل شانہ نے جن بدبختوں کو اس دنیا میں اس وقت عبرت ناک سزائیں دیں جبکہ اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی اور تکمیل دین کا کام ہو رہا تھا اور یہ مکی دور تھا اس لیے یہ سورتیں بھی مکی عہد کی ہیں۔ جب مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو سب وشتم توہین وتضحیک رسول اللہ ﷺ کی سزا اسلامی حکومت میں بطور حد سزائے موت مقرر فرما دی گئی۔ (الجامع لاحکام القرآن)

رسول اکرم، نور مجسم، حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کے مقدس ومکرم حکم سے بھی، باذن اللہ تعالیٰ، بعض گستاخ جہنم رسید کئے گئے۔ بعض کو ان کی دریدہ دہنی پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا اور جب حضور پرنور ﷺ کے حضور ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے تائید وتوثیق فرمائی۔ اور امیہ بن ابی خلف کو تو خود اپنے دست اقدس سے ظاہراً ہلکا سا زخم پہنچایا جس سے وہ بدبخت تڑپ تڑپ کر واصل جہنم ہوا۔

پھر احادیث مبارکہ وآثار طیبہ سے معلوم ہے کہ اہل بیت عظام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے مرتکبین کو واجب القتل جانتے تھے، مانتے تھے بلکہ کئی دشمنان خدا اور رسول کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قتل فرمایا۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معوذ، حضرت معاذ، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت ابوبرزہ، حضرت تمیلہ بن عبداللہ، حضرت عمیر بن عدی، حضرت سالم بن عمیر، حضرت حارث بن اوس، حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت خالد بن ولید اور حضرت مجمع (خادم عمر فاروق) رضی اللہ عنہم کی روشن روایات مستند کتب میں مرقوم ہیں۔

اس سے اظہر من الشمس ہے کہ گستاخان بارگاہ نبوت کو عبرت ناک سزائیں دینا، ان کو ہلاک کرنا، سنت الٰہیہ جل شانہ ہے۔ سنت مصطفی ﷺ ہے۔ سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ شیوہ سلاطین ہے۔ روایت غیوران اسلام ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی جا نہیں۔ جب جب شرار بولہبی نے چراغ مصطفوی سے ٹکر لینے کی سفیہانہ جسارت کی تب تب محافظان ناموس رسالت ﷺ نے گستاخان بارگاہ نبوت سے سرکوبی کی۔ چنانچہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی المعروف عمر ثانی، خلیفہ موسیٰ بن مہدی الملقب ہادی عباسی، ایوب بن یحییٰ حاکم عدن، سلطان نور الدین زنگی، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان ناصر، اور اندلس میں امیر عبدالرحمن الاوسط اور ان کے فرزند ارجمند میر محمد بن عبدالرحمن کے متعلقہ روایات اس عہد جلال کا روشن باب ہیں۔ اسلامی سلطنتوں میں اولاً تو کسی گستاخ لعین کو کھلم کھلا گستاخی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ثانیاً اگر کوئی کج رو، کج مغز، دریدہ دہن ایسا کرنے کی جسارت کرتا تو اسے فوراً قرار واقعی سزا دی جاتی تھی۔

مذکورہ بالا ادوار تاریخ اسلام کے روشن ابواب ہیں مگر جب اسلامی اقتدار روبہ انحطاط ہوا۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کا آغاز ہوا۔ اور وہ سیاسی اور معاشی سطح پر کمزور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ادھر اندلس (ہسپانیہ) سے ان کا نام ونشان اس طرح مٹایا گیا کہ:

☆ یا تو وہ بے دریغ قتل کر دیے گئے۔ (یہ صلیبی "یدھ" تھا)۔

☆ یا پھر انہیں جبراً اصطباغ (بپتسمہ) دے کر "مشرف بہ مسیحیت" کیا گیا۔ (یہ بھی "شدھی" تھا)۔

☆ یا پھر جو بچے کچھے تھے وہ ایمان، جان اور عزت و آن بچانے کے لیے بے وطن ہونے پر مجبور ہو گئے۔ (یہ علیسوی "سنگھٹن" تھا)۔

ادھر برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے منحوس قدم جمنے کے بعد مسلمانوں کو ایک بار پھر اندلسی عیسائیوں کے مسیحی جبر و استبداد کا سیاہ دور دیکھنا پڑا۔ اسی دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران عالم اسلام بالخصوص سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کے ظالمانہ اور ناروا اقدامات دیکھ کر مسلمانان پاک و ہند بے چین ہو گئے اور برطانوی سامراجیت کے خلاف سرگرم عمل ہوئے۔ اسلام کے علمبردار لیڈروں میں سیاسی لیاقت و بصیرت کی قلت اور جذباتی رویہ کی شدت کی بدولت موہن داس کرم چند سیاسی منظر پہ "مہاتما گاندھی" بن کر ابھرا اور چھا گیا۔ اس دور میں ہندو مسلم "بھائی چارہ" کفار و مسلمین کا "ایکا" اپنے عروج پر تھی۔ چنانچہ گاندھی "جی" کی مشاورت اور رہنمائی میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات اور تحریک ترک ذبیحہ گاؤ جیسی مختلف تحاریک چلائی گئیں جن کے فوائد و ثمرات، بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہنود بے بہبود کو پہنچے اور جن کے مصائب و نقصانات مسلمانوں کا حصہ ٹھہرے مگر سادہ لوح مسلمان پھر بھی اس غیر فطری "ایکا" پر خوش تھے۔

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے بعد برطانوی سامراج نے سپین کے تجربات کے آئینہ میں، تحریک شماتت ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کی۔ مول شنکر المعروف سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء۔اکتوبر ۱۸۸۳ء) کا آریا سماجی فتنہ ایک اور ہندو قومی اتحاد کے پرچارک، تحریک خلافت کے سرگرم کارکن اور جامع مسجد دہلی میں محبت آمیز تقریر کرنے والے لالہ منشی رام جالندھری المعروف سوامی شردھانند (م ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور دیگر آریا سماجی ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کیا گیا تو ایک بار پھر حق و باطل کی

کشمکش شروع ہوئی۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نئی حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی، وہی مرجبی، وہی عنتری

خصلت مرجبی طینت عنتری وہی تھی تو فطرت اسد اللہی غیرت فاروقی بھی وہی تھی مگر اب مسلمانوں کے پاس سیاسی قوت نہ تھی وہ گستاخوں کا سدباب کیسے کرتے! برطانوی سامراجیت گستاخوں کی پشت پناہ تھی۔ متعصب ہندو اکثریت ان کی پناہ گاہ تھی۔ بے شعور سکھ اقلیت ان کے ہمراہ تھی۔ "ہندو" کانگرس کی خاموش سیاسی حمایت تھی۔ ٹاٹا اور برلا کے سکوں سے ان کی طاقت وتقویت تھی۔ ان کی بدولت ہی "ستیارتھ پرکاش" "آنند مٹھ" "دیدار رسول" "رنگیلا" "بلیدان" "چتراولی" "سنگھٹن کا بگل" "ہسٹری آف اسلام" "انیسویں صدی کا مہارشی" "کفر توڑو اسلام توڑ" "تہذیب الاسلام" "جڑ پٹ" "ترک اسلام" "ملیکھش توڑ" "آریا مسافر میگزین" "مسافر بہڑائچ" "آریا پتر بریلی" "آریا مسافر جالندھر" اور ان جیسے دیگر رسائل، پرچے اور ڈرامے چھاپے جاتے۔ اور دھڑا دھڑ چھاپے جاتے۔ اور غلامان محمد ﷺ کی غیرت وحمیت کو للکارا جاتا۔ ان کو طیش دلایا جاتا۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟ ان کا کس طرح ازالہ کیا جائے؟

آخر غیرت ایمانی، حمیت اسلامی نے دوٹوک اعلان کردیا کہ ؎

ناموس مصطفی پہ دل وجان وار دو — گستاخ کو جو دیکھو، بلا خوف مار دو
ہر شاتم ولعین کا گھر بار پھونک دو — اس پاک سرزمین کا نقشہ سنوار دو
سرکار کے وقار پہ آئے نہ کوئی حرف — عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

آیئے اب ان شہیدوں غازیوں کا مختصر ومنتخب تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے گستاخوں خبیثوں کو خوب سبق سکھایا۔ اسی حوالہ سے متحدہ ہند کی تحریک شماتت کا مختصر جائزہ بھی پیش خدمت ہے۔

یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ہندو پبلشر مہاراجہ راجپال نے "ستیارتھ پرکاش" کا آخری ایڈیشن شائع کیا پھر اس نے "رنگیلا رسول" کے گھناؤنے نام سے گستاخانہ کتاب شائع

☆ یا تو وہ بے دریغ قتل کر دیے گئے۔ (یہ صلیبی ''یدھ'' تھا)۔

☆ یا پھر انہیں جبراً اصطباغ (بپتسمہ) دے کر ''مشرف بہ مسیحیت'' کیا گیا۔ (یہ مسیحی ''شدھی'' تھا)۔

☆ یا پھر جو بچے کچھے تھے وہ ایمان، جان اور عزت و آن بچانے کے لیے بے وطن ہونے پر مجبور ہو گئے۔ (یہ عیسوی ''سنگھٹن'' تھا)۔

ادھر برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے منحوس قدم جمنے کے بعد مسلمانوں کو ایک بار پھر اندلسی عیسائیوں کے سے مسیحی جبر و استبداد کا سیاہ دور دیکھنا پڑا۔ اس دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران عالم اسلام بالخصوص سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کے ظالمانہ اور نارو اقدامات دیکھ کر مسلمانان پاک و ہند بے چین ہو گئے اور برطانوی سامراجیت کے خلاف سرگرم عمل ہوئے۔ اسلام کے علمبردار لیڈروں میں سیاسی لیاقت و بصیرت کی قلت اور جذباتی رویہ کی شدت کی بدولت موہن داس کرم چند سیاسی منظر پہ ''مہاتما گاندھی'' بن کر ابھرا اور چھا گیا۔ اس دور میں ہندو مسلم ''بھائی چارہ'' کفار و مسلمین کا ''ایکا'' اپنے عروج پر تھی۔ چنانچہ گاندھی ''جی'' کی مشاورت اور رہنمائی میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات اور تحریک ترک ذبیحہ گاؤ جیسی مختلف تحاریک چلائی گئیں جن کے فوائد و ثمرات، بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہنود بے بہبود کو پہنچے اور جن کے مصائب و نقصانات مسلمانوں کا حصہ ٹھہرے مگر سادہ لوح مسلمان پھر بھی اس غیر فطری ''ایکا'' پر خوش تھے۔

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) کے بعد برطانوی سامراج نے سپین کے تجربات کے آئینہ میں، تحریک شماتت ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کی۔ مول شنکر المعروف سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء) کا آریا سماجی فتنہ ایک اور ہندو قومی اتحاد کے پرچارک، تحریک خلافت کے سرگرم کارکن اور جامع مسجد دہلی میں محبت آمیز تقریر کرنے والے لالہ منشی رام جالندھری المعروف سوامی شردھانند (م ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور دیگر آریا سماجی ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کیا گیا تو ایک بار پھر حق و باطل کی

کشمکش شروع ہوئی۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نئی حریف پنجہ فگن نئے

وہی فطرت اسداللہی، وہی مرجبی، وہی عنتری

خصلت مرجبی طینت عنتری وہی تھی تو فطرت اسداللہی غیرت فاروقی بھی وہی تھی مگر اب مسلمانوں کے پاس سیاسی قوت نہ تھی وہ گستاخوں کا سدباب کیسے کرتے! برطانوی سامراجیت گستاخوں کی پشت پناہ تھی۔ متعصب ہندو اکثریت ان کی پناہ گاہ تھی۔ بے شعور سکھ اقلیت ان کے ہمراہ تھی۔ ''ہندو'' کانگرس کی خاموش سیاسی حمایت تھی۔ ٹاٹا اور برلا کے سکوں سے ان کی طاقت وتقویت تھی۔ ان کی بدولت ہی ''ستیارتھ پرکاش'' ''آنند مٹھ'' ''دیدار رسول'' ''رنگیلا'' ''بلیدان'' ''چترا ولی'' ''سنگٹھن کا بگل'' ''ہسٹری آف اسلام'' ''انیسویں صدی کا مہارشی'' ''کفر توڑو اسلام توڑ'' ''تہذیب الاسلام'' ''جڑ پٹ'' ''ترک اسلام'' ''تکلیکھش توڑ'' ''آریا مسافر میگزین'' ''مسافر بہڑائچ'' ''آریا پتر بریلی'' ''آریا مسافر جالندھر'' اور ان جیسے دیگر رسائل، پرچے اور ڈرامے چھاپے جاتے۔ اور دھڑا دھڑ چھاپے جاتے۔ اور غلامان محمد ﷺ کی غیرت وحمیت کو للکارا جاتا۔ ان کو طیش دلایا جاتا۔ ایسے میں کیا کیا جائے ؟ ان کا کس طرح ازالہ کیا جائے؟

آخر غیرت ایمانی، حمیت اسلامی نے دوٹوک اعلان کر دیا کہ

ناموس مصطفی پہ دل وجان وار دو — گستاخ کو جو دیکھو، بلا خوف مار دو

ہر شاتم ولعین کا گھر بار پھونک دو — اس پاک سرزمین کا نقشہ سنوار دو

سرکار کے وقار پہ آئے نہ کوئی حرف — عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

آیئے اب ان شہیدوں غازیوں کا مختصر ومنتخب تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے گستاخوں خبیثوں کو خوب سبق سکھایا۔ اسی حوالہ سے متحدہ ہند کی تحریک شماتت کا مختصر جائزہ بھی پیش خدمت ہے۔

یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ہندو پبلشر مہاراجہ راجپال نے ''ستیارتھ پرکاش'' کا آخری ایڈیشن شائع کیا پھر اس نے ''رنگیلا رسول'' کے گھناؤنے نام سے گستاخانہ کتاب شائع

کی جس پر پروفیسر پنڈت چمپوپتی ایم۔اے کا فرضی نام بطور مصنف تحریر کیا گیا تھا مگر عام خیال تھا کہ یہ مہاشہ کرشن آریا سماجی ایڈیٹر "پرتاپ" (لاہور) کی تحریر ہے۔اس گھناؤنی کتاب کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔

☆ غازی خدا بخش اکوجہا اندرون یکی دروازہ لاہور کے ایک شیر فروش غیور نوجوان نے ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کی صبح راجپال لعین پر تیز دھار چاقو سے حملہ کرکے اسے زخمی کردیا۔غازی خدا بخش گرفتار ہوئے اور ایک دو روز کی کارروائی کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایم بی اوگلوی نے انہیں سات سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ غازی عبدالعزیز خان غزنوی ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو کوہاٹ سے لاہور آئے، راجپال کی دکان پہنچے اور شناخت میں غلطی کے باعث ایک اور گستاخ سوامی ستیانند پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو مسٹر ایم بی اوگلوی نے انہیں فی الفور چودہ سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ غازی علم الدین شہید ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء بروز جمعرات کو میاں طالع مند نجار کے گھر کوچہ چابک سواراں میں پیدا ہوئے۔ان کے بڑے بھائی کا اسم گرامی دین محمد تھا۔یکم جنوری ۱۹۲۸ء سے مارچ ۱۹۲۹ء تک کے عرصے میں آپ کوہاٹ میں رہے، لاہور واپس آئے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۲۹ء بروز ہفتہ کو راجپالی فتنہ کا علم ہوا، ایک تیز دھار چھرا خریدا اور راجپال کی دکان (واقع ہسپتال روڈ نزد مزار قطب الدین ایبک انارکلی، لاہور) پہنچے اور گستاخ کو جہنم رسید کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو مسٹر ٹیپ سیشن جج نے سزائے موت کا فیصلہ سنایا جس کے خلاف اپیل کی گئی مگر انگریز جج براڈوے اور جان اسٹون، ہائیکورٹ پنجاب نے ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء کے فیصلے میں سابقہ فیصلہ بحال رکھا۔

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ/ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات میانوالی جیل میں جام شہادت نوش فرمایا اور انگریز حکام نے وہیں تدفین کی مگر ۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر محمد شفیع، عبدالعزیز مالواڈہ اور مولانا غلام محمد الدین پر مبنی وفد نے گورنر ڈی مونٹ مورنسی سے ملاقات کی، جس کے بعد میت کو ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ۴ بج کر ۳۵ منٹ

پر لاہور چھاؤنی لایا گیا۔ پہلی نماز جنازہ قاری محمد شمس الدین صاحب، خطیب مسجد وزیر خان نے۔ دوسری سید محمد دیدار علی شاہ صاحب نے۔ تیسری سید احمد شاہ صاحب نے۔ اور باقی نمازیں مختلف علماء نے پڑھا کر فرض کفایہ ادا کیا۔ جنازے میں تقریباً چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) مسلمان شریک تھے۔ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے محترم میت کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

☆ غازی عبدالقیوم خاں شہید ۱۲۔۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ضلع ہزارہ سے تھا۔ ۱۹۳۳ء کے اوائل میں آریہ سماج حیدر آباد (سندھ) کے سیکرٹری تھورام نے ایک کتاب "ہسٹری آف اسلام" (تاریخ اسلام) شائع کی جس میں شان رسالت مآب ﷺ میں سخت دریدہ دہنی کی تھی۔ غازی عبدالقیوم نے جونامارکیٹ کی کسی مسجد میں اس سانحہ کا تذکرہ سنا تو ستمبر ۱۹۳۴ء میں دوران سماعت کورٹ میں ہی تھو رام لعین کو جہنم واصل کر دیا۔ پھر اسی جرم تعزیرِ عشق میں شہادت پائی۔

لاہور میں غازی علم الدین شہید اور کراچی میں غازی عبدالقیوم شہید کے ان واقعات کے حوالہ سے علامہ محمد اقبال نے "ضرب کلیم" میں ایک قطعہ "لاہور و کراچی" کے عنوان سے ہدیہ محبت میں پیش کیا۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور ۔۔۔ موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ ۔۔۔ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں ۔۔۔ حرف لاتدع مع اللہ الٰھا اخر

☆ غازی قاضی عبدالرشید شہید دیوان مفتون سنگھ آزاد کے اخبار "ریاست" (دہلی) میں خوش نویس تھے۔ وہیں آریہ سماجیوں کی کئی اسلام دشمن، گستاخانہ کتابیں، ڈرامے اور پمفلٹس دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے نتیجے میں انہیں ہمسایہ قوم کی نیچ ذہنیت اور متعصبانہ رویہ سے شدید نفرت ہوئی۔ جمعرات ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو فتنہ ارتداد (شدھی تحریک) کے بانی گستاخ شردھانند کو جہنم رسید کیا۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۷ء کو سیشن کورٹ نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ جولائی / اگست ۱۹۲۷ء کو دلی سنٹرل جیل میں جام شہادت

نوش فرمایا۔

☆ غازی عبدالرحمن شہید کا قصہ یوں ہے کہ غازی علم الدین شہید (شہادت ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء) کے ایمان افروز واقعہ پر مانسہرہ شہر میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا جس میں مولانا غلام سرور نے نہایت بصیرت افزا تقریر کی۔ اس دوران کشمیر روڈ مانسہرہ شہر کی ایک دکان میں ایک ہٹے کٹے سکھ گستاخ نے اپنے بھائی بندوں کی موجودگی میں عبدالرحمن کے سامنے بکواس کی۔ اس اثناء میں اس نے سرکار ابدقرار ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخانہ لفظ بکا جس پر غازی عبدالرحمن نے اسی وقت کلہاڑی سے وار کر کے اسے جہنم رسید کیا۔ مقتول کا بھائی جگت سنگھ بھی موجود تھا مگر اسے آگے بڑھنے کی جرات نہ ہو سکی۔ اسی کارہائے نمایاں کے صلے میں جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی احمد دین نے اپنے ''آئیڈیل'' غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ میں ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ وہیں آرزو کی کہ ''اللہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل مجھے بھی یہ رتبہ عطا فرمائے'' دعا قبول ہوئی۔ بعد ازیں میاں شیر محمد صاحب حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (شرقپور شریف) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور وہیں حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بشارت پائی۔ بعد ازیں خواب میں واضح رہنمائی پائی جس کی روشنی میں آپ قصبہ راجہ جنگ گئے جہاں سکھ دور میں اذان پر بندش تھی۔ یہ پابندی تقریباً ۱۴۰ سال رہی۔ اس کا محرک ان دنوں ویدا سنگھ نامی گستاخ تھا۔ آپ نے غالباً ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء کے روز اسے جہنم واصل کیا، اسی سلسلہ میں ۱۴ سال کی قید کی سزا سنائی گئی۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں کالے پانی، جزائر انڈیمان بھیجنے کا حکم دیا گیا، وہاں سے ۱۹۴۵ء میں رہائی ملی۔

☆ غازی مرید حسین شہید ۱۹۱۵ء میں بھلہ شریف، چکوال کے معزز کھوٹ قریش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام نامی عبداللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک غلام عائشہ بی بی تھا۔ آپ پیر صاحب سیال شریف کے خلیفہ خواجہ عبدالعزیز چشتی

(چاچڑ شریف ضلع سرگودھا) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں امیر بانو (وصال ۱۹۴۳ء) سے شادی ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں "زمیندار" (لاہور) کی ایک خبر سے معلوم ہوا کہ شفاخانہ حیوانات پلول ضلع گوڑگانواں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال لعین نے اپنے ایک گدھے کا نام (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) سرکار ابد قرار ﷺ کے مقدس نام پر رکھنے کی جسارت کی ہے تو آپ اپنے پیر و مرشد سے مل کر دعائیں حاصل کرنے گئے اور پھر ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء کو نارنوند ضلع حصار میں اس ڈاکٹر ڈنگر کو جہنم رسید کیا۔ بعد ازیں آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ آپ نے جیل میں ایک غیر مسلم قیدی کو مشرف بہ اسلام کیا اور اس کا نام "غلام رسول" رکھا۔ ۱۸ رجب المرجب/ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعتہ المبارک صبح نو بجے جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی صوفی شیخ عبداللہ انصاری شہید کا تعلق جولاہا برادری سے تھا۔ آپ موضع پٹی تحصیل و ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ چک نمبر ۲۴ تھانہ خانقاہ ڈوگراں تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں ان کا پیر خانہ تھا۔ اسی مذکورہ چک کی ملحقہ آبادی چک نمبر ۲۴ چھوٹی میں بدکار نورے جٹ کے موضع ہرنالہ کی ایک شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات تھے۔ اس بدکار عورت کے بہکانے پر نورا جٹ اس کے ساتھ سانگلہ ہل گیا اور دونوں ایک پادری کے ہاتھوں اصطباغ (بپتسمہ) لے کر مسیحی ہو گئے۔ مگر ان مرتدوں کا مسئلہ حل نہ ہوا چنانچہ دونوں بھاگ کر امرتسر چلے گئے جہاں سکھ دھرم میں داخل ہو گئے۔ اس مرتد بدکار نے اپنا نام چلچل سنگھ اور مرتد و بدکارہ نے اپنا نام دلجیت کور رکھ لیا۔ سکھوں کے ایک اکھنڈ پاٹھ میں دونوں مرتدوں نے اجتماع میں سرکار ابد قرار ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں بکیں۔ جب غازی صوفی شیخ عبداللہ انصاری شہید تک اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے کثیر تعداد میں سکھوں کے موجود ہونے کے باوجود مرتد چلچل سنگھ اور مرتد دلجیت کور کو قتل کر دیا۔ ازاں بعد غازی صوفی شیخ عبداللہ انصاری شہید ہرنالہ جا کر خود پولیس کے روبرو پیش ہو گئے۔ لاہور جیل میں جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی شیخ محمد صدیق شہید شیخ کرم الٰہی کے گھر ۱۹۱۴ء کے درمیانی مہینوں میں پیدا ہوئے۔ والدہ محترمہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ آپ حضرت شیخ محمد صاحب حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (محلہ پیرانوالہ دہلی دروازہ فیروز پور) کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ ستمبر ۱۹۳۴ء میں آپ جبکہ تقریباً ۲۰ برس کے تھے۔ ان دنوں قصور میں درگاہ حضرت بابا بلھے شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ دور ایک مالدار سود خور ہندو پالا مل سنار کی دکان تھی۔ وہ گستاخ کبھی مسلمانوں کی معاشی ناسازگاری پر اور کبھی شان اولیاء کرام رضی اللہ عنہم میں طنز کرتا، خرافات بکتا تھا۔ کبھی مقامی سود خور ہندوؤں کو اکٹھا کر کے نماز کی نقل اتارتا تھا۔ اس دوران اس نے شان رسالت مآب ﷺ میں بھی گستاخی کی جس کی تفصیل روزنامہ "انقلاب" (لاہور) ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ معززین کے مشورے پر محمد کلیم پیر صاحب نے کورٹ میں استغاثہ کیا جس پر نقص امن کے خدشہ کے تحت مسٹر ٹیل مجسٹریٹ درجہ اول لاہور نے، پالا مل سنار کو چھ ماہ قید اور دو سو روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ ملزم نے اپیل دائر کی جس پر مسٹر بھنڈاری سیشن جج لاہور نے اسے تا فیصلہ ضمانت پر کھلا چھوڑ دیا۔ اس دوران غازی شیخ محمد صدیق اپنی والدہ محترمہ عائشہ بی بی سے اجازت لے کر قصور پہنچے اور ۱۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی شام دربار بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنار پالا مل لعین کو واصل جہنم کیا۔ اسی کارہائے نمایاں کے اعزاز میں تاج شہادت پہنا۔

☆ غازی میاں محمد شہید ۱۹۱۵ء میں قصبہ تلہ گنگ ضلع اٹک میں صوبیدار ملک غلام محمد اعوان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن ہی سے حضور پرنور ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ لگاؤ تھا۔ آپ کو بہت سی نعتیں یاد تھیں جنہیں اکثر یار دوستوں کی محفل میں پڑھتے تھے۔ ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہو کر مدراس چھاؤنی میں پہنچے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو ایک گستاخ ہندو ڈوگرے چرن داس نے سرکار ابد قرار ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کی تو اسی روز بعد از نماز عشاء غازی میاں محمد سپاہی نمبر ۱۵۳۰۵ نے اس لعین کو جہنم رسید کیا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو پلٹن میں غازی میاں محمد کو

سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ۷ اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنے حقیقی بھائی ملک نور محمد اعوان کو بعض وصیتوں پر مبنی خط تحریر کیا۔ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء بروز منگل مدراس جیل میں نماز فجر کے بعد ٹھیک پونے چھ بجے شہادت پائی۔ شہادت سے قبل تختہ دار پر کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: "سرکار ﷺ میں حاضر ہوں۔"

☆ غازی امیر احمد شہید، غازی عبداللہ شہید اپنے دوست کے ساتھ پشاور سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ کیونکہ کلکتہ سے ایک بیہودہ کتاب شائع کی گئی تھی جس میں سرکار ابد قرار ﷺ کا (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) کارٹون چھاپنے کی ناپاک جسارت کی گئی تھی۔ دونوں مجاہدوں نے کتاب کے گستاخ مصنف و ناشر کے پاس پہنچ کر اسے متعلقہ غلیظ حصہ کتاب سے خارج کرنے کے لیے کہا مگر اس نے انکار کیا بلکہ اور خرافات بکیں تو اسے فی الفور "نرکھ باش" کر دیا اور اسی جرم محبت میں تمغہ شہادت پایا۔

☆ غازی منظور حسین شہید مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین کے فرزند تھے۔ بھین ضلع چکوال سے تعلق تھا۔ آپ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیال شریف یا ان کے کسی خلیفہ سے بیعت تھے۔ رسوائے زمانہ گستاخ مہاشہ آریہ سماجی کے ایک قریبی رشتہ دار متعصب ہندو چودھری کھیم چند کو گستاخی کی پاداش میں اپنے ایک مخلص ساتھی ماسٹر عبدالعزیز (چکوال) کے ساتھ مل کر ۱۹۴۱ء میں جہنم واصل کیا۔ بعد ازیں روپوش ہو گئے۔ اور جولائی ۱۹۴۴ء میں اپنے ساتھیوں سمیت غفلت میں شہید کیے گئے۔

☆ غازی محمد اسحاق شہید مسجد شہید گنج لاہور کے قضیے کے کردار ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں تحریک اپنے عروج پر تھی۔ مسجد پر سکھوں کا غاصبانہ تسلط تھا۔ انگریز حکومت اور دیگر غیر مسلم انتظامیہ اس سلسلہ میں سکھوں کی پشت پناہ تھی۔ بالخصوص ایک سکھ پولیس افسر اس معاملہ میں بڑا مستعد و معاون تھا۔ غازی محمد اسحاق شہید نے ایک روز عین مسجد کے بالمقابل اس سکھ پولیس افسر کو جہنم واصل کیا۔ نو مہینے جیل میں رہنے کے بعد یکم محرم الحرام/ ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو شہادت نصیب ہوئی۔

☆ غازی عبدالمنان جولائی ۱۹۳۷ء میں تقریباً اٹھارہ برس کے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس ماہ کے پہلے ہفتے میں حضرو تھانہ سے تین میل مشرق کی جانب گاؤں برہ زئی میں ایک سبزی فروش ادھیڑ عمر ہندو بھوشن عرف بھیشو نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی ہے۔ اس کا علم ہوتے ہی انہوں نے موقع پا کر اسے چاقو سے جہنم واصل کر دیا۔ بعد ازیں مقدمہ کا آغاز ہوا تو بھیشو لعین کی بیوی نے اپنے بیان میں خود اعتراف کر لیا کہ "میرا پتی اکثر اس قسم کی باتیں کرتا تھا اور منع کرنے پر بھی باز نہ آتا تھا"۔ ڈسٹرکٹ سیشن جج مسٹر جی ڈی کھوسلہ نے غازی عبدالمنان کی کمسنی کے باعث سات سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ غازی بابو معراج دین کی ولادت ۱۹۲۱ء میں چوہدری اللہ دتہ کمبوہ کے گھر واقع محلہ چڑی ماراں اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں فوج میں ملازمت اختیار کی اور لکھنؤ چھاؤنی میں تعینات ہوئے۔ اس چھاؤنی کا کمانڈر میجر ہر دیال سنگھ ایک متعصب بدزبان سکھ تھا۔ ۱۹۴۲ء کی عید الضحیٰ کے مبارک موقع پر اس نے شعائر اسلام کے خلاف خرافات بکیں تو آپ نے اس دریدہ دہن کو واصل الی النار کر دیا۔ آپ کو کورٹ مارشل کے بعد سزائے موت سنائی گئی مگر بعد ازاں انگریز حکومت نے عوامی احتجاج کی شدت پر اسے عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ کو لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں قیام پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے فوراً بعد رہائی ملی۔

☆ غازی محمد حنیف شہید پیشے کے لحاظ سے قصاب تھے۔ بھوپال کے ایک گرلز ہائی سکول کی انگریزی ہیڈ مسٹریس نے جان بوجھ کر قرآنی اوراق مقدسہ کی اہانت کی۔ احتجاج پر اس نے قرآن پاک، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بدزبانی کی تو غازی محمد حنیف شہید نے اسے جہنم رسید کیا۔ بعد ازیں خود تھانے میں پیش ہوئے اور تختہ دار پر جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی غلام محمد شہید جہلم شہر میں دریا کے کنارے واقع شمالی محلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کے دینی جلوس کے مبارک

ایک بدعقل، بدزبان، اپل سنگھ پارچہ فروش نے آواز کسی۔اسی اثناء میں گدھے پر سوار کوئی لڑکا دکھا دیا تو اپل سنگھ لعین نے واقعہ معراج النبی ﷺ کے حوالہ سے نہایت گندا استعارہ تراشا اور صریحاً گستاخی رسول پاک کا مرتکب ہوا۔اس دریدہ دہن ملعون نے سمجھانے پر بھی بھونکنا بند نہ کیا تو غازی غلام محمد شہید نے اسے اسی وقت جہنم رسید کیا اور انگریزی کورٹ سے جرم تعزیر عشق میں صلہ شہادت پایا۔

☆ غازی محمد منیر شہید موضع موگہ ضلع فیروز پور کے وٹرنری ہسپتال میں بلحاظ پیشہ چپڑاسی تھے۔انہوں نے بھی ایک شاتم رسول کو واصل فی النار کرنے کے بعد، کورٹ کے فیصلے سے اعزاز شہادت پایا۔

☆ ایک غیور عاشق ''بھنگو'' کے سامنے، ایک پادری نے امرتسر کے گرجا گھر کے بالمقابل دوران تقریر جب حضور پرنور ﷺ کا اسم گرامی عامیانہ انداز میں لیا تو اسے تین بار ٹوکا۔ باز نہ آنے پر مستی عشق میں مخمور، اس مرد غیور نے بھنگ گھوٹنے والے ڈنڈے کو پادری کی کھوپڑی پر دے مارا جس سے وہیں جہنم واصل ہو۔(یہ واقعہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پور قدس سرہ سے مروی ہے)۔

☆ ایک غیور مسلمان خانساماں کے سامنے ایک انگریز میجر کی بدبخت بیوی نے حضور سید المرسلین ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کی تو اس مرد غیور نے اسی وقت اس انگریز میم کا کام تمام کر دیا۔سر محمد شفیع نے اس ''غازی شہید'' کا مقدمہ لڑا۔ ایک بار دوران بحث ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک سوال کے جواب میں سر محمد شفیع جیسے ''ٹھنڈے دل و دماغ'' کے بلند پایہ وکیل نے جواب دیا: ''سر! آپ کو نہیں معلوم، ایک مسلمان کو اپنے پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس سے کتنی گہری عقیدت و محبت ہوتی ہے۔سر شفیع بھی اگر اس وقت وہاں ہوتا تو وہ بھی یہی کر گزرتا جو اس ملزم نے کیا ہے۔''

یاد رکھئے! کہ ان کے علاوہ جانے کتنے غازی شہید تھے جن کے ایمان افروز واقعات و حالات مخفی ہیں۔کئی واقعات دور افتادہ علاقوں میں پیش آنے کے باعث منظر

عام پر نہ آسکے۔ جانے کتنے ہنود و نصاریٰ نے ملی بھگت سے دبا دیے۔ کتنے واقعے منظر عام پر آئے مگر پریس پر انگریز اور ہندو غلبہ کے باعث کما حقہ پذیرائی نہ پاسکے۔ یا اخبارات میں چھپے مگر اپنوں کے تجاہل و تغافل و تساہل کی بدولت محفوظ نہ رکھے گئے۔ ان کی کتابی صورتوں میں طباعت و اشاعت کے اہتمام نہ کئے گئے۔ ان گمنام شہیدوں غازیوں کے حوالہ سے کہہ سکتے ہیں کہ:

سب کہاں کچھ گل و لالہ میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان شہیدوں غازیوں کے ولولہ انگیز تذکرے، ایمان افروز واقعے محفوظ کئے جائیں۔ ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ ان کے ایام شہادت سرکاری سطح پر منائے جائیں۔ یا کم از کم عامۃ المسلمین عوامی سطح پر خود ضرور منائیں۔ ان کے آثار و تبرکات محفوظ کئے جائیں۔ آج ایسی تحریروں کی اشاعت کی اس لئے بھی شدید ضرورت ہے کہ "خفیہ ہاتھ" قانون توہین رسالت C-295 میں ترمیم کرانے۔ سزائے اہانت گھٹانے اور قانون کو عملاً غیر مؤثر بنانے اور اس پر عمل درآمد رکوانے کے لئے پوری طرح سرگرم ہے۔ ان حالات میں اتمام حجت کے لئے ایسی صداؤں کی وہی شان ہے۔ بقول شاعر مشرق۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
"ہمیں" ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اللہ رب العالمین جل شانہ اپنے حبیب پاک شاہ لولاک ﷺ کے طفیل ہمیں عظمت عزت انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کما حقہ سمجھنے، سمجھانے، اس کی حفاظت وصیانت کے حلئے بھرپور جدوجہد کرنے اور گستاخی کے مرتکبین ملاعین کو دبانے، مٹانے، سبق سکھانے اور ان کو ان کے اصلی ٹھکانے پر پہنچانے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ واصحابہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا!۔

گستاخِ محمد تیری اب خیر نہیں ہے

ڈاکٹر منظور حسین اختر، لیاقت علی مفتی

حقوق کی تلفی پر احتجاج ہر ایک کا حق ہے۔ دنیا بھر کے لوگ اپنے حقوق کے حصول کی خاطر احتجاجی مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔ مہنگائی، بے روزگاری ظلم کے خلاف احتجاج دنیا بھر میں عام ہے لیکن مسلمانوں کو اقوام عالم پر یہ طرہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنے ذاتی حقوق غصب ہونے پر خاموشی اختیار کر سکتے ہیں، اپنا گھر بار لٹتا دیکھ سکتے ہیں، اپنی دنیا داؤ پر لگتا برداشت کر سکتے ہیں لیکن جب ان کے محبوب نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کیا جائے تو پھر کوئی مسلمان خاموش نہیں رہ سکتا، یہی ایک موقع ہے کہ ہر مسلمان شمشیر برہنہ بن جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر قربان ہونے کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ کربلا کا میدان گواہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی بانہوں میں قربان کروا دیا لیکن حضور ﷺ کی شریعت کو بدلنے کی اجازت نہ دی حضور ﷺ کی بے ادبی کو برداشت کرنا تو دور کی بات، مولا علی رضی اللہ عنہ نے تو حضور ﷺ کی نیند پر جان قربان کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ تسلیم نہ کرنے والے کو فنا فی النار کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سانپ سے ڈسوانا قبول کر لیا لیکن حضور ﷺ کے آرام میں خلل برداشت نہ کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگیوں کے اوراق حضور ﷺ کے لئے فدا ہونے پر آج بھی زندہ و جاوید گواہ ہیں۔

8۔ نومبر کو شروع ہونے والا راولپنڈی تا کراچی لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ

دراصل حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات سے وفا کے جذبوں کے اظہار تھا۔ ''فوق سدرۃ المنتھیٰ مقامہ'' کے تاج والے محبوب کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے لعین کیا جانیں کہ ''ورفعنا لک ذکرک'' اور ''وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ'' حضور ﷺ کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔ تاریخ گواہ ہے، کافر بے ادبیاں کرتے رہے لیکن حضور ﷺ کی شان بڑھتی رہی۔ کافر، لوگوں کو حضور ﷺ سے دور کرتے رہے لیکن لوگ حضور ﷺ کے قدموں میں لپکتے رہے، حتیٰ کہ طفیل عمرو جس نے حضور ﷺ کی آواز سے بچنے کے لئے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی تھی جب اس کے گوش ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی'' کے نغمہ جانفزا سنانے والی آواز سے آشنا ہوئے تو وہ مکہ کا سردار اور شاعرِ لبیب ''اشھد انک رسول اللہ'' کہتے ہوئے قدموں میں گرنے پر مجبور ہو گیا اور پھر آسمان نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ انہی طفیل عمرو کے سامنے جب ان کا باپ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں والد محترم! جب تک آپ حضور ﷺ کی غلامی اختیار نہیں کرتے میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح بیوی سامنے آئی تو اسے بھی کہا کہ جب تک حضور ﷺ کی زلفوں کی اسیر نہیں ہوتی میری طرف سے آزاد ہے۔ گویا حضور ﷺ کے لئے والدین کی محبت قربان کرنا، بیوی کی محبت یکسر فراموش کر دینا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا وطیرہ تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ مرتبہ دیا ہے کہ آج کوئی غوث و قطب بھی ان کے مقام تک پہنچ نہیں سکتا۔

لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ حضور ﷺ سے اسی محبت کا اظہار تھا۔ عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ پر مٹنے کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ حضور ﷺ سے عہد وفا کی تجدید تھی۔ عشق رسالت مآب ﷺ کے جذبوں کے لئے ایک مہمیز تھی۔ لانگ مارچ اگلی نسلوں کے لئے پیغامِ محبت تھا کہ مسلمانو! تمہاری متاعِ حیات محبت رسول ﷺ ہے۔ اگر یہ نعمت ہے تو سب کچھ ہے اور اگر محبت رسول ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ لانگ مارچ دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کے لئے تازیانہ عبرت تھا کہ مغرب والو! تم مسلمانوں سے سب کچھ چھین سکتے ہو، لیکن خدا کی قسم! ہمارے سینوں سے ہمارے محبوب کی محبت نہیں نکال سکتے۔ انگریزو! دیکھو، تم ہمارے نوجوانوں کو کس کس طرح گمراہ کر رہے ہو۔ فحاشی، عریانی، کیبل کلچر،

مغربی ثقافت، کیسے کیسے جال تم نے ہماری قوم کے لئے بچھائے، لیکن آؤ دیکھ لو۔ مسلمان گناہ گار ہو سکتا ہے، سیاہ کار ہو سکتا ہے لیکن غلامی رسول ﷺ کا قلادہ گلے سے اتار نہیں سکتا۔ اس کی امید حضور ﷺ کی ذات ہے۔ اس کا خزانہ عشق رسول ﷺ ہے اور اس کی قبر کا چراغ رخِ والضحیٰ ہے، پھر یہ ان کی عزت و ناموس پر قربان کیسے نہ ہو؟ اس رب ذوالجلال کی قسم! جس نے زندگی عطا کی، اگر ایک نہیں کروڑوں زندگیاں بھی ہوں تو محبوب خدا ﷺ کے قدموں پر نچھاور، ان کے اشارہ ابرو پر قربان اور ان کی عزت و ناموس پر فدا۔

عرض کر رہا تھا لانگ مارچ ہر شریکِ سفر کی متاعِ آخرت، اگلی نسلوں کے لئے جامع پیغام اور دشمنوں کے لئے وارننگ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان اور اس کے چیلوں کو سانپ سونگھ گیا۔ اگر کوئی زنگ آلود ذہن یہ سوچے کہ مظاہروں کا فائدہ کیا ہے؟ تو اس کے لئے اتنا ہی عرض ہے اگر مظاہرے بے اثر ہوتے تو ملالہ کیس کیوں کھڑا کیا جاتا؟ مسلمانوں کی توجہ کیوں تقسیم کرنے کی کوششیں کی جاتیں؟ اور اگر لانگ مارچ کا فائدہ نہ ہوتا تو اسے منتشر کرنے کی کوششیں کیوں کی جاتیں؟ کراچی میں لانگ مارچ پر فائرنگ اس بات کی دلیل ہے کہ لانگ مارچ دشمنانِ اسلام کے سینوں پر مونگ دل رہا تھا۔ ان کے ہوش اڑا رہا تھا۔ ان کے عزائم کو خاک میں ملا رہا تھا اور عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے نوید حیات بن رہا تھا، مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر رہا تھا۔ اسی لئے "شیطانوں" نے کوشش کی کہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے لبیک یارسول اللہ ﷺ کے ترانوں کی گونج کو دبا دیا جائے، لیکن زندگی کو سب کچھ سمجھنے والے ان مغربی شیطانوں کو کیا علم کہ ہمیں زندگی سے اتنا پیار نہیں جتنا موت سے پیار ہے، اس لئے کہ موت ہی تو محبوب ﷺ کی زیارت کا ذریعہ ہے۔ گولیاں چلانے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ شرکاء لانگ مارچ بکھر جائیں گے لیکن اس وقت لبیک یارسول اللہ کی صداؤں کو بلند کرنے والے دیوانوں کا ہجوم "کروں تیرے نام پہ جاں فدا" کا عملی ثبوت مہیا کر رہا تھا۔

اسلحہ کے زور پر عشق و محبت کی اس تحریک کو سبوتاژ کرنے والے سوچ رہے تھے کہ کسی سینے میں گولی داخل کر کے خوف پیدا کر دیں گے لیکن انہیں کیا علم کہ گلی گلی، کوچہ

کوچہ "لبیک یا رسول اللہ" کی صداؤں کو بلند کرنے والے دیوانوں کو تو اللہ نے قیامت کی ہولناکیوں سے بھی بے خوف کر دیا ہے "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون " یہاں تو ہر سینہ حضور ﷺ کے نام پر گولی کھانے کو مچل رہا تھا، ہر زندگی حضور ﷺ کے نام پر موت کی بھیک مانگتی محسوس ہو رہی تھی ،لیکن اس واقعے کو شاہ جی نے جس خوبصورت انداز میں دیکھا، یہ آپ ہی کا حق ہے کیا ہمت آموز ،جملہ شاہ جی نے کراچی کے خطاب میں فرمایا: "یہ گولیاں تو تمہیں چومنے اور بوسہ دینے کے لئے آئی تھیں"۔

شاہ جی کے اس جملہ میں واقعہ کی تصویر بھی ہے، میڈیا کے لئے خبر بھی ہے، حکمرانوں کے لئے ڈوب مرنے کا اشارہ بھی ہے اور عشاقانِ رسول ﷺ کے لئے ہمت وحوصلہ بھی ہے۔

میں کہیں ان فضاؤں میں کھو ہی نہ جاؤں جو لانگ مارچ نے پیدا کیں، وہ حالات، وہ جذبات اور وہ کیفیات دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی تھیں۔ میں ان مناظر کو ضبط تحریر میں کیسے لاؤں، میں ان کیفیات کو زینتِ قرطاس کیسے کروں جن کا لطف آج بھی محسوس ہو رہا ہے۔ خواب وخیال میں لانگ مارچ کے نقوش ثبت ہو چکے ہیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فضائیں بھی لبیک یا رسول اللہ پکار رہی ہیں، اللہ نے رحمتوں کے فرشتوں کو آج لانگ مارچ کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت لانگ مارچ کے شرکاء پر چھم چھم برستی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر شخص اللہ کی رحمتوں کے بارے میں رطب اللسان تھا۔ ہر شریکِ لانگ مارچ اپنی قسمت پر رشک کناں تھا کہ اللہ تے اسے اپنے محبوب ﷺ کی عزت کی خاطر سفر کرنے کے لئے چُن لیا ہے۔

لانگ مارچ میں شریک صرف راولپنڈی سے ہی نہیں بلکہ سوات، پشاور، صوبہ خیبر پختونخواہ کے بہت سے لوگ بھی شریک تھے، بوڑھے لوگ جو شاید سفر کے متحمل نہ ہوں لیکن اس سفرِ محبت میں تر وتازہ تھے۔ ہر شخص حیران تھا کہ اتنے سفر کے باوجود تھکان کا

نام ونشان نہیں ۔میرے بیٹے نے کہا ہمیں جب بھی تھکان محسوس ہونے لگتی ہم شاہ جی کی زیارت کر لیتے تو تھکاوٹ دور ہو جاتی ۔میں نے کہا بیٹے ! یہ صرف تیری کیفیت نہیں ہر شریک لانگ مارچ کی کیفیت تھی ۔شاہ جی کے ہوتے ہوئے تھکاوٹ کیسی ؟ مشکل کیسی ؟ مصیبت کیسی ؟ یہ تو راولپنڈی سے کراچی تک کا سفر تھا ہم تو شاہ جی کی نظرِ عنایت سے سفرِ آخرت میں بھی پریشان ہونے والے نہیں ۔

لانگ مارچ پر تاثرات کا سلسلہ تو شاید کبھی ختم نہ ہو، آئیے ان باتوں کو یہیں روکتا ہوں اور آپ کو الفاظ کی گاڑیوں میں بٹھا کر لانگ مارچ میں لے چلتا ہوں ،تاکہ آپ بھی ان برکتوں سے فیض یاب ہوں جو اللہ نے اپنے محبوب کے نام پر ارزاں فرمادیں ۔

8 نومبر 2012ء کا سورج عشاق مصطفیٰ ﷺ کے لیے رفعت وعظمت اور رسول رحمت ﷺ کے گستاخوں کے لیے بربادی و ذلت کا پیغام لے کر طلوع ہوا ۔گستاخان رسول کے لیے سزائے موت کا مطالبہ لیے عشق مصطفیٰ ﷺ سے لبریز دلوں کے ساتھ عشاقانِ رسول صلی اللہ علی نبینا الکریم نے آج فوارہ چوک راولپنڈی سے کراچی تک لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے تاریخی سفر پر روانہ ہونا تھا ۔

سفر طویل تھا اور حالات پر خطر......... ایسے میں ہر دل کا سہارا اور تمام امیدوں کا مرکز اللہ رب العزت کی مدد اور رسول رحمت ﷺ کی نگاہِ کرم تھی ۔جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے بارہا اس بات کا اظہار کیا تھا کہ لانگ مارچ کا اعلان ہی انہوں نے صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا کے لیے دو رکعت نماز استمداد پڑھ کے دعا کے بعد کیا تھا ۔ آج جب لانگ مارچ کا سفر شروع ہونا تھا تو شاہ جی قبلہ نے ایک بار پھر نصرت الٰہی کے حصول کے لیے دعا کو ذریعہ بنایا ۔

دعا:

صبح 9:30 پر ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی جامع مسجد غوثیہ میں عشاق مصطفیٰ ﷺ کی موجودگی میں شاہ جی نے ایک نگی کا نکاح پڑھایا اور اس کے بعد اجتماعی دعا کی گئی ۔آج

دعائیہ جملے شاہ جی نے تمام شرکائے لانگ مارچ سے بھی کہلوائے تاکہ ہر شریک سفر شریک دعا بھی ہو جائے، بعد ازاں شاہ جی کے حکم پر تمام احباب اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہوئے۔ 15:10 پر روانگی سے قبل ایک بار پھر جھولیاں بارگاہ ایزدی میں پھیلا دی گئیں۔ اس مرتبہ جماعت اہل سنت پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین، چراغ چشتیاں پیر طریقت حضرت پیر دیوان آل سیدی مدظلہ العالی نے لانگ مارچ کے مسافروں کو اپنی پرسوز دعا کے ساتھ رخصت فرمایا۔ بعد ازاں جب شاہ جی قبلہ ٹرک پر سوار ہوئے تو فضاء اللہ اکبر، یارسول اللہ ﷺ کے دل آویز نعروں سے لبریز ہوگئی۔

افتتاح:

شاہ جی کی قیادت میں یہ پروقار جلوس فوارہ چوک کی جانب روانہ ہوا۔ جہاں ناموس رسالت ﷺ کے ہزاروں فدائی افتتاحی جلسے میں شریک تھے اور ہر ایک منتظر تھا۔ قائد اہل سنت قبلہ شاہ جی کی آمد کا۔ فوارہ چوک پہنچنے پر اسٹیج پر موجود علماء ومشائخ و دانشورانِ قوم سمیت پنڈال میں موجود ہزاروں افراد نے اپنی پرخلوص قیادت کا والہانہ استقبال کیا۔

فوارہ چوک اور اس کے قرب و جوار میں لانگ مارچ کے حوالے سے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی جانب سے آویزاں کیے جانے والے سینکڑوں بینرز اور جماعت اہل سنت پاکستان کے گنبد خضری والے سبز پرچم دیکھ کر بخوبی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ غیرت مسلم آج بھی زندہ ہے اور مسلمان آج بھی اپنے آقا کی عزت و ناموس پر سب کچھ وارنے کے جذبات سے سرشار ہیں۔

فوارہ چوک:

فوارہ چوک کے سٹیج پر رونق بزم سیفیہ پیر طریقت رہبر شریعت صوفی باصفا حضرت پیر ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی، پیر طریقت پیر نقیب الرحمن، شیخ الحدیث علامہ پیر سید حسین الدین شاہ صاحب، پیر فضیل عیاض قاسمی، جانشین مسند سلطان العارفین پیر سلطان فیاض

الحسن، سنی اتحاد کونسل پاکستان کے سربراہ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان حضرت صاحبزادہ فضل کریم۔ ایم این اے ملک ابرار، ایم پی اے ضیاء اللہ شاہ اور تاجر برادری کے چوہدری عمران، شیخ محمد صدیق اور عبد الغفور پراچہ سمیت جماعت اہل سنت کے مقامی قائدین بھی تھے۔ نقابت کے فرائض صاحبزادہ عثمان غنی صاحب سرانجام دے رہے تھے۔

عشاق مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر سرفراز سیفی نے جماعت اہل سنت کی قیادت کو تاریخی لانگ مارچ کے آغاز پر مبارکباد دیتے ہو کہا کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ابولہب پر آسمان سے لعنتیں برسیں ہر دور کے گستاخان رسول بھی لعنتوں کے مستحق ہیں۔ ایم این اے ملک ابرار اور ایم پی اے ضیاء اللہ شاہ نے کہا آج ہم سارے علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی قیادت میں اکٹھے ہیں، کیونکہ شاہ جی نے ناموس رسالت کے یک نکاتی ایجنڈے پر عوام کو آواز دی ہے اور یہ مسئلہ مسلک و مکتب سے بالا تر پوری امت مسلمہ کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ پیر نقیب الرحمن کو دعوت خطاب دی گئی تو انہوں نے جماعت اہل سنت پاکستان کی قیادت کو لانگ مارچ کے فیصلے پر مبارکباد دیتے ہوئے لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے لگوائے۔ جس کے بعد پیر فضیل عیاض قاسمی والی موہڑہ شریف نے اپنے خطاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق و محبت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ پیر طریقت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج اہل سنت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے مزید وقت ضائع کیے بغیر کملی والے کو منا لیا جائے۔ انہوں نے بھی ناموس رسالت کی تحریک کو نئے سرے سے زندہ کرنے پر جماعت اہل سنت کی قیادت کو مبارکباد پیش کی۔

سنی اتحاد کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ فضل کریم نے اپنے خطاب میں کہا کہ اہل سنت خود بھی بیدار ہو چکے ہیں اور اللہ رب العزت کی مدد بھی ان کے شامل حال ہو چکی ہے۔ آج کا یہ عظیم اجتماع عالمی طاقتوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ دنیا مسلمانوں کا تعلق اپنے آقا سے کمزور کرنے لیے جتنا زور لگائے گی مسلمانوں کے اندر عشق رسالت کی آگ اور بھڑکے گی اور ایک وقت آئے گا جب ہم سب مل کر ملک میں نظام مصطفیٰ نافذ کر

سکیں گے۔ صاحبزادہ فضل کریم کے خطاب کے بعد دعوت خطاب دی گئی اہل سنت کے دلوں میں دھڑکنے والے عظیم قائد مفکر اسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ کو تو ہمیشہ کی طرح نعرہائے تکبیر و رسالت کے ساتھ ساتھ ہر زبان پر نعرہ تھا ''سنیوں کا شہنشاہ ریاض شاہ ریاض شاہ''

شاہ جی نے اپنے پرسوز اور پر تاثر خطاب میں فرمایا:

''جماعت اہل سنت پاکستان ایک غیر سیاسی جماعت ہے اور میں بھی غیر سیاسی آدمی ہوں لہٰذا میرا انداز بھی غیر سیاسی ہوگا۔ آج ہم نہ تو کسی کو تخت پر بٹھانے آئے ہیں اور نہ ہی کسی کا تخت گرانے نکلے ہیں۔ آج ہماری ایک ہی منزل ہے کہ آسمان و زمین کا مالک ہم سے خوش ہو جائے اور مکین گنبد خضریٰ ہم سے خوش ہو جائیں۔ قائداعظم کے زمانے سے لے کر آج تک لوگوں نے اپنی وفائیں بدلیں، چہرے بدلے لیکن یارسول اللہ ﷺ کہنے والے کل بھی اسلام اور پاکستان کے حامی تھے اور آج بھی اسلام اور پاکستان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ آج میں بھی اپنے ساتھ اسٹیج پر جلیل القدر مشائخ کو دیکھ کر سوچ رہا ہوں کہ کسی دنیادار کی دعوت پر یہاں نہیں آئے بلکہ لگتا یہ ہے کہ انہیں کربلا سے امام حسین پاک نے آواز دی ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آواز دی ہے، عثمان ذالنورین رضی اللہ عنہ نے آواز دی ہے اور سب سے بڑھ کر مولا علی رضی اللہ عنہ نے آواز دی ہے اور ان سب نے لبیک کہتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مدینے والے آپ پر ہمارے جسم کے ٹکڑے فدا۔ رضی اللہ عنہم

شاہ جی نے مزید فرمایا: ''امریکی صدر اوبامہ کو چاہیے کہ وہ اپنے پرانے جرائم اور کوتاہیوں کا ازالہ کرے مسلمانوں کے قتل عام پر اپنی قوم سے بھی اور انسانیت سے بھی معافی مانگے اور گستاخ رسول کو قرار واقعی سزا دے۔ آپ نے فرمایا کہ جماعت اہل سنت پاکستان نے لانگ مارچ کے سفر کے دوران دستخطی مہم شروع کی ہوئی ہے۔ ہم کپڑے کے تھانوں پر دس لاکھ لوگوں کے دستخط لے کر عالمی سطح پر وکلاء کا ایک پینل تیار کریں گے اور پھر عالمی عدالت انصاف کے دروازے پر دستک ہوگی اور عالمی طاقتوں کے ضمیروں

پر بھی ہم دستک دیں گے۔

جلسے کے آخر میں پیر نقیب الرحمن صاحب کی اختتامی دعا کے ساتھ ہی لانگ مارچ کا یہ عظیم قافلہ اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

کچہری چوک:

کم وبیش دو ہزار چھوٹی بڑی گاڑیوں پر مشتمل اس قافلہ عشق ومستی کا ایک حصہ جب کچہری چوک پہنچا تو اس کا دوسرا کنارا ابھی تک فوارہ چوک سے ہی آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ کچہری پہنچنے پر لانگ مارچ کے سب سے پہلے استقبال کا اعزاز وکلاء حضرات کے حصے میں آیا جنہوں نے کچہری چوک میں لبیک یارسول اللہ کے پرجوش نعروں اور قائدین جماعت پر گل پاشی کے ذریعے بارگاہ مصطفی ﷺ میں اپنی حاضری پیش کی۔

سوان:

کچہری کے بعد سوان میں سید حامد علی شاہ اور ایوب کریمی سمیت سیکڑوں افراد نے لانگ مارچ کا استقبال کیا اور اس کے بعد وہ تمام افراد بھی شریک قافلہ ہو گئے۔ سوان سے نکل کر مین جی ٹی پر تمام شرکاء نے نماز ظہر ادا کی نماز ظہر کی امامت ڈاکٹر سرفراز سیفی صاحب نے کی۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز   قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

نماز کی ادائیگی کے بعد قافلہ دوبارہ اپنی منزل کی جانب گامزن ہوا۔

روات:

جی ٹی روڈ روات میں جماعت اہل سنت کے مرکزی ایڈیشنل سیکرٹری جنرل علامہ سید شبیر شاہ اور علامہ ذاکر محمود اور چودھری بشیر کی قیادت میں سینکڑوں افراد نے لانگ مارچ کا استقبال کیا۔ استقبالی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ قبلہ شاہ جی نے فرمایا:

آج مسلمان اس بات پر مضطرب بھی ہیں اور پریشان بھی کہ ہماری زندگیوں کا فائدہ کیا جب ہمارے سامنے حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہو۔ آج ہم سب قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ حضور ﷺ کی عزت وناموس ہماری روحوں سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ سرزمین راولپنڈی سے غازی ممتاز حسین قادری اور غازی علم الدین شہید جیسے ہزاروں نوجوان اپنی زندگیوں کا قرض چکانے کے لیے بے چین ہیں۔ آخر میں قائد اہل سنت کے پرجوش نعروں نے عوام میں ایک تازہ ولولہ پیدا کیا اور قافلہ اپنی اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا۔

مندرہ:

مندرہ پہنچنے پر مشائخ بھنگالی شریف پیر سید سلطان علی شاہ، پیر سید مخدوم عباس شاہ، پیر سید جابر علی شاہ صاحب، پیر سید ساجد سلطان شاہ نے اپنے ہزاروں مریدین کے ہمراہ لانگ مارچ کا شاندار استقبال کیا۔ استقبالیہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مخدوم عباس شاہ نے کہا کہ ہم اپنے قائد قبلہ شاہ صاحب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں آگئے ہیں۔ اللہ نے ہمیں آل علی میں پیدا کیا ہے اور حیدری خون کا تقاضا ہے کہ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک ہمیں ہماری منزل نہیں مل جاتی۔ سربراہ سنی اتحاد کونسل صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے اپنے خطاب میں کہا کہ کراچی کہ حالات اگرچہ پریشان کن ہیں۔ آج بھی دو دھماکے کراچی میں ہوئے ہیں، مگر ہمیں اس سفر میں سادات کرام کا سایہ میسر ہے جب قیادت سیدوں کی ہو تو اللہ ہر مشکل آسان کر دیتا ہے۔

جماعت اہل سنت پاکستان راولپنڈی ڈویژن کے امیر صاحبزادہ سید ساجد سلطان علی شاہ نے جب خطاب کے لیے شاہ جی کو دعوت دی تو حسب معمول شرکائے جلسہ کے جذبات سدرۃ المنتہیٰ کو چھوتے محسوس ہوئے۔ شاہ جی نے اپنی گفتگو کا آغاز رحمت عالم ﷺ کی اس حدیث سے کیا:

"حضرت ثوبان سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک وقت ایسا

آئے گا کہ اسلام کے دشمن مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گے جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ کیا اس وقت مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کم نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی ہیبت کم کر دے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ان کی ہیبت کیسے کم ہو گی؟ فرمایا وہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جائیں گے"۔

شاہ جی نے فرمایا:"اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سچا ہے اور مسلمان دنیا کی محبت میں مبتلا ہو چکے تھے مگر آج گستاخوں نے گستاخی کر کے جب مسلمانوں کے جذبہ عشق کو للکارا تو عشاق مصطفی ﷺ نے چاردانگ عالم محبت رسول ﷺ کا وہ چراغاں کیا کہ دنیا ایک مرتبہ پھر عشق رسالت کے نور سے منور ہو گئی۔ لبیک یارسول اللہ ﷺ لانگ مارچ دراصل تجدید ہے اس عہد کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہماری زندگیاں آپ کی امانت ہیں اور ہم یہ امانت لیے سڑکوں پہ نکل آئے ہیں اسوقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک آپ کے گستاخ ذلیل و رسوا نہیں ہو جاتے"۔

شاہ جی کے خطاب کے بعد اگرچہ اگلی منزل گوجر خان تھی تاہم مندرہ اور گوجر خان کے درمیان بھی دو مقامات پر لانگ مارچ کا استقبال کرتے ہوئے عشاق شریک سفر ہوتے گئے۔

بانٹھ:

بانٹھ میں نماز عصر ادا کی گئی جس کے بعد لانگ مارچ گوجر خان کی جانب روانہ ہوا۔

گوجر خان:

گوجر خان کے غیور مسلمانوں نے علامہ حافظ محمد اکبر کی قیادت میں سینکڑوں موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کے استقبالی جلوس کے ساتھ لانگ مارچ کا تاریخی استقبال کیا۔ گوجر خان انٹری سے لے کر جلسہ گاہ تک ڈیڑھ کلو میٹر کا سفر تقریباً ایک گھنٹے میں طے ہوا۔ گوجر

خان کے جلسے میں جماعت اہل سنت صوبہ خیبر پختونخوہ کے صدر علامہ مفتی فضل جمیل رضوی نے پشتو زبان میں پختون برادری کی نمائندگی کی اور رسول رحمت ﷺ کے ساتھ جذبہ جانثاری کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر سرفراز سیفی نے چند خوبصورت جملوں پر مشتمل خطاب میں کہا کہ اللہ تعالٰی نے ہماری جانوں کا وارث ہمارے نبی ﷺ کو بنا دیا ہے۔ شاہ جی ہم اپنی جانوں کا قرض لیے آپ کے پیچھے ہیں۔ جیسے آپ کا حکم ہوگا ہم سر تسلیم خم کر دیں گے۔ سربراہ سنی اتحاد کونسل صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے ولولہ انگیز خطاب کے بعد شاہ جی قبلہ نے حضور ﷺ کی ایک اور حدیث کو اپنی گفتگو کی اساس بنایا۔ ”لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین“

شاہ جی نے فرمایا حضور علیہ السلام کی آئے روز گستاخیوں کے ذریعے تیسری عالم گیر جنگ چھڑنے کی سازش کی جا رہی ہیں۔ امن عالم کے لیے ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کے گستاخوں کی زبان نوچی جائے اور عالمی سطح پر اس طرح کے واقعات کے لیے قانون سازی کی جائے۔

مسہ کسوال:

قائد اہل سنت کے ہمت نواز نعروں سے گوجر خان کا جلسہ اختتام پذیر ہوا تو ایک مرتبہ پھر قافلہ اپنی اگلی منزل کی جانب بڑھنے لگا۔ مسہ کسوال میں ضلع راولپنڈی کے صدر قاری محمد یوسف نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لانگ مارچ کا استقبال کیا۔ جس کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی۔

سوہاوہ:

قافلے کی اگلی منزل سوہاوہ تھی جہاں استاذ العلماء علامہ حافظ نور احمد اور عبد الصبور ہاشمی سمیت ہزاروں افراد سہ پہر تین بجے سے لانگ مارچ کے منتظر تھے۔ سوہاوہ پہنچنے پر عوام اہل سنت نے لانگ مارچ کا والہانہ استقبال کیا جس کے بعد جلسے سے ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، علامہ فضل جمیل رضوی، میاں فاروق مصطفائی اور عبد الصبور ہاشمی اور حاجی فضل

کریم نے خطاب کیا۔ اپنے خصوصی خطاب میں قائد اہل سنت قبلہ شاہ جی سوہاوہ کے عوام اہل سنت کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے لانگ مارچ کا شاندار استقبال کر کے عشق رسالت مآب ﷺ کا ثبوت پیش کیا۔ شاہ جی نے فرمایا: امریکہ سے گستاخوں کی جو فوجیں تیار ہو رہی ہیں وہ کہتے ہیں ہم یاجوج ماجوج بن کے محمد عربی ﷺ کے غلاموں کو مٹا دیں گے اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ کہتے ہیں ہم امام مہدی کے غلام ہیں اور ہم ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگیوں کا قرض چکانے کے لیے تیار ہیں۔ شاہ جی قبلہ نے عوام اہل سنت کو ہدایت کی کہ لانگ مارچ کے بعد ہم نے ہر سطح پر ناموس رسالت کی تحریک کو آگے بڑھانا ہے۔ ہم نے پرائمری یونٹ سے کام شروع کر کے بین الاقوامی سطح پر لے کر جانا ہے۔ آپ حضرات میٹنگز کریں، جلسے کریں، جہاں بھی بات کر سکتے ہیں بات کریں اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اہل اسلام کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلائیں۔

لہڑی:

سوہاوہ اور جہلم کے درمیان جی۔ ٹی روڈ پہ واقع لہڑی کے مقام پر بل کھاتے پر پیچ موڑوں سے گزرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ انسان کسی غیر آباد پہاڑی علاقے سے گزر رہا ہے۔ تیز رفتار گاڑیوں کی رفتار یہاں تھم جاتی ہے اور رات کے وقت جنگل بیابان کا سا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر لانگ مارچ کے شرکاء ایک خوشگوار حیرت میں مبتلاء ہوئے۔ وجہ حیرت یہ تھی کہ رواتڑا شریف کے سجادہ نشین پیر سید عرفان شاہ مدظلہ العالی کی قیادت میں ہزاروں عشاق رسول ﷺ نے جنگل میں منگل کا ساماں کر رکھا تھا۔ دن چار بجے سے یہ تمام لوگ جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ سینوں میں سجائے مسافرانِ راہ عشق کے استقبال کے لیے یہاں موجود تھے۔ پیر عرفان شاہ کی دعوت پر شاہ جی قبلہ جب خطاب کے لیے کھڑے ہوئے تو تاریک رات کی دبیز سیاہیاں عشق رسول کے اُجالوں کے سامنے شرمندہ شرمندہ سی دکھائی دینے لگیں۔ اپنے نور آفریں خطاب میں شاہ جی نے اہلیان لہڑی کا شکریہ ادا کرتے ہو فرمایا صرف آپ ہی نہیں مجھے خبر ملی ہے کہ ہمارے ساتھ کراچی تک

سفر کا ارادہ لیے سو، سو سال عمر کے 4 بزرگ بھی شریک سفر ہیں۔ ان کے بڑھاپے میں یہ جوانی کا رنگ بلا شبہ عشق رسول ﷺ کی بدولت ہے اور محبت رسول ﷺ اس کا سبب ہے۔ آئیے انہی جذبوں کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں جہاں تک جا سکتے ہیں ہمارے ساتھ چلئے۔ نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت

دینہ:

دینہ پہنچنے پر جماعت کے ضلعی صدر، علامہ عبد القدیر شاہ، علامہ قاری محمد یوسف سیالوی جامعہ رضویہ ضیاء القرآن نے سینکڑوں ساتھیوں کے ہمراہ لانگ مارچ کا استقبال کیا۔

جہلم:

علامہ صوفی محمد اسلم نقشبندی، مولا محمد اکرم صدیقی، علامہ حافظ اقبال نقشبندی، جنرل سیکرٹری قاری محمد ظفر نقشبندی، مولانا خادم حسین نوشاہی سمیت ہزاروں افراد نے انتہائی گرم جوشی سے اپنے قائدین اور شرکائے لانگ مارچ کو خوش آمدید کہا۔

سرائے عالمگیر:

سرائے عالمگیر میں سنی اتحاد کونسل کی جانب سے استقبالی کیمپ لگایا گیا تھا۔ جہاں لانگ مارچ کے شرکاء کو خوش آمدید کہا گیا۔

کھاریاں:

کھاریاں پہنچنے پر سنی تحریک کے کارکنان و عہدیداران اور دیگر عوام اہل سنت نے شرکاء لانگ مارچ کو خوش آمدید کہا۔ قائدین کی گاڑیوں پر گلاب پاشی کی گئی اور والہانہ جذبات کا بھرپور اظہار کیا گیا۔ سید مبشر حسین شاہ صاحب اور صاحبزادہ فضل کریم کے خطابات کے بعد شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

رسول کریم ﷺ کی گستاخیوں کا سلسلہ ابولہب کے زمانے سے جاری ہے۔ خالق

وارض وسماء نے ہر زمانے میں غلامان رسول کو ہمت بخشی اور انہوں نے گستاخان ﷺ کا تعاقب کیا اور مکافات عمل کا یہ قانون آج بھی جاری وساری ہے۔ حضور ﷺ کے گستاخ جس طرح کل ذلیل ہوئے تھے آج بھی ان کا مقدر ذلت ورسوائی ہے۔ ہم اللہ کے حضور شکر گزار ہیں جس نے ناموس رسول ﷺ کی پاسبانی کے لیے اہل سنت کا انتخاب کیا۔

گجرات:

جی ٹی روڈ گجرات کے تین مقامات پر استقبال کے بعد لبیک یا رسول اللہ ﷺ لانگ مارچ کا قافلہ گجرات شہر میں داخل ہوا۔ جہاں پیر سید خضر حسین شاہ چشتی، پیر سید سرور حسین شاہ اور عالمی تنظیم اہل سنت کے سربراہ پیر محمد افضل قادری استقبالی جلسے کے سٹیج پر موجود تھے۔ اہلیان گجرات نے بھی شاندار استقبال کے ذریعے نصف شب کے بعد کے لمحات کو یادگار بنا دیا۔

پیر ڈاکٹر سرفراز سیفی نے اپنے خطاب میں کہا آزادی دو طرح کی ہے: ایک آزادی بغیر قانون کے اور ایک قانون کے ساتھ، بغیر قانون کے آزادی جانوروں کی ہے اور قاعدے قانون والی انسانیت نواز ہے اور انسانیت نواز آزادی کا تصور جان کائنات حضور رحمت العالمین ﷺ نے پیش کیا۔

عالمی تنظیم اہل سنت کے امیر پیر افضل قادری نے قرآن حکیم کی دو آیات کو عنوان گفتگو بنایا: ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ (الاحزاب) ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا

انہوں نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ ﷺ لانگ مارچ اہل سنت کی تاریخ کا سب سے عظیم لانگ مارچ ہے۔ جماعت کے ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ جو بھی اعلامیہ جاری کریں گے ہم اہل سنت کی تمام تنظیمات اس پر عمل کریں گی۔

صاحبزادہ فضل کریم کہا پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہماری منزل ہے۔ ہم آج کسی دنیا دار کی تعریف کرنے نہیں آئے، اپنے نبی کا نام لینے آئے ہیں۔ پاکستان مضبوط

اور مستحکم ہے اور قیامت تک آباد رہے گا۔ انشاء اللہ

ان خوبصورت خطابات کے بعد شاہ جی نے فرمایا:

اقوام متحدہ یہودیوں کے پیسوں سے چلتی ہے۔ اس اعتبار سے وہ یہودیوں کی زرخرید لونڈی بن چکی ہے۔ ہمیں اقوام متحدہ سے نہ زیادہ امیدیں ہیں اور نہ ہی ہم اس پر اعتبار کرتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ اگر کوئی یہودیوں کے ربی کو گالی دے دے تو ان کا قانون ان کو سزائے موت سناتا ہے، دوسری طرف اگر کوئی یہودی ڈکیتی کرے یا چوری کا مرتکب ہو تو اس کے لیے کوئی سزا نہیں۔ ہم آج مطالبہ کرتے ہیں کہ امریکہ اپنی خبیثانہ فطرت ختم کرتے ہوئے دو ارب مسلمانوں کے جذبات واحساسات کا خیال رکھے۔ عالمی سطح پر عدل ومساوات اور احترام مذاہب کے حوالے سے قانون سازی کی جائے، تاکہ عالمی امن سبوتاژ ہونے سے بچ سکے۔

دھونکل موڑ:

دھونکل موڑ پہنچنے پر سابق وزیر حکومت آزاد کشمیر صاحبزادہ حامد رضا نے اپنے سینکڑوں عقیدت مندوں کے ہمراہ لانگ مارچ کا استقبال کیا بعد ازاں وہ خود بھی لانگ مارچ میں شریک ہو گئے۔

راہوالی:

راہوالی میں جماعت کے مرکزی رہنما علامہ مولانا محمد حنیف چشتی نے علماء وزعماء کے ہمراہ لانگ مارچ کا استقبال کیا۔ رات ڈیڑھ بجے کے اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ فضل کریم نے کہا کہ اہل سنت جاگ پڑے ہیں۔ ناموس رسالت کے لیے ٹرین مارچ بھی اہل سنت نے کیا، لانگ مارچ بھی آپ نے کیا۔ یہ دراصل ہمارا ہی حق تھا اور تحریک تحفظ ناموس رسالت کو انشاء اللہ قیامت تک جاری وساری رکھا جائے گا۔

قائد اہل سنت علامہ سید ریاض حسین شاہ نے فرمایا:

"قابل صد احترام علماء ومشائخ رات کے اس پہر آپ کے ان والہانہ جذبات پر

آپ کا شکریہ۔ اللہ آپ کو دونوں جہانوں میں رحمتوں سے نوازے۔ محترم سامعین! آج سے تقریباً ایک صدی قبل فاتح قادیانیت تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ مرزائیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کے لیے لاہور کا سفر کر رہے تھے۔ آج ہم چھوٹے لوگ ہیں مگر ان کی اور ہماری منزل میں یکسانیت ہے۔ منزل ان کی بھی نگاہِ رسول تھی منزل ہماری بھی نگاہ مصطفی ﷺ ہے۔ مقصد ان کا بھی ناموس پیمبر کا تحفظ تھا مقصود ہمارا بھی نبی کی عزت وناموس کی حفاظت ہے۔ جس طرح کل اللہ نے انہیں مدد سے نوازا تھا۔ قدم قدم پر مدینے والے کی نگاہ تمہارے بھی ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ کی مدد ہوگی اور انشاء اللہ عظمت مصطفے ﷺ کا پرچم بلند سے بلندتر ہوتا جائے گا۔

گوجرانوالہ:

ادارۃ المصطفے کے سرپرست اعلی حضرت علامہ پیرزادہ رضا ثاقب مصطفائی اور دیگر علماء ومشائخ نے لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے گوجرانوالہ پہنچنے پر والہانہ استقبال کیا۔ رات کا پچھلا پہر اور جی ٹی روڈ کے دونوں اطراف ہزاروں افراد کی موجودگی یہ اظہار تھا اس بات کا حضور ﷺ کے غلاموں نے اپنی راحت وآرام اور پرآسائش زندگی سمیت سب کچھ ناموس رسالت پر قربان کرنے کا عہد کیا ہے۔ محمد نواز کھرل، صاحبزادہ حامد رضا، ڈاکٹر سرفراز سیفی اور صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے عظیم خطابات کے بعد سکوت توڑ دینے والے نعروں کی گونج میں شاہ جی کا منزل نواز خطاب شروع ہوا۔ ارشادت گرامی تھے:

برادران اسلام! عمامہ سجالینا سنت ہے، نمازوں کے سجدے گزارنا بھی سنت ہے، رکوع بھی سنت ہے، تشہد بھی سنت ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عازم سفر ہوتے ہوئے ان جذبوں کا اظہار بھی سنت ہے کہ سر کٹوائے جاسکتے ہیں مگر دین محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اس مقام پر خطاب سے قبل جیو نیوز کا ایک نمائندہ اجتماع میں موجود تھا تاہم شاہ جی خطاب شروع ہوتے ہی وہ اپنا مائیک وغیرہ سمیٹ کر واپس چلا گیا قبلہ شاہ جی نے

اس واقعہ پر برجستہ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

میں ابھی سوچ رہا تھا جیو والوں نے مجھ سے اپنا مائیک کیوں واپس لے لیا ہے؟ مجھ سے کیا ناراضگی ہے تو مجھے فوراً سمجھ آئی کہ گنبد خضریٰ والے آقا نے کہا "جیو" کو چھوڑ د مجھ محمد کو دیکھو ہم تاجدار نبوت تاجدار رحمت تاجدار کرم کی نگاہوں کا صدقہ کھاتے ہیں۔ اللہ کی قسم ساری دنیا روٹھتی ہے تو روٹھ جائے ہمارے آقا علیہ السلام کی ایک نگاہ ہی کافی ہے۔

رسول کریم ﷺ ہمارے آقائے نعمت ہیں انہوں نے مسلمانوں کو جینے کے قرینے سکھائے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ کا فیضان کرم امت مسلمہ تک محدود بلکہ پوری انسانیت کا بھی اگر کوئی سب سے عظیم رہبر و رہنماء اور قائد ہے تو وہ کالی کملی والا محمد عربی ﷺ ہے اور آج دم توڑتی رات کے ان اندھیرں میں آنکھوں میں محبت رسول کی چمک سے یہ عشاقان رسول انہی کے در نور سے خیرات نور لینے یہاں جمع ہوتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

گوجرانوالہ شہر:

فخر العلماء یادگار اسلاف حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی اور ان کے صاجزادگان اور دیگر علماء و مشائخ کے ہمراہ گوجرانوالہ شہر میں پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود لانگ مارچ کا فقید المثال استقبال کیا۔ استقبالیہ جلسے سے میاں فاروق مصطفائی، صاجزادہ حامد رضا ڈاکٹر سرفراز سیفی، فدا حسین شاہ حافظ آبادی اور صاجزادہ فضل کریم کے خطابات کے بعد قائد اہل سنت نے فرمایا:

فتح مکہ کے سفر میں مکہ کے قریب مسلمانوں نے جب آگ روشن کی تو مشرکین مکہ سہم گئے۔ انشاء اللہ آپ کا یہ جذبہ آج بھی رنگ لائے گا اور دنیا نبی کے گستاخوں سے پاک ہوجائے گی۔

سب کراچی نہیں بھی جاسکتے تو پانچ پانچ دس دس مل کے گلی گلی، محلے محلے یہ پیغام دو ہم اہل سنت اکٹھے ہوگئے ہیں اب ناموس رسالت کی حفاظت خود یارسول اللہ کہنے

والے لیں گے۔ ہمارا دشمن طاقت ور بھی ہے اور چالاک بھی مگر اسے سمجھنا چاہیے کہ سب سے بڑی طاقت اللہ رب العزت کی ہے۔ دردناک بات یہ ہے کہ امریکہ اس وقت چند صحافی خریدتا ہے کچھ نام نہاد علماء کے ضمیروں کا سودا کرتا ہے لیکن وہ اور ہیں جو بک جاتے ہیں اہل سنت لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگا کے اعلان کرتے ہیں ہم ڈالر اور پاؤنڈ پہ بک جانے والے نہیں ہماری غذا یارسول اللہ کا قلندرانہ نعرہ ہے۔ ہم روکھی سوکھی کھائیں گے وفا مصطفی سے نبھائیں گے۔ آج یہ بھی پہچاننے کی ضرورت ہے کون کون یہودیوں اور عیسائیوں سے پیسے کھا رہے ہیں۔ مرجاؤ، ہڈیاں ٹوٹ جائیں، شہادت مل جائے مگر ہم حضور ﷺ کے دین پر کوئی کمپرومائز نہیں کریں گے۔ ہاتھ بلند کر کے نعرے۔

راوی ریان شریف:

راوی ریان شریف آمد پر حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی محمدی ماتریدی سے وابستہ ہزاروں عقیدت مندوں نے لانگ مارچ کو انتہائی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا۔ جی ٹی روڈ سے راوی ریان آستانہ محمدیہ سیفیہ تک راستے کے دونوں اطراف وابستگان کی بڑی تعداد اپنے دیدہ ودل قائد جماعت اہل سنت پاکستان کے لیے فرش راہ کر رہے تھے۔ آستانہ عالیہ پہنچنے پر پیر طریقت میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ العالی نے دست بوسی کر کے شاہ جی کا استقبال کیا اس دوران آستانہ عالیہ کے خادمین خوبصورت انداز میں یہ ترانہ پڑھ رہے تھے۔

آ گئے سینوں کی جان بسم اللہ کراں
آ گئے سنیوں کی پہچان بسم اللہ کراں
صد بسم اللہ جی آیاں نوں اھلاً و سھلاً مرحبا
الحمد للہ الشکر للہ جی آیاں نوں

راوی ریان بوقت سحر جلسے سے صاحبزادہ حامد رضا اور علامہ بشیر القادری کے خطابات کے بعد اہل سنت کی ہر دھڑکن میں بسنے والے عظیم قائد حضرت علامہ سید ریاض

حسین شاہ مدظلہ العالی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "میرے جد امجد جہاد کرتے ہوئے اس سرزمین میں سب سے پہلے داخل ہوئے تو بوقت سحر اپنے چاہنے والوں کے ہجوم کو دیکھ کر فرمایا "الحمد للہ الذی جعل بکرتی فی بقعۃ المبارکہ" اے اللہ تیرا شکر کہ تو نے اتنی مبارک جگہ مجھے نصیب کی ہے"۔

راولپنڈی سے یہاں تک ہمارا قافلہ سولہ گھنٹوں میں پہنچا ہے۔ راستے میں 25۔خطابات کر کے یہاں آیا ہوں مگر یہاں پہنچ کر حضرت کی والہانہ محبتوں سے ایسے لگا جیسے ساری تھکاوٹ دور ہو چکی ہے اور کسی کی نگاہ نے پھر توانا کر دیا ہے۔ میں عرض کروں صرف دست بوسیوں پر قناعت کرنے والے پیر نہیں ہوتے۔ تاج محل میں بیٹھنے والے پیر نہیں ہوتے، نام محمد ﷺ پر مر مٹنے والے پیر ہوتے ہیں۔ اور سیفی بزرگان نے ہمیشہ اس حوالے سے اپنا قرض چکانے کی کوشش کی ہے۔ سیفیوں کے امام حضرت اخونزادہ سیف الرحمن مبارک کہا کرتے تھے: میرے مرید جماعت اہل سنت کے سپاہی ہیں۔ میاں محمد حنفی سیفی اور ڈاکٹر سرفراز سیفی نے بھی ہمیشہ اس قول کو نبھایا ہے۔ انشاء اللہ لانگ مارچ کا یہ قافلہ یہاں آرام کرنے کے بعد نماز جمعہ ادا کر کے ناصر باغ جلسے کے بعد اپنی منزل کی جانب بڑھے گا۔

وراث فیضان مبارک میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ العالی نے شاہ جی کے حضور اپنی عقیدتوں کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ہمارے پاس اور کچھ نہیں لیکن اللہ نے سادات کا سایہ نصیب کیا ہے۔ ہم اپنے بخت کی اس ارجمندی پر اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کرتے ہیں۔

اس گھرانے کا جب سے میں نوکر ہوا سب سے اچھی میری نوکری ہوگئی

8۔نومبر جمعرات کو راولپنڈی کے مقام پر عظیم الشان جلسہ سے لانگ مارچ کا آغاز ہوا اور جمعہ کی شب لانگ مارچ کے شرکاء لاہور پہنچ گئے۔ قافلہ سنی سیکرٹیریٹ، اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن اور راوی ریان میں قیام پذیر ہوا۔ جمعہ کی نماز کے بعد 3۔بجے ناصر باغ لاہور سے لانگ مارچ نے کراچی روانہ ہونا تھا۔

9 نومبر ناصر باغ لاہور:

پورے 3۔ بجے لوگ ناصر باغ پہنچنا شروع ہو گئے۔ جماعت اہل سنت لاہور، ڈویژن کے قائدین ٹرک پر سوار پہلے سے موجود تھے، حتیٰ کہ مختلف جگہوں سے قافلے آنا شروع ہو گئے۔ راوی ریان اور بند روڈ سے سیفی حضرات کے بہت بڑے بڑے قافلے شریک ہوئے۔ سُنی سیکرٹیریٹ میں فروکش قافلہ بھی جلسہ گاہ میں پہنچ گیا، حتیٰ کہ شاہ جی اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن سے ایک جم غفیر کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔ اب بیرون ناصر باغ مال روڈ پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ سٹیج پر میاں محمد حنفی سیفی، پیر سیف الرحمان پیرارچی کے صاجزادہ پیر محمد سعید جان حیدری حمید جان حیدری، ڈاکٹر سرفراز سیفی، پیر سید شمس الدین بخاری، حاجی فضل کریم اور پیر سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ دیگر بہت سے علماء و مشائخ و قائدین تشریف فرما تھے۔ جبکہ بہت سے علماء مشائخ کسر نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹرک پر سوار نہ ہوئے، جن میں سے تحفظ ناموس رسالت محاذ کے صاجزادہ رضائے مصطفی، مولانا محمد علی نقشبندی، غلام شبیر قادری برانڈرتھ روڈ سے مولانا محمد شریف، حاجی محمد خالد، جناب محمد شاہین، کمن آباد سے صاجزادہ صوفی غلام مصطفی اپنے ساتھیوں کے جلوس کے ساتھ تشریف لائے، مزنگ سے پیر نور الہی انور، مولانا ذوالفقار نعیمی، مولانا مسعود الرحمان، قاری محمد انور، مولانا سید حماد شاہ، علامہ محمد تویر، سوہاوہ سے مولانا محمد اسلم سالم، ادارہ تعلیمات اسلامیہ لاہور سے علامہ رضوان یوسف، حافظ محمد نعمان، انجینئر محمد ذیشان اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ ان کے علاوہ کثرت سے ایسے علماء و مشائخ کی زیارت بھی نصیب ہوئی جن کے اسماء سے میں واقف نہیں لیکن ان کے حسین چہرے ان کے تقویٰ پر دلالت کر رہے تھے۔ عزت و ناموس مصطفیٰ کیلئے مر مٹنے کا جذبہ لئے عشاقان رسول کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اس کے علاوہ پوری دنیا میں انٹرنیٹ کے ذریعے "لائیو کوریج" ہو رہی تھی۔ جس سے دنیا بھر کے عشاقان رسول ﷺ مستفید ہو رہے تھے۔ جرمنی سے صاجزادہ حسنات احمد مرتضیٰ، امریکہ سے ڈاکٹر ظفر اقبال نوری اور محبوب سبحانی کینیڈا سے

نیاز احمد، فرانس سے ساجد محمود اور ملک صفدر، انگلینڈ سے علی نوید، جاپان سے محمد جہانگیر، بیلجیم سے محمد احمد، کویت سے عبد الوحید، سعودیہ سے عبد الوہاب، آسٹریلیا سے جاوید احمد کے علاوہ اٹلی، سپین، ہالینڈ، دوبئی، جنوبی افریقہ سمیت جہاں جہاں بھی غیرت مند مسلم موجود ہیں لانگ مارچ میں اپنی حاضری لگوا رہے تھے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے "لائیو کوریج" کرنے والی ٹیم محمد عثمان ندیم، سعد افضل اور طالب حسین مرزا پر مشتمل تھی جبکہ محمد نواز کھرل، عثمان غنی اور سید قیصر عباس شاہ جیسے کہنہ مشق صحافی صحافتی ٹیم کی قیادت کر رہے تھے۔ ایک گاڑی میڈیکل ٹیم پر مشتمل تھی جس نے سارا راستہ ضرورت پڑنے پر میڈیکل خدمات سر انجام دیں۔ یقینا مجھ سے بہت سے قیمتی نام رہ گئے ہوں گے اور بہت سے انتظامی امور پر میری نظر نہ پہنچ سکی ہو گی کیونکہ اتنے بڑے اجتماع کے ہر پہلو کو رپورٹ کرنا ازبس دشوار ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی نظروں سے تو کچھ بھی پوشیدہ نہیں، نہ جانے کتنے اولیاء و ابدال اس لانگ مارچ میں شریک ہوں گے جن کو نیک آنکھیں ہی پہچان سکتی ہیں، نہ جانے کتنے ہی فرشتے اللہ نے نازل کئے ہوں گے کہ حضرت حسان جب حضور ﷺ کے دشمنوں کو جواب دیتے تو حضور ﷺ روح قدس کی مدد کیلئے اللہ سے دعا فرماتے یقینا حضور ﷺ کی عزت و ناموس کیلئے نکلنے والے اس لانگ مارچ میں اللہ نے روح القدس اور دیگر فرشتوں کی مدد شامل حال فرمائی۔

تلاوت و نعت کے بعد پہلا خطاب یادگار اسلاف، خطیب عصر علامہ پیر سید شمس الدین بخاری کا تھا۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم شاہ جی کے حکم پر حاضر ہیں آپ ہمیں جب بھی اور جہاں بھی بلائیں گے ہم حاضر ہوں گے آپ نے کہا کہ حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت اللہ کریم کی سنت ہے۔

صاحبزادہ پیر سیف الرحمان پیرار چی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے والد نے اپنی حیات میں کہا تھا کہ ہمارا ہر مرید پیر سید ریاض حسین شاہ کا خادم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم شاہ جی کے خادم ہیں۔ اسی طرح تیسرا خطاب حاجی فضل کریم چیئرمین سنی اتحاد کونسل کا تھا آپ نے 17 فروری کو فیصل آباد میں عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے سنی

کانفرنس کرنے کا اعلان کیا اور اپنے خطاب میں حکمرانوں کو دینی حمیت وغیرت کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے حکمرانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے یو۔این۔او سے مطالبہ کیا کہ بین الاقوامی طور پر کسی بھی نبی کی توہین کو جرم تصور کیا جائے اور اس کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔

اس کے بعد شاہ جی کے خطاب کا اعلان ہوا۔ لوگ اپنے محبوب قائد کا خطاب سننے کے لئے بے تاب تھے۔ شاہ جی کے خطاب کے دوران گویا شہر لاہور پر سکوت کا عالم طاری ہوگیا تھا۔ آپ نے قرآن پاک کی سورہ بقرہ کی آیت "واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض۔۔۔۔ (الآیۃ)" کی روشنی میں گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ ولکن لا یشعرون سے علم ہوا کہ شعور مسلمانوں کے پاس ہے اور جو مسلمان نہیں وہ بے شعور ہے۔ اسلام اور کفر کے راستے الگ الگ ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ آج دیکھنا ہے کون ابولہب کے راستے پر اور کون صحابہ کرام کے راستے پر ہے۔

شاہ جی کے خطاب کے بعد مال روڈ پر ہی فوراً جائے نماز بچھا کر باجماعت نمازِ عصر ادا کی گئی۔ شاہ جی نے امامت فرمائی۔

نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ لاہور سے تقریباً 5.00 بجے کراچی کے لئے روانہ ہوگیا۔ لاہور کے بہت سے افراد موٹر سائیکلوں پر قافلے کے ساتھ گئے۔ 200 سے زائد گاڑیاں، لاہور رنگ روڈ پر رواں دواں تھیں۔ لبیک یا رسول اللہ کے ترانے گونج رہے تھے۔ اتنے میں مغرب کا وقت ہوگیا لاہور رنگ روڈ پر ایک مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی اور اس کے فوراً بعد قافلہ پھر روانہ ہوگیا۔

جماعت اہل سنت لاہور کے ڈویژن کے آرگنائزر سید رضا حیدر شاہ بخاری، مصطفائی تحریک، اے۔ٹی۔آئی نے چوہنگ کے مقام پر پرتپاک استقبال کیا۔ شرکاء لانگ مارچ پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح

اڈہ دینا ناتھ:

پر آستانہ عالیہ کرمانوالہ شریف کے زیر اہتمام استقبالیہ کیمپ کا اہتمام تھا۔ اس مقام پر شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیر سید میر طیب شاہ نے کہا تھا کہ آپ کہ

کرمانوالہ شریف سے وابستہ افراد کی محبت سڑکوں پر محسوس ہو گی۔ پیر سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ حضور ﷺ کی گستاخی پر ہر مسلمان تڑپ رہا ہے ہم صرف مذمت نہیں کر رہے بلکہ یو۔این۔او سے مطالبہ کرتے ہیں کہ انبیاء کی توہین کے خلاف قانون سازی کی جائے اور توہین کی سزا موت مقرر کی جائے۔شاہ جی نے کہا کہ ہم اسی عظیم مقصد کے لئے کراچی کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس عظیم لانگ مارچ سے تبوک کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

پھول نگر:

لانگ مارچ کا اگلا پڑاؤ پھولنگر میں تھا۔علامہ ضیاء الحسنین صدیقی کی قیادت میں سینکڑوں لوگ آنکھیں فرشِ راہ کیئے قافلے کے منتظر تھے۔قافلہ پہنچتے ہی پرتپاک استقبال کیا گیا اور فوراً ہی سلسلہ تقاریر شروع ہو گیا۔اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے لانگ مارچ میں حلقہ سیلفیہ کے نمائندہ اور شاہ جی کے ہمرکاب ساتھی ڈاکٹر سرفراز سیلفی نے کہا کہ اگر ہم کسی بیمار رشتہ دار کی عیادت کے لئے نہ جائیں تو رشتہ دار برا مناتے ہیں اسی بات سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ اگر حضور ﷺ کی گستاخی پر قدم نہ بڑھایا جائے تو خدا ناراض ہوتا ہے۔ آئیے اس قرض کو اتارنے کے لئے قدم بڑھائیں۔ڈاکٹر سرفراز سیلفی نے کہا کہ ہم تو شاہ جی کی آواز پر زندگیوں کا سفر بھی کرنے کو تیار ہیں۔اس اجتماع سے پیر سید ریاض حسین شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص سامنے سے گذرا۔اس کے بال پراگندہ، لباس پھٹا ہوا تھا لیکن چہرہ نہایت حسین تھا۔اس کے فقر کو دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔فرمایا یہ شخص جب مکہ میں تھا تو سب سے اچھا لباس پہنتا، اچھے کھانے کھاتا لیکن اب اسلام کی خاطر غربت کی صعوبتوں کو جھیل رہا ہے۔آپ نے فرمایا کہ صحابہ نے دین رسول کے لئے قربانیاں دیں، سفر کئے، آبلہ پائی کی، یہود و نصاریٰ سے لڑائیاں لڑیں، اپنے گھروں کو چھوڑا، پھر اللہ نے یہ بہار دی کہ 2۔ارب مسلمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہے ہیں۔شاہ جی نے فرمایا

کہ لبیک یا رسول اللہ کی صدائیں بلند کرنا اور یہودیوں کے خلاف نعرہ بازی کرنا ایسی مزدوری نہیں جس کا صلہ نہ ہو۔ حضور ﷺ کے لئے جو نکلتا ہے حضور اللہ سے اسے جزا دلوا دیتے ہیں۔ شاہ جی نے اہل ایمان کو جھنجوڑتے ہوئے کہا کہ اللہ چاہے تو چشم زدن میں گستاخوں کو تباہ کر دے لیکن یہ ہمارا امتحان ہے کہ کیا مسلمانوں کی غیرت سلامت ہے؟ کیا مسلمان حضور ﷺ کے لئے تڑپنا جانتے ہیں؟ احتجاج بلند کر سکتے ہیں؟ شاہ جی نے کہا کہ جرمنی سے ایک فوجی افسر نے پوچھا کہ آپ لانگ مارچ کر رہے ہیں، ہزاروں لوگوں کو 5۔دنوں کے لئے سڑکوں پر رکھنا آسان نہیں ہے۔ ایسا تو فوج بھی نہیں کر سکتی آپ کیسے انتظام کریں گے؟ خرچہ کیسے ہوگا تو شاہ جی نے جواباً فرمایا جس کے لئے کر رہا ہوں اللہ اس محبوب کی زلفوں کے صدقے خود ہی انتظام فرمادے گا۔ شاہ جی نے کہا کہ ہمارے سروں کے تاج اسی وقت سلامت ہیں جب تک حضور ﷺ کی عزت و ناموس سلامت ہے۔

پتوکی:

پھولنگر کے بعد لانگ مارچ کا اگلا پڑاؤ پتوکی میں تھا۔ مفتی محمد صفدر قصوری و دیگر علماء و مشائخ قافلہ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ اجتماع سے پہلے ڈاکٹر سرفراز سیفی نے خطاب کیا پھر قبلہ شاہ جی نے مرکزی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ ہمارے دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر جبرائیل سمیت 70۔ ہزار فرشتے صبح 70۔ ہزار شام درود پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل حکومت حضور ﷺ کی ہے۔ شاہ جی نے خوبصورت تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان عشق رسول کی گولیاں ہیں اگر یہ گولیاں عظمت رسول کے لئے ہی نہ چلیں تو ان کی زندگی کا کیا فائدہ؟ شاہ جی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ اس وقت بھی پریشان تھے کہ مسلمان حضور ﷺ سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں، حضور ﷺ کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیتے، حجامت بنوائیں تو بال نیچے نہیں گرنے دیتے، حضور ﷺ کا پسینہ تک جمع کیا جاتا ہے۔ انہی باتوں سے آج بھی یہود و نصاریٰ خائف ہیں کہ مسلمان اپنی جان سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت کیوں کرتے

ہیں۔آپ حضور ﷺ کے لئے سڑکوں پر نکلے ہیں تو مخالفین کو آپ کے جذبوں کا یقین نہیں تھا۔

رینالہ خورد:

لانگ مارچ کا قافلہ رینالہ خورد پہنچا تو پیر خلیل الرحمان اور علامہ رفیع رضا کے ساتھ دیگر بہت سے علماء و مشائخ استقبال کے لئے موجود تھے۔رینالہ خورد میں علامہ بشیر القادری کا خطاب پہلے ہوا۔علامہ بشیر القادری صوبہ خیبر پختونخواہ سے لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ میں شریک تھے۔آپ جماعت اہل سنت صوبہ خیبر پختونخواہ کے امیر ہیں۔آپ نے فرمایا کہ شاہ جی نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس مارچ کا فیصلہ کیا، تا کہ امت مسلمہ بیدار ہو جائے۔آپ کے خطاب کے بعد شاہ جی قبلہ کا خطاب شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ ہم صرف اللہ و رسول کی راہ میں نکلے ہیں، ہمارا مقصد سیاسی اکھاڑ پچھاڑ نہیں ہے۔ہمیں تخت و تاج کی ضرورت نہیں۔شاہ جی نے کہا کہ حضور کی گستاخی کے لئے یہودیوں نے ایکا کر لیا ہے لہٰذا ہمارا فرض تھا کہ ہم زمین کے ذروں کو گواہ بنائیں کہ مسلمانوں کو اللہ نے پیدا ہی حضور سے وفا کے لئے کیا ہے، پھر شاہ جی نے کہا کہ چونکہ قافلہ کو ساہیوال پہنچنا ہے اور وہاں لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں اس لئے ہمیں جلدی وہاں پہنچنا ہے۔شاہ جی نے سامعین سے کہا کہ ناموس رسالت کی تحریک کو مضبوط کریں۔جس سے جہاں تک ہو سکے ساتھ چلے۔

کرمانوالہ شریف:

کرمانوالہ شریف پہنچنے پر آستانہ عالیہ کرمانوالہ شریف کے متوسلین نے بڑے پرتپاک انداز سے لانگ مارچ کا استقبال کیا اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔شاہ جی نے فرمایا کہ اگرچہ میرے طیب شاہ یہاں موجود نہیں ہیں (کیونکہ غالباً وہ حج پر گئے ہوئے تھے) لیکن پھر بھی مریدین نے ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

اوکاڑہ شہر:

رات ایک بجے کے قریب لانگ مارچ کے شرکاء اوکاڑہ پہنچے تو حیرت انگیز طور پر لوگوں کو استقبال کیلئے موجود پایا۔شاہ جی نے ان عشاقان رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانو! اپنی زندگی کا مقصد بنالو کہ گستاخ رسول کو معاف نہیں کریں گے۔آپ نے فرمایا کہ اس تحریک کو کمزور نہ ہونے دینا۔راولپنڈی سے کراچی تک ہزار ہا علماء ومشائخ نے عہد کیا ہے کہ حضور ﷺ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو بخوشی پیش کریں گے۔شاہ جی نے کہا کہ گستاخ مسلمانوں کے جذبہ سے آگاہ نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا کہ 500 ویب سائٹس کے ذریعے پانچ سے چھ لاکھ لوگ پوری دنیا میں آپ کا لانگ مارچ دیکھ رہے ہیں۔

ساہیوال:

تقریباً 2 بجے رات کے قریب لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ ساہیوال پہنچ گیا۔ساہیوال میں ہی رات کا قیام کرنا تھا۔میزبانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے منبع خلوص ومحبت علامہ صاحبزادہ نعیم المصطفیٰ چشتی کو چن رکھا تھا۔آپ کے ساتھ جناب عمران شاہ ولی و دیگر علماء ومشائخ موجود تھے۔علامہ نعیم المصطفیٰ کے مدرسہ ومسجد میں عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔جس میں حاجی فضل کریم، پیر خلیل الرحمان شاہ، علامہ فضل جمیل خیبر پختونخواہ، علامہ غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر سرفراز سیفی، علامہ رفیق شاہ جمالی، علامہ رضا ثاقب مصطفائی و دیگر علماء نے بھی خطاب کیا۔شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لانگ مارچ میں جس طرح خصوصی طور پر حاجی فضل کریم نے ساتھ دیا ہے محسوس ہوتا ہے کہ ان کی پیٹھ پر محدث اعظم کا ہاتھ ہے۔شاہ جی نے بتایا کہ ڈاکٹر سرفراز سیفی آرمی کے ریٹائرڈ آفیسر اور ڈاکٹر ہیں۔ان کے والد بھی پولیس میں اعلیٰ افسر تھے،لیکن ان کو حضور نے پسند فرمالیا اور آج یہ حضور ﷺ کی سنت کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔عمران شاہ ولی کی سیاست کے متعلق بات کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ عمران شاہ جدھر بھی چلے جائیں ہمارے ہی ہوں گے۔شاہ جی نے کہا کہ خالی باتیں

کرنے والے میرے ساتھی نہیں بلکہ عملی لوگ میرے ساتھی ہیں۔ ساہیوال والوں کے شاندار استقبال اور شاندار خدمات کے حوالے سے شاہ جی نے فرمایا کہ اللہ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ امریکہ کو تباہ کرنے کے لئے بم شاید اتنا کارآمد نہ ہو لیکن آہوں، سسکیوں، جذبوں اور دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ جب لانگ مارچ پر نکلے تو کچھ پولیس افسران قدموں میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ پولیس والے بڑے سخت ہوتے ہیں لیکن عشق رسول اور عزت و ناموس مصطفیٰ کی خاطر سب کچھ قربان ہے۔ شاہ جی نے شرکاء لانگ مارچ سے کہا کہ آپ لوگ آرام دہ بستروں پر سونے کے عادی ہیں لیکن آج حضور ﷺ کے لئے مسجد کی چٹائیوں پر سوئیں گے تو ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نظر کرم ہو جائے اور ہمارے بیڑے پار ہو جائیں۔ جلسہ کے بعد فوری کھانا پیش کیا گیا اور پھر شرکاء لانگ مارچ فجر کی نماز تک مسجد میں آرام کرنے لگے۔ فجر کی نماز کے بعد تقریباً 8 بجے ناشتہ کروایا گیا۔ ناشتہ میں حلیم، دیسی گھی سے تیار کردہ مٹن چنے، اور دیسی گھی سے تیار کردہ حلوہ اور چائے شامل تھی۔ ہر شخص صاحبزادہ نعیم المصطفیٰ کے حسن انتظام اور محبت بھری میزبانی سے خوش دکھائی دے رہا تھا اور کھانے کی لذت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ صبح 10۔ بجے قافلہ ساہیوال سے اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

چیچہ وطنی:

ہفتہ کے روز یعنی 10۔ نومبر 2012 کو تقریباً 12۔ بجے دن قافلہ چیچہ وطنی پہنچا۔ حاجی فضل کریم، پیر سید خلیل الرحمان شاہ، ڈاکٹر سرفراز سیفی، پیر سید اظہر حسین شاہ سمیت دیگر علماء و مشائخ شاہ جی کے ساتھ ساتھ تھے۔ آپ نے نہایت مختصر سے وقت کے لئے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ اور ہم سب اللہ کی بندگی، حضور ﷺ سے وفا کے لئے زندہ ہیں۔ حضور ﷺ کو راضی کرنا ہمارا مقصد حیات ہے۔ حضور ﷺ کی بے ادبی پر ہر دل بے چین ہے۔ ہم باور کرانا چاہتے ہیں کہ زمین کے چپہ چپہ پر حضور ﷺ کے عاشق زندگی گزار رہے ہیں اور ہمیں گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ جس طرح

مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ہم نعرہ رسالت لے کر سڑکوں پر نکلے ہیں، یارسول اللہ کہنے والے لوہے چون کی طرح ہم سے ملتے جا رہے ہیں۔ شاہ جی کے خطاب کے بعد حاجی فضل کریم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ اپنی منزل کو ضرور پہنچے گا۔ عوام نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم غلامان رسول ہیں اور حضور ﷺ کی بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حاجی فضل کریم نے اپنے سامعین کو 17۔فروری کو فیصل آباد میں ہونے والی سُنی کانفرنس کی دعوت دی۔

اقبال نگر:

قافلہ اقبال نگر پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا۔

میاں چنوں:

1۔بجے دن لانگ مارچ میاں چنوں پہنچا۔ ایک معروف چوک میں لوگوں کا جم غفیر سٹیج لگائے قافلے کا منتظر تھا۔ قافلہ پہنچتے ہی لوگوں کا جوش وخروش دیدنی ہو گیا۔ ہر طرف استقبالی نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ سامعین سے پہلا خطاب ڈاکٹر سرفراز سیفی نے کیا، ان کے بعد حاجی فضل کریم نے اپنے خطاب میں کہا کہ مغرب کے لوگ حیران ہیں کہ بڑے بڑے لیڈر دیکھے لیکن مسلمانوں کے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ حاجی فضل کریم نے کہا کہ ہم تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ حاجی فضل کریم نے کہا کہ سنی مسلمانوں کا مذہبی پلیٹ فارم جماعت اہل سنت ہے اور سیاسی پلیٹ فارم سُنی اتحاد کونسل ہے۔ حاجی فضل کریم کے خطاب کے بعد شاہ جی نے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ ہم روحانیت پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ نبی کے غلام کبھی بوڑھے نہیں ہوا کرتے، یعنی کام سے ریٹائر نہیں ہوتے۔ آپ نے پیغام دیتے ہوئے کہا کہ جوان بن کر زندگی گذارو۔ اپنی نئی نسل، اور قوم کو پیغام دو کہ منادی نے ندا دیدی ہے ادھر شیطان کے غلام اکٹھے ہو رہے ہیں ادھر حضور ﷺ کے غلام اکٹھے ہو جائیں۔ شاہ جی نے کہا کہ گستاخوں کے خلاف ایسی

آواز اٹھائیں کہ دنیا میں کوئی گستاخ باقی نہ بچے۔ شاہ جی نے کہا کہ اگر ہاتھی والوں کو اللہ پرندوں سے پکڑ سکتا ہے تو امریکہ والوں کو بھی پکڑ سکتا ہے۔ شاہ جی نے سامعین سے فرمایا کہ حضور ﷺ کیلئے نکلو، دیکھنا حضور ﷺ کیسی محبت اور مدد فرماتے ہیں۔

کچا کھوہ: کے علاقہ میں بھی لانگ مارچ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔

خانیوال:

تقریباً 15:3 سہ پہر لانگ مارچ خانیوال پہنچا۔ تو کثیر تعداد میں استقبال کے لئے لوگ موجود تھے۔ خانیوال میں جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر جناب پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی شاہ بھی پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود قافلہ کے استقبال کے لئے تشریف لائے۔ عشاقان مصطفیٰ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حاجی فضل کریم نے کہا کہ ہم گستاخانہ فلم کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ حاجی فضل کریم نے عالم اسلام کے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حکمرانو! بزدلی چھوڑ دو، قوم ایسے رہنما پسند نہیں کرتی۔ آپ نے کہا کہ منزل کا تعین کرنے والی قومیں اپنے مقاصد کو پالیتی ہیں۔ سنی اتحاد کونسل کے چیئرمین نے کہا کہ ہمارا مقصد نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ ہمیں نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے۔ پاکستان قرآن، سنت کے نفاذ کے لئے بنایا گیا۔ یہاں کوئی دیگر نظام برداشت نہیں کیا جائے گا۔ یہاں ایک بار پھر حاجی فضل کریم نے کہا کہ سنیوں کی مذہبی پاور جماعت اہل سنت ہے اور سیاسی پاور سنی اتحاد کونسل ہے۔ شاہ جی نے اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حدیث پاک سنائی اور کہا کہ تین آدمی ایمان کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ ایک اللہ و رسول کے ساتھ بڑھ کر محبت کرے، دوسرا کسی آدمی سے محبت کرے مگر اللہ و رسول کے لئے کرے اور تیسرا وہ شخص جو اسلام سے دور ہٹنا ایسے ناپسند کرے جیسے آگ میں پھینکا جانا ناپسند کیا جاتا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ اب پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی نے قیادت سنبھال لی ہے میرا خیال تھا کہ اگلے تمام خطابات جناب امیر صاحب کے ہوں لیکن ان کے حکم پر مجھے خطاب کرنا پڑ رہا ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ لانگ مارچ میں صوفیاء اور مشائخ نے

خانقاہیں بند کر کے جلوس میں شرکت کی، راولپنڈی میں ہزاروں کا اجتماع تھا، جو عہد کر رہا تھا کہ ہم آکسیجن کے بغیر زندگی گذار سکتے ہیں لیکن محمد عربی ﷺ کے بغیر جی نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ لانگ مارچ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ دیوانوں نے دستاروں کو کفن سمجھ کر پہن رکھا ہے کہ مدینے والا محبوب جان بھی مانگے گا تو جگر کے ٹکڑے نثار کر دیں گے۔ شاہ جی نے بتایا کہ راولپنڈی سے اب تک 42 جلسے ہو چکے ہیں۔ ملتان میں بہت بڑا اجتماع منتظر ہے۔ حاجی فضل کریم کو مخاطب کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ ہم جس کا ہاتھ پکڑ لیں راہ میں چھوڑتے نہیں ہیں۔ ہم فیصل آباد میں سنی اتحاد کے زیر اہتمام کانفرنس میں ضرور شرکت کریں گے، چاہے ہمیں وہیل چیئر پر بیٹھ کر آنا پڑے۔

ملتان:

مغرب کی نماز کے قریب لانگ مارچ کے شرکاء ملتان میں داخل ہو گئے۔ ملتان کے در و دیوار بھی لبیک یارسول اللہ کے شرکاء کا استقبال کرتے نظر آرہے تھے۔ خواجہ بہاؤالدین ذکریا کی دھرتی پر بسنے والے مسلمانوں نے واضح کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے جان کی قربانی بھی دے سکتے ہیں۔ ایک بہت بڑا انسانوں کا سمندر سٹیج کے سامنے تھا اور قائدین کی گفتگو کو سماعت کر رہا تھا۔ اس عظیم اجتماع سے چیئرمین سنی اتحاد کونسل حاجی محمد فضل کریم نے بھی خطاب فرمایا: آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے نبی ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے ایک مرتبہ پھر 17۔ فروری کو فیصل آباد میں ہونے والی سنی کانفرنس کا اعلان کیا اور شرکاء کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ اس کے بعد جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کا خطاب تھا آپ نے فرمایا کہ راولپنڈی سے ملتان تک لاکھوں لوگ، ناموس رسالت پر جانیں قربان کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ سیفی حضرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ یہ سفید دستاریں ہم نے کفن سمجھ کر پہن رکھی ہیں، ہم تو پہلے ہی مرنے کے لئے تیار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث

بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے تشریح فرمائی کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے" قرب قیامت میں سورج مغرب سے نکلے گا" شاہ جی نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث Dawn of Islam کے متعلق ہے، یعنی ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ مغرب سے ہو گی۔شاہ جی نے کہا کہ یہ زمینیں حضور ﷺ کی ہیں، ہر جگہ حضور ﷺ کے چرچے ہو کر رہیں گے۔جو رب پرندوں سے ہاتھیوں کو مروا سکتا ہے اس کی گرفت سے گستاخ باہر نہیں ہیں۔اللہ محبوب سے محبت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔شاہ جی نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ عظیم الشان لانگ مارچ دیکھ کر مخالفین کے حواس خطا ہو گئے ہیں اب امریکہ سنیوں کے خلاف سازش کرے گا ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا اور سازشیوں کے دام فریب سے بچنا ہوگا۔شاہ جی نے کہا کہ ہم نے ثابت کرنا ہے کہ پاور پاور سُنی پاور۔سُنیوں کی پاور اللہ کے دین کی سربلندی ہے۔

شاہ جی کے خطاب کے بعد جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کا مقصد پاکستان میں سنیوں کو بیدار کرنا ہے۔جب بھی حضور ﷺ کے نام پر کٹ مرنے کا موقع ہو تو پیچھے نہ ہٹیں، حضور ﷺ کے نام پر مرنا ابدی حیات ہے۔پروفیسر مظہر سعید کاظمی نے کہا کہ سیاسی طور پر حاجی فضل کریم قائد ہیں جبکہ مذہبی طور پر جماعت اہل سنت ہماری جماعت ہے۔

ملتان سے تقریباً 7 بجے شام قافلہ روانہ ہوا اور لودھراں کی جانب چل پڑا۔

لودھراں:

تقریباً 8:45 پر لانگ مارچ کے شرکاء لودھراں پہنچے۔پیر ظفر علی شاہ، پیر سید قطب الدین شاہ و دیگر علماء و مشائخ کثیر تعداد میں استقبال کے لئے تشریف فرما تھے۔ لوگوں کا جم غفیر تھا، ہر طرف سے یارسول اللہ لبیک کی صدائیں آ رہی تھیں۔اس فقید المثال استقبال پر گفتگو کرتے ہوئے شاہ جی نے بھی کہا کہ آپ کے استقبال نے یادوں کی لوح پہ تاریخ رقم کر دی ہے۔شاہ جی نے خوبصورت بات ارشاد فرمائی کہ اگر باپ کو گالی دی

جائے تو بیٹے ہی تڑپا کرتے ہیں، آقا کو گالی دی جائے تو غلام ہی تڑپا کرتے ہیں، حضور ﷺ کی توہین ہوئی تو یا رسول اللہ کہنے والے ہی تڑپے اور یہی گھروں سے باہر نکلے۔ تہیہ کریں کہ گستاخوں کو جب تک کیفر کردار تک نہیں پہنچائیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ شاہ جی نے علماء و خطباء سے فرمایا کہ مسجدوں کے خطبے ناموس رسالت پر دیں، خانقاہوں میں مریدوں کو حضور ﷺ پر فدا ہونے کا سبق دیں۔ سیاست ادھر رہ جائے گی، ہم نے قبروں میں جانا ہے، وہاں حضور ﷺ ہی ہماری بگڑی بنائیں گے۔ شاہ جی نے لافانی تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ مچھلی پانی کے بغیر اور غلامان رسول، حضور ﷺ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ناموس رسالت کی اس تحریک کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں۔ شاہ جی نے کہا کہ 17۔ فروری کو فیصل آباد میں سنی کانفرنس، پھر اگلا ہدف دیں گے ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ گستاخوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاتا۔

پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی مرکزی امیر نے خطاب کرتے ہوئے اہلیان لودھراں کو ہدیہ سپاس پیش کیا اور کہا کہ یہ سب لوگ کرائے کے نہیں بلکہ حضور ﷺ پر مرمٹنے والے لوگ ہیں۔ پروفیسر مظہر سعید کاظمی نے کہا کہ سیاسی جلسہ ہوتا تو اتنی دیر انتظار نہ کیا جاتا، لوگ آدھے رہ جاتے۔ یہاں لوگ 2۔ بجے سے انتظار کر رہے ہیں اور اب 9۔ بج رہے ہیں، مگر یہ لوگ ناموس رسالت کے لئے آئے ہیں اسی لئے اب تک انتظار کر رہے ہیں۔ سید مظہر سعید کاظمی نے خوبصورت بات کرتے ہوئے کہا کہ اسلام دشمن تو دشمنیاں کرتے ہی رہتے ہیں، اسلام کے ماننے والے تو بے وفائی نہ کریں۔ حضور ﷺ کے نام پر جان چلی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہے۔

بہاولپور:

لودھراں سے روانہ ہونے کے بعد رات کے تقریبا 9:30 پر لانگ مارچ بہاولپور پہنچا۔ یہاں سڑک پر ہی خوبصورت اجتماع منعقد تھا۔ جید علماء و مشائخ تشریف فرما تھے۔ محدث بہاولپوری علامہ فیض احمد اویسی کے صاحبزادے فیاض احمد اویسی، حافظ

غلام مرتضیٰ سمیت بہت سے علماء سٹیج کی زینت بنے ہوئے تھے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے راولپنڈی سے شاہ جی کے ہمرکاب ڈاکٹر سرفراز سیلفی نے کہا کہ دین رسول کا اللہ محافظ ہے لیکن ہمیں بھی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ساری دنیا مل کر بھی حضور ﷺ کی شان گھٹا نہیں سکتی۔ ڈاکٹر سرفراز سیلفی نے کہا کہ ہماری وفا کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے ہونے کا ثبوت دیں، ہمارے سب اعمال اللہ و رسول جانتے ہیں۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت علامہ صاحبزادہ فیاض احمد اویسی نے کہا کہ پیر سید ریاض حسین شاہ تو لکھنے پڑھنے والے آدمی ہیں انہیں سڑکوں پر آنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ دراصل اہل مغرب نے سمجھا کہ مسلمانوں کی غیرت ایمانی ختم ہو چکی ہے، انہوں نے حضور ﷺ کی توہین کی اور اس کے خلاف پھر اٹھنے والی ناموس رسالت کی تحریک کو دبانے کیلئے ملالہ کیس چلایا گیا، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے شاہ جی نے قوم کو پیغام دیا کہ ''میرے نبی سے میرا رشتہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے''۔

علامہ فیاض احمد اویسی نے کہا کہ ملالہ پر گولی چلانے والوں پر لعنت، لیکن تم یوم ملالہ مناؤ ہم ہر روز یوم عشق رسول ﷺ منائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان سازش کو سمجھیں۔ شاہ جی کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صرف 6 گھنٹے ہی نہیں ہم تو 50,000 سال والا قیامت کا دن بھی آپ کے ساتھ گذاریں گے۔ اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حافظ غلام مرتضیٰ نے کہا کہ بری امام کی بستی سے چلنے والا قافلہ، لاہور میں داتا صاحب کے قدموں کو چھوتا ہوا، خواجہ بہاؤ الدین ذکریا کی دہلیز کو چومتا ہوا آج محدث اعظم بہاولپوری کی سرزمین پر تشریف فرما ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک ضعیف عورت اس قافلہ کے لئے رو رو کر اللہ سے دعائیں کر رہی تھی اور ایک شخص اپنی چار چھوٹی بچیوں کے ساتھ اس لانگ مارچ کی کامیابی کے لئے دعا کر رہا تھا، تو خلوص و عاجزانہ دعاؤں کے جھرمٹ میں یہ لانگ مارچ کیسے ناکام ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جتنے افراد آپ یہاں دیکھ رہے ہیں ان کے علاوہ لاکھوں لوگ ہمارے لئے دعاؤں میں مصروف ہیں، 200 افراد تو ہم گاڑیوں کی کمی کی وجہ سے چھوڑ کر

آئے ہیں انہیں ساتھ نہیں لا سکے۔ انہوں نے کہا کہ جب حضور مدینہ شریف تشریف لائے تو ہر مرد و عورت، پیر و جواں نے یارسول اللہ کے نعرے لگائے تھے، آج وہ منظر محسوس ہوا کہ ہر مرد و عورت، پیر و جواں سڑکوں پر یارسول اللہ کے نعرے لگا رہا ہے۔

اس عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ آج تین دن ہو گئے ہیں غلامان رسول گھروں سے نکل کر سڑکوں پر یارسول اللہ کے نعرے بلند کر رہے ہیں اور یہ استقبال کسی فرد کا نہیں، دنیا دار کا نہیں، بلکہ مدینے والے حضور ﷺ کے نام کا ہے، ہمارا سب کچھ ہمارے آقا کی وجہ سے ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ آپ لوگوں نے 6 گھنٹے انتظار کیا، اسی طرح ہم بھی 80 گھنٹوں سے حضور ﷺ کی راہ میں آبلہ پائی کر رہے ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ یہودیوں نے پیسہ دیکر لوگ خریدے۔ انہوں نے Draw Muhammad Every day تحریک چلائی۔ یہ مسلمانوں کے ایمان پر حملہ ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ ہم حالات کی فتنہ سامانیوں سے دبنے والے نہیں۔ ہمارا اقوام متحدہ سے مطالبہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ناموس کیلئے قانون سازی کی جائے۔ شاہ جی نے کہا کہ اقوام متحدہ کو یہودیوں نے یرغمال بنا رکھا ہے اس کے قیام کا مقصد تھا کہ لوگوں کو حقوق دیں گے لیکن 5 ممالک کو ویٹو پاور دے دی گئی۔ شاہ جی نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ میں لانگ مارچ کے پہلے دن صرف دو گھنٹے سو سکا ہوں اور دوسرے دن بھی دو گھنٹے سو سکا ہوں۔ آپ کے جذبے کو دیکھتا ہوں تو نیا جذبہ ملتا ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ یو این او اور او آئی سی دونوں کو غیرت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ پاکستانی حکومت نے ریمنڈ ڈیوس اور کانسی کو امریکہ کے حوالے کر دیا، اب امریکہ گستاخ کو ہمارے حوالے کرے ورنہ خود اسے سزائے موت دے۔ شاہ جی کہا کہ امن عالم کے لئے لازمی ہے کہ حضور ﷺ کی گستاخی بند کی جائے ورنہ ملک ممتاز قادری، غازی علم الدین شہید، مرید حسین غازی جیسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور امریکہ میں ہی پیدا ہوں گے۔ شاہ جی نے کہا کہ ہم کسی کا تخت گرانے نہیں آئے، ہمارا تو سادہ سا مطالبہ ہے کہ حضور ﷺ کی گستاخیاں بند کرائی جائیں، ورنہ مکافات عمل کا انتظار کرو۔ شاہ جی نے کہا کہ ایک لمحہ کی بیداری قوموں کو عرش پر پہنچا

دیتی ہے جبکہ ایک لمحہ کی غفلت اس قہر و ذلت میں گرا دیتی ہے۔

احمد پور شرقیہ:

تقریباً رات کے پونے بارہ بجے لانگ مارچ کا قافلہ احمد پور شرقیہ پہنچا۔ حیرت کی بات ہے کہ آدھی رات کے وقت بھی لوگ سڑک پر کھڑے محوِ انتظار تھے، قافلہ کے پہنچتے ہی پھولوں کی پتیاں پھینک کر استقبال کیا گیا۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ لانگ مارچ کا مقصد گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج ہے۔ تمام مسلمان ناموس رسول ﷺ کے لئے متحرک ہو جائیں۔ ہم سب کو مل کر لانگ مارچ کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ تحریک کو ڈھیلا نہیں کرنا۔

چنی گوٹھ:

رات سوا بارہ بجے کے قریب قافلہ چنی گوٹھ (ضلع رحیم یار خاں) پہنچ گیا۔ سڑک پر کھڑے غلامان مصطفیٰ سے خطاب کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ گستاخی کرنے والی لعنتی مخلوق کو تباہ کر دے۔ شاہ جی نے کہا کہ امریکہ نے اگر گستاخوں کو سزا نہ دی تو اللہ تعالیٰ مکافاتِ عمل پیدا کر دے گا۔ شرکاء کو پیغام دیتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ لانگ مارچ کی تحریک چلاؤ، اس کے پیغام کو عام کریں، کارنر میٹنگز، جلسے، اجلاس کریں، اس تحریک کو ختم نہ ہونے دیں۔

فتح پور کمال:

رات سوا ایک بجے حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے نکلا ہوا یہ قافلہ فتح پور کمال پہنچا۔ پہلے کی طرح یہاں بھی لوگوں کا جم غفیر سڑک پر کھڑے انتظار کر رہا تھا۔ علامہ شمس القادری کے ساتھ علماء و مشائخ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ ہم سب حضور ﷺ کی ناموس کے لئے حاضر ہیں۔ ہمارا مقصد ہے کہ ہم سے اللہ و رسول راضی ہو جائیں۔ یہود و نصاریٰ پیسہ لگا کر گستاخیاں کر

رہے ہیں۔ ہمیں محنت کرنا ہو گی۔ یہ ساری دنیا حضور ﷺ کے صدقہ سے بنی ہے۔ اللہ حضور ﷺ کے گستاخوں کو نیست و نابود کر دے گا۔

زید پیر (ضلع رحیم یار خاں):

ضلع رحیم یار خاں کے ایک مقام زید پیر پر رات دو بجے کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے۔ قافلہ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ شاہ جی نے اس والہانہ استقبال پر اہلیان علاقہ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا لانگ مارچ کا مقصد حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے اور یہ باور کرانا ہے کہ مسلمانوں کا ایک ایک فرد جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ رات کے دو بجے بھی دیوانے حضور ﷺ کی خاطر سڑکوں پر بیٹھے ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ ہماری جنگ گستاخوں کے خلاف ہے۔ ہمیں بنیادی سطح سے کام اٹھانا ہو گا۔ مایوس نہ ہوں۔ کسان بیج بوئے تو نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ آپ نے عشق رسول کا جو بیج بویا ہے اللہ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔

صادق آباد:

رات ساڑھے تین بجے صادق آباد قافلہ پہنچا۔ یہیں بقیہ رات کا قیام کیا۔ صبح ناشتہ کیا گیا اور پھر صبح دس بجے قافلہ اپنی اگلی منزل کی جانب پھر رواں دواں ہو گیا۔

اوباڑو:

اتوار 11 بجے دن صوبہ پنجاب کا اختتام ہوا اور قافلہ صوبہ سندھ کے پہلے شہر اوباڑو میں داخل ہو گیا۔ صوبہ سندھ میں داخلے کے وقت صاحبزادہ پیر خالد سلطان قادری نے اپنے سینکڑوں ساتھیوں کے ساتھ والہانہ استقبال کیا اور پھر کراچی تک یہ ساتھ نہ چھوٹا۔

ڈہرکی:

اتوار سوا بارہ بجے پر قافلہ ڈہرکی پہنچا۔ یہاں اجتماع سے علامہ پیر خالد سلطان

قادری نے خطاب کیا اور کہا کہ لانگ مارچ عشق مصطفیٰ کی دلیل ہے۔ سچی محبت وعقیدت کا اظہار ہے۔ آپ نے کہا کہ انشاء اللہ یہ لانگ مارچ کراچی میں عظیم الشان اجتماع میں تبدیل ہو جائے گا۔ پیر خالد سلطان نے کہا کہ سندھ کی دھرتی صوفیاء کی دھرتی ہے۔ ہم سالار صوفیاء پیر سید ریاض حسین شاہ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ڈھرکی میں شاہ جی نے صرف دعا کروائی اور قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

گھوٹکی:

اتوار دو پہر ایک بج کر بیس منٹ پر قافلہ گھوٹکی پہنچا۔ شاندار استقبال کیا گیا۔ سندھی بھائیوں کی علماء ومشائخ سے محبت قابل دید تھی۔ یہاں شاہ جی نے میڈیا اور مختلف چینلز کی طرف سے آئے ہوئے صحافیوں سے بھی گفتگو کی۔ پیر خالد سلطان قادری نے سندھی زبان میں تقریر کی اور کہا کہ عزت وناموس کے لئے گھروں سے نکلے اس قافلہ کو ہم مرحبا کہتے ہیں۔ جب تک گستاخوں کو سزا نہ ملی سُنی آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ پیر خالد سلطان قادری نے یارسول اللہ کے نعرے لگوا کر محبت رسول کی تجدید کی۔ آپ نے کہا کہ یکجہتی کا مظاہرہ کر کے سُنی کاز کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ آپ نے سندھی زبان میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا کہ گستاخوں کو سزائے موت دی جائے۔ اس عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ ارض صوفیاء میں رہنے والو! آپ نے جس والہانہ انداز میں استقبال کیا یہ کسی فرد کا نہیں بلکہ ناموس رسالت کے لئے کوششوں کا استقبال ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ لانگ مارچ کا پیغام پیر خالد سلطان قادری نے پہنچا دیا ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ آپ سندھی ہیں لیکن حضور ﷺ کی محبت لسانی حدود اٹھا دیتی ہے۔ ہم سب یکجا ہو کر عہد کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو پیش کریں گے۔ شاہ جی نے لانگ مارچ کا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ خطرناک جنگ شروع ہو چکی ہے، وہ نیا نیا روپ بدل کر گستاخیاں کر رہے ہیں، مسلمان اگر آگے نہ بڑھے تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ اپنے اپنے حلقوں میں اس تحریک کو آگے

بڑھائیں۔میلاد شریف کے جلسوں میں گستاخوں کی مذمت کی جائے۔میلاد شریف کا مہینہ آنے والا ہے، ربیع الاول کے اس مہینے میں ہم نئے انداز سے میلاد منائیں گے۔

پنوں عاقل:

اتوار سہ پہر سوا دو بجے پر عشاقان رسول کا یہ قافلہ پنوں عاقل پہنچا۔نعروں اور پھولوں کی پتیوں سے استقبال کیا گیا۔

خیر پور:

اتوار پانچ بجے شام لانگ مارچ کے شرکاء خیر پور پہنچے۔خیر پور سے باہر ہی قافلے کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔عاشق رسول، یادگار اسلاف، مدفون جنت البقیع حضرت پیر سید عاشق علی شاہ سابق امیر جماعت اہل سنت صوبہ سندھ کے آستانہ عالیہ پر لوگوں کا جم غفیر جمع تھا۔سب سے پہلے عصر کی نماز ادا کی گئی۔اس کے بعد وہاں جلسہ کا اہتمام تھا۔تلاوت و نعت کے بعد جماعت اہل سنت صوبہ سندھ کے امیر سائیں سخی سردار علی شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ہماری قسمت جاگ اٹھی ہے کہ ہمارے دلوں کی دھڑکن پیر سید ریاض حسین شاہ اپنے ساتھیوں سمیت ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔سائیں سردار علی شاہ نے کہا کہ شاہ جی کی دعاؤں سے ہم اکیلے نہیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ جب بھی قائدین بلائیں گے ہم اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کریں گے۔سائیں سردار نے کہا کہ لانگ مارچ کے ذریعے ہم دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ یارسول اللہ کہنے والے زندہ ہیں۔پیر خالد سلطان قادری نے سندھی زبان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے ہمیں صالح قیادت نصیب فرمائی ہے۔انہوں نے کہا کہ آج کے اجتماع کو دیکھ کر محسوس ہو رہا ہے کہ پیر عاشق علی شاہ آج بھی زندہ ہیں، پیر خالد سلطان قادری نے کہا کہ سنیوں جاگو اور حضور ﷺ کے گستاخوں سے بدلہ لو۔مسلمان کبھی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔اس دوران پنڈال میں لبیک یارسول اللہ کے فلک شگاف نعرے بلند ہوتے رہے۔سندھی بھائیوں کی محبت دیدنی تھی۔

اس محبت بھرے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سائیں محمد آصف علی شاہ نے کہا کہ حضور ﷺ کا بلاوا اللہ تعالیٰ کا بلاوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مصطفی کریم کے لئے سر کٹانے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ فرقہ بازی کی بجائے محبت رسول پھیلانے کے لئے نکلا ہے۔

اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے فرمایا کہ لانگ مارچ حضور ﷺ کی عزتوں کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔ ہمیں وقت پر کراچی پہنچنا ہے، شاہ جی نے شرکاء سے کہا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے گستاخوں کو پاش پاش کر دے۔ شاہ جی نے کہا کہ میرا پیغام پیر خالد سلطان قادری دے چکے ہیں۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ میلاد شریف میں ناموس رسالت کی تحریک کو عام کریں۔ اگر اس تحریک کو پھیلا دیا گیا تو شیطانوں کے سر جھک جائیں گے۔ ہمارے ساتھ عہد کریں کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک گستاخوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاتا۔ اپنے دیرینہ ساتھی پیر سید عاشق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتے ہوئے شاہ جی نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ایک مشکل میں پھنس گیا تو پیر عاشق علی شاہ کے پاس آگیا، پیر عاشق علی شاہ کو میری مدد کرنے سے منع کیا تو پیر عاشق علی شاہ نے کہا کہ میں بڑے بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) کی اولاد ہوں اور پیر سید ریاض شاہ چھوٹے بھائی (امام حسین رضی اللہ عنہ) کی اولاد ہیں میں ان کو کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہوں۔ شاہ جی نے پیر سید عاشق علی شاہ کے صاحبزادے کو مخاطب کرتے کہا کہ سائیں سردار علی شاہ نے پیر عاشق علی شاہ کا جھنڈا اٹھایا ہوا ہے۔

مورو:

خیر پور سے نکل کر مورو کے قریب ایک پٹرول پمپ پر دیوانوں نے استقبالیہ کیمپ سجا رکھا تھا۔ وہاں شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے ساتھ پیر ڈاکٹر سرفراز سیفی، اوباڑو بارڈر سے پیر خالد سلطان قادری، پیر سید آصف علی شاہ گیلانی، پیر سید سردار علی شاہ موجود ہیں، میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، شاہ جی نے بتایا کہ لانگ مارچ کو

دنیا بھر سے لوگ نیٹ کے ذریعے دیکھ رہے ہیں لیکن ان لوگوں کا ہمیں دیکھنا ضروری نہیں بلکہ ہمیں سمجھنا ضروری ہے۔ کہ ہم کس مقصد کے لئے نکلے ہیں۔ شاہ جی نے کہا کہ لوگ بھوکے پیاسے راہوں میں بیٹھے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے صرف ہمارے محبوب کے گستاخوں کو کیفر کردار تک پہنچا دو۔ شاہ جی نے کہا کہ اگر یہ تحریک چلتی رہی تو دنیا عشق رسول سے جگمگا جائے گی۔

کریم آباد، دربار فقیر علی نواز:

تقریباً ساڑھے نو بجے پر لانگ مارچ کے شرکاء کریم آباد میں واقع دربار فقیر علی نواز پر پہنچے، وہاں کے لوگوں کی محبت دیدنی تھی۔ ہاتھ باندھے سائیں سائیں کہتے ہوئے محبتیں تقسیم کر رہے تھے۔ یہاں نماز عشاء ادا کی گئی اور کھانا کھایا گیا۔ میزبانوں نے بڑی عزت کے ساتھ اپنے روایتی طریقہ سے کھانا کھلایا اور بعد میں چائے بھی پیش کی گئی۔ کھانا کھانے کے بعد قافلہ پھر اگلی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

سکرنڈ:

رات بارہ بجے کے قریب لانگ مارچ کا قافلہ سکرنڈ پہنچا، یہاں عظیم الشان استقبالیہ کیمپ پر لوگ آنکھیں فرش راہ کئے حضور کے نام کے مسافروں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر سرفراز سیفی نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ حضور ﷺ سے وفا کا اظہار کر رہا ہے۔ جس شخص کو حضور ﷺ کی ذات ہر چیز سے پیاری نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کامل مومن نہیں بن سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر حضور ﷺ سے محبت ہے تو ناموس رسالت کے لئے جان قربان کرنا فرض ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ جان کو سنبھالنے کی بجائے حضور ﷺ کے لئے استعمال کریں۔ پیر سرفراز سیفی نے کہا کہ ہم عہد کرتے ہیں کہ شاہ جی کے ساتھ چلیں گے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پیر خالد سلطان قادری نے کہا کہ عشق محبت کا قافلہ اسلام آباد سے آج سکرنڈ ضلع نواب شاہ میں موجود ہے۔ ہم سب کا ایک ہی مشن ہے کہ تحفظ ناموس رسالت۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ

ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت مقرر کی جائے۔ ہمارا کا مقصد سیاسی نہیں فقط گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے۔ ہم حضور ﷺ کی محبت لے کر نکلے ہیں۔ ہمارے قائد پیر سید ریاض حسین شاہ ہیں۔ ہمیں ان کی قیادت پر فخر ہے۔ شاہ جی 18 کروڑ سنیوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ پیر سید ریاض حسین شاہ نے اس محبت بھرے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ان کے والہانہ استقبال کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ لوگ رات کے بارہ بجے بھی اس سڑک پر کھڑے ہو کر انتظار کرتے رہے ہیں اللہ آپ کو جزا دے۔ شاہ جی نے کہا کہ امریکی گستاخ نے جو حرکت کی ہے اگر پہاڑ بھی پھٹ جائیں تو کم ہے۔ اس گستاخ نے صرف حضور ﷺ کی توہین نہیں کی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے کیونکہ ہر نبی حضور ﷺ کی نعتیں پڑھنے والا ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ اس جرم کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ عقیدہ مجروح کرنا بہت بڑا جرم ہے، شاہ جی نے کہا کہ امریکہ کا مزاج شروع سے ہی چوروں جیسا ہے، اس کا معیار مسلمانوں سے الگ اور دوسری اقوام سے الگ ہے۔ پیر سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ کروڑوں مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک نہیں رکا۔ شاہ جی نے کہا کہ اگر آپ احتجاج میں کامیاب ہو گئے تو یہ سلسلہ رک سکتا ہے، ورنہ مزید آگے بڑھ سکتا ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ لانگ مارچ تو کل کراچی میں اختتام پذیر ہو جائے گا لیکن یاد رکھا جائے کہ یہ احتجاج ختم نہیں ہوگا، یہ تحریک ختم نہیں ہوگی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ محرم شریف اور میلاد شریف کی محفلوں کا عنوان عزت و ناموس رسالت بناؤ، حضور ﷺ کی ناموس کا مسئلہ ہر پنچائت میں اٹھاؤ۔ دشمن اس مسئلہ کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں آپ اس مسئلہ کو اٹھانے کی سعی کرو، تاکہ پتہ چل جائے کہ قریہ قریہ، نگری نگری حضور ﷺ کی ہے۔ شاہ جی نے بتایا کہ یہ 88واں جلسہ ہے۔ لاکھوں لوگ لانگ مارچ میں استقبال کے لئے شریک ہوئے۔ شاہ جی نے بتایا کہ ہم 80,90 گھنٹوں سے چل رہے ہیں لیکن خدا کی قسم ہڈیاں ٹوٹ کر بھی حضور ﷺ کا نام بلند ہو تو سودا مہنگا نہیں ہے۔ صحابہ نے کتنی تکالیف اٹھائیں، صحابہ کا کہنا تھا کہ جان دے دیں گے لیکن حضور ﷺ کے مشن کا علم سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ شاہ جی نے کہا کہ امریکہ مسلمانوں کو خریدنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن

آپ اس بات کا ثبوت مہیا کرو کہ روکھی سوکھی کھائیں گے لیکن حضور ﷺ سے وفا نبھائیں گے۔شاہ جی نے راہ عمل عطا کرتے ہوئے کہا کہ علماء ہو تو ناموس رسول پر خطبے دو، مشائخ ہو تو مریدوں کو حضور ﷺ کیلئے جان قربان کرنے پر تیار کرو۔

حیدر آباد:

رات تقریباً ساڑھے تین بجے بعد حیدر آباد پہنچے، یہاں لطیف آباد مدرسہ اور شادی ہال وغیرہ میں قیام کیا۔ پیر کی صبح تقریبا 10 بجے صبح حیدر چوک میں جلسہ منعقد ہوا۔لوگوں کا جم غفیر قائدین کی گفتگو سننے کیلئے بیتاب تھا۔شاہ جی نے جماعت اہل سنت حیدر آباد کے قائدین واہلیان حیدر آباد کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہمارا مقصد کسی کو تخت سے اتارنا یا چڑھانا نہیں ہے ہم صرف امریکہ میں بنائی گئی گستاخانہ فلم، خاکے اور قرآن کریم کے نسخے جلائے جانے پر احتجاج کر رہے ہیں۔شاہ جی نے بتایا کہ لاکھوں لوگوں نے عہد کیا ہے کہ ناموس رسالت کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں گے۔شاہ جی نے کہا کہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کو دیوار کے ساتھ لگانے کی کوششوں میں مصروف ہیں، مسلم ممالک تباہ کئے جا رہے ہیں تمہاری تہذیب کے پرچم سرنگوں کئے جارہے ہیں، تمہارے نبی ﷺ کی گستاخیاں کی جارہی ہیں۔مسلمانوں کو اب تو جاگنا چاہیئے۔شاہ جی نے کہا کہ وہ وقت دور نہیں جب نقاش فطرت کھرے اور کھوٹے، پاک اور پلید کو الگ الگ کرنے والا ہے۔لانگ مارچ کا پیغام دیتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ اس تحریک کو ہر جگہ پہنچائیں۔شاہ جی نے کہا کہ ہم امن عالم کے داعی ہیں۔اگر توہین انبیاء کا مسئلہ حل نہ ہوا تو دنیا بد امنی کا شکار ہو جائے گی۔بین الاقوامی سطح پر قانون سازی کی جائے اور گستاخ انبیاء کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

پیر صبح ساڑھے دس بجے لانگ مارچ کے شرکاء نے حیدر آباد سے کراچی کی جانب رخت سفر باندھا اور حیدر آباد سے نکلتے ہوئے راستہ میں ''ذوالفقار پٹرول پمپ'' پر شاہ جی نے دعا کروائی اور قافلہ پھر کراچی کی جانب چل پڑا۔

کراچی لانڈھی میں اڑھائی بجے ظہر کی نماز ادا کی گئی اور کھانا کھایا گیا۔سہراب

گوٹھ میں استقبالیہ کیمپ پر موجود ہزاروں لوگوں نے والہانہ استقبال کیا۔

پھر لیاقت آباد پہنچے اور یہی وہ لمحات تھے جب کراچی کے آسمان نے محبت رسول اور عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لیے نکلے ہوئے نہتے لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوتے دیکھی۔ یقیناً آسمان و زمین بھی ان لوگوں کے مقدر پر روتی ہوگی جنہوں نے اس مکروہ حرکت سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر لیا۔ وہ لوگ جو حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے گھروں کو چھوڑ کر، بیوی بچوں کو نظر انداز کر کے سڑکوں پر مسافرانہ چل رہے تھے، جن کے پاس اسلحہ تھا تو عشق رسول کا، جن کی دولت محبت رسول تھی اور جن کا مرکز و محور ذات محمد رسول اللہ ﷺ تھی، ایسے لوگوں پر گولیاں چلائی گئیں کہ شاید یہ کارواں کراچی میں داخل نہ ہو سکے اور یہیں سے تتر بتر ہو جائے، لیکن کراچی والوں نے دیکھا کہ ادھر گولیاں چل رہی تھیں ادھر دیوانے بھاگ کر شاہ جی کی گاڑی کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ وہ نوجوان جو کھلے عام گاڑیوں کی چھتوں پر کھڑے تھے وہ لمحہ بھر کو بھی نیچے نہ ہوئے بلکہ لبیک یارسول اللہ کے نعرے لگا کر اپنے عشق کو تر و تازہ کرنے لگے۔ گولیاں چلانے والے کون تھے؟ کس نے بھیجے تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ یہ جاننا یا بتانا حکومت کا کام ہے، جو یقیناً نہیں کر سکے گی، ہمارا کام تو حضور ﷺ کی خاطر نکلنا تھا، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا تھا، جو ہم نے کر لیا۔ یہ تو اپنی اپنی قسمت ہوا کرتی ہے، چھپکلیاں پھونک مار کر نار نمرود بڑھایا کرتی ہیں اور بلبلیں اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لئے آگ بجھانے کی کوششیں کرتی ہیں، نہ تو چھپکلیوں کی پھونکوں سے آگ بڑھتی ہے اور نہ ہی بلبلوں کے پانی سے آگ بجھتی ہے، لیکن فرق ہو جاتا ہے کہ کون نبی کا غلام ہے اور کون نبی کا گستاخ ہے، پلید کون ہے، پاک کون ہے، صحابہ کا پیرو کون ہے اور ابلیس کا پیرو کون ہے، یہ سب کچھ اسی قسم کی مقیاس سے معلوم ہوا کرتا ہے۔

چند منٹ کی گولیوں نے جذبات مزید بڑھا دیئے، شرکاء کے سینوں میں تازہ جوانی محسوس ہونے لگی۔ اسی جوش و خروش کے ساتھ قافلہ ایم اے جناح روڈ کی طرف بڑھنے لگا، اب رفتار آہستہ آہستہ تھی، اس لئے کہ کراچی کی سڑکوں پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ لوگ موٹر سائیکلوں، گاڑیوں اور پیدل ہی ساتھ نبھا رہے تھے۔ لوگوں کا ایک سمندر تھا جو ایم

اے جناح روڈ کی جانب رواں دواں تھا۔شاید کراچی کے پانی والے سمندر کی لہروں میں وہ جوش نہ ہو جو انسانی سمندر کے دیوانوں کے سینوں میں موجزن تھا۔لبیک یارسول اللہ کی صداؤں نے باطل کی فضا کو چیر کر رکھ دیا تھا۔ باطل اپنا مکروہ چہرہ چھپائے دور جا چکا تھا۔ کراچی کی فضائیں یارسول اللہ کے ترانوں سے گونج رہی تھیں۔ ہر طرف لوگوں کے وجود نعرہ رسالت پر" می رقصم" کا منظر پیش کر رہے تھے۔لگ رہا تھا کہ ابلیس اور ابلیسی قوتیں کراچی کے سمندر میں غرق ہو چکی ہیں۔اسی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا لانگ مارچ کا یہ قافلہ پونے پانچ بجنے پر ایم اے جناح روڈ اپنی منزل مقصود پر پہنچ ہی گیا، نہ جانے ابلیس کے سینہ پر کینہ پر کتنی مونگ دل چکی تھی، انسانوں کی شکلوں میں موجود کتنے ہی ابلیسی کارندے مایوس ہو چکے تھے، کیونکہ حضور ﷺ کے عاشقوں کے اس قافلہ کو روکا نہ جا سکا تھا، دیوانوں نے پاؤں کی ہر زنجیر کو توڑ دیا تھا، ہر رکاوٹ کو عبور کر لیا تھا، ہر مشکل کو برداشت کر لیا تھا اور ہر کٹھن مرحلہ کو طے کر لیا تھا۔شیطانی کارندے حیران ہو رہے ہوں گے کہ یہ کون سے دیوانے ہیں جو راولپنڈی سے چلے ہیں اور پانچ دن سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی تر و تازہ ہیں، ان کے جسموں میں طاقت کہاں سے آ گئی، ان کی رگوں میں کون لمحہ بہ لمحہ تازہ خون بھر رہا ہے، ان کو کون تازہ آکسیجن فراہم کر رہا ہے، انہیں کیا علم، کہ جو خدا ننھے ننھے پرندوں سے ہاتھیوں کو مروا سکتا ہے، مچھر سے نمرود کو تڑپا سکتا ہے، وہی خدا اپنے محبوب کے غلاموں کو نیا جذبہ اور نیا ولولہ بھی عطا کر سکتا ہے اور انشاء اللہ ان جیسے ہی دیوانوں کے ذریعے اللہ امریکہ جیسے مغرور کا غرور توڑ دے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پونے پانچ بجنے پر قافلہ ایم اے جناح روڈ پہنچا، اور ہیڈ برج پر سٹیج بنایا گیا تھا، جہاں کراچی کے جید علماء و مشائخ اور قائدین جمع تھے، جن میں حاجی حنیف طیب، جناب ثروت اعجاز قادری، مولانا کوکب نورانی، مولانا ابرار احمد رحمانی و دیگر شریک تھے۔تلاوت و نعت کے بعد علامہ ابرار احمد رحمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اہل سنت نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل سنت زندہ ہیں۔اس لانگ مارچ نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کی ہے۔انہوں نے دعا دی کہ اللہ اہل سنت و جماعت کو متحد رکھے۔آمین۔ان کے

بعد علامہ کوکب نورانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علماء اہل سنت پانچ دنوں سے پاکستان کی سڑکوں پر حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے لانگ مارچ کر رہے ہیں اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ سچا مسلمان ناموس رسالت کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ وہ کسی گستاخی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ علامہ کوکب نورانی نے کہا کہ ہمارے اعضاء قیامت والے دن گواہی دیں گے کہ ہم نے حضور ﷺ کی عزت و ناموس کیلئے اتنا لمبا سفر کر کے آئے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی نے کہا کہ ہم نے پُر امن مارچ کیا ہے، ہم دہشت گردی کے خلاف ہیں۔ یہ ہماری تعمیری کاوش ہے۔ جماعت اہل سنت مبارکباد کی مستحق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا سفر لانگ مارچ پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ حضور ﷺ کے لئے ہی ہے۔ علامہ کوکب نورانی نے کراچی میں ہونے والی فائرنگ پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ تمام ذرائع ابلاغ نوٹ کرلیں کہ ہم قتل عام کی مذمت کرتے ہیں، فائرنگ کی شدید مذمت کرتے ہیں، ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکمران اپنے فرائض منصبی کما حقہ ادا کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر پیر سرفراز سیفی نے اپنے خطاب میں کہا کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے اندر سے روح محمدی نکالنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ختم ہو رہا ہے، جب تک ہمارا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے مستحکم رہا دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی ممالک میں سے صرف چھ ملک ہی اپنے آپ کو اسلامک ری پبلک کہتے ہیں، اسلامی کہنے سے باقی ممالک کو کیوں شرم آتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر سید ریاض حسین شاہ نے جب دیکھا کہ ہمارے جذبوں میں کمی آرہی ہے تو انہوں نے لانگ مارچ کا اہتمام کر کے ہمارے جذبوں کو نئی زندگی عطا کی ہے۔

کراچی کے اس عظیم الشان اجتماع سے اگلا خطاب حاجی حنیف طیب کا تھا۔ انہوں نے پیر سید ریاض حسین شاہ، پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، و دیگر قائدین کو ہدیہ سپاس پیش کرتے ہوئے کہا کہ ناخوشگوار حالات میں عظیم الشان لانگ مارچ کے اہتمام پر قائدین جماعت اہل سنت اور اس شاندار استقبال پر اہلیان کراچی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کراچی کے مختلف علاقوں سے ہمارے قافلوں کو روکا گیا۔ حاجی حنیف

طیب نے کہا کہ میڈیا نے بڑی کوشش کی کہ گستاخانہ فلم کو بھلا دیا جائے لیکن قائدین نے بصیرت کا مظاہرہ کیا۔انہوں نے کہ لانگ مارچ سے ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان کے ایک ایک شہر سے عوام الناس گستاخ مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہماری جدو جہد جاری ہے۔صدر، وزیر اعظم حضور ﷺ کی گستاخی کو بھول گئے، 57۔اسلامی ممالک حضور ﷺ کی گستاخی کو بھول گئے لیکن ہم نہ بھولے ہیں اور نہ بھولیں گے۔حاجی حنیف طیب نے کہا کہ امریکہ کے اندر خود دہشت گرد موجود ہیں، امریکہ دوسرے ممالک میں دہشت گرد تلاش نہ کرے۔فلم بنانے والا گستاخ خود بہت بڑا دہشت گرد ہے۔

پیر خالد سلطان قادری نے اس تاریخی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ الحمد للہ آج لانگ مارچ کراچی شہر میں داخل ہو چکا ہے۔ہم سب کا ایک نکاتی ایجنڈا ہے کہ گستاخ رسول موت کا حقدار ہے۔انہوں نے کہا کہ گستاخانہ فلم بنانے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے تک اہل سنت چین سے نہیں بیٹھیں گے۔فائرنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر خالد سلطان قادری نے کہا کہ فائرنگ کرنے والوں کو شرم کرنی چاہیے کہ ہم صرف نبی کریم ﷺ کی عظمت کے لئے نکلے ہیں، ہم کبھی مایوس نہیں ہوں گے، ہمیشہ محبت رسول کا پیغام دیتے رہیں گے۔

ان خطابات کے بعد اب جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کے خطاب کا اعلان کیا گیا، لوگوں میں جوش وخروش دیدنی تھا۔ہر شخص گستاخ رسول کی موت کا پیامبر نظر آرہا تھا، فلک شگاف نعروں سے کراچی کی زمین گونج رہی تھی کہ شاہ جی نے اپنا خطاب شروع فرمادیا۔آپ نے اپنے پر جوش خطاب میں اہلیان کراچی کا شاندار استقبال پر شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ لانگ مارچ کے اختتام پر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ہم اتنا طویل سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں، راستے میں لاکھوں لوگ ہم رکاب ہوئے، اور لاکھوں لوگ ہم نوا ہوئے۔ہم سب کی نظر صرف اور صرف حضور ﷺ کے در دولت پر ہے۔ سنیوں کے شہنشاہ نے سنیوں کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے نزدیک راستوں کی آبلہ پائی، تکالیف، بھوک، پیاس اور حالیہ فائرنگ یہ سب کچھ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ کوئی بندہ بھی زخمی نہیں ہوا۔ایک خوبصورت جملہ شاہ جی نے ارشاد

فرمایا کہ یہ گولیاں تو ہمارے دامن سے ایسے گذری ہیں جیسے چوم کر نکلی ہوں۔شاہ جی نے کہا کہ یہ امریکہ کی سازش ہے کہ مسلمانوں کی توجہ دوسری طرف پھیر دی جائے،آپ نے شرکاء سے تجدید عہد کرواتے ہوئے کہا کہ وعدہ کرو ناموس رسول کے لئے خون کے آخری قطرہ تک جدو جہد جاری رکھیں گے۔شاہ جی نے حکمرانوں اور مغرب زدہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا قانون نیویارک سے آتا ہے جبکہ ہمارا قانون مدینہ شریف سے آتا ہے۔شاہ جی نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے گستاخ کا سرتن سے جدا کرو ورنہ اسے ہمارے حوالے کرو ہم خود سزا دے دیں گے۔شاہ جی نے کہا کہ تہذیب اسلامی کو ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہودیوں نے اعلان کیا ہے کہ draw Muhammad every day۔شاہ جی نے پیغام دیتے ہوئے کہا کہ ہر ہفتے ناموس رسول کا چلہ کرو،محرم الحرام اور میلاد النبی کے مہینوں میں حضور ﷺ کے ناموس کے لئے محافل منعقد کرو۔ہر محفل میں گستاخ کو سزا دینے کی بات کرو۔شاہ جی نے کہا کہ راولپنڈی سے کراچی تک ہر جگہ عوام الناس،علماء ومشائخ اور صوفیاء نے شرکت کی۔اگر ایسا ماحول بن جائے تو یقیناً مغرب بھی تمہارا ہی ہے۔سورج مغرب سے طلوع ہونے کا مطلب حضور ﷺ کے دین کا جھنڈا بلند ہونا ہے۔انشاء اللہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب امریکہ سمیت دنیا کے چپے چپے پر حضور ﷺ کا پرچم لہرائے گا۔ یہ کائنات ساری کی ساری حضور ﷺ کی ہے۔

شاہ جی کے خطاب کے بعد جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر جگر گوشہ غزالی زماں پروفیسر پیر سید مظہر سعید کاظمی شاہ کا خطاب تھا۔آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ وہ ہستی جس نے انسانیت کو ہمدوش ثریا کر دیا، انسانوں کو شرف بخشا،محبت کے زمزمے بہائے اور اللہ تعالیٰ نے جسے رحمۃ اللعالمین کا لقب عطا فرمایا، ایسی ہستی پر کیچڑ اچھالنا حیرت کی ہی بات ہے۔مرکزی امیر نے کہا کہ ہم دیوانے ہیں اپنے نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔اہانت کے مجرم کو دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم طالبان نہیں، ہم لڑنے والے نہیں، لیکن حضور ﷺ کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔پروفیسر کاظمی نے کہا کہ مسلمانوں کو تنگ نظر کہنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ ہو

لوکاسٹ پر یہودیوں نے کیوں پابندی لگا رکھی ہے۔ آج کوئی ہولوکاسٹ کے خلاف بات نہیں کرسکتا، تو مسلمانوں سے الٹا سلوک کیوں کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی عوام بھی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

اس کے بعد دعا ہوئی، دعا کے بعد تمام قائدین و شرکاء نے احتجاج کے طور پر تین منٹ کے لئے ایم اے جناح روڈ پر دھرنا دیا، عوام الناس کے ساتھ قائدین بھی سڑک پر تشریف فرما ہو گئے اور اس طرح جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام عزت و ناموس رسالت کے لئے نکلنے والا پاکستان کی تاریخ کا عظیم الشان لانگ مارچ جو راولپنڈی سے شروع ہو کر کراچی پہنچا تھا، اختتام پذیر ہو گیا۔

اس فقید المثال، روح پرور اور حکمت افروز لانگ مارچ سے ثابت ہو گیا کہ پاکستان کی عوام کیا چاہتی ہے اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ میڈیا، ٹی وی اور کیبلز پر جن لوگوں کا قبضہ ہے وہ پاکستانی عوام کی خواہشات کی عکاسی نہیں کر رہے۔ وہ ایک مخصوص طبقہ کی نمائندگی کر رہے ہیں، جبکہ یہ مخصوص طبقہ امریکی خواہشات کا غلام ہے اور ملک پاکستان کو امریکی شہہ پر چلانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ لانگ مارچ پاکستان کی عوامی فکر کا غماض تھا کہ عوام الناس آج بھی محبوب کائنات سے والہانہ عشق کرتے ہیں، آج بھی حضور ﷺ کے لئے مر مٹنے کا جذبہ رکھتے ہیں، پاکستان کے عوام بھوک و پیاس برداشت کر سکتے ہیں، بیوی بچوں سے دور رہنا برداشت کر سکتے ہیں، گھربار چھوڑ سکتے ہیں، لیکن اپنے محبوب کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ لانگ مارچ کسی سیاسی مقصد کے لئے نہیں تھا بلکہ یک نکاتی ایجنڈے کے گرد گھومتا تھا کہ حضور ﷺ کے گستاخ کو فوری طور پر سزا دی جائے اور آئندہ ایسا کرنے والے کے لئے سزائے موت مقرر کی جائے، یو این او قانون سازی کرے کہ کسی بھی نبی کی توہین کی سزا موت ہے۔

لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کا یک نکاتی مطالبہ:

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ اور لانگ مارچ کے منتظم اعلیٰ مفکر

اسلام، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ نے جگہ جگہ لانگ مارچ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے یو این او سے مطالبہ کیا کہ کسی بھی نبی کی توہین کو قابل سزا جرم تصور کیا جائے اور توہین رسالت کے مرتکب مجرم کیلئے سزائے موت مقرر کی جائے۔

لانگ مارچ کا پیغام:

پیر سید ریاض حسین شاہ نے لانگ مارچ میں پیغام دیا کہ ناموس رسالت کی تحریک کو بھولنے نہ دیا جائے، خصوصی طور پر محرم شریف کی محافل اور میلاد شریف کی محافل کو تحفظ ناموس رسالت کے عنوان سے منسوب کیا جائے۔

آیئے اپنی ان گذارشات کو حضرت ابو طالب کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام میں لکھے تھے اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ اشعار سبع معلقات سے بھی بڑھ کر درجہ رکھتے ہیں حق ہے کہ ایسے اشعار لکھنا جناب ابو طالب کا ہی حصہ ہے:

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمداً ولما نطاعن حولہ و نناضل

"اللہ کے گھر کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد ﷺ کو چھوڑ دیں گے جب تک کہ ہم اس کے دشمنوں کو اپنے نیزوں سے گھائل نہیں کریں گے اور ان سے جنگ نہیں کریں گے"۔

و نسلمہ حتیٰ نصرع حولہ و نذھل عن ابناء نا والحلائل

"اور اللہ کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم حضور ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں گے جب تک ہماری لاشیں ان (حضور ﷺ) کے ارد گرد پڑی ہوئی نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لئے بے پروا ہو جائیں گے"۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ و عصمۃ للارامل

"وہ گوری رنگت والا جس کے روشن چہرے کے صدقے، بارش کی دعا کی جاتی ہے، جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت ہے"۔

گورنر پنجاب کا قتل

اصل محرکات پر توجہ دی جائے

محمد احمد ترازی ☆

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی سہ پہر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے قریب اُس وقت ایلیٹ فورس کے ایک گارڈ ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا، جب وہ ایک ریستوران سے کھانا کھا کر اپنی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے، میڈیا رپورٹ کے مطابق ایلیٹ فورس کے اہلکار نے گورنر پنجاب کو ۲۷ گولیاں ماریں، پھر اپنی گن زمین پر رکھ کر خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا، گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا کہنا تھا کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا تھا، وہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے، ان کی گستاخ رسول آسیہ مسیح کے ساتھ [illegible] دی [illegible] رپھانسی سے بچانے کی کوشش پر مجھے شدید رنج پہنچا تھا، اس لئے میں نے گورنر کے قتل کا منصوبہ بنایا، مجھے اپنے کیئے پر کوئی ندامت نہیں، گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس کا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں، اُس نے غلامی رسول ﷺ میں یہ خون کیا ہے کہ سرکار ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلیں۔ موقع پر موجود ایک عینی شاہد کے مطابق ملک ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو مارنے کے بعد اللہ اکبر، کا نعرہ لگایا اور گن زمین پر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ شخص گستاخ رسول تھا اسی لئے واجب القتل تھا، گستاخ رسول کی یہی سزا ہے، موقع پر موجود سب لوگ دیکھ لیں کہ میں نے گورنر کے علاوہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔

سب جانتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح سے شیخوپورہ ڈسٹرکٹ جیل میں ملاقات کی تھی اور آسیہ مسیح کے ہمراہ پریس

☆ محقق، مصنف، صحافی

کانفرنس کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اور وہ صدر سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرانے کی سفارش کرینگے، جبکہ آسیہ مسیح کو توہین رسالت کے جرم میں ننکانہ صاحب کی مقامی عدالت سزائے موت سنا چکی ہے، سلمان تاثیر کی جانب سے یہ کہنے کے بعد کہ وہ صدر زرداری سے آسیہ مسیح کو معاف کرنے کی درخواست کریں گے، مذہبی رہنماؤں نے گورنر پنجاب کو گستاخِ رسول قرار دیا تھا، سلمان تاثیر نے جیل میں آسیہ سے ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ آسیہ مسیح غریب اور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہے، اُس کی سزا معاف کر دینی چاہیے، اُن کا کہنا تھا کہ آسیہ مسیح نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اُس نے اسلام یا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، بلکہ انہوں نے الزام لگایا کہ دیہاتیوں نے آسیہ کے ساتھ زیادتی کرنے اور گلیوں میں گھسیٹنے کیلئے گھر تک اُس کا پیچھا بھی کیا ہے، سلمان تاثیر کا کہنا تھا، کہ وہ عدالتی کاروائی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے، تاہم وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آسیہ کو اس جرم میں سزا نہ ملے جو اُس نے کیا ہی نہیں۔

اس گفتگو کے دو دن بعد ایک نجی ٹی وی چینل کو انٹرویوں دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کا ''توہین رسالت قانون'' انسان کا بنایا ہوا ہے، خدا کی طرف سے نہیں ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ اُن کی آسیہ مسیح کے ساتھ ملاقات کو مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے تا کہ عوام کو اُن کے خلاف کیا جا سکے، اُن کیلئے یہ ایشو اس حوالے سے اہم ہے کہ توہین رسالت قانون پر نظر ثانی کی جائے، انہوں نے کہا کہ میں نے جامع تحقیقات کرائی ہیں، جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آسیہ کے خلاف اس قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے، یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح کے حق میں ایک سے زیادہ بیانات جاری کیے، اُن کے اس طرز عمل پر عوام اور دینی حلقوں میں شدید غم و غصے کی کیفیت پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے وہ دینی اور مذہبی حلقوں میں متنازعہ شخصیت بن کر ابھرے تھے۔

گورنر سلمان تاثیر کے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف انہی متنازعہ اور دل

آزار خیالات اور آسیہ مسیح سے ملاقات کے بعد مذہبی رہنماؤں نے انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اگر صدر نے توہین رسالت کی ملزمہ کو معافی دی تو اُن کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج کیا جائے گا، توہین رسالت قانون کی حامی مذہبی جماعتوں کے اتحاد، تحریک ناموس رسالت ﷺ نے تو صدر زرداری سے توہین رسالت قانون کے خلاف سخت بیانات دینے پر گورنر پنجاب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی کیا اور ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کی تاریخی ملک گیر ہڑتال کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانان پاکستان کیا چاہتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ کی عزت و ناموس پوری کائنات کے لئے سرمایۂ حیات ہے، اس قیمتی متاع کا تحفظ ہر مسلمان اپنی جان سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے، دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریق رنگ ونسل اور زبان علاقہ اس معاملہ میں "بنیان مرصوص" کی طرح ہیں، کیونکہ یہی اُن کے ایمان کا تقاضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ والہانہ عشق کے تقاضے کے حوالے سے وہ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے میں انتہائی جذباتی نظر آتے ہیں. اور آخر کیوں نہ ہوں کہ ایک پکا اور سچا مسلمان اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا، ایک مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کے نام و ناموس پر مر مٹنے اور اس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے، ہماری اس بات پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادتیں موجود ہیں جو ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا، وہاں کی عدالتیں شاتمان رسول کو سزائے موت کا فیصلہ سناتی رہیں، لیکن اس کے برعکس جب کبھی یا جہاں کہیں اُن کے پاس حکومت نہیں رہی، وہاں جانثاران تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج قوانین کی پرواہ کئے بغیر گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

یہی وہ حقائق ہیں جس کی وجہ سے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے مسلمان ناموس رسالت کے حوالے سے بہت حساس واقع ہوئے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو بھی ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں

ہیں، ایک مسلمان اس حوالے سے کس قدر جذباتی ہوتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جرمنی میں جب ایک شخص نے خاکوں کی صورت میں توہین رسالت ﷺ کی جسارت کی، تو وہاں زیر تعلیم راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے عامر چیمہ نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن وہ بال بال بچ گیا، جس کے بعد عامر چیمہ کو پر اسرار انداز میں دوران حراست شہید کر دیا گیا، جب عامر چیمہ کی لاش پاکستان پہنچی تو اس کی شہادت پر ہزاروں لوگوں نے اس کے گھر پہنچ کر عامر چیمہ کے والد کو بیٹے کی شہادت پر نہ صرف مبارکباد دی، بلکہ جس محلے میں عامر چیمہ شہید کی رہائش تھی، اس کی قریب واقع چوک کا نام عامر چیمہ شہید چوک رکھ دیا، لوگ آج بھی اس نوجوان سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اُسے شہید ناموس رسالت ﷺ قرار دیتے ہیں۔

قارئین محترم! برصغیر پاک و ہند میں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب کرنیوالوں کے محاسبے کا سلسلہ بہت پرانا ہے، تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں راج پال نام کے ایک ہندو نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو لاکھوں مسلمان سڑکوں پر نکل آئے تھے، ایک انگریز مجسٹریٹ نے جب راج پال کو رہا کر دیا تو مسلمانوں کا غم و غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا، بہت سے لوگوں نے راج پال کو قتل کرنے کی نیت کی، لیکن یہ سعادت ایک ایسے نوجوان کے حصے میں آئی جو ایک بڑھئی کا بیٹا تھا، علم دین نامی نوجوان نے راج پال کو چھریوں کے پے درپے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، بعد میں علم دین پر مقدمہ چلایا گیا، قائد اعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا، بلکہ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اس کی رہائی کیلئے مہم چلائی لیکن انگریز عدالت نے علم دین کو پھانسی کی سزا دی، جسے اس بہادر سپوت نے خوشدلی سے قبول کیا اور تختہ دار پر جھول گیا، علم دین شہید زندگی کے آخری سانس تک اس بات پر فخر محسوس کرتا رہا کہ اس نے ایک گستاخِ رسول کو واصل جہنم کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے، آج بھی علم دین کو غازی علم دین شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اقبال کے یہ خراج عقیدت ''اسی تے گلاں کردے رہے، ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا''، تاریخ کا حصہ ہے۔

خیال رہے کہ غازی علم دین شہید کے جسد خاکی لیجانے کیلئے اپنے گھر سے چارپائی دینے اور نوجوانی میں علامہ اقبال کے قدموں میں بیٹھنے والے انگریزی ادب میں برصغیر کے پہلے پی ایچ ڈی کا اعزاز رکھنے والے ممتاز دانشور و ادیب ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے بیٹے سلمان تاثیر سے عوام کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اتنے اہم حساس اور نازک معاملے پر اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے، سلمان تاثیر نے نہ صرف یہ کہ قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہا اور بنا تحقیق آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا، بلکہ عدالتی فیصلے پر تنقید کر کے خود توہین عدالت کے بھی مرتکب ہوئے، انھوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ کہ اُن کے اس دل آزار، افسوسناک طرز عمل سے ملک کے لاکھوں عوام جو ناموس رسالت ﷺ پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، کے دلوں پر کیا بیتے گی، افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ببانگ دہل ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات بھی کرتے رہے، جب حکومت کا ایک ایسا ذمہ دار نمائندہ اور صوبے کا آئینی سربراہ جو کہ خود عدالتی فیصلوں پر عمل کرنے اور کرانے کا پابند ہو، اسلامیان، پاکستان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے بیانات دے گا، دین و مذہب کی تعلیمات کے خلاف دل آزار باتیں کرے گا تو اسلام اور ذات رسالتمآب ﷺ سے عشق رکھنے والوں کا مشتعل ہونا اور بھڑکنا ایک فطری عمل ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سابق فوجی آمر کے نامزد کردہ گورنر سلمان تاثیر جنہیں صدر آصف زرداری نے اس منصب پر برقرار رکھا، کی تبدیلی کا مطالبہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے کئی مرتبہ کیا گیا، لیکن ایوان صدر کی حمایت ہونے کی وجہ سے وہ مرتے دم تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ انہیں اس معاملے میں امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی، یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ امریکی حکام نے توہین رسالت قانون 295 سی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لئے کئی بار کوششیں کیں، کیونکہ یہ قوانین امریکہ، امریکی حواریوں اور قادیانی لابی کے سینوں میں نیزے کی انی کی طرح کھٹکتے ہیں، امریکی صدر سے لے کر امریکی سفیر تک ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی

ہے کہ یہ قوانین ختم کر دیئے جائیں تا کہ دشمنان اسلام کو شان رسالت مآب ﷺ میں توہین وتحقیر کا کھلا لائسنس مل جائے، لیکن عوامی ردعمل کو دیکھتے ہوئے کسی بھی حکومت کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ان قوانین میں چھیڑ چھاڑ کر سکے، یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ بعض حکومتی ذمہ دار، این جی اوز اور نام نہاد سیکولر ذہن لوگ بڑے زور سے مسلسل ان قوانین کی مخالفت کرتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑکتے رہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کے ذمے سلمان تاثیر کی سیکورٹی تھی انہی میں سے ایک شخص نے سلمان تاثیر کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

آج مغربی میڈیا یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے نام پر اختلاف کی گنجائش ختم ہو چکی ہے، حکمران جماعت کے لوگ یہ تاثر دینے کوشش کر رہے کہ سلمان تاثیر کا قتل مذہبی تشدد کا شاخسانہ اور بڑھتے ہوئے مذہبی جنون کی علامت ہے، ہمارے خیال میں یہ پروپیگنڈا قطعاً غلط ہے، ہم مانتے ہیں کہ ماورائے آئین اقدامات کی کسی طور حوصلہ افزائی اور حمایت نہیں کی جا سکتی، لیکن جب ریاست اپنے فرائض سے غفلت برتے اور ریاستی ذمہ داران موجود قانون اور اُس قانون کے تحت دیئے گئے عدالتی فیصلوں کا احترام اور پاسداری نہ کریں، قانون کا مذاق اڑائیں، مجرموں کی وکالت کریں، عوام کے مذہبی جذبات واحساسات سے کھیلیں اور اس قانون کے خلاف اعلان جنگ کریں جس کا مقصد ذات رسالت مآب ﷺ اور مقدس شخصیات کی تحریم وتکریم کے ساتھ ملک کا استحکام، معاشرے کی بقاء اور فرد کا تحفظ اور سلامتی ہو، تو پھر ملک میں غازی علم الدین اور ممتاز حسین قادری جیسے لوگوں کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا ہے، آج گورنر پنجاب کا قتل ناموس رسالت قانون کی ضرورت واہمیت اور افادیت کو ثابت کرتا ہے، ریاست اور معاشرے کے استحکام اور بقاء کیلئے ضروری ہے کہ اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی جاتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے کنوینر ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر کا یہ مطالبہ قابل توجہ ہے کہ عدالت اس معاملے کی تحقیقات کرے کہ گورنر پنجاب کا قتل کس جذبے

کے تحت کیا گیا، لہٰذا سوچنا ہو گا کہ وہ کیا عوامل تھے جو ایک ایسے نوجوان جس کی ایک سال قبل شادی ہوئی، جس کا دو ماہ کا بیٹا ہے، جو پانچ بہنوں کا بھائی اور جس کا باپ ایک معمولی راج مستری کا کام کرتا ہے، کو حالات اس نہج پر لے گئے کہ اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، حکومت کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اصل اسباب ومحرکات پر توجہ دے اور آئندہ لوگوں کو اس راہ پر چلنے سے بچانے کے لئے کسی بھی ایسی ترمیم سے گریز کرے جس کا مقصد توہین رسالت ﷺ کے مجرموں کو بچانا یا فائدہ پہنچانا ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ملک ممتاز حسین قادری کا اعترافی بیان اور میڈیا سے کی گئی گفتگو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس کا عمل عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے، جو کہ خالصتاً ایک مذہبی معاملہ ہے، جسے حکومت سیاسی رنگ دے کر اس قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے نتیجے میں بیدار ہونے والی تحریک کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہے اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کے اس ایمانی جذبے کو سرد کرنا چاہتی ہے جو ممتاز حسین قادری کے عمل سے اسلامیان پاکستان کے دلوں میں ایک بار پھر زندہ جاوید ہو گیا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ کسی طرح اس قتل کو سیاسی رنگ دے کر سارا ملبہ پنجاب حکومت پر ڈال دیا جائے، مقاصد خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن ہر پاکستانی عاشق رسول ﷺ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کا اصل محرک کیا ہے، ایک طرف جہاں عوامی رائے عامہ سمیت موبائل پیغامات، فیس بک اور نیٹ پر موجود مواد اس بات کی گواہ ہیں، تو دوسری طرف علماء کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار، مختلف شہروں میں ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لئے ہونے والے مظاہرے، خاندان کی کفالت اور دو کروڑ کے انعام کا اعلان، عدالت میں پیشی کے وقت عوام اور وکلاء کا ہار پھولوں کے ہاروں اور عقیدتی بوسوں سے والہانہ استقبال، اللہ اکبر، نعرہ رسالت کے فلک شگاف نعرے اور متعدد تنظیموں سمیت سینکڑوں وکلاء کا ممتاز حسین قادری کا مقدمہ لڑنے کا اعلان اس بات کا اظہار ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کی نظر میں کوئی مذہبی جنونی اور دہشت گرد مجرم نہیں بلکہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے اُن کے جذبہ ایمانی کو تازگی اور نئی حرارت

بخشی ہے، اسلامیان پاکستان سمجھتے ہیں کہ ملک ممتاز حسین قادری آج کا غازی علم دین ہے جس نے غازی مرید حسین، غازی عبدالقیوم، غازی عبدالمنان، غازی میاں محمد، غازی احمد دین، غازی معراج الدین، غازی فاروق، غازی حاجی محمد مانک اور غازی عامر چیمہ شہید جیسے مجاہدوں (جنہوں نے راجپال، سوامی شردھانند، نتھورام، چینچل سنگھ، کھیم چند، پالا ملک، بھیشو، چرن داس، ویدا سنگھ، ہردیال سنگھ، نعمت احمر قادیانی، عبدالحق قادیانی جرمن اخبار کے ایڈیٹر جیسے مرتدوں کو واصل جہنم کیا) کی سنت کو زندہ کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ پاکستانی مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن شاتمان رسول ﷺ اور ان کے حمائتوں کو کسی طور بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بتلا دو گستاخِ نبی ﷺ کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

(۱۱، ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء، روزنامہ الشرق لاہور)

امام مالک نے ارشاد فرمایا جو شخص حضورِ اکرم ﷺ یا کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

ہم پاکستانی غریب ہیں، کمزور ہیں، جاہل ہیں، بے زر ہیں اور بے مایہ ہیں لیکن ہمارے پاس عشق رسول، غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کا فقید النظیر سرمایہ ہے۔

گورنر کا جنازہ!

جس نے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دیا

محمد نوید شاہین ☆

''حق و باطل کے درمیان فیصلہ جنازے کرتے ہیں'' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فکر انگیز قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آئیے! اس قول کی روشنی میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے جنازے کو دیکھتے ہیں اور فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں ۱۴ جون ۲۰۰۹ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ آسیہ مسیح کے شوہر عاشق مسیح نے فوری طور پر وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی سے رابطہ کیا جن کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہو سکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر ۱۹ جون ۲۰۰۹ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت ایف آئی آر نمبر ۳۲۶ درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنہوں نے ۲۶ جون ۲۰۰۹ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۱ کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ

☆ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

باتیں کرنا ثابت ہوا ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295/C کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِرد گرد میں موضوعِ بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے موقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور

ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جا سکا۔
لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔
لہٰذا میں، ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔"

اس فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد "انسانی حقوق" کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آگئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ صدرِ پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ اُنہوں نے حکومتِ پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہینِ رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں اُنھوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تاکہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا کی معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ قانون توہینِ رسالت ﷺ ایک "امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون" ہے، جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔ اس پریس کانفرنس کے ذریعے

یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم کر دے گی جو اقلیتوں کی ''آزادیٔ اظہار'' کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ایڈیشنل سیشن جج جناب محمد نوید اقبال، جنہوں نے شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کا جرم ثابت ہونے پر آسیہ مسیح کو سزائے موت سنائی تھی، کو ٹیلی فون کیا اور نہایت غلیظ زبان استعمال کی۔ اس کے بعد وہ آئے روز مختلف ٹی وی چینلز پر برملا کہتے رہے کہ قانون توہینِ رسالت ضیاء الحق کے دور میں انسانوں کا بنایا ہوا ''کالا قانون'' ہے، اسے ختم ہونا چاہیے۔ یاد رہے کہ سلمان تاثیر اس سے پہلے بھی قانون توہینِ رسالت ﷺ کے خاتمہ کے لیے کئی بار متنازعہ اور اشتعال انگیز بیانات دے چکے تھے۔ اس کے ردِ عمل میں دی یونیورسٹی آف فیصل آباد سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے، نیک بخت طالبِ علم صاحبزادہ عطاء الرسول مہاروی نے ۱۶ نومبر ۲۰۰۹ء کو یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن میں مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر سے احتجاجاً براؤنز میڈل وصول کرنے سے انکار کیا اور حقارت سے کہا کہ آپ نہ صرف گستاخانِ رسول کی سرپرستی کرتے ہیں، بلکہ توہین رسالت ایکٹ 295/C کو ظالمانہ اور ختم کرنے کے بیانات بھی جاری کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بذاتِ خود توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے ہیں، لہٰذا آپ سے میڈل وصول کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔

۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو ملک کے جید علماءِ کرام نے قانون توہینِ رسالت کو ''کالا قانون'' کہنے اور ملعونہ آسیہ مسیح کی بے جا حمایت و سرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی دن پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات شیری رحمان نے قانون توہینِ رسالت ایکٹ کو ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل ۹ رکنی کمیٹی تشکیل دی جو قانون توہینِ رسالت ﷺ کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعات کے مطابق گورنر پنجاب، اسلام آباد کے سیکٹر F6II کی کہسار مارکیٹ میں واقع ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں اپنے کاروباری دوست شیخ وقاص کے ساتھ کھانا کھا کر واپس اپنی گاڑی کی طرف آ رہے تھے کہ ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس پر وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انھیں فوری طور پر پولیس کی گاڑی میں ڈال کر پولی کلینک لے جایا گیا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ ''گورنر پنجاب نے قانون توہینِ رسالت کو ''کالا قانون'' قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول ﷺ تھا۔ اس نے چونکہ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ﷺ ثابت کر دیا تھا۔ اس پر مَیں نے اپنا فرض پورا کر دیا، حضور نبی کریم ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔'' اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ''اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین پر فساد پیدا ہو جائے مگر اللہ سب جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔'' (البقرہ: ۲۵۱)

اسی روز تمام مکاتبِ فکر کے پانچ سو سے زائد جید علماءِ کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ توہینِ رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ملعونہ آسیہ مسیح کی حمایت کرنے اور قانون توہینِ رسالت ﷺ کو ''کالا قانون'' کہنے کے باعث سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس کا افسوس کیا جائے۔ کمشنر لاہور خسرو پرویز نے رات گئے بادشاہی مسجد کے خطیب عبدالخبیر آزاد کو فون کیا اور کہا کہ آپ نے کل ایک بجے سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانا ہے۔ مولانا عبدالخبیر آزاد کو حالات کی سنگینی کا احساس تھا، اُنھوں نے کمشنر لاہور سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ شہر سے باہر ہیں اور کل تک واپسی ناممکن ہے۔ لہٰذا ان کے لیے

نمازِ جنازہ پڑھانا ممکن نہیں ہے۔ بعد ازاں اعلیٰ انتظامیہ نے داتا دربار مسجد کے خطیب مولانا محمد رمضان سیالوی سے رابطہ کیا، تو اُنہوں نے اپنی بیماری کا کہہ کر جنازہ پڑھانے سے معذرت کرلی۔ اس کے بعد گورنر ہاؤس کے اعلیٰ حکام نے گورنر ہاؤس کی مسجد کے خطیب قاری محمد اسماعیل سے رابطہ کیا اور انہیں دھمکی آمیز لہجے میں سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ جناب قاری محمد اسماعیل نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ مجھے ملازمت سے برخاست کرنا چاہیں تو میں اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں مگر میں گستاخِ رسول سلمان تاثیر کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ چاروں طرف سے انکار کے بعد اعلیٰ انتظامیہ کی طرف سے نمازِ جنازہ کے لیے محکمہ اوقاف کے متعدد سرکاری علماءِ کرام سے رابطے کیے گئے مگر کسی نے حامی نہ بھری بلکہ اکثریت نے اپنے موبائل فون بند کر لیے۔

ایک چہرہ بھی شناسا نہیں نکلا اُس کا وہ جو کہتا تھا کہ میری سب سے شناسائی ہے

اس صورتِ حال پر پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت بے حد پریشان ہوئی۔ لہٰذا اُنہوں نے فوری طور پر اپنی جماعت سے وابستہ ایک آزاد خیال مولوی افضل چشتی عرف بِلّی مار کو جنازے کے لیے بلایا۔ جنازے کے لیے ایک بجے دوپہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا لیکن جیالوں کی ہلڑ بازی، بدنظمی اور مست قلندری کی وجہ سے صفیں ترتیب دینے میں دقت ہو رہی تھی۔ حکومت اور پیپلز پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار وقفے وقفے سے جنازہ میں آرہے تھے تاکہ وہ ٹی وی چینلز پر دکھائی دے سکیں۔ وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تو جیالے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ان پر مکھیوں کی طرح امڈ پڑے جس سے وہاں شدید بدنظمی پیدا ہوئی۔ ان سب چیزوں سے بے نیاز ایک کونے میں وفاقی وزیر قانون بابر اعوان گورنر پنجاب بننے کی افواہ پر پیپلز پارٹی کے کارکنان سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ سپیکر پنجاب اسمبلی رانا محمد اقبال جنازے کے لیے جب گورنر ہاؤس پہنچے تو پیپلز پارٹی کے کارکنان نے نواز شریف کے خلاف شدید نعرے

بازی شروع کر دی۔ اس پر وہ قائم علی شاہ وزیر اعلیٰ سندھ کے کہنے پر وہاں سے واپس چلے گئے۔ وفاقی وزیر اطلاعات قمر الزماں کائرہ، سینئر صوبائی وزیر راجہ ریاض احمد، پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر امتیاز صفدر روڑا ہنس ہنس کر کارکنان سے مل رہے تھے، جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھیں سلمان تاثیر کی موت کا کوئی دکھ نہیں ہوا بلکہ وہ اس کی آڑ میں مخصوص سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی اثنا میں تقریباً ایک بج کر ۵۲ منٹ پر سپیکر سے اچانک اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ جو جہاں کھڑا تھا، جس حالت میں تھا، فوراً ناف پر ہاتھ باندھ لیے۔ ۵ سیکنڈ بعد دوسری اللہ اکبر ہوئی، ۶ سیکنڈ بعد تیسری اللہ اکبر ہوئی اور ۵ سیکنڈ بعد چوتھی بار اللہ اکبر کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ دیا گیا۔ یعنی ۱۵ سے ۲۰ سیکنڈ میں نمازِ جنازہ پڑھا دیا گیا۔ یہ دنیا کا واحد جنازہ تھا کہ جس کے امام کا کچھ پتا نہ تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام کے آگے بھی تین صفیں تھیں۔ اس نان سٹاپ جنازہ کے بعد افضل چشتی نے دعا مانگی اور کہا یا اللہ! مرحوم کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ حیرانی ہے اس رسولِ معظم ﷺ کی شفاعت طلب کی جا رہی تھی کہ جن کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قانون کو سلمان تاثیر ''امتیازی قانون، غیر انسانی قانون'' اور ''کالا قانون'' کہتے رہے۔ اس جنازہ کی خاص بات یہ ہے کہ ایم کیو ایم اور اے این پی ایسی سیکولر جماعتوں کے علاوہ کسی بھی دینی، سیاسی جماعت کے کسی معمولی سے عہدیدار نے بھی شرکت نہیں کی۔ یہاں تک کہ گورنر ہاؤس میں ملازمت کرنے والا کوئی بھی شخص جنازے میں شامل نہیں ہوا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کے تابوت سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ اس کے قریب کھڑا ہونا محال تھا۔ لہٰذا گورنر ہاؤس کی انتظامیہ نے فوری طور پر تابوت پر خالص عرقِ گلاب اور مختلف قیمتی پرفیومز کا سپرے کیا لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ بعد ازاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تابوت کیولری گراؤنڈ کے فوجی قبرستان میں لایا گیا، جہاں فوج اور رینجرز کی کڑی نگرانی میں سرکاری اعزاز کے ساتھ رسیوں کی مدد سے اُسے زمین میں اُتارا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر گورنر

سلمان تاثیر عوامی آدمی تھے اور اُنھوں نے گورنر ہاؤس کے لیے دروازے عام لوگوں کے لیے کھول دیے تھے تو انھیں کسی عوامی قبرستان (میانی قبرستان وغیرہ) میں دفن کرنا چاہیے تھا۔ کیولری قبرستان میں جانے کا عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عوامی ردِ عمل کے پیشِ نظر انھیں کسی ایسے قبرستان میں دفن نہیں کیا گیا، جہاں عوام الناس کا داخلہ ہر وقت عام ہو۔ یاد رہے کہ جنرل یحییٰ خاں کو بھی پورے سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا تھا، جس نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ باقی اس کے کریکٹر کے بارے میں ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان بھر کی عیسائی اور قادیانی کمیونٹی نے مقتول گورنر سلمان تاثیر کو اپنا ہیرو قرار دیتے ہوئے پورے ملک کے سینکڑوں گرجا گھروں اور قادیانی عبادت گاہوں میں ان کے لیے پندرہ روز تک دعاؤں کو عبادت کا حصہ بنائے رکھا ہے۔ گورنر کے لیے قادیانی جماعت کی طرف سے ایک بڑا ایوارڈ دینے کا اعلان متوقع ہے جسے گورنر سلمان تاثیر کے صاحبزادے شہریار تاثیر لندن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد سے وصول کریں گے۔ یہاں ایک بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ معروف نعت خواں اختر حسین قریشی اور نقیب محفل قاری محمد یونس قادری نے مقتول گورنر کے ایصالِ ثواب کے لیے ہونے والی تقریبات میں شرکت پر علماء کرام کے فتویٰ کے بعد تجدید ایمان کیا اور کہا کہ ہم لاعلمی کے باعث تقریبات میں شریک ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق قاری محمد یونس نے گورنر ہاؤس میں سلمان تاثیر کی رسمِ قل جبکہ اختر قریشی نے صوبائی وزیر تنویر الاسلام کی رہائش گاہ پر گورنر کے ایصالِ ثواب کی تقریب میں نعت خوانی کی تھی، فتویٰ کی روشنی میں اُنہوں نے جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں مولانا راغب نعیمی، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور دیگر علماء کرام اور گواہان کی موجودگی میں اپنی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور تجدید ایمان کیا۔

جنازہ کے موقع پر کئی جیالے سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ ایک بزرگ کے منع کرنے پر اُن کا کہنا تھا کہ وہ سلمان تاثیر کی موت کا غم بھلانے کے لیے ایسا کر رہے

ہیں۔اس موقع پر پیپلز پارٹی کے اکثر کارکنان سلمان تاثیر کو ''شہید'' قرار دے کر نعرے بازی کر رہے تھے۔افسوس! اسلامی تعلیمات سے نابلد ان کارکنوں کو ذرا سا بھی احساس نہیں کہ شہید کسے کہتے ہیں یا شہادت کے عظیم رتبے پر کون کیسے فائز ہوتا ہے۔ 1978ء میں پیپلز پارٹی' مرید کے ضلع شیخوپورہ کے نائب صدر عبدالجبار نے محلے کی ایک نابالغ کمسن لڑکی سے زیادتی کی جس پر وہ جاں بحق ہوگئی۔اس مقدمہ کی سماعت سرسری فوجی عدالت میں ہوئی۔ضلعی مارشل لاایڈ منسٹریٹر کرنل بشیر نے کیس کی مکمل سماعت کے بعد ملزم کو سزائے موت کا حکم سنایا۔شیخوپورہ جیل سے پھانسی کے بعد جب ملزم عبدالجبار کی میت مرید کے پہنچی تو پیپلز پارٹی کے کارکنان نے مرید کے شہر میں عبدالجبار ''شہید'' کے بینرز لگائے اور جنازہ پر ''تم کتنے جبار مارو گے، ہر گھر سے جبار نکلے گا'' کے نعرے لگاتے رہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جب الیکشن سرگرمیاں عروج پر تھیں تو ننکانہ صاحب کے قریب ایک معروف قصبہ موڑ کھنڈا میں پیپلز پارٹی کا جلسہ منعقد ہوا۔اس جلسہ میں پیپلز پارٹی کے رہنما راناشوکت محمود کو اس وقت شدید خفت کا سامنا کرنا پڑا جب ایک جیالے نے سپیکر پر نعرۂ تکبیر لگایا تو پنڈال سے بیک زبان زندہ باد کا جواب آیا۔ان بیچاروں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ نعرۂ تکبیر کا جواب اللہ اکبر ہوتا ہے۔حال ہی میں وفاقی کابینہ کے ایک اہم اجلاس میں جب وزیر داخلہ عبدالرحمان ملک کو تلاوت قرآن مجید کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سورہ اخلاص پڑھنا شروع کی اور اس میں عجیب و غریب الفاظ خلط ملط کر دیے۔وزیر داخلہ کی بدحواسی پر وزیراعظم سمیت سب وزرا نے فلک شگاف قہقہے لگائے۔عبدالرحمان ملک نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر غلط پڑھ گئے۔اِس پر کابینہ کے تمام ارکان نے دوبارہ قہقہے لگانا شروع کر دیے۔یاد رکھیے کہ سورۂ اخلاص قرآن مجید کی چھوٹی لیکن نہایت اہم سورت ہے جو ہر چھوٹے بڑے مسلمان کو ازبر ہوتی ہے۔افسوس اس بات پر ہے کہ عبدالرحمان ملک کی اس غلطی پر چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی دوسرا رکن تلاوت کر دیتا مگر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔یہ افسوس ناک ویڈیو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

سلمان تاثیر کس قبیل کے آدمی تھے، ان کے شب و روز کس طرح گزرتے تھے؟ اس کی مکمل تفصیلات بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ آپ گوگل (Google) پر سلمان تاثیر لکھ کر سرچ کریں، وہاں آپ کو ایسی رنگین و سنگین تصاویر اور اندرونی داستانیں ملیں گی جن کو دیکھنے سے آپ کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ اہم بات یہ ہے کہ سلمان تاثیر کے بیٹے آتش تاثیر نے اپنی کتاب Stranger To History میں اپنے والد پر جو سنگین الزامات عائد کیے ہیں، وہ ہر شخص کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ یاد رہے کہ گورنر سلمان تاثیر نے معروف بھارتی صحافی تلوین سنگھ (جو سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہے) سے دوسری شادی کی تھی۔ جس سے ان کا بیٹا آتش تاثیر پیدا ہوا۔ علماءِ کرام نے جب اس شادی کی شرعی حیثیت پر اعتراض کیا تو سلمان تاثیر نے علماءِ کرام کو جاہل، اُجڈ اور غیر تعلیم یافتہ قرار دیا۔ معروف ترقی پسند اور روشن خیال بھارتی صحافی خشونت سنگھ نے گورنر سلمان تاثیر کی نجی زندگی کے بارے میں جو انکشافات کیے ہیں، اُسے پڑھ کر آدمی حیرت کے سمندر میں گم ہو جاتا ہے۔ یہی حال شیری رحمان اور پرویز مشرف کے گرم مصالحوں کا ہے۔ انٹرنیٹ پر ان سب کی تصاویر کو ملاحظہ کریں اور خود سوچیں کس قماش کے لوگ ہمارے حکمران ہیں جو قانون توہینِ رسالت ﷺ کو ختم کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے ناموسِ رسالت ﷺ قانون کے مسئلہ پر اپنے والد کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کے والد نے قانون توہین رسالت ﷺ کو ختم کرنے کے بارے میں جو سوچا تھا، وہ اب ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ اس نے مزید کہا کہ ان کے والد آئین کی اس شق کے بھی زبردست مخالف تھے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اسی قبیل سے تعلق رکھنے والے بعض ناعاقبت اندیش نام نہاد دانشور آج کل حکومتی ایما پر مختلف ٹی وی چینلز پر سلمان تاثیر کا دفاع کرتے نظر آ رہے ہیں۔ چند ٹکوں کی خاطر ناموسِ رسالت ﷺ کی مخالفت میں آخرت کا سودا کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

تمہیں رسوا سرِ بازارِ عالم ہم بھی دیکھیں گے

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری

زاویہ نظر (انٹرویوز)

انٹرویو پینل: سید قیصر عباس شاہ، محمد لیاقت علی مفتی

حسن ترتیب

غازی ملک ممتاز حسین قادری سے متعلق محبوب قادری کے استفتاء پر

علماء یمن کا فتویٰ

ایک عکسی دستاویز

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد المبعوث
رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم إلى يوم الدين . أما بعد فقد استلمنا بمجلس
الإفتاء بتريم السؤال الموجه من المستفتي محمد محبوب الرسول القادري من مدينة لاهور
باكستان ، وقد تأملنا ذلك السؤال بحضور أعضاء مجلس الإفتاء بتريم في جلستهم المنعقدة
بتاريخ ١٢ ربيع الثاني ١٤٣٢هـ وبعد النقاش والبحث في كل ما ورد بذلك السؤال ظهر لنا
أنه إذا صح وثبت ما جاء في السؤال من أقوال سلمان تأثير فيعتبر بذلك مرتداً عن الإسلام
وتجري عليه أحكام من ارتد من المسلمين من وجوب استتابة أولاً فإن تاب وإلا قتل كفراً ثم
إنه لا يغسل ولا يصلى عليه ولا يكفن ولا يدفن في مقابر المسلمين ويفرق بينه وبين زوجاته
وحكم بينونة من لم يدخل بها منهن ، والمدخول بها تبين عند انقضاء عدتها إن لم يجمعهما
إسلام في العدة ولا يرث ولا يورث ويحجر عليه في جميع أمواله حتى يعود للإسلام فالردة
أفحش أنواع الكفر ، قال تعالى : (ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك
حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون) البقرة آية ٢١٦
وقد سئل العلامة محمد بن سالم بن حفيظ عن شخص استخف بالرسول صلى الله عليه وسلم
فأجاب بجواب مطول كما في فتاويه ومما قال فيه واستدليته من المنقول لصحة جوابه
بارتداد من استخف برسول الله صلى الله عليه وسلم قال نفع الله به : وهذا الرجل أي من
قال لا مرحبا بالمسخرة الذين قاموا تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم عند انتهاء في المولد
الذي يقرأ من سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم قال نفع الله به : لا يخلو هذا الرجل من أحد
أمرين أولهما أن يقول هذا القول مريداً الاستخفاف بجناب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأفضل
خلق الله وخاتم رسله وأنبيائه سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم ، وثانيهما : أن يريد الاستخفاف
بهؤلاء القوم الذين قاموا تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم ، فإن أراد الأول فلا شك
في مروقه عن الدين الإسلامي والعياذ بالله من ذلك ، وذلك لأن الاستخفاف برسول الله
صلى الله عليه وسلم بل وبأي نبي من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين كفر بإجماع
المسلمين ، ففي كتاب الشفاء للقاضي عياض ما لفظه : من أضاف إلى نبينا صلى الله عليه
وسلم تعمد الكذب فيما بلغه وأخبر به أو شك في صدقه أو سبه أو قال إنه لم يبلغ أو
استخف به أو بأحد من الأنبياء ، أو أزرى عليهم أو آذاهم أو قتل نبياً أو حاربه فهو كافر
بإجماع . انتهى (ج ٢ ، ص ٦٠٨ الطبعة الثانية دار الفيحاء) ، ومثله في غير واحد من كتب
الأئمة الأعلام ككتاب الإعلام في قواطع الإسلام للعلامة ابن حجر الهيتمي وكتاب سلم التوفيق
للحبيب عبد الله بن حسين بن طاهر وشرحه للعلامة محمد سعيد بابصيل وغيرها ، وعبارة التحفة
لابن حجر الهيتمي عقب قول المتن من أول كتاب الردة : هي قطع الإسلام بنية أو قول كفر
أو فعل ، سواء قاله استهزاء [illegible] صورتها كان [illegible] فقص أظافرك فإنه سنة فقال : لا أفعله
وإن كان سنة ، ثم قال عقب قول المتن : أو كذب رسولاً أو نبياً أو نقصه بأي منقص
كان صغر اسمه مريداً تحقيره ، انتهى ج ٩ ص ٨١ ، ٨٧ ، ونحوه في النهاية للرملي ، وإن أراد

(يتبع)

هذا القائل الأمر الثاني وهو الاستخفاف بالذين قاموا تعظيما للرسول صلى الله عليه وآله وسلم فإن قصد الاستخفاف بهم لتبيا مهم بتعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم فذلك لا يبعد أن يكون كالأول لأن تعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم مما جاءت به السنة ومما أمر به الحق سبحانه وتعالى في غير ما آية من الكتاب العزيز والاستخفاف بالسنة كفر والعياذ بالله تعالى كما صرحت به عبارة التحفة المارة، وفي المغني للخطيب الشربيني في باب الردة: أو استخف بسنة كما لو قيل له كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أكل لعق أصابعه الثلاثة فقال ليس هذا بأدب أو قيل له قلم أظافرك فإنه سنة فقال: لا أفعل وإن كان سنة. وقصد الاستهزاء بذلك. اهـ ج ٤/٣٩

وإن قصد الاستخفاف بهم لأمر آخر فهو حرام شديد التحريم ويستحق فاعله التعزير الشديد الرادع لأمثاله عن العود في مثل هذه المعصية، قال العلامة ابن حجر في كتابه الإعلام ولم يتعرض الشيخان ولا غيرهما فيما رأيت للراجح في المسألة الأولى أعني قوله كان أي النبي صلى الله عليه وسلم طويل الأظفار، والذي يظهر أنه إن قال ذلك احتقاراً له صلى الله عليه وسلم أو استهزاء به أو على جهة النقص إليه كفر وإلا فلا ويعزر التعزير الشديد، انتهى.

وقال في موضع آخر: لو قال جواباً لمن قال «كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أكل لحس أصابعه»: «هذا غير أدب» كفر، وقد يوجه بأن هذا إنكار لسنة لعق الأصابع ورغبة عنها فيأتي فيه ما مر فيمن قيل له قص أظافرك فقال لا أفعل رغبة عن السنة، ثم قال: أو قيل له كان النبي يحب القرع أو الخل فقال: لم أرهما، أي: لا أرى بينهما شيئا فلا كفر إن أراد الإخبار عن طبعه أو أطلق، بخلاف ما لو أراد بعدم محبته لهما لكونه صلى الله عليه وسلم يحب ذلك لأن إرادة ذلك فيها استهزاء به صلى الله عليه وسلم واحتقار له صلى الله عليه وسلم. انتهى (ص) وفي إسعاد الرفيق شرح سلم التوفيق لبا بصيل نقلاً عن الإعلام ما صورته: قال في الشفاء: من سب نبينا صلى الله عليه وسلم ويلحق به في جميع ما ذكر غيره من الأنبياء المتفق على نبوتهم أو عابه أو ألحق به نقصا في نفسه أو نسبه أو دينه أو خصلة من خصاله أو عرّض به أو شبهه بشيء على طريق السب أو التصغير لشأنه أو لعنه أو دعا عليه أو تمنى له مضرة أو نسب إليه ما لا يليق بمنصبه على طريق الذم أو عيره بشيء مما جرى عليه من البلاء والمحنة كان كافراً بالإجماع كما حكاه جماعة، وحكاية ابن حزم الخلاف فيه لا معول عليها سواء صدر منه جميع ذلك أو بعضه فيقتل ولا تقبل توبته عند أكثر العلماء، وعليه جماعة من أصحابنا، بل ادعى فيه الشيخ أبو بكر الفارسي الإجماع. انتهى. وفيه أيضا مع المتن: وحاصل أكثر تلك العبارات التي ذكرها ذانك الإمامان (يعني بهما القاضي عياض في الشفاء وابن حجر في الإعلام) يرجع إلى أن كل عقد أي اعتقاد أو فعل أو قول موصوف كل واحد منها بكونه يدل على استهانة ممن صدر منه أو استخفاف بالله سبحانه وتعالى أو بشيء من كتبه أو بأحد من أنبيائه أو ملائكته المجمع عليهم أو بشيء من شعائره أو معالم دينه أو أحكامه أو وعده أو وعيده كفر - خبر إن - أي إن قصد قائل ذلك الاستخفاف أو الاستهزاء بذلك أو معصية

محرمة شديدة التحريم إن لم يقصد ذلك. انتهى ما نقلناه من فتاوى العلامة محمد ابن سالم بن حفيظ المخطوطة. ومن هذه الأدلة المذكورة يعلم الجواب عن الشق الأول في السؤال المذكور عن سلمان تأثير.

أما الجواب عن الشق الثاني في السؤال عن ممتاز حسين القادري بعد أن اطلع على فتاوى علماء البلد أن سلمان تأثير مباح الدم فقتله ... إلى آخر ما جاء في السؤال من حيثيات حائلة لتنفيذ الحكم بالإعدام لسلمان تأثير فجوابه: ننقل ما ذكره علماء الشافعية وغيرهم من المذاهب الأخرى:

قال العلامة الشيخ ابن حجر الهيتمي في تحفته ج٩/ص١١٦: ولا يتولاه أي حد الردة إلا الإمام أو نائبه، فإن افتات عليه أحد عزر. انتهى.

وقال علماء الأحناف كما في الهداية شرح بداية المبتدي: وإذا ارتد المسلم عن الإسلام والعياذ بالله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه لأنه عساه اعترته شبهة فتزاح وفيه دفع الشر بأحسن الأمرين إلا أن العرض على ما قالوا غير واجب لأن الدعوة بلغته، قال: ويحبس ثلاثة أيام فإن أسلم وإلا قتل، وفي الجامع الصغير: المرتد يعرض عليه الإسلام حراً كان أو عبداً فإن أبى قتل. انتهى ج ٤/ ٣٣٠، ٣٣١

ثم قال: فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل، ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب، وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل، والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب. اهـ ج٤/ ص٣٣٢. وقال في الاختيار لتعليل المختار ج٤/ ص٨٩، ٩٠: فإن قتله قاتل قبل العرض لا شيء عليه لأنه مستحق للقتل بالكفر فلا ضمان عليه، ويكره له ذلك لما فيه من ترك العرض المستحب ولما فيه من الافتيات على الإمام. انتهى.

وقال في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج٣/ص٢٨٤: قال في الهداية: فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه قال الكمال أو قطع عضواً منه كره ذلك ولا شيء على القاتل لأن الكفر مبيح، وكل جناية على المرتد هدر. اهـ وفي شرح الطحاوي: إذا فعل ذلك أي القتل أو القطع بغير إذن الإمام أدب. اهـ قال قاضي خان: وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله القاتل بغير أمر القاضي عمداً أو خطأ أو بغير أمر السلطان أو أتلف عضواً من أعضائه لا شيء عليه. انتهى

وقال علماء الحنابلة نقلاً عن متن الإقناع: ولا يقتله إلا الإمام أو نائبه حراً كان المرتد أو عبداً --- ثم قال: فإن قتله غيره بلا إذنه أساء وعزر ولم يضمن سواء قتله قبل الاستتابة أو بعدها. انتهى قال في شرحه كشاف القناع: (وإن قتله) أي المرتد (غيره) أي غير الإمام أو نائبه (بلا إذنه أساء وعزر) لافتياته على الإمام أو نائبه (ولم يضمن) القاتل المرتد لأنه محل غير معصوم (سواء قتله قبل الاستتابة أو بعدها) لأنه مهدر الدم في الجملة وردته مبيحة لدمه وهي موجودة قبل الاستتابة كما هي موجودة بعدها. اهـ انتهى ج ١٤/ ص ٢٤٦ هذا ما ظهر لأعضاء مجلس الإفتاء بتريم وأمكنهم نقله من كلام العلماء كما ذكر في الجواب حسب توكيلهم أسفل بتاريخ ٢٠ ربيع الثاني ١٤٣٣هـ الموافق ١٣/٣/٢٠١٢م

١ــ علي المشهور بن محمد بن سالم بن حفيظ [signature]
٢ــ محمد علي الخطيب [signature]
٣ــ محمد بن علي بن عزير باعوضات [signature]

مجلس الإفتاء

علماء یمن کی خدمت میں ملک محبوب الرسول قادری ☆ کا استفتاء:

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سابقہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر جو خود کو مسلمان کہلواتا تھا اس نے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو انسانوں کا بنایا ہوا قانون قرار دیا اور اس کا استہزا کرتے ہوئے اسے کالا قانون بھی قرار دیا۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء صفحہ ۱)

پھر اس قانون کے تحت مجاز عدالت سے سزا پانے والی ایک مجرمہ آسیہ مسیح کی سزا کے بارے میں یہ کلمات کہے کہ اسے دی جانے والی سزائے موت ایک سخت اور بڑی ظالمانہ سزا ہے اور قائداعظم محمد علی جناح کے پاکستان میں ایسا قانون نہیں تھا اور نہ اس قسم کی ظالمانہ سزا ہو سکتی تھی۔ (دیکھیں: Asia Bibi پہ Press Conference, (www.salmantaseer.com/main.aspx //:http

اس سے قبل اس نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ ملک مولویوں نے ٹھیکہ پر نہیں لیا ہوا، جو ہر بات پر شور مچاتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین پر قوم متفق ہے اور یہی آئین جمہوریت کی بقا ہے۔ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو جلد ختم کر دیا جائے گا اور میں اپنے اس مؤقف پر قائم ہوں۔ (روزنامہ جناح، ہفتہ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۹ء)

اس نے اپنے اس مؤقف کا اعادہ اس وقت بھی کیا جب ایک نجی ٹی وی سماء کی ایک اینکر نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے سوال کیا کہ Blasphemy Law یعنی قانون توہین رسالت ﷺ بھی تو پارلیمنٹ نے منظور کیا تھا۔ اس نے جواباً یہ کہا کہ ہاں تو اب نئی اسمبلی آئی ہے ۱۸ ویں ترمیم بھی اسمبلی نے پاس کی ہے جو قانون پہلے سمجھتے تھے ٹھیک نہیں ہے ان میں ترمیم لانے میں کون سا بڑا کام ہے اس پر بیٹھ کر نظر ثانی کریں۔
(دیکھیں:Youtube:Salman Taseer on Blasphemy Law)

لہٰذا اس قانون کو کالا قانون قرار دینا اور اس کے خاتمے کے درپے ہو جانا اور اعلانیہ وبتکرار اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اور تنقیص وتخفیف کرنا کیا از روئے شرع

☆ mahboobqadri787@gmail.com, 0321/0300-9429027

توہین رسالت ﷺ کے زمرے میں نہیں آتا؟ جبکہ اس طرزِ عمل کا صرف ایک ہی مقصد نظر آتا ہے کہ اہانت رسول کے مجرموں کو اس جرم کے ارتکاب پر شہ دی جائے اور حضور ﷺ کی ناموس کے معاملے کو ایک کھیل تماشہ بنا دیا جائے۔

اسی طرح سلمان تاثیر کا توہین رسالت ﷺ کی ایک ایسی مجرمہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا جسے مذکورہ قانون کے تحت ملک کی مجاز عدالت طویل ٹرائل کے بعد سزائے موت کا حکم دے چکی ہو جبکہ ٹرائل سے قبل ایف آئی آر کے اندراج کے وقت اس معاملہ کی چھان بین اور تفتیش قواعد کے مطابق ضلعی سطح کے ایک پولیس آفیسر نے کی ہو۔ جس کے روبرو اس مجرمہ نے اعترافِ جرم بھی کیا ہو اور اس کے ہم مذہب مذہبی رہنماؤں نے بھی اسے مجرمہ قرار دیا ہو۔ ایسی مجرمہ کے ساتھ ہمدردی کے لیے اس کا اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ اسے جیل میں جا کر ملنا، اسے سزا سے بچانے کی یقین دہانی کرانا، میڈیا کے لوگوں کو یہ کہہ کر مدعو کرنا کہ آج میں بہت بڑا دھما کا کرنے جارہا ہوں اور پھر اس خاتون کو ساتھ بٹھا کر جیل ہی میں پریس کانفرنس کرنا اور قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کو کالا قانون قرار دینا کیا اس کے گستاخ رسول ﷺ ہونے پر کاملاً دلالت نہیں کرتا اور کیا ایسا شخص از روئے شرع مباح الدم نہیں ہو جاتا؟

اس کی طرف سے قانون تحفظ ناموسِ رسالت کے تحت ملنے والی سزائے موت کو ظالمانہ اور سخت سزا قرار دینا اور اس قانون کو ختم کروانے کا اعلان کرنا از روئے شرع کے ساتھ فعل ہے؟ جبکہ یہ قانون کتاب وسنت کی صریح نصوص پر مبنی ہے اور وفاقی شرعی عدالت اسے کتاب وسنت کے عین مطابق قرار دے کر اسے بطور نافذ کرنے کا فیصلہ دے چکی ہے اور اسی فیصلہ کی رو سے یہ قانون ملک کا رائج اور نافذ العمل قانون ہے اور اس کے تحت ملنے والی سزا کو کتاب وسنت کی موافقت میں اسی قانون کی رو سے حد کا درجہ بھی دیا گیا ہے اس کی طرف سے حدود الٰہی کو ظالمانہ سزا قرار دینا کیا کتاب وسنت اور حدود الٰہی کے انکار کے مترادف نہیں ہے اور کیا از روئے شرع اس کے صریح کفر پر دلالت نہیں کرتا؟ اور ایسے کفر صریح کے مرتکب کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

کیا اس کے درج ذیل اقوال و افعال بھی اسی امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ صریح کفر کا مرتکب ہوا ہے؟ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا۔ اس کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے انڈیا کے ایک نجی ٹی وی N.DTV چینل کے پروگرام The Buck Stops Here میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ میرے والد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھے۔

(دیکھیں: Jang News Jan 2011)

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ وہ احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتا تھا بلکہ ان کو کافر اور اقلیت قرار دینے والی آئینی دفعہ کو بھی ختم کروانا چاہتا تھا اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کو بھی نہیں مانتا تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے آتش تاثیر نے اپنی کتاب میں اس کی نجی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھا ہے:

• میرا باپ جو ہررات شراب (سکاچ) پیا کرتا تھا اس نے کبھی بھی نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی نماز ادا کی حتیٰ کہ وہ خنزیر کھاتا تھا اور ایک دفعہ اس نے بتایا کہ صرف ایک ہی مرتبہ ایسا ہوا وہ بھی جب میں جیل میں تھا اور مجھے پڑھنے کے لیے صرف قرآن ہی دیا گیا تو میں نے اسے پیچھے سے لے کر آگے تک کئی بار پڑھا اور میں نے یہی محسوس کیا کہ اس میں میرے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

(دیکھیں: Stranger to History by Aatish Taseer Page No:21 -22)

جبکہ اس کے یہ جملے صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کی صریح تنقیص و استخفاف ہی کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

۲۔ ممتاز حسین قادری نے اس کو از خود اقدام کرتے ہوئے اس لیے قتل کر دیا کہ وہ گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم تھا۔ ممتاز حسین قادری کے پیش نظر اس کے گستاخ رسول ﷺ اور مباح الدم ہونے پر علمائے کرام کے فتوے بھی تھے اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ ایک بااثر شخص ہے اور پنجاب کا آئینی سربراہ ہونے کے ناطے اسے آئین پاکستان کی رو سے یہ استثنیٰ حاصل ہے کہ اس عہدے کی مدت کے دوران اس کے خلاف کوئی

فوجداری یا سول مقدمہ درج نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ممتاز حسین قادری نے اپنی غیرت ایمانی کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اسے قتل کر دیا۔

ممتاز حسین قادری کا اس طرح قانون کو ہاتھ میں لے کر ایک شاتم رسول ملحد اور زندیق کو جہنم واصل کرنا از روئے شرع کیسا فعل ہے؟ کیا ممتاز حسین قادری کو اسلام کے قانون قصاص و دیت کے تحت کوئی سزا دی جا سکتی ہے یا تعزیری طور پر بھی وہ از روئے شرع کسی سزا کا مستوجب ہے؟ بینوا و توجروا۔

سائل: محمد محبوب الرسول قادری

اسلامک میڈیا...... دربار مارکیٹ، لاہور

☆☆☆

یمن کے سب سے بڑے دارالافتاء کا سلمان تاثیر کے کفر اور

ملک ممتاز حسین قادری کی بریت میں فتویٰ

اُردو ترجمہ: علامہ محمد مہربان الباروی ☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين. وعلى آله وصحبه و تابعيهم الى يوم الدين۔

اما بعد۔

استفتاء کے شق اول کا جواب:

ہمیں شہر تریم حضر موت یمن کے دارالافتاء میں محمد محبوب الرسول القادری کا

☆ دمشق، شام mehrbanbagvi2@yahoo.com

پاکستان کے شہر لاہور سے استفتاء موصول ہوا، اور ہمارے دارالافتاء کی مجلس کا اجلاس بمورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ ہجری کو منعقد ہوا جس میں استفتاء میں وارد ہونے والے تمام پہلوؤں کا بخوب غور وفکر اور بحث ومباحثہ سے جائزہ لای گیا، اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس سوال میں جیسا کہ کہا گیا کہ اگر واقعی ہی ایسا ہے تو سلمان تاثیر ان اقوال کی رو سے مرتد اسلام ہے، اور اس پہ تمام مرتدین کے احکام نافذ کیے جائینگے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

سب سے پہلے توبہ کی ترغیب دی جائیگی جو کہ واجب ہے اور اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو فبہا ورنہ کفراً قتل کر دیا جائے گا، اور پھر نہ ہی اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی جائے گی، اور نہ ہی اسے کفن دیا جائے گا، اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے مقبرہ میں مدفون کیا جائے گا، اس کی تمام زوجات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی، اور ان میں سے جو غیر مدخولہ ہیں ان پہ فوری طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اور اس کے مسلمان نہ ہونے کی صورت میں اس کی تمام مدخولہ زوجات پہ عدت گزرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو گی۔

اور نہ ہی وہ کسی کے ترکہ کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ترکہ کا کوئی وارث بنے گا، اس کی تمام مال وجائیداد پہ اس کا تعلق ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے، کیونکہ ارتداد کفر کی سب سے بدترین قسم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرۃ: ۲/ ۲۱۷)	اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں، اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں، انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

اور حضرت علامہ محمد بن سالم بن حفیظ رحمہ اللہ سے جب اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے آپ ﷺ کی توہین کی کہ اس شخص کو کہا: (او مسخرے خوش آمدید) جو آپ ﷺ کے میلاد مصطفی میں تعظیماً کھڑا ہوا جہاں حضور ﷺ کی سیرت کا تذکرہ ہوتا ہے،

تو آپ نے ایک مفصل جواب دیا اور متعدد دلائل سے اپنے موقف کی تائید کی جیسا کہ آپ کے فتاوی میں ہے، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا بھلا کرے! اس شخص کے مذکورہ قول کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:

اولاً: یہ کہ اس نے یہ قول حقارت کی نظر سے آپ کی بارگاہ میں کہا جو کہ تمام مخلوقات سے افضل اور خاتم الانبیاء والرسل ہیں صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

ثانیاً: اس نے اپنے مذکورہ قول سے ان حضرات کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جو آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہوئے تھے۔

پہلی صورت:

پہلی صورت میں اس کا دین اسلامی سے خارج ہونے میں کوئی شک نہیں، والعیاذ باللہ من ذلك: کیونکہ حضور ﷺ کی یا کسی بھی نبی مرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی توہین کفر ہے بالاجماع۔

قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں ہے جس کے لفظ کچھ یوں ہیں:

من اضاف الی نبینا ﷺ تعمد الکذب فیما بلغه واخبر به. او شك فی صدقه. او سبه. او قال: انه لم یبلغ. او استخف به. او باحد من الانبیاء. او ازری علیهم. او اذاهم او قتل نبیا. او حاربه فهو کافر با جماع. انتهی. کتاب الشفاء: ۲/ص ۶۰۸. طبع ۲. دار الفیحا

جس شخص نے حضور ﷺ کی تبلیغ یا خبر کو جھٹلایا، یا اس میں شک و شبہ کیا، یا برا بھلا کہا، یا یہ کہا کہ آپ نے دین کے پیغام میں کوتاہی کی، یا آپ سمیت کسی بھی نبی کو حقیر جانا، یا عیب نکالا، یا کسی بھی طریقہ سے تکلیف دی، یا ان سے جنگ و قتال کیا یا ان میں سے کسی کو قتل کیا وہ بالاجماع کافر ہے۔

اور یوں ہی ہمارے ائمہ کی بہت سی دیگر کتب میں وارد ہوا ہے جیسا کہ حضرت علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاعلام فی قواطع الاسلام اور حضرت علامہ الحبیب عبد اللہ

بن حسین بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سلم التوفیق اور اس کی شرح میں ہے جو کہ حضرت علامہ محمد سعید باصیل رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، و دیگر بہت سی کتب میں ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التحفہ میں کتاب الردۃ کے شروع میں ماتن کی عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

ھی قطع الاسلام بنیة ، او قول کفر، او فعل، سواء قاله استھراء، صورتھا کان یقول له: قص اظافرك فانه سنة. فقال: لا افعله وان کان سنة	مرتد ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں: قطع اسلام کی نیت کرنا، کفریہ اقوال و افعال کا سرزد ہونا اگرچہ وہ ہنسی مذاق میں کیوں نہ ہو، مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا: بھائی ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے جواباً کہا: میں نہیں تراشوں گا سنت ہے تو کیا ہوا۔

اور پھر ماتن کے قول کے بعد فرمایا:

و کذب رسولاً او نبیا او نقصه بای منقص کان صغرا اسمه مریداً تحقیره	کسی رسول یا نبی کو جھٹلانا یا ان میں کسی قسم کی کمی نکالنا جیسا کہ نام کی تصغیر نکالنا ہے حقارت کی نیت سے۔

(انتھی، ج ۹/ص ۸۱-۸۷)

اور ایسے ہی علامہ رملی نے نہایۃ میں فرمایا ہے۔

دوسری صورت:

اور اگر اس شخص کی نیت: (او مسخرے خوش آمدید) سے آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہونے والے حضرات پہ طعن و تشنیع کرنا تھا تو اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ وہ تعظیماً مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے اس لیے وہ انہیں

نشانہ بنا رہا ہے تو یہ قسم اول ہی کی ایک صورت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا سنت ہے اور سنت رسول دراصل کتاب اللہ کی طرح وحی ہی ہے، لہٰذا سنت کو حقیر جاننا کفر ہے۔ العیاذ باللہ، جیسا کہ علامہ ابن الھیتمی کی کتاب التحفہ سے صراحت گزری۔

اور حضرت علامہ الخطیب الشربینی کی کتاب المغنی میں باب الردۃ میں ہے:

اواستخف بسنة كما لو قيل له: كان النبى ﷺ اذا اكل لعق اصابه الثلاثة: فقال: ليس هذا باب، او قيل له: قلم اظفارك فبانه سنة. فقال: لا افعل وان كان سنة. وقصد الاستهزاء بذلك

(المغنی، ج ۵/ص ۴۲۹)

مرتد ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ اس نے سنت رسول ﷺ کو حقیر جانا۔ مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا: کہ آپ ﷺ جب کھانا تناول فرما لیتے تو اپنی تین انگلیاں مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، تو اس نے جواباً کہا: یہ تو غیر مہذب فعل ہے، یا جب اسے کہا گیا: بھائی ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے سنت کو حقیر جانتے ہوئے جواب دیا: میں نہیں تراشوں گا سنت ہے تو کیا ہوا۔

اور اگر اس کی شخص کی: (او مسخرے خوش آمدید) سے مراد خود ان حضرات کو حقیر جاننا تھا کسی اور وجہ سے تو ایسا کہنا بہت سخت حرام ہے، اور ایسا شخص شدید تعزیر کا مستحق ہے تاکہ اس جیسے دیگر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اس جیسے ناپاک اقوال کی ہمت نہ کریں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں:

ولم يتعرض الشيخان ولا غيرهما فيما رأيت للراجع فى المسألة الأول: اعني: قوله: كان، أي: النبى ﷺ طويل الاظفار، والذى يظهر انه ان قال ذلك احتقار اله ﷺ و

شیخان نے پہلے مسئلہ میں ترجیح ذکر نہیں کی جہاں تک میری معلومات ہے، میری مراد اس شخص کا قول: (کہ آپ ﷺ لمبے ناخنوں والے تھے) اور مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر اس نے حقارت یا طعن و تشنیع

استهزاء به، او على جهة النقص اليه كفر، والا فلا، ويعزر التعزير الشديد. انتهى

کے ارادہ سے کہا تو کافر ہے ورنہ نہیں، مگر اسے سخت تعزیر دی جائے گی۔

ایک اور جگہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو قال جواباً لمن قال: كان رسول الله ﷺ اذا أكل لحس اصابعه: هذا غير ادب، كفر، وقد يوجد بان هذا انكارا لسنة لعق الاصابع ورغبة عنها، فياتي فيه ما مر فيمن قيل له: قص اظافرك، فقال: لا افعل، رغبة عن السنة

اگر کسی شخص کے سامنے کہا گیا کہ جب آپ ﷺ کھانا تناول فرما لیتے تو اپنی انگلیاں مبارک چاٹ لیا کرتے تھے تو اس نے جواباً کہا کہ یہ غیر مہذب فعل ہے تو ایسا کہنا کفر ہے، تو اس کے مذکورہ قول کو سنت سے روگردانی پہ محمول کیا جائے گا جیسا کہ کسی کو کہا گیا: بھائی اپنے ناخن تراش لو، اس نے سنت سے اعتراض کرتے ہوئے جواباً کہا: میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

اور پھر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

او قيل له: كان النبي ﷺ يحب القرع او الخل، فقال: لم ارهما، او لا اربينهما شيئا، فلا كفر ان اراد الاخبار عن طبعه او اطلق، بخلاف مالو اراد بعدم محبته لهما لكونه ﷺ يحب ذلك، لان ارادة ذلك فيها استهزا به ﷺ و احتقار له ﷺ (انتهى)

یا کسی شخص کو یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کدو یا سرکہ پسند فرماتے تھے، تو اس نے جواباً کہا: مجھے تو کچھ ایسا نہیں لگتا، یا کہا: کہ مجھے تو ان میں کچھ خاص نظر نہیں آیا، تو اگر اس نے اپنی طبیعت کی کیفیت بتائی یا ویسے مطلقاً کہا تو کفر نہیں ہوگا، اور اگر اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان دونوں کو اس لیے پسند نہیں کرتا کیونکہ حضور ﷺ انہیں پسند

فرمایا کرتے تھے تو ارادہ استہزاء و طعن کی وجہ سے کافر ٹھہرا۔

اور علامہ باصیل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اسعاد الرفیق شرح سلم التوفیق میں کتاب الاعلام سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

قال فی الشفاء: من سب نبینا ﷺ ویلحق به فی جمیع ما ذکر غیره من الأنبیاء المتفق علی نبوهم، او عابه، او الحق به نقصا فی نفسه أو نسبه أو دینه أو خصلة من خصاله، او عرض به او شبهه بشی علی طریق السب، او التصغیر لشانه او لعنه، او دُعا علیه، او تمنی له مضرة، او نسب الیه ما لا یلیق، بمنصبه علی طریق الدم، او عیره بشی مما جری علیه من البلاء والمحنة، کان کافراً بالاجماع کما حکاه جماعة، وحکایة ابن حزم الخلاف فیه لا معول علیها، سواء صدر منه جمیع ذلك اوبعضه فیقتل ولا تقبل توبته عند اکثر العلماء و علیه جماعة من اصحابنا، بل ادعی فیه الشیخ ابو بکر الفارسی الاجماع (انتهی)

شفاء میں ہے: جس نے ہمارے نبی ﷺ یا دیگر انبیاء میں سے کسی بھی نبی جن کی نبوت پہ اتفاق پایا جاتا ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہا، یا آپ ﷺ کی ذات اقدس یا نسب پاک یا دین یا عادات مبارکہ میں عیب و نقص نکالا، یا اشارۃً نکتہ چینی کی، یا کسی ناموزوں چیز سے تشبیہ دی بطور طعن و تشنیع، یا آپ کی شان میں کمی کا اظہار کیا، یا لعن و طعن کیا، یا بددعا دی، یا آپ کے لئے تکلیف دہ چیز کی خواہش کی، یا آپ کی طرف بطور ذم کچھ ایسا منسوب کیا جو آپ کی شان اقدس کے لائق نہیں، یا جو آپ پہ تکلیف و مصائب و امتحان آئے ان کا عار دلایا تو بالاجماع کافر ہوا جیسا کہ کثیر علماء سے منقول ہے اور جو ابن حزم سے اس کے خلاف منقول ہوا اس کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگرچہ مذکورہ تمام افعال کا کسی سے صدور ہوا یا بعض کا، اور ایسے شخص کی

جمہور علماء کے نزدیک تو یہ بھی قبول نہیں،
اور یہی ہمارے علماء کا مفتی بہ موقف ہے،
بل کے الشیخ ابو بکر القاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو
اس پہ اجماع کا دعوی کیا ہے۔

اور اسی کتاب اسعاد الرفیق میں متن سلم التوفیق سے نقل ہے:

وحاصل اكثر تلك العبارات التی ذكرها ذالك الامام (يعنی: هم القاضی عياض فی الشفا وابن ح فی الاعلام) يرجع الی ان كل ... ای: اعتقاد او فعل او قول موصوف كل واحد منها بكونه يدل علی استهانة ممن صدر منه او استخفاف بالله سبحانه و تعالی او بشی من كتبه او باحد من انبيائه او ملائكته المجمع عليهم او بشی من شعائره او معالم دينه او احكامه او وعده او وعيده كفر. خبر ان. ای: ان قصد قائل ذلك الا استخفاف او الاستهزا بذلك او معصية محرمة شديدة التحريم ان لم يقصد ذلك

ہم نے جو عبارت قاضی عیاض کی الشفاء سے اور ابن حجر کی اعلام سے نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عقیدہ وقول وفعل جو حقارت کی نیت سے صادر ہو اللہ تعالی یا اس کی کتب یا اس کے کسی نبی یا فرشتہ جو متفق علیہم ہیں، یا اس کے شعائر یا اس کے دین کی نشانیوں یا اس کے احکام یا اس کے وعد و وعید سے تو یہ کفر ہے اور اگر اس کا ارادہ حقارت کا نہیں تھا تو شدید حرام اور سخت گناہ ہے۔

ہم نے علامہ محمد ابن سالم بن حفیظ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے عبارت نقل کی جو یہاں پہ اختتام کو پہنچی، جس سے استفتاء کے شق اول کا جواب واضح ہوا جو سلمان تاثیر کے متعلق تھا۔

استفتاء کے شق ثانی کا جواب:

جہاں تک استفتاء کے دوسری شق کا تعلق ہے جو ممتاز قادری کے متعلق ہے کہ جب اسے مقامی علماء کے فتاویٰ سے آگاہی ہوئی کہ سلمان تاثیر مباح الدم ہے اور اسے پاکستان کے قانون کی رو سے پھانسی دلوانے میں بہت سی رکاوٹیں درپیش تھیں جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو اسے قتل کر دیا تو اس کے جواب میں ہم وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو شافعی اور بہت سے دیگر علماء نے دوسرے مذاہب سے نقل کی ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

علامہ ابن حجر الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التحفۃ میں فرمایا ہے۔

ولا يتولاه . أي: حد الردة الا الامام او نائبه. فان افتات عليه احد عزر

(التحفہ، ج ۹/ص ۱۱۶)

حد جاری کرنے کا حق صرف وقت کے امام یا اس کے نائب کو ہے اور اگر کوئی اور اس کام کو بغیر اجازت سرانجام دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی۔

مذہب حنفی کے علماء نے فرمایا جیسا کہ الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی میں ہے:

واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه السلام. فان كانت له شبهة كشفت عنه لانه عساه اعترته شبهة فتراح. وفيه دفع شره بأحسن الأمرين الا ان العرض على ماقالوا غير واجب لأن الدعوة بلغته. قال: ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والا قتل. وفي الجامع الصغير: المرتد يعرض

اگر کوئی شخص اسلام سے مرتد ہوتا ہے والعیاذ باللہ تو اس پہ اسلام پیش کیا جائے ہو سکتا ہے اسے کوئی شبہ لاحق ہوئی ہو اور اس سے اس کے شکوک وشبہات دور ہو جائیں، کیونکہ قتل کی مصیبت سے یہ زیادہ بہتر ہے، مگر ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ اس پہ پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ تبلیغ اسلام اسے پہلے پہنچ چکی ہے اور ماتن نے فرمایا ہے کہ: اسے

عليه السلام حرا كان أو عبدا فان
أبى قتل .

(انتہی، ج ۴/ص ۳۳۰_۳۳۱)

تین دن تک جیل میں بند کر دیا جائے اگر وہ اسلام لائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الجامع الصغیر میں ہے: مرتد پہ اسلام پیش کیا جائے گا وہ آزاد ہو یا غلام اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اور پھر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه كره ولا شيء على القاتل، ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب

(انتہی ج ۴/ص ۳۳۲)

اگر اس مرتد کو اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور قتل کر دیتا ہے تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور یہاں کراہت سے مراد مستحب کا ترک کرنا مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے، کیونکہ کفر خون معاف ہونے کا سبب ہے اور جب ایک دفعہ تبلیغ اسلام پہنچ چکی پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے۔

قتله قاتل قبل العرض لا شيء عليه. لانه مستحق للقتل بالكفر فلا ضمان عليه. ويكره له ذلك لما فيه من ترك العرض المستحب. ولما فيه من الافتيات على الامام

(انتہی، ج ۴/ ۸۹_۹۰)

اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو اس قاتل پہ کچھ نہیں، کیونکہ مرتد کفر کی وجہ سے قتل کا ہی مستحق تھا، لہٰذا اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں، مگر اس کا یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ اس پہ اسلام پیش کرنا مستحب تھا جسے ترک کر دیا گیا،

نیز اسے امام وقت کی اجازت کے بغیر یہ فعل انجام دیا گیا۔

حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

قال فی الهداية: فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه. قال الكمال: او قطع عضوا منه كره ذلك ولا شي على القاتل، لان الكفر مبيح، وكل جناية على المرتد هدر، انتهى، وفى الشرح الطحاوى: اذا فعل ذلك، اى: القتل او القطع بغير اذن الامام ادب، انتهى، قال قاضيخان: وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله القاتل بغير امر القاضى عمداً او خطأ او بغير امر السلطان او تلف عضوا من اعصانه لا شيء عليه (انتهى)

جب علامہ مرغینانی نے کتاب الھدایہ میں فرمایا: اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو...... اس پہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یا کسی نے مرتد کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ کفر خود ہی خون معاف ہونے کا سبب ہے اور ہر قابل سزا جرم مرتد پہ کیا جانے والا معاف ہے۔ اور شرح الطحاوی میں ہے: اگر کسی نے مرتد کو قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو بغیر امام وقت کی اجازت کے کاٹ ڈالا تو اس پہ تعزیر ہے۔ امام قاضیخان فرماتے ہیں: آدمی کے مرتد ہونے سے اس کا خون معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی قاضی یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیتا ہے تو اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں۔

اور اب ہم حنبلی مذہب کے علماء کا موقف کتاب متن الاقناع سے نقل کرتے ہیں۔

ولا يقتله الا الامام او نائبه حرا كان المرتد او عبدا . فأن قتله غيره بلا اذنه اساء وعزر ولم يضمن، سواء قتله قبل الاستتابة او بعدها) انتهى

مرتد کو امام وقت یا اس کا نائب ہی قتل کر سکتا ہے وہ آزاد ہو یا غلام، اور پھر فرماتے ہیں: اگر اسے کوئی اور توبہ کی ترغیب سے قبل یا بعد بلا اجازت قتل کر دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان وغیرہ نہیں۔

حنبلی فقیہ منصور بن یونس البھوتی اپنی کتاب شرح کشاف القناع میں فرماتے ہیں:

وان قتله، أي: المرتد غيره، أي: غير الامام ونائبه بلا اذنه اساء وعزر، لافتياته على الامام او نائبه، ولم يضمن القاتل المرتد، لانه محل غير معصوم سواء قتله قبل الاستتابة او بعدها، لانه مهدر الدم في الجملة، وردته مبيحة لدمه، وهي موجودة قتل الاستتابة كما هي موجودة بعدها انتهى

اگر کوئی اور شخص امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر قتل کر دیتا ہے تو ایسا کرنا غلط ہے، لہٰذا اسے تعزیر دی جائے گی امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر سرانجام دینے کی وجہ سے، مگر اس قاتل پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے مبیح الدم ہو چکا تھا لہٰذا اس کا خون رائگاں جائے گا، کیونکہ ارتداد خون معاف ہونے کا سبب ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اسے ترغیب توبہ سے قبل یا بعد میں قتل کیا گیا۔

آج ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ ہجری بموافق ۱۳ مارچ ۲۰۱۲ عیسوی کو شہر تریم حضر موت یمن کے دارالافتاء کے تمام اعضاء مفتیان کرام جس متفقہ فیصلے پر پہنچے مرقوم ہوا، اور ایسا ہی ہمارے علماء کرام سے منقول ہے۔ ہم تمام مفتیان کرام اس فتویٰ پہ دستخط کرتے ہیں۔

۱۔حضرت علامہ مفتی علی المشہور بن محمد بن سالم بن حفیظ۔ ۲۔حضرت علامہ مفتی محمد علی الخطیب۔
۳۔حضرت علامہ مفتی محمد بن علی بن فرج باعوضان۔ (مجلس الافتاء الجمہوریۃ الیمنیۃ کا اسٹیمپ)

گستاخِ رسول کا قتل۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک فیصلے

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کا علم افروز انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

سوال: کچھ لوگ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو ماورائے عدالت قرار دیتے ہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اسلامی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

جواب: اکثر لوگ ممتاز حسین قادری کے عمل کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ سلمان تاثیر کا عمل کیسا ہے؟ کیا وہ ماورائے عدالت ہے یا نہیں؟ وہ ماورائے قانون ہے یا نہیں؟ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ سوال پہلے سلمان تاثیر کے بارے میں ہونا چاہیئے کیونکہ سلمان تاثیر نے اس معاملے میں پہل کی جبکہ ممتاز حسین قادری کا فعل اس کا ردعمل ہے اور جب ہم سلمان تاثیر کے عمل و کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے ہر اس قول و عمل کا ارتکاب کیا تھا جو اسے کافر، مرتد اور مباح الدم بنا دیتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی توہین کرتے ہوئے سلمان تاثیر کہتا ہے کہ میرے لئے اس میں کچھ بھی نہیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کتاب و سنت کی روشنی میں بنائے گئے قانون کو کالا سخت اور ظالمانہ قرار دیتا ہے بلکہ اس قانون کے مطابق سزا پانے والی مجرمہ آسیہ کے ساتھ جیل میں جا کر بیٹھتا ہے اور اس مجرمہ کی سزا کو غلط قرار دیتے ہوئے اس کی رہائی کا اعلان کرتا ہے تمام قوانین اور عدالت کے ضابطوں کی توہین کرتے ہوئے پریس کانفرنس کرتا ہے اور اسے بے گناہ قرار دینے کی پوری جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔

سوال: کیا اس صورت حال میں بھی قانون کو بالادستی حاصل نہیں ہونی چاہیے تھی یا کہ اسے ازخود قتل کر دیا جاتا..... اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: قانونی چارہ جوئی کی کوشش کی گئی ہمارے ساتھی صاجزادہ سید مختار اشرف رضوی مدعی تھے جبکہ ان کے ساتھ عالمی تنظیم اہلسنت کے سربراہ پیر محمد افضل قادری، صاجزادہ سید شاہد حسین گردیزی اور دیگر رفقاء شامل تھے۔ تھانہ سول لائن لاہور میں قانونی چارہ جوئی کے لیے گئے جس کا ثبوت اور ریکارڈ بھی موجود ہے۔ ہمارے ساتھیوں کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ گورنر قانون سے بالاتر ہوتا ہے اسے طلب نہیں کیا جا سکتا۔ حکمرانوں کو بھی بار بار مظاہروں اور قراردادوں کے ذریعے توجہ دلائی گئی کہ اس شخص کو گورنر کے عہدہ سے ہٹایا جائے اس پر اس وقت کے اخبارات شاہد ہیں مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور حکومت نے اسے، اس کے عہدہ سے برخاست نہیں کیا۔ کچھ لوگ سلمان تاثیر سے اس بات سے رجوع کرنے کو بھی کہتے رہے لیکن اس نے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ جواباً وہ کہتا رہا کہ ایسے فتوے میرے جوتے کی نوک پر ہیں ان حالات میں خود ہی غور کر لیجیے کہ ایک باوفا امتی کا فریضہ کیا بنتا ہے؟

سوال: ان حالات میں ازخود فیصلہ کر کے قتل کر دینے والے شخص کے ذمہ شرعاً قصاص یا دیت لازم آتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص مرتد اور مباح الدم ہو جائے اور اس کے ازخود قاتل کے بارے میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے واقعتا مباح الدم شخص ہی کو قتل کیا ہے تو اسلام کے قانون کے مطابق اس پر نہ کوئی قصاص ہوگا اور نہ ہی دیت۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے متعدد فیصلے موجود ہیں جو اسلامک لاء کا حصہ ہیں اور راہنمائی کرتے ہیں۔

سوال: مثلاً چند فیصلے؟

جواب: سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال موجود ہے کہ انہوں نے اسلام کے ایک نام لیوا شخص کو اس لئے ازخود قتل کر دیا تھا کہ اس بدبخت نے رسول اللہ ﷺ کا

مبارک فیصلہ نہ مانا تھا پھر جب اس مقتول کے ورثا دیت اور قصاص کے مطالبہ کے ساتھ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس شخص کو قتل کر دینا درست ہے ان پر نہ تو کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ کیونکہ وہ شخص آپ ﷺ کا فیصلہ نہ مان کر مباح الدم ہو چکا تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت وہ شخص بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا تھا تو پھر اس تناظر میں یہ ارشادِ ربانی قرآن پاک کے پارہ ۵، سورۃ النساء آیت ۵۶ میں موجود ہے۔

فلا وربك لايؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما

تو اے محبوب ﷺ! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کے فیصلوں کا مقام بھی ذہن نشین رہنا چاہیئے یہ آیت مبارکہ یہ بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرنا بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے یعنی مسلمان کے لئے فرض ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو صحیح جانے، مانے اور ان کے خلاف کسی طرح کے قول و عمل کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر کوئی شخص قرآن و سنت کے فیصلوں کے خلاف اظہار کرتا ہے جیسا کہ سلمان تاثیر نے کیا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے فارغ ہو جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر مسلمان یہ مان چکا ہوتا ہے اور یہ عہد کر چکا ہوتا ہے کہ میری جان، مال اور ہر شے کا مالک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔ اب دوسرے تو کجا میری اپنی ذات کے فیصلے بھی میرے ہاتھ میں نہیں رہے بلکہ میرے ذاتی فیصلوں کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے اور اس کی تصریح خود باری تعالیٰ نے قرآن مجید (پارہ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۶) میں فرما دی ہے۔

وما كان لمؤمن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔

اور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

والذى نفسى بيده لا يومن احدكم حتى يكون هو تبعا لما جئته به

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اور تمنا ئیں میری تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں۔

سوال: بعض لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کی سند پر یہ فنی اعتراض کرتے ہیں کہ ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے یہ واقعہ قابلِ استدلال نہیں ہے اس حوالے سے آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جواب: یہ بھی ایک جاہلانہ مغالطہ ہے یہ واقعہ ابن لہیعہ کے ضعیف طریقہ کے علاوہ ابو مغیرہ اور شعیب بن شعیب کی صحیح سند سے بھی منقول ہے اور دوسری بات یہ ذہن نشین رہے کہ محدثین لکھتے ہیں کہ جب ابن وہب، ابن لہیعہ سے روایت کرے تو وہ روایت قابل استدلال ہوتی ہے مذکورہ روایت ابن وہب سے مروی ہے تو اس کے بعد اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر مفسرین کی طرح حافظ ابن کثیر جیسے محقق نے بھی یہی شانِ نزول نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر ابن کثیر، مع تحقیق ج ۲: ۳۱۸ کے محقق عبدالرزاق مہدیؔ نے اس پر یہ نوٹ لکھا کہ:

هذا مرسل وفيه ابن لهيعه لا كن ابن وهب سمع منه قبل الاختلاط

یہ روایت مرسل ہے اس میں ابن لہیعہ ہے لیکن ان سے ابن وہب نے اختلاط

عارض ہونے سے پہلے پڑھا۔

واضح رہنا چاہیئے کہ حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر، مع تحقیق ج ۲:۳۱۸ میں یہی واقعہ امام ابن دحیم کی تفسیر کے حوالے سے اسے شعیب بن شعیب سے بھی نقل کیا ہے۔

سوال: اس کے علاوہ کوئی اور واقعہ یا حوالہ، جو اس موقف کی تائید کرے؟

جواب: یہ واقعہ جو میں نے ابھی بیان کیا اس کے بارے میں یہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ یہ فیصلہ وحی الٰہی کی روشنی میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اسی فیصلہ کا حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ازخود کسی بھی مباح الدم شخص کو قتل کر دے تو اس پر نہ کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ اسی حکم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں ایسے ہی حالات اور افراد کے بارے میں متعدد فیصلے بھی فرمائے۔ مثلاً حضرت عمیر بن امیہ نے اپنی بہن کو سرورِ عالم ﷺ کی گستاخی پر قتل کیا جب رسول پاک ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی بہن کو قتل کیا ہے؟ تو عرض کیا، جی ہاں، فرمایا، کیوں؟ عرض کیا۔

انها كانت توفيني فيك — اس نے مجھے آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں اذیت پہنچائی۔

آپ ﷺ نے ان کے بیٹوں کو بلا کر بتایا۔

واهدر دمها قالو سمعًا وطاعةً — اور آپ ﷺ نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

اس عورت کے بیٹوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے فیصلے کو منظور اور قبول کرتے ہیں۔ ایک اور فیصلہ بھی سنیں۔

اسما بنت مروان نے آپ ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کرتی اور ہجویہ اشعار کہتی حضرت عمیر بن عدی خطمی تک جب اُن کے گستاخانہ اشعار پہنچے تو انہوں نے اس کے قتل کی نذر مان لی کہ اگر میں غزوہ بدر سے بخیریت واپس لوٹا تو اسے ضرور قتل کروں گا ایک رات انہوں نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اس

واقعہ پر مطلع فرما دیا۔ قتل کرنے کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے آخر کار اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا حضور ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ ایسا ہی ہوا۔ رسالت مآب ﷺ اپنے اردگرد صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اذا اجبتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ ورسولہ بالغیب فنظروا الی عمیر بن عدی	اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے پس پشت از خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

ایک اور روایت بھی سنیں مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودیہ نے رسالت مآب ﷺ کی گستاخی کی۔

فخنتھا رجل حتی ماتت فابطل رسول اللہ دمھا	ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ کے مار دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس بد بخت مقتولہ کا خون باطل قرار دیا۔

اس طرح کے اور بھی متعدد واقعات صحیح احادیث میں موجود ہیں اور ان تمام واقعات میں از خود ان صحابہ نے اپنے آپ یہ فیصلے کیے گستاخوں کو قتل کیا ان تمام افراد کی سرکار دو عالم ﷺ نے تحسین فرمائی اور بد بخت مقتولوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا یعنی نہ ہی ان کا کوئی قصاص، خون بہا یا دیت رکھی بلکہ جب بھی کوئی آدمی اس بارے میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو منع فرماتے یا نظر انداز فرما دیتے کہ یہ معاملہ ہی غیر اہم ہے اس پر بات ہی نہ کی جائے۔

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہے؟

جواب: اس سلسلہ میں سب سے پہلے بات تو ذہن میں رہنی چاہیئے کہ زیر بحث سلمان تاثیر کا مسئلہ قبل از توبہ کا ہے اس شخص کے مباح الدم اور مرتد ہونے پر تو پوری امت کا اتفاق ہے اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اس کے کچھ ساتھیوں نے رجوع کی طرف اس کی

توجہ دلائی مگر اس نے اسے قبول ہی نہیں کیا۔ رہا آپ کا سوال تو آپ نے ابھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے متعدد فیصلے سنے ہیں ان میں سے کسی ایک فیصلے میں بھی کوئی یہ نشان دہی کر سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے یہ کہا ہو کہ تم اس گستاخ کو توبہ کا کہتے۔ تم نے ان کو قبل از توبہ کیوں قتل کیا؟ اگر صحابہ کا یہ اقدام غلط ہوتا تو آپ ﷺ آئندہ کے لیے امت کو پالیسی ہی عطا فرما دیتے کہ آئندہ اگر کسی شخص سے اس طرح کا قول و عمل سرزد ہو جائے تو پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا نہ مانے تو قتل کرنا ورنہ چھوڑ دینا جبکہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ساری کائنات میں کسی کے مطالعہ میں ایسی کوئی بات ہو تو وہ میدان میں آئے۔

اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایسے سنگین معاملے کو معمولی تو قرار دیا نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایسے معاملے میں نسیان طاری نہیں ہو سکتا۔ مثلاً حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قتل غیرت کے بارے میں پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو کیا وہ غیرت کی بنیاد پر اسے قتل کر سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سعد! شریعت کسی ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتی۔ میرا اللہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے اور اس کے بعد سب سے زیادہ غیرت مند محمد ﷺ ہے مقصد یہ ہے کہ اگر اس چیز کی اجازت ہوتی تو شریعت ضرور بیان کر دیتی۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کی اجازت نہیں دے رہے تو ثابت ہوا کہ کسی بھی غیرت کے نام پر ایسے عمل کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

غور کریں جو پیغمبر اتنے باریک اور نازک معاملات کو سامنے رکھ کر قتل کی اجازت نہیں دے رہے کیا گستاخی کے معاملہ پر یہ تلقین نہیں کر سکتے تھے اور امت کو یہ پالیسی نہیں دے سکتے تھے کہ جب تک ان سے توبہ کا مطالبہ نہ کر لو اس سے پہلے انہیں ہرگز قتل نہ کرنا لیکن آپ ﷺ نے ہر موقع پر از خود فیصلہ کرنے والے کی تحسین فرمائی اور بدبخت گستاخوں کے خون کو رائیگاں قرار دیا نیز قاتل کو بری قرار دیا۔ یہ چیز ہر مسلمان پر واضح کر دیتی ہے کہ توبہ کا مسئلہ دیگر مرتدین کے لئے تو ہو سکتا ہے لیکن ایسے مرتد خاص کے

لئے دنیا میں توبہ کا کوئی راستہ نہیں۔

سوال: گذشتہ گفتگو میں آپ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ مزید تفصیلاً گفتگو آئندہ کریں گے؟ اس حوالے سے کچھ فرمائیں؟

جواب: اس حوالے سے محمد عمار خان ناصر نے شدید تنقید کی ہے ان کا سب سے پہلا جملہ یہ ہے کہ"...... ہمارے معاشرے میں پیشہ ور غیر محتاط واعظین نے جن بے اصل کہانیوں کو مسلسل بیان کر کے زبانِ زدِ عام کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ہے......" حوالہ کے لئے ان کی کتاب "براہین" صفحہ ۵۵۹ دیکھا جاسکتا ہے۔ بندہ تو یہ جملے پڑھ کر حیران اور ششدر رہ گیا کیونکہ امت کے مسلمہ آئمہ، مفسرین اور محققین نے یہ واقعہ اپنی کتب میں بلا نکیر و اعتراض نقل کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ امام ابو منصور محمد ماتریدی حنفی (ت: ۳۲۳ھ) سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۰ کا شانِ نزول اسی واقعہ کو قرار دیتے ہیں اس کا حوالہ "تاویلات اہل السنۃ" کی پہلی جلد کے صفحہ ۴۴۶ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ امام عبدالرحمن بن محمد المعروف امام ابن ابی حاتم (ت۔ ۳۲۷ھ) نے یہی واقعہ سند کے ساتھ اپنی تفسیر قرآن العظیم کی تیسری جلد کے صفحہ ۹۹۴ پر ذکر کیا ہے۔

۳۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی (ت: ۳۶۰ھ) نے امام کلبی کے حوالہ سے یہی واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ میرا فیصلہ ان لوگوں کے بارے میں اسی طرح ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور حضرت جبرئیل امین نے آکر یہ اعلان کیا۔

ان عمر فرق بین الحق والباطل فسمی الفاروق	حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں اسی لئے ان کا نام فاروق رکھ دیا گیا ہے۔

یہ حوالہ تفسیر الکبیر جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۲۵۶ پر موجود ہے۔

۴۔ امام ابواللیث سمرقندی (ت: ۴۰۰ھ) نے اسی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۰ کا شانِ نزول یہی بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دونوں کی گفتگو سنی تو فرمایا کہ یہاں بیٹھو۔

ثم دخل البیت و خرج بالسیف وقتل المنافق فنزلت آلایۃ	پھر گھر میں داخل ہوئے تلوار لے کر باہر آئے اور منافق کو قتل کر دیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

یہ تفسیر بحر العلوم جلد ۱ صفحہ ۳۳۹ پر موجود ہے۔

۵۔ امام ابواسحاق احمد الثعلبی (ت: ۴۲۷ھ) نے امام کلبی از ابوصالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی واقعہ نقل کیا ہے جس میں یہ بھی موجود ہے کہ حضرت جبرئیل امین نے آکر یہ اعلان کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل میں فرق کیا اس لئے ان کا نام فاروق رکھ دیا گیا۔ اس کا حوالہ الکشف والبیان کی جلد ۳ کے صفحہ ۳۳۷ پر موجود ہے۔

۶۔ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی (ت: ۴۵۰ھ) نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۲ فھکیف اذا اصابتھم مصیبۃ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں دو اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہ ماننے والے منافق کو قتل کیا تو اس کے منافقین بھائی اس کے خون کا مطالبہ کرنے لگے اس کا حوالہ تفسیر الماوری کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۵۰۲ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۷۔ امام محی السنہ محمد الحسین بن مسعود البغوی (ت: ۵۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ جب منافق کے کہنے پر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے آپ کو سارا واقعہ سنا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا کہ کیا یہ معاملہ اسی طرح ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا تم دونوں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔

فدخل عمر البیت وأخذ السیف واشتمل علیہ ثم خرج فضرب بہ المنافق حتی برد	حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر داخل ہوئے تلوار لی اور پھر نکلے منافق کو ایسی تلوار ماری حتی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے حوالے کے لئے تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۴۶ دیکھی جاسکتی ہے۔

۸۔ امام جار اللہ زمخشری (ت:۵۲۸ھ) نے تو شانِ نزول صرف یہی بیان کیا ہے حوالہ کے لیے الکشاف جلد ا صفحہ ۵۲۵ دیکھا جائے۔

۹۔ امام قاضی ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی (ت:۵۴۶ھ) نے لکھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو وہیں ٹھنڈا کر کے فرمایا۔

ھذا حکمی فی من لم یرض بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اس شخص کے بارے میں یہ میرا فیصلہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو۔

''تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز'' کی جلد دوم کے صفحہ ۷۲ پر اس کا ریفرنس موجود ہے۔

۱۰۔ امام عبدالرحمن بن علی بن جوزی (ت:۵۹۷ھ) نے اسی واقعہ کو ابو صالح کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو تلوار کے ساتھ وہیں ٹھنڈا کر دیا اس کا حوالہ ''زاد المسیر'' کی جلد ۲ کے صفحہ نمبر ۱۷ پر موجود ہے۔

۱۱۔ امام فخر الدین رازی (ت:۶۰۶ھ) نے کثیر مفسرین سے اس آیت کا شانِ نزول یہی واقعہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ منافق کے رشتہ دار حضور ﷺ کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے آپ ﷺ کے فیصلے کو رد کیا تھا تو اسی وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آگئے اور کہا کہ یہ فاروق ہیں انہوں نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔ اس حوالے کے لئے تفسیر کبیر جزد ۱۰ کے صفحہ نمبر ۱۲۰ کو ملاحظہ کیا جائے۔

۱۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی (ت:۶۷۱ھ) نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی واقعہ نقل کیا کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تلوار سے اڑا دیا تو یہ

آیت نازل ہوئی اور پھر حضور ﷺ نے اسی موقعہ پر ارشاد فرمایا "انت الفاروق" اور سیدنا جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل میں فرق کیا ہے اس لئے ان کا نام "فاروق" ہے اسی بارے میں یہ تمام آیات "ویسلموا تسلیما" تک نازل ہوئی ہیں۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن کی جلد ۵ کے صفحہ ۲۵۴ پر اس کا حوالہ بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۔ امام قاضی بیضاوی (ت: ۶۸۵ھ) نے بھی سورۃ النساء کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر اڑاتے ہوئے فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو نہ مانے اس کا فیصلہ اسی طرح کیا جائے گا۔ اس پر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا۔ اس کے حوالہ کے لئے تفسیر بیضاوی کی جلد ۲ کے صفحہ ۲۰۷ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۴۔ امام علاء الدین علی بن محمد المعروف خازن (ت: ۷۲۵ھ) نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سورۃ النساء آیت نمبر ۶۰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے یہی بات کہی، سارا واقعہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ اسی موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق قرار دیا۔ تفسیر لباب التاویل کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۹۲ پر اس کا حوالہ موجود ہے۔

۱۵۔ امام نظام الدین حسن نیشا پوری (ت: ۷۲۸ھ) نے بھی اکثر مفسرین سے یہی شانِ نزول امام کلبی از ابوصالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا یہ تفسیر غرائب القرآن کی جلد دوم کے صفحہ ۴۳۶ پر موجود ہے۔

۱۶۔ امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (ت: ۷۴۵ھ) لکھتے ہیں کہ منافق نے کہا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔ یہودی نے وہاں جا کر بتایا کہ تمہارے رسول ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے اور یہ شخص اس فیصلے پر راضی نہیں پھر۔

فاقر المنافق بذلك عند عمر ،	اس منافق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں اس بات کا اقرار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
فقتله عمر	

نے اسے اڑا دیا۔

یہ حوالہ "البحر المحیط" کی جلد ۳ اور صفحہ ۲۹۲ پر موجود ہے۔

۱۷۔ امام ابوحفص عمر بن عادل حنبلی (ت: ۸۸۰ھ) سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۰ کے شان نزول کے بارے میں امام کلبی از ابوصالح از حضرت ابن عباس یہی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ الطباب فی علوم الکتاب جلد ششم کے صفحہ نمبر ۴۵۴ پر موجود ہے۔

۱۸۔ امام جلال الدین السیوطی (ت: ۹۱۱ھ) نے امام ابن ابی حاتم، شیخ حکیم ترمذی، ابن مردویہ اور حافظ دحیم کی تفاسیر کے حوالے سے اسی سورۃ النساء کے تفسیر میں یہی واقعہ نقل کیا ہے حوالہ الدر المنثور کی جلد نمبر ۲ کے صفحہ نمبر ۵۸۵ پر دیکھیں۔

۱۹۔ امام خطیب شربینی (ت: ۹۷۷ھ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے اور بتایا کہ یہی واقعہ اس آیت کا شانِ نزول ہے، حوالہ کے لئے السراج المنیر کی پہلی جلد صفحہ ۴۸ دیکھ لی جائے۔

۲۰۔ امام سید محمود آلوسی (ت: ۱۲۷۰ھ) نے یہی واقعہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۰ کے تحت نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ اسی موقع پر سیدنا جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا ہے اور حضور ﷺ نے ان کا نام "فاروق" رکھا۔ حوالہ کے لئے امام آلوسی کی تفسیر روح المعانی کی جلد نمبر ۵ میں صفحہ نمبر ۸۹ دیکھا جا سکتا ہے۔

الغرض بقول امام فخر الدین رازی کثیر مفسرین اور امام نظام الدین نیشا پوری اکثر مفسرین نے اسی واقعہ کو اس آیت کا شان نزول قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے ان کے حوالہ جات پیش کئے جا چکے ہیں۔ تمام مفسرین، محدثین اور اہل سیر مفسرین نے یہ واقعہ مختصر یا تفصیل کے ساتھ نقل کیا اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔ بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لے کر آج تک یہ واقعہ تمام اصحاب علم بیان کرتے ہیں۔ اب عمار صاحب سے ہم یہ سوال پوچھیں گے کہ کیا یہ اپنے اپنے دور کے مسلمہ اہل علم اور محققین نہیں۔ انہیں کوئی بھی صاحبِ عقل شخص پیشہ ور کیسے قرار دے گا؟

اب عمار ناصر کا یہ لکھنا کہ............"............تاریخ اور تفسیر کی معروف اور قدیم کتابوں میں اس کا کہیں ذکر تک نہیں.......".......(براھین: ۵۶۱)

اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ کیا صحابہ اور تابعین سے بھی زیادہ کوئی قدیم ہو سکتا ہے؟ جبکہ یہ واقعہ تو صحابہ اور تابعین کا بیان فرمودہ ہے اور مفسرین نے انہی کے حوالے سے اپنی کتابوں میں اسے درج کیا ہے۔ کیا امام ابو منصور ماتریدی (ت: ۳۲۳)، امام ابن ابی حاتم (ت: ۳۲۷) متقدمین میں شامل نہیں؟

سوال: یہ صاحب کون ہیں؟ عمار ناصر...... جن کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا؟

جواب: ان کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات تو نہیں۔ بس یہ جانتا ہوں کہ یہ صاحب دیوبندی عالم سرفراز گکھڑوی کے پوتے اور مولانا زاہد الراشدی کے بیٹے ہیں اور اسے اصل فیضان تو غامدی کی صحبت سے ملا ہے۔ جاوید احمد غامدی کا اصل موقف یہی ہے جسے انہوں نے احناف کے کاندھے پر رکھ کر اپنے تیئں چلانے کی کوشش کی اور انہوں نے اس مسئلہ پر کتاب "ناموس رسالت کا مسئلہ" لکھ کر غامدی کے موقف کو تقویت دی ہے۔ اس کارڈ بھی ہم مستقل طور پر لکھ رہے ہیں جبکہ ہمارے ساتھی علامہ محمد خلیل الرحمن قادری نے اس کا رد الگ سے لکھ دیا ہے واضح رہے کہ عمار ناصر کے ہم مسلک اہل علم نے بھی ان کی رائے کو ہرگز قبول نہیں کیا۔

سوال: حافظ ابن کثیر (ت: ۷۷۶ھ) کے متعلق سنا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ پر جرح کی ہے اور انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ واقعہ غریب جداً ہے تو کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اس سے استدلال درست نہیں؟ آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: امام ابن کثیر نے غریب جداً کہا ہے ضعیف جداً نہیں کہا ہے ان دونوں اصطلاحات میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس کی مزید تحقیق کے لئے ہم شیخ سرفراز گکھڑوی کا حوالہ اس لئے پیش کیے دیتے ہیں کہ عمار ناصر صاحب کے لئے اپنے دادا کی بات ماننا شاید زیادہ آسان ہو۔ شیخ سرفراز گکھڑوی نے ارشاد نبوی ﷺ من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ کے بارے میں شیخ ابن قیم کے اسی تبصرہ غریب جداً کے

حوالے سے لکھا ہے۔

اعتراض:

"ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو غریب جداً کہا ہے تو پھر اس سے احتجاج و استدلال کیسا؟ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غریب حدیثیں مت لکھا کرو کیونکہ وہ منکر ہوتی ہیں اور اکثر ضعیف راویوں سے مروی ہوتی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شر العلم الغریب کہ بُرا علم غریب حدیثوں کا ہوتا ہے اور امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم غریب الحدیث کو بہتر سمجھتے تھے مگر وہ بدتر نکلی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص غریب الحدیث طلب کرتا ہے تو وہ جھوٹ کا مرتکب ہے۔ (محصلہ تدریب الراوی صفحہ ۳۷۶ طبع مصر)

الجواب:

یہاں دو باتیں ہیں ایک فن غریب الحدیث اور دوسری کسی حدیث کا غریب ہونا اور محدثین کرام رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک متن حدیث سے متعلق ہے اور دوسری بالعموم سند سے، امام ابن الصلاح بتیسویں نوع میں معرفت غریب الحدیث کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وهو عبارة عما وقع في متون الاحاديث من الالفاظ الغامضة البعيدة من الفهم لقلة استعما لها هذا فن مهم يقبح جهله باهل الحديث خاصة ثم باهل العلم عامة والخوض فيه ليس بالهين الخ

(مقدمۃ ابن الصلاح صفحہ ۲۴۵)

غریب الحدیث وہ فن ہے جس میں متون احادیث میں ایسے الفاظ سے بحث کی جاتی ہے جو نہایت مشکل اور فہم سے بعید ہوتے ہیں کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہوتے ہیں اور یہ اہم فن ہے محدثین کا اس سے جاہل رہنا خصوصاً اور دیگر اہل علم کا عموماً قبیح ترین فعل ہے مگر اس میں دخل دینا بھی آسان کام نہیں ہے۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

غریب الحدیث ھو ما وقع فی متن الحدیث من لفظة غامضة بعیدة من الفھم لقلة استعمالھا وھو فن مھم والخوض فیه صعب فلیتحر خائضه الخ

(تقریب النواوی مع تدریب الراوی صفحہ ۳۷۸ طبع مصر)

غریب الحدیث اس کو کہتے ہیں کہ متن حدیث میں کوئی مشکل اور بعید از فہم لفظ واقع ہو کیونکہ اس کا استعمال کم ہوا ہے اور یہ اہم فن ہے اور اس میں خوض اور دخل دینا بہت مشکل ہے سو اس میں خوض کرنے والے کو محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔

چونکہ یہ فن بڑا مشکل ہے اور ہر کہ ومہ کی اس تک رسائی نہیں ہو سکتی اس لیے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس میں دخل دینے سے منع کیا ہے تاکہ نااہل لوگ اس میں دخل دینے پر جری نہ ہو جائیں اور ایسے غریب اور مشکل الفاظ صحیح حدیثوں میں بھی اکثر آجاتے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس حدیث پر لفظ غریب بولا گیا وہ صحت کے معیار ہی سے گر گئی اور ضعیف ہو گئی جیسا کہ نہایت ہی سطحی قسم کے لوگوں نے سوء فہم سے یہ سمجھ رکھا ہے اور من صلی عند قبری الحدیث اس معنی میں غریب نہیں ہے کیونکہ اس کے متن میں کوئی ایسا لفظ واقع نہیں جو بعید از فہم اور مشکل ہو پھر اس حدیث کو غریب الحدیث کی مد میں لے جانا اور پھر اس کو ضعیف قرار دینا اہل علم کی شان سے بالکل بعید ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جن غرائب کا ذکر کیا ہے وہ ایسی غریب حدیثیں ہیں جن کی سند میں کوئی راوی متفرد ہو اور ایسی احادیث کے لکھنے سے انہوں نے منع فرمایا ہے اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ اکثر ضعیف راویوں سے مروی ہوتی ہیں اور منکر ہوتی ہیں، اکثر غرائب بڑے شوق سے مناکیر اور ضعفاء سے مروی ہوں یہ دعویٰ ہم نے کب کیا ہے کہ ہر غریب حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ دعویٰ کب کیا ہے کہ تمام غرائب منکر اور ضعیف ہوتی ہیں، ان کا دعویٰ بھی تو یہی ہے کہ ان میں اکثر ضعیف ہوتی ہیں ہاں ان میں صحیح بھی ہیں اور لفظ عامتھا اس کا واضح قرینہ ہے۔

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ثم ان الغريب ينقسم الى صحيح كالافراد المخرجة فى الصحيح والى غير صحيح و ذلك هو الغالب على الغرائب اه	پھر غریب کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح جیسے ان متفرد راویوں کی حدیثیں جن کی صحیح میں تخریج کی گئی ہے اور دوسری غیر صحیح اور غرائب پر یہی غالب ہے۔

(مقدمہ ۲۴۴)

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ تمام غرائب غیر صحیح نہیں ہیں بلکہ ان میں صحیح بھی ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

وينقسم الى صحيح وغيره وهو الغالب اه	کہ غریب کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح اور دوسری غیر صحیح اور غالب یہی ہے۔

(تقریب النواوی صفحہ ۳۷۶)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ غریب حدیثیں صحیح بھی ہوتی ہیں اور امام ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات غریب ہے فان اسناده متصف بالغرابة الخ (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۲۴۵) اس کی سند غرابت سے متصف ہے۔

تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ ضعیف ہے؟ اور بخاری اور مسلم میں متعدد روایتیں اس لحاظ سے غریب ہیں کہ ان میں کہیں راوی متفرد ہوتا ہے مگر ہیں وہ صحیح اور ترمذی شریف میں متعدد مقامات پر آتا ہے۔ ھذا حدیث حسن غریب حسن صحیح غریب (مزید تشریح شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۳۵ اور توجیہ النظر صفحہ ۱۶۱ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں) اگر غرابت صحت کے منافی ہوتی تو یہ حسن اور صحیح کے ساتھ کیسے جمع ہوگئی؟ محض غریب غریب کہہ کر پوری امت مسلمہ کی مخالفت کر کے اس جید اور صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینا کوئی دینی اور علمی خدمت نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

ان الغرابة لاتنافی الصحة ویجوز ان یکون الحدیث صحیحاً غریباً	بلاشک غرابت صحت کے منافی نہیں ہے اور جائز ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو۔

(مقدمہ مشکوٰۃ صفحہ ۶ طبع اصح المطابع دہلی)

اور مؤلف ندائے حق صفحہ ۱۸۴ میں لکھتے ہیں کہ اور تری وحدت راوی مضر نہیں اور نہ یہ جرح ہے۔ وحدۃ الراوی لیس بجرح عندنا (فواتح الرحموت ج ۱ صفحہ ۴۳۵)

الغرض اس راویت پر اصول حدیث کے رو سے کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوا جو اس کی صحت اور اس کے قابل احتجاج ہونے پر اثر انداز ہو یہی وجہ ہے کہ ساری امت اس کے مفہوم پر متفق ہے۔"

سوال: عمار خان ناصر نے لکھا کہ......"امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر آیت کے شانِ نزول سے متعلق تمام اقوال و روایات کا احاطہ کرتے ہیں لیکن انہوں نے اس واقعہ کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بھی اس کو غریبٌ جداً کہا ہے۔ اصول حدیث کی رو سے ایسے معروف واقعات کی روایت میں خبر واحد معتبر نہیں ہوتی۔"...... اس حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: ھذا غریبٌ جداً پر گفتگو تو پہلے ہو چکی۔ رہا ان کا یہ کہنا کہ امام ابن جریر طبری نے اس واقعہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ یہ بات نہایت ہی قلتِ مطالعہ اور تسامح ہے امام ابن جریر طبری نے یہ واقعہ اگرچہ تفصیلاً بیان نہیں کیا لیکن اختصاراً انہوں نے اس واقعہ کو صرف بیان ہی نہیں کیا بلکہ اس واقعہ اور شان نزول کو "اولیٰ بالصواب" قرار دیا ہے۔

انہوں نے اس کا ابتدائی حصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت نمبر ۶۰ کے تحت یوں ذکر کیا ہے۔

عن ابن عباس، قوله: (یریدون أن یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به) والطاغوت: رجل من الیهود کان یقال له کعب بن	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ ارشادِ الٰہی (یریدون أن یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به) اور طاغوت یہود میں سے ایک شخص

اشرف وكانوا اذا ما دعوا الى ما انزل الله والى الرسول ليحكم بينهم قالوا: بل نحا كمكم الى كعب فذلك قوله: (يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت) الاية

(جامع البیان جلد ۴ صفحہ ۲۱۳)

تھا جسے کعب بن اشرف کہا جاتا ہے جب انہیں ان چیزوں کی طرف دعوت دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تعلیمات ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف تا کہ ان کے درمیان وہ فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم معاملہ کو فیصلہ کے لئے کعب بن اشرف کی طرف لے جاتے ہیں اور (یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت) یہی سے مراد ہے۔

اس سے اگلی روایت حضرت مجاہد سے نقل کی کہ ارشاد الٰہی (الم ترا الی الذین یزعمون انہم آمنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك) کی تفسیر میں انہوں نے کہا کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے مابین تنازعہ ہوا۔ منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں یہودی نے کہا کہ نبی ﷺ کی طرف چلتے ہیں۔ ایک روایت میں حضرت مجاہد سے یہودی کے الفاظ یہ ہیں۔

اذهب الى محمد (ﷺ)

کہ ہم محمد (ﷺ) کی طرف چلتے ہیں۔

(جامع البیان: ۴۔ ۲۱۳)

اگر چہ انہوں نے شانِ نزول کے طور پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پانی والا واقعہ بھی بیان کیا ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ منافق اور یہودی کے واقعہ کو شان نزول قرار دینا بہتر اور درست ہے کیونکہ ارشاد الٰہی فلا وربك...... اسی واقعہ کے سیاق میں ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ الم ترا الی الذین سے دی ہے اور ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس واقعہ کے انقطاع پر دلیل بن سکے۔ تو کسی واقعہ کو دوسرے واقعہ کے ساتھ لاحق کرنا ہوتا ہے جبکہ اس کے انقطاع پر دلیل نہ ہو اولیٰ ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

قال ابوجعفر: وهذا القول اعنى قول من قال: عنى به المتحكمان الى الطاغوت اللذان وصف الله شانهما فى قوله: (الم ترا الى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك) اولى بالصواب ،لان قوله: (فلا وربك لا يومنون حتى يحكمون فيما شجر بينهم) فى سياق قصة الذين ابتدأ الله الخبر عنهم بقوله: (الم ترالى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك) ولا دلالة تدل على انقطاع قصتهم .فالحاق بعض ذلك ببعض مالم تأت دلالة على انقطاعه اولى

(جامع البیان: ۴۔ ۴۲۰)

ابوجعفر کہتا ہے کہ یہ قول میری مراد ان لوگوں کا قول ہے کہ جنہوں نے یہ مراد لیا کہ انہوں نے طاغوت کی عدالت کی طرف یہ معاملہ لے جانے کے لئے کہا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ کے نازل کردہ پر ایمان لائے اور وہ جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا۔ یہ قول صواب بہتر ہے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی اور ہر گز نہیں تیرے رب کی قسم! وہ ایمان دار نہیں حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کو فیصل مانے جو اُن کا آپس میں اختلاف ہوا۔" یہ اس واقعہ کے سیاق میں ہے جس کی ابتداً بطور خبر اللہ تعالیٰ نے یوں کی۔ کیا تم نہیں دیکھتے ان لوگوں کی طرف، جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لائے جو تم پر نازل کیا گیا اور کوئی دلیل ایسی نہیں جو بتائے کہ ان کے واقعہ میں انقطاع ہوا ہے تو بعض کو بعض کے ساتھ ملحق کر دینا اولیٰ ہوتا ہے جب تک انقطاع پر کوئی دلیل نہ ہو۔"

اس کے بعد امام طبری کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے اس کی طرف اشارہ

تک نہیں کیا۔ سوائے قلت مطالعہ کے اور کچھ نہیں۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ امام طبری نے اسے اختصاراً بیان کیا ہے تفصیلاً بیان نہیں کیا۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

اس پر ہم اہل علم کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں جنہوں نے یہ واضح کیا کہ امام طبری نے اس واقعہ کو اختصاراً بیان کیا ہے اگرچہ تفصیلاً بیان نہیں کیا۔

امام جلال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی (ت: ۷۶۲ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تفصیلی واقعہ متعدد مفسرین اور محدثین سے نقل کر کے امام طبری کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

وأما الطبری فانه اختصره ولم یذکر فیه قصة عمر بل ذکر صدر الحدیث فقط عن ابن عباس

(تخریج الاحادیث والآثار، ۱، ۳۳۰)

یعنی امام طبری نے اسے مختصراً بیان کیا اور اسی میں قصہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ حدیث کا ابتدائی حصہ حضرت ابن عباس سے بیان کیا۔

۲۔ امام ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں اسی مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اور متعدد آئمہ اور محدثین سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص اور یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا کہ چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس فیصلہ کرواتے ہیں۔ منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ واقعہ ذکر کیا اور اسی واقعہ کا حصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو قتل کر دیا۔ اور یہ ان آیات کے نزول کا سبب بنا اور عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھا گیا۔ یہ سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن طریق مجاہد سے یہ قوی ہو جاتی ہے اور اختلاف واقعہ نقصان نہیں دیتا کیونکہ تعدد کا امکان موجود ہے۔ یہ مزید لکھتے ہیں کہ امام طبری نے اسے اپنی تفسیر میں راجح قرار دیا ہے اور اپنی کتاب تہذیب الآثار میں انہوں نے اہل تاویل سے بیان کیا کہ ان آیات کا سبب نزول یہی واقعہ ہے تاکہ تمام آیات کا نظم سبب واحد کے تحت آ جائے اور لکھا تاکہ ان کے درمیان

ایسی شے نہ آجائے جو ان کے خلاف کا تقاضا کرے پھر فرمایا کہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ حضرت زبیر اور ان کے مخالف کا واقعہ درمیانی مدت میں ہوا ہو اور عموم آیت اسے بھی شامل ہو حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں:

وجزم مجاهد والشعبی بأن الاية انما نزلت فيه الاية التی قبلها وهی قوله تعالی الم ترالی الذين يزعمون انهم آمنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الی الطاغوت الاية فروی اسحق بن راهويه فی تفسيره باسناد صحيح عن الشعبی قال كان بين رجل من اليهود ورجل من المنافقين خصومة فدعا اليهودی المنافق الی النبی ﷺ لانه علم انه لا يقبل الرشوة ودعا المنافق اليهودی الی حكامهم لانه علم انهم يأخذونها فانزل الله هذا الآيات الی قوله ويسلموا تسليما وأخرجه ابن حاتم من طريق ابن ابی نجيح عن مجاهد نحوه وروی الطبری باسناد صحيح عن ابن عباس ان ابی حاكم اليهود يومئذ كان أبا برزة الاسلمی قبل أن يسلم و يصحب ورويباسناد

حضرت مجاہد اور شعبی نے جزم کا اظہار کیا ہے کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے جن کے حق میں پہلی آیتیں آئی ہیں اور وہ یہ ارشاد گرامی ہے۔ الم ترالی الذين يزعمون انهم آمنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الی الطاغوت الاية امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان جھگڑا ہوا یہودی نے منافق کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں فیصلے کی دعوت دی اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ رشوت نہیں لیتے منافق نے یہودی کو اپنے حکام کی طرف دعوت دی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ رشوت لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات یسلموا تسلیما تک نازل کیں۔ امام ابن ابی حاتم نے ابن ابی نجیح کی سند سے حضرت مجاہد سے اسی طرح نقل کیا۔ امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ حضرت

آخر صحیح الی مجاهد أنه كعب بن الاشرف وقد روى الكلبي في تفسيره عن ابي صالح عن ابي عباس قال نزلت هذه الاية في رجل من المنافقين كان بينه وبين يهودي خصومة فقال اليهودي انطلق بنا الى محمد و قال المنافق بل نأتي كعب بن الاشرف فذكر القصة وفيه ان عمر قتل المنافق وأن ذلك سبب نزول هذه الايات وتسمية عمر الفاروق وهذا الاسناد وان كان ضعيفًا لكن تقوى بطريق مجاهد ولا يضره الاختلاف لامكان التعدد وافاد الواحدي باسناد صحيح عن سعيد عن قتادة أن اسم الانصاري المذكور قيس ورجح الطبري في تفسيره وعزاه الى اهل التاويل في تهذيبه ان سبب نزولها هذه القصة ليتسق نظام الايات كلها في سبب واحد قال ولم يعرض بينها ما يقتضي خلاف ذلك ثم قال ولا مانع ان تكون قصة الزبير

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ یہودی حاکم اس وقت ابو برزہ اسلمی تھے یہ ان کے اسلام لانے اور صحابی بننے سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت مجاہد تک ایک اور صحیح سند سے کعب بن اشرف کا نام بھی ہے امام کلبی نے اپنی تفسیر میں ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ یہ آیت مبارکہ منافق اور اس یہودی کے بارے میں نازل ہوئی جن میں جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے پاس چلو۔ منافق نے کہا کہ بلکہ ہم کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں پھر انہوں نے واقعہ ذکر کیا اور اسی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو قتل کر دیا اور یہی ان آیات کے نزول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام 'فاروق' کا سبب نہیں۔ یہ سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن حضرت مجاہد کے طریق سے اسے قوت حاصل ہو جاتی ہے اور تعدد کے امکان کی وجہ سے اختلاف مضر نہیں رہتا۔ امام واحدی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید اور انہوں نے قتادہ سے مذکور انصاری کا نام قیس ذکر کیا ہے امام طبری نے اپنی تفسیر میں اسے ترجیح

وخصمه وقعت فی أثناء ذلك فینها ولها عموم الایة. واللّٰہ اعلم (فتح الباری: ۵_۲۹)

دی ہے اور اپنی کتاب تہذیب الآثار میں اہل تاویل کی طرف سے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہی واقعہ ہے تا کہ تمام آیات کا ایک ہی سبب کے تحت نظم قائم رہے۔ اور کہا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آجائے جو اس کے مخالف ہو پھر لکھا کہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مخالف کا واقعہ اس اثنا میں پیش آیا ہو تو اسے بھی آیت کا عموم شامل ہے۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر نے امام طبری کی تہذیب الاثار کا حوالہ دیا ہے کتاب کی اصل عبارت یہ ہے۔ امام طبری مسند زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے تحت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پانی والا واقعہ ذکر کرتے ہیں اور کچھ اہل علم کی طرف سے اس مذکورہ واقعہ پر تیسرا اعتراض یوں بیان کرتے ہیں کہ اہل تاویل نے اس آیت کو اس واقعہ پر محمول کیا ہے کہ منافق اور یہودی کا جھگڑا ہوا۔ یہودی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کی طرف اور منافقین نے کعب بن اشرف کی طرف رجوع کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں اور اہل علم کہتے ہیں کہ ان اہل تاویل کا یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ دونوں کے ذکر کے سیاق میں ہے اور ان کے واقعہ کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں جو روایت کو ان کے علاوہ کی طرف پھیر دے۔ اس کے بعد انہوں نے اس واقعہ پر متعدد روایات امام شعبی اور حضرت مجاہد سے نقل کیں یہ ان کے الفاظ پڑھیں۔

والثالثة: ان اهل التاویل انما وجهوا تاویل هذا الایة الی انه عنی بها المنافق الذی خاصم الیهودی

تیسری دلیل ان کی یہ ہے کہ اہل تاویل نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے مراد وہ منافق لیا ہے جسے یہودی نے

الذی دعاه الی رسول الله ﷺ ودعاه المنافق الی کعب بن الاشرف او الی الکاهن من جهینة اللذین انزل الله تبارك و تعالیٰ فیهما: الم ترا الی الذین یزعمون انهم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یدون ان یتحاکموا الی الطغوت وقد امروا ان یکفروا به (النساء: ٦٠) قالوا: وقولهم ذلك اقرب الی الصحة. لان ذلك فی سیاق ذکرهما ولم یعترض من قصتهما شی یوجب صرف الخبر عنهما الی غیرهما

رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دی اور منافق نے کعب بن اشرف یا قبیلہ جہینہ کے کاہن کی طرف دعوت دی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نازل کیا۔ الم ترا الی الذین یزعمون انهم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یدون ان یتحاکموا الی الطغوت وقد امروا ان یکفروا به (النساء: ٦٠) اور ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کا یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ ان دونوں کے ذکر کے سیاق میں ہے اور ان دونوں کے واقعہ میں کوئی شے عارض نہیں ہوئی جو اس خبر کو ان دونوں کے غیر کی طرف پھیرنے کا سبب ہے۔

حافظ ابن حجر ہی اپنی کتاب ”العجاب“ میں انہی آیات کے شانِ نزول کے بارے میں امام ابن ابی حاتم سے یہی واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کے قول کو تقویت حاصل ہے جو کہتے ہیں کہ یہ تمام آیات ان کے حق میں نازل کی گئیں جو مقدمہ کاہن کے پاس لے جانا چاہتے تھے اور اسی پر امام طبری نے جزم کا اظہار کیا اور اسی کو قوی قرار دیا ہے ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وفیه تقویة لقول من قال: ان الایات کلها انزلت فی حق المتخاصمین الی الکهاهن کما تقدم. وبهذا جزم الطبری وقواه

اس میں ان کے قول کی تقویت ہے جو کہتے ہیں کہ یہ تمام آیات ان کے حق میں نازل ہوئیں جو کاہن کی طرف اپنا معاملہ لے کر گئے جیسا کہ پیچھے گزرا...... امام

بان الزبير لم يجزم بان الاية نزلت في قصة بل اورده ظناً قلت: لكن تقدم في حديث ام سلمة الجزم بذلك ويحتمل ان تكون قصة الزبير وقعت في اثناء ذلك فتناً ولها عموم الاية والله اعلم

(العجائب فی بیان الاسباب ج:۲۔ صفحہ ۹۰۹)

طبری نے اسی پر جزم کیا اور اسے قوی قرار دیتے ہوئے کہا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بطور جزم یہ بیان نہیں کیا کہ یہ آیت ان کے واقعہ میں نازل کی گئی ہے بلکہ انہوں نے یہ بات بطور ظن کہی۔ میرے نزدیک حضرت ام سلمہ کی حدیث میں اس بارے میں جزم کا ذکر ہوا ہے ممکن ہے کہ یہ حضرت زبیر کا واقعہ اسی اثنا میں پیش آیا ہو تو عموم آیت اسے بھی شامل ہے۔ واللہ اعلم

واضح رہے کہ امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو واقعہ اختصاراً بیان کیا اسے امام ابوالحسن بن احمد واحدی (ت:۴۶۸ھ) نے حضرت ابن عباس سے ہی بڑی تفصیل کے ساتھ پورا واقعہ بیان کیا اور اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ بیان کیا۔

فقال عمر للمنافق: اكذلك؟ قال: نعم. فقال لهما: رويدا حتى اخرج اليكما. فدخل عمر واخذ السيف فاشتمل عليه. ثم خرج اليهما وضرب به المنافق حتى برد. وقال: هكذا اقضي لمن لم يرض بقضاء الله وقضاء رسوله وهرب اليهودي، ونزلت هذه الاية وقال جبريل عليه السلام: ان عمر فرق بين

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا۔ معاملہ اسی طرح ہے اس نے کہا۔ ہاں! فرمایا: دونوں ٹھہرو، میں تمہاری طرف واپس آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تلوار لی اور دونوں کی طرف نکلے۔ منافق کو تلوار ماری یہاں تک کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا اور فرمایا میں اسی طرح ان کا فیصلہ کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نہ مانے۔ یہودی

الحق والباطل. فسمی الفاروق

(اسباب النزول۔ ۹۳)

بھاگ گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا اس لئے ان کا نام "فاروق" ہے۔

ان آئمہ اور محدثین کی عبارات سے یہ فوائد واضح طور پر سامنے آتے ہیں مثلاً

۱۔ اس واقعہ کو مختصراً امام طبری نے بھی شانِ نزول کے طور پر بیان کیا ہے۔

۲۔ اسی واقعہ کو شانِ نزول کے طور پر امام طبری سمیت آئمہ ترجیح دیتے ہوئے صواب قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ:

وفیه ان عمر قتل المنافق وان ذالك سبب نزول هذه الایات والتسمیة عمر الفاروق

(فتح الباری: ج ۵۔ ۲۹)

کہ اسی کا حصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو قتل کیا اور یہی ان آیات کے نزول کا سبب ہے اور اسی سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھا گیا۔

اسی بات کی تصریح امام جمال الدین زیلعی نے بھی یوں کی۔

بل ذکر صدر الحدیث فقط عن ابن عباس

(تخریج الاحادیث والاثار، ا۔ ۳۳۰)

بلکہ امام طبری نے اس حدیث کا فقط ابتدائی حصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

۴۔ حافظ ابن حجر کی یہ تصریح بھی سامنے آگئی کہ اگر مذکورہ واقعہ کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے تو حضرت مجاہد کی سند سے اسے تقویت حاصل ہوگئی ہے لہٰذا اس کے ضعف کا ازالہ ہو جاتا ہے اور اس سے استدلال کرنا درست ہے۔

۵۔ ان اہل علم کی تصریحات یہ بتاتی ہیں کہ اگر ان آیات کا شانِ نزول مذکورہ واقعہ کو

قرار دیا جائے تو یہ نظم آیات کے زیادہ مناسب ہے۔

۶۔ ان میں یہ بھی تصریح ہے کہ اصل شانِ نزول کا واقعہ یہی ہے البتہ درمیان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہوا اور اس آیت کا عموم اسے بھی شامل ہے۔

ہمارے ان حوالہ جات، تصریحات اور دلائل کے بعد بھی اگر کوئی اپنی انا کی تسکین کے لئے یہ کہے کہ...... ''ہمارے معاشرے میں پیشہ ور اور غیر محتاط واعظین نے جن اصل کہانیوں کو تسلسل بیان کر کر کے زبان زدِ عام کر دیا ہے، ان میں سے ایک سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ہے۔ (براہین صفحہ ۲۵۲) تو اسے سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کیا کہا جا سکتا ہے؟

سوال: فریق مخالف عبداللہ بن لہیعۃ کو ایک ضعیف راوی قرار دیتے ہیں آپ ان کے حوالے سے کچھ کہیں گے؟

جواب: عمار ناصر نے ابن لھیعۃ پر صرف الفاظِ جرح ہی نقل کیے ہیں اور الفاظ تعدیل کا ذکر کرنا مناسب ہی نہیں سمجھا۔ حالانکہ جو جو ان پر جرح کی گئی ہے اہل علم نے اس کا جواب بھی دیا ہے مثلاً اگر یہ کہا گیا کہ ان کی کتب جل گئی تھیں اور آخری عمر میں وہ اختلاط اور سوء حفظ کا شکار ہو گئے تھے تو اس کے جواب میں آئمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اول تو ان کی کتب جلی نہیں تھیں ان کے گھر میں آگ ضرور لگی لیکن ان کی کتب محفوظ رہیں۔ کچھ اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ ان کی کچھ کتب جلی تھیں مگر اصول بچ گئے تھے۔ پھر اکثر اہل علم نے یہ بات واضح کی جن میں دورِ جدید میں مخالفین کا مسلمہ محقق ناصر الدین البانی بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ اگر ابن لھیعۃ سے تین عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن وہب اور عبداللہ بن ابوعبدالرحمن المقری اگر روایت کریں تو ان کی روایت مسلمہ ہو گی کیونکہ وہ اصول میں تحقیق کے بعد روایت کرتے ہیں۔ ہم نے اسی لئے پہلے واضح کیا تھا کہ مذکورہ واقعہ ابن لھیعۃ سے عبداللہ بن وہب نے نقل کیا ہے۔

پھر اہل علم نے ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے کیونکہ جب راوی مختلف فیہ ہو کہ کچھ اہل علم اسے ضعیف اور کچھ ثقہ قرار دیں تو وہ راوی محدثین کے نزدیک حسن الحدیث

کہلاتا ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے عبداللہ بن لہیعۃ کو ضعیف قرار دیا ہے انہوں نے بھی اس کی حدیث کو قابل استدلال اور حسن قرار دیا ہے پھر صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے اس شخص سے روایت لی ہے جو ان کے مقام کو واضح کرتی ہے لہٰذا مذکورہ واقعہ کے راوی عبداللہ بن لہیعۃ میں اس قدر ضعف نہیں ہے کہ اس کی احادیث کو قابل استدلال ہی نہ سمجھا جائے۔

جس راوی سے امام مالک جیسے لوگ روایت لیں اور اسے اخبرنی الثقۃ کہیں تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ اس راوی کی روایت کو بے دھڑک بے بنیاد قرار دے دیں واضح رہے کہ اس طرح حق بات کو دبایا نہیں جا سکتا۔

آج کی نشست میں آخری بات یہ ہے کہ عظیم محقق حسن مظفر الرزو نے ''الامام المحدث عبداللہ بن لہیعۃ'' کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے۔ دارالجلیل بیروت نے (۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶ء) میں شائع کیا ہے بڑے سائز کی اس ایمان افروز کتاب کے ۳۱۲ صفحات میں جسے تشکیک ہو اس کتاب کا مطالعہ کرے تا کہ تشفی اور اطمینان حاصل ہو۔ اس میں سے کچھ تصریحات اور الفاظ تعدیل ہم بھی ذکر کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں واضح کر چکے ہیں کہ آپ ابن لیہعۃ کو ثقہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جب امام مالک یہ فرمائیں کہ ہمیں ثقہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا، تو اہل علم نے اس ثقہ سے مراد عمرو بن حارث یا ابن لیہعۃ مراد لیا ہے مثلاً موطأ امام مالک میں باب ''ما یکرہ ان ینبذ جمعیاً'' کے تحت:

حدثنی عن مالك عن الثقة عنده عن بكير بن عبدالله بن الاشج عن عبدالرحمن الخ

مجھے امام مالک سے اور انہوں نے اپنے نزدیک ثقہ سے انہوں نے بکیر بن عبداللہ بن اشج اور انہوں نے عبدالرحمن بن جناب انصاری سے انہوں نے حضرت ابوقتادہ انصاری سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور اور منقہ کا شیرہ

اجتماعی طور پر پینے سے منع کیا۔

اس میں مالک عن الثقہ عندہ کی تشریح کرتے شارحین مؤطا نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مخزمہ بن بکیر یا ابن لیھعۃ ہیں بلکہ آگے یہ تصریح کی ہے کہ اسے ولید بن مسلم نے عبداللہ بن لیھعۃ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا ہے۔ شارحِ مؤطا امام محمد بن عبدالباقی مالکی (ت: ۱۱۲۲ھ) کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

(مالك عن الثقة عنده) قيل هو مخرمة بن بكير أو ابن لهيعة فقد رواه الوليد بن مسلم عن عبدالله بن لهيعة (عن بكير)

(شرح الزرقانی: ۴:۷-۲)

(امام مالک نے اپنے ہاں ثقہ سے بیان کیا) ثقہ سے مراد مخزمہ بن بکیر یا ابن لیھعۃ ہیں اسے ولید بن مسلم نے عبداللہ بن لیھعۃ سے اور انہوں نے بغیر سے روایت کیا ہے۔

مؤطا کے دوسرے شارح امام جلال الدین سیوطی (ت: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

(مالك عن الثقه عنده) رواه الوليد بن اسلم عن مالك عن عبدالله بن لهيعة عن بكير

(تنویر الحوالک: ۳:۵۶)

(امام مالک نے اپنے ہاں ثقہ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا) اسے ولید بن اسلم نے مالک سے اور انہوں نے عبداللہ بن لیھعۃ سے اور انہوں نے بکیر سے نقل کیا ہے۔

الغرض آپ نے دیکھا کہ امام مالک، ابن لیھعۃ کو ثقہ کہہ رہے ہیں اور مؤطا کے شارحین بھی انہیں ثقات میں ہی شمار کر رہے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (ت: ۲۴۲ھ) ان کو مصر کا سب سے بڑا محدث اور ضبط و اتقان میں بے مثل مانتے ہیں۔

من كان مثل ابن لهيعة بمصر فى كثرة حديثه وضبطه واتقانه

(میزان الاعتدال: ۴:۱۶۸)

مصر میں کثرتِ حدیث اور حدیث کے ضبط و اتقان میں ابن لھیعہ جیسا اور کون ہوسکتا ہے۔

امام ابو داؤد نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے لکھا ہے۔

ماکان محدث مصر الا ابن لهيعة — مصر میں محدث صرف ابن لیہعہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۷۵)

شیخ زید بن حباب کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری (ت: ۱۶۱ھ) نے فرمایا کہ:

سمعت احمد يقول ماكان محدث مصر الا ابن لهيعة

(سیر اعلام عن النبلاء ۸،۰: ۱۳)

ایک اور جگہ پر انہوں نے ہی فرمایا کہ میں نے ایک حج صرف اس لئے کیا کہ میری ملاقات ابن لیہعہ سے ہو جائے۔ (رفع الامر جلد ا صفحہ ۲۹۰)

عثمان بن صالح سہمی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں قاضیٔ مصر ابراہیم بن اسحاق نے بتایا کہ میں امام لیث کا ایک خط لے کر امام مالک کے پاس پہنچا۔

فجعل مالك يسألني عن ابن لهيعة وأخبره ، فيقول: اليس يذكر الحج؟ فسبق الى قلبي انه يريد مشافهته والسماع منه

امام مالک نے مجھ سے ابن لیہعہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا اور کہا کہ بتاؤ کہ وہ حج کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔ تو میرے دل میں یہ بات گئی کہ امام مالک ان سے ملاقات اور ان سے حدیث لینا چاہتے ہیں۔

حضرت قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن لھیعہ کا وصال ہوا تو ابن لیث بن سعد (ت: ۱۷۵ھ) نے فرمایا کہ:

ما خلف مثله — انہوں نے اپنے بعد اپنی مثال نہیں چھوڑی۔

(تذکرۃ الحفاظ: ۱، ۲۳۹)

شیخ ابو طاہر بن حرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن وہب (ت: ۱۹۷ھ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

حدثني والله الصادق البار عبدالله بن لهيعة	اللہ کی قسم مجھے سچے، صالح عبداللہ ابن لہیعہ نے حدیث بیان کی۔

الشیخ ابوطاہر کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے ابن وہب کو کبھی قسم اٹھاتے نہیں دیکھا۔ (الکامل فی الضعفاء)

امام محمد بن یحییٰ بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یحییٰ (ت:۲۰۸ھ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

ما رأيت احفظ من ابن لهيعة بعد هشيم	میں نے ہشیم کے بعد ابن لہیعہ سے بڑھ کر صاحبِ حفظ نہیں دیکھا۔

شیخ احمد بن صالح (ت:۲۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

كان ابن لهيعة صحيح الكتاب طلاباً للعلم	ابن لیہعہ کتاب کے اعتبار سے صحیح ہیں اور علم کے لئے خوب طلب رکھنے والے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ،۱:۲۳۸)

سوال: متعدد اہل علم تو اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں کیا پھر بھی اس کی روایت قابلِ قبول ہوگی؟

جواب: اولاً تو اہل علم نے اس قدر اس راوی کو ضعیف نہیں کہا کہ اس کی روایت ہی کو مسترد کر دیا جائے۔ اصطلاحاً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی روایت کو موضوع کسی نے قرار نہیں دیا البتہ ان کی روایت کو لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے مگر جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگ ان سے روایت لیتے ہیں اور انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام بخاری سمیت تمام محدثین نے ان سے روایت لی ہے اور اگر کچھ لوگ اسے ضعیف کہتے بھی ہیں تو انہوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ جب یہ چار عبادلہ ان سے روایت لیں تو ضعیف نہیں بلکہ صحیح مانی جائے گی اور ان چار عبادلہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔

اس پر محدثین کی متعدد تصریحات موجود ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ کیے دیتا ہوں۔

۱۔ امام ابن حبان لکھتے ہیں کہ ابن لیھعۃ کی ولادت کا سال ۹۶ھ اور سن وصال ۱۷۴ھ ہے یہ نہایت صالح آدمی تھے۔ ضعفاء سے تدلیس کرتے پھر ان کی کتب جل گئی تھیں۔ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ:

سماع من سمع منه قبل احتراق كتبه مثل العبادلة : عبدالله بن وهب، وابن المبارك، وعبدالله بن يزيد المقرى، وعبدالله بن مسلمة القعنبى فسماعهم صيحيح

(میزان الاعتدال: ۴، ۱۷۳)

ابن لیھعۃ سے جن لوگوں کا سماع ان کی کتب جلنے سے پہلے ہے مثلاً یہ چار عبادلہ عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی۔ تو ان لوگوں کا سماع درست ہے۔

۲۔ ہم دیگر اہل علم کے بجائے شیخ ناصر الدین البانی کی متعدد تصریحات اس پر ذکر کر دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی کئی مقامات پر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ ابن لیھعۃ ضعیف ہے لیکن عبادلہ کی روایت اس سے صحیح ہوتی ہے۔

۱۔ ابن لهيعة وان كان ضعيفًا، فان رواية العبادلة الثلاثة عنه صيحيحة، كما نص على ذالك غير واحد من الائمة

(سلسلۃ الحادیث الضعیفہ ۲: ۴۲۴)

ابن لیھعۃ اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان سے تین عبادلہ کی روایت صحیح ہے جیسے اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر موصوف ابن لیھعۃ سے مروی روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت ابن لیھعۃ سے اس لئے صحیح ہے کہ اسے ان سے عبادلہ نے روایت کیا ہے۔

قلت: ورجاله ثقات، لان ابن لهيعة صحيح الحديث اذا روى عنه العبادلة: عبد الله بن وهب، وعبد الله بن المبارك، وعبدالله بن يزيد المقرى، وهذا الحديث من رواية الاولين عنه

(سلسلہ احادیث الضعیفہ: ۱۹۹،۸)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں کیونکہ ابن لیھعۃ صحیح الحدیث ہوتا ہے جب ان سے یہ عبادلہ روایت کریں، عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید مقری اور یہ حدیث ابن لیھعۃ سے پہلے دونوں روایت کرنے والے ہیں۔

۳۔ انہوں نے متعدد مقامات پر یہ بھی تصریح کی ہے کہ ابن لیھعۃ اگرچہ ضعیف ہے مگر جب ان سے عبداللہ بن وہب روایت کریں تو ان کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔

فهو ضعيف ، وان تبعه المناوى: فانه من رواية عبدالله بن وهب عنه كما رأيت، وحديثه عنه صحيح، كما نبه على ذلك غير ما واحد من الحفاظ

(سلسلہ احادیث الضعیفہ، ۱۱ قسم اول صفحہ ۲۸۶)

یہ ضعیف ہے اگرچہ ان کی اتباع مناوی نے کی ہے کیونکہ اسے روایت ابن لیھعۃ سے عبداللہ بن وہب نے کیا ہے جیسا کہ سند تمہارے سامنے ہے اور ان کی روایت ابن لیھعۃ سے صحیح ہوتی ہے جیسے اس پر متعدد حافظین حدیث نے تنبیہ کی ہے۔

۴۔ ایک اور مقام پر اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حدیث میں اضطراب ابن لیھعۃ سے روایت کرنے والوں سے ہے نہ کہ خود ان سے۔

لاننا نقول: هذا مردود لانهم جميعا ثقات و فيهم عبدالله بن وهب وعبدالله بن المبارك، وهما ممن سمعا من ابن لهيعة قبل

کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بات مردود ہے کیونکہ یہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں عبداللہ بن وہب اور عبداللہ بن مبارک ہیں اور وہ دونوں ان میں سے ہیں جنہوں

احتراق کتبه فذلك یدل علی أن الاضطراب منه

نے ابن لھیعہ سے ان کی کتب جلنے سے پہلے پڑھا ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ اضطراب انہی سے ہے۔

(سلسلہ احادیث ضعیفہ ۲،۲۲۶)

واضح رہے کہ زیر بحث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قتل گستاخ واقعہ ابن لیھعۃ سے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن وہب ہی ہیں اور آپ سن چکے ہیں کہ جب ابن لھیعۃ سے عبادلہ روایت کریں تو وہ ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہوتی ہے جب مذکورہ روایت ان عبادلہ میں سے حضرت عبداللہ بن وہب سے ہی مروی ہے تو پھر اس کو کس طرح کوئی شخص ضعیف کہہ سکتا ہے۔

جب ابن لیھعۃ کے بارے میں یہ اُصول سامنے آگیا کہ عبادلہ سے ان کی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے گا اب زیر بحث واقعہ کی روایت کو بھی صحیح ہی تسلیم کرنا ہوگا ورنہ کتب حدیث میں سینکڑوں روایات سے ہاتھ دھونا پڑھ جائے گا جو کسی طرح بھی امت کو قبول نہیں۔

سوال: کتب جلنے والا اصل معاملہ کیا ہے؟ کچھ فرمائیے؟

جواب: جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ابن لھیعۃ کتب جل گئی تھیں تو اس بارے میں بھی متعدد اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہ بھی ان کے خلاف پراپیگنڈہ ہے ورنہ ان کی کتب جلی نہیں تھی اس پر چند تصریحات ملاحظہ کر لیجئے۔

امام ابراہیم بن طھمان کہتے ہیں کہ مجھے اہل مصر نے بتایا کہ:

ما احترق لابن لهيعة كتاب قط

ابن لھیعۃ کی کتب ہر گز نہیں جلیں۔

(الجرح والتعدیل: ۱۴۴)

شیخ سعید ابی مریم کہتے ہیں کہ:

لم تحترق كتب ابن لهيعة ولا كتاب

ابن لھیعۃ کی کتب نہیں جلیں اور نہ کوئی اور کتاب۔

(تہذیب الاکمال: ۷۲۸)

شیخ محمد بن یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابن لھیعۃ کی کتب جل گئی تھیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ:

ماغاب له کتاب	ان کی کوئی کتاب ان سے غائب نہیں ہوئی۔

امام ابوذرعۃ رازی فرماتے ہیں۔

لم تحترق کتبه	ابن لھیعۃ کی کتب نہیں جلیں۔

(اضعفاء الکبیر: ۲،۳۴۶)

اصول کا نہ جلنا:

کچھ اہل علم نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن لھیعۃ کی بعض کتب تو جل گئی تھیں مگر اصول بچ گئے تھے نہیں جلے تھے شیخ عثمان بن صالح سہمی کہتے ہیں کہ:

احترقت دار ابن لهیعة و کتبه وسلمت اصوله	ابن لھیعۃ کا گھر اور کتب جلیں لیکن ان کے اصول محفوظ رہے۔

(اضعفا الکبیر: ۲،۲۹۴)

شیخ اسحاق بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ:

ما احترقت اصوله انما احترق بعض ما کان یقرأمنه	ان کے اصول نہیں جلے بعض وہ چیزیں جلیں جس سے وہ پڑھا کرتے تھے۔

(سیر العلام ۱ن نبلا ۸: ۲۱)

اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ان کی کچھ کتب تو جل گئی تھیں لیکن اصول محفوظ رہے تھے تو جب کوئی بھی ان کے اصولوں سے روایت کرے گا تو وہ روایت مقبول ہوگی اور عبادلہ کی روایات کو یہی مقام حاصل ہے۔

عالمی تنظیم اہل سنت پاکستان کے سربراہ اور خانقاہِ قادریہ مراڑیاں شریف (گجرات)

استاذ العلماء کے سجادہ نشین

حضرت پیر محمد افضل قادری

سے ایک اہم انٹرویو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

سوال: تحفظِ ناموس رسالت کے حوالے سے اپنی جدوجہد، نجی و تنظیمی زندگی، خدمات کے دورانیے، پلیٹ فارم اور ذمہ داریوں کے حوالے سے کچھ بتائیں۔

جواب: ۲۰ جنوری ۱۹۵۳ء (۱۳۷۲ھ) میری تاریخ پیدائش ہے میرے والد گرامی حضرت پیر طریقت مولانا محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن فقیہہ اعظم حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری قدس سرہ، نے میرا نام محمد افضل رکھا۔ ہم نسل در نسل حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خادم ہیں اور قادری ہیں۔ ہم نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جینے کی قسم کھائی ہے کیونکہ ہمارے گھرانے میں ہمارے اجداد نے ہماری تربیت ہی اسی بنیاد پر کی ہے۔ میرے جد اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۰۵ء میں جامعہ قادریہ عالمیہ کی بنیاد مراڑیاں شریف گاؤں میں رکھی تھی ان کے وصال مبارک کے بعد ۱۹۵۸ء میں میرے والد گرامی نے ان کے مزار شریف کے ملحق موجودہ عمارات کی بنیاد رکھی۔ میں نے اپنی تعلیم اور تنظیمی شعور کا آغاز یہیں سے کیا۔ ۶۹۔۱۹۶۸ء میں مفسر قرآن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ ایم۔اے تک تمام امتحانات پاس کئے۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ میں دورۂ حدیث شریف کی سماعت دہرائی اور فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔ پھر درس و تدریس میں مصروف ہوگیا۔ ۱۹۷۷ء سے تمام

دینی و ملی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء کی تاریخی کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان میں شریک تھا اس زمانے میں ضلع گجرات کی جماعت اہل سنت کا ناظم اعلیٰ اور مرکزی شوریٰ کارکن تھا۔ بعد ازاں جماعت خدام اہل سنت پاکستان کے نام سے ایک تنظیم کا کام کرتا رہا۔ ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو جماعت اہل سنت کے تمام گروپوں کے اتحاد پر حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی چیرمین شپ میں ۱۲ رکنی متحدہ سنی سپریم کونسل کارکن منتخب ہوا۔ مئی ۱۹۹۴ء میں جماعت اہل سنت پاکستان کا مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوا۔ یکم نومبر ۲۰۰۰ء کو عالمی تنظیم اہل سنت پاکستان کا مرکزی امیر منتخب ہوا۔ تنظیمی زندگی میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کئی بار قید و بند کی سعادتوں سے سرفراز ہوا۔ میانوالی، لاہور، راولپنڈی اور گجرات کی جیلوں میں کئی کئی بار نظر بند رہا۔ اللہ تعالیٰ نے استقامت دی اور ہمیشہ حق پر ڈٹا رہا۔ اللہ کرے اسی جدو جہد میں خاتمہ ایمان پر ہو۔

سوال: شاتم رسول کی توبہ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: شاتم رسول واجب القتل ہے اس کی بنیاد کتاب و سنت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے آنحضرت ﷺ نے بعض گستاخان کو اس بنیاد پر معاف کیا کہ آپ ﷺ خود صاحب حق تھے اب امت کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کا حق معاف کرے اس مسئلہ کا تقلید کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تقلید امام غیر منصوص مسائل میں ہوتی ہے یہ مسئلہ منصوص ہے لہٰذا اس مسئلہ میں علماء ڈائریکٹ قرآن وسنت سے دلائل قائم کریں گے جو کہ ہم نے بارہا اپنی تحریروں میں اور میڈیا کے سامنے پیش کیے ہیں۔

سوال: جاوید غامدی ناموس رسالت کے قانون کو خلافِ اسلام قرار دیتے ہیں، ایسا کہنے والے کے لئے شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: جاوید غامدی ایک بے دین شخص ہے بات بات پر قرآن سے دلیل مانگتا ہے جس میں واضح اشارہ ہے کہ یہ شخص حدیث کا منکر ہے اگر حدیث کو قرآن سے نہ ملایا جائے تو نماز بھی نہیں پڑھی جا سکتی ہے رکعتیں کہاں سے معلوم ہوں گی؟ ثانی یہ کہ جاوید

غامدی کے نزدیک یہ جرم ہی نہیں، جبکہ ایک عام آدمی کی انسلٹ کو پوری دنیا کے اندر جرم سمجھا جاتا ہے اور قرار دیا جاتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۷ میں گستاخِ رسول پر دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی ہے اور اس کے لئے رسوائی والے عذاب کا اعلان کیا ہے اور آیت نمبر ۶۱ میں گستاخ رسول کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جاوید غامدی پوری امت مسلمہ سے ہٹ کر دنیا کی عجیب وغریب نئی تشریحات کرتا ہے حتیٰ کہ سنت رسول داڑھی جس کے سنت ہونے پر پوری امت کے فقہاء کا اجماع ہے داڑھی کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ یہ دین نہیں ہے اس شخص نے جس انداز میں میڈیا پر گستاخئ رسول کی راہیں کھولنے کی کھلی سازشیں کی ہیں اصولِ شرعیہ کی روشنی میں یہ واجب القتل ہے کیونکہ ایسا جرم کرنے والا گستاخ سے بھی زیادہ بڑا مجرم ہے یہ گستاخانِ رسول کو گستاخی پر اکساتا ہے اور انہیں تحفظ فراہم کرتا ہے نیز کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ یہ جرم ہی نہیں ہے حالانکہ خود رسول کریم ﷺ اس جرم کے مرتکب کے لئے سزائے موت کے فیصلے دے چکے ہیں جن کا ذکر کتب صحاح میں موجود ہے۔

سوال: کیا وزیر اعظم کے واضح اعلان کے بعد اب ناموس رسالت کے تحفظ کی تحریک کو روک دینا چاہیئے یا جاری رکھنا چاہئے؟

جواب: ہمیں پورے اہتمام کے ساتھ امت کی اس موضوع پر ذہن سازی کا عمل جاری رکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے پہلے بھی بے نظیر، مشرف، نواز شریف نے اپنے اپنے دور میں جب بھی تحریک ناموس رسالت نے زور پکڑا تو یقین دہانی کرائی کہ حکومت اس مقدس قانون میں ترمیم کا ارادہ نہیں رکھتی لیکن جب بھی دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہمارے کمزور ایمان کے حامل حکمرانوں پر دباؤ پڑا تو انہوں نے اس قانون کو بدلنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں لیکن الحمد للہ ہمیشہ غلامانِ نبی نے بھرپور غیرتِ ملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان شیطانی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔

سوال: ملک ممتاز قادری کا اقدام شرعی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتا ہے اور اب دینی جماعتوں پر اس سلسلہ میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ملک ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو اس بنیاد پر قتل کیا کہ سلمان تاثیر نے ۱۹،۱۷ ستمبر ۲۰۰۹ء کے اخبارات کے مطابق اعلان کیا کہ وہ قانون توہین رسالت کو نہیں مانتا اس قانون کو ختم ہونا چاہیئے۔ پھر اس نے نومبر ۲۰۱۰ء میں ٹی وی پر کہا کہ اس کالے قانون کو ختم ہونا چاہیئے جبکہ یہ قانون کتاب وسنت کا قانون ہے اور رسولِ کریم ﷺ اس قانون کے مطابق خود فیصلے دے چکے ہیں لہٰذا گورنر کے ان بیانات میں کفر وارتداد کے ساتھ ساتھ توہین رسالت کا جرم بھی ثابت ہے اور یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو بشر نامی شخص کو اس بنا پر ماورائے عدالت قتل کیا تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے پیغمبر اسلام ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں آپ میرا فیصلہ کر دیں۔ اسی طرح کئی دیگر صحابہ نے گستاخِ رسول ﷺ مقدمہ عدالتِ نبوی ﷺ میں پیش کرنے کے بجائے خود ہی گستاخ کا کام تمام کیا تو رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی ایسے شخص کو مجرم قرار نہیں دیا بلکہ عتاب تک بھی نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں غازی ممتاز قادری نے جرم نہیں کیا بلکہ صحابہ کی سنت مبارکہ کا احیاء کیا ہے۔ غازی علم الدین شہید نے بھی ملعون راج پال کو ماورائے عدالت قتل کیا تھا جس کو قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال جیسے مسلمہ دانشوروں نے انتہا پسندی قرار نہیں دیا بلکہ انہیں غازیٔ اسلام قرار دیا اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اس مقدمہ میں خود عدالت میں بحث میں حصہ لیا اور غازی صاحب کی قانونی امداد کی۔ علامہ اقبال نے غازی علم الدین شہید کی شان میں قصیدے پڑھے اور ان کے جنازے کو کندھا دیا۔ کچھ لوگ غازی ممتاز قادری کے اس عمل کو دہشت گردی قرار دیتے ہیں اس موقع پر غازی اور دہشت گرد میں فرق کرنا ضروری ہے۔ غازی وہ ہوتا ہے جو رسولِ کریم ﷺ کے دشمن سے رسول کریم ﷺ کی طرف سے بدلہ لے۔ یقیناً سلمان تاثیر ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ سے قانونِ توہین رسالت کو ختم کرنے اور اس مقدس قانون کی توہین کرنے کے جرم میں ملوث تھا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے دینی جذبات کو مجروح کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے کے

ساتھ ساتھ پوری دنیا کے مسلمانوں کے دینی جذبات سے کھیل رہا تھا۔ اندریں حالات ایک ایسا شخص جس کا کسی دہشت گرد تنظیم کے ساتھ کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکا اور جو خود سلمان تاثیر کی سرکاری سیکورٹی پر مقرر تھا کا اسے قتل کر دینا اور پھر ہر جگہ پہ یہ بیان دینا کہ میں نے اس شخص کو صرف اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے قانون توہین رسالت کو کالا قانون کہا ہے اس پر کسی طرح سے بھی دہشت گردی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ دہشت گرد وہ ہوتا ہے جو شریعت اسلامیہ کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچائے یا اسٹیٹ کے اندر خوف و ہراس پیدا کر کے ملک کا امن و امان تباہ کرے۔

سوال: ۲۰۰۹ء میں جب یہ بیان سلمان تاثیر نے دیا تھا اس وقت آپ نے کیا کیا؟

جواب: ہم نے سلمان تاثیر کے ۱۷ اور ۱۹ ستمبر ۲۰۰۹ء کے ملحدانہ بیانات کے فوراً بعد عالمی تنظیم اہل سنت کا اجلاس طلب کیا جس میں فیصلہ کیا کہ عالمی تنظیم گورنر کے خلاف ۲۹۵ سی کے تحت ایف آئی آر درج کرائے گی چنانچہ ۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو تھانہ سول لائن لاہور میں عالمی تنظیم اہل سنت کے لیٹر پیڈ پر ایک درخواست تیار کی گئی جس میں صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی مدعی بنے لاہور کے علماء اور میڈیا کی موجودگی میں پولیس افسران کو یہ درخواست پیش کی گئی اور اس کے اندراج کی باقاعدہ رسید بھی حاصل کی گئی لیکن افسوس کہ شہباز شریف حکومت نے اس پر کوئی اقدامات نہ اٹھائے اور نہ ہی مرکزی حکومت نے گورنر پنجاب کا مواخذہ کیا۔ صوبائی حکومت نے کوئی کارروائی نہ کی اگر یہ توجہ دیتے تو ممتاز قادری کے اس اقدام تک یقیناً نوبت نہ پہنچتی۔ اس واقعہ کا اصل ذمہ دار خود سلمان تاثیر ہے اور ان کے بعد صوبائی اور مرکزی حکومتیں ہیں اور ہمارا میڈیا بھی کسی درجہ میں ذمہ دار ہے جس نے بار بار اس کو اچھالا اس سے اشتعال پیدا ہو گیا۔

جولائی ۱۹۹۴ء میں جب پیپلز پارٹی کے وزیر قانون اقبال حیدر نے آئرلینڈ سے بیان دیا کہ حکومت بہت جلد اس قانون کو ختم کر دے گی تو سب سے پہلے میں نے ہی اس

کو واجب القتل قرار دیا اور اس پر کاربند کر دیا گیا۔ میانوالی جیل میں قید کیا گیا۔ جولائی کے مہینہ میں میری کوٹھی کا پانی، پنکھا، بجلی بند کر دی اور معافی مانگنے کو کہا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت دی۔ رفیق باجواہ ایڈووکیٹ نے قانونی امداد کی اور ہائی کورٹ سے باعزت بری ہوا۔

اس کے بعد حکومتی اداروں میں ناموس رسالت کے قانون کے حوالے سے ابھی سازشیں بند نہیں ہوئی تھیں اس وقت میں جماعت اہل سنت پاکستان کا سیکرٹری جنرل تھا۔ اسلام آباد میں پہلی مرتبہ سپر مارکیٹ اسلام آباد سے پارلیمنٹ تک ''ناموسِ رسالت کے تحفظ کے حوالے سے جلوس نکالا۔ جس میں بے نظیر کے وزراء وزیر تعلیم سید خورشید شاہ اور اس کے ساتھی این ڈی جان نے بے نظیر کی طرف سے مذاکرات کر کے ہمیں یقین دہانی کرائی اس پر یہ تحریک روک دی گئی۔

۱۹۹۵ء میں جب گوجرانوالہ کے کرامت مسیح اور سلامت مسیح دو عیسائیوں کو گستاخِ رسول کے جرم میں سزائے موت سنائی تو عالمی اداروں کے دباؤ پر ہائی کورٹ میں ہم نے مسلسل کئی روز تک دھرنے دیے اور اعلان کیا کہ جو جج ان گستاخان رسول کو رہا کرے گا واجب القتل ٹھہرے گا چنانچہ اقبال بھٹی اسی وجہ سے مقتول ہوئے۔

۲۶ اپریل ۲۰۰۰ء میں پرویز مشرف نے قانون توہین رسالت میں ترمیم کا اچانک اعلان کر دیا تو الحمد للہ میں نے کراچی سے فوراً واپس آ کر لاہور میں علماء کی میٹنگ بلائی جس میں خصوصاً مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے بہت سرپرستی کی۔ یہ اجلاس ۲۷ اپریل کو عالمی تنظیم اہل سنت پاکستان کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اسی اجلاس میں تحفظ ناموس رسالت محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پھر دوسرا اجلاس جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں منعقد ہوا جس میں مفتی محمد خان قادری کو اس محاذ کا صدر مقرر کیا گیا اور تحریک شروع کر دی گئی۔ ۱۲ مئی کو فیصلہ کن تحریک اور بھرپور ریلی کا فیصلہ کیا گیا اس میں علامہ سید محمد عرفان مشہدی، میں اور بہت سارے علماء شدید شیلنگ سے متاثر ہوئے۔ پولیس لاٹھی چارج اور رکاوٹوں کے باوجود ہم ہائی کورٹ پہنچ گئے اور وہاں ہماری

گرفتاری ہوئی۔ ہم نے اس کے بعد آنے والی جمعرات کو کفن پوش جلوس کا اعلان کیا پرویز مشرف نے ۱۶ مئی کو واپس آتے ہی اپنا اعلان واپس لے لیا۔ اس کے بعد گستاخانہ خاکوں کے خلاف یکم فروری ۲۰۰۶ء جمعرات کو میں نے جامعہ نعیمیہ سے پریس کلب تک جلوس نکالا۔ باقی تمام تنظیموں نے ۲ فروری احتجاج شروع کیا اسی تحریک میں محمد عامر چیمہ شہید ہوئے۔ ہم نے ان کی شہادت پر کردار ادا کیا۔ بدمذاہب سے جنازے کو بچایا۔ قل خوانی اور چہلم شریف کا پروگرام کیا۔ ہم نے ۴ کنال رقبہ خرید کر ''ناموس رسالت کمپلیکس'' شروع کیا مسجد بن گئی ہے مدرسہ بن رہا ہے غازی عامر چیمہ شہید جامع مسجد، غازی علم الدین شہید مدرسہ، غازی ثاقب شہید، شکیل جلالی، غازی احمد شیر خان نیازی مدظلہ کے نام سے لائبریری بنائی اور دیگر بہت سارے غازیوں کی یادگاریں زیر تعمیر ہیں یہ اپنی نوعیت کا دنیا بھر میں منفرد منصوبہ ہے۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے خلاف سب سے پہلے ہم نے داتا دربار سے گورنر ہاؤس تک جلوس نکالا۔ ایف آئی آر ۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو درج کرانے سول لائن تھانہ میں گئے۔ اس کے بعد آسیہ نامی گستاخ رسول کی ملاقات کے لئے جب گورنر جیل میں گیا اس کے بعد سب سے پہلے ۱۷ نومبر ۲۰۱۰ء کو مظاہرہ کیا۔ میں نے اس (سلمان تاثیر) کے قتل کا فتویٰ جاری کیا، اس کے قتل پر ہم نے مٹھائی تقسیم کی اور غازی ممتاز قادری کے حق میں جلوس نکالا سب سے پہلے اسے غازی ہم نے قرار دیا۔ اس کے علاوہ اندرون اور بیرون ممالک میں بے شمار کانفرنسوں اور پریس کانفرنسوں میں اس موضوع پر ہم نے اسلام کا مؤقف پیش کیا ہے۔ ہم نے سال رواں ۲۰۱۱ء کو ''تحفظ ناموسِ رسالت سال'' قرار دیا ہے۔ ہم ہر موقع پر جلسے ناموس رسالت کے موضوع پر ہی کر رہے ہیں میں ہر اجلاس میں کہہ رہا ہوں کہ ''حلوے ہم علماء و مشائخ کھا رہے ہیں اور پولیس نے حضور ﷺ کے دشمنوں سے بدلے لئے ہیں۔'' ان دو آدمیوں نے قربانی دی ہے۔ ملک ممتاز قادری غازی کی ہر لحاظ سے سپورٹ کریں اس کے بیٹے کے بالغ ہونے تک ہم ہر طرح سے سپورٹ کریں گے تحریک چلانا پڑی تو وہ بھی چلائیں گے۔

خانقاہ عالیہ قادریہ شاہ آباد شریف

پیر سید محمد فاروق القادری صاحب

سے ایک اہم انٹرویو

انٹرویو: ملک محبوب الرسول قادری

سوال: تحفظِ ناموس رسالت کے حوالے سے اپنی جدوجہد، نجی وتنظیمی زندگی، خدمات کے دورانیے، پلیٹ فارم اور ذمہ داریوں کے حوالے سے کچھ بتائیں؟

جواب: جہاں تک سرور عالم ﷺ کی عظمت، تقدیس اور ناموس کی بات ہے اس کی ذمہ داری تو خالق کائنات نے واللہ یعصمک من الناس اور ورفعنا لک ذکرک فرما کر خود اٹھائی ہے اسے انسانوں کا محتاج نہیں بنایا گیا البتہ جو مسلمان اپنے آقا ومولیٰ کی ناموس وعظمت کی خاطر انہی کی وجہ سے عطا شدہ یہ فانی زندگی قربان کرنا بھی معمولی چیز سمجھتا ہے یہ اس کی عین سعادت اور خوش بختی ہے کیا خوب فرمایا...... حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے

جانِ نقد مختصر است حافظ از بہر نثار خوش نباشد

فاضل بریلوی امام احمد رضا نے پہلو بدل کر عشق ومحبت کا نعرہ یوں بلند کیا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

بندہ اس وقت پچیس تیس کتابوں کا مصنف ومؤلف ہے۔ وہ ایک قدیم شاہی جامع مسجد میں جمعہ وعیدین کا خطبہ دیتا ہے وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی ایک خانقاہ کا مسند نشین ہے بحمد اللہ واحسانہ میری زندگی کا مشن میری کتاب کا ایک ایک لفظ میرے مختصر خطبات کا ایک ایک جملہ اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے شروع سے مسلمان قوم کو اپنی پستی زبوں حالی اور پسماندگی کا صرف اور صرف ایک ہی نسخہ بتایا ہے اور اسی پر اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا رہوں اور وہ ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ان دنوں میں ناموس رسالت کی جو بحث چھڑی ہے وہ بلاوجہ نہیں تھی اس کے محرکات یقینا پیدا کیے گئے غالباً ہر دور کے حکمرانوں میں مسلمانوں کو عشق نبی کی دکھتی رگ کا شعور ہے ہی نہیں وہ اپنی لن ترانیوں اور اہل مغرب کی نقالی میں کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں ادھر مسلمان اپنی زندگیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں مسلمان ہر چیز برداشت کرسکتا ہے مگر وہ اپنے آقا و مولیٰ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ اسی جذبے کی تاب نہ حکومتیں برداشت کرسکتی ہیں اور نہ شخصیات۔ میں نے اپنے طور پر مثبت انداز میں اپنے قلم اور زبان سے یہی پیغام پھیلانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔

سوال: شاتم رسول کی توبہ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: جہاں تک شاتم رسول کی توبہ کا سوال ہے عند اللہ اس کی توبہ اگر وہ صدق دل سے ہے قبول ہے یا نہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا البتہ اس بات پر مسلمان علماء کا ابتداء ہی سے اتفاق ہے کہ شاتم رسول کی توبہ پر اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ مقبول ہے۔

سوال: جاوید غامدی ناموس رسالت کے قانون کو خلافِ اسلام قرار دیتے ہیں، ایسا کہنے والے کے لئے شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: جاوید احمد غامدی صاحب کا پورا بیان میں نے نہیں پڑھا اگر ان کے نزدیک کسی ملک کے سربراہ کو برا بھلا کہنا قانون بن سکتا ہے اور اربوں مسلمانوں کے آقا و ہادی کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لئے کوئی قانون نہیں ہونا چاہیے یا وہ خلاف اسلام ہے تو یہ حد درجہ افسوسناک بات ہے اگر واقعی انہوں نے اس قانون کو خلاف اسلام قرار دیا ہے تو شرعی طور پر جناب مفتی محمد خان قادری صاحب یا جناب مفتی منیب الرحمن صاحب بہتر رائے اور فتویٰ دے سکتے ہیں۔

سوال: کیا وزیر اعظم کے واضح اعلان کے بعد اب ناموس رسالت کے تحفظ کی تحریک کو روک دینا چاہیے یا رکھنا چاہئے؟

جواب: تحریک تحفظ ناموس رسالت کسی اعلان یا کسی حکومت کی یقین دہانی کی نہ محتاج

ہے اور نہ اس پر ختم کی جا سکتی ہے۔ یہ تحریک مسلمانوں کے ایمان اور ان کے دل و جان کی تحریک ہے۔ برصغیر میں اس تحریک کا علم سر بلند رکھنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ لاہور کے غازی علم الدین شہید، دہلی کے قاضی غازی اور گوجرانوالہ کے غازی عامر عبدالرحمن چیمہ نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اس تحریک کو زندہ رکھا ہے۔ یہ تحریک زندہ رہے گی۔ مسلمان قوم میں روح محمد ﷺ خون کی طرح گردش کرتی رہے گی اور یہی اس ملت کا سامانِ زیست اور اس کے لئے تشخص کی ضمانت ہے۔ اس تحریک کو اب نیا رخ دے کر مدارس و مکاتب کے نصاب تعلیم اور میڈیا کے ذریعے مسلمان قوم کے دل و دماغ میں اس طرح اتارا جائے کہ وہ اس کے تشخص، انا اور ایمان و عقیدے کا شعوری مسئلہ بن جائے تا کہ آئندہ کوئی ایسی ناپاک جرات نہ کر سکے۔

سوال: ملک ممتاز قادری کا اقدام شرعی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتا ہے اور اب دینی جماعتوں پر اس سلسلہ میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ملک ممتاز قادری نے جو کچھ کیا ہے وہ ان دلخراش الفاظ کا نتیجہ ہے جن میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو معاذ اللہ کالا قانون قرار دیا گیا تھا اور پھر ایک ایسی ملزمہ جو علی روئس الاشہاد اپنے جرم کا اقرار کر رہی ہے توبہ اور معافی کی بجائے اس کا وکیل صفائی بننے کی جدو جہد اور تند و تیز زبان کا استعمال آخر منصب رسالت کو بازیچۂ اطفال سمجھنا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ دنیاوی مناصب سرکار رسالت کے گرد پائی کی حیثیت بھی رکھتے ہیں؟ ہر چند یہ ممتاز قادری کا ذاتی فعل تھا تاہم ڈیڑھ دو ارب مسلمانوں میں لاکھوں ممتاز قادری کروڑوں غازی علم الدین موجود ہیں اور رہیں گے انہیں کون سے قانون روکیں گے صاف اور سیدھی بات ہے کہ ارباب اقتدار ہوں یا اغیار اپنی زبانوں کو تسنیم و کوثر سے دھوئیں، دماغ کو اجلال نبوت کی تعظیم سے آراستہ کریں اور پھر حبیب ﷺ کی ذات والاصفات کے لیے الفاظ کا چناؤ کریں اس ذات کے لئے بعض دفعہ خود الفاظ کے پاؤں بھی لڑکھڑانے لگتے ہیں ورنہ:

ادھر آؤ جاناں! ہنر آزمائیں   تو تیر آزما! ہم جگر آزمائیں

کا کھیل جاری رہے گا اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

سوال: آپ اور آپ کی جماعت نے کیا کیا، اور آئندہ کیا کرے گی؟

جواب: ہمارا ادارہ، خانقاہ اور جماعت مریدین مسلمانوں کے دلوں پر دستک دے کر ہمیشہ یہ نعرہ بلند کرتی رہے گی۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی لیکن میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

سوال: ہمارے قارئین کے لئے آپ کا پیغام؟

جواب: قارئین کے لئے میرا پیغام علامہ اقبال کے یہ دو شعر ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆☆☆

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

شدتِ ظلم ہوئی خلق محمد سے فنا
جتنے شداد تھے ہر ایک نے دم توڑ دیا

بے شک حضور ﷺ شافع محشر ہیں، منکرو!
کیا اُن کے سامنے تمہیں لایا نہ جائے گا؟

کہتے تھے یہ بلال تشدد پہ کفر کے
عشقِ نبی تو دل سے مٹایا نہ جائے گا

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

ڈاکٹر کرنل (ر) پیر محمد سرفراز محمدی سیفی

کی دل میں نقش ہو جانے والی فکر انگیز اور درد میں ڈوبی ہوئی باتیں

انہی کی زبانی قارئین کی نذر ہیں

انٹرویو پینل: سید قیصر عباس شاہ، محمد لیاقت علی مفتی

عشق رسول ﷺ سے منور چہرہ، پاکیزہ کردار، شبنمی گفتار، پیکر اخلاص محبت، صاحب نسبت، صاحب عرفاں، صاحب کمال، صاحب جمالِ شفقت، سچی اور کھری باتیں کرنے والے نڈر پیر، پیر طریقت رہبر شریعت پیر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ روحانیت کے آسمان پر چاند بن کر چمکنے والے عاشق رسول پیر طریقت رہبر شریعت حضرت والا شان حضرت پیر اخوندزادہ سیف الرحمن کے منظور نظر حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی زید مجدہ کے خلفاء کی کہکشاں میں ایک روشن تابندہ ستارہ ہیں۔

آپ پیکر اخلاص و محبت سنت نبوی ﷺ پر ہمہ وقت عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی ہیں، آپ حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور آپ علم و عرفان اور حکمت و دانائی کے درخشندہ ستارے ہیں۔ آپ کی باتوں سے خوشبو آتی ہے۔ جب بولتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے موتی بکھر رہے ہیں میٹھے بول بولنے والے، دھیمی چال اور ٹھہرا ہوا مدبرانہ، عالمانہ، فاضلانہ، دانشمندانہ لہجے کے مالک ہیں یاد الٰہی کے چراغ دلوں میں روشن کرنے اور محبت رسول ﷺ کی سوغات تقسیم کرنے میں ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

آپ سے آپ کی زندگی سمیت ذاتی معلومات اور موجودہ حالات پر گفتگو کرنے کیلئے دلیل راہ کی ٹیم آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف پہنچی تو آپ نے خندہ پیشانی سے پر جوش انداز میں استقبال کیا۔

آپ کے ساتھ دوران گفتگو وقت کا احساس ہی نہیں رہا اور جب موذن نے نماز عشاء کیلئے اللہ اکبر کہا تو ہمیں بھی اپنا انٹرویو سمیٹنا پڑا اور خدا بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہونے کیلئے مسجد میں جا پہنچے۔

سوال : آپ اپنی تاریخ پیدائش، ابتدائی تعلیم اور خاندانی پس منظر پر روشنی ڈالیں گے۔

جواب : قیام پاکستان کے 11۔سال بعد میں نے ایک مذہبی گھرانے میں 12۔ اپریل 1958 میں آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور بعد ازاں خانپور کے سکول میں پانچویں کلاس میں داخل ہوا اور پھر تعلیم کا سلسلہ ملتان، ساہیوال، بہاولپور کی یونیورسٹیز سمیت بیرون ممالک کی درسگاہوں میں جاری رہا۔میرے آباؤ اجداد قیام پاکستان سے قبل امرتسر میں رہائش پذیر تھے اور قیام پاکستان کے چھ ماہ بعد میرے دادا حضور اپنے خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور لاہور میں پہلا قیام کیا، پھر اپنے خاندان کے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ فیصل آباد کے نواحی علاقہ جڑاں والا RB-99 میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے، میرے والد گرامی نے انتہائی مشکل اور نا مساعد حالات میں بھی اپنی تعلیم کا سفر جاری رکھا، تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے پولیس کا ڈیپارٹمنٹ جوائن کیا وہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے پہلے ایس ایس پی تھے بعد میں وہ بہاولپور میں اینٹی کرپشن میں ڈپٹی ڈائریکٹر ملتان میں ایف آئی اے میں بھی اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔

گفتگو جاری رکھتے ہوئے پیر ڈاکٹر کرنل (ر) محمد سرفراز سیفی محمدی نے کہا کہ وہ سات بھائی ہیں اور اللہ کے فضل سے سب بھائی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مختلف شعبوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، ایم بی بی ایس میں نے بہاولپور سے کیا اور یہاں سے ہی پاک آرمی کو جوائن کیا۔

سوال : بچپن میں کیا آپ شرارتی تھے یا کوئی ایسی شرارت جواب بھی آپ کو یاد آتی ہو؟

جواب : مسکراتے ہوئے، بچپن میں سب ہی بچے تو شرارت کیا کرتے ہیں اور بچے تو بچے ہوتے ہیں لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی ایسی شرارت نہیں تھی جس سے کبھی کوئی

ڈانٹ پڑی ہو۔

سوال: زمانہ طالب علمی میں آپ کون سا کھیل شوق سے کھیلتے تھے؟

جواب: زمانہ طالب علمی میں فٹ بال کالج میں کھیلا کرتا تھا۔

سوال: زمانہ طالب علمی میں کیا آپ نے سیاست میں حصہ لیا؟

جواب: ایک بار پھر زیر لب اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے، جی نہیں میں نے طالب علمی کے زمانہ میں سیاست میں حصہ کبھی نہیں لیا، اپنی تمام تر توجہ حصول علم پر مرکوز رکھی، البتہ کالج میں میں نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتا تھا اور کالج کی فزکس سوسائٹی کا جنرل سیکرٹری اور کالج کے میگزین کی ادارت بھی میرے پاس رہی۔

سوال: آپ کا پسندیدہ لفظ؟

جواب: اللہ۔

سوال: آپ کا پسندیدہ لیڈر؟

جواب: جان کائنات امام الانبیا رسول پاک ﷺ

سوال: آپ کی پسندیدہ کتاب؟

جواب: قرآن پاک اور سیرت نبوی ﷺ پر لکھی جانے والی کتابیں۔

سوال: پسندیدہ پھول؟

جواب: گلاب اور چنبیلی۔

سوال: پسندیدہ خوراک؟

جواب: جو مل جائے کھا لیتا ہوں اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں۔

سوال: پسندیدہ لباس؟

جواب: سفید کرتا شلوار۔

سوال: اخبارات کس حد تک پڑھتے ہیں اور کون سا اخبار پسند ہے؟

جواب: وقت مل جائے تو اخبارات پڑھ لیتا ہوں سب میں خبریں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں اس لیے کوئی اخبار پسندیدہ نہیں۔

سوال: آپ نے کن کن ممالک کا سفر کیا اور کون سا سفر یادگار ہے؟

جواب: حصول علم اور اپنے پیشہ (میڈیکل کی وجہ سے یورپ کے مختلف ممالک میں بھی جانے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے اور مختلف کورسز مکمل کرنے سمیت انڈیا، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں گیا لیکن در نبی ﷺ پر پہلی بار جب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور مسجد نبوی شریف میں حاضری، بیت اللہ شریف کا طواف اب بھی نگاہوں کے سامنے ہے یہی سفر زندگی کا یادگار ہے۔

سوال: آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے، پاکستان کو کوئی ایسا حکمران جو آپ کو پسند تھا؟

جواب: گہرا سانس لیتے ہوئے ایسا کوئی حکمران نہیں جو میرے دل کو بھایا ہو۔

سوال: آپ کے نزدیک زندگی میں کامیابی کا راز کیا ہے؟

جواب: کامیابی کا راز صرف اور صرف اتباع رسول پاک ﷺ میں ہے، رسول پاک ﷺ اسوہ حسنہ ساری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ عمل اور منشور زندگی ہے، آپ ﷺ سے تعلق مضبوط بنا کر ہی دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

سوال: آپ نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت کب حاصل کی؟

جواب: ایف ایس سی کے بعد جب میڈیکل کالج بہاولپور میں زیر تعلیم تھا تو اس دوران ایک سال دو ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی۔

سوال: آپ نے پاکستان سمیت بیرون ممالک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، پھر پاک فوج میں بھی اعلیٰ عہدے پر فائز رہے تو آپ کا روحانیت کی جانب سفر کیسے شروع ہوا؟

جواب: اس تبدیلی کو آپ خدا بزرگ برتر کا فضل اور رسول پاک ﷺ کی نگاہ ناز کا صدقہ اور میرے مرشد کریم کی توجہ قرار دے سکتے ہیں، ہمارے گھر کا ماحول الحمدللہ مذہبی تو تھا ہی اور ہمارا خاندان پیروں فقیروں سے عقیدت رکھنے والا تھا اور گھر کے ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا اور زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے روز ٹائم ٹیبل بناتا مگر "من کی" ایک پیاس تھی جو بجھتی نہیں تھی، پیاس تھی کہ زندگی کو اتباع رسول بسر

کرنے کی سعادت میسر آجائے، اسی دوران میرا تبادلہ کراچی شفاء ہسپتال میں ہو گیا اور میرے والد محترم ریٹائرمنٹ کے بعد کمر کی تکلیف میں مبتلا ہوئے تو ڈاکٹر سے میں نے مشورہ کے بعد آپریشن کا فیصلہ کیا اور میں نے ساتھ ہی منت مانی کہ اگر والد گرامی کا آپریشن کامیاب ہو گیا تو ان کے ساتھ عمرہ کرنے جاؤں گا، آپریشن میں ابھی وقت تھا کہ میں ایک رات خواب دیکھتا ہوں کہ میرے والد گرامی ٹھیک ہیں اور وہ صحیح چل رہے ہیں، علی الصبح ان کا فون بھی آگیا اور انہوں نے بتایا کہ میں ایک بزرگ باباجی کی دعا سے ٹھیک ہوں اور آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں جس پر میں نے کہا کہ ابا جی! یہ سائنس کا زمانہ ہے اور آپ اب بھی پیروں فقیروں کی بات کرتے ہیں جس پر انہوں نے کہا کہ پتر! میں پولیس میں رہا ہوں اور آدمی کو دیکھتے ہیں پہچان لیتا ہوں تم آؤ گے تو تمہاری ملاقات بھی بزرگ سے کراؤں گا جن کی دعا اور نظر کرم سے میں ٹھیک ہوا ہوں۔ میں جب چند دن بعد چھٹی لے کر فیصل آباد گیا تو میرے والد گرامی مجھے کالا شاہ کاکو کے قریب راوی ریان شریف میں حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہٗ کے پاس لے گئے اس وقت ماہ رمضان کی وجہ سے وہ اعتکاف میں تھے حضرت صاحب سے جب میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے دیکھ کر میرے ابا جی سے کہا کہ آپ نے اسے کہاں چھپا رکھا تھا اور مجھے فرمایا کہ محفل میں ذکر لینا میں نے کہا کہ مجھے ذکر والا چاہیے۔ اس کے بعد مجھے پروگرام بنانے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی جو سوچتا تھا وہ ہو گیا اور من کی پیاس بجھ گئی۔ اپنے پیر و مرشد سے ملاقات کا تذکرہ جاری رکھتے ہوئے پیر ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی کہنے لگے پھر حضرت والاشان سے سلسلہ کے اسباق لیے اور ایک دن حضرت نے فرمایا کہ باڑہ شریف میں بڑے حضرت صاحب کی زیارت کے لئے جانا ہے۔ میں چھٹی لے کر پشاور سے اپنے حضرت صاحب کے ہمراہ باڑہ شریف پہنچا تو پہلی ہی ملاقات میں بڑے حضرت صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ:

''لوگ مرید ہوتے ہیں آپ مراد ہو''

پھر ان کے آستانہ کرم پر حاضری کا سلسلہ تسلسل سے جاری رہا۔ اپنی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس دوران مجھے ایک کورس کے لئے برطانیہ

جانا پڑا۔کورس کے بعد راولپنڈی سی ایم ایچ میں ڈیوٹی لگ گئی اور پھر ہر ہفتہ ہی بار بار شریف جا کر اپنی پیاس بجھاتا۔اسی دوران ایک عجب واقعہ رونما ہوا کہ مجھے حکومت کی جانب سے سعودی عرب بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا جب میں نے یہ بات اپنے بڑے حضرت صاحب (سرکار) کو بتایا کہ میں چند سالوں کے لئے ڈیوٹی پر سعودی عرب جا رہا ہوں، سرکار نے فرمایا کہ دوست کا دور جانا مجھ پر بھاری ہے تم نہ جاؤ اللہ سب ٹھیک کرے گا میں حیران تھا کہ میں سعودی عرب جانے کے بارے میں کیسے انکار کروں۔ایک تو پاک آرمی میں ہوں اور دوسرا میرے کیریئر کا معاملہ ہے لیکن میرے مرشد کریم کی زبان سے نکلی ہوئی بات اللہ بہتر کرے گا کچھ ایسے انداز میں پوری ہوئی کہ اگلی صبح مجھے لیفٹیننٹ جنرل کا فون آیا کہ آپ نے جو کورس کیا ہوا ہے کیا کسی اور نے بھی پاکستان میں کیا ہے تو میں نے کہا کہ نہیں سر تو انہوں نے کہا کہ تو پھر آپ کیوں جا رہے ہو؟ آپ کا باہر بھیجنے کا فیصلہ ملک سے وفاداری نہیں اسی کشمکش میں دو تین روز گزر گئے ۔ایک دن سی او نے مجھے کہا کہ اگر آپ اوپر کمپلینٹ نہ کریں تو ہم آپ کو کہیں اور ایڈجسٹ کر دیتے ہیں اور سعودیہ نہیں بھیجتے اور یوں میں نے نہ بھی نہ کی اور میرا سعودیہ جانے کا پروگرام بھی بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

سوال: اپنے مرشد کریم کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کے بارے میں قارئین کی تشنگی دور کرنے کے لئے یادوں کے بند دریچوں کو کھولنا پسند کریں گے؟

جواب: حضرت صاحب سے ملاقاتیں ان کی نظر کرم اور محبت و شفقت میری زندگی کا اثاثہ ہے سرکار نے فرمایا تھا کہ اللہ نے تمہیں چن لیا ہے بس تم اللہ کا ذکر عام کرو اور اس کے بعد میں جہاں بھی حتیٰ کہ بیرون ممالک بھی گیا اللہ نے کرم کیا اور ذکر لینے والوں کو بھیج دیا، یو۔کے اور امریکہ میں ریسرچ کیلئے گیا وہاں بھی مرشد کریم کی نگاہ کے صدقے اللہ نے کرم کیا اور اب وہاں متعدد شہروں میں ذکر کیا جا رہا ہے۔میں آرمی کے جس ہسپتال میں بھی بطور سینیئر سپیشلسٹ ڈیوٹی دیتا رہا۔خواتین مجھے دیکھ کر کہتی تھیں کہ بچہ بیمار ہے سر آپ چاہے چیک نہ کرو بس اسے ہاتھ لگا دو یہ ٹھیک ہو جائے گا، تمام ہسپتالوں میں ایک ہجوم سا لگا رہتا تھا۔آرمی میں بھلا یہ امور کب پسند کئے جا سکتے تھے اور مجھے پری میچور ریٹائرمنٹ پر بھیج

دیا گیا۔ ریٹائرمنٹ کی خبر جب حضرت والاشان مرشد کریم کو ملی تو فرمانے لگے کہ فقیر کو سب معلوم ہے تمہیں رہائی مبارک ہو۔ خوب دل جمی سے دین کا کام کرو۔ آرمی سے ریٹائرمنٹ کے بعد ملک کے مختلف اداروں، یونیورسٹیز اور ہسپتالوں سے مجھے ملازمت کی آفرز آنے لگیں تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب تم نوکری نہ کرو۔ اس دوران مجھے خیال آیا اور میں رویا بھی یا اللہ مخلوق سے نکل کر تیری طرف آیا ہوں کیا اب پھر مخلوق کی جانب جاؤں، خیال پر مرشد نے فرمایا تم زمین لے لو اور جو ریٹائرمنٹ کے بعد تمہیں پیسہ ملا ہے اس سے اللہ کا گھر بناؤ، جو حکم میں نے بخوشی قبول کیا۔

سوال: آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر یہاں .... مسجد و مدرسہ بنایا۔ پراجیکٹ کے لئے وسائل کہاں سے آئے کیا آپ نے چندہ کی اپیلیں کی تھیں؟

جواب: الحمدللہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر ریٹائرمنٹ کے بعد ملنے والے پیسوں سے کی اور ایک روپیہ بھی کسی سے چندہ نہیں لیا جب مسجد تعمیر ہو رہی تھی تو اس دوران میں پشاور میں ملٹری ہسپتال میں بحیثیت سینئر سپیشلسٹ مریضوں کو دیکھتا اور ایک دن میں تین چار سو مریضوں کو دیکھتا پھر جو پیسے ہوتے وہ ہفتہ وار آکر مسجد کے لئے دے جاتا اور یوں اللہ کا گھر تعمیر ہوا اور اب یہاں پر ایک بہترین درسگاہ بھی قائم ہے۔ لوگ محبت سے آجاتے ہیں انہیں ذکر مل جاتا ہے یہی اللہ کا نظام ہے۔

سوال: مسجد اور خانقاہی نظام کا دورِ جدید میں کیسا کردار ہونا چاہیے کیا آپ موجودہ کردار سے مطمئن ہیں یا مزید تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟

جواب: درس و تدریس کے نظام کو اثر حاضر کے چیلنجز کے مطابق ڈھالنے کے لئے خاندانی بنیادوں پر اقدامات کرنا ہوں گے۔ اپنی توجہ عقائد سمیت اصلاح امت کی جانب مرکوز کرنی ہے، قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کر کے ہی معاشرے میں پائی جانے والی بے چینی کو دور کیا جا سکتا ہے۔ خانقاہی نظام کو ٹھوس بنیادوں پر مضبوط کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ عقائد کا تعلق خانقاہوں سے ہے جب تک عقائد مضبوط نہیں ہوں گے موثر کردار ادا نہیں ہو سکتا، خانقاہوں کو تربیتی نظام وضع کرنا ہوگا، خانقاہی

نظام میں تربیت کا ہونا کہیں کہیں دیکھا ہے۔قبلہ سید ریاض حسین شاہ کے ادارہ میں ایمز کا تربیت کا موثر نظام دیکھ کر قلبی سکون ملتا ہے اسی طرح اندرون سندھ میں بھی تربیتی نظام کہیں کہیں دیکھا ہے۔

سوال: قبلہ شاہ جی سے آپ کی محبت وعقیدت محسوس کی جاسکتی ہے اس عقیدت پر کیا آپ روشنی ڈالنا پسند کریں گے؟

جواب: قبلہ شاہ جی سے محبت وعقیدت اللہ رسول کے لئے ہے۔شاہ جی عالم باعمل اور پیکر اخلاص ہیں جن کا دل اہل سنت کے لئے دھڑکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شاہ جی ہمارے دلوں میں دھڑکتے ہیں۔ان کے پاس بیٹھ کر بہت کچھ سیکھا ہے اور سیکھنے کا عمل جاری ہے،شاہ جی جیسا درد اللہ اہل سنت کی دیگر قیادت کو بھی دے۔

سوال: آپ نے ابھی فرمایا کہ شاہ جی اہل سنت کا درد رکھتے ہیں تو اہل سنت کی دیگر قیادت کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے کیا ان کے ہاں اہل سنت کا درد نہیں؟

جواب: اہل سنت کے پاس قیادت کا فقدان نہیں صرف اخلاص اور درد کی کمی ہے۔شاہ جی جیسا درد اگر اہل سنت کی دیگر قیادت میں آجائے تو اہل سنت کی منزل قریب تر ہو جائے اور کوئی ہماری صفوں میں گھس بیٹھیا ہی داخل نہ ہو سکے سب کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ سب کو اخلاص اور اہل سنت کا درد عطا کرے۔

سوال: آپ کی زندگی کے یادگار اجتماعات کون سے ہیں اور لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانگ مارچ بارے آپ کے کیا احساسات ہیں؟

جواب: حضرت صاحب کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے عرس مبارک کے اجتماعات یادگار ہیں اور پھر توہین آمیز خاکوں اور گستاخانہ فلم کے خلاف راولپنڈی تا کراچی لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ یادگار ہیں،لانگ مارچ کو دیکھ کر احساس ہوا کہ اہل سنت میں اب بھی جذبہ ہے اور اخلاص مندی ہے،صرف قیادتوں کو بیکر اخلاص ہونے کی ضرورت ہے۔راولپنڈی سے کراچی تک کا طویل ترین سفر اور دن میں مسلسل 20.20 گھنٹوں کا بسوں ویگنوں میں سفر،نیند کی مسلسل کمی کے باوجود ہزراوں شرکاء لانگ مارچ کے چہروں

پر تھکن کے کوئی آثار نہیں تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ شرکاء مارچ نے ابھی سفر کا آغاز کیا اور پھر اتنے طویل سفر میں نمازوں کی پابندی، درود وسلام کا ورد، ذکر نبی ﷺ کی بہاریں شرکاء کا جوش وخروش اس بات کا ثبوت تھا کہ شرکاء لانگ مارچ پر کرم ہی کرم ہے ورنہ اتنے طویل اور کٹھن سفر کے بعد تھکاوٹ، نیند کا غلبہ فطری عمل ہے لیکن یہاں پر تو صرف جوش تھا، جذبہ تھا۔ لانگ مارچ مدتوں یاد رکھا جائے گا اور لانگ مارچ کے دوران وہ لمحہ مجھے کبھی نہیں بھولتا جب کراچی میں شرپسندوں نے شرکائے لانگ مارچ پر گولیوں کے برسات برسادی تو شرکائے لانگ مارچ نے اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر نہ صرف نظم ضبط برقرار رکھا بلکہ لانگ مارچ کی قیادت کرنے والی شخصیات کی گاڑیوں کو گھیرے میں لے کر حصار بنالیا۔ لانگ مارچ تو بظاہر M.A جناح روڈ پر اختتام پذیر ہوگیا لیکن شاہ جی کی قیادت میں عالمی سطح پر شرکائے لانگ مارچ نے پیغام پہنچادیا کہ ناموس رسالت ﷺ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اس وقت تک جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک سوئے ہوئے بے ضمیر مسلم حکمران بیدار نہیں ہوجاتے۔

سوال: لانگ مارچ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: تحفظ ناموس رسالت کے لئے عملی طور پر کچھ کرنے اور مؤثر احتجاج کرنا ہم سب پر قرض تھا اور لانگ مارچ کی صورت میں علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اس قرض کو ادا کیا، لانگ مارچ سے قبل میرے کچھ تحفظات تھے کہ لانگ مارچ کوئی سیاسی مقاصد تو نہیں جس پر میں نے شاہ جی سے ملاقات کرتے ہوئے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو شاہ جی نے اپنی پرنم آنکھوں سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب لانگ مارچ کا کوئی سیاسی مقصد نہیں یہ صرف اور صرف حضور ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے لئے کر رہے ہیں اور یہی یک نکاتی ایجنڈا ہے کوئی ساتھ دے یا نہ دے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے میں اکیلا ہی راولپنڈی سے کراچی تک لانگ مارچ کروں گا، شاہ جی کی جانب سے اس عزم کے اظہار کے بعد میں نے ان سے کہا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے شاہ جی آپ اکیلے نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور قیامت تک آپ کے ساتھ رہیں گے کہ ہماری زندگیاں حضور کی امانت

ہیں۔لانگ مارچ کے بارے میں میں اتنا ہی کہوں گا کہ قوم میں جذبہ ہے:

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

سوال: آج دنیا بھر میں مسلمان مصائب و مشکلات کا شکار ہیں اور مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں جس سے ان کی اجتماعی قوت ریزہ ریزہ ہو چکی ہے اس کی آپ کی نظر میں کیا وجہ ہے؟

جواب: عالمی سطح پر امت مسلمہ کے مصائب و مشکلات کی وجہ آپ ﷺ سے دوری ہے۔آپ سے تعلق اگر امت آج بھی مضبوط بنا لے تو وہ عظمت کی بلندیوں پر فائز ہو سکتی ہے۔آج یہ کسی المیہ سے کم نہیں کہ ہم من حیث القوم ادھورے پن کا شکار ہیں اور ادھورا پن ہی کامیابی سے دور رکھتا ہے اور ساتھ ساتھ ہماری اپنی صفوں میں گھس بیٹھے ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں جو اپنے مفادات کے لئے امت کو متحد نہیں ہونے دیتے۔

سوال: اہل سنت ملک میں غالب اکثریت ہیں مگر اتحاد اہل سنت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو رہا اس کی راہ میں کون سے عوامل رکاوٹ ہیں؟

جواب: بہت اہم سوال ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتحاد کی راہ میں ہم خود رکاوٹ ہیں، رسول پاک ﷺ کی ذات بابرکات سے تعلق کی کمزوری ہی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ہے اور ہم والضحیٰ کا چہرہ اقدس دیکھنے کے بجائے دوسروں کی جانب دیکھ رہے ہیں اور بعض قیادتوں نے مفادات کی ''چوسنیاں'' منہ میں لی ہوئی ہیں جب تک ان چوسنیوں کو منہ سے نکال کر پھینکا نہیں جاتا اس وقت تک اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

سوال: اہل سنت کو متحد کرنے کی بجائے بعض اکابرین دوسرے مکاتب فکر سے اتحاد کیے ہوئے ہیں۔اس بارے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: سرد آہ بھرتے ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ سوال تو آپ ان ہی سے پوچھیں جو غیروں سے پیار کی پینگیں بڑھاتے ہوئے اتحاد قائم کیے ہوئے ہیں۔عزت و وقار اپنوں سے ہوتا ہے غیروں کو گلے لگانے سے نہیں۔اب بھی وقت ہے کہ اپنوں میں واپس لوٹ آیا جائے اور دوسروں کے ساتھ مشابہت کی بجائے اپنوں سے تعلق جوڑ کر اتحاد کی راہ

ہموار کی جائے ۔قوم اتحاد کی راہ میں اٹھنے والے ہر قدم کی منتظر ہے۔ ہمیں اپنی ذات کے خول سے نکل کر اور مفادات کی چوسنیاں منہ سے نکال کر باہر پھینکنی ہوں گی۔

سوال: لانگ مارچ کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر کیا ہے اور اس کے ثمرات کیا مرتب ہوئے؟

جواب: تحفظ ناموس رسالت کے لئے ملکی تاریخ کے طویل ترین لانگ مارچ کرنے کا اعلان ایک جرأت مندانہ فیصلہ تھا جس پر ہم علامہ سید ریاض حسین شاہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں ۔لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کی شکل میں شاہ جی نے ایک بیج بویا ہے جس کے ثمرات ملنا شروع ہو گئے ہیں حالانکہ ابھی فصل پکنا باقی ہے لانگ مارچ جو جان کائنات رسول پاک ﷺ کے ناموس کے لئے۔

سوال: حکومت نے جو یوم عشق رسول منایا اس پر آپ کیا تبصرہ کرنا پسند کریں گے؟

جواب: حکومت نے یوم عشق رسول منانے کا اعلان تو کیا لیکن کیا حکومت نے 14۔ اگست، 6 ستمبر کی طرح اس دن کو منایا۔ پوری قوم اگر صرف پانچ منٹ حضور ﷺ کی خاطر سڑکوں پر کھڑی ہو جاتی تو دنیا بھر میں ایک مؤثر پیغام جاتا لیکن یہاں بھی گھس بیٹھیوں نے واردات ڈالی، یو این او میں صدر نے ایک بات کی 57۔اسلامی ملک اگر کھڑے ہو جاتے تو آج صورتحال کچھ اور ہوتی لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ 57۔ میں سے 6۔ اسلامی ملک ہیں، 16 اس لئے اسلامی ہیں کہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہماری حضور ﷺ سے کمٹمنٹ کمزور ہے اسلام ہم سے اور ہم اسلام سے شرمندہ ہیں ۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم حکمرانوں سمیت پوری مسلم امہ نبی کریم ﷺ سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائے۔

سوال: شریعت کا طریقت سے کیا تعلق ہے؟

جواب: طریقت شریعت کا راستہ ہے طریقت اور شریعت کوئی الگ الگ نہیں طریقت راستہ ہے شریعت کو اپنانے کا۔آج یہ بات باعث افسوس ہے کہ ہم اصل مرض پہچانے بغیر صرف علامت کا اعلاج کرتے ہیں۔ مرض پر توجہ نہیں دی جاتی اصل مرض کا علاج کرنا ہی طریقت ہے۔

سوال: آپ کی زندگی کا خوشگوار ترین دن کون سا ہے؟

جواب: جس دن حضرت صاحب سے بیعت ہوا یا پھر درِ حبیب ﷺ پر پہلی بار حاضری کی سعادت یہی دن میری زندگی کے خوشگوار اور یادگار ترین ہیں۔

سوال: کوئی ایسی خواہش جو پوری نہ ہوئی ہو اور کوئی خواہش جو پوری ہو جائے؟

جواب: الحمدللہ کوئی ایسی خواہش نہیں جو پوری نہ ہوئی ہو اب تو صرف اللہ کا ذکر اور محبت رسول ﷺ کو عام کرنا اور شریعت کا پیغام دینا ہی زندگی کا مقصد ہے۔

سوال: دورِ جدید میں نوجوان نسل کی رہنمائی کیسے کی جا سکتی ہے اور کے آپ سمجھتے ہیں کہ نوجوان نسل دین سے دور ہو رہی ہے؟

جواب: نوجوان نسل کی رہنمائی کے لیے علماء و مشائخ عظام کو ہنگامی بنیادوں پر اقدمات کرنے ہوں گے۔ نوجوان نسل کسی بھی ملک وقوم کا سرمایہ ہوا کرتے ہیں۔ آج ہمارا نوجوان مغرب کی تقلید میں اپنے عالی اخلاقی اقتدار سے دور ہوتا جا رہا ہے، لیکن نوجوان نسل سے میں اب بھی مایوس نہیں۔ ان کے اندر صحیح بنیادوں پر تربیت کی جائے تو معاشرے میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ ہر مسجد اور خانقاہ کے ساتھ مدارس کا مضبوط نیٹ ورک قائم کیا جائے اور نوجوان نسل کو اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں سے روشناس کروانے کے لیے نصاب تعلیم میں بھی تبدیلیاں لائی جائیں۔ مسجد سے بڑا کوئی پلیٹ فارم نہیں مسجد کے نظام کو ہی منظم کرنا ہوگا۔

سوال: ذکر بالجہر اور ذکر خفی کے بارے میں آپ کا کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب: ذکر من کی میل اور گندگی کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے اور اللہ کا ذکر کرنے سے ہی اللہ کا قرب ملتا ہے۔ ذکر بالجہر اور ذکر خفی ہر سلسلے کے اپنے وظائف ہوا کرتے ہیں۔ مجھے سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر بالخفی زیادہ پسند ہے۔

سوال: آپ کو دیہاتی زندگی زیادہ پسند ہے یا شہری؟

جواب: زندگی شہر کی ہو یا دیہات کی اس کا کوئی مقصد ہونا چاہیے۔ ہماری زندگیوں کا مقصد دین کی سرفرازی ہونا چاہیے۔ ویسے آپ نے پوچھا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ

دیہاتی زندگی پسند ہے۔اس میں خالص پن اور محبت ہوتی ہے۔

سوال: پاکستان میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی انتہا پسندی کے اسباب کیا ہیں۔اور اس کا سدباب کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: امریکہ میں توہین آمیز خاکے اور توہین آمیز فلم کی نمائش اس وقت کی سب سے بڑی دہشت گردی ہے اور امریکہ سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کے تانے بانے غیر ملکی بیرونی قوتوں سے ملتے ہیں۔دہشت گردی کے خاتمے کے لیے تمام تر مصلحتوں سے بالاتر ہو کر آپریشن کیا جائے اور دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں کو گرفتار کر کے نشان عبرت بنایا جائے۔غیر ملکی قوتوں کے ایجنٹ ایک منظم سازش کے تحت مذہبی بنیادوں خانہ جنگی پھیلانا چاہتے ہیں۔موجودہ دہشتگردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور نبی کریم ﷺ سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائے جائے اور ہر مکتبہ فکر اپنی صفوں سے گھس بیٹھیو کو باہر نکالے۔دہشت گردوں کا کوئی مذہب اور ملک نہیں ہے۔دہشت گرد اسلام اور پاکستان کا دشمن ہے۔مٹھی بھر دہشت گردوں کے خلاف پوری قوم سیسہ پلائی دیوار بن جائے۔

سوال: آپ قوم کو دلیل راہ کے توسط سے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: دلیل راہ کے توسط میں اتنا ہی کہوں گا کہ جان کائنات فخر موجودات امام الانبیاء رسول پاک ﷺ سے اپنی محبت و غلامی کے رشتے کو مضبوط بنایا جائے کہ ایمان کی بنیاد محبت رسول ہے۔ذکر الٰہی کو زندگی کا معمول کا حصہ بنانے سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے کو زندگی کا معمول بنایا جائے۔قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت نماز پنجگانہ کی پابندی سمیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔عقائد اہل سنت کو عام کیا جائے۔حضور ﷺ کی محبت اور غلامی کو ہی زندگی کا نصب العین بنا کر اتباع سنت میں زندگی بسر کرنے کا عزم کیا جائے۔


ایم کے فین
M. K. FAN
Dhodak Industries (Regd) Shadiwal Road, Gujrat. Ph: 514268, 520253

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

حسن ترتیب

گستاخیٔ رسالت ناقابلِ برداشت

(حیرت انگیز واقعات)

علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی

وضاحت کر نہیں سکتا، مگر آواز دیتا ہوں
کہ اس کرب و بلا میں سخت جانوں کی ضرورت ہے
کہاں ہیں سید الکونین ﷺ کی امت کے دیوانے؟
کہ ناموسِ نبی ﷺ کے پاسبانوں کی ضرورت ہے

سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی عزت و ناموس پر اگر ذرہ برابر بھی حرف آ جائے تو یہ نہ تو کائنات کو گوارا ہے اور نہ ہی خود رب کائنات کو گوارا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی ناموس رسالت پر تھوڑی سی بھی آنچ آنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا بدلہ لیا اور ساری دنیا گستاخ رسول کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ انسان تو انسان کائنات کی ہر چیز جمادات، نباتات، حیوانات نے بھی اس سرکش کا گھیرا تنگ کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے یہ وعدہ کر لیا ہے۔

ان شانئك هو الابتر اے حبیب! بے شک آپ کا دشمن بے نام و نشان ہے۔

یہ آیت بڑی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہے کہ دنیا میں جب کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی حرمت کے خلاف کوئی بات ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنے قوانین فطرت کے مطابق خود ہی ناموس رسالت کو تحفظ فراہم کرے گا اور گستاخ رسول کو نیست و نابود کر دے گا۔۔ یہی آج تک ہوتا چلا آیا ہے اور یہی ہوتا رہے گا۔۔ عظمت مصطفی کے جھنڈے چہار سو لہراتے رہیں گے اور رفعت مصطفی کے مناظر چشم فلک دیکھتی رہے گی۔۔۔ مگر یاد رہے کہ ناموس رسالت

کا تحفظ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، وہاں اپنی مخلوق کو بھی اس امر کا پابند کیا ہے کہ اس کے حبیب کے گستاخ کو سکھ کا سانس نہ لینے دے اور جہاں کہیں بھی موقع ملے گستاخ کا سر قلم کر دے۔

گستاخی تیری شان میں یہ دم ہے کس شیطان میں:

علامہ ابن تیمیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں بیان کرتے ہیں:

''لاتعداد علم وفقہ سے بہرہ منداور آزمودہ کار مسلمان راویوں نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شام کے ساحل پر واقع قلعوں اور شہروں کے محاصرے کے دوران جو زبردست بات دیکھنے میں آئی اور متعدد بار آزمائی گئی وہ یہ تھی کہ بسا اوقات کسی قلعے یا شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہمیں مہینہ مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر جاتا مگر وہ قلعہ یا شہر فتح ہونے کا نام نہ لیتا۔ حتیٰ کہ ہم فتح کی امید قریب قریب کھو چکے ہوتے۔ پھر اگر ہمیں کبھی پتہ چلتا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی توہین کے مرتکب ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ کی عزت و ناموس کے متعلق کوئی گستاخی کر بیٹھے ہیں تو صورتحال ہمارے حق میں تبدیل ہونے لگتی۔ ان کا مفتوح ہو جانا ہمیں بہت قریب نظر آنے لگتا، قلعہ کا زیر ہونا دن دو دن کی بات رہ جاتی۔ ہمیں بھرپور فتح ملتی اور دشمن کا خوب ستیاناس ہوتا۔ ان راویوں کا کہنا ہے: یہ بات ہماری اس قدر آزمودہ رہی کہ جب کبھی بھی ان بدبختوں کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں زبان درازی کرتے سنتے تو اگرچہ اس کو سن کر ہمارا خون کھول رہا ہوتا مگر ہم اس کو فتح کی بشارت سمجھتے۔

علامہ مزید لکھتے ہیں ''ایسی ہی روایت مجھ سے ثقہ راویوں نے مغرب (شمالی افریقہ و اندلس) کی بابت بیان کی کہ وہاں بھی مسلمانوں کو نصاریٰ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا رہا ہے۔'' (الصارم المسلول، ج:۲،ص: ۲۳۳۔۲۳۴)

میرا سب کچھ گنبد خضرا کل بھی تھا اور آج بھی ہے: جاوید چوہدری لکھتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ مجھ سے ایک یورپی سکالر نے عجیب سوال پوچھا''اس نے کہا میں ایسے بے شمار روشن خیال اور لبرل مسلمانوں کو جانتا ہوں جو شراب پیتے ہیں، جوا کھیلتے ہیں، غیر فطری تعلقات کے حامی ہیں، تیس تیس برس سے یورپ میں رہ رہے ہیں اور جو ہم جیسے ہیں۔لیکن جب ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے ردِعمل اور ایک کٹر مولوی کے ردعمل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ایسا کیوں ہے، ہم اس بات پر حیران ہیں؟''۔۔۔ معلوم ہوا کہ عشق رسالت مسلمان کے خمیر میں گندھا ہوا ہے۔مسلمان انتہائی برا ہو سکتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام مسلمان کی زندگی کا وہ موڑ ہیں جہاں پہنچ کر وہ زندگی اور موت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا ہے اور اس موڑ پر عموماً سو فیصد مسلمان شہادت کا فیصلہ کرتے ہیں۔یورپ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔اسے کیا معلوم کہ جس دن اللہ اکبر کی پہلی صدا مسلمان کے کان میں پہنچتی ہے تو وہ اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نبی رحمت ﷺ کی امانت سمجھتا ہے اور پوری زندگی کسی کذاب، کسی راج پال کا تعاقب کرتے گزار دیتا ہے۔عشق کے اس امتحان میں موت پانی کے ایک گھونٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔کیونکہ مسلمان سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی ذات ان کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی نہیں ہو جاتی وہ مسلمان کہلانے کے بھی حقدار نہیں۔''

وحی الٰہی سے تعلق توڑ لینے والے ان ناپاک لوگوں کو کون سمجھائے کہ ایک محمد ﷺ ہی تو ہیں جن پہ ساری انسانیت اور ساری کائنات فخر کرتی ہے۔

اسی طرح ایک یہودی سکالر کے ساتھ ہونے والے اپنے مکالمہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔۔۔یہودی سکالر مجھ سے کہنے لگا کہ میں جارڈن کا یہودی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔میں نے پوچھا:''آپ اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں؟''وہ شرما گیا، تھوڑی دیر سوچ کر بولا:''میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں۔''میں نے قہقہہ لگایا اور اس سے پوچھا:''تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی؟''اس نے کافی کا لمبا گھونٹ لیا اور بولا:''میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں۔''میں نے پوچھا:''تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ کیا ہے؟''اس نے لمبا

سانس لیا، دائیں بائیں دیکھا، گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا: ''میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔'' یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا۔ میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ بولا: ''میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے جب بھی اٹھے اور جب بھی لپکے تو اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ آپ ان کی مسجدوں پر قبضہ کر لیں، آپ ان کی حکومتیں ختم کر دیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ ان کا خاندان مار دیں، یہ برداشت کر جائیں گے لیکن آپ ان کے رسول ﷺ کا نام غلط لہجے میں لیں گے تو یہ تڑپ اٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون وہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے۔'' میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بولا: ''میری فائنڈنگ ہے جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول ﷺ کی محبت نہیں رہے گی اس دن اسلام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر آپ اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کا رسول نکالنا ہوگا۔'' اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اٹھایا، کندھے پر رکھا، سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں۔ میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے۔ جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی اس دن ہم میں اور عیسائیوں، یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔''

سچ فرمایا تھا علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے:

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں   ہست حبِ رحمۃ للعالمیں

گستاخیٔ رسالت کی وضاحت: علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا آپ کی ذات،

نسب، دین اور عادت وصفت سے کسی نقص کی نسبت کی، یا آپ پر طعنہ زنی کی یا بطریق دشنام اہانت وتحقیر کی یا آپ ﷺ کو کسی بری چیز سے تشبیہ دی۔۔ایسا شخص حضور ﷺ کو صراحتاً گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔۔ہم اس حکم میں قطعاً کسی بھی قسم کا کوئی استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس حکم میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ رکھتے ہیں۔توہین خواہ صراحتاً ہو یا اشارتاً یا کنایۃً۔اور اس پر عہد صحابہ سے لے کر آج تک سب علماء امت اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔(الصارم المسلول)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی گستاخی کو برداشت نہ کیا:

تحفظ ناموس رسالت ﷺ اللہ تعالیٰ کو کس قدر عزیز ہے؟......ملاحظہ کیجیے۔

ایک روز سلطان دو عالم ﷺ نے قریش مکہ کے ہجوم کو بلایا، پہلے اپنے کردار کے بارے میں دریافت کیا۔جب بدترین مخالفین نے بھی آپ ﷺ کو امین اور صادق تسلیم کرلیا تو پھر انہیں توحید خداوندی اور اپنی رسالت کا سرمدی پیغام سنایا۔۔بس پھر کیا تھا، آپ کے چند جاں نثاروں کے علاوہ پورا مجمع آپ پر آوازیں کسنے لگا۔جن میں سے بدترین آواز آپ کے بدبخت چچا ابولہب کی تھی۔جس نے ذلت کی انتہا کو چھو کر کہا:"تو برباد ہو، کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔"

ابولہب کی اس دریدہ دہنی اور ذلیل طرز گفتگو نے زمین وآسمان کو لرزا دیا، کرسی وعرش کپکپا اٹھے۔اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس بدبخت اور گستاخ کی مذمت میں ایک پوری سورۃ نازل فرمادی۔

تبت یدا ابی لھب و تب

یعنی ابولہب کے وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، جن کی انگلی سے اس نے میرے محبوب کی طرف اشارہ کیا تھا۔اور وہ خود بھی تباہ و برباد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس درجہ سخت انداز میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اس کی

مثال نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابولہب اور اس کے خاندان پر ابدی اور دائمی لعنتوں کے سلگتے ہوئے پتھر برس رہے ہوں۔

یہ زمانۂ نبوت کا وہ واحد کافر ہے جس کا نام قرآن میں آیا ہے۔ کیونکہ عام کافر اور گستاخ کافر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گستاخ کافر کا نام لے کر واضح فرمادیا کہ اس کا عذاب رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں کی تاک میں ہے۔

مذاق اڑانے والے پانچ گستاخوں سے اللہ تعالیٰ کا انتقام:

علامہ ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ قریش کے پانچ بڑے سرکش سرداروں نے جب حضور اکرم ﷺ کو حرم شریف میں اذیت پہنچائی اور آپ کا مذاق اڑایا تو آپ ﷺ دل برداشتہ ہوئے اور آپ کی زبان مبارک سے دعاء ضرر کے الفاظ نکلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بھڑک اٹھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور اللہ کا پیغام آپ ﷺ کے گوش گزار کیا:

فاصدع بما تومروا عرض عن المشرکین. انا کفیناک المستھزئین.

"اے اللہ کے رسول! جو حکم دیا جارہا ہے اسے کھول کر سنا دو، اور مشرکین کی زیادتیوں کو نظر انداز کرو، بے شک ہم خود ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔"

یہ آیتیں گویا ان پانچ بدبختوں کے لیے اعلان ہلاکت تھیں۔۔۔ ولید بن مغیرہ کو یہ سزا ملی کہ جب وہ خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گذرا تو ناگہانی طور پر اس کا تیر اس کو لگ گیا اور اس کے ہاتھ کی رگ کٹ گئی۔۔۔ اسود بن عبدالمطلب کو یہ سزا ملی کہ وہ درخت کا کانٹا چبھ جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اندھا ہوگیا۔۔۔ اسود بن عبد یغوث کو یہ سزا ملی کہ اس کے سر میں پھنسیاں نکل آئیں جن سے وہ مرگیا۔۔۔ حارث بن عیطل کو یہ سزا ملی کہ اس کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا، منہ سے پاخانہ آنے لگ گیا اور وہ اسی سے مرگیا۔۔۔ عاص

بن وائل کو یہ سزا ملی کہ اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا، اس کا زخم پورے پاؤں میں پھیل گیا جس سے وہ مر گیا۔ (المعجم الاوسط)

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ سے محبت اور گستاخ کے خلاف غیرت کا اندازہ کرنا ہو تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ابو جہل کا کیا انجام ہوا، ابولہب کی بیوی ام جمیل پر کیا گزری، اس کے بیٹے عتبہ پر اللہ نے کس طرح اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کیا۔۔۔ یہ سارے واقعات تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور ناموس رسالت کی طرف حاسدانہ، معاندانہ، باغیانہ نظروں سے دیکھنے والوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت قطعاً برداشت نہیں کرتی کہ اس کے محبوب ﷺ کی ناموس کا دشمن اس کی زمین پر عزت کی زندگی گزارے۔۔ وہ بعض اوقات اسے ڈھیل ضرور دیتا ہے لیکن بالآخر اسے ذلت کی موت مارتا ہے۔

صحابی رسول گستاخی برداشت نہ کر سکے:

فتح مکہ سے پہلے مشہور صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے نرغے میں آگئے۔ صفوان بن امیہ نے ان کو قتل کرنے کے لیے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حدود حرم سے باہر لے جایا گیا، تو ابوسفیان نے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) ان سے پوچھا: زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہو اور ہم ان کو قتل کریں جبکہ تم آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہو۔۔۔

اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے حضور اکو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہوں۔۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا: میں نے ایسا کہیں بھی نہیں دیکھا کہ کسی سے ایسی محبت کی جاتی ہو، جیسی محبت محمد ﷺ سے ان کے اصحاب کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم۔ اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی فصل فی ماروی عن السلف، ج:۲، ص:۴۴)

عشاقان مصطفیٰ ﷺ کا منافقوں پہ دھاوا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے عرض کی گئی "کاش آپ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے پاس تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے۔" پس آپ ﷺ اپنے درازگوش پہ سوار ہو کر اس کی طرف روانہ ہوئے اور دیگر مسلمان بھی ساتھ چل پڑے۔ جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: "مجھ سے اپنی سواری دور لے جاؤ۔ کیونکہ اس کی بو سے مجھے اذیت پہنچ رہی ہے۔"

اس پر ایک انصاری نوجوان نے جوش میں آ کر کہا: "اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے درازگوش کی خوشبو تیری مشک وعنبر سے زیادہ پاکیزہ ہے۔" یہ سن کر عبداللہ بن ابی کی خاطر اس کی قوم کا ایک آدمی غضب ناک ہو گیا۔ اِدھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی سواری کی خوشبو کی گستاخی کی بنا پر غضبناک ہو گئے اور پھر ان عاشقوں اور منافقوں کے درمیان کوڑوں، ہاتھوں اور جوتوں کے ساتھ ایک جنگ چھڑ گئی۔ اور عاشقوں نے منافقوں کو خوب پیٹا۔

حضرت امیر حمزہ کی گستاخ پر چڑھائی:

ایک روز رحمت عالم ﷺ صفا کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے۔ ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو اس کے سینے میں بغض و عناد کا جو لاوا سلگ رہا تھا وہ پھٹ پڑا۔ اس نے سَبّ وشتم کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ حلم و وقار کے اس کوہ گراں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس بے اعتنائی پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا، اس نے اس سے مارنا شروع کر دیا۔ پے در پے ضربوں سے جسم اطہر سے خون رسنے لگا لیکن اس پیکر تسلیم و رضا نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور اُف تک نہ کی۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل اتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اس محفل میں جا بیٹھا جو صحن حرم میں اس کے قبیلہ والوں نے منعقد کی ہوئی تھی۔

اس کے چلے جانے کے بعد رحمت عالم ﷺ بھی خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔۔عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہ صفا کے قریب تھا۔اس کی ایک لونڈی نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جو حضور ﷺ کے چچا تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اس روز جنگل میں شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری کی طرح شاداں وفرحاں واپس آرہے تھے۔ان کا معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضری دیتے۔بیت اللہ شریف کا طواف کرتے پھر صحن حرم میں رؤسا قریش نے جہاں جہاں اپنی محفلیں جمارکھی ہوتی تھیں، وہاں جاتے، سب سے علیک سلیک کرتے، مزاج پرسی کرتے، تب گھر واپس جاتے۔اس روز بھی اسی ارادہ سے وہ حرم شریف کی طرف جارہے تھے کہ کوہ صفا کے پاس سے گزر ہوا۔عبداللہ بن جدعان کی جس کنیز نے ابوجہل کی تعدی کا دلخراش منظر دیکھا تھا وہ ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی:

”اے ابوعمارہ! آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ابوجہل نے یہ وحشیانہ سلوک کیا، پہلے گالیاں دیتا رہا پھر جب حضور ﷺ نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو مار مار کر لہولہان کر دیا۔“

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔غصہ سے آگ بگولہ ہو کر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے۔آج ان کی کیفیت ہی نرالی ہے نہ کسی سے پرسش احوال کر رہے ہیں اور نہ کسی محفل میں کھڑے ہوکر سلام کہہ رہے ہیں۔آخر کار آپ کی نظر ابوجہل پر پڑگئی جو اپنے قبیلہ کی محفل میں بڑی تمکنت سے بیٹھا ہے۔لوگ سراپا ادب بن کر اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔آپ اس مجمع میں گھس گئے اپنی کمان سے اس مردود کے سر پر پے درپے ضربیں لگائیں کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔آپ نے غصہ سے گرجتے ہوئے کہا: ”اَتَشْتِمُه وَاَنَا عَلٰی دِیْنِه“ اے ابوجہل تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کر لیا ہے۔اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ اور مجھے روک کر دیکھ۔(ضیاء النبی)

کدو شریف کی گستاخی پر امام ابو یوسف کا ردعمل:

ایک مرتبہ خلیفہ مامون کے سامنے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کدو پسند فرماتے تھے۔ اس پر ایک آدمی فوراً بولا: میں تو اسے پسند نہیں کرتا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس مجلس میں موجود تھے اور وقت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ تلوار اور چمڑا لایا جائے (جو قتل کے لیے منگوایا جاتا ہے) اس آدمی نے کہا: میں نے جو کچھ ذکر کیا اس سے اور تمام موجبات کفر سے استغفار کرتا ہوں۔ امام ابو یوسف نے اسے چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی غیرت ایمانی:

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض فرنگیوں سے وقتی طور پر صلح ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس صلح سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ریجی نالڈ (شام کے فرنگی فرمانروا) نے مسلمان تاجروں اور قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور یہ اس کا روزانہ کا معمول بن گیا۔

مسلمانوں کے ایک قافلہ کو جب ریجی نے لوٹا تو انہوں نے اس سے رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس پر ریجی نالڈ نے بڑے تحقیر آمیز انداز میں جواب دیا: "تم محمد (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہو، اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آ کر تمہیں چھڑا لے۔" جب صلاح الدین تک ریجی نالڈ کے اس تحقیر آمیز رویئے اور گستاخانہ کلمات کی خبر پہنچی تو اس نے قسم کھا کر عہد کیا کہ ان شاء اللہ، اس صلح شکن کافر کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔

صلیبی جنگوں کے اختتام پر جب بہت سے فرنگی گرفتار کر لیے گئے تو ان قیدیوں میں گستاخ ریجی نالڈ بھی شامل تھا اور یروشلم کا بادشاہ گائی بھی۔۔۔ سلطان نے گائی کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور باقی امراء کو بھی ان کے رتبہ کے مطابق بٹھایا۔۔۔ اس موقع پر ریجی نالڈ اور گائی کو سلطان کی قسم یاد آئی تو گائی نے ریجی نالڈ کو سلطان سے بچانے کی کوشش کی مگر سلطان کی نبی محترم ﷺ سے عقیدت و محبت کی غیرت نے اس بے ادب و گستاخ کو معاف کرنے کی اجازت نہ دی۔

سلطان نے تمام قیدیوں کو کھانے کے لیے روانہ کر دیا اور رگائی اور ریجی نالڈ کو اپنے پاس روک لیا۔ جب سلطان نے ریجی نالڈ کی عہد شکنیوں، بداعمالیوں اور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا ذکر کیا تو ریجی کا خون خشک ہونے لگا اور نبض ڈوبنے لگی۔ سلطان نے اصول کے مطابق اس کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ ریجی نالڈ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سلطان نے جوش ایمانی کے ساتھ بلند آواز سے کہا: ''میں محمد رسول ﷺ سے مدد چاہتا ہوں۔'' (المدد یا رسول اللہ ﷺ) اور اس کے ساتھ ہی ریجی نالڈ کو اس کے انجام تک پہنچا دیا۔ شاہ یروشلم گائی، ریجی نالڈ کا یہ انجام دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوا تو سلطان نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''بادشاہوں کا یہ دستور نہیں کہ وہ دوسرے بادشاہوں کو قتل کریں۔ ریجی نالڈ کو تو صرف حد سے بڑھی ہوئی بداعمالیوں اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔''

یہ تھا سلطان صلاح الدین ایوبی کا وہ جذبہ عشق رسول ﷺ جس کی بدولت اس نے قبلہ اوّل بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کروایا تھا۔ وہ اسلام کا ایک عظیم سپوت تھا جس پر تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔۔۔ اگر ہمارے آج کے مسلم حکمرانوں میں بھی یہی غیرت ایمانی پیدا ہو جائے تو پھر ابلیس کے کسی پیروکار کو بارگاہ محمدی میں گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ بقول فیض الرسول فیضان:

سرکار کے وقار پر آئے نہ کوئی حرف — عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

جانور بھی گستاخی رسالت برداشت نہ کر سکا:

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں: ''ہلاکو خان'' نے ایک عیسائی عورت کے ساتھ شادی کی تھی اور اس سے شادی کے بعد عیسائیت کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ اب اس کی خواہش یہ تھی کہ اس کے خاندان کے لوگ عیسائیت قبول کر لیں۔ لہٰذا اس نے عیسائی پادریوں کو لا کر اس کام میں سرگرم ہونے کا حکم دیا۔

ایک موقع پر جب شاہی خاندان کی ایک عورت نے عیسائیت قبول کی تو اس کی خوشی میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں بڑے بڑے عیسائی پادری بھی بلائے گئے۔ انہوں نے تقریب میں تقریریں کرنی شروع کیں۔۔ ایک پادری نے اپنے خطاب کے دوران رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کر دی۔ وہیں قریب ایک شکاری کتا بندھا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس مردود نے گستاخی کی وہ شکاری کتا اس پر لپکا۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے اس کو اس سے دور کیا۔

وہ پادری کہنے لگا کہ دراصل میں نے چونکہ ہاتھ پھیلائے تھے۔ شکاری کتا یہ سمجھا کہ میں اسے مار رہا ہوں۔ اس لیے وہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔۔۔ کچھ لوگوں نے کہا، ایسا نہیں، بلکہ گستاخیِ رسالت کی وجہ سے وہ حملہ آور ہوا ہے۔۔۔ تھوڑی دیر بعد اس مردود پادری نے دوبارہ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تو اس کتے نے اپنی رسی توڑ کر اس ملعون پہ ایسا زوردار حملہ کیا کہ اس کے گلے کی سفید رگ کاٹ دی اور اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

اس طرح اللہ رب العزت نے ایک بے سمجھ جانور کو گستاخِ رسول پر حملہ کے لیے آمادہ کر دیا اور اپنی قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بتا دیا کہ ہم کسی کے محتاج نہیں، بے سمجھ جانوروں سے بھی اپنے محبوب کا بدلہ لے سکتے ہیں۔

(الدرر الکامنہ، ج:۱،ص:۳۰۲، امام حجر ابن عسقلانی)

فقہاء قیروان کا فتویٰ:

فقہاء قیروان نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتویٰ دیا۔ یہ بہت بڑا شاعر اور بہت سے علوم کا ماہر تھا۔ قاضی ابو العباس بن طالب کے ہاں یہ بھی مناظرے کی مجالس میں شرکت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دوران مناظرہ اس نے اللہ رب العزت، انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور استہزاء و تمسخر کا ارتکاب کیا۔ اس بناء پر فقہاء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا نتیجتاً اسے سولی پر لٹکایا گیا، اس کے پیٹ کو چھری سے چاک کیا گیا اور پھر اسے جلا دیا گیا۔

مؤرخین نے بیان کیا کہ جس لکڑی پر اسے سولی دی گئی تھی وہ خود بخود گھوم گئی اور اس کا رخ سمت قبلہ سے پھر گیا۔۔۔ یہ سب کے لیے ایک عبرتناک نشانی تھی۔ وہاں موجود سب لوگوں نے بہ آواز بلند "اللہ اکبر" کہا۔۔ پھر ایک کتا آیا اور اس کا خون چاٹنے لگا۔۔ یہ منظر دیکھ کر یحییٰ بن عمر کہنے لگے کہ حضور ﷺ نے سچ فرمایا۔۔ پھر فرمان رسول ﷺ سنایا کہ کتا کسی مسلمان کا خون نہیں چاٹتا۔ (الشفاء، ۲:۱۳۹)

مسلمان بچہ گستاخی برداشت نہ کرسکا:

کلمہ پاک کا دوسرا جز "محمد رسول اللہ" پڑھتے ہی مسلمان کے تحت الشعور میں ذات محمد ﷺ سے ایسا انس و محبت تکوینی طور پر فیڈ ہو جاتا ہے کہ اس کا ظاہر خواہ کتنا ہی گندا کیوں نہ ہو جائے لیکن اس کے باطن میں محبت رسول کی یہ پاکیزگی پورے جوبن کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ عمل کی خرابی کے باوجود بھی عشق کی یہ چنگاری اس کی روح کی گہرائیوں میں خفتہ رہتی ہے۔ جیسے ہی اس چنگاری کو پھونک ماری جائے یہ شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھتی ہے۔۔۔ قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں اس حقیقت کو بڑے خوبصورت انداز میں سمجھایا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

"جب میری عمر پانچ یا چھ سال کے قریب تھی تو اس زمانے میں مجھے اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باعث میکانکی طور پر کلمہ جانتا تھا۔ اور دینیات کے استاد کے خوف سے نماز کی سورتیں اور دعائیں طوطے کی طرح رٹ رکھی تھیں۔ آبادی سے دور ایک مخبوط الحواس مجنوں صفت مجذوب نما شخص ویرانے میں بیٹھا رہتا تھا اور ہمہ وقت "لا الہ الا اللہ" کی ضربیں لگاتا رہتا تھا۔ میں اور میرا ایک ہم عمر ہندو دوست اکثر اس کے پاس جا کر اس کا منہ چڑایا کرتے اور اس کے ذکر کی نقلیں اتارا کرتے تھے۔ میرا ہندو دوست "لا الہ الا اللہ" کے وزن پر مہمل، مضحکہ خیز اور کبھی کبھی فحش قافیے جوڑ کر مذاق بھی اڑایا کرتا تھا۔ مجذوب نے ہمیں بار بار ڈانٹا کہ ہم اللہ کے نام کی بے حرمتی نہ کریں لیکن ہم باز نہ آئے۔ ایک روز ہم دونوں

اسی مشغلے میں مصروف تھے کہ ایک شخص ادھر سے نعتیہ اشعار الاپتا ہوا گزرا جس کا ایک مصرع یہ تھا: ؎

محمد نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی

یہ مصرع سن کر میرا ہندو دوست زور زور سے ہنسنے لگا اور اس نے اسم محمد (ﷺ) کی شان میں کچھ گستاخیاں بھی کیں۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، لپک کر ایک پتھر اٹھایا اور اسے گھما کر ہندو لڑکے کے منہ پر ایسے زور سے مارا کہ اس کے سامنے کا آدھا دانت ٹوٹ گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں شعوری طور پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے ساتھ یکساں یگانگی تھی۔ پھر لاشعور کی وہ کون سی لہر تھی جو اللہ کے ساتھ مذاق پر تو خاموش رہتی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی پر آناً فاناً جوش میں آ گئی تھی؟۔

یوں بھی عام مشاہدہ یہی ہے کہ اگر کوئی ہمیں گالی دے تو غصہ آتا ہے اور ہمارے ماں باپ کو گالی دے تو اور زیادہ غصہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف زبان طعن دراز کرے تو دل کڑھتا ہے اور گالی گلوچ تک نوبت آ سکتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے متعلق بدزبانی کرے تو اکثر لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے مارنے کی بازی تک لگا بیٹھتے ہیں۔ اس میں اچھے، نیم اچھے یا برے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں بلکہ تجربہ تو یہی شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم وفضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد وتقویٰ میں ممتاز تھے۔ ایک عامی مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شان رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے اس کی بنیاد عقیدے سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے۔

خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ یہ جذبہ یا جنون نہ تو کسی منظم تحریک کی پیداوار ہے اور نہ ہی کسی خاص برین واشنگ کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس یہ تو ایک خودکار تخلیقی عمل کی طرح جنم لے کر فطرت انسانی کے ایسے نہاں خانوں میں پوشیدہ رہتا ہے جس کا بسا اوقات ہمیں خود بھی علم نہیں ہوتا۔ زیادہ نیک

لوگوں میں عقیدت رسول ﷺ کی حدت پائی جاتی ہے اور نسبتاً کم نیک لوگوں میں عقیدت رسول میں شدت پائی جاتی ہے۔

عقیدت کی حدت اور شدت کا یہ وسیع وعریض ہمہ گیر پھیلاؤ یقیناً اس آیت کریمہ کی منہ بولتی تفسیر ہے جس میں اللہ نے حضورا کے بارے میں یہ بشارت دی ہے۔

ورفعنا لك ذكرك — ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا۔

ظاہری طور پر تو اس بشارت کا مظہر ذکر رسول ہے جو درود وسلام اور اذان اور نماز میں بار بار ہر جگہ ہر آن لازمی طور پر کیا جاتا ہے۔ لیکن باطنی طور پر اس کا کھلا مظہر احترام رسالت کی وہ پوشیدہ حقیقت ہے جو ہر اچھے یا برے مسلمان کے لاشعور میں اسی طرح جاری وساری رہتی ہے جس طرح کہ خون اس کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔"

(شہاب نامہ، ۱۲۱۷)

علامہ اقبال کا گستاخی برداشت نہ کرنا:

ایک مرتبہ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر رسول کرتے ہوئے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

"میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر یہ کہے کہ تمہارے پیغمبر نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔"

علامہ سے بھی بہت پہلے ایک عظیم فقہی مذہب کے بانی عاشق رسول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم ﷺ کی کملی مبارک کی حرمت وتقدس اور اس کی تکریم و تعظیم کو قائم رکھنے کے لیے فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ:

جس شخص نے یہ کہا کہ حضورا کی چادر میلی ہے یا قمیص مبارک کا آستین میلا ہے۔ اور اس سے اس نے حضورا کو عیب لگانے کا ارادہ کیا تو ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔

بھنگڑ گستاخی رسول برداشت نہ کر سکا:

یہ امرتسر کا واقعہ ہے جو بے حد ایمان افروز اور عبرت انگیز ہے۔ یہ واقعہ حضرت امیر

ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ، نے امام الائمہ سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے عرس سراپا قدس، منعقدہ مسجد جان محمد، امرتسر کے اجتماع عظیم میں بیان فرمایا تھا۔

''امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے کھڑا ہو کر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور وہ (پادری) دوران تقریر حضور پرنور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ادب و احترام سے نہیں لیتا تھا۔ سامعین میں ایک بھنگڑ اس حالت میں کھڑا تھا کہ بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کاندھے پر تھا۔ اس خوش بخت نے کہا: ''پادری! ہم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہماری سچی سرکار (ﷺ) کا نام ادب سے لے۔'' مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، وہ حسب سابق اسی طرح بولتا رہا تو اس عالی ہمم نے پھر ٹوکا۔ جب پادری نے تیسری بار بھی اسی طرح نام لیا تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹتا تھا، اس زور سے پادری کے سر پر دے مارا کہ پادری کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ گیا اور وہ مردود بیان دیئے بغیر واصل جہنم ہو گیا۔ یہ عاشق صادق پکڑا گیا۔ موت کی سزا ہوئی۔ اپیل ہوئی انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ ''پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے۔ کوئی مولوی نہیں۔ مولوی اور پادری کی کوئی باہمی رنجش ہو سکتی ہے۔ بھنگڑ سے پادری کی دیرینہ یا تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ اس عاشق صادق کی مرقد منور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اس جیسا ایمان ہر مکین مسجد اور ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اس واقعے کے نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ پادری حضور پرنور سید الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہہ رہا تھا، صرف حضور پاک ﷺ کا اسم پاک اسلامی آداب سے نہیں لیتا تھا۔ پھر بھی ایک بھنگ گھوٹنے والے مسلمان عاشق رسول یہ برداشت نہ کر سکا۔۔۔ مگر ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہندوستان کا ایک مولوی کہلانے والا شخص اپنی ایمان سوز کتاب تقویۃ الایمان میں رسول اللہ کا نام جس انداز سے

لکھتا ہے وہ ایک نظر ملاحظہ ہو۔

"جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (نقل کفر کفر نباشد)

حیرت ہے کہ آج بھی کچھ نام نہاد مسلمان ایسی بلکہ اس سے بھی بدتر عبارات کو تحفظ فراہم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں سے وہ بھنگ گھوٹنے والا بہتر نہیں جس کو پادری کا صرف "محمد صاحب" کہنا بھی ناگوار گزرا اور اس نے اپنے مذہب عشق کا جھنڈا بلند کر دیا۔

یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں:

عاشقانِ سید ابرار ﷺ کسی عالم و مفتی سے پوچھے بغیر ہی ادب نہ کرنے والوں کو جہنم رسید کر دیتے ہیں۔ ان کا مفتی ان کا وجدان ہوتا ہے۔ ان کا پیر و مرشد ان کا جذبہ عشق ہوتا ہے لہٰذا ایسے "ان پڑھ" غازیوں کا یہ کام ہمیشہ لائق تقلید ہوتا ہے۔

جب بالامل سنار نے گستاخی رسالت کا ارتکاب کیا تو اس پر غازی محمد صدیق شہید شیر کی طرح جھپٹا۔ جب سردار ویدا سنگھ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی گستاخانہ زبان کھولی تو غازی احمد شہید اس کے لیے آسمان کی بجلی ثابت ہوا۔ جب چنچل سنگھ بارگاہ رسالت ﷺ میں بھونکا تو غازی محمد عبداللہ انصاری نے اس کو جہنم رسید کیا۔ جب نتھورام نے اہانت رسول کا ارتکاب کیا تو غازی عبدالقیوم شہید نے اس کا کام تمام کر دیا۔ جب راجپال گستاخ شاتم رسول سامنے آیا تو اس کے سینے میں خنجر گھونپنے کا فریضہ غازی علم دین شہید نے سرانجام دیا۔ جب جرمنی کے ایک خبیث ایڈیٹر ہینرک بروڈر نے رسول اللہ ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کرنے کا جرم کیا تو اس کے لیے غازی عبدالرحمن شاہین شہ لولاک ثابت ہوا۔ اور جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے گستاخی رسالت کے قانون کو ختم کرانے کی ناپاک کوشش کی تو غازی ممتاز قادری نے اس کا کام تمام کر دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شہدائے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر زاہد حسن فاروقی

صحن گلشن میں گل رعنا جلوہ فگن ہو تو ممکن نہیں کہ اس کی مہک پس دیوار چمن مشام جاں کو معطر نہ کرے۔ ممکن نہیں کہ سنگی فصیلیں عناول آتش بجاں کا راستہ روک سکیں۔ بیابان کی شب تاریک میں شمع فروزاں ہو تو کیسے ممکن ہے کہ اندھیارے اس کی زرتار کرنوں کا راستہ روک لیں۔ جان نثار پروانوں کے ذوق جاں سپاری کی راہ میں حائل ہو سکیں۔

بطحا کے تاریک رہگزار میں شمع رسالت ﷺ روشن ہوئی تو پروانہائے رسالت دیوانہ وار روشنیٔ کامل کی طرف بڑھے۔ نور ونکہت کا یہ سرمدی سیلاب بوئے ضلالت کے رسیا برداشت نہ کر سکے۔ قتل و غارت گری کے منصوبے بنے۔ سازشوں کے در کھلے ظلم وستم کی آندھیاں چلیں طعن و دشنام کے بگولے اٹھے لیکن رحمت کی گھٹا جھوم کے اٹھی صدیوں کی پیاسی زمین پر کھل کے برسی۔ ستم کی آندھیاں، دشنام کے بگولے خاک میں مل گئے۔ سوندھی خوشبو سے فضا مہک اٹھی۔ اُٹھتی گھٹا، پھیلتی خوشبو کا راستہ کون روک سکا ہے۔ روشنی اور خوشبو کے دامن ناکام ہوئے نامرادی و ذلت سیاہ بختوں کا مقدر ہوئی۔

سرزمین ہند میں عددی برتری اور انگریزی سرپرستی کے زعم باطل میں مٹی، لکڑی پتھر کے خودساختہ بے جان بتوں اور گائے، بندر کے حضور سجدہ ریز ہونے والے تیرہ بختوں نے آفتاب رسالت کی شان میں گستاخیوں کی جسارت کی سانپ کے پجاریوں نے کتابوں کی صورت میں زہر اگلا۔ خرافات کا جواب فرزانوں نے علمی دلیلوں سے مضامین و کتب کی صورت میں دیا۔ لیکن آتش بغض سے دہکتے ہوئے انگارے قطرۂ شبنم سے کب ٹھنڈے ہوئے ہیں۔ تیرہ بختوں نے یکے بعد دیگرے شعلہ فشانیوں کا سلسلہ دراز کیا تو

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

شمع رسالت کے پروانے مے عشق سے سرشار، عالم بے خودی و سرمستی میں ہتھیلی پر رکھ کر اس شان دلربائی سے حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھے کہ ان کے ہر ہر قدم پر حور و ملائک تڑپ تڑپ اٹھے کہ کاش عشق کا یہ مقام بلند انہیں نصیب ہو سکتا! کاش وہ شہید حرمتِ مصطفیٰ ﷺ کا منصب عظیم پا سکتے۔ عشق رسول ﷺ سے سرشار ان خوش نصیب دیوانوں کو علماء نے روکا، فرزانوں نے ٹوکا لیکن غیرتِ عشق کو کیسے گوارا ہوتا کہ حرمت محبوب ﷺ پر سر کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بڑھتا ہوا قدم رکے۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ پر قربان ہونے کا سرمدی جذبہ لئے یہ آتش بجاں دیوانے بجلی بن کر خرمن باطل پر گرے اور شاتمان رسول کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل　　　لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یہ سعادت ان خوش نصیبوں کے مقدر میں تھی۔ مقدمے چلے جیلیں کاٹیں اور پھانسی کا پھندہ چوم کر شہادت عظمیٰ سے سرفراز ہو گئے ملت اسلامیہ کا فخر بن گئے۔

ضلع اٹک کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس سرزمین نے بھی دو شہدائے ناموس رسالت ﷺ اور ایک غازی کو جنم دیا۔ یہ سرزمین بھی ان شہداء اور اس غازی کے قدم میمنت لزوم سے ہم دوش ثریا ہے۔ آئیے ہم بھی ان چراغوں سے اپنے قلب و نظر روشن کریں۔

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ:

حضرو ضلع اٹک سے تربیلا جانے والی سڑک پر ڈیم سے پہلے چھوٹی سی بستی "غازی" میں عبداللہ خان اور جنت بی بی کے گھر وہ اختر تاباں طلوع ہوا جس کی روشنی آج ہماری راہیں روشن کر رہی ہے۔ ہمیں ہماری منزل کا پتہ دے رہی ہے۔ نومولود کا نام عبدالقیوم تجویز ہوا۔ اس معصوم نے تنگدستی میں آنکھ کھولی اور عسرت میں پرورش پائی۔ چار جماعتیں پاس کیں تو فکر معاش نے سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا۔ جوانی میں قدم رکھا تو ماں باپ نے دریائی خانم سے شادی کر دی۔ تلاش رزق میں اپنے چچا رحمت اللہ خان کے پاس

کراچی چلے گئے اور کھارادر کے علاقے میں گھوڑا گاڑی چلا کر رزق حلال کمانے لگے۔ "غازی" جیسے دور افتادہ مقام سے کراچی کا سفر دراصل اس خوش نصیبی کی جانب سے بلاوا تھا جو وہاں ان کی منتظر تھی۔ قدرت پٹھان گھرانے کے اس سادہ دل نوجوان کو سعادت اعظمیٰ کے لئے منتخب کر ہی چکی تھی۔

ایک روز غازی عبدالقیوم کو ان کے دوست غنی خان نے بتایا کہ حیدرآباد سے آریہ سماجی لیڈر اور سندھ سماچار کے ایڈیٹر نتھورام نے تاریخ اسلام (History of Islam) کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ جس میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی گئی ہیں۔ پوچھا "حیدرآباد کے مسلمانوں نے نتھورام مردود کو کچھ نہیں کہا؟" غنی خان نے بتایا کہ حیدرآباد کے مسلمانوں نے قانونی چارہ جوئی کی ہے اور سیشن جج کی عدالت سے نتھورام کو ۸ ماہ قید سخت کی سزا ہوئی ہے لیکن نتھورام نے کراچی ہائی کورٹ میں سیشن کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور ضمانت پر رہا ہو گیا ہے۔ پرسوں کراچی ہائی کورٹ میں اس کے مقدمے کی تاریخ ہے۔ غنی خان دوست کو تفصیلات بتا رہے تھے مگر غازی میں مزید سننے کی تاب کہاں تھی۔ قلب و ذہن آتش عشق رسول ﷺ میں دہک اٹھے تھے۔ غیرت کی چنگاری شعلہ بن کر بھڑکنے لگی تھی۔ غازی کے دل و دماغ کو ایک ہی سوال ناگ بن کر ڈس رہا تھا کہ میرے آقا ﷺ کا شاتم ابھی تک زندہ ہے؟ غازی نے کرب کے عالم میں اپنے دوست غنی خان کو ساتھ لیا اور بازار سے ایک بڑا چاقو خریدا۔ غنی خان نے غازی عبدالقیوم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو غازی کے دل کی بے قراری لفظوں میں ڈھل گئی۔ دعا کرو کہ اللہ نتھو سے عدالت ہی میں ملائے! نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے میمن مسجد پہنچے اور بعد نماز میمن مسجد کے مولانا سے شاتم رسول کی سزا کا فتویٰ پوچھا مولانا نے نتھو رام کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا تو غازی قیوم کے قلب و ذہن کی تڑپ اور بے قراری ایک سرمدی قرار و سکون میں بدل گئی۔

۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کی صبح طلوع ہوئی۔ عدالت میں معمول سے زیادہ ہجوم تھا۔ ڈی ایم فیراس جوڈیشنل کمشنر، ڈی این اور سیوں ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر پر مشتمل بنچ نتھورام کی

اپیل کی سماعت کر رہا تھا غازی عبدالقیوم عدالت پہنچے تو نتھو رام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرہ عدالت میں بنچ پر بیٹھا اپنی باری کا منتظر تھا۔ غازی صاحب نتھو رام کی صورت سے واقف نہ تھے۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے اشارے سے بتا دیا۔ نتھو رام پر نظر پڑی تو دل سے ایک ہوک اٹھی کہ میرے آقا ﷺ کا گستاخ ابھی تک زندہ اور آزاد ہے۔ غازی صاحب چادر اوڑھے بنچ پر نتھو رام کے برابر جا بیٹھے۔ دفعتاً بجلی کوندی ایک چیخ ابھری لیکن خارا شگاف نعرہ تکبیر میں دب کر دم توڑ گئی غازی عبدالقیوم کا چاقو دستے تک گستاخ رسول کی کمر میں اتر چکا تھا۔ کمرہ عدالت میں جیسے زلزلہ آ گیا۔ نتھو رام کے ساتھی نے غازی صاحب کو پکڑ لیا۔ اتنی دیر میں عاشق رسول ﷺ کے چاقو نے دریدہ دہن نتھو رام کا پیٹ چاک کر دیا۔ غازی صاحب بھاگنے کے بجائے نہایت تحمل سے نعرۂ تکبیر بلند کر کے کمرہ عدالت سے باہر آئے۔ پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا نتھو رام کو ہسپتال لے جایا گیا مگر وہ ضرب مجاہد کی تاب نہ لا کر جہنم رسید ہوا۔ غازی صاحب کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ تو انہوں نے بصد فخر اپنی اس سعادت کا اقرار کیا۔ جج نے پوچھا کہ انہوں نے یہ قدم کیوں اٹھایا۔ غازی صاحب نے جج کے پیچھے دیوار پر لگی تصویر کی طرف اشارہ کیا "یہ کون ہے؟" جج نے کہا یہ شاہ برطانیہ یعنی ہمارے بادشاہ کی تصویر ہے۔" غازی صاحب نے پوچھا کہ اگر کوئی اس بادشاہ کو گالی دے تو عدالت کیا کرے گی؟ جج نے کہا کہ ہم اسے سخت سزا دیں گے۔" غازی صاحب نے کہا اگر تم اس دنیاوی بادشاہ کے حضور گستاخی برداشت نہیں کر سکتے تو میں آقائے دو جہاں ﷺ کے حضور نتھو رام کی گستاخی کیسے برداشت کر لیتا۔ میں نے اسے بہت کم سزا دی ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے ہزار بار قتل کرتا اور یہ سزا بھی میرے دل میں اس کی بھڑکائی ہوئی آگ ٹھنڈی نہ کر سکتی میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جب تک ایک بھی مسلمان زندہ ہے آقائے دو جہاں ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے باقائمی ہوش و حواس نتھو رام کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔"

۱۲ اکتوبر کو شمع ناموس رسول ﷺ کے اس پروانے کو سزائے موت سنا دی گئی۔ غازیٔ ملت نے شان استغنیٰ سے سزا سنی۔ جج کا شکریہ ادا کیا اور نعرہ تکبیر بلند کرتے پولیس

کی حراست میں عدالت سے باہر آگئے۔

کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی   قبول حق میں فقط مرد حر کی تکبیریں

۱۶ اکتوبر کو غازی صاحب کی رشتہ داروں سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے آقا کی ناموس پر اپنے آپ کو قربان کیا ہے خبردار کوئی میری موت پر آنسو نہ بہائے! اگر کسی نے آنسو بھی بہایا تو میں اپنے آقا کی بارگاہ میں دامن گیر ہوں گا۔ والدہ نے غازی کے سر پر ہاتھ رکھا اور شاباش دی۔ دعا کی درخواست کی غازی صاحب نے سب کے لئے دعا فرمائی اور پھر تلاوت قرآن حکیم میں مصروف ہو گئے۔ والدہ نے عدالت کو درخواست دی کہ میں اپنے شہید ناموس رسالت ﷺ کا جسم خاکی مکہ معظمہ لے جا کر جنت البقیع کی خاک پاک کے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔ اپیل کے فیصلے تک پھانسی کی سزا ملتوی کر دی گئی۔

اسی رات جیل کے باسیوں نے وہ دلنواز منظر دیکھا جو کئی دن اخبارات کا موضوع بنا رہا۔ وارڈ نے دیکھا غازی صاحب کی کوٹھری سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ ساری کوٹھری روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ دروازہ کھلا ہے اور دو نورانی صورت بزرگ غازی صاحب سے مصروف گفتگو ہیں۔ وارڈ بدحواس ہو گیا کہ کوٹھری کا تالا کیسے کھلا؟ یہ دو بزرگ کیسے پہنچے۔ جیل کے نگرانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ خطرے کی گھنٹی بجا دی گئی۔ حکام کو اطلاع دی گئی وہ سراسیمہ ہو کر غازی صاحب کی کوٹھری پر پہنچے تو دروازے پر تالا حسب معمول لگا ہوا تھا کوٹھری میں تاریکی تھی اور غازی صاحب تنہا تھے۔

۴ مارچ کو پھانسی کی سزا والدہ کی اپیل کی وجہ سے ملتوی ہونے کا اعلان ہو چکا تھا مگر کراچی کے مسلمانوں کا جم غفیر کراچی سینٹرل جیل کی طرف امڈ چلا آرہا تھا۔ لوگ عشق رسول ﷺ سے سرشار دیوانہ وار اپنے مجاہد اپنے غازی کو نذر عقیدت پیش کرنے موج در موج چلے آرہے تھے۔ پورا کراچی نعرۂ تکبیر سے گونج رہا تھا۔ شمع رسالت کے پروانے اپنے غازی سے شرف ملاقات کا مطالبہ کر رہے تھے اعلیٰ افسران نے ملاقات کرانے سے انکار کیا تو پتھراؤ شروع ہو گیا۔ لاٹھی چارج ہوا مگر اہل ایمان نے قدم پیچھے نہ ہٹائے۔

بہت سے پولیس والے زخمی ہو گئے تمام دن اہل ایمان کا پولیس سے معرکہ جاری رہا۔
۹ مارچ کو پھانسی کی تاریخ اسلامیان کراچی کے غیض و غضب سے ڈر کر خفیہ رکھی گئی۔ چند رشتہ داروں کو آدھی رات کو خفیہ طریقے سے سینٹرل جیل میں لایا گیا تا کہ شہید کا جسد خاکی ان کے سپرد کیا جائے۔

غازی عبدالقیوم نے رات کو غسل کر کے صاف اجلا لباس زیب تن کیا۔ خوشبو لگائی تمام رات قرآن حکیم اور نوافل میں مصروف رہے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سا نور اور طمانیت تھی۔ سرور و انبساط کی ایک لازوال کیفیت تھی۔ لبوں پر دلنواز مسکراہٹ محسوس ہوتی تھی۔ عاشق جانباز اپنے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

نشان مرد مومن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

صبح کاذب کے وقت رب جلیل کے حضور سرخرو ہونے کا بلاوا آپہنچا۔ غازی کے قدم شان تجمل سے شہادت گاہ کی طرف اٹھنے لگے۔ لبوں سے سرمدی نغمے بلند ہونے لگے

لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك لبیك یا رسول اللہ لبیك!

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

۹ مارچ کا سورج غازی عبدالقیوم کے مرتبہ شہادت عظمیٰ پر فائز ہونے کی خبر لے کر طلوع ہوا۔ پورے کراچی میں معمول کے تمام کاروبار اور دکانیں بند ہو گئیں۔ لاکھوں انسانوں کا مضطرب و بے قرار سیماب سینٹرل جیل کی طرف امنڈنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اہل دل کے سمندر نے کراچی سینٹرل جیل کو گھیر لیا۔ ہر شخص سیماب وار اپنے غازی اپنے شہید کی زیارت کو بے قرار تھا ہر فرد جاں نثار حرمت رسول کی خاک پا چومنے کی تڑپ دل میں لئے دیوانہ وار آگے بڑھنے میں کوشاں تھا۔ اضطراب و بے قراری ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔ ظلم کے بانی ستم کے ماتے سینٹرل جیل کے حکام اہل ایمان کے سیلاب بیکراں سے لرزہ براندم تھے۔ خوف زدہ حکام نے مسلح گورا پلٹنوں کے پہرے میں شہید کا جنازہ پچھلے دروازے کے راستے میوہ شاہ قبرستان پہنچا دیا۔ اہل عشق نے قبرستان کا رخ کیا۔ ہر طرف گورا پلٹنوں کے مسلح سپاہی بندوقیں لئے کھڑے تھے۔ نماز جنازہ کے لئے صدائے اللہ اکبر

بلند ہوئی تو تڑپتے دل غمناک آنکھیں لئے اہل ایمان اللہ کے حضور ہاتھ باندھے ساکت ہو گئے گورا پلٹنوں نے نمازیوں کو گھیرے میں لے لیا۔

نمازِ عشق ہوتی ہے ادا تیغوں کے سائے میں

لاکھوں اہل ایمان کا کفن بردوش مجمع گورا پلٹنوں کی گستاخی برداشت نہ کرسکا۔ نعرہ تکبیر کی گھن گرج سے زمین و آسمان دہل گئے۔ گورا پلٹن نے نعرہ کے جواب میں گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ ہزاروں مسلمان زخمی ہو گئے تین سو سے زیادہ مسلمان رتبہ شہادت سے سرفراز ہو گئے گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں ہمارے غازی ہمارے شہید اس منزل پر بھی آپ تنہا نہیں ہم آپ کے ہم رکاب ہیں۔

غازی میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ:

ضلع اٹک کے قصبہ تلہ گنگ میں ۱۹۱۵ء کی ایک روشن صبح صوبیدار غلام محمد کے چھوٹے سے گھرانے کے دامن میں خوشیوں کی نوید لے کر طلوع ہوئی۔ باپ مسرتوں کے جلو میں ننھے سے لختِ جگر کے دیدار کو کمرے میں آیا تو اہلیہ کے پہلو میں وہ ستارہ جگمگا رہا تھا۔ جسے ایک دن ملت اسلامیہ کے آسمان پر ماہ کامل بن کر دمکنا تھا۔ باپ نے جھک کر پیشانی کو بوسہ دیا قلب و ذہن میں ایک بجلی سی کوندی اور بے اختیار منہ سے نکلا ہم اپنے بیٹے کا نام میاں محمد رکھیں گے اس وقت کون جانتا تھا کہ محبوب کبریا محمد ﷺ کی محبت میں میاں محمد نام پانے والا یہ بچہ جوان ہو کر عشق محمد ﷺ کی لاج رکھے گا میاں محمد شاتم رسول کے لئے شمشیر بے نیام ثابت ہوگا۔

میاں محمد جوان ہوئے تو مردانہ حسن و رعنائی اور وجاہت کا ایک نیا باب رقم ہوا۔ میانہ قد، کھلتا ہوا گندمی رنگ، ستواں ناک کشادہ پیشانی۔ گھنی بھنویں، سیاہ چمکدار ستارہ آنکھیں، تلوار کی دھار جیسے باریک ہونٹ، چھوٹی سیاہ ڈاڑھی، مثل خنجر باریک مونچھیں چہرے پر نظر پڑتے ہی رعنائی و وجاہت، عزم و استقلال اور اخلاص و وفا کا ایک احساس بیدار ہوتا تھا۔

تلہ گنگ کا یہ جوان رعنا تلاش رزق میں باپ کے مشورے پر ۲ جنوری ۱۹۳۴ء میں بلوچ رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہوگیا اور کراچی میں ابتدائی تربیت حاصل کرنے کے بعد سنٹ ٹامس ماؤنٹ چھاؤنی مدراس میں بلوچ رجمنٹ نمبر ۷ ۱۲ میں شامل کر دیا گیا۔

۱۶ مئی ۱۹۳۴ء کو وہ صبح سعادت طلوع ہوئی جس نے تلہ گنگ کے ایک متوسط اعوان گھرانے کے نوجوان سپاہی کو چند لمحوں میں اس مرتبہ و مقام پر فائز دیکھا۔ جس کے حصول کے لئے بڑے بڑے عابد و زاہد مدتوں کے زہد و اتقاء کے بعد بھی ترستے رہ جاتے ہیں۔

سینٹ ٹامس ماؤنٹ چھاؤنی میں چند سپاہی کوارٹر گارڈ پر ڈیوٹی دے رہے تھے ایک ہندو ڈوگرہ سپاہی نے خوش الحانی سے نعتیہ غزل پڑھنی شروع کر دی۔ آواز کی تاثیر نے نعت میں اور بھی جذب و کیف پیدا کر دیا۔ مسلمان سپاہی نعت خوان ڈوگرے کے قریب بیٹھ گئے اور سوز و سرور کی کیفیت میں جھومنے لگے۔ آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہوگیا۔ نعت کے مصرع میں حضور ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ ثنا آئی تو دوسرا ڈوگرہ سپاہی چرن داس اپنی سیاہ بختی اور بدباطنی پر قابو نہ رکھ سکا اور ثنا حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ہودہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہوئے نعت خوان ڈوگرہ سپاہی کو لعنت ملامت کرنے لگا اور اسے ہندو دھرم کا باغی قرار دیا۔ محفل سوز و ساز میں ایک دھماکہ سا ہوا، مسلمان سپاہی چونک پڑے۔ حضور ﷺ کی شان میں ہندو ڈوگرے کے گستاخانہ الفاظ نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

میاں محمد نے چرن داس ملعون سے کہا کہ یہ سعادت تمہارے اس ساتھی کو نصیب ہوئی ہے کہ آقائے دو جہاں کی شان میں اس محبت سے نغمہ وسرا ہوا ہے تم سے برداشت نہیں ہوتا تو محفل سے چلے جاؤ۔ آئندہ ایسی بیہودہ گوئی مت کرنا لیکن بدباطن شاتم نے جل کر جواب دیا کہ تم مجھ سے جواب طلبی کرنے والے کون ہوتے ہو میں جو دل چاہے گا کہوں گا۔ بدبخت کا یہ جواب مسلمان سپاہیوں پر بجلی بن کر گرا۔ میاں محمد نے بے قراری

سے پہلو بدلا کنپٹیاں جلنے لگیں۔تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا تھا۔میاں محمد نے ایک بار پھر اس بد بخت کو تنبیہہ کی کہ آئندہ میرے آقا کی شان میں گستاخی کی جرات کی تو بہت جلد ذلت کی موت مرو گے لیکن اس بدفطرت نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے روکنے کا تجھے کوئی اختیار اور حق نہیں ہے۔میاں محمد کی آنکھیں شعلہ بار ہوگئیں انہوں نے درشتی سے فرمایا میں بہت جلد تجھے بتادوں گا کہ تجھے بد باطنی سے روکنے کا مجھے حق ہے یا نہیں۔میاں محمد نے اتمام حجت کے لئے حوالدار سے ڈوگرے کی بدزبانی کی شکایت کی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور میاں صاحب کی شکایت درخور اعتنا نہ سمجھی گئی۔

بارگاہ ایزدی میں فیصلہ ہو چکا تھا۔دربار رسالت میں میاں محمد کی سرخروئی لکھی جا چکی تھی۔بد بخت ہندو ڈوگرے کے مقدر پر مہر لگ چکی تھی۔دنیا و آخرت کی سربلندی کی ایک اور دونوں جہاں کی ذلت دوسرے کی تقدیر بن چکی تھی۔

میاں صاحب نے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز عشاء ادا کی۔دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اشکوں کا سیلاب امڈ آیا بارالہ مجھ ناچیز کو بارگاہ رسالت ﷺ میں سرخرو ہونے کی توفیق و موقع عطا فرما پروردگار میری قربانی کو شرف قبولیت عطا فرما غازی صاحب دعا سے فارغ ہو کر کوارٹر گارڈ پہنچے بد بخت شاتم رسول ڈوگرہ سپاہی ڈیوٹی دے رہا تھا۔غازی میاں محمد خاموشی سے نظر بچا کر گارڈ روم میں داخل ہو گئے، اپنی رائفل اٹھائی۔میگزین لوڈ کیا باہر آ کر چرن داس کو للکارا کہ اب بتا میں اپنے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی پر تجھ سے باز پرس کرسکتا ہوں یا نہیں۔ڈوگرے نے فوراً پوزیشن لے کر رائفل کا رخ غازی میاں محمد کی طرف کر دیا اس سے پہلے کے غازی صاحب پر ڈوگرہ وار کرتا غازی صاحب کی رائفل نے دس گولیاں آقائے دو جہاں کے گستاخ ہندو ڈوگرے کے سینے میں اتار دیں۔غازی کی غیرت ایمانی ابھی مطمئن نہ ہوئی تھی۔انہوں نے ٹھوکر سے ڈوگرے کی لاش سیدھی کی اور سنگین سے اس بدزبان کا منہ چھلنی کرتے رہے دہن دشنام طراز کی سزا یہی تھی۔

خطرے کے الارم چنگھاڑنے لگے سب پلٹنیں جمع ہوگئیں پوچھا گیا کہ قلعہ میں

فائرکس نے کیا۔غازی میاں محمد نے کمال اطمینان سے جواب دیا" سپاہی میاں محمد نمبر ۱۵۳۰۵ نے۔"

غازی صاحب قلعہ سے باہر آگئے۔اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔انگریز کمانڈنگ آفیسر نے تحقیقات کرتے ہوئے قتل کا سبب پوچھا تو غازی صاحب نے جواب دیا کہ چرن داس نے ہمارے رسول ﷺ کی شان میں انتہائی بے ہودہ الفاظ استعمال کئے تھے۔میں نے اسے روکا لیکن وہ باز نہ آیا۔پھر صوبیدار صاحب سے شکایت کی لیکن اس سے کوئی باز پرس نہ کی گئی۔اس لئے میں نے اپنا فرض ادا کیا اور اسے جہنم رسید کر دیا انگریز کمانڈنگ آفیسر نے لقمہ دیا۔میاں محمد تمہارا ابتدائی بیان لکھا جارہا ہے سوچ سمجھ کر بیان دو۔یہ کیا کہہ رہے ہو؟ غازی صاحب نے کمال استقلال سے فرمایا میں نے باقائمی ہوش و حواس سوچ سمجھ کر چرن داس کو واصل جہنم کیا ہے یہ میری غیرت ایمانی کا تقاضا تھا۔میں نے چرن داس کو پہلے خود بے ہودہ گوئی سے روکا پھر صوبیدار صاحب سے شکایت کی مگر چرن داس سے ہرزہ سرائی پر کوئی باز پرس نہ کی گئی اس لئے میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہ تھا کہ میں اپنے آقا ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کو خود سزا دوں۔جناب والا! میں بالکل مطمئن اور خوش ہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا غازی میاں محمد کا طبی معائنہ کرایا گیا۔مسلمان ڈاکٹر نے بڑی محبت سے مشورہ دیا کہ غازی صاحب اپنے ابتدائی بیان سے منحرف ہو جائیں مگر اس پروانہ شمع رسالت نے مسکرا کر جواب دیا۔ڈاکٹر صاحب ایک جان تو کیا ایک ہزار جانیں بھی ہوتیں تو اپنے آقا کی ناموس پر قربان کر دیتا مجھے اپنی جان بچانا مقصود ہی نہیں۔ناموس رسول ﷺ پر قربان ہو جانا تو میری سب سے بڑی سعادت ہے۔میں نے اپنی جان اللہ کے راستے میں اس کے حبیب ﷺ کی ناموس پر قربان کی ہے۔کاش میری ہزار جانیں ہوتیں اور انہیں بھی ہزار بار قربان کرتا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غازی صاحب کے والد نے ہائی کورٹ سپریم کورٹ پریوی کونسل تک اپیلیں کیں۔غازی صاحب ہر بار اپیل کی مخالفت کرتے تھے اور کہتے تھے مجھے اس سعادت سے

کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے یہ سعادت مجھے عطا کی ہے۔ یہ تو آپ سب کے لئے خوشی کا سبب ہونی چاہئے کہ اللہ نے یہ سعادت عظمٰی آپ کے بیٹے کو عطا فرمائی ہے تمام اپیلیں یکے بعد دیگرے خارج ہوتی چلی گئیں۔ یہ سعادت تو غازی صاحب کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی۔

پریوی کونسل سے اپیل خارج ہوئی تو ماں کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا جذبات میں قیامت کی ہلچل بپا ہوگئی۔ آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگیں۔ دل کو ایک لمحے قرار نہ ملتا تھا۔ چند دنوں کے مہمان بیٹے سے ہزاروں میل کی دوری تڑپ بن کر رگ جاں میں اتر گئی اسی بے قراری کے عالم میں غازی صاحب کے باپ، ماں، چھوٹا بھائی اشکبار آنکھوں کے ساتھ ملاقات کے لئے مدراس پہنچے تو خوش نصیب بیٹے کو بڑا پرسکون پایا۔ غازی میاں محمد نے ماں کی کیفیت محسوس کر لی بڑی محبت سے ماں سے مخاطب ہوئے "ماں میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے تمہیں ندامت ہو۔ میں نے تو وہ عظیم فرض ادا کیا ہے جو میرے لئے اور آپ کے لئے بھی دین و دنیا کی سرفرازی کا سبب ہے میں خوش ہوں کہ یہ سعادت میرے حصے میں آئی۔ آپ جب مجھ سے ملنے آئیں تو رویا نہ کریں۔"

حرمت رسول ﷺ پر قربان ہونے کا وقت آیا تو انچارج دستہ غازی صاحب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ فوجی دستے نے غازی صاحب کو مدراس سول جیل پہنچانے کے لئے ٹرک میں سوار کرایا۔ دستے کے افسر اور جوان دونوں طرف بنچوں پر بیٹھے تھے غازی صاحب درمیان میں کرسی پر ایک شان بے نیازی سے مطمئن تھے۔

۱۱۔ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب وہ جیل کی کوٹھڑی میں والد اور جیل کے مولوی صاحب کے ساتھ تلاوت قرآن حکیم میں مصروف رہے۔ صبح کاذب کے وقت غسل کیا سفید لباس پہن کر نماز ادا کی۔ والد سے گلے ملے۔ مولوی صاحب سے بغل گیر ہوئے ایک شان استغنا سے چلتے ہوئے تختہ دار پر پہنچ گئے۔ مغرب کی جانب اس انداز سے دیکھا گویا کعبۃ اللہ اور آقا کا روضہ بالکل سامنے ہے۔ لبوں سے بے اختیار اللہ اکبر کی

صدا بلند ہوئی۔ تختہ پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا گیا اور شمع رسالت و پروانہ، حرمت رسول ﷺ پر جان نچھاور کرنے والا نقد جان لے کر اپنے محبوب ﷺ اپنے آقا کے حضور حاضر ہو گیا۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

صوبیدار غلام محمد کے آنگن کا یہ ستارہ ۲۳ برس کی عمر میں ملت اسلامیہ کے آسمان غیرت وحمیت پر مہ کامل بن کر جگمگا اٹھا۔ غازی نے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو کر اہل ایمان کی راہوں میں غیرت ایمانی کا چراغ روشن کر دیا۔ مدراس سینٹرل ریلوے اسٹیشن سے تین میل دور ولی اللہ حضرت دستگیر ساوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے اور مسجد کے درمیان ایک بلند چبوترے پر آج بھی غیرت ایمانی اور حب رسول ﷺ کی یہ شمع روشن ہے۔ دن رات ہزاروں عقیدت منداس پروانہ شمع رسالت سے جان سپاری و جانثاری کا درس لینے حاضر ہوتے ہیں اور قلب ونظر کو عشق رسول ﷺ سے روشن و منور کرتے ہیں۔

غازی چاچا:

اے کہ ترا غبار راہ تابش روئے ماہتاب — اے کہ ترا نشان پا نازش مہر خاوری

۱۹۱۸ء میں برہ زئی ضلع اٹک میں غلام یحییٰ خان کے گھر میں اس بچے نے جنم لیا جو شناوران قلزم عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ محسن انسانیت کے اس فدائی کا نام عبدالمنان رکھا گیا۔ پیار محبت کی فضا میں پرورش پائی۔ پرائمری جماعت پاس کی تو والد نے دینی تعلیم کے لئے حضرت میاں عبدالحق صاحب کی درسگاہ میں داخل کر دیا۔ دین کے نور سے قلب ونظر روشن کرتے چند سال گزرے تھے کہ ۱۹ سال کی عمر میں وہ لمحہ سعادت آپہنچا جس کے لئے ہر اہل ایمان کا دل بے قرار رہتا ہے جو ہر عاشق رسول

ﷺ کی معراج ہے۔

ٹرٹوپہ گاؤں کے چھابڑی فروش بشن داس عرف بشو سے علاقے کے مسلمانوں نے ہمیشہ مروت کا سلوک کیا تھا جس کی مدد اکثر کھاتے پیتے لوگ کرتے رہتے تھے۔ ایک ہندو لڑکی کے مشرف بہ اسلام ہو جانے سے احسان فراموشی کی انتہا پر پہنچ گیا۔ بچھو کی خصلت ہے کہ وہ اپنے محسن کو بھی ڈنگ مارے بغیر نہیں رہتا۔ بشو نے بھی اسی خصلت کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ سرورِ کون و مکاں ﷺ اور اہل بیت کی شان میں گستاخیاں اس کا معمول بننے لگیں۔ بہت سے اہل ایمان نے اسے سمجھایا۔ تنبیہہ کی مگر کتے کی دم اور بچھو کا ڈنگ بھی کبھی سیدھے ہوئے ہیں؟ چھچھ کے گل داؤ د خان عرف لیڈر سے اسی بات پر بشو کا جھگڑا ہوا۔ اس مردِ غازی نے بشو پر حملہ کیا لیکن بشو بچ گیا اور گل داؤد خان زخمی ہو گئے۔ خوشا وہ زخم جو ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ میں زیب جسم و جاں ہوں۔ خون کے ان قطروں کا کیا مول جو حرمت رسول ﷺ میں ٹپکے! اس لذت درد کا کیا صلہ جو عشق رسول ﷺ کا امین ہو۔

جمعرات ۱۶ جون ۱۹۳۷ء بشن داس عرف بشو نے عبدالمنان سے پھر وہی ہرزہ سرائی کی۔ عبدالمنان نے سختی کے ساتھ سرزنش کی مگر بشو بار بار ڈنگ مارنے سے باز نہ آیا۔ کون ہے جو اپنے آقا ﷺ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں ہرزہ سرائی سن کر خاموش ہو جائے اور ایمان کا دعویٰ بھی کرے؟ شاتم رسول کے خبث باطن کا مظاہرہ نظر انداز کرے اور مومن بھی رہے؟

بشو کی ہرزہ سرائی سے عبدالمنان کے جسم میں بجلیاں کوند گئیں انہوں نے تڑپ کر بشو کی چھابڑی سے چاقو اٹھایا اور اگلے ہی لمحے چاقو دستے تک بشو کے سینے میں اتر گیا۔ بشو چند لمحے تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ غازی عبدالمنان نے اطمینان کا سانس لیا۔ للہ الحمد کہ تقاضائے عشق رسول ﷺ پورا ہوا! بستی میں یہ خبر کہ بدباطن بشو ایک مردِ کامل کے ہاتھوں جنم واصل ہوا جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ غازی عبدالمنان گرفتار کر لئے گئے ان کا مقدمہ اٹک میں اے ڈی ایم علاؤ الدین کی عدالت میں پیش ہوا۔ ہندوؤں نے

خزانوں کے منہ کھول دیے۔ غازی صاحب کی وکالت کے لئے سید میر احمد شاہ، سردار ممتاز خان، شیخ اختر اور شیخ عبدالحکیم عدالت میں پیش ہوئے۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان وکلاء پر جنہوں نے پورے مقدمے میں ایک پیسہ بھی بطور فیس لینا گوارا نہ کیا۔ مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا۔ سیشن جج ڈی جی کھوسلہ نے ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء کو غازی عبدالمنان کو سات سال قید بامشقت کی سزا سنا دی۔ غازی صاحب کو ایک ہفتہ اٹک جیل میں رکھ کر سینٹرل جیل ملتان بھیج دیا گیا۔ ۸ ماہ بعد انہیں سینٹرل جیل راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔ اس زمانے میں پنڈی کے جیل سپرنٹنڈنٹ چوہدری فرید احمد صاحب تھے۔ وہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ (گولڑہ شریف) سے بیعت تھے۔ انہوں نے غازی صاحب کو قیدیوں کا نگران مقرر کر دیا اور اس طرح غازی صاحب مشقت سے بچ گئے۔ فرید صاحب نے اس عاشق رسول ﷺ کو بڑی سہولتیں دیں اور آخرت کے اجر میں مقام بلند کے حقدار ہوئے۔ فرید صاحب کی اچھی رپورٹوں اور دیگر اقسام کی معافیوں کی بناء پر غازی صاحب ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو راولپنڈی سینٹرل جیل سے رہا ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں شادی کی اللہ نے ۴ بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

۱۹۴۷ء میں غازی عبدالمنان نے تحریک پاکستان میں دن رات محنت کی اور پاکستان کے قیام کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں آپ نے چونکہ ہندو کو قتل کیا تھا۔ اس لئے ہندو مسلم فسادات کے پیش نظر آپ کو ۶/۷ ماہ کے لئے پولیس کی حفاظت میں رکھا گیا۔

غازی عبدالمنان طب اسلامی کے سند یافتہ طبیب ہیں لیکن حکمت صرف مشغلہ ہے ذریعہ معاش نہیں۔ غازی صاحب، فراخ دل، کشادہ دست اور سلیم الطبع شخصیت ہیں۔ نام و نمود کی انہیں کوئی خواہش نہیں بشن داس کے قتل کا واقعہ سنانے سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کوئی کہانی یا قصہ نہیں۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔ کے اہل دل ان کا بے حد احترام کرتے ہیں اور وہ "غازی چاچا" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی ذات گرامی ہم سب کے لئے مینارہ نور ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جھلکیاں۔۔۔۔لبیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لانگ مارچ

ماسٹر احسان الٰہی قصوری

☆ جماعت اہل سنت پاکستان کا توہین آمیز خاکوں اور گستاخانہ فلم کے خلاف راولپنڈی تا کراچی لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کا آغاز ۸۔نومبر بروز جمعرات صبح دس بجے فوارہ چوک راولپنڈی سے ہوا۔ لانگ مارچ کی قیادت مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ نے کی۔

☆ لانگ مارچ لبیک یارسول اللہ میں کم وبیش دوسو سے زائد علماء کرام، مشائخ عظام و پیران طریقت نے شرکت فرمائی اور تقریباً ۴۰ مختلف اہل سنت کی مذہبی جماعتوں نے بھرپور حصہ لیا۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ میں جن اکابرین نے شرکت فرمائی۔ ان میں سنی اتحاد کونسل کے سربراہ صاجزادہ حاجی فضل کریم، پیر نقیب الرحمٰن، پیر ڈاکٹر سرفراز سیفی، پروفیسر سید مظہر سعید شاہ کاظمی، علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ، پیر دیوان آل سیدی، میاں محمد حنفی سیفی، پیر حسین الدین شاہ، حاجی محمد حنیف طیب، پیر شمس الدین بخاری، علامہ بشیر القادری، پیر سید خضر حسین شاہ چشتی، حافظ نور احمد بندیالوی، حافظ محمد اکبر، لیاقت علی مفتی محمد خالد سلطان، صاجزادہ خالد سلطان قادری، مفتی فضل جمیل رضوی، مولانا محمد اکرم سعیدی، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، پروفیسر ابو محی الدین، محمد نواز کھرل، حافظ شیخ محمد قاسم، محمد عثمان غنی، محمد زبیر اعوان، خاص طور پر نمایاں تھے۔

☆ ۸۔نومبر کو لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ گوجر خاں، جہلم، گجرات، گوجرانوالہ و

دیگر شہروں سے ہوتا ہوا آستانہ عالیہ سیفیہ محمدیہ راوی ریان میں آخری جلسہ منعقد ہوا۔ راستے میں ہزاروں شمع رسالت کے پروانوں نے قائدین اور شرکائے لانگ مارچ کا بھرپور اور فقید المثال خیر مقدم کیا۔

☆ 9 نومبر جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے بعد سہ پہر تین بجے ناصر باغ لاہور میں ایک بہت بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جماعت اہل سنت کے قائدین اور مقررین نے پر جوش خطابات سے سامعین کے دلوں کو عشق و مستی کی گرمی سے ایمانی حرارت بخشی۔ سنیوں کے دل کی دھڑکن علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اس عزم کو دہرایا کہ ناموس رسالت کی خاطر ہم روکھی سوکھی کھالیں گے لیکن اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے آقا کریم علیہ السلام کی عزت و ناموس پر قربان کر دیں گے، مگر آپ کی ذات اقدس کی معمولی سی ہتک بھی ناقابل برداشت تصور کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مدرسوں کو مضبوط کرو اور جمعوں کے خطبوں میں "ناموس رسالت" کو عنوان بناؤ۔ یہودی اور عیسائی پیسے دے کر لوگوں کے ضمیر خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ محمد عربی ﷺ کے غلام بن کر گلی گلی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر، گھر گھر آقا علیہ السلام پر درود و سلام کے گجرے اور نغمے بکھیرتے ہوئے اسلام دشمنوں کو بتا دو کہ:

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
دین پہ مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

☆ لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ میں حنفی سیفی سلسلہ کے مشائخ، علماء، پیران عظام و مریدین کا جذبہ عشق و عددی قوت قابل ستائش، قابل تقلید اور دیدنی تھی۔ ایسا احساس ہو رہا تھا جیسے سفید پگڑیوں اور عماموں کا جم غفیر اور ہجوم سر پر کفن باندھے کربلا کی طرح معرکہ حق و باطل سر کرنے کے لئے میدان عمل میں نکل پڑا ہے۔

☆ پتوکی، اوکاڑہ، ساہیوال، میاں چنوں وغیرہ سے ہوتا ہوا جب لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ کا قافلہ مدینۃ الاولیاء ملتان شریف پہنچا تو امیر اہل سنت جگر گوشہ غزالی زماں علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور جماعت کے قائدین و کارکنان نے جس

رشک آمیز اور والہانہ پن سے قافلے کا استقبال کیا اسے احاطہ تحریر میں لانا اور سمونا ناممکن ہے اور شاید چشم فلک نے ایسا عجب منظر اس سرزمین پر پہلے نہ دیکھا ہو۔ ہر طرف سے پھولوں کے ہار اور پتیاں نچھاور ہو رہی تھیں اور دور تک سڑک پر پتیاں ہی پتیاں بکھری پڑی تھیں۔ کتبے، سٹکرز، بینرز، جھنڈے، جھنڈیاں، فلک شگاف نعرے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ آقائے دو جہاں خود میزبان بنے ہوئے ہیں اور تشریف فرما ہو کر اپنے عاشقوں، پروانوں اور چاہنے والوں کو نواز رہے ہیں اور ان کی دلجوئی فرما رہے ہیں۔ امیر جماعت اہل سنت پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اپنی علالت کے باوجود ایسے ہشاش بشاش، شاداں و فرحاں دکھائی دے رہے تھے جیسے ان پر جوانی دوبارہ غالب آگئی ہو اور اس روحانی لانگ مارچ نے ان کو صحت یاب کر دیا ہے اور خطاب کے وقت ان کی صوتی گھن گھرج سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ کسی نوجوان مقرر کا جوش خطابت ہے۔

☆ بند روڈ لاہور پر نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد یہ عظیم الشان قافلہ متعدد بسوں، مزدا گاڑیوں، ویگنوں، کوچز اور سینکڑوں کاروں کے ہمراہ جب اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا تو بند روڈ فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا۔

☆ ساہیوال، چیچہ وطنی، خانیوال، ملتان، لودھراں، بہاولپور، صادق آباد، سکھر، خیر پور، مورو، حیدرآباد سے ہوتا ہوا اپنی آخری منزل ایم اے جناح روڈ حضرت عالم شاہ بخاری کے مزار پر پہنچا۔ جماعت اہل سنت کراچی و دیگر دینی، مذہبی جماعتوں کے قائدین اور ہزاروں افراد نے اس عظیم قافلے کا شاندار استقبال کیا۔ جلسہ گاہ میں لاکھوں عشاقان مصطفیٰ اپنے محسن عظیم، فخر موجودات احمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر مر مٹنے کے لئے جمع تھے۔

☆ جب لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ ایم اے جناح روڈ میں داخل ہو رہا تھا تو آدھ گھنٹہ تک کراچی کے حالات کی ستم ظریفی کی وجہ سے آزادانہ فائرنگ ہوتی رہی اور ادھر ادھر، دائیں بائیں گولیوں کی برسات ہوتی رہی، لیکن لانگ مارچ کے شرکاء معجزانہ طور

پر محفوظ رہے اور نہ ہی ان پر گھبراہٹ کے آثار کا شائبہ تک محسوس ہوا اور قافلہ رواں دواں رہا۔

☆ راولپنڈی سے کراچی تک قافلہ والوں کے خورد و نوش کے لئے مختلف جگہوں پر علماء، مشائخ و پیران عظام نے اپنے اپنے آستانوں پر لنگر کا وسیع انتظام کر رکھا تھا اور قافلے کا ہر فرد شکم سیر ہوتا رہا اور خدا کا شکر ادا کرتا رہا۔

☆ پنڈی سے لاہور تک تمام راستوں پر مختلف جگہوں اور سٹاپوں پر لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے قائدین و شرکاء کا مقامی لوگوں و عاشقان رسول نے نعروں، پھولوں، بینروں اور جھنڈیوں سمیت پرتپاک خیر مقدم کیا۔

☆ ایمرجنسی کی صورت حال سے نمٹنے کیلئے ایمبولینس گاڑیاں، ڈاکٹرز بمعہ ادویات پنڈی سے کراچی تک لانگ مارچ کے ساتھ ساتھ رہے۔

☆ شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق آئندہ میلاد شریف کے مہینے کو بعنوان ناموس رسالت قرار دے دیا گیا۔

☆ راولپنڈی سے کراچی تک مختلف مقامات پر تقریباً ۱۵۰ مقامات پر قافلے کا استقبال اور جلسے منعقد ہوئے۔ قائدین اہل سنت نے خطابات کے ذریعے یہ پیغام گھر گھر، گلی گلی، قریہ قریہ، شہر شہر، گاؤں گاؤں عام کر دیا کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن تاجدار کون و مکاں ﷺ کی گستاخی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ ملکی تاریخ کا سب سے بڑا لانگ مارچ تھا اور شرکاء نے غالباً تین ہزار کلو میٹر کا کل سفر طے کیا۔

☆ لبیک یارسول اللہ، لبیک یارسول اللہ کا مخصوص روحانی ترانہ (جو کہ خاص طور پر لانگ مارچ کے لئے ریکارڈ کیا گیا) پنڈی سے کراچی تک تمام راستے سامعین و حاضرین کے دل و دماغ کو ایمان کی حرارت اور جوش و جذبے کو ابھارتا رہا اور عشق و مستی کی لہر دوڑاتا رہا۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے اجتماعات میں شاہ صاحب اپنے خطابات

کے دوران قرآن وحدیث کے نور سے لوگوں کے دلوں کو منور کرتے رہے

☆ لانگ مارچ کا قافلہ جب قصر نماز کے لئے کسی جگہ رکتا تو ایک عجیب پر بہار روحانی منظر دیکھنے کو ملتا جنگل میں منگل ہو جاتا جیسے کوئی آسمانی مخلوق زمین پر نیچے اتر آئی ہے۔

☆ خدا کے فضل اور حضور رحمت عالم کی نگاہ کرم کے طفیل کسی قسم کا کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ لانگ مارچ کے دوران پیش نہ آیا اور نہ ہی اس قدر طویل سفر کے دوران کسی چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہوئے۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے اصل محرک، روح رواں اور دولہا جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام، مفسر قرآن، علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ تھے اور قافلہ لانگ مارچ کے سالار اعلیٰ تھے جو کہ راولپنڈی تا کراچی اپنے قافلے کے ساتھ ساتھ رہے۔ کروڑوں سنیوں کے دلوں کی دھڑکن حضرت شاہ جی کے مخلص نیاز مندان و مشتاق مصطفی آپ کے نورانی و روحانی چہرہ کی زیارت اور آپ کے وجدانی خطابات سے محظوظ ہوتے رہے اور اپنی تھکاوٹ کو تازگی و فرحت وانبساط میں بدلتے رہے۔

☆ لاکھوں ملکی وغیر ملکی لوگوں نے انٹرنیٹ کی مدد سے بھی اس لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کو اپنی آنکھوں میں محفوظ کیا۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کو مناسب اور بھرپور کوریج نہ دینے میں میڈیا کا کردار بے حسی اور جانبدارانہ رویہ کی غمازی کرتا رہا جو کہ نہایت ہی قابل مذمت اور قابل افسوس ہے۔

☆ لانگ مارچ جس میں طبی سہولیات کے لئے ایمبولینس کے ساتھ ساتھ Media Mobile Food Van, Van کی سہولت بھی موجود تھی۔

☆ حضرت قبلہ شاہ جی گاہے گاہے قافلہ کے شرکاء، گاڑیوں کے ڈرائیورز کے بارے خبر گیری اور آسانی کے متعلق ہدایات سے نوازتے رہے۔

☆ لانگ مارچ کے حوالے سے اعلیٰ انتظام کے امور میں پروفیسر محمد ابومحی

الدین اور حافظ شیخ محمد قاسم اور ملک شفیق پیش پیش رہے۔ پانچ دن مسلسل سفر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ تو کوئی تھکاوٹ محسوس ہوئی۔تمام سفر عافیت کے ساتھ انجام پذیر ہوا کیونکہ یہ روحانی سفر خالصتاً نیک نیتی پر مبنی اور اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی راہ میں اللہ کے حبیب کی خوشنودی کے حصول اور ریاکاری سے مبرا تھا۔لاہور کے سنگیوں میں عطا محمد، شیخ محمد راشد، محمد فاروق احسن، لیاقت علی، حکیم محمد نعیم، ڈاکٹر منظور حسین اختر، محمد نعیم عصمت، محمد یعقوب، محمد صدیق، شاہد مجید، عرفان عزیز، ڈاکٹر عبد المجید خاں، حاجی محمد یٰسین، ذیشان، محمد شہباز مغل و دیگر ساتھیوں نے اپنی اپنی ڈیوٹیاں بطریق احسن اور خلوص نیت سے نبھائیں اور محمد بہاؤ الدین کے ممد و معاون ثابت ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی دنیا و آخرت کا بھلا کرے۔

☆ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے اصل محرک علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ تھے اور اس کی تکمیل بھی شاہ جی کی مراد اصلی تھی۔آپ نے جماعت اہل سنت کے اکابرین، مختلف علمائے کرام مشائخ و پیران عظام سے ملاقاتیں کیں۔مشاورت اور میٹنگز ہوئیں۔آخر کار فیصلہ ہو ہی گیا اور لانگ مارچ کا اعلان کر دیا گیا۔ملک میں لاقانونیت، کراچی میں سرعام قتل و غارت، دہشت گردی و غنڈہ گردی، دگرگوں و نا مساعد حالات اور افراتفری کی فضا میں ان سب رکاوٹوں اور وسائل کی کمی کے باوجود اور کراچی میں آزادانہ گرجتی، برستی، دندناتی اور سنسناتی گولیوں کی بوچھاڑ میں علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ کی قیادت میں جماعت اہل سنت پاکستان کا یہ کامیاب و کامران پرامن لانگ مارچ دراصل حضرت شاہ جی سید ریاض حسین کی ایک سعی جمیل تھی جو حضور ﷺ آقائے دو جہاں کے نعلین پاک کے تصدق سے کامیابی سے مشرف ہوئی۔ہو نہ ہو حضرت قبلہ شاہ جی کو سرکار گولڑہ شریف پیر مہر علی شاہ کی طرح تاجدار ختم نبوت علیہ التحیہ والثناء نے بشارت سے نوازا ہو کہ اٹھو ریاض شاہ تم آل رسول سے ہو لانگ مارچ کا اہتمام

اور تیاری کرو اور دشمنان اسلام اور یہودیوں کو بتا دو کہ ''ورفعنا لک ذکرک'' ایک حقیقت لافانی ہے۔ انشاء اللہ کامیابی و کامرانی تمہارے قدم چومے گی اور پوری دنیا (گلوبل ویلیج) نے دیکھ لیا:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل
لوگ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اور شاہ جی یہ مشن لے کر جانب منزل چل پڑے اور سرخرو ہوئے۔ بقول مولانا ظفر علی خاں:

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امیر اہل سنت جگر گوشہ غزالی زماں پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور ناظم اعلیٰ مفکر اسلام، مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ کی جوڑی صحت و تندرستی کے ساتھ سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ انہیں عمر خضر عطا فرمائے۔ چشم بد دور۔ ان درویش اور خدا مست ہستیوں نے جماعت اہل سنت پاکستان کو از سر نو منظم اور متحرک کیا اور اس میں نئی روح پھونکی اور ساتھ ہی ساتھ انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کا عظیم اور انمول تحفہ دیا۔ انہی اولوالعزم شخصیتوں کی وجہ سے جماعت اہل سنت پاکستان زندہ و جاوید ہے اور کروڑوں سُنیوں کی دھڑکنیں انہی کی وجہ سے اسم محمد ﷺ کی شمع سے روشن اور دھڑک رہی ہیں اور اسی میں ہماری دائمی اور ابدی حیات اور کامیابی و فلاح کا راز مضمر ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

اسلام آباد سے کراچی

لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔

لانگ مارچ

رپورٹ: ڈاکٹر محمد عمر سیفی، مفتی غلام مرتضیٰ حیات سیفی

ناموس رسالت کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی پاسبانی امت مسلمہ کا اولین فرض ہے۔ نہ اس میں تاخیر کی شرعاً کوئی گنجائش ہے نہ قضا کی اجازت۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نبی رحمت ﷺ کے نعلین کی برکت سے امت مسلمہ کی چودہ سو سال کی روشن تاریخ گواہ ہے کہ امت نے اس فرض کو نبھایا ہے اور خوب ہی نبھایا ہے اور کبھی بھی اس میں ذرہ برابر تساہل نہیں برتا گیا۔ ادھر کسی مسیلمہ نے سر اٹھایا ادھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار چمکی۔ یہ معرکہ جاری ہے اور امت مسلمہ ہمیشہ سے اس معرکہ میں سرفراز و کامیاب چلی آرہی ہے اور قیامت تک ایسے ہی اپنی درخشندہ روایات کو زندہ رکھا جائے گا۔ یعنی جب بھی کہیں مسیلمہ پیدا ہوگا وہاں سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی دہرائی جائے گی۔

اس لانگ مارچ کا پس منظر:

سال رواں میں جب ایک یہودی فلم ساز نے شان رسالت ﷺ میں گستاخی کی کوشش کی تو ایسے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے احتجاجی تحاریک کا آغاز ہوا۔ پاکستان میں بھی اس گستاخ فلم ساز کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ ان حالات میں جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ

صاحب نے بھی لانگ مارچ کی کال دی۔ اس لانگ مارچ کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور زیادہ سے زیادہ افراد کو اس مارچ کے پلیٹ فارم سے "لبیک یارسول اللہ" کی صدا بلند کرنے کیلئے حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں اور پریس کانفرنسز بھی کیں۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو اس ریلی میں شرکت کی دعوت دی۔ اس کے علاوہ ملک میں دستخطی مہم بھی چلائی گئی۔

توہین رسالت اور مغربی ممالک کا رویہ:

پچھلے چند برسوں کے دوران یکے بعد دیگرے ایک منظم تحریک کی صورت میں غیر مسلم قوموں کی جانب سے کوئی نہ کوئی ایسا فتنہ اٹھایا جا رہا ہے کہ جس میں پہلے پہل سید الانبیاء ﷺ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا گیا اور بعد ازاں ڈنمارک میں چھوٹے چھوٹے خاکوں میں آہستہ آہستہ وجہ تخلیق کائنات ﷺ کی ذاتِ اقدس کو موضوع بنا کرامت محمدیہ (ﷺ) کے جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی اور آپ ﷺ کے منصب رسالت پر ہرزہ سرائی کی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ ملکِ پاکستان میں توہین رسالت کے قانون میں بھی ترامیم کروانے کیلئے بھی یہی غیر مسلم قوتیں متعد ہیں۔ اس سلسلے میں بین الاقوامی پریس، میڈیا اخبارات و جرائد اور انٹرنیٹ کے ذریعے زبردست پراپیگنڈہ بھی کیا جا رہا ہے۔ ضمیر کی عصمت فروشی کی کمائی کھانے والے صحافیوں سے اندرونِ ملک اور بیرون ملک ایسے مضامین لکھوائے جا رہے ہیں کہ عام قاری اُس کو پڑھ کر اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے۔ ان تمام کارگزاریوں کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ:

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

توہین رسالت کی تاریخ:

یہ اہل علم و دانش کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قولی اور فعلی ایذا رسول اکرم ﷺ کو دینا حرام ہے۔ امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور فیصلہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کیلئے ناپاک زبان استعمال کرنے والا کافر ہے اور اسکو قتل کیا جائے اور

اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے اور یہ یاد رہے کہ محبوب خدا کو گالی دینا اور ایذا دینا سب سے بڑا کفر ہے اور ظلم ہے۔ (فتح القدیر جلد 4، ص 407)

کہ جو بھی محبوب خدا ﷺ کی ذات اقدس میں طعنہ زنی کرے یا آپ کے دین میں یا آپ کے نسب میں یا آپ کے صفات نبوت میں سے کسی صفت میں یا آپ کو کسی عیب کی طرف منسوب کرے، طعنہ زنی کرے گا کھلم کھلا یا چھپ کر یا اشارہ کے طور پر تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اس کے اس کفر پر اور اس کی اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس کیلئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔

(مسلم شریف جلد 2، ص 110، بخاری شریف، جلد 2، ص 574)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے والا کون ہے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس بے ادب اور آپ کے گستاخ کو قتل کروں۔ قال: نعم۔ فرمایا: ہاں۔ تو حضرت مسلمہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیکر کعب بن اشرف کے مکان پر پہنچے اور رات کو کعب بن اشرف کو بلایا کعب بن اشرف باہر نکلا اور ان کے پاس آیا کعب بن اشرف کی بیوی نے کہا کہ میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جو خون میں ڈوبی ہوئی ہو یعنی یہ تو قاتلوں کی آواز ہے۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ نہیں یہ تو میرے رضاعی بھائیوں کی آواز ہے۔ پس جب وہ ان کے قریب آیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ کعب بن اشرف منافقین کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا عقلمند، ہوشیار اور بڑا ہی دانشمند تھا لیکن اپنے قاتلوں کی خون میں ڈوبی ہوئی آواز نہ پہچان سکا اور بیوی کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو میرے رضاعی بھائی ہیں۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ جانثاران نبی اکرم ﷺ عزت و ناموس پر اپنے سگے بھائیوں کو نہیں معاف کرتے تو رضاعی بھائیوں کو کیونکر معاف کریں گے۔ (بخاری شریف، جلد 3، ص 577)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چند انصاری

نوجوانوں کو بھیج کر ابو رافع کو قتل کروایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص 308)

اور ابوداؤد شریف میں حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی اور آپ کی شان اقدس میں گستاخیاں اور طعنہ زنی کیا کرتی تھی تو رسول خدا ﷺ کے ایک جانثار آدمی نے اس عورت کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب امام الانبیاء ﷺ کو معلوم ہوا تو اس عورت کے خون کو باطل قرار دیا یعنی کوئی قصاص اور نہ کوئی دیت۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث طیبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ پہ طعنہ زنی کرنے والا کافر ہے اور خداوند قدوس نبی کریم ﷺ اور صحابہ کا یہ طریق ہے کہ حضور کے بے ادب کیلئے کوئی معافی نہیں ہے۔

محرک اولین:

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان مفسر قرآن عاشق رسول ﷺ، پیکر اخلاص ومحبت مفکرِ اسلام حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم العالیہ کو جنہوں نے ایک پادری ٹیری جونز جس نے فرعون ونمرود ابوجہل، یزید اور سلمان رشدی اسلام سے دشمنی اور رسول اکرم ﷺ سے عداوت کی بناء پر امام الانبیاء ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی شان اقدس میں گستاخانہ فلم بنانے والوں اور اُن کی معاونت کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا جس پر پوری دنیا کے مسلمانوں یہود ونصاریٰ کے اس شرمناک فعل پر احتجاج کیا اور نبی رحمت سے اپنے قلبی تعلق کا اظہار کیا وہاں جماعت اہل سنت پاکستان نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد سے ایک پر جوش لیکن پر امن لانگ مارچ نکالنے کا اہتمام کیا۔

''لبیک یارسول اللہ'' کا نام:

تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان مفکر اسلام شیخ القرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے وطن عزیز کے غیور مسلمانوں، صاحبانِ

فہم وفراست اور عاشقان رسالت ماب ﷺ کو پکارا کہ وہ شان رسالت ﷺ کے خلاف ہر سازش کو قطع کرنے کی جہد میں جماعت اہل سنت کا ساتھ دیں۔قبلہ شاہ صاحب نے وطن عزیز کے علماء ومشائخ، وکلاء وتاجر برادری، طلباء غرض سب سے درخواست کی آؤ اپنے آقا کی عزت کی خاطر نکلو۔انہیں صاحبانِ فکر غم میں غرقابِ عشق رسول ﷺ محبوب شہنشاہ خراسان وغوث جہاں عالمی وروحانی شخصیت پیر طریقت رہبر شریعت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمد سیفی صاحب زیب آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف اسلام آباد سے ملاقات کیلئے قبلہ شاہ صاحب آستانہ عالیہ ترنول شریف تشریف لائے اور اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔ناموس رسالت ﷺ کے تناظر میں اس ملاقات میں ہی قبلہ شاہ صاحب نے لانگ مارچ نکالنے کی تجویز پیش کی ۔اس تجویز پر نہ صرف قبلہ ڈاکٹر صاحب نے لبیک کہا بلکہ عرض کی کہ جناب صرف لانگ مارچ تک نہیں حضور نبی کریم ﷺ کی عزت کی خاطر زندگی کے آخری سانس تک ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اس لانگ مارچ کو"لبیک یارسول اللہ ﷺ" کے بابرکت نام سے نکالا جائے ۔کیونکہ دین سارے کا سارا ہی لبیک پر قائم ہے ۔اس نام کو شاہ صاحب نے پسند فرمایا اور قبلہ ڈاکٹر صاحب کی درازی عمر کیلئے دعا گو ہوئے۔

آستانہ محمدیہ سیفیہ ترنول کی حمایت:

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضور یہ تو ہم پر قرض ہے کہ ہم اپنے آقا کے تحفظ کیلئے میدان میں نکلیں جس نے اپنی ولادت سے لیکر وصالِ مقدس تک رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں ۔جس نے طائف میں پتھر کھائے ،مکے کے بازاروں میں لوگوں کی نازیبا باتیں برداشت کیں، اپنا گھر اپنا شہر چھوڑا، اپنے عزیز واقارب دشمن بنائے ۔احد کے میدان میں دندان مبارک شہید کروائے ۔بھوک سے شکم مبارک پر پتھر باندھے ۔ساری زندگی امت کے غم میں روتے رہے آج اس آقا کی حرمت کی بات ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ سڑک پر ہوں اور ہم گھر۔

قبلہ حضرت میاں محمد حنفی سیفی اطال اللہ حیاتہ کا والہانہ انداز محبت:

اس دل افروز اور مکمل یقین دہانی پر قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ اب آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف اور آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف پر حاضر ہونا چاہتے ہیں۔جمعرات کے دن کا تعین ہوا۔ پہلے شاہ صاحب آستانہ عالیہ راوی ریان شریف تشریف لائے جہاں آپ کا استقبال زیب آستانہ عالیہ غوث جہاں طبیب ِروحاں حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا۔اس اہم ملاقات میں لبیک یارسول اللہ ریلی کے اہم نکات پر گفتگو ہوئی۔غوث جہاں طبیب ِروحاں حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے اس ریلی کے بارے میں شاہ صاحب کو اپنی حمایت کا بھرپور یقین ان الفاظ کے ساتھ دلایا کہ"شاہ صاحب ہم کراچی تک ہی نہیں آپ کے ساتھ بلکہ حضور ﷺ کے حوضِ کوثر تک آپ کے ساتھ ہیں"۔

مرکزی آستانہ فقیر آباد سے یقین دہانی:

اس ملاقات کے بعد قبلہ شاہ صاحب اور قبلہ ڈاکٹر صاحب نے آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف کا رخ کیا۔وہاں پہنچنے پر جگر گوشہ مجدد زماں حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن نور اللہ مرقدہ پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث صاجزادہ محمد سعید حیدری مبارک دامت برکاتہم القدسیہ اور دیگر صاجزادگان نے شاہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب کا استقبال کیا۔شاہ صاحب نے وہاں بھی اپنی لبیک کو پہنچایا جس کے جواب میں قبلہ حضرت سعید حیدری صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی ہمارے والد مرحوم کا ارشاد اور حکم ہے کہ آپ ہمیں مذہب کیلئے، دین کیلئے، ناموس کیلئے جب بھی پکاریں گے ہم اور ہمارے لاکھوں متوسلین لبیک کہیں گے چاہے وہ موچی دروازہ میں ہونے والی کانفرنس ہو یا ملتان میں ہونیوالی سنی کانفرنس، ہم نے آپ کا ہمیشہ پہلے بھی ساتھ دیا ہے اور اب بھی عزم رکھتے ہیں۔جس پر قبلہ شاہ صاحب نے پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث صاجزادہ محمد سعید حیدری مبارک دامت برکاتہم القدسیہ کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوئے۔

جذبہ کی بیداری:

بعد ازاں قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے آستانہ عالیہ ترنول شریف میں اتوار کو ہونے والی محفل میں جملہ سالکین کو مدعو کیا اور آقا کریم ﷺ کی ناموس پر ایک شاندار خطاب فرمایا اور لبیک یارسول اللہ ریلی کے بارے میں آگاہ کیا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے جملہ حاضرین کو بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

لولاك لما خلقت الافلاك یعنی اے محبوب! اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو یہ جہان بھی پیدا نہ کرتا۔

یعنی یہ جہان اور اس جہان میں سب کچھ اس ذات اقدس ہی کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بنا کر ہمارے اوپر احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:

ان الذین یوءذون الله ورسوله یعنی جس نے رسولِ کریم ﷺ کو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

یعنی آپ ﷺ پر کوئی بات اٹھائی گویا اللہ تعالیٰ پر بات اٹھائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر بات اٹھائی گویا اللہ تعالیٰ سے کھلی جنگ ہے۔ نقشبندیوں کے امام اور خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جب گستاخ رسول مسیلمہ کذاب ملعون نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے طاقت سے اس فتنے کا مقابلہ کیا اور امت میں اٹھنے والے اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ غزوہ تبوک کے وقت جب حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے مدد طلب کی تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان لے کر حاضر ہو گئے۔ پوچھا: ابوبکر! گھر کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی: گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑا ہے۔ آج بھی امت کو ایسے ہی فتنے کا سامنا ہے کہ جس میں آقائے نامدار حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو ایک فلم کے ذریعے تضحیک کا نشانہ بنایا گیا ہے اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا دفع ہماری جانوں پر قرض

ہے۔ کیا ایسے موقع پر ہمارے پاس اس ذاتِ اقدس ﷺ کیلئے کچھ وقت بھی نہیں۔

شرکائے محفل کی والہانہ لبیک:

قبلہ ڈاکٹر صاحب کے پُر انوار خطاب کے بعد پورے مجمع پر کیفیت طاری ہوگئی اور لوگ جوق در جوق اس ذات مقدس کی ناموس کیلئے چلنے والے اس قافلے کا حصہ بننے کیلئے نام لکھوانے لگے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی نظرِ کیمیا نے یہ جان لیا کہ کچھ لوگ تنگیٔ معاش کے باعث خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ آپ نے کمال دانشمندی سے مجمع کو دوبارہ متوجہ کیا اور فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے دور میں بھی جو ساتھ نہیں جا سکتے تھے وہ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کیلئے تھوڑی دور ساتھ چلا کرتے تھے۔ یہ سن کر ان لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور بعد میں کئی ہزار لوگوں کا مجمع لانگ مارچ کے شرکاء کو رخصت کرنے کیلئے آستانہ عالیہ اور فوارہ چوک میں نہ صرف موجود تھا بلکہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کچھ زادِ راہ بھی لایا تھا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مریدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں دیکھ کر اس سے پہلے کہ ربِ محمد خود انتقام لے، اللہ تعالیٰ کی غیرت جلال میں آئے، اے مسلمانوں ناموسِ رسالت کی پاسبانی کیلئے نکلو۔ نفس کی غلامی کی ساری زنجیریں کاٹ دو۔ ربِ کعبہ کی عزت کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ایک قدم پر کروڑوں رحمتوں سے نوازے گا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب کی اس محفلِ پاک میں موجود تمام سالکین و حاضرین کو جب جماعت اہلسنت پاکستان کے ساتھ "لبیک یا رسول اللہ" ریلی جو راولپنڈی تا کراچی کے حوالے سے اس میں شمولیت کیلئے کال دی تو آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف نعرہ تکبیر، اللہ اکبر اور نعرہ رسالت، یارسول اللہ کے نعروں کے ساتھ گونج اٹھا۔ ہر شخص جو وہاں موجود تھا وہ جذبے سے سرشار ایسے آگے بڑھا جیسا کہ واقعی دین پر مرمٹنے کیلئے اپنی جان پیش کر رہا ہو۔ ریلی میں شریک ہونے والوں کو نہایت ہی منظم انداز میں گروپس اور مختلف گاڑیوں میں تقسیم کر کے ان پر امیر مقرر کئے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ریلی

میں شریک ہونے والوں کو سفر کی سنتوں سے بھی آگاہ فرمایا۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ریلی میں شامل ہونے والوں کو یقین دلایا کہ جس کی ناموس کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا ہے وہ ہی راستے کی مشکلات آرام اور طعام کا بندوبست بھی فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

روح پرور قافلہ:

بالآخر 8 نومبر 2012 کی وہ نورانی صبح آپہنچی۔ ریلی کے تمام شرکاء جوق در جوق آستانہ عالیہ ترنول شریف پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ تمام حاضرین کو پھر اسی نظم وضبط کے ساتھ بٹھایا گیا اور سرکار ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ریلی کے شرکاء سے مختصر خطاب فرمایا اور تمام انتظامی امور کا جائزہ لیا۔ ریلی میں شرکت کرنے والی گاڑیاں ترتیب وار لگ چکی تھیں اور ہر گاڑی کے اوپر "لبیک یارسول اللہ" کا بینر اور سفید جھنڈا آویزاں تھا۔ نوافل اور دعائے خیر کے بعد آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ سے یہ روح پرور کاررواں اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوا۔ جس طرف نظر جاتی سفید عماموں اور سفید جھنڈوں سے فضا مہکائی ہوئی لگتی۔ ریلی کے ساتھ نعتوں "لبیک یارسول اللہ" نے عجیب سما باندھ لیا۔ آنکھیں اشکبار تھیں کہ چلو اس زندگی میں ہم بھی کسی نہ کسی صورت دین کیلئے استعمال ہو گئے۔

بعض ذہنی خلجانات:

یہاں ایک سوال جو آج کل کے ماڈرن سکالرز اور براڈ مائینڈڈ لوگوں میں گونج رہا تھا اور جس کا اظہار وہ مختلف فورمز پر کرتے نظر آتے ہیں کہ اس لانگ مارچ کا کیا فائدہ؟ یہاں سے وہاں جانا، تکلیف اٹھانے سے کیا ہوگا؟ resources کا ضیاع ہے۔ اس کا کیا impact/effect وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام سوالات کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور بھی ہماری عبادات ہیں کہ جن کی عقلی دلیل نہیں لیکن حکمِ شریعت ہے تو اس فعل کو عبادت کا درجہ مل گیا۔ مثلاً حج کی مثال لیجئے۔ دو پہاڑیوں (صفاومروہ) کے درمیان بھاگنا حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی یاد میں رکنِ عظیم حج کا حصہ بنا دیا گیا۔ قربانی کے وقت ساری دنیا میں لاکھوں جانوروں کی

قربانی کا فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں کی جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو اس کی عقلی دلیل کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین کی قربانی کو تمام بنی نوع انسان کیلئے نافذ کر دیا۔ مکڑی نے جو جالا اس غار ثور میں بنا رکھا تھا کیا اس جالے سے کچھ دفع ہو جانا تھا۔ لیکن اس مکڑی کی یہ سعی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم ﷺ کیلئے وہ عمل کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو اس معصوم چڑیا نے پانی چونچ میں ڈال کر جب اس آگ کو بجھانا چاہا تو کیا اس پانی سے وہ آگ بجھ جانی تھی؟ نہیں۔ لیکن اس چڑیا نے اپنی استطاعت کے مطابق ہی وہ عمل کیا اور مقبول ہوگئی۔

ان تمام مثالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر عمل کی عقلی دلیل نہیں دیکھی جاتی۔ اسی طرح اس ریلی کے پیچھے بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم ﷺ کیلئے جو جذبہ د عشق کارفرما تھا اور صرف ایک ہی نیت کہ یا اللہ ہماری جانیں تیری ہی دی ہوئی ہیں اور وہ اگر تیرے محبوب کیلئے استعمال ہو جائیں تو اس سے اچھی موت کیا ہو۔

فوارہ چوک کا منظر:

8 نومبر کو چشم فلک نے دیکھا کہ سرزمین راولپنڈی پر صرف عاشقان مصطفیٰ ﷺ ہی نظر آتے تھے۔ قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب، دیگر علمائے کرام کے ساتھ ادارہ تعلیمات اسلامیہ، خیابان سرسید سے فوارہ چوک پہنچے اور دوسری جانب قبلہ ڈاکٹر صاحب آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف اسلام آباد سے فوارہ چوک پہنچے تو سڑکوں کے دونوں اطراف بچے بوڑھے اور جوان پلے کارڈز، بینرز، لئے جمع تھے۔ گھروں اور دکانوں کی چھتوں تک پر ہجوم تھا۔ فوارہ چوک پر عوام کا ایک جم غفیر سالارانِ ریلی کیلئے منتظر تھے اور ''لبیک یا رسول اللہ'' کے نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ قبلہ شاہ صاحب اور قبلہ ڈاکٹر صاحب کی آمد ہوئی اور لوگوں کا ہجوم گاڑیوں کے ساتھ لپٹ لپٹ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے نظر آیا۔ آج تو ہر وہ شخص جو وہاں سے محض گزر رہا تھا اس کا بھی دل چاہا کہ اپنے کام

کاج چھوڑ کر اس سفر عقیدت کے ساتھ چل پڑے۔

اکابرین کے خطابات:

عین فوارہ چوک میں ریلی کے ابتدائی جلسے کا انعقاد ہوا جس سے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے مختصراً خطاب کیا۔ علامہ ریاض حسین شاہ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارا وجود ایک ہے، ہمارا دھن ایک ہے، ہماری جہت ایک ہے، ہماری منزل ایک ہے، ہم سب مصطفیٰ ﷺ کے فدائی ہیں''۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنے خطاب میں کچھ یوں ارشاد فرمایا:

''سورۃ اللھب کی آخری آیت میں ابولہب پر اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی۔ آج ابولہب موجود نہیں لیکن تکمیلِ قرآن اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی کہ جب تک اس مذمت کو زبان سے ادا نہ کیا جائے۔ اس ریلی میں شرکت کرنا ناموس رسالت کے منکروں کی مذمت کیلئے ہی ہے۔ ہم اپنے قائدین کے پیچھے اس قافلہ میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے''۔

لانگ مارچ کا آغاز:

لانگ مارچ کا آغاز کیا ہوا گویا ایک سمندر تھا جو راولپنڈی کی سڑکوں پہ ابل پڑا لبیک یارسول اللہ کی صدائیں اور عاشقان رسول کا اس نظم وضبط سے نکلنا شاید ہی ایسا نظارہ اہالیان راولپنڈی نے پہلے کبھی دیکھا ہو جہاں جہاں سے ریلی گزرتی وہاں وہاں سے لوگ اس میں پیدل موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کے ساتھ شامل ہوتے جاتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہر کوئی حقیقتاً سر پہ کفن باندھے، شاتم رسول کا سرتن سے جدا کرنے نکل پڑا ہے۔ سفید و سبز پرچم ہاتھوں میں لئے دیوانہ وار دوڑ رہے تھے۔ ہر کوئی صرف اسی خیال میں تھا کہ دو قدم چل کر اپنا حصہ ڈالتے جائیں۔

لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ اپنی تاریخ رقم کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا اور راولپنڈی شہر کے مصروف مری روڈ سے گزر رہا تھا کہ وقت ظہر

ہو گیا۔لانگ مارچ کے شرکاء نے فرض نماز کی ادائیگی کو مقدم جانا اور وہیں ٹھہر کر قبلہ ڈاکٹر صاحب کی امامت میں تمام قائدین و شرکائے لانگ مارچ نے نمازِ ظہر ادا کی۔

اُن کے جو غلام ہو گئے وقت کے امام ہو گئے

مجھے اس روح پرور منظر کو دیکھتے ہی آقائے دو جہاں ﷺ کا زمانہ یاد آ گیا۔ اس دور میں جب نہ کوئی facilities وافر موجود تھیں اور نہ ہی اتنی جا بجا مساجد۔یقیناً جب کسی سفر جہاد میں یا سفر معاش میں نماز کا وقت آتا ہو گا تو وجہ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ اسی طرح فرض نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہونگے۔جس طرح آج اِس مردِ کامل قبلہ ڈاکٹر صاحب کی امامت میں کھلے آسمان تلے اپنی چادریں بچھا کر تمام عشاقان رسول ﷺ صف بستہ ہو کر اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہیں۔یوں یہ سنتِ نبوی بھی ادا ہو گئی۔صرف نماز ظہر ہی نہیں بلکہ پورے لانگ مارچ میں راولپنڈی تا کراچی جب بھی جہاں بھی نماز کا وقت آیا، یہ قافلہ وہیں تھم گیا اور ادائیگی نماز کے بعد ہی آگے کو چلا۔ایسا کیوں نہ ہو، جس ہستی کی ناموس کیلئے نکلے ہیں، اس کی تعلیمات کو اختیار کرنا تمام دیگر امور سے افضل ہے۔

لانگ مارچ جب روات پہنچا تو ایک کثیر تعداد نے استقبال کیا۔وہاں مختصر استقبالیہ کے بعد ریلی آگے بڑھنے لگی۔ریلی جس جس شہر و قصبے سے گزرتی وہاں کے لوگ، علمائے کرام اپنا دامنِ محبت کھول کر ملتے اور قبلہ ڈاکٹر صاحب اور قبلہ شاہ صاحب کی ایک نظر زیارت کیلئے تڑپتے ہوئے نظر آتے۔

گوجر خان پہنچنے سے پہلے ہی لوگ دیدہ و دل فرش راہ کئے ریلی کا فقید المثال استقبال کرنے کیلئے محو انتظار تھے اور ریلی گوجر خان سے کافی پہلے ہی پیدل رفتار سے رواں تھی۔علامہ ریاض حسین شاہ صاحب نے جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ ان کتوں کی زبان نوچی جائے۔

سورج ڈوب رہا تھا اور رات ہونے کو تھی۔گوجر خان سے نمازِ مغرب کے قریب ریلی اپنی اگلی منزل کی جانب روانہ ہو چکی تھی۔پورا دن گزر چکا تھا۔لیکن شرکاء ریلی کے

چہرے ایسے ہی ہشاش بشاش تھے جیسا کہ ابھی گھر سے آئے ہوں۔کسی کے چہرے پر تھکاوٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔گوجر خان سے لانگ مارچ جب رواترہ شریف پہنچا تو وہاں آستانہ عالیہ رواترہ شریف کے متوسلین ،علمائے کرام اور عوام کی ایک کثیر تعداد نے بڑھ چڑھ کر استقبال کیا اور لانگ مارچ کا حصہ بنے۔رواترہ شریف سے گزر کر لانگ مارچ دینہ کی جانب روانہ ہوا۔دینہ، جہلم اور کھاریاں سے حلقہ محمدیہ سیفیہ کی کئی ٹولیاں لانگ مارچ میں شامل ہوئیں۔یہاں مختصر قیام کے بعد لانگ مارچ گجرات میں داخل ہوا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے استقبال کیا اور نعرہ لبیک یارسول اللہ سے فضا کو گرما دیا۔گجرات میں ایک عظیم جلسے سے خطاب کرتے ہوئے علامہ ریاض حسین شاہ صاحب نے فرمایا:

”جو انسانیت کا قتل ہوا ہے۔فلسطین کے اندر، عراق کے اندر، افغانستان کے اندر اور مختلف ممالک میں، وہ مسلمانوں سے معافی مانگیں اور ہمیں ان گستاخوں کے سر چاہئیں۔اور اگر نہیں دے سکتے تو گستاخوں کو ہمارے حوالے کر دو“۔

گجرات ہی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

”آزادی رائے کے علم برداروں نے آزادی رائے کی آڑ میں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو جو ٹھیس پہنچائی ہے وہ درحقیقت آزادی رائے نہیں بلکہ عالمی دہشت گردی ہے جو عالمی امن کیلئے خطرہ ہے۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کالانعام بل ھم اضل یعنی شکل وصورت سے انسان ہیں لیکن ہیں چوپایوں سے بھی بدتر۔یعنی انسان تو ہو لیکن اس کا کردار انسان والا نہ ہو تو وہ انسان چوپائے سے بدتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام چیزوں کیلئے قاعدے اور قوانین دے کر شرف بخشا ہے۔انسان اور باقیوں میں فرق یہ ہے کہ آزادی اگر کسی قاعدے اور قانون کے بغیر ہو تو وہ کتے بلی کی آزادی کی مانند ہے۔۔۔“

گجرات سے بھی حلقہ محمدیہ سیفیہ کے ہزاروں افراد لانگ مارچ میں شامل ہوئے۔گجرات سے ہوتا ہوا یہ قافلہ عشق و مستی ”لبیک یارسول اللہ ﷺ لانگ مارچ“ راہوالی ،گوجرانوالہ پہنچا تو رات کا قریباً ایک بج رہا تھا۔لیکن ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دن

نکلا ہوا ہے۔ یہاں پر موجود علمائے کرام و دیگر احباب نے اس پچھلے پہر میں بھی ایسا فقید المثال استقبال کیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کسی کو بھی اجنبیت کا احساس تک نہ ہوا۔ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ ریاض حسین شاہ صاحب نے لانگ مارچ کا جو نقشہ کھینچا اس نے وہاں پر موجود لوگوں میں ایسا سماں باندھا کہ ہر آنکھ اشکبار ہوگئی۔ بقول آپ کے کہ یہی وقت تھا ایسا ہی موسم تھا اور اسی طرح لوگ تھے جب جنگ تبوک کیلئے نبی کریم ﷺ تشریف لے جارہے تھے۔ گویا کہ اس طرح یہ سنت نبویہ ﷺ بھی پوری کرنے کا شرف لانگ مارچ کے شرکاء کو حاصل ہوگیا۔

گوجرانوالہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"ورفعنا لک ذکرک۔ شکر الحمدللہ کے اللہ پاک نے ہمیں اپنے محبوب کا امتی بنایا ہے۔ یہ ہم خود نہیں بنے بلکہ اس بنانے والے نے بنایا ہے۔ یعنی اس نبی کا امتی بنا کر ہمارے ہونے کا مقصد پورا کرنے کا ذریعہ (اس نبی کریم ﷺ کی صورت میں) ہمیں عطا کر دیا۔ ہمیں انسانیت کا شرف اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اگر ہے تو یہ حضور پاک ﷺ کے صدقے سے ہے۔ ہمارا اس ذات کی ناموس کی خاطر گھروں سے نکلنا اس لئے نہیں کہ ہم اس پر کوئی احسان کر رہے ہیں۔ نہیں، بلکہ یہ ہمارا نکلنا ہماری اپنی زندگی اور آخرت کیلئے توشہ ہے۔

آستانہ عالیہ راوی ریان شریف آمد:

رات کے قریباً ۴ بجے کے لگ بھگ لانگ مارچ راوی ریان شریف سرزمین غوث جہاں طبیب روحاں قبلہ عالم امام الاتقیاء، محبوب امام خراساں حضرت میاں محمد حنفی سیفی اطال اللہ حیاتہ پر پہنچا تو وہاں پر پہلے سے منتظر سالکین و دیگر مہمانان گرامی نے اپنی پلکیں بچھا کر لانگ مارچ کے شرکاء کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا۔ قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب جب آستانہ عالیہ راوی ریان شریف میں داخل ہوئے تو زیب آستانہ قبلہ غوث جہاں طبیب روحاں حضرت میاں محمد حنفی سیفی اطال اللہ حیاتہ پہلے ہی دیدہ و

دل فرش راہ کئے ہوئے موجود تھے۔ مہمانان گرامی کو دیکھ کر آپ کا مانند گلاب چہرہ مزید کھل اٹھا اور باہم دست بوسی کے ساتھ مسجد شریف میں داخل ہو گئے۔ مسجد شریف میں نماز فجر سے قبل ایک یادگار نشست ہوئی۔ بعد از نشست نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد شرکاء لانگ مارچ کیلئے ناشتہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ زیب آستانہ عالیہ راوی ریان شریف حضرت میاں محمد حنفی سیفی اطال اللہ حیاتہ نے لانگ مارچ کے شرکاء کیلئے کھلے دل سے دعوتِ عام پہلے ہی دے رکھی تھی کہ چاہے ہزاروں ہوں یا لاکھوں، لانگ مارچ کے شرکاء لاہور میں آمد پر کھانا فقیر حضرت میاں محمد حنفی سیفی اطال اللہ حیاتہ کے آستانہ عالیہ پر ہی کریں گے۔ اور یہی حقیقتاً اللہ والوں کی شان ہوا کرتی ہے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر لانگ مارچ کے شرکاء کیلئے آستانہ عالیہ راوی ریان شریف ہی میں انتظام تھا نماز جمعہ تک تمام شرکاء نے آرام فرمایا۔

لانگ مارچ کا دوسرا مرحلہ:

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد لانگ مارچ دوبارہ سے پرعزم ہو کر اپنی منزل کی جانب جب لاہور کی سڑکوں پر نکلا تو زندہ دلان لاہور تو پہلے ہی مشہور ہیں آج انہیں بھی لانگ مارچ نے حیران کر دیا۔ لانگ مارچ کی اگلی منزل ناصر باغ لاہور تھی کہ جہاں قائدین نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا۔ لاہور کی ہر سڑک دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا ہر راستہ ناصر باغ کی جانب جاتا ہے۔ ناصر باغ پہنچنے پر لانگ مارچ کو اسوقت جیسے چار چاند لگ گئے جب ناصر باغ جلسہ عام میں شرکت کیلئے حضرت مجدد زماں، امام خراساں محبوب سبحاں حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادگان جن میں شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا محمد حمید جان سیفی صاحب، حضرت علامہ مولانا احمد سعید یار جان صاحب اور دیگر صاحبزادگان نے شرکت فرمائی اور اپنے نورانی خطابات سے نوازا۔ اس دوران حضرت سید ریاض حسین شاہ صاحب نے کہا کہ

"امت مسلمہ کا ہر فرد محمد مصطفیٰ ﷺ کے گستاخوں کے خلاف سینہ سپر ہے۔اگر امریکہ کے پاس طاقت اور توانائی نہیں ہے تو وہ اِن گستاخ کتوں کو ہمارے حوالے کرے۔ نبی کریم ﷺ نے امت کو ایک شعور دیا تھا، احساس ذمہ داری دی تھی۔اس کے بعد اقدار کے تحفظ کا تصور دیا تھا۔علم حاصل کرنے کے لئے چراغ روشن کرنے کی تحریک دی تھی۔اور سچی عملیت حضور نبی کریم ﷺ نے پیدا کی تھی۔قرآن عطا فرمایا تھا کہ جب بھی اسے پڑھو گے حضور نبی کریم ﷺ کا حسن تمہیں نظر آجائے گا۔برادرانِ اسلام ہم نہ قرآن کریم کے معاملے میں اور نہ حضور نبی کریم ﷺ کے معاملے میں دوغلی رائے نہیں رکھ سکتے۔"

اس مرحلے کے پڑاؤ:

09 نومبر کا سورج غروب ہونے کو تھا اور یہ مقدس قافلہ (لانگ مارچ) چوہنگ پہنچا۔جہاں بھی جلسہ عام سے قائدین نے مختصراً خطاب کیا اور لانگ مارچ اپنی اگلی منزل سندر شریف پہنچ گیا۔وہاں بھی لوگوں نے والہانہ استقبال کیا اور شرکائے لانگ مارچ کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔سندر شریف سے نکل کر یہ کاروانِ عشق کرمانوالہ شریف پہنچا اور وہاں کے باسی جو شدت سے منتظر تھے انہوں نے شرکائے لانگ مارچ کے قدموں میں اپنے دل رکھ دیے۔ یہاں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ناموس رسالت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔گو کہ رات ہو چکی تھی اور سردی کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن وہاں کے لوگوں کے جذبے نے اس سردی کی شدت کو حدت میں بدل دیا۔یہاں کے عشاق باسیوں سے نکل کر لانگ مارچ چند کلو میٹر آگے پھول نگر پہنچا اور یہاں بھی مختصراً جلسہ عام سے قبلہ ڈاکٹر صاحب، قبلہ شاہ صاحب اور دیگر علماء نے خطاب فرمایا۔ پتوکی، رینالہ خورد، اوکاڑہ سے ہوتا ہوا یہ قافلہ صبح تین بجے ساہیوال کی سر زمین پر پہنچا۔جہاں پر قائدین نے خطابات فرمائے اور بعد ازاں شرکائے لانگ مارچ نے یہاں رات قیام کیا۔

لانگ مارچ کا تیسرا مرحلہ:

10 نومبر کو صبح دس بجے لانگ مارچ اپنی اگلی منزل کی جانب رواں دواں ہوا۔ تین دن ہو چکے تھے اس قافلے کو صبح شام چلتے ہوئے لیکن جب بھی دیکھا، جسے بھی دیکھا مستعد اور ہشاش بشاش ہی پایا۔ کسی کے چہرے پر تھکن کے بجائے نور کی شعاعیں چمک رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ فرشتے شرکائے لانگ مارچ کے قدموں کے بوسے لیتے نہیں تھکتے۔ چیچہ وطنی، اقبال نگر، میاں چنوں میں لانگ مارچ میں ڈھیروں افراد نے پیدل یا گاڑیوں پر جیسا بھی جس سے ممکن ہوا شرکت کی۔ یہاں بھی قائدین نے اجتماعات سے خطاب کیا۔ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے خطاب کے دوران فرمایا کہ اکٹھے ہوئے جاؤ، اور ناموس رسالت کی حفاظت کے چوکیدار بن جاؤ اور گستاخوں کے خلاف اتنی زوردار آواز اٹھاؤ کہ اس دنیا میں کوئی گستاخ نہ بچے۔ جدھر دیکھیں تو محمد ﷺ کے غلاموں کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دے۔ لانگ مارچ ناموس رسالت کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور امت کو بیدار کرنے اور باطل قوتوں کو للکارنے کی سعی میں تکبیر مسلسل لگاتے ہوئے اگلی منزل کی جانب رواں دواں ہوگیا۔

10 نومبر ہی کو قافلہ جب ساہیوال پہنچا تو جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی امیر پروفیسر جناب مظہر سید سعید کاظمی صاحب نے لانگ مارچ کو خوش آمدید کہا۔ جلسہ عام سے خطاب کے دوران قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ:

”ہم آکسیجن کے بغیر تو جی سکتے ہیں لیکن محمد عربی ﷺ کے بغیر نہیں جی سکتے۔ یہ جذبے، یہ محبتیں، یہ الفتیں، یہ اظہار، یہ وارفتگی کے اسالیب، یہ فدا ہونے کے جذبے ہیں، ہاں یہ جو دستاریں سروں پر نظر آ رہی ہیں۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ ان دیوانوں نے انہیں اپنا کفن سمجھ کر سر پر لپیٹ لیا ہے کہ اے مدینے والے! تو جان مانگے گا تو ہمارے جگر کے ٹکڑے بھی تجھ پر فدا ہو جائیں گے۔“

خانیوال میں جلسہ عام سے خطاب کے دوران قبلہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

قل! لان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

یعنی میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔

اس آیت مبارکہ پر حضور نبی کریم ﷺ اپنی تمام زندگی میں خود بھی کاربند رہے اور اپنی اولاد کو بھی یہی اسلوب سکھایا۔ کربلا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے سارے کنبے کو اللہ رب العالمین کیلئے قربان کردیا۔ اس لئے جب ہماری زندگیاں وقف کردی گئی ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا کیلئے تو اس ذات مقدس ﷺ کی ناموس کیلئے نکلنا (کہ جس کی رضا رب کی رضا ہے) ہماری جانوں پر قرض اور فرض ہے۔۔۔۔"

مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں آمد:

خانیوال سے نکل کر یہ قافلہ اپنی اگلی منزل یعنی ملتان شریف کی جانب رواں دواں ہوا۔ ملتان شریف آمد پر لانگ مارچ کو حلقہ سیفیہ نقشبندیہ اور جامعہ انوار العلوم سے منسلک طلباء اور اساتذہ اور دیگر علاقائی افراد نے خوش آمدید کہا۔ ایسا لگتا تھا کہ مدینۃ الاولیاء کا ہر شخص شان رسالت کی حفاظت میں اپنا سر کٹانے کیلئے تیار ہے۔

ملتان شریف میں جلسہ عام کا انعقاد جماعت اہلسنت ملتان نے کیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض علامہ عزیز رسول صدیقی صاحب نے انجام دئے۔ جلسہ عام سے خطاب کے دوران سید ریاض حسین شاہ صاحب نے کہا کہ امریکہ وکینیڈا والو تمہاری زمینیں بھی محمد عربی ﷺ ہی کی ہیں تمہاری نہیں ہیں۔ چپے چپے پر میرے مصطفیٰ ﷺ کے نشان ہو کر رہیں گے۔ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی صاحب نے خطاب کیا اور بتایا کہ اس لانگ مارچ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس ملکِ پاکستان، بلکہ ساری دنیا کے سنیوں کو بیدار کردیا جائے۔

لودھراں پہنچنے پر لانگ مارچ سے خطاب کے دوران پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی صاحب نے کہا کہ ہمیں ناموس کیلئے اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے، اگر رسول

اکرم ﷺ کیلئے ہماری جان چلی جائے تو اس سے اچھی اور موت کیا ہو سکتی ہے۔ ہم یہ قافلہ لے کر نکلے ہیں اور ہم تمام دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کا سنی اپنے پیارے آقا ﷺ کیلئے ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔

بہاولپور میں لانگ مارچ سے خطاب میں قبلہ شاہ صاحب نے کہا کہ جو لوگ ہرزہ سرائی کرتے ہیں اور گستاخ ہیں ان کی زبانیں گدی سے پکڑ کر کھینچ لی جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر مکافاتِ عمل کیلئے تیار رہو۔

سندھ میں داخلہ:

11 نومبر کی صبح یہ قافلہ عشاقانِ رسول کریم ﷺ صوفیاء کی سرزمین سندھ میں اوباڑو کے راستے داخل ہوا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بچے، بوڑھے، جوان سب ہی دیوانہ وار اس لانگ مارچ کے شرکاء کی زیارت کیلئے جمع تھے۔ انہیں میں سے ایک شخص اپنی کل متاع چار بچے موٹر سائیکل پر بٹھائے لانگ مارچ کے ساتھ ہو لیا اور نعرہ لبیک یا رسول اللہ ﷺ لگاتا ہوا اپنے اردگرد کے ماحول کو وجدانی بنا رہا تھا۔ ایک بوڑھی مائی کو بھی دیکھا گیا کہ جو اس لانگ مارچ کے شرکاء کو اپنا دامن اٹھا اٹھا کر دعائیں دے رہی تھی۔

لانگ مارچ ڈھرکی، گھوٹکی سے گزرتا ہوا جب سکھر پہنچا تو وہاں لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس لانگ مارچ کا حصہ بننے پہلے سے موجود تھا۔ سکھر میں پیر آف رانی پور، پیر جناب آصف جیلانی صاحب نے شرکاء کو خوش آمدید کہا۔ یہاں سے لانگ مارچ کے شرکاء خیر پور، کوٹلی کبیر، سکرنڈ میں مختصر جلسہ عام میں شریک ہوتے ہوئے براستہ حیدر آباد 12 نومبر کو کراچی میں داخل ہو گیا۔ یوں کہیئے کہ منزل قریب تھی لیکن قدرت نے عشاقان سے ابھی محبت کا ایک امتحان لینا تھا۔ جیسے ہی لانگ مارچ سہراب گوٹھ پہنچا چند شرپسندوں کی جانب سے فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ لیکن جو نکلے ہی ناموس پر جان دینے کیلئے ہوں وہ کہاں ان گولیوں سے ڈرا کرتے ہیں۔ جیسے ہی لانگ مارچ پر فائرنگ کی گئی تو

ایک نہایت ہی دل افروز چیز مشاہدے میں آئی کہ عام دنیاوی لوگ تو گولی کی آواز پر اپنی جان بچاتے ہوئے کوئی اوٹ تلاش کر رہے تھے، لیکن سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ سے منسلک فدایانِ رسول عربی ﷺ بجائے اپنی جان بچانے کہ دیوانہ وار وارثِ رسول عربی ﷺ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی اطال اللہ حیاتہ (جو تمام لانگ مارچ میں قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے شانہ بشانہ نظر آئے) کی گاڑی کے اردگرد حلقہ بنا کر آہنی زنجیر بن گئے۔ کوئی آگے، کوئی پیچھے، کوئی ونڈ سکرین کو ڈھک رہا تھا تو کوئی اطراف سے۔ غرض اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر حقیقتاً غلامی رسول ﷺ میں نہائے اس پیکر اخلاص کی حفاظت کرتے ہوئے نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے تمام حضرات محفوظ رہے۔ قبلہ شاہ صاحب نے اختتامی جلسہ عام میں کیا خوب کیا کہ گولیاں چلیں، لیکن عشاقان رسول ﷺ کے دامن سے ٹکرا کر ایسے گزر گئیں جیسے دامن کو چوم کر گزری ہوں۔

کراچی میں مرکزی اختتامی جلسہ عام ایم۔اے جناح روڈ پر منعقد ہوا۔ جس سے قائدین نے خطاب فرمایا۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"آج الحمدللہ جماعت اہل سنت کے قائدین نے اسی بات کو جب محسوس کیا اور یہ بات چلتے چلتے اس دور میں آئی اور اس بات کا احساس کرتے ہوئے کہ ہمارے اندر سے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہ تعلق ختم ہو رہا ہے۔ یہ آج کی بات نہیں چند سال پہلے کی بات ہے۔ میرے پیشوا، میرے مرشد حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن نور اللہ مرقدہ نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ رخنہ دہشت گردی و انتہا پسندی کا جنم لے رہا ہے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی آگہی دی۔ آج جب جماعت اہل سنت کے قائد جناب قبلہ شاہ صاحب نے اس بات کا احساس کیا کہ آج مسلمانوں میں یہ جذبہ ختم ہو رہا ہے۔ آج ناموس پر باتیں اس لئے ہو رہی ہیں کہ ہمارے اندر سے یہ عشق، یہ وارفتگی، یہ تعلقِ مصطفیٰ ﷺ slow poising کی طرح آہستہ آہستہ ختم کیا جا رہا ہے۔ تو قبلہ شاہ صاحب نے اس کا بروقت احساس کرتے ہوئے کہ آج ضرورت ہے کہ اس نئی نسل میں یہ عشق رسول ﷺ پیدا کیا جائے، یہ قافلہ لیکر اتنا طویل سفر کیا۔۔۔"۔

یہ قافلہ صرف قافلہ ہی نہ تھا بلکہ ایک بیداری کہ لہر تھی جس نے اہلسنت والجماعت کو خیبر سے کراچی تک یہ شعور دیا کہ اہل پاکستان ہر پریشانی جھیل سکتے ہیں لیکن ناموس آقا کیلئے وقت مال جان سب کچھ قربان کرنے کو ہمہ وقت تیار ہیں اسی بیداری کو عوام تک پہنچا کر یوں کراچی پہنچ کر عظمتوں اور رفعتوں کا عظیم سفر کا اختتام پذیر ہوا۔

لانگ مارچ کے شرکاء کے تاثرات:

لبیک یارسول اللہ ﷺ لانگ مارچ کے اختتام پر آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف میں شرکائے لانگ مارچ کے اعزاز میں استقبالیہ کا بھی انتظام کیا گیا جس نے ایک اور سنت نبوی ﷺ کی یاد تازہ کر دی کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی بھی محاذ سے واپس تشریف لاتے تو اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس فرماتے اور تمام سے تاثرات اور واقعات سنا کرتے تھے۔ اسی طرح قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنے ان تمام جانثاران مریدین کو جنہوں نے اس متبرک سفرِ عقیدت (لانگ مارچ) میں شرکت کی کو مدعو کیا اور ان سے ان کی قلبی کیفیت معلوم کی اور اس کا اظہار تمام موجود حاضرین کے سامنے کرنے کو کہا تاکہ حاضرین محفل کا ایمان تازہ ہو اور یہ جذبہ ایمانی زندگی کے باقی شعبوں میں بھی کارفرما رہے۔ ان شرکائے کرام میں شامل ایک جانثار لڑکا بھی تھا کہ جس کے جذبے نے سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ بقول اس کے کہ اس لانگ مارچ میں نکلنے کیلئے میرے اندر عشق رسول ﷺ کا وہ جذبہ آیا کہ اگر اب میرے گھر میری ماں کا جنازہ بھی رکھا ہو اور دوسری جانب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس کیلئے نکلنا ہو تو میں آقا ﷺ ہی کیلئے نکلوں گا۔

تمام لوگوں نے اپنے اپنے تاثرات بیان کئے۔ کسی کو یہ سفر (لانگ مارچ) سفر حج کی مانند لگا تو کسی کو انوار و تجلیات نے مستانہ بنائے رکھا۔ کسی کو ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کو تھکاوٹ ہی نہ ہوئی تو کسی نے صبح و شام نظارے ہی کئے۔ غرض اس عقیدت کے سفر کو جس نے جہاں تک بھی اختیار کیا اس کو اتنا حصہ ملا۔

الحاصل:

موجودہ توہین رسالت کا سلسلہ نیکولا باسیلے نیکولا کی فلم (Innocence of Muslims) مسلمانوں کی معصومیت سے شروع ہوا جس پر پوری امت سراپا احتجاج ہے لیکن اپنی اپنی ٹولیوں میں بٹ کر مؤثر آواز نہیں پیدا کر سکے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہودی ڈیڑھ کروڑ سے کم ہیں انہوں نے ہولوکاسٹ کے خلاف بولنے پر ساری دنیا میں پابندی لگوا رکھی ہے مسلمان ایک ارب پچاس کروڑ سے زیادہ ہیں لیکن ہر کوئی اپنی بولی بول رہا ہے متحد نہ ہونے کی وجہ سے انہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے اسلام پر تنقید اور ہمارے آقا ﷺ کی توہین کرنے پر کھلی آزادی ہے۔

اس پورے لانگ مارچ میں راولپنڈی سے کراچی تک جذبوں کا امنڈتا سمندر نظر آیا۔ ایسا لگا کہ یہ جذبہ تو اندر نہ جانے کب سے موجود تھا اور پک پک کر دھک رہا تھا لیکن اس چنگاری کو باہر نکلنے کیلئے آج تک ایسا پلیٹ فارم نہ مل سکا جیسا پلیٹ فارم قبلہ شاہ صاحب اور قبلہ ڈاکٹر صاحب کی باہمی کاوشوں سے میسر آیا۔ بچہ، بوڑھا، جوان، عالم، طالب علم، غرض جس جس نے اس سفر عقیدت کو اختیار کیا اس کے اندر کا عشق پھوٹ پھوٹ کر باہر نکلا۔

ناموس رسالت کیلئے اپنا آپ پیش کرنا حقیقتاً یہی لبیک یا رسول اللہ ہے کہ اے اللہ کے رسول میں آپ کی ناموس کیلئے حاضر ہوں۔ یہ سلسلہ لانگ مارچ تک محدود نہیں رہا بلکہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے حلقہ محمدیہ سیفیہ نقشبندیہ میں اس نئے اسلامی سال کو ''لبیک یا رسول اللہ ﷺ'' کا سال قرار دیا اور اس سال کے آغاز میں ہونے والی مختلف حسنین کریمین کانفرنسز کا عنوان بھی یہی لبیک یا رسول اللہ ہی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ نواسہء رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اسی لبیک یا رسول اللہ پر اپنی جان فدا کی۔

مجھے یقین ہے کہ ملک پاکستان کے غیور عوام میں عشق رسول ﷺ کا بیج موجود ہے اگر ضرورت ہے تو ایسے کسان کی جو نہایت طریقے اور نظم سے اس فصل عشق کو پروان

چڑھائے تاکہ ان کی زندگی بھی غیرت رسول ﷺ کیلئے ہو اور موت بھی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا — یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اس رسی سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اسی رسی کو مضبوط تھاما تو جینا مرنا اسی ذات اقدس کی ناموس کے لئے ہو گیا۔ یہی ایک سچے اور سچے غلام کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذاتی مقاصد کو پس پشت ڈال کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بیان کردہ مقاصد کو اپنی زندگی کا محور بنائے اسی طرح ہی سچی غلامی کا حق ادا ہو گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی ذاتیات سے نکل کرامت کی آبیاری کا فریضہ نبھانے کیلئے اکٹھے ہو جائیں اور سچے غلام مصطفیٰ ﷺ بنتے ہوئے اس رسی کو تھامیں تاکہ بروز قیامت اس کے غلاموں کی فہرست میں شامل ہو کر سرخرو ہو سکیں۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

میں ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی اس کاوش کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں کہ آپ نے اس کڑے وقت میں ڈھیروں اخبارات و رسائل کے درمیان انوار رضا کے ذریعے ناموس رسالت ﷺ کیلئے آواز بلند کی۔ اور محبوب الرسول قادری صاحب کے اس پلیٹ فارم سے یہ پیغام ارباب اختیار اور ہر قاری تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ خدارا متحد ہو جائیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے امت کو فرقوں میں بٹنے کے بجائے وحدت کا پیغام دیا اور صرف صبغۃ اللہ کا رنگ دیا۔ اسی رنگ میں رنگنے سے امت میں اتحاد پیدا ہو سکتا۔ جبکہ یہی وحدت اغیار کو پسند نہیں۔ جب تک ہم متحد ہو کر رنگ ونسل کی تمیز ختم نہیں کرتے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد سے نکل کر وحدت امت میں شامل نہیں ہوتے اس وقت تک کوئی بھی ہماری کی آواز نہیں سنے گا۔ اور ہم اسی طرح ذلیل ورسوا ہوتے رہیں گے۔

درس قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا — یہ زمانہ نہ زمانے دکھایا ہوتا!

چوبِ قلم

لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ۔خیبر تا کراچی۔7نومبر تا 14نومبر 2012کی مکمل رپورٹ

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ

دنیا کا سب سے بڑا لانگ مارچ

ایک نئی دنیا کا عجیب سفر، جس نے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی زندگیاں یاد دلائیں

حافظ محمد زبیر اعوان

یہ بات اکثر واعظین و مدرسین اور علماء ومشائخ عظام سے سننے میں آتی رہتی ہے۔کتابوں میں روایات بھی نظروں سے گزرتی رہتی ہیں کہ جب سرکارِ دو عالم نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر کسی مشن پر نکلتے یا جنگیں لڑی جاتیں تو صحابہ کرام کھانا کھانا بھول جاتے۔ پیاس بجھانے کو دو گھونٹ پانی کافی ہوتا اور یہ بھی کسی جگہ کم از کم ہماری سماعت و نظر سے نہیں گزرا کہ وضو کی حاجت کی وجہ سے کوئی صحابی یا ان کی جماعت کسی مقام پر پیچھے رہ گئے۔ بظاہر یہ سب افسانوی اور عقیدت سے منسلک باتیں نظر آتی ہیں اور ایک مسلمان جب یہ واقعات سنتا اور پڑھتا ہے تو اسے اپنے اسلاف پر فخر بھی محسوس ہوتا ہے، مگر اپنے آپ پر یہ تجربات بہت کم دیکھنے سننے میں آتے ہیں خصوصاً ایسے دور میں جبکہ یہ بات تحقیق سے ثبوت کی حد تک پہنچ چکی ہو کہ بشری تقاضوں میں آٹھ گھنٹے روزانہ سونا صحت کی بحالی کے لیے ضروری ہے۔جس شہر میں جیسا موسم ہو ویسا گرم سرد لباس پہننا ضروری ہے۔کھانا صبح ناشتے کی صورت میں یا دوپہر کے لنچ (Lunch) کی صورت میں یا رات کو ڈنر کی صورت میں کم از کم دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا ضروری ہے۔آٹھ گھنٹوں سے زائد ڈرائیونگ کی صورت میں دوسرا ڈرائیور رکھنا ضروری ہے وغیرہ وغیرہ، مگر

یہ کیا ہے کہ جماعت اہل سنت پاکستان نامی ایک تنظیم ہے جو کسی سیاسی سپورٹ سے محروم ہے بلکہ خود سیاسی جماعتیں اسے اپنی سپورٹ ضرور بنانا چاہتی ہیں۔ میڈیا میں بھی اس تنظیم کا کوئی اثر رسوخ نہیں مگر جب سے اس جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ نے احتجاج کی دنیا کا مشکل، اور انوکھا احتجاج کرنے کا اعلان کیا ہے اس کا جو جو عہدیدار ورکر بن کر اس احتجاج کی تیاریوں میں مصروف ہے وہ کسی اور دنیا کا باسی نظر آتا ہے۔ وقت کی کوئی قید ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہے۔ آرام ان لوگوں کو اپنی آغوش میں لینے کو بے تاب نظر آتا ہے، اہداف ہیں کہ مہینوں کی بجائے گھنٹوں میں قریب آتے جا رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے......؟ معلوم تو کیا جائے کہ کیا انوکھا کام ہو گیا ہے اور کیا انوکھا احتجاج ہو رہا ہے اور قیادت کون کر رہا ہے؟ پتہ چلا کہ کائنات میں پیغمبر آخر الزمان تاجدار رسل، رحمت عالم، فخر موجودات، فخر بنی آدم، مولائے کل حضرت محمد مصطفی ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات امہات المومنین کی شانِ اطہر میں وہ گستاخی کی گئی ہے جو اس سے پہلے کائنات میں نہیں ہوئی اور عیسائی مشنری نے اس مقصد کے لیے جس ولد الزنا اور مخبوط الحواس شخص کا انتخاب کیا ہے اس کی اپنے عیسائی معاشرے میں بھی کوئی عزت یا پہچان نہیں ہے۔ اس کے اپنے پڑوسی بھی اسے پاگل اور گندگی سے اَٹے ذہن کا مالک سمجھ کر دور رہتے ہیں۔ دولت اس کا بھگوان ہے جسے حاصل کرنے کے لیے اس نے ایسی گستاخانہ فلم بنانے کی حرکت کی۔ امریکہ اور یورپ جیسے ممالک عالمی سپر پاورز ایسے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیے ہوئے ہیں اور عالم اسلام احتجاج سراپا بن کر دوبارہ خاموشی کی چادر لپیٹ کر سو گیا ہے۔ حج بیت اللہ کے موقع پر مفتی اعظم سعودی عرب نے عالم اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے عالم کفر کو جو پیغام دیا ہے اس میں اس گستاخی رسول پر مبنی فلم اور پے در پے خاکوں کے خلاف اسلامی حکمت عملی اعلان کرنے کے بجائے یہ بتایا ہے کہ فی الحال ہم اپنے شرک و بدعت اور وسیلہ و توحید کے مسئلوں سے فارغ نہیں ہیں ہم صرف توہین رسالت کی زبانی مذمت کرنے والے ہیں۔ ہمارا تن من دھن تو ہمارے اپنی مسلمانوں کی اصلاح کے نام پر اپنے بھائیوں کے خلاف وقف ہے۔ یہی وجہ رہی کہ غیر مسلم اقوام اس خطبہ حج کی اپنی کامیابی پر

مسرور ہو کر اب اس ایٹمی طاقت کی طرف مڑیں جہاں سے زیادہ خطرے کی بو آ رہی تھی۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ جہاں بال ٹھاکرے جیسے لوگ مردار ہونے پر شہر بند نہیں ہوتے اور نہ ہی ان شہروں کی بندش کے خلاف آواز اٹھانے والی لڑکیوں پر حملے ہوتے ہیں۔ یہاں انبیاء کرام کی توہین نہیں ہوتی اور نہ ہی یہاں پر کسی کو کپڑوں کے بغیر اوپن گھومنے کی اجازت ہے۔ تمام تر کرپشنوں اور بد دیانتیوں کے تمغے گلے میں لٹکا کر بھی یہاں ابھی ماں، بیٹی اور بہن میں بیوی علیحدہ رکھنے کا اعزاز موجود ہے۔ گناہ کو گناہ کہنا ابھی ختم نہیں ہوا۔ کفالت کے نام پر پردیسیوں کی کمائیاں یہاں اپنے نام نہیں کی جاتیں بلکہ یہ تو وہ ملک ہے کہ اپنے قیام کی مخالف جماعتوں کو بھی سَروں کا تاج بنا کر اپنی گود میں لے لیتا ہے۔ یہاں پر فرقہ پرستی بھی ہے لیکن جب بات عظمت رسول کی آجائے اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے میدان عمل میں نکلنے کا وقت ہو تو امریکہ بھی جانتا ہے، یورپ بھی جانتا ہے کہ بریلوی دیوبندی، شیعہ، اہل حدیث سب ایک ہی نعرے پر جمع ہو جاتے ہیں کہ "غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے"۔ اسی لیے تمام غیر مسلم اقوام عالم کی نگاہیں اسی سر زمین اور اس کے باسیوں کے خلاف متحرک ہیں۔ عالمی سپر پاور امریکہ کے صدارتی انتخابات ہوں تب بھی صدارتی امیدواروں کے مباحثوں میں پاکستان زیر بحث رہتا ہے اور ناموس رسالت کے خلاف بنائی گئی فلم اور خاکوں کے خلاف سب سے زیادہ احتجاجی ردعمل بھی اسی خطے سے سامنے آتا ہے۔ اسی لیے ایک معصوم لڑکی "ملالہ" کو اس کے سیکولر والد کی ذہنیت کی بھینٹ چڑھا کر پوری دنیا میں "ملالہ" کے نام پر جہاں پاکستان کی بدنامی کی سازش کی گئی وہاں ناموس رسالت کی توہین کا کیس نہ صرف پس منظر میں ڈال کر "ملالہ پر حملے" کو پوری دنیا میں پھیلا دیا گیا بلکہ ناموس رسالت کی توہین کے خلاف اٹھنے والے احتجاج کی خبریں بھی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں روک لی گئیں اور ان خبروں کو غیر اہم بنا کر پیش کیا جانے لگا۔ ایسے میں اس غیر معمولی اقدام کے خلاف احتجاج بھی غیر معمولی درکار تھا۔ جس کا اظہار ایک ایسے وقت میں جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام، مفسر قرآن شیخ الحدیث، مجاہد اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کیا، جب پوری قوم

ملالہ کے غم میں عجیب بے چینی اور اضطراب کا شکار تھی اور ملالہ کے کیس کے خلاف گفتگو کرنا پوری قوم اور حکمرانوں کو اپنے خلاف کرنا تھا۔ شاہ جی نے اپنے ادارے میں مختصر وقت میں ایک ناموس رسالت سیمینار رکھا۔ جس کی رپورٹ قارئین گذشتہ ماہ کے ماہنامہ دلیل راہ میں پڑھ چکے ہیں مگر اس سیمینار کی خاص بات صرف سیمینار کا انعقاد کرنا ہی نہیں تھا بلکہ یہ سیمینار دراصل ایک نئے احتجاج کا پیش خیمہ تھا۔ عوام وخواص پہلے ہی اس پر حیران و پریشان تھے کہ اتنے شارٹ ٹائم میں بغیر کسی بڑی تیاری کے اِس بڑے احتجاج کا انعقاد کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے مگر ''ناموس رسالت سیمینار'' جب انعقاد پذیر ہوا تو شیخ الحدیث و مہتمم آف جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے بھی دو دِن پہلے یہ پیشن گوئی کر دی تھی جس کا اظہار انہوں نے عرصہ دراز کے بعد اتنی دیر تک ''ادارہ تعلیمات اسلامیہ، راولپنڈی'' کے اس ''ناموس رسالت سیمینار'' میں بیٹھ کر بھی اپنی گفتگو وتقریر میں کیا کہ شاہ صاحب نے موضوع، وقت اور دعوت کا بالکل ٹھیک اہتمام کیا ہے، لیکن ان کا ادارہ اس پروگرام کے لیے تنگ ثابت ہوگا اور ان کی یہ بات حرف بحرف سچ ثابت ہوئی کہ اُس دن ادارے کے باہر خیابان سرسید راولپنڈی کی سڑکوں پر کرسیاں لگانی پڑیں اور لوگ کھڑے ہو کر بھی میڈیا سکرین کے ذریعے آخر تک پروگرام میں شریک رہے اور پرے جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ'' (جن کے بارے میں یہ بات طے ہے کہ وہ کسی کام میں پہلے تو ہاتھ جلدی جلدی ڈالتے نہیں لیکن جب اُس کام کو کرنے کا ارادہ کرلیں تو انہیں ان کی سوچ کے مطابق ساتھی بھی مل جاتے ہیں اور اللہ کی مدد بھی ان کے ساتھ آملتی ہے) نے اس پروگرام کو اپنی ویب سائٹ پر براہِ راست بھی نشر کر دیا تو اثرات بھی کچھ اور ہو گئے اور شاہ جی کو خطاب سے پہلے ہی اتنے زیادہ پیغامات ملنے شروع ہو گئے بیرونی شہروں سے کہ ایک بڑا احتجاج اعلان کریں کہ شاہ جی نے اپنے خطاب میں ''ایک بڑے لانگ مارچ کا عندیہ بھی دے دیا''، لیکن حضور قبلہ پیر سید حسین الدین شاہ مدظلہ العالی نے اس موقع پر اعلان سے روک دیا اور کہا کہ دو دن چونکہ شاہ صاحب کی ایماء پر ہی تمام سُنّی تنظیمات کا اجلاس بلایا ہوا ہے، اس لیے اُس میں مل کر

متفقہ لائحہ عمل بنائیں گے اور یوں اعلان مؤخر ہو گیا لیکن انگارے عشق کے سلگتے رہے۔
عاشقان مصطفی سڑکوں پر نکلنے کو بے تاب و بے قرار رہے اور وہ دن بھی آ گیا جب کثیر تعداد میں اہل سنت کی تنظیمات کے قائدین مل بیٹھے مگر 12۔گھنٹوں میں بھی لائحہ عمل طے نہ ہو سکا۔رات کے 10 بج گئے اور شاہ جی اپنے ادارے میں جن مہمانان گرامی کو لے کر آئے ان کے ہمراہ مشاورت پر بھی نماز فجر کا ٹائم ہو گیا اور اسی تھکا دینے والے اجلاس کی تھکاوٹ نے پہلی مرتبہ شاہ جی سے گڑھی حبیب اللہ بوئی مانسہرہ کے قریب دیا ہوا پروگرام بھی شرکت سے رکوا دیا۔اب یہ اور بات ہے کہ ضلع ہری پور کے نصیب جاگے تو آستانہ عالیہ بریلی شریف سے حضرت قبلہ توصیف ملت توصیف رضا خان بریلی شریف انڈیا سے اچانک اُسی رات ہری پور تشریف لے آئے اور ساتھ ہی شاہ جی کو بھی کھینچ لائے اور نا اہل ترین راقم الحروف کی عظیم ترین "ماں" کے نصیب قبر میں جاگ اٹھے کہ ان دونوں ہستیوں نے مل کر ان کی برسی کی مختصر ترین تقریب ایصال ثواب کو "اہم ترین محفل خواص" میں تبدیل کر دیا۔جس کی روداد کسی اور تحریر میں کبھی اللہ نے توفیقات خیر سے نوازا۔تو ان شاء اللہ منظر عام پر آئیں گی۔فی الحال تو مجھے اُس "عظیم اور عجیب" لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ خیبر و ہزارہ تا کراچی 8۔نومبر تا 12۔نومبر 2012 جو در حقیقت 8۔نومبر کے بجائے 7۔نومبر تا 14۔نومبر کے پورے 8۔دنوں پر محیط تھا۔اس کی بات کرنی ہے اور اپنے احساسات بیان کرنے ہیں۔جس کی عجیب پر کیف و پر سرور منزلوں اور واقعات نے میرے جیسے اس نا اہل قلم کار کو بھی لکھنے پر مجبور کر دیا، جو عرصہ سے تحریر کے راستے کو چھوڑ کر اپنے گناہوں کے حساب و کتاب اور ان کی تلافی کے طریقہ کار کی تلاش میں مصروف ہے۔ویسے بھی جس راستے پر شاہ جی کے ہمراہ ڈاکٹر منظور حسین اور محمد بہاؤ الدین صاحبان کے علاوہ شیخ محمد قاسم اور علامہ لیاقت علی مفتی جیسے صاحبان علم و ادب و دانش اور صاحبان اعتمادِ "سید و مرشد" موجود ہوں۔اس راستے کی رپورٹ بھی انہی کے ساتھ جچتی ہے، البتہ ماہنامہ "دلیل راہ" جس بلندی پر اور جس معیار پر چلا گیا ہے بزرگ فرماتے ہیں ایسی چیزوں پر کالا کپڑا لٹکا کر اسے نظر بد سے بچانے کا اہتمام بڑے

بوڑھے برسہا برس سے کرتے چلے آرہے ہیں، اس لیے کوئی تحریر ایسی بھی ہونی چاہیے جو اس رسالے کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لیے حربہ ہی بن جائے۔ جسے پڑھ کر قارئین کہہ سکتے ہیں کہ ''یہ منہ اور مسور کی دال'' لو یہ بھی لکھاری ہو گئے'' اس لیے رپورٹیں انہی لوگوں کی ہوں گی۔ قارئین اس تحریر کو اگر دیکھ بھی لیں تو یہ دعا ضرور کر دیں کہ ''اللہ کریم اس گناہ گار لکھاری کو بھی ''شاہ جی جیسی دلیل راہ'' اسوۂ رسول کریم ﷺ کے صدقے معاف کر دے اور اس کا خاتمہ بھی ایمان کے ساتھ کر کے اس کا حشر اپنے محبوب نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والثناء کے قدموں میں قیامت کے دن کر دینا اور اسے قبر و حشر میں شفاعت محمدی ﷺ کا مزہ ضرور دینا۔ آمین۔

بات ہو رہی تھی ''لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ'' کی اور مجھے دیکھیں کہ میں کدھر نکل گیا نااہل جو ہوا۔ معاف فرمایئے گا لیکن وہ لوگ جو اس لانگ مارچ میں شریک نہ ہو سکے وہ ایک مرتبہ ضرور سوچیے گا کہ وہ کیوں نہ جا سکے؟ اور ان لوگوں سے ہماری ان باتوں کی تصدیق ضرور کیجیے گا جو اس راہ میں ''چھوڑ'' کے نہیں بلکہ ''توڑ'' یعنی آخر تک عازم سفر رہے، کیونکہ زندگی میں اگر کسی چیز سے اجتناب کی کوشش کی ہے تو وہ جھوٹ ہے جس کہ وجہ سے شرمندگی بھی اٹھانی پڑتی ہے کہ نہ اہل ثروت کی تعریف ہو سکی ہے اور نہ منافقت کا ڈھنگ آیا ہے، ہاں البتہ بعض سچ اپنے مرشد کریم کی سنت سمجھ کر روک رکھے ہیں کہ بقول بابا بلھے شاہ ''کوئی منوں مار دا ای'' ------

قارئین محترم! آپ سوچیے کہ جس عظیم اور مشکل لانگ مارچ پر مرکزی قائدین تنظیمات اہل سنت متفق نہ ہو سکے اس کا فیصلہ کس قدر مشکل ترین ہو گا کہ کراچی کے حالات قتل و غارت گری کسی سے پوشیدہ نہیں تھی اور اتنے ساتھیوں کو اکٹھا لے کر چلنا کہ راستے میں ان کے کھانے کا اہتمام بھی چاہیے، رہنے کا اہتمام بھی ہزاروں افراد کا چاہیے۔ سب سے بڑھ کر اتنا بڑا فنڈ کہ جس سے گاڑیاں بھی کرائے پر لینی ہیں۔ انسانوں کے بشری تقاضے مثلاً حاجت ضروریہ، بیماریاں، سونا، آرام کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، غسل کرنا، نمازوں کا اہتمام وغیرہ وغیرہ۔ سبھی اس لانگ مارچ کے لوازمات تھے اگر اگر یوں نہ سمجھ آئے تو اسے ایسے

دیکھ لیا جائے کہ اگر آپ نے خود ایک ہفتے کے سفر پر ایک بس میں 50۔ بندوں کو لے کے نکلنا ہو اور آپ کو کہا جائے کہ 100۔کلو میٹر کے راستے پر آپ نے کم از کم 5۔جلسوں میں شرکت بھی کرنی ہے اور یہ سفر 5۔گھنٹوں میں مکمل بھی کرنا ہے تو آپ کو کیا کیا تیاری درکار ہو گی اور کتنا خرچ ضرورت ہوگا اور بات جب ڈیڑھ ہزار کلو میٹر کی ہو اور ساڑھے چار دن کا ٹارگٹ ہو دو ہزار سے زائد ابتدائی ہمراہی ہوں۔جن کی تعداد ہر شہر میں درجنوں کے حساب سے بڑھتی جائے اور کئی شہروں میں سینکڑوں کی تعداد ہو۔ 150 جلسوں کا پروگرام ہو۔ایک بڑی بس کا خرچ 5۔لاکھ کے قریب پڑتا ہو، تو ایسے اہل سنت و جماعت کے لوگوں سے آپ کو فنڈ بھی اکٹھا کرنا ہو۔جو گیارہویں شریف کی دیگ پکانے کے لیے شہر بھر میں چندہ کرتے ہوں، تو کتنی کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے لیکن دریں حالات مشائخ عظام وعلمائے اہل سنت بھی یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اس چیلنج کو چند ہی لوگ قبول کر سکتے ہیں اور ان میں سے ایک نام ''سید ریاض حسین شاہ'' کا ہے، جسے اس بات میں کمال حاصل ہے کہ آج تک انہوں نے اپنے سلسلے کا علیحدہ جھنڈا نہیں بنایا۔ان کے مریدوں کی کوئی مخصوص شناخت نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اپنی شناخت اور جان و مال اس جماعت کے نام کر دیا ہے جسے آقا کریم ﷺ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی جماعت اہل سنت ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور جنہیں یہ فن بھی آتا ہے کہ پیسہ اپنے سنگیوں سے لے کر نام ''جماعت اہل سنت پاکستان'' کا دے دیں اور خود اللہ سے اپنی اور اپنے سنگیوں کی صرف آخرت طلب کریں، یہی وجہ تھی کہ مشائخ اہل سنت، وہ پیر صاحب رانی پور شریف، رواترہ شریف کے سجادہ نشین ہو، یا بھنگالی شریف کے ستارے ہوں، پیر صاحب عید گاہ شریف ہوں یا سُنی اتحاد کونسل کے جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل کریم ہوں، عالمی تنظیم اہل سنت کے سربراہ پیر محمد افضل قادری، شاہ ہمدان کونسل انٹرنیشنل کے سربراہ سید قیصر عباس شاہ ہمدانی منڈی بہاؤالدین سے پیر سید خضر حسین شاہ ہوں سب نے ہی شاہ جی کا حوصلہ بڑھایا اور شاہ جی نے صرف دس دنوں کے نوٹس پر اس لانگ مارچ کی کال دے دی کہ دنیا میں اس سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ عالم کفر میں ایک خوف اٹھا اور

الیکٹرانک میڈیا کی جبیں گرم کر کے اس آس پر بیٹھ گیا کہ جب میڈیا ہی ساتھ نہ دے گا تو لوگ کہاں سے آئیں گے؟ کوریج کیسے ہوگی؟ کراچی کے حالات اس قدر خراب کر دیے گئے کہ مائیں اپنے بچوں کو اور بیٹے بیٹیاں اپنے باپوں اور بھائیوں کو خود ہی اس لانگ مارچ میں شرکت سے روک لیں۔ شاہ جی کو ان حالات کی آگاہی رب کریم نے کیسے کی؟ شاہ جی نے اپنی ایک میڈیا ٹیم تشکیل دے دی، جو راولپنڈی سے کراچی تک پورے راستے میڈیا کی اپنی گاڑی پر سٹوڈیو بنا کر منفرد انداز میں چلتی گاڑی سے پوری دنیا میں 500 ویب سائیٹوں سے لنک کر کے پروگرام براہِ راست نشر کرتی رہی، پھر شاہ جی نے خاص حلقہ احباب میں پہلے ہی یہ بات پھیلا دی کہ ہم نے کراچی شہر میں سورج کی روشنی میں انٹری ڈالنی ہے اور اس روشنی کے اندر اندر جلسہ مقررہ مقام پر کر کے منتشر ہو کر کراچی سے واپسی بھی لے لینی ہے، جس پر عمل درآمد کے بعد پتہ چلا کہ یہ طے تھا کہ لانگ مارچ کے بینروں والی گاڑیاں رات کو کراچی میں جہاں رکیں گی، ان گاڑیوں کا کچھ نہ کچھ کر لیا جائے گا مگر سازشیوں کو یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ شاہ جی کے بارے میں کم ہی لوگوں کو یہ پتہ ہوگا کہ ایک تنظیم نے شاہ جی کو مہینوں قبل کراچی آنے سے منع کر دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ شاہ جی کے لیے وہ دن (نعوذ باللہ) آخری ہوگا اور شاہ جی اس کے بعد اکثر سرگوشی کرتے کہ میرے ذہن میں کراچی اٹکا ہوا ہے لیکن میں کسی بڑے مقصد کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں تاکہ میرا آخری وقت کسی ایسے مقصد کے لیے ہو کہ آخری وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جاؤں اور پھر وہ وقت آ گیا اور شاہ جی کی گویا مراد بر آئی کہ خود بارگاہِ رسالت ﷺ سے گویا نامزدگی ہو گئی ہو کہ ناموس رسالت ﷺ کے لیے جرنیل آگے اور فوج پیچھے، یوں لگتا تھا کہ جیسے ایک بڑا لشکر اپنے سالار کی قیادت میں کسی جنگ کے لیے جا رہا ہے اور اس سالار کی قیادت کون کر رہا ہے یہ لفظوں میں یقین کی حد تک وہی بیان کر سکتا ہے جس کا مشاہدہ ہوا ہو۔ ہم تو اندازے ہی قائم کر سکتے ہیں کہ شاہ جی کی حکمت عملی اور عوام و خواص کی شرکت ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ شاہ جی جن کی چالیں چل رہے ہیں۔ میڈیا پریشان تھا کہ ہم نے لانگ مارچ میں عوام کو دکھانے اور شرکاء مارچ کو لبھانے کے لیے گاڑیاں

تو میڈیا والی بمعہ کیمرہ ٹیموں کے ہمراہ کردی ہیں مگر براہِ راست دکھا نہیں رہے تو پوری دنیا میں یہ ویب سائیٹوں پر کون بھیج رہا ہے کہ بیرون ممالک سے فون کالیں آرہی ہیں، مگر ہائے افسوس کہ میرے آقا کریم ﷺ نے 14 صدیاں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے اپنی اُمت میں شرک کا خوف نہیں مگر میری امت کا فتنہ مال ہے اور میری امت کثیر ہوتے ہوئے بھی موت کے خوف میں مبتلا ہو جائے گی ۔۔۔۔اور ہمارا میڈیا اس فتنے کی نذر ہو گیا لیکن کیا ہوا پہلی مرتبہ لوگوں کو میڈیا کے حقائق سے آگاہی ہوئی کہ جو میڈیا لاکھوں لوگوں کے جذبات کا اظہار اپنی ٹی وی سکرینوں پر نہ دکھا سکا، کراچی میں ہلکی سی فائرنگ ہوتے ہی جاگ اُٹھا اور تمام چینلز گویا یہ خبر تیار کر کے پہلے ہی بیٹھے تھے کہ ”لبیک یا رسول اللہ ریلی پر فائرنگ، بسیں جلا دی گئیں، کتنے ہی جاں بحق ہو گئے، ریلی کے شرکاء میں بھگدڑ مچ گئی وغیرہ وغیرہ) حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی، بلکہ یہی تو وہ وقت تھا جب ریلی کے شرکاء نے وہ کچھ دیکھا، جو یقین نہیں کیا جا سکتا اور میں پہلے بتا چکا ہوں کہ آج کی دنیا کا سب سے اچھا کام جو میں نہیں کر سکتا وہ جھوٹ بولنا تھا جو میں بولنے سے قاصر ہوں حالانکہ میں خود اسی میڈیا کا ایک حصہ ہوں۔ جس کا طرہ امتیاز حصول مال و زر ہے، مگر یہ طرہ امتیاز بھی حاصل نہ ہو سکا۔۔۔ ہماری گاڑی کی ڈیوٹی اُس وقت شاہ جی کی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف لگی تھی کہ یہ موٹر کار شاہ جی کی گاڑی کو کراچی میں داخلے سے پہلے کور کرلے گی اور میں اسے اپنی بدنصیبی کہوں یا خوش نصیبی کہ یہ وقت محترم عماد بھائی نے میرے سپرد کر دیا تھا کہ یہاں سے گاڑی آپ نے چلانی ہے۔ اگر اس اینگل سے دیکھا جائے تو یہ خوش نصیبی تھی کہ جس طرف سے فائرنگ ہوئی اُس طرف سے آنے والی گولی پہلے اس گناہوں کے بوجھ پر پڑتی تب ہی آگے جاتی مگر بدنصیبی یہ بھی رہی کہ ہم ڈرائیونگ ہی کرتے رہ گئے اور جو دفاعِ مرشد میں گولیاں چلا گئے۔ وہ نکل گئے مگر یہاں اس ریس کا ذکر مقصود نہیں بلکہ اس انہونی کا ذکر مقصود ہے جو اس سے پہلے اہل کراچی نے بھی نہ دیکھی نہ سُنی۔ ڈبل روڈ پر ایک طرف سے قبلہ کی طرف رخ کر کے لانگ مارچ ایم اے جناح روڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سہراب گوٹھ سے انٹری ہو چکی تھی۔ استقبالیہ کیمپ قدم قدم پر اہلیان کراچی کی محبتوں کی گواہیاں

دے رہے تھے۔ مرکزی امیر محترم پروفیسر سید مظہر سعید شاہ کاظمی جگر گوشہ غزالی زماں یہاں پہنچ چکے تھے اور طبیعت کی علالت شجاعت میں بدل چکی تھی۔ شاہ جی کی گاڑی کے آگے سیکورٹی کی گاڑی راولپنڈی سے ہمراہ تھی۔ بائیں طرف دوسری سیکورٹی کی گاڑی پر صفدر خان ہری پوری کی نمائندگی کرتے ہوئے عقابی حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور دائیں طرف دنیاوی اسلحہ کے بغیر اہلیانِ ہری پور کی نمائندگی کرنے والی گاڑی کو نااہل ترین شخص چلا رہا تھا۔ پیچھے محترم پیر ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی حنفی اپنے طریقت کے ساتھیوں کے ہمراہ راولپنڈی سے کراچی تک شاہ جی کے بھائیوں کی طرح آ رہے تھے اور ان کے پیچھے اوباڑو بارڈر آف سندھ سے جماعت اہل سنت کے چیف آرگنائزر پیر خالد سلطان بلوچستان والے اپنے سینکڑوں مریدین کے ہمراہ شاہ جی کے دست راست کا کردار ادا کر رہے تھے کہ اچانک فائرنگ کی آواز آئی اور فائرنگ کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا، گاڑیاں رک گئیں، راقم الحروف کی گاڑی کی طرف سے دوسری سڑک درمیانی فٹ پاتھ کو کراس کر کے گذر رہی تھی۔ جس پر درجنوں موٹر سائیکل سوار ہاتھوں میں مولا علی شیر خدا کے نام کے بینرز اور کارڈ بورڈز اٹھائے جا رہے تھے اور انہی کارڈ کے پیچھے سے فائرنگ کی جا رہی تھی اور بے چارے رینجرز کا کہیں بھی پتہ نہیں تھا۔ شہر کی انتظامیہ اور پولیس کسی خاص واقعہ کے انتظار میں غائب تھی۔ یوں لگتا تھا کہ لانگ مارچ کے شرکاء کو ان ملزمان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے اور جب یہ اپنا مقصد پورا کر لیں گے تو پولیس اور رینجرز بھی آ جائیں گے۔ میڈیا کی خبریں تو تیار ہی تھیں اور وہ چل گئیں مگر یہاں تو کچھ اور ہی منظر تھا یوں لگتا تھا کہ درمیانی دو گز کے فٹ پاتھ پر ایک نہ دکھائی دینے والی دیوار کھڑی ہو گئی ہے۔ گولیاں آتی تھیں اور اس دیوار سے ٹکرا کر جب شرکاء لانگ مارچ کے پاس پہنچتی ہیں تو کنکریاں بن کر نیچے گر جاتی ہیں اور لوگ انہیں ٹینس کی بال سمجھ کر پکڑ رہے رہیں۔ شاہ جی کی گاڑی کے پاس گولیاں پڑی ہیں۔ ہماری گاڑی کے پاس بھی گولیاں پڑی ہیں مگر یہ لگی کہاں پر۔ اس کا پتہ نہیں سوات کے ایک ساتھی کو گولی لگنے کی خبر آئی، تو پریشانی بڑھ گئی لیکن تھوڑی دیر بعد ہی یہ اطلاع مالاکنڈ والے رحمت اللہ ناظم نے دی کہ گولی اس ساتھی کی بغل میں آ کر پھنس گئی

ہے، جو انہوں نے پکڑ کر ہمیں دے دی ہے اور انہیں صرف خراش آئی ہے۔اب کوئی سوچتا ہے تو سوچتا رہے کہ گولی چھ گز کے فاصلے سے آئے اور چھو کر بھی گزرے تو گاڑی کے شیشے توڑتی ہوئی دوسری طرف نکل جائے، مگر یہ تو کنکری بن کر گرگئی اور لوگ تماشا دیکھ کر ہنس رہے تھے۔یہ تو تھی اس طرف کی صورتحال کہ شاہ جی کے سنگی دیوار بن کر شاہ جی کی گاڑی کے چاروں طرف چمٹ چکے تھے اور شاہ جی سنگیوں کے انداز دفاع کو دیکھ کر مسکرائے جا رہے تھے اور خواہش کا اظہار فرما رہے تھے کہ مجھے باہر نکل کر ان گولیوں کا نظارہ تو کرنے دو، مگر دوسری سڑک پر کیا ہوا؟ حملہ آوروں کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ یہ کیا ہوگیا؟ وہ خود ہی موٹر سائیکلوں سے نیچے گر پڑے اور اوپر تلے گرتے چلے گئے کہ رینجرز اچانک کہیں سے آئے اور درجن کے قریب ملزمان گرفتار ہو کر شناخت بھی ہو گئے، مگر میڈیا بے چارہ یہ نظارہ بھی نہ دیکھ سکا اور نہ ہی یہ خبر چل سکی کہ ”پیسہ بولتا ہے“۔

شاہ جی فرماتے ہیں کہ جس مولا علی کا نام انہوں نے استعمال کیا اس قافلے کی سپہ سالاری کرنے والے کیسے یہ جھوٹ برداشت کر سکتے ہیں۔علی کا نام تو بڑے بڑوں کی اصلیت ظاہر کر دیتا ہے یہ کیسے چھپ سکتے ہیں مگر ہمارا ان کے خلاف کوئی کیس نہیں ہے کہ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے خلاف ایف آئی آر ہے۔جن کا نقصان ہوا فریق بھی وہی بنیں گے۔ہم تو اپنے رب کا شکر ہی ادا کریں گے۔جس نے ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب کیا اور دشمنوں سے آگاہ بھی کرا دیا، مگر ہم ان کا معاملہ بھی اپنے رب پر ہی چھوڑتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ ان لوگوں پر کیا گذر گئی ہوگی جنہوں نے شاہ جی کو مارنے کا پروگرام بنایا، مگر شاہ جی اپنا کام بھی کر گئے۔ناموس رسالت ﷺ کا پیغام بھی دنیا کو مل گیا اور انہیں اپنی پڑ گئی۔میر جعفر اور میر صادق بھی عیاں ہو گئے۔میڈیا کی سہولت حاصل کرنے والے بھی اپنے مقصد میں ناکام رہے کہ لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کی خبریں روک روک کر فائرنگ کی خبروں سے ہی مارچ دنیا کی نظروں میں آگیا اور کراچی کی انتظامیہ کا اگلا وار بھی کامیاب نہ ہوسکا جب فائرنگ کے بعد ایک چوک میں انہوں نے ریلی کو روک لیا اور آگے جانے سے منع کر دیا کہ شاید یہ لوگ فائرنگ سے ڈر کر واپس چلے

جائیں۔ ریلی کا 75۔فیصد حصہ سہراب گوٹھ میں ہی روک لیا گیا، مگر یہاں بھی شاہ جی نے اپنا ٹارگٹ پورا کیا۔لانگ مارچ لے کرایم۔اے جناح روڈ پر مزار اقدس کے قریب پہنچے اور یہاں آخری بڑے جلسہ عام سے مرکزی خطاب بھی کر دیا، مگر میڈیا یہاں بھی کام دکھا گیا اور شاہ جی کا خطاب غائب کر دیا گیا مگر

تندئ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے!

کے مصداق تا حدِ نگاہ ریلی کے شرکاء ہزاروں کی تعداد میں پرسکون کھڑے تھے اور نعروں سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں بھی رینجرز اور پولیس غائب تھی مگر اب دونوں سڑکیں عاشقان مصطفی ﷺ نے خود ہی بھر لی تھیں اور سڑکوں کو اوپر سے گذرنے والے اوورہیڈ برج کو سٹیج بنالیا گیا تھا، جہاں مرکزی امیر محترم پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، شاہ جی قبلہ مفکر اسلام مفسر قرآن، مجاہد اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ، محترم ڈاکٹر سرفراز سیفی، صاحبزادہ خالد سلطان القادری اور حاجی حنیف طیب وغیرہ نے خطابات فرمائے۔ان خطابات کی تفصیل بھی دیگر مضامین میں موجود ہے، مگر اس تحریر کے آخر میں لانگ مارچ کے اندر دیئے گئے شاہ جی کے پیغامات کا خلاصہ دیا جائے گا۔فی الحال تو قارئین کو ان حالات سے بھی آگاہ کرنا ہے جن کے اندر شرکاء لانگ مارچ نے کیسے سفر کیا۔

درحقیقت یہ لانگ مارچ سوات مالاکنڈ اور خیبر سے 7۔نومبر کو شروع ہو گیا تھا۔جب صوبہ خیبر پختونخواہ سے مختلف گاڑیوں پر قافلے صوبائی امیر علامہ محمد فضل جمیل رضوی درگئی مالاکنڈ کی قیادت میں چل پڑے تھے اور ہزارہ ڈویژن سے علامہ محمد بشیر القادری صوبائی ناظم اعلیٰ خیبر پختونخواہ بھی قافلے لے کر 8۔نومبر علی الصبح ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔ جبڑی شریف علاقہ تناول ہری پور ایبٹ آباد سے صوفی باصفا صوفی علی الرحمن بھی اپنے سنگیوں کے ہمراہ تشریف لا چکے تھے۔ ہری پور سے قافلوں کی قیادت مرکزی نائب امیر علامہ غلام سرور ہزاروی نے راولپنڈی تک کی اور آگے یہ تمام قافلے صوبائی ناظم اعلیٰ علامہ محمد بشیر القادری کی امارت میں دے دئیے گئے۔اسی طرح

راولپنڈی ، اسلام آباد، گوجر خان، سوہاوہ اور گردونواح کے دور دراز علاقوں سے تمام قافلے ایک دن قبل ہی رات کے وقت ادارے میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے ۔ جہاں ان کے لیے شاہ جی کی طرف سے قیام وطعام کا وسیع انتظام تھا اور جملہ انتظامی امور کی نگرانی شیخ محمد قاسم اپنی امارت میں مختلف شعبوں میں نائب امراء بنا کر کر رہے تھے ۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید میں 8۔نومبر بروز جمعرات کی صبح کا منظر پیش ہونے میں قبل ازیں کیا کیا پریشانیاں، مشکلات اور سازشیں درپیش تھیں ان کا احاطہ کسی ایک تحریر میں اور وہ بھی ایسے قلم کے ہاتھوں، جو اس شخص کے ہاتھ میں ہو جو خود کچھ کر ہی نہ سکتا ہو ماسوائے غلطیوں اور کوتاہیوں کے ۔ اس لیے اس کے ذمہ اس لانگ مارچ میں باقاعدہ کوئی کام نہ تھا اور اس کا کام لگایا گیا تھا وہاں یہ موجود ہی نہ تھا اور اس کے نامزد امیر خود پریشان تھے کہ انہیں دونوں گاڑیوں میں نہیں تھا بلکہ اپنی سہ رکنی ٹیم علامہ آغا عبدالرحمن ہزاروی اور محترم عماد بھائی کے ساتھ ایک 4۔سیٹر گاڑی میں تھا، اسی لیے امیر محترم علامہ محمد بشیر القادری نے اس نااہل انسان کو آگاہ ہی نہ کیا کہ آپ کو میری نیابت میں دیا گیا ہے اور انہوں نے دونوں گاڑیوں میں اپنے دو نائب امراء بنا کر کام چلا لیا، اس لیے اس تحریر میں جامع گفتگو تو مشکل ترین اور ناممکن امر ہو گا ۔ تاہم اتنا ضرور جان لیجئے گا کہ لانگ مارچ کی پہلی مجوزہ تاریخ قریب ترین کی 11 یا 12۔نومبر سے 17۔نومبر تک تھی ،مگر انہی تاریخوں میں اہل سنت کے ایک اور پروگرام کی اطلاع پا کر شاہ جی نے تاریخ اور قریب کر لی اور 8۔نومبر سے 12۔نومبر رکھ لی، تاکہ اہل سنت و جماعت کے لوگ آپس میں تقسیم نہ ہوں، یہ علیحدہ بات ہے کہ نہ وہ پروگرام ہونا تھا نہ ہوا، بلکہ جن کی خاطر اتحاد و اتفاق کی فضاء برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ۔ انہی لوگوں نے بعد میں سنی اتحاد کونسل میں دراڑ ڈال دی اور صاحبزادہ فضل کریم جیسے مجاہد کو بھی یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ مولا علی نے ٹھیک ہی تو فرمایا تھا: ''کہ جس پر احسان کرو اس سے خیر کی توقع نہ رکھو''۔ جو جس کام کے لیے آیا ہے اس نے تو وہی کام کرنا ہے مگر حضور قبلہ مفکر اسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی چونکہ خود مولا علی کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ان کے لخت جگر بنتے ہیں اس لیے آپ خیر

کی توقع نہیں رکھتے لیکن خود اتنی خیر پھیلا دیتے ہیں کہ "شر" تعداد میں زیادہ ہو کر بھی اس خیر کے اثرات سے باہر نہیں نکل سکتا اور اسے بھی بظاہر خیر کا درس دینا ہی پڑتا ہے۔ اندر ان کے معاملات تو ویسے بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ متعلق ہیں۔ ہمیں ان پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہمیں تو اس خیر سے غرض ہے جس کا فیض شاہ جی کے ذریعے دوستوں اور دشمنوں کو سیراب کر رہا ہے۔ آستانہ عالیہ بریلی شریف کے جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت، حضرت قبلہ توصیف ملت توصیف رضا خان مدظلہ العالی نے شاہ جی سے ایک ہی ملاقات کے بعد ویسے ہی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ "بھئی واہ، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے جتنی صفات ایک سچے سید کی بیان کی ہیں، وہ صورت، سیرت، سخاوت، جرأت و بہادری، شجرہ نسبی، علمی مقام ہوتے ہوئے عاجزی کا پیکر، عمل کا بادشاہ اور اعلیٰ اخلاق حسنہ سمیت تمام کی تمام محترم سید ریاض حسین شاہ میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ "میں حیران ہوں کہ اس قدر علم و عمل کے بادشاہ اور مریدین کا کثیر حلقہ رکھنے کے باوجود آپ نے اپنی کسی کتاب، ترجمہ یا تفسیر قرآن کے باہر اپنے نام کے ساتھ پیر یا علامہ وغیرہ کا اضافہ نہیں کیا اور جو نام ان کے والدین نے ان کا رکھا، وہی نام، سید ریاض حسین شاہ" ہر کتاب اور ترجمہ و تفسیر پر لکھا ہوا پایا۔

قارئین محترم! یہ فیض الٰہی تو ایسے ہی لوگوں کے ذریعے ملتا ہے کہ لانگ مارچ میں شریک شاہ جی کے سنگیوں کے ہمراہیوں کا یہ حال رہا کہ نہ کھانا کا ہوش نہ پینے کی فکر، نہ آرام کا خیال، بس اپنے مرشد کریم کے پیچھے چلے جا رہے ہیں کہ صبح کے وضو سے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں جا رہی تھیں۔ باجماعت نمازوں کا اہتمام ہو رہا تھا۔ ایک ایک ڈرائیور 20۔ بیس گھنٹے گاڑی چلا رہا ہے۔ دو گھنٹے یا ایک گھنٹے کا آرام چوبیس گھنٹوں کے سفر کے لیے کافی ہے۔ سی این جی اللہ نے سستی کر دی ہے۔ تھکاوٹ کس کو کہتے ہیں یہ سبق بھولا ہوا ہے۔ کھانوں کے پیک گاڑیوں میں لوگ پھینک رہے ہیں۔ آستانوں، درگاہوں، مدارس اور حجروں، ڈیروں، ہوٹلوں اور گھروں کے دروازے اور دستر خوان ہر شہر میں لانگ مارچ کے شرکاء کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ پانی کی منرل واٹر بوتلوں کے

انبار گاڑیوں میں لگائے جا رہے ہیں۔ انتظار ہے کہ مزے میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ جس شہر میں دن کا ٹائم ہے وہاں 10 ۔ سے 12 ۔ گھنٹوں بعد رات کے دو بجے، تین بجے، چار بجے بھی پہنچتے ہیں تو مخلوق خدا منتظر ہے اور پھولوں کی پتیاں اور جذباتی نعروں سے شاہ جی اور ان کے ہمراہیوں کا استقبال کر کے جلسے اس وقت بھی سجائے جا رہے ہیں۔ لوگ اپنے قائدین کی ایک جھلک دیکھنے اور ان کے ہاتھ چومنے کے لیے امڈے چلے آرہے ہیں۔ رش اور تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور ٹریفک کی روانی آہستگی میں بدلتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ جی کا ٹارگٹ تو 200 جلسوں سے انفرادی خطابات کرنے کا تھا، مگر قائدین اہل سنت کی کثیر تعداد میں آمد نے یہ جلسے اس قدر اجتماعی خطابات سے مزین کر دیے کہ 120 جلسوں سے زائد کچھ ہی مقامات پر رکا جا سکا اور کئی جگہوں پر تو شاہ جی نے گاڑی میں بیٹھ کر ہی عوام سے خطاب کیا۔ نیچے نہ اترے اور کئی مقامات پر صرف ملاقات پر ہی اکتفا کیا، پھر بھی بمشکل کراچی جب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، جہاں آخری جلسہ عام کے وقت بھی سنی تحریک سمیت اہم سنی تنظیمات کے قائدین کو خطابات کر کے مغرب سے پہلے پہلے جلسہ مکمل کر لیا تھا۔ اس موقع پر گولیوں کی بوچھاڑ سے گزرنے کے بعد بھی قائدین کے خطابات سے شک بھی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کس مرحلے سے گزر کر آئے ہیں، بلکہ سب کا فوکس تحفظ ناموس رسالت کے لیے دنیا کو اپنا پیغام ریکارڈ کروانا تھا۔ جس کے لیے وہ آئے تھے اور یوں دشمن کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئی کہ جس طرح میڈیا ہلکی سی منفی بات کو 99٪ مثبت سرگرمیوں پر حاوی کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ قائدین بھی اپنے اصل مقصد سے ہٹ کر صرف فائرنگ کے واقعے پر تبصرہ کریں گے، مگر ایسا نہیں ہوا، کیونکہ جگر گوشہ غزالی زماں ، امیر اہل سنت پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، حضور مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ، ڈاکٹر پیر محمد سرفراز سیفی اور پیر خالد سلطان القادری جیسے قائدین موجود تھے، جن کے چہروں پر فکر کی ہلکی سی رمق بھی ڈھونڈنے سے نہ ملتی تھی اور کیوں یہ رمق نظر بھی آتی۔

یہ ان لاکھوں لوگوں کی قیادت ہے جنہوں نے لانگ مارچ کے آغاز سے لے کر اختتام تک قائدین کو اپنی بھرپور محبت والی شرکتوں اور عقیدتوں و جذبات سے بھری

سوغاتیں دے کر روانہ کیا تھا اور جن کے ساتھ اللہ کی مدد اور فضل ہر وقت ساتھ رہے، اللہ کی خصوصی نظر تو اسی وقت ہمراہ ہو گئی تھی جبکہ شاہ جی نے نماز چاشت کے وقت اجتماعی نماز جماعت کے ساتھ اپنے ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں پڑھائی اور تمام کراچی جانے والے شرکائے لانگ مارچ کو وہ چند منٹ کا درس حدیث رسول کریم ﷺ دیا، جو تمام شرکاء کو کسی اور جہاں میں لے گیا محسوس یوں ہوا جیسے سب لوگوں نے اپنے دکھوں، گھریلو پریشانیوں، کاروباری معاملات اور بیماریوں وغیرہ کی چادریں اس درس حدیث میں شاہ جی کے ادارے میں ہی اتار دیں اور اب وہ کسی اور دنیا کے مسافر تھے جن لوگوں کو کھانے پینے کی پریشانیاں یا بیماریاں تھیں ان کی بھی صفائیاں پہلے دونوں میں ہوں گئیں اور بعد میں وہ بھی اس کیف و سرور کے سفر کے نظاروں میں ایسے مشغول ہوئے کہ انہیں بھی اپنی بیماریاں یاد نہ رہیں اور یوں یہ قافلہ جہاد راولپنڈی خیابان سرسید سے جب راوانہ ہوا تو عجب رنگ تھا۔ قبلہ شاہ جی اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے ٹرک پر چڑھ گئے، جن کے ہمراہ ہری پور کے آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کے سجادہ نشین اور سنی سپریم کونسل، جماعت اہل سنت پاکستان کے سینئر رکن اپنی بیماری کو نیچے چھوڑ کر جوانوں کی طرح ٹرک پر سوار ہو گئے اور ان کے دونوں صاجزادے، صاجزادہ محمد طاہر قادری اور صاجزادہ زاہد کریم نیچے عوام میں گھل مل گئے، جن میں صاجزادہ زاہد کریم پھر کراچی تک ضلع ہری پور کی امیر کی حیثیت سے اپنے قافلے کی امارت اور علامہ بشیر القادری کی نائب امارت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اسی ٹرک پر بعد ازاں سنی اتحاد کونسل کے چیرمین صاجزادہ حاجی محمد فضل کریم، صاجزادہ فضیل عیاض قاسمی آف موہڑہ شریف، راولپنڈی سے ممبر قومی اسمبلی ملک ابرار احمد، پیکر اخلاق ومحبت محترم ضیاء اللہ شاہ ممبر صوبائی اسمبلی، بزم سلفیہ محمدیہ کے سرپرست اعلیٰ محترم ڈاکٹر سرفراز سیفی، انجمن تاجران کے چوہدری عمران اور تاجر بزرگ رہنما شیخ محمد صدیق، پیر فاروق گل بادشاہ آف موہڑہ شریف بھی شاہ جی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر سوار ہو گئے۔ فوارہ چوک راجہ بازار میں پہلا باقاعدہ جلسہ افتتاح لانگ مارچ کی صورت میں منعقد ہونا تھا، جہاں محترم سلطان فیاض الحسن قادری، پیر نقیب الرحمن آف سجادہ آستانہ

عالیہ عید گاہ شریف، غازی عامر چیمہ شہید کے والد پروفیسر نذیر احمد اور مفتی حنیف قریشی کے علاوہ صاحبزادہ محمد عثمان غنی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان راولپنڈی ڈویژن اور سید جاوید احمد شاہ نوری آستانہ عالیہ چورہ شریف بھی منتظر تھے، مگر خیابان سرسید سے فوارہ چوک تک لبیک یارسول اللہ ﷺ لانگ مارچ کے شرکاءِ کرام کا عوام، تاجروں اور علماء کرام کی طرف سے استقبال والہانہ تھا۔ لوگوں نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے اور ہاتھوں کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لہرا کر نبی آخر الزمان سے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا اظہار کیا اور ساتھ شامل ہوتے چلے گئے اور پیدل چلتے چلتے گاڑیوں کے سواروں کو بھی اسی رفتار سے لے کر جب یہ لوگ فوارہ چوک پہنچے تو ہزاروں افراد کا ایک سمندر تھا، جس کا فوارہ چوک سے صرافہ بازار کی جانب کا دوسرا کنارہ کہاں تھا؟ یہ سمجھ سے باہر ہے، مگر اتنی اطلاع ضرور آئی کہ گاڑیوں کا دوسرا سرا ابھی خیابان سرسید میں ہی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا میں سے جیو نیوز، سماء نیوز، دنیا نیوز، ایکسپریس نیوز، آج نیوز اور دیگر چینلز کی ٹیموں نے بڑی بلڈنگ کی چھتوں پر اپنے کیمرے لگا رکھے تھے۔ اس موقع پر تمام مقررین نے خطاب کیے اور قافلہ یہاں سے روانہ ہو کر جب کچہری چوک پہنچا تو راولپنڈی بار کے وکلاء اور سواں اڈہ پر دعوت اسلامی اور جماعت اہل سنت کے لوگوں نے اس کا لانگ مارچ کا استقبال کیا اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے موٹر سائیکلوں والے آگے آگے چل دیئے۔ یہاں سے قائدین بھی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر اگلے سفر پر روانہ ہوئے تو پیچھے 100۔ سے زائد گاڑیوں کی ایک سے ڈیڑھ کلو میٹر لمبی قطار تھی، جن پر جماعت اہل سنت، بزم محمدیہ سیفیہ اور دیگر تنظیمات کے جھنڈے لہرا رہے تھے اور گاڑیوں کی چھتوں پر لوگ کھڑے ہو کر اپنے اپنے انداز میں نعرے لگا رہے تھے۔ مرکزی ٹرک پر لبیک یارسول ﷺ کا ترانہ چل رہا تھا، جبکہ ایک گاڑی جو حفیظ بھائی چلا رہے تھے اس پر اور ایک کیری ڈبہ پر بھی لاؤڈ سپیکر لگے تھے اور ان پر بھی ترانہ چل رہا تھا، جو کراچی تک جاری وساری رہا۔

میڈیا ٹیم کی گاڑی پورے لانگ مارچ کا کراچی تک کور کرتی رہی اور گاڑی سے براہ راست پورہ دنیا میں ویب سائیٹ کے ذریعے یہ لانگ مارچ دکھایا جاتا رہا۔ جس

کی DVD بھی اب منظر عام پر آچکی ہے اور سعد بھائی کی مہارت وعقیدت سے بھرے کلپس اور ریکارڈ نگ کا مظاہرہ اس DVD میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ بات بھی واضح کردی جائے تو بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا شدہ وسوسوں کا جواب مل جائے گا کہ حضور قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہیں ہم "فضلی" کہیں تو زیادہ بہتر ہوگا، کیونکہ انہیں ہر شعبے کے لیے اپنے شاگردوں اور سنگیوں میں سے ہی ایسے نوجوان اور بزرگ مل گئے ہیں کہ انہیں نہ تو ڈرائیور رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ بھی ان کے اپنے جانثار موجود ہیں۔ سکیورٹی گارڈز کی وردیاں پہنے ہوئے ہوں یا ڈرائیونگ کرنے والے ہوں یا لنگر تقسیم کرنے والے ہوں یا لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے فل فلیج انچارج اور نگران حافظ شیخ محمد قاسم اور ان کے ساتھی یہ سب فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں جو ضرورت پڑنے پر اپنے دفاع میں اسلحہ چلانے کا ہنر بھی جانتے ہیں جس کا مظاہرہ ایم۔ اے جناح روڈ سے پہلے لانگ مارچ پہ ہونے والی فائرنگ کا جواب دیتے وقت سب نے دیکھا کے شاہ جی کا ہر جانثار اپنے مرشد کے گرد ہالہ بنا کر کیسے کھڑا ہوگیا اور دلیل راہ میں سوالات کا جواب لکھنے والے علامہ لیاقت علی مفتی شاہ جی کے سامنے شیشے پر سایہ بن کر چھا گئے تھے اور حافظ شیخ محمد قاسم سکیورٹی کی گاڑی پر لائسنس یافتہ پستول لہراتے ہوئے جرنیل کی طرح کھڑے ہو کر شاہ جی کی آنکھوں اور اشاروں سے براہ راست ہدایت لیتے ہوئے اس لشکر کو چلانے لگے تھے۔ جہاں ہری پور کے پیلوت صفدر خان پہلے ہی دشمنوں کو کاری جوابی فائرنگ سے نڈھال کر چکے تھے اور حملہ آور رینجرز کی پناہ میں پہنچ چکے تھے۔ اسی طرح یہ میڈیا ٹیم بھی شاہ جی کے زیر تربیت اور زیر سایہ پڑھنے والے ان نوجوان علمائے کرام پر مشتمل تھی جنہوں نے باقاعدہ کسی انسٹیٹیوٹ میں اس کام کی ٹریننگ حاصل نہیں کی بلکہ انہیں جب مرشد کا حکم ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے تو بسم اللہ پڑھ کر جب اس کام میں پڑتے ہیں تو راستے خود ہی آسان ہو جاتے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو علامہ عثمان ندیم، علامہ سعد افضل خضری اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اتنے بڑے لانگ مارچ کی کوریج پر کتنا خرچ آیا اور کن کن ماہرین کو بلایا گیا۔ بس اللہ کا فضل ہی کافی ہے جس کے لیے توکل علی

اللہ اور اخلاص شرط ہے۔

بات ہو رہی تھی کہ لانگ مارچ سواں اڈا سے چل پڑا۔ اب آگے پوری پوری تفصیل تو قارئین کو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مقتدر اور شاہ جی کے قابل اعتماد قلم کاروں کے سجائے ہوئے تحریروں کے چمن میں آپ پڑھ لیں گے ہمیں تو صرف صفحات کالے کرنے ہیں۔ جس میں سے نہ جانے کیا کچھ سینسر بھی کرنا پڑ جائے۔ پیچھے جو بچا جو آپ پڑھ رہے ہیں۔ وہ صرف شاہ جی کی شفقت ہی ہو گی اور اس میں ہمارا کمال کیا ہو گا یہ کسی سے مخفی نہیں ہے ہم سے وہ تمام باتیں کیسے تحریر ہو سکتی ہیں وہ جذبات کیسے بیان ہو سکتے ہیں، وہ منظر کشی کیسے کی جا سکتی ہے کہ جب روات کے علاقے میں یہ قافلہ پہنچا تو علامہ سید شبیر حسین شاہ اور علامہ ذاکر حسین اور ان کے ساتھیوں نے جی۔ ٹی روڈ کے کنارے کیا رنگ جما رکھا تھا کہ یہاں شاہ جی اور صاحبزادہ فضل کریم کو سٹیج پر جا کر خطاب کرنا پڑا اور یہ لوگ اپنی عقیدتوں اور محبتوں کو ساتھ لیے کراچی تک جانے کے لیے ہمراہ ہو گئے، یا پھر یہ قلم کیسے ان جذبوں کی ترجمانی کر سکتا ہے کہ بھنگالی شریف کے تمام مشائخ عظام سروں پر عمامے سجائے اپنے آقا کی ناموس کی خاطر اپنی بیماریوں اور کمزرویوں کو پس پشت ڈال کر پیر سید سلطان علی شاہ کی قیادت میں مریدین سمیت مندرہ کی سڑکوں پر ہزاروں کی تعداد میں امڈ آئے اور سید جابر علی شاہ ہمدانی بھی اس قافلۂ محبت میں شرکت کے لیے آ پہنچے نہ صرف آ پہنچے بلکہ اپنے مریدین کو بھی اس لانگ مارچ میں شرکت کے لیے ہدایات دے ڈالیں اور صاحبزادہ سید ساجد شاہ نے کراچی تک اپنے ساتھیوں سمیت جانے کا بھی اعلان کر ڈالا۔ قبلہ شاہ جی اور صاحبزادہ فضل کریم نے یہاں بھی خطابات فرمائے اور میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان خطابات کا خلاصہ آخر میں پیغامات لانگ مارچ کی صورت میں تحریر کرنے کی کوشش کروں گا۔

مندرہ کے بعد گوجر خان کا مقام ہے جہاں دن کو 12۔ بجے پہنچنے کا پروگرام تھا، لیکن لانگ مارچ یہاں عصر کے بعد پہنچا تو سینکڑوں موٹر سائیکل رکشے اور گاڑیاں حافظ اکبر کی زیرِ قیادت اس ریلی کے آگے آگے چل پڑے اور ایک عجیب سماں بندھ

گیا، یہاں شاہ جی اور صاحبزادہ فضل کریم کے علاوہ محترم ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی نے بھی خطاب کیا اور صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر علامہ فضل جمیل رضوی سے شاہ جی نے پشتو میں خطاب کروایا۔ اس سے قبل درمیانے راستوں پر ہونے والے عوامی استقبالوں کا کراچی تک کوئی حساب وکتاب فکس نہیں کیا جا سکا۔ مسہ کسوال کی آبادی میں جب پہنچے تو نماز مغرب کا ٹائم ہو چکا تھا لہذا یہاں شاہ جی نے مختصر خطاب ہی کیا۔ یہاں یہ بھی تحریر کرنا ضروری ہے کہ تمام تر نمازیں کراچی تک شرکائے لانگ مارچ نے باجماعت ادا کیں اور گاڑیوں میں چٹائیاں اور جائے نمازیں پہلے ہی سے رکھی ہوئی تھیں، جو کسی بھی جگہ نماز کا وقت ہونے پر سڑک پر بچھا کر نمازیں ادا کر لیں جاتی تھیں۔ حکومت پنجاب اور سندھ گورنمنٹ کا یہ تعاون کراچی تک شامل حال رہا کہ ایک سڑک صرف لانگ مارچ کے لیے خالی چھوڑی گئی اور دوسری سڑک پر راولپنڈی سے کراچی تک ٹریفک رواں دواں رہی۔

سوہاوہ کے مقام پر عالم باعمل حافظ نور محمد بندیالوی اور علامہ عبدالصبور کے ساتھیوں کے والہانہ استقبال پر شاہ جی قبلہ کو کہنا پڑا کہ میں خوابیں بیان نہیں کرتا مگر میں بتا دوں کہ یہ قافلہ حسینی ہے اور اسے آقا علیہ الصلوۃ والسلام دیکھ رہے ہیں یہاں پر شاہ جی کے علاوہ علامہ فضل جمیل رضوی اور محترم ڈاکٹر حمزہ مصطفائی نے بھی خطاب کیے۔ دینہ میں پھر عظیم الشان استقبال تھا، مگر شاہ جی یہاں کے لوگوں سے سٹیج تک جانے کی معذرت کی اور گاڑی میں بیٹھ کر خطاب کیا۔ جہلم کے شہر سے پہلے ایک لجپال ہوٹل کے نام سے جی۔ ٹی روڈ پر قائم ہے جہاں اہل علاقہ نے لانگ مارچ کے شرکاء پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے قائد اہل سنت کی دست بوسی کی۔ یہ جگہ جہلم سے 9 کلو میٹر پہلے ہے مگر یہاں سے آگے بڑھے شاندار ہوٹلز آتے ہیں جن کی ترقی کا راز اس روز سمجھ میں آیا کہ یہ لوگ "نبی کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے" کے اصول پر کاربند ہیں اسی لیے تو ہوٹل البلال اور چیک اینڈ برگز کے انتظامیہ اپنے سٹاف سمیت لانگ مارچ کا استقبال کرنے کے لیے سڑکوں پر رات کے اس پہر بھی موجود تھی، پھر جہلم شہر بھی آیا جہاں سنی اتحاد کونسل، انجمن طلباء اسلام، جماعت اہل سنت اور دیگر تنظیمات کے والہانہ استقبال پر صاحبزادہ فضل کریم نے سب کا

شکریہ ادا کیا اور شاہ جی نے انہیں دعاؤں سے نوازا۔ یہ شہر کا آغاز تھا مگر جب شہر سے باہر نکلے تو پاکستان سنی تحریک کے نوجوانوں کے استقبال کے والہانہ انداز مارچ کو سرائے عالمگیر تک موٹر سائیکلوں کے جلوس میں لے آیا۔ جہاں سنی اتحاد کونسل نے پھر استقبالیہ کیمپ سجا رکھا تھا اور لوگ صبح سے لے کر رات کے اس حصے تک بھی منتظر تھے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں اپنا حصہ ڈالے بغیر گھروں کو واپس نہ جانا چاہتے تھے اور ساتھ ہی ہر شہر سے کوئی نہ کوئی گاڑی بھی لانگ مارچ میں شریک ہو جاتی تھی، جس کی منزل کراچی تھی۔ سرائے عالمگیر سے یہ لانگ مارچ کھاریاں پہنچا تو منڈی بہاؤ الدین سے پیر سید خضر حسین شاہ اور سید مبشر حسین شاہ کی زیر قیادت سنی تحریک اور جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام پھر استقبالی جلسہ منتظر تھا، جہاں صرف شاہ جی نے خطاب کیا۔

روا تڑا شریف میں پیر عرفان شاہ نوری اور ان کے عقیدت مند پہلے ہی جلسہ و استقبال کر کے ہمراہ ہو چکے تھے، جبکہ لالہ موسیٰ سنی اتحاد کونسل اور گجرات کے آغاز میں جماعت اہل سنت نے استقبال کیے، یہاں شاہ جی کے ایک سنگی نے ثمینہ فرنیچر کے نام کی دکان ڈالی ہے جو عظیم الشان شوروم ہے۔ یہاں استقبال کے بعد شاہ جی نے صبح کے وضو کو تازہ کیا اور پھر قافلہ آگے چل پڑا جہاں وزیر آباد بائی پاس موڑ کے پاس صاحبزادہ حامد رضا سابقہ وزیر اوقاف کشمیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ استقبال کے لیے اور لانگ مارچ میں شرکت کے لیے موجود تھے۔ گجرات شہر کی بات درمیان سے نکل نہ جائے کہ آپ کو پتہ ہے کہ نا اہل آدمی جب کچھ کرنے لگتا ہے تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی گجرات کے ساتھ مضبوط تنظیمی رشتہ رہا ہے اور آج بھی مراڑیاں شریف کے پاس سے گزریں تو عالمی تنظیم اہل سنت کے مرکزی امیر محترم پیر محمد افضل قادری کا وہ زمانہ یاد آتا ہے جب وہ صوبہ سرحد کے تنظیمی دورے پر آئے تو راقم الحروف کو اپنی ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھاتے تاکہ ہماری ڈرائیونگ میں بہتری آسکے ورنہ تو ایک دفعہ شاہ جی سے کسی نے ہمارے سامنے ہماری شکایت لگائی کہ حضور یہ حافظ زبیر کی فلاں جگہ پر بڑی غلطی ہے کہ انہوں نے یہ کام نہیں کیا تو قربان جاؤں اس مرشد کے جنہوں نے آگے سے ہنس کر فرمایا

ان کی کوئی ایک غلطی ہو تو ان سے پوچھوں ان کی تو غلطیوں کی تعداد اتنی ہے کہ پوچھ پوچھ کر میں ہی تھک جاؤں گا۔ اس لیے کیا پوچھوں اور کیا نہ پوچھوں اور وہ صاحب وہیں پر چپ ہو گئے کہ اب ایسے شخص کی کیا شکایت کرنا۔ اس لیے گجرات والے بھی کہیں شکایت نہ لگا دیں کہ یہ صاحب گجرات کے عظیم الشان جلسے کو چھوڑ کر وزیر آباد کیسے جا پہنچے۔ لہٰذا پہلے اس جلسے کا ذکر کیوں نہ کروں جو شہر کے بیچوں بیچ ریلوے روڈ اور جی۔ ٹی روڈ کے سنگم میں بھاری تعداد میں شرکائے کرام سے سجا ہوا تھا اور عالمی تنظیم اہل سنت، بابا بلھے شاہ ویلفیئر ٹرسٹ اور جماعت اہل سنت نے مل کر اس کا اہتمام کیا تھا۔ یہاں عالمی تنظیم اہل سنت کے مرکزی امیر پیر محمد افضل قادری نے فکر انگیز خطاب کیا اور صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے علاوہ ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی اور شاہ جی نے خطابات کیے۔ یہیں پر پولیس کا ایک نیا روپ سامنے آیا جب پولیس کے ایک اعلیٰ آفیسر نے اپنی پولیس پارٹی کے ہمراہ شاہ جی پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے ان کی دست بوسی کی اور شاہ جی نے دعاؤں سے الوداع کیا۔ دوسری صورت میں شاہ جی سے دعائیں لے لیں۔

گکھڑ منڈی میں رات کے نصف حصے میں بھی دن کے انتظار کرنے والے لوگوں کی تعداد کم ہونے کی بجائے بڑھ چکی تھی اور المصطفےٰ ویلفیئر سوسائٹی، مصطفائی تحریک اور باؤلی شریف کے عقیدت مندوں کی طرف سے عظیم الشان استقبال اور جلسے کا امکان تھا، جہاں مصطفائی تحریک کے مرکزی صدر میاں فاروق مصطفائی جو حمزہ مصطفائی اور خواجہ صفدر کے ساتھ کراچی تک کے لیے عازم سفر تھے انہوں نے خطاب کیا اور باؤلی شریف کے زیب سجادہ صاحبزادہ غلام بشیر نقشبندی اور حاجی ابو داؤد صادق مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند علامہ داؤد صادق بھی موجود تھے۔ یہاں شاہ جی نے بھی خطاب کیا۔

راہوالی میں جناب محترم قاری محمد حنیف چشتی نے جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام بھرپور اہتمام کر رکھا تھا۔ جہاں صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور شاہ جی نے خطابات کیے، جبکہ گوجرانوالہ بائی پاس پر تو علامہ رضا ثاقب مصطفائی جماعت اہل سنت اور عوام اہل سنت کا عجب رنگ تھا۔ بڑی بڑی ملٹی میڈیا سکرینیں لگائی گئی تھیں اور عوام کا ٹھاٹھیں مارتا

سمندر تھا۔ جہاں خطاب کے دوران شاہ جی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی بھی محسوس ہوتی تھی اور عوام کی کیفیت اس وقت رقت انگیز تھی جہاں علامہ رضا ثاقب اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کے علاوہ ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی نے بھی خطابات کیے۔ یہ رات کا پچھلا پہر تھا اور گوندل اڈا سٹاپ گوجرانوالہ پر لانگ مارچ کے پہنچنے پر اہلیان گوجرانوالہ کی محبتوں اور عقیدتوں کی معراج ہو چلی تھی جب پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت حضور قبلہ ابو داؤد، حاجی محمد صادق خود ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے نکلنے والے اس لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کے استقبال کے لیے نکل آئے تھے اور تصویریں بننے سے بچنے کے لیے گاڑی کے شیشوں پر کپڑا ڈلوا کر اپنی حاضری لگوا رہے تھے۔ سیالکوٹی دروازے کا پل بھی عوام سے بھرا پڑا تھا اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور صاحبزادہ حامد رضا کے خطاب کے بعد جب آخری خطاب شاہ جی کا ہوا تو ماحول پر عجیب سی روحانی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔

کامونکی کا علاقہ بعد ازاں رات تین بجے بھی نعروں کی گونج سے لانگ مارچ کے شرکاء کا استقبال کرنے کے لیے تڑپا تو اس وقت تقاریر کا ٹائم نہیں تھا کیونکہ راوی ریان لاہور میں پیر طریقت رہبر شریعت میاں محمد حنفی سیفی اپنے مریدین کے ہمراہ اپنا آستانہ عالیہ ان شرکائے لانگ مارچ کے لیے سجا کر منتظر بیٹھے تھے اور یہ قافلہ جب وہاں پہنچا تو نماز فجر تک ایک نیا جلسہ منتظر تھا جہاں علامہ محمد بشیر القادری، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، قاضی حامد رضا سمیت کئی مقررین نے خطاب کیے اور شاہ جی نے جب خطاب کیا تو ساتھ ہی حضور قبلہ میاں محمد حنفی سیفی کو محفل ذکر سجانے کی بھی دعوت دے ڈالی کیونکہ اس وقت بزم محمدیہ سیفیہ کے اہل سلسلہ کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ ایسے میں انکے مرشد میاں محمد حنفی سیفی کے خطاب نے حاضرین محفل پر عجیب کیفیت طاری کردی اور پیر طریقت میاں محمد حنفی سیفی نے شاہ جی کے ساتھ اپنے اس عزم کو دہرایا کہ ہم ان کے راستے کے ''چھوڑ'' کے نہیں بلکہ ''توڑ'' یعنی آخر تک کے ساتھی ہیں اور واقعتا بزم محمدیہ سیفیہ کے ساتھیوں نے اپنے سالار قافلہ حضرت قبلہ محترم ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی کی معیت میں اپنے پیر طریقت کے عزم کی پاسبانی کی اور ان کے عہد کی تکمیل کی، جس پر اس سلسلہ کے تمام لوگ خراج تحسین کے

مستحق ہیں، یہاں تمام شرکاء کرام نے نماز فجر ادا کی جس کے بعد رات کا کھانا صبح کے ناشتے میں تناول کیا گیا، جس کا اہتمام بھی تاجدار راوی ریان میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ العالی کی طرف سے کیا گیا تھا۔

اس کے بعد تمام قافلے کو تین حصوں میں رات ٹھہرانے کے لیے تقسیم کر دیا گیا۔ آدھے لوگ سنی سیکریٹریٹ چلے گئے جہاں کی بڑی جامع مسجد اور سیکریٹریٹ کے کمروں میں ٹھہرنے کا اہتمام حافظ عمیر عارف نے کیا ہوا تھا کچھ لوگ راوی ریان رہ گئے اور چھوٹی گاڑیوں والے شاہ جی کے ہمراہ اتفاق مسجد لاہور چلے گئے، جہاں محمد بہاؤالدین اپنے سنگیوں کے ہمراہ منتظر تھے۔ یہ پہلی رات تھی جو سفر میں گزر گئی۔ اس لیے جمعۃ المبارک کی نماز تک انہیں ریسٹ اور اگلی تیاری کا موقع دیا گیا۔ شاہ جی چونکہ گزشتہ ایک دن اور رات میں 25۔تقاریر کر چکے تھے اور آگے 4۔دن اور راتیں باقی تھیں اس لیے جمعۃ المبارک کا ابتدائی خطبہ علامہ محمد بشیر القادری ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت صوبہ خیبر پختونخواہ نے دیا، جس کے دوران ہی شاہ جی تشریف لے آئے اور پھر یہ بھی پتہ چلا کہ خطبہ اگر 15۔منٹ کا ہو تو ایک گھنٹے کا درس اس میں کیسے سمویا جاسکتا ہے جبکہ نماز کی ادائیگی بھی اپنے وقت سے ایک منٹ لیٹ نہ ہو۔

شاہ صاحب قبلہ کی یہ خوبی ہے کہ جتنی مساجد کے انتظامات کی نگرانی آپ کے ذمے ہے وہاں سختی سے ہدایت ہے کہ جو ٹائم کیلنڈر پر نماز جمعہ کا دیا ہوا ہو اسی ٹائم پر اقامت ہونی چاہیے اور چونکہ اتفاق مسجد میں جمعہ سردیوں گرمیوں میں 1:30 پر پڑھا جاتا ہے اس لیے شاہ جی اپنے آپ کو پابند کر کے 1:30 پر فکس جماعت کھڑی کر دیتے ہیں اور اس دن بھی یہی ہوا، جس کے فوراً بعد تمام اہل قافلہ اپنے اپنے علاقوں سے ناصر باغ لاہور کی طرف چل پڑے۔ جہاں عصر سے پہلے پر ہجوم جلسہ عام سے محترم میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ العالی، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، قبلہ علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی اور علامہ شمس الدین بخاری کے علاوہ دیگر مقررین نے خطاب کیے۔

اس موقع پر اتفاق مسجد سے ناصر باغ تک موٹر سائیکل سواروں کی بہت بڑی

تعداد اور اور اہلیان لاہور کی عقیدتوں سے بھری ریلی کا منظر عجیب روح پرور تھا۔ ناصر باغ سے ملتان روڈ تک مختلف مقامات پر استقبالیہ گروپوں نے اس جہادی قافلے کا استقبال کیا، جبکہ علاقہ چوہنگ میں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی، مصطفائی تحریک، اے۔ٹی۔آئی اور جماعت اہل سنت کے علامہ سید رضا حیدر شاہ جماعت کے کارکنوں کے ہمراہ استقبالیہ کیمپ پر خوش آمدید کے لئے موجود تھے یہاں شاہ صاحب نے مختصر خطاب کیا۔

اڈہ دینا ناتھ کے مقام پر کرمانوالہ شریف کے مریدین وعقیدت مندوں نے اپنے پیر صاحب سید مہر طیب علی مدظلہ العالی کی ہدایت پر قافلے کا استقبال کیا۔

پھول نگر ضلع قصور میں جماعت اہل سنت کے پر ہجوم اور بڑے جلسہ عام سے شاہ جی محترم اور ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی، ضیاء الحسنین صدیقی اور علامہ سید رضا حیدر نے بھی خطابات کیے۔ اسی طرح جماعت اہل سنت پتوکی کے زیر اہتمام پتوکی شہر میں منعقدہ جلسہ عام سے شاہ جی اور ڈاکٹر سرفراز نے خطاب کیا جس کا اہتمام جماعت اہل سنت پتوکی کے ساتھ سنی تحریک اور دیگر تنظیمات نے بھی کیا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم یہاں انہی تنظیمات کے نام لکھ رہے ہیں جو تنظیمی انداز سے بینرز اور پلے کارڈز وغیرہ بنوا کر استقبالیہ کیمپوں اور جلسوں کا اہتمام کرتی رہیں۔ جن تنظیمات کے بینرز یا پلے کارڈز ہمیں نظر نہ آسکے یا وہ بنوا نہ سکے ان تنظیمات و شخصیات کا نام نہ لکھنا صرف ہماری ہی کوتاہی سمجھا جائے کہ ہم باقاعدہ ہر بندے سے اس کی شرکت کا پیمانہ معلوم نہ کر سکے۔ ویسے بھی راقم الحروف نے خود کو ریزرو فورس کے طور پر رکھا ہوتا تھا کہ اگر سٹیج سیکرٹری کوئی نہ ہو تو یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ دوں اور شاہ جی اتریں تو ان کے اردگرد سیکورٹی حصار بنانے میں ملک شفیق کا معاون بن سکوں۔ بحیثیت مرکزی نائب ناظم اعلیٰ ہمیں اس جگہ پر سٹیج پر بھی جانا ہوتا تھا جہاں ہم سب سمجھتے کے یہاں جماعت کا نائب ناظم ہونا ضروری ہے ورنہ ڈاکٹر حمزہ مصطفائی جہاں موجود ہوتے وہاں ہم نے پیچھے رہ کر صحافتی امور سرانجام دینا ضروری سمجھے، پھر دیوانے سمجھتے ہیں کہ مرید بن کر بار بار سیکیورٹی کے بہانے مرشد کو چھو لینا عقیدے کی پختگی کے لیے ضروری ہے اس کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ

بندہ سٹیج یا خلوت کی جگہ پہنچ کر جو کردار ادا کرنا ضروری ہو وہ آسانی سے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں سکیورٹی انچارج کی رضا اور اجازت شامل ہو۔ ہر روز صبح قافلے کی روانگی کے وقت لاؤڈ سپیکر والے ٹرک پر جا کر گاڑیوں کی قطاریں درست کروا کر عوامی اعلانات کرنا بھی اسی ریزرو فورس کے ذمہ تھا۔ جس کے لیے ذاتی طور پر محترم عمار بھائی کا اس لیے مشکور ہوں کہ انہوں نے تمام تر ڈرائیونگ خود کی اور ہمیں گاڑی نہیں ڈھونڈنی پڑی اور اپنا کام مکمل کر کے جب آنکھ اوپر اٹھائی تو ہم نعمان شاہ جی کی گاڑی کے پیچھے پہنچے ہوئے تھے، جو اپنے ماموں جان اور کزنز کو لیکر شاہ جی کی گاڑی کے پیچھے حصار بنا کر پنڈی سے کراچی اور کراچی سے پنڈی ساتھ ساتھ رہے۔ ہم کراچی تک ان کے سائے میں رہے۔ اس سلسلہ میں محترم حافظ آغا عبد الرحمن ہزاروی نے بھی بہترین ساتھ دیا کہ ان کے ذمہ شاہ جی کی گاڑی میں جس چیز کی ضرورت یا کمی محسوس ہو اسے پورا کرنا تھا اور وہ اپنی اس انتظامی صلاحیت کے ساتھ سر فہرست رہے پھر ہمیں خود علامہ محمد بشیر القادری اور علامہ فضل جمیل رضوی کی نائب امارت کا بھی احساس تھا اور انہیں بھی اسٹیج پر شاہ جی کے ہمراہ پہنچانا ہماری ڈیوٹی میں شامل تھا۔ لہٰذا اس سلسلہ میں کسی بھی کوتاہی پر میں پہلے ہی معذرت خواہ ہوں۔ البتہ مجھ سے رابطہ کیا جائے تو میں آئندہ کی کسی تحریر میں اس کا ازالہ کرانے کی باتوفیق الٰہی یقین دہانی کرا سکتا ہوں جو میرے بس میں ہو۔

پتوکی سے چلنے والا قافلہ جب رینالہ خورد پہنچا تو پیر خلیل الرحمن صاحب کی سر براہی میں یہاں پر بھی لبیک یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس کا اہتمام تھا جہاں شاہ جی کے ہمراہ علامہ محمد بشیر القادری نے خطاب کیا جبکہ علامہ فضل جمیل رضوی اور ڈاکٹر سرفراز سیفی صاحب کے ساتھ صاجزادہ عثمان غنی بھی اسٹیج پر موجود تھے۔

اس کے بعد لانگ مارچ جب کرمانوالہ شریف کے آستانے پر پہنچا تو پیر سید عطا اللہ شاہ بخاری کا استقبال اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ قابل دید تھا یہاں شاہ جی نے گاڑی میں ہی ان کا شکریہ ادا کر کے تھوڑی گفتگو فرمائی اور دعا کرائی۔ آستانے کی طرف سے شرکاء میں لنگر تقسیم کیا گیا۔

اسی طرح اوکاڑہ میں بھی باقاعدہ جلسے کا اہتمام جماعت اہل سنت کی طرف سے کیا گیا، یہاں پھر شاہ جی نے خطاب کیا جس کے بعد رات کے آخری پہر یہ لانگ مارچ اس دن کی اپنی آخری منزل ساہیوال پہنچا، جہاں مرکز اہل سنت مدینہ مسجد کے وسیع و عریض ہال میں لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس انعقاد پذیر تھی، یہاں بھی صاحبزادہ فضل کریم، قبلہ شاہ جی، پیر سید عمران علی شاہ، پیر خلیل الرحمن، مولانا غلام مصطفی اور علامہ رضا ثاقب مصطفائی نے خطابات کیے۔ شرکائے لانگ مارچ نے رات کا یہ آخری حصہ یہیں گذارا اور رات کا کھانا کھا کر تقریباً ایک گھنٹہ سو کر اٹھے، تو پھر 8۔ بجے لانگ مارچ نے ساہیوال سے الوداع ہونا تھا اگرچہ یہاں صبح بھی باقاعدہ جلسے کا پروگرام تھا مگر اگلے پروگراموں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ پروگرام ملتوی کر دیا گیا، البتہ جامعہ فریدیہ مرکز اہل سنت ساہیوال کی طرف سے بہت بڑی تعداد میں لوگ جامعہ فریدیہ کے جھنڈے اٹھائے تقریباً ایک گھنٹہ تک لانگ مارچ کے آگے پیدل چلتے رہے اور نعرہائے تکبیر و رسالت و لبیک یارسول اللہ کے ترانوں کی گونج میں لانگ مارچ کو ان لوگوں نے شہر سے باہر آ کر چھوڑا۔ اس موقع پر ساہیوال کے تاجروں نے علی الصبح شرکاء پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے انہیں اپنی دعاؤں اور محبتوں سے نوازا۔ استقبال کا یہ سلسلہ چیچہ وطنی تک یونہی جاری و ساری رہا اور لانگ مارچ بسیں، ویگنیں، موٹر کاریں، جیپس، موٹر سائیکلیں تقریباً ایک کلو میٹر لمبی قطار میں آگے بڑھتی رہیں، جس میں مزید گاڑیاں بھی آ کر شامل ہوتی رہیں اسی طرح یہ قافلہ عشق و مستی جہادی جذبوں سے سرشار شاہ جی اور پیر محمد سرفراز سیفی کی قیادت میں آگے بڑھتا رہا۔

اس کے بعد خانیوال لاہور موڑ پر جماعت اہل سنت جہانیاں اور جماعت اہل سنت ملتان کے زیر اہتمام ایک بڑی کانفرنس سے صاحبزادہ فضل کریم، ڈاکٹر سرفراز سیفی اور شاہ جی کے علاوہ علامہ فاروق خان سعیدی نے خطابات کیے۔ غالب گمان یہی ہے کہ مرکزی امیر محترم یہاں سے تشریف لائے تھے اور انہوں نے اپنی علالت کی وجہ سے صرف اختتامی دعا یہاں پر کراوائی جس کے بعد ملتان شہر تک کتنے استقبالیہ کیمپ تھے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں نے ہاتھوں کی زنجیریں بنا کر

سڑک کے دونوں اطراف کھڑے ہو کر استقبال کیے۔

قافلہ کس قدر طویل ہو گیا تھا یہ بھی ہماری قلم کی تحریر سے باہر ہے۔ لوگ ہاتھوں کو لہراتے رہے اور لانگ مارچ آہستگی سے انتہائی رش بھری ریلیوں کے جھرمٹ میں آگے بڑھتا رہا اور عصر سے کافی دیر بعد جب ملتان کے مرکزی مین چوک میں لانگ مارچ پہنچا تو گویا پورا ملتان لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ یہ ایک فقید المثال جلسہ اور استقبال تھا، جہاں نماز مغرب تک کے مختصر وقت میں قبلہ سید مظہر سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی نے صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، قبلہ شاہ صاحب، ڈاکٹر سرفراز سیفی اور ڈاکٹر عمران سیفی نے جامع خطابات کیے۔ اس جگہ محمد یہ سیفیہ کی بڑی خانقاہ اور مسجد بھی ہے جہاں شرکائے لانگ مارچ نے مغرب کی نماز ادا کی اور اسی جگہ قائدین اہل سنت کو اکٹھا ہو کر ایک جگہ بیٹھنے کا پہلا اور آخری موقع ملا۔ جہاں جگر گوشۂ غزالی زماں حضرت علامہ پروفیسر سید مظہر سعید شاہ کاظمی، مفکر اسلام مجاہد اہل سنت مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ، جگر گوشۂ محدث اعظم حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور تاجدار بزم محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ ترنول راولپنڈی ڈاکٹر پیر محمد سرفراز سیفی نے اکٹھے بیٹھ کر چائے پینے کے بہانے باہمی روحانی شگفتگی سے بھرپور تنظیمی گفتگو سے سامنے بیٹھنے والوں کو بھی سیراب کیا۔ یہ ایک یادگار ملاقات تھی جو پورے لانگ مارچ میں اپنے انفرادی حیثیت کی حامل رہی اس موقع پر علامہ محمد بشیر القادری اور ڈاکٹر حمزہ مصطفائی صاحبان بھی موجود تھے۔ راقم الحروف کو بھی اس وقت کی صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی شفقتوں اور پیار بھری تھپکیوں کی تھپ تھپاہٹ یاد رہے گی۔ یہاں سے صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم شاہ جی سے اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اجازت لے کر فیصل آباد کے لیے روانہ ہو گئے جس کے بعد لودھراں میں جلسۂ عام سے امیر محترم اور شاہ جی نے خطابات کیے۔

جماعت اہل سنت بستی ملوک میں حاجی محمد صاحب یار رضوی اور صاحبزادہ حبیب الرحمن رضوی کی زیر قیادت استقبال کیا اور لودھراں شہر موڑ پر پیر سید ظفر علی شاہ اور ان کے ساتھی استقبال کے لیے موجود تھے، جو لودھراں شہر کی طرف قافلے کو لے گئے جہاں

جماعت اہل سنت اور سنی تحریک نے مل کر بڑے جلسہ عام کا اہتمام "لبیک یا رسول اللہ ﷺ کانفرنس" کے طور پر کر رکھا تھا۔لودھراں میں مرکزی امیر محترم کے علاوہ فاروق خان سعیدی، قاری فیض بخش رضوی اور دیگر علمائے کرام نے شاہ جی کے ہمراہ خطابات کئے۔

اگر یہاں بھی شہروں کی ترتیب آگے پیچھے ہو جائے تو معافی کا خواستگار ہوں کہ کاغذات گڈ مڈ ہونے کی وجہ سے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کون سا شہر پہلے ہے اور کون سا بعد میں لیکن مطلب اور مقصود سمجھ آجائے تو یہی کافی ہے۔

بہاولپور کا آغاز ہوتے ہی یوں لگا جیسے علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض نے سب کو حصار میں لے لیا۔ٹول پلازہ بہاولپور سے صاجزادہ ریاض احمد اویسی اور محمد افضل صابری نے جماعت اہل سنت بہاولپور کے ہمراہ شاندار استقبال کے ساتھ لانگ مارچ کو خوش آمدید کہا اور رات کے اس نصف پہر میں بھی غوثیہ بازار میں ہونے والا جلسہ عام قابل دید تھا، جہاں شاہ جی کے ہمراہ ڈاکٹر سرفراز سیلفی نے خطاب کیا۔ اس موقع پر صاجزادہ ریاض احمد اویسی نے آنسوں سے لبریز آنکھوں کے ساتھ شاہ جی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لانگ مارچ کے مقصد پر روشنی ڈال کر کہا کہ میں نے شاہ جی کو عمرے کے موقعہ پر دیکھا ہے کہ یہ وہاں بھی جاتے ہیں تو کاغذات اور قلمیں ان کی بغلوں اور جیبوں میں نظر آتی ہیں اور وہاں بھی یہ تفسیر کا کام کرتے نظر آتے ہیں۔میں حیران ہوں کہ اس مصروفیت اور بیماری کی حالت میں اتنا بڑا لانگ مارچ کرنے کا خیال کیوں آیا، مگر سوچا اور سمجھا تو پتہ چلا کہ جب "ملالہ کا ملال ناموس رسالت کی تحریک پر حادی ہونے لگا تو امام حسین کا بیٹا اٹھا اور اس نے توجہ کو دوبارہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف موڑ دیا۔ بہاولپور سے آگے احمد پور شرقیہ اور چنی گوٹ اور فتح پور کمال کے مقامات پر شاہ جی نے علیحدہ علیحدہ خطابات کیے۔جہاں جماعت اہل سنت کی مختلف تنظیمات نے جلسوں کا اہتمام کیا تھا۔ فتح پور کمال میں پیرزادہ خورشید احمد شاہ، پیر سید اشرف شاہ، قاری شاہنواز اور شاہد حامد نے استقبالیہ جلسے کا اہتمام کیا تھا۔جہاں لانگ مارچ نے عصر کے ٹائم پہنچنا تھا مگر پہنچتے پہنچتے رات کا ایک بج گیا۔اس کے بعد ظاہر پیر کے مقام پر سنی تحریک، سنی اتحاد

کونسل اور جماعت اہل سنت کی تنظیمات نے شاندار استقبال کر کے جلسۂ عام سے شاہ صاحب سے خطاب کروایا اور رات کے آخری پہر جب لانگ مارچ چوک بہادر پور ضلع رحیم یار خان پہنچا تو دارالعلوم فاروق اعظم کی طرف سے ہر گاڑی میں بڑی فیاضی اور سخاوت کے ساتھ کھانوں کے اور پینے کے پانی کی بوتلوں کے پیکٹ تقسیم کئے گئے جبکہ اس مسجد میں چند لمحات میں قبلہ شاہ صاحب نے بڑا روحانی قسم کا درس دیا۔ جہاں مقامی علماء اکرام اور دارالعلوم کے مہتمم سمیت مقامی افراد کی بڑی تعداد موجود تھی۔ صادق آباد پہنچے تو یہاں یونس ثاقب اپنے رشتہ داروں اور احباب کے ساتھ منتظر تھے، انہوں نے کوٹھیاں، گھر، مساجد اور مدارس کے دروازے شرکائے لانگ مارچ کے لیے نہ صرف کھلوائے دیے بلکہ انہیں ناشتہ کروا کر صبح الوداع کیا۔

صبح 10 بجے اتوار کو صادق آباد سے قافلہ چلا تو مقامی لوگوں نے جا بجا استقبال کر کے شرکائے لانگ مارچ کی گاڑیوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ سنجر پور میں بزم طلباء اہل سنت نے اس قافلے کا استقبال کیا تو ہم سمجھے کے اب بڑے استقبال ختم ہو چکے ہیں مگر جونہی ہم سندھ کے باڈر اوباڑو پر پہنچے تو یوں لگا جیسے سندھ پورا ہی امڈ آیا ہے، موٹر سائیکلوں پر، گاڑیوں پر سپیکر لگے ہوئے اتنی بڑی تعداد میں عوام وخواص آئے کہ ایک لمحے کو تو سمجھ ہی نہ آئی کہ یہ کون لوگ آگئے؟ تب پتہ چلا کہ تنظیم جماعت الصالحین کے سربراہ اور جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی چیف آرگنائزر ہیں، جن کے مریدین اور جماعت کے کارکنان ہزاروں کی تعداد میں امڈ آئے ہیں۔ بڑی مشکل سے اس سیلابی ریلے کو منظم کیا تو شرکائے لانگ مارچ کو سمجھ آئی کہ یہ کیا ہوا مگر شاہ جی قبلہ تو گویا جوان ہو گئے اور پیر خالد سلطان القادری کو گلے لگا لیا اور خالد سلطان پھر اپنے مریدین کے ہمراہ کراچی تک ساتھ رہے۔ اس کے بعد درگاہ عالیہ بھرچونڈی شریف، ڈھرکی سنی تحریک اور جماعت اہل سنت کی طرف سے ڈھرکی میں استقبالیہ کیمپ سے صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے سندھی میں خطاب کیا، جبکہ گھوٹکی شہر میں مفتی عبدالرحیم سعیدی اور علامہ محمد احمد چشتی صاحبان کی زیر قیادت ATI اور دیگر اہل علاقہ نے جلسے کا اہتمام کر رکھا تھا، جہاں قبلہ

شاہ صاحب نے اردو میں اور خالد سلطان نے سندھی زبان میں خطابات کئے۔ اس موقع پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے بھی شاہ جی نے علیحدہ گفتگو کی۔

روہڑی جسے شاہ جی کے جدامجد حضرت قبلہ سید بدرالدین بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت حاصل ہے۔ اس مقام پر جماعت الصالحین کی طرف سے استقبال کا اہتمام تھا جبکہ روہڑی بائی پاس کے مقام پر مقامی آبادی کے مزدوروں اور ڈرائیوروں نے ہاتھ ہلا کر لانگ مارچ کو الوداع کیا۔ روہڑی کے بعد سکھر شہر آتا ہے جہاں حضور سید بدرالدین بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان اور حضور قبلہ سید صدرالدین بادشاہ جو سید بدرالدین بادشاہ کے والد ہیں اور آپ کے والد گرامی سید جلال الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے۔ یوں دادا جان سکھر شہر میں اور ان کے بیٹے اوچ شریف میں ان کے بیٹے روہڑی میں آرام فرما رہے ہیں جہاں انگریز دور کے بنے ہوئے دو پل آج بھی فن تعمیر کا شاہکار نظر آتے ہیں، لہٰذا اس علاقے میں داخلے کے وقت ان بزرگوں کی توجہ نے کیا کیا نہ کیا ہوگا۔

سکھر شہر میں داخلے کا وقت آیا تو سجادہ نشین درگاہ عالیہ دیہیہ سوھ شریف خیر پور والے سخی سید سردار علی شاہ جیلانی اپنے مریدین کے ساتھ اس طرح تشریف لائے کہ پیر خالد سلطان صاحب کے قافلے کی یاد آگئی اور لوگ ننگے پاؤں گاڑیوں کے آگے دیوانہ وار چلنے لگے اس کیفیت کو یہ قلم بیان کرنے سے باہر ہے، بس اتنا خیال ضرور آیا کہ آج گستاخان رسول امریکہ اور یورپ میں بیٹھ کر ویب سائٹس کے ذریعے اس منظر کو دیکھ کر ضرور دہل گئے ہوں گے اور یہی وہ ٹائم تھا جبکہ امریکہ میں دو درجن سے زائد ریاستوں نے امریکہ سے علیحدہ ہونے کا مطالبہ کر رہی تھیں اور شاہ جی کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اپنی دل آویزی نچھاور کرنے پر تلی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں ایک شہزادہ آیا۔ شاہ جی کے ہاتھ چوم کر آپکی ڈرائیونگ سیٹ خود سنبھال کر بیٹھ گیا۔ جسے دنیا پیر صاحب آف رانی پور شریف سید آصف علی شاہ گیلانی کے نام سے جانتی ہے اور ان کے پیچھے جماعت اہل سنت سکھر اور رانی پور کے عقیدت مندوں اور مریدین کا ایک سیلاب تھا جس کی کیمرے کی آنکھ بھی کوریج کرنے سے قاصر رہی۔ ان دونوں شہزادوں کی آمد گویا لانگ مارچ کو ایک نئے

رنگ میں نہلا گئی اور استقبالوں کی تعداد یہاں بھی غیر معینہ بن گئی، یہاں سے سب خیر پور پہنچے جہاں جلسہ عام سے شاہ جی کے ہمراہ پیر خالد سلطان القادری، سخی سید سردار علی شاہ جیلانی اور سخی سید آصف علی شاہ گیلانی نے بھی پر جوش خطابات فرمائے۔ یہاں سب نے نماز عصر ادا کی اور لنگر بھی تقسیم ہوا، اور بعد میں یہیں پر نماز مغرب بھی ادا کی گئی۔

اس موقع پر جماعت اہل سنت سندھ کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد اکرم سعیدی عجز و نیاز کا پیکر بن کر سندھ کے باڈر سے ہمراہ رہے اور سندھ کے تمام انتظامات کی نگرانی کرتے کرتے کراچی بھی پہنچے، تو قائدین سے پیچھے پیچھے ہی رہے انہی کی کاوشوں سے 6:30 بجے کے قریب سائیں طالب علی شاہ سجادہ نشین آف گمبٹ شریف اپنے سینکڑوں مریدین کو لے کر سڑک پر آ پہنچے اور تمام کے تمام شرکا کو اس سخاوت سے لنگر کھلایا اور چائے بھی پلوائی کہ عوام و خاص ان کے حق میں دعا کرنے والے بن گئے۔ یہ دربار ایک وسیع و عریض احاطے پر محیط ہے جہاں خاص اور خواص کی طرح عزت افزائی کی گئی۔ یہاں سے آگے بھی جا بجا رانی پور شریف کے عقیدت مندوں کے استقبالیہ کیمپوں سے شرکاء لانگ مارچ کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا گیا اور شاہ جی گاڑی میں بیٹھ کر ہی ان سے خطاب کرتے رہے۔

ضلع نوشہرہ سندھ میں غوثیہ کوٹری کبیر پٹرولیم سروس والوں نے لانگ مارچ کے شرکاء کے اعزاز میں جلسہ اور چائے کا اہتمام کیا، جہاں شاہ جی اور صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے خطابات کیے۔ اس موقع پر انگلینڈ سے براہ راست پروگرام میں شریک علماء اکرام کو شاہ جی نے خطاب کیا اور بزم محمدیہ سیفیہ کے استقبال کرنے والوں کو بھی دعاؤں سے نوازا۔ جماعت اہل سنت یونٹ بالاٹی اور نوشہرو فیروز میں انجمن غلامان پنج تن نے استقبال کیے اور خوشاب بائی پاس سکرنڈ میں بڑے جلسہ عام سے شاہ جی، ڈاکٹر صاحب اور خالد سلطان نے خطابات کیے اور حیدر آباد تک ان استقبالوں اور جلسوں میں شرکت کرتے ہوئے لانگ مارچ کے شرکاء جب پہنچے تو یہاں سے اسٹریٹجی تبدیل کر دی گئی اور تمام قافلے مختلف ہوٹلوں، رستورانوں اور مساجد میں تقسیم کر دیے گئے تا کہ یہ صبح کے لیے نئے انداز سے تازہ دم ہو کر چلیں۔

حیدر آباد میں جس جگہ صبح مظاہرہ کرنا تھا یہ مظاہرہ ختم کر کے شاہ جی نے حکم فرمایا کہ اب کراچی تک راستے میں کسی جگہ زیادہ نہیں رکنا اور کراچی آخری جلسہ کر کے سب لوگوں نے فوراً تقسیم ہو جانا ہے اور قافلے کی صورت میں نہیں چلنا۔ یوں حیدر آباد سے آگے صرف ایک جگہ ظہر کی نماز اور کھانے کے لیے ایک بڑے حجرہ نما آستانے پر تقریباً ایک گھنٹہ رکنا پڑا، ورنہ ہر جگہ صرف کھڑے کھڑے استقبالیہ کیمپوں کی محبتیں وصول کی جاتی رہیں۔

کراچی شہر سے پہلے سبزی منڈی پر سنی اتحاد کونسل اور ٹول پلازہ کے پاس جماعت اہل سنت کراچی کا بھرپور استقبال قابل دیدنی تھا۔ جبکہ لیاقت آباد ٹاؤن میں شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی کی ہدایت پر بڑے جلسے عام کا اہتمام کیا گیا تھا، جو جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام تھا سنی تحریک، المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی، مصطفائی تحریک انجمن نوجوانان اسلام، انجمن طلبہ اسلام سمیت تقریباً ہر سطح سے سنی تنظیمات نے بڑے بھرپور انداز میں لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ کا خیر مقدم کیا۔ جلسے ہو رہے تھے، مرکزی امیر محترم بھی ہمراہ آ چکے تھے اور شاہ جی خطاب بھی فرما رہے تھے کہ درمیان میں کچھ ہوا اس کی روئیداد کا اسی تحریر کے آغاز میں پڑھ چکے ہیں۔ آخری مقام پر ایم اے جناح روڈ پر ہونے والے جلسہ عام کے خطابات بھی مختصر مگر جامع ترین تھے۔ جس کی تفصیل اسی رسالہ دلیل راہ میں آپ کی نظروں سے یقیناً گزر چکی ہو گی، لیکن حسب وعدہ ان خطابات اور شاہ جی کے پیغامات خلاصہ قارئین کی نظر کر رہا ہوں۔

حضور مفکر اسلام مفسر قرآن قبلہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے اپنے ہر خطاب میں ہر شہر کے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ لانگ مارچ کے ساتھ چند قدم، یا چند شہروں تک ضرور چلیں جس کی وجہ سے لوگ کئی کئی فرلانگ تک پیدل ہی لانگ مارچ کے ساتھ دوڑتے رہے یا موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں پر ہمراہ ہو جاتے گویا شاہ صاحب کسی کو بھی اس لانگ مارچ کی برکات سے محروم نہ رکھنا چاہتے تھے ورنہ گاڑیوں اور عوام کی کمی تو کہیں بھی نہ تھی۔

شاہ جی اس امر پر زور دیتے رہے کہ علماء کرام، اساتذہ کرام، خطباء کرام اور مشائخ عظام اپنے آنے والے کل کو ابھی سے بچائیں اور اپنے درس و تدریس، مواعظات حسنہ، تقاریر اور تحریروں میں ناموس رسالت اور سیرت رسول کریم ﷺ کو موضوع بنائیں اور نئی نسل کو اپنے اسلاف خصوصاً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار، سیرت اور تعلیمات سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے تمہیں پہلے پیٹ کے اور رزق کے مسائل میں پھنسایا پھر عالم اسلام کی اسلامی اقدار کو ختم کیا اور اب وہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امہات المومنین تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کی گستاخی کریں۔ جس کے خلاف تحریک ختم نہ ہونے دی جائے۔ شاہ جی نے کہا کہ درس قرآن و حدیث سے ہر گلی ہر محلہ اور ہر شہر کو روشن کرنا ہوگا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ ایک وقت تھا کہ کربلا سے امام حسین علیہ السلام نے تاریخ کا ایسا لانگ مارچ کیا کہ لوگوں کو حق کی طرف بلانے گئے اور پھر یہ سفر کربلا امر ہو گیا۔ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف سے مرزا قادیانی کی سرکوبی کو نکلے اور آج ہم اپنے اسلاف کی سنت پر عمل پیرا ہو کر وطن پاکستان اور دنیا کو جگانے نکلے ہیں۔

انہوں نے اعلان کیا کہ آئندہ میلاد النبی ﷺ کے پروگراموں میں ناموس رسالت کے مسئلے کو مزید اجاگر کیا جائے گا اور لبیک یارسول اللہ کانفرنسز کی جائیں گی۔ انہوں نے حکمرانوں پر زور دیا کہ اے عالم اسلام اللہ کے ہو کر رہو صبح امریکہ اور شام کسی اور کے نہ ہو اور عوام الناس اپنا حکمران منتخب کرتے وقت اللہ کے رسول کے غلاموں اور امریکہ کے غلاموں میں فرق کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئی کہ ایک دن سورج مغرب سے طلوع ہوگا، گویا اس کی سمجھ یوں آتی ہے کہ اس اسلام کا سورج مغرب سے بھی طلوع ہو کر رہے گا۔

شاہ جی نے فرمایا کہ اے امت مسلمہ! اپنے خلفائے راشدین و اہل بیت اطہار کے ایمانوں میں مشاہدہ کرو کہ آج اس احیائے جذبہ عشق رسول کی ضرورت آن پڑی ہے جو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ امریکہ ہم سے دور ہے، لیکن اللہ سے دور نہیں ہے اللہ کو اپنا بنالو تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتی۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ اقوام متحدہ انبیاء کرام کی ناموس کے حوالے سے قانون سازی کرے۔ شاہ جی کا اعلان تھا کہ نہ میں سیاسی ہوں نہ میں سیاسی تقریریں کرتا ہوں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ جو مشائخ عظام سڑکوں پر نکل آئے ہیں، انہیں بھی کہیں نہ کہیں سے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے آواز دی ہوگی، اس لیے امریکی صدر اوباما بھی سُن لے کہ اسے اب اپنی پالیسی تبدیل کرنا ہوگی۔ امریکہ کے اندر سے علیٰحدگی کی تحریکیں اُٹھ چکی ہیں۔ اوباما کی ووٹوں کا گراف نیچے ہوگیا ہے۔ اوباما کو اپنا نہیں تو اپنے دادا، دادی کے مذہب کا تو خیال کرنا چاہیے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ ہم عالمی عدالت میں کیس دائر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس کے لیے دستخطی مہم بھی شروع کر دی ہے۔ انہوں نے میڈیا کو بھی پیغام دیا کہ وہ مسلمانوں اور حکمرانوں کو جدا نہ کرے اور عالم اسلام کو گمنام کرنے کی کوشش نہ کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ آقا کریم ﷺ کا قانون ہے کہ کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر فوقیت نہیں، اقوام متحدہ نے صرف 5 ممالک کو ویٹو کی طاقت دے کر ساری دنیا ان کے سرنگوں کر دی ہے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ گستاخان رسول کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ اگر ریمنڈ ڈیوس حوالے ہوسکتا ہے تو یہ گستاخ حوالے کیوں نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اشارہ دیا کہ ایسے اقدامات عامر چیمہ، غازی ممتاز قادری اور غازی علم دین پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے اس لیے فوری طور پر یہ توہین آمیز خاکوں اور فلموں کا سلسلہ بند کیا جائے۔ ایک مقام پر انہوں نے فرمایا کہ باپ کی عزت کی خاطر بیٹے ہی اٹھتے ہیں اور ماؤں کے لیے بھی غیرت مند بیٹے ہی حرکت میں آتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم وفادار ہیں اور نبی ﷺ کے ساتھ وفاداریاں نبھانا جانتے ہیں۔

شاہ جی نے فرمایا کہ ہم بچیوں کی تعلیم کے مخالف نہیں ہیں، مگر ملالہ کے کیس کو ناموس رسالت کیس سے زیادہ اہمیت دینا ٹھیک نہیں ہے۔ ملالہ پر حملہ کرنے والے دہشت گرد بیرونی ممالک کے ہیں۔ جو نقاب پہن کر آتے ہیں وہ

اپنے نہیں ہوتے۔ پاکستان میں دہشت گردی امریکہ کروا رہا ہے، تاکہ اسلام کو بدنام کیا جائے، مگر اب اسلامیانِ پاکستان کو ہوش کرنا ہوگا اور اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف صف آرا ہونا ہوگا۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہر روز نئے گستاخانہ خاکے بنانے کا اعلان تیسری عالمی جنگ کی طرف اشارہ ہے، جس کی دنیا متحمل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایٹمی اسلامی طاقت ہے اور اسے قائدانہ انداز ہی اپنانا چاہیے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے لانگ مارچ میں 17۔فروری 2013ء کو فیصل آباد میں انٹرنیشنل تحفظ ناموس رسالت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا اور پاکستان کو حنفی سٹیٹ ڈکلیئر کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے پاور۔ پاور۔ سنی پاور کا نعرہ مختلف مقامات پر لگوایا ۔انہوں نے کہا کہ یہ لانگ مارچ دنیا کا سب سے بڑا اور تاریخی لانگ مارچ ہے، جس کا فیصلہ شاہ صاحب نے بروقت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان سے محبت کا درس دینے والے ہیں اور پاکستان کے ہم ہی محافظ ہیں۔

عالمی تنظیم اہل سنت کے مرکزی امیر پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ شاہ صاحب جو اعلامیہ جاری کریں گے ہم اسے پر عمل کریں گے اور یہ لانگ مارچ اہل سنت کی تاریخ کا سب سے بڑا لانگ مارچ ہے، جس سے پوری دنیا میں ایک نئی تحریک اک نیا جذبہ بیدار ہوگا۔

۔ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی گستاخی کرنے والے کے خلاف قرآن میں سورۃ الہب نازل فرمائی، جس کی پیروی ہم پر فرض ہے۔ صحابہ کرام نے گستاخانِ رسول کے خلاف اقدامات کیے اس لیے آج ہمیں بھی صحابہ کرام کے راستوں پر چلتے ہوئے عالمی سطح پر گستاخان رسول کے خلاف اٹھنا ہوگا اور اپنے کردار وصورت سے بھی گستاخان رسول کے خلاف کام کرنا ہوگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو اپنانا ہوگا۔ اور باطل رویوں اور شیاطین کی مخالفت کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا سلسلہ سیفیہ کا عمامہ کفن بھی بن سکتا ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب جب اشارہ کریں گے، ایک نہیں ہم ہر وقت لانگ مارچ

کے لیے تیار ہیں۔

قارئین! محترم خطابات بھی لانگ مارچ میں بے شمار ہوئے اور استقبال بھی، جن کا احاطہ کرنا لا محال اور ناممکن ہے، لیکن ہم نے اہم نکات پر مبنی خطابات کی تفصیل مختصراً آپ کے سامنے رکھی ہے کیونکہ میرے علم میں ہے کہ شیخ محمد قاسم، ڈاکٹر منظور حسین اختر، محترم سید قیصر عباس شاہ اور کچھ احباب بھی یہ سفر نامہ تحریر کر رہے ہیں اس لیے ایک ہی رسالے میں ڈبلنگ نہ ہونے کی وجہ سے دیگر خطابات کا خلاصہ یہاں تحریر نہیں کر رہا، اس لیے کہ مضمون خواہ مخواہ طویل نہ ہو جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لانگ مارچ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اسے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے سنگ بنیاد بنائے اور ہمارے آقا کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ الثناء کے خلاف ہونے والی گستاخیوں کو خود ہی ضائع فرمائے اور گستاخان رسول کے خلاف خود ہی اسی دنیا میں سزا وضع کرے کہ رہتی دنیا تک وہ نشان عبرت رہے اور پھر کسی کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہو سکے۔ آمین۔ یارب العالمین بجاہ نبی المرسلین، خاتم النبیین ﷺ

اللہ تعالیٰ ہمیں دیوان آل سیدی مدظلہ العالی آستانہ عالیہ اجمیر شریف اور جگر گوشہ غزالی زماں حضور قبلہ سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ العالی جیسی شخصیات کا سایہ تادیر نصیب فرمائے، جو اپنی علالت اور ضعیف العمری کے باوجود لانگ مارچ میں شرکت کے لیے پہنچے اور لانگ مارچ کے ہر شریک سفر اور شریک کار، معاون اور ہمدرد کو بھی دنیا و آخرت میں بہترین اجر عظیم سے نوازے اور سب کی آخرت اچھی فرمائے۔ میں جان بوجھ کر ٹرک کے اوپر کھڑے ہونے والے اور فرائض نقابت سرانجام دینے والے لوگوں کے نام نہیں لکھ رہا کہ کسی ایک کا نام رہ نہ جائے۔ ویسے بھی گمنامی میں جو مزہ ہے وہ نامی گرامی ہونے میں نہیں ہے۔ ہمارے پیچھے آنے والی گاڑیوں میں کتنے ہی معتبر ترین نام ہیں، مگر راجہ آصف علی خان اور امجد ارباب عباسی جانتے ہیں کہ یہ سب اپنے قائدین اہل سنت کے نام کے سامنے بے نام بن جاتے ہیں۔ اللہ سب کو آخرت میں جنت کے نام نصیب فرمائے۔ آمین!

اے موج بلا! ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے

حافظ شیخ محمد قاسم

اس مرتبہ دلیل راہ کا عنوان لانگ مارچ ہے اور میرا عنوان حسب معمول شاہ جی ہیں۔ شاہ جی کا نام اور عنوان میرے لیے فارغ وقت کا مشغلہ نہیں اور نہ ہی میں لکھ کر" خود نمائی" کے بھنور میں ڈوبنا چاہتا ہوں۔ شاہ جی میرے شعور کی تہہ میں مسند نشین ہو گئے ہیں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں لاشعور کے جہاں سے شعور اور ظہور کی دنیا میں قدم رکھوں لیکن میرے شاہ جی میرے ساتھ ساتھ ہوں۔ میری عید ہوگئی جب شاہ جی نے لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔ اب مجھے کائنات کے خدوخال لفظوں کے شیشوں میں اتارنے تھے لیکن اس کے لیے ضروری تھا کے میں بھی لانگ مارچ کروں۔ لانگ مارچ کے اندر لانگ مارچ ایک مشکل سا کام تھا۔ مشکلات مصیبت اس لیے بھی بن گئی تھیں کہ شاہ جی نے اپنی گاڑی کی سیاقت کے لیے یاسر علوی کو منتخب کر لیا اور بظاہر تھوڑا سا شاہ جی کے درمیان اور میرے درمیان بُعد سا پیدا ہو گیا۔ شاہ جی کے لانگ مارچ نے ہزاروں عاشقان رسول ﷺ سمیت لاکھوں لوگوں کے سمندر سے گزر کر کراچی تک پہنچنا تھا اور میرے لانگ مارچ نے جلوتوں میں" تیز تر گامزن" کی کوشش میں نفسیاتی اعتبار سے تنہائیوں میں اتر کر سچائیاں کشید نی تھیں۔ میں اس کوشش میں مسلسل آگے بڑھنے کی تیزی دکھاتا رہا لیکن احوال سفر کے زیر و بم حسرتوں کی لاشیں راہ میں بکھیرتے رہے۔

نفسیاتی اعتبار سے لانگ مارچ کے فیصلے سے پہلے شاہ جی کی حالت عجیب تر بنی ہوئی تھی۔ شاہ جی ہمارے گھر آئے اور ٹی وی کے سامنے بچھے صوفے پر خاموش تشریف فرما

ہو گئے ۔ ٹی وی کی سکرین پر بار بار ملالہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ شاہ جی اپنے شکر ریز لبوں کو جنبش دیں اور خانہ زاد غلاموں کے گھر کا سکوت ٹوٹے، لیکن شاہ جی جیسے کسی مشکل کتاب کی پیچیدہ بحث میں ڈوب گئے ہوں ۔ اچانک میرا بھائی شعیب گھر میں داخل ہوا اور شاہ جی تھوڑی دیر کے لیے مرتعش ہوئے ۔ آپ کا شفاف چہرہ، شربتی آنکھیں اور مردانہ وجاہت بتا رہی تھی کہ کسی معاملے میں شاہ جی بے چین ہیں ۔ آپ نے خود ہی سکوت توڑ دیا اور فرمانے لگے: یہودی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخیاں کر رہے ہیں ۔ ان کی بے غیرتی کی انتہا کہ اب وہ فلمیں تک بنا رہے ہیں اور رحمت عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور پاکستان کے حکمرانوں اور دانشوروں کو دیکھو یہ ملالہ کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں ۔ لگتا ایسے ہے کہ عورتوں کا حسن ان سب بے چاروں کے ذہنوں پر سوار ہے ۔ نسوانیت اپنے زہد شکن حسن سے ان کا دماغ خراب کر رہی ہے ۔ ناموس رسالت ﷺ کی بجائے ملالہ ملالہ کی قوالیاں کی جا رہی ہیں ۔ آپ نے اسی وقت مجھے حکم دیا کہ میرے کمرے میں آؤ اور مفتی لیاقت کو کہو کہ میرا امر ہے جتنا جلدی ممکن ہو میرے حجرے میں پہنچ جائے ۔ آپ نے لانگ مارچ کا فیصلہ اسی رات چند دوستوں کے درمیان کر لیا اور فرمایا کہ صبح میری محترم ڈاکٹر سرفراز سیفی سے مشاورت کرواؤ اور جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر سے اجازت کا مرحلہ طے کر لو ۔ مفتی محمد لیاقت علی نے اپنے الفاظ میں توجہ دلائی کہ تنظیمی لوگ بھول بھلیوں میں مبتلا ہیں ۔ معاشرہ فکری انتشار کی آگ میں جل رہا ہے، بم دھماکے ہو رہے ہیں، بارود پھٹنے کے تعفن نے بے چینیاں بکھیر دی ہیں، سماج گھٹن کا شکار ہے، تشکیک اور ابہام لوگوں کی غذا بنی ہوئی ہے ۔ اتنے بڑے لانگ مارچ کے لیے وسائل درکار ہیں جبکہ جماعتی حالت یہ ہے کہ وہ "چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے" کا فلسفہ رکھتے ہیں ۔

میں نے میڈیا کا حوالہ دیا کہ اگلے دن امریکہ کا ایک بیان جاری کیا گیا کہ پاکستان میں سات T.V چینل امریکہ نے خرید لیے ہیں ۔ شاید اس وقت لانگ مارچ کا فیصلہ حکمت نہ رکھتا ہو لیکن ہم آپ کے سپاہی ہیں جو فیصلہ ہو گا اطاعت ہو گی ۔ شاہ جی نے بس

محفل شب برخاست ہونے سے پہلے قطعی اور دوٹوک انداز میں صرف یہ جملہ ارشاد فرمایا: ”نتیجہ جو بھی ہو انشاءاللہ ہم موج در موج حضور ﷺ کے دشمنوں سے ٹکرائیں گے۔ ساتھیو! تیاری کرو شوق کی رہگزر میں ذکر رسول ﷺ عبادت سے کم نہیں۔ قوموں کی ایک لمحے کی سستی صدیوں کا زیاں بن جاتا ہے اور ایک لمحے کا ذکر اور ہمت برسوں کی خطاؤں کا کفارہ بن جاتا ہے“۔ اگلے دن امیر صاحب نے اجازت دے دی کہ 8۔نومبر سے 12 نومبر تک راولپنڈی سے کراچی تک لانگ مارچ ہوگا۔

لانگ مارچ کیسے ہوا، وفاؤں اور بے وفائیوں کی تاریخ کیا رہی، اس کے ثمرات قومی سطح پر کیا رہے۔ یہ رپورٹنگ ڈاکٹر منظور حسین، مفتی لیاقت اور حافظ زبیر اعوان کا کام ہے۔ میں نے صرف شاہ جی کی فکر، عمل اور روحانی تبرکات کی تصویر کشی کرنی ہے۔ اس میں بھی کامیابی دعاؤں ہی سے ممکن ہو سکتی ہے۔

شاہ جی لانگ مارچ سے دو دن قبل ڈیرہ غازی خان کے شارٹ مارچ سے واپس ہوئے اور کھلابٹ کالونی ہری پور ہزارہ میں یوم عثمان کی مناسبت سے ایک تقریب میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے اور فرمایا کہ لانگ مارچ میں صرف ایک دن بچ گیا ہے اس لیے کل کسی کے ساتھ میری ملاقات نہ رکھنا۔ لانگ مارچ کی روانگی سے پہلے تمام شرکاء سے کہنا کہ مسجد میں دو دو نفل ادا کریں اور اللہ کی مدد کے خواستگار رہوں۔ خود بھی آپ ساری رات خلوت میں رہے۔ اللہ تعالیٰ سے کیا کیا راز و نیاز کی باتیں بصورت مناجات کیں اللہ ہی جانتا ہے، البتہ رات تین بجے میری طلبی ہوئی اور تین آدمیوں کے اجتماع میں آپ نے مختصر سا خطبہ دیا اور یہ خطبہ امام جعفر صادق کے خطبہ کا ملخص تھا۔

باشعور انسان کے تین اصول ہونے چاہیں: ایک تو یہ کہ وہ لوگوں کی غلطیاں نظر انداز کرے۔ ان کو ناراض نہ کرے اور تعریف و تنقید میں توازن رکھے۔ انسان محاسبہ اپنا کرے اور معاملات میں کھرا رہے، ان دروازوں کو نہ کھولے جن کو وہ بند نہیں کر سکتا۔ ہر اس معاملہ سے الگ ہو جاؤ جو اللہ سے دور کرنے والا ہو۔

آپ نے سختی سے مجھے یہ بات تلقین کی کہ راستے میں درود و سلام کا عمل جاری رہنا

چاہیے۔نمازیں باجماعت ادا ہونی چاہیں،کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہیے جو ہمارے لیے باعث ندامت ہو۔

لانگ مارچ روانہ ہونے لگا تو آپ نے محترم صوفی علی الرحمن سے ملاقات کی اور فرمایا کہ آپ کو میں نے ساتھ صرف اس لیے رکھا ہے آپ ذکر کرتے رہیں کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں۔ذکر کی برکات ہماری مہم میں مددگار ہوں گی۔صوفی صاحب کے ایک ساتھی نے پوچھا شاہ جی کوئی نصیحت فرمادیں۔آپ نے کہا بابا فرماتے ہیں۔میں یہ نہ جان سکا کہ بابا سے مراد کون ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ بابا فرماتے ہیں۔

راستے میں تھک جائیں تو چار چیزوں سے آرام حاصل کریں:''سکوت سے''اس لیے کہ اس کے ذریعے آپ اپنے اور اپنے رب کے تعلق کو دیکھ اور پرکھ سکتے ہیں۔صحیح جواب آرام دیتا ہے۔

دوسرا''عزلت''اس کے ذریعے ظاہری اور باطنی خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے۔اس کے لیے خلوت در انجمن کا اصول نافع ہو سکتا ہے۔

تیسرا''بھوک''اس سے خواہشات سے چھٹکارا ملتا ہے۔آپ نے فرمایا لانگ مارچ میں اگر تجربہ ہوا تو غنیمت جانیں۔

چوتھا دوستوں کے ساتھ مل کر ذکر اور اللہ و رسول کی باتیں کرنا !!!

لانگ مارچ کے پہلے دن ساتھی کہتے ہیں کہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد گوجر خان پہنچنے سے پہلے شاہ جی بہت روئے۔عدنان نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ آپ فرمانے لگے مجھے میرا قبیلہ یاد آگیا۔سب گرد اوڑھ کر سو گئے ہیں۔مجھے ارد گرد اجنبی چہرے نظر آرہے ہیں۔کچھ پابریدہ حسرتیں،سربہ زانو واہمے اور دم توڑتی آرزوئیں ہیں۔میں کس کو یاد کروں اور کسے بھلاؤں مجھے اس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یاد آگئے ہیں۔ان کا سفر جب شروع ہوا ہوگا ان کا کیا حال ہوگا،سفر غریباں کے جلوے کیا ہوں گے اور شام غریباں کی ٹیسیں کیا ہوں گی۔سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مسائل کیا ہوں گے۔بے نطق حالات کی تفصیل

میں کس سے پوچھوں اور ریزہ ریزہ خوابوں کی کرچیاں میں کہاں کہاں تلاش کروں۔ شاہ جی گھائل تھے اور مجروح جذبوں کے ہجوم میں ہوا چلتی تو وہ بھی سہمی سہمی۔ گوجر خان پہنچے تو جلسے کے ماحول نے شاہ جی کی طبعیت تبدیل کر دی لیکن محسوس ہو رہا تھا کہ خطاب باران رحمت کا جھونکا ہے۔ لیکن شاہ جی کی سانسیں کہرام مچائے ہوئے تھیں۔ جلسہ جب تھم گیا تو شاہ جی رنگ جمائے ہجوم کو چیر کر گاڑی میں تشریف فرما ہو گئے۔ شام کے اندھیروں نے اب چادر بن کر شاہ جی کا چہرہ ہم سے چھپا لیا۔

ایک ساتھی نے کھانے کا پیکٹ عدنان کو تھمایا تو شاہ جی نے مجھے بلا کر خوش طبعی فرمائی کہ قاسم یہ بات مسلمہ ہے کہ کھانے کی لذت و لطافت میں کھانا پیش کرنے والے کے ہاتھوں کی تاثیر بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ کیا ستم ہے کہ سفر بھی مجھ سے الگ الگ کر رہے ہو اور کھانا بھی خود پیش نہیں کیا اور کھانے کے دوران اب صحرائے ہجراں بھی عبور کرنا ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں حاضر ہو جاؤں "نہیں جاؤ" اپنا کام کرو اور لوگوں کے معاملات کو خوش اسلوبی سے عدل و انصاف کے ساتھ نبھاتے رہو۔ دیکھنا کسی کے دل کا نازک آبگینہ ٹوٹنے نہ پائے۔ شاہ جی نے گال تھپتھپائی تو قریب تھا کہ میں بھی گریبان چاک کر دینے والا صوفی ہو جاتا لیکن شاہ جی کی نظر محبت نے بچا لیا۔

شاہ جی اس مرتبہ غیر معمولی انداز میں مغرب کی ابلیسیت اور مسلم ممالک کے اندر ان کے چیلوں چانٹوں کا تعاقب کرتے رہے۔ آپ نے علماء کو للکارا، آپ نے مشائخ کرام کو آواز دی اور آپ نے مسلم حکومتوں کے ایوانوں میں اذان حق دی، شاہ جی کے خطابات عشق رسالت ﷺ کی آبشاریں تھیں۔ آپ کی دعوت حق و حقیقت کے جھرنے تھے۔ آپ نے بلا شبہ برملا اس حقیقت کا اظہار کیا۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

آپ کی آواز میں میرے قارئین کے نام شاہ جی ارشاد فرماتے ہیں:

"آج مغربی اداروں نے اسلام اور صاحب قرآن کے خلاف مورچے قائم کر

لیے ہیں جن کا مقصد اور منشور نظریاتی، عملی، معاشی اور معاشرتی اور سیاسی سطح پر مسلمانوں کو پسپا کرنا ہے۔ مشرکین اور ان کے خانہ زاد غلام صبح شام ایسے شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں جس سے لوگ اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوں۔

ہمارے میڈیا کی خدمات کے نتیجے میں اب تو ایسے لوگ بیدار ہو چکے ہیں جو آوارہ مزاج مستشرقین کے چبائے ہوئے لقموں کی جگالی کرتے ہیں۔

لوگو! حضور ﷺ کے گستاخوں کے لیے اللہ کی زمین تنگ کر دو۔ یہ بے غیرت اپنی رکیک حرکات سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے زہریلے پروپیگنڈوں کے ساتھ مسلم معاشروں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ خطرناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایسی شخصیات پلانٹ کی جا رہی ہیں جو اسلامی دنیا کی مقدس تہذیبی دستاویزات کو نذر آتش کر دیں۔

اللہ اکبر! حضور ﷺ کے نوکرو!

آؤ میدان میں نکلو خواب غفلت تمہارے مسائل کا حل نہیں بیداری، عملیت اور جہاد تمہارے مسائل کا حل ہے۔ عالم اسلام پر کنٹرول کی مکروہ مغربی کوششیں مسلمانوں تم نے کامیاب نہیں ہونے دینی۔

جان تک دے دو کرو نہ پیروی ابلیس کی　　جہاں میں زندہ رہنے کی ایک ہی تدبیر ہے

پوٹھوہار میں شاہ جی نے اپنی حکمت عملی سے علامہ فضل جمیل رضوی سے پشتو خطاب کروایا۔ شاہ جی کی دانش کی داد علماء مشائخ نے دل کھول کر دی، انہیں پتہ تھا کہ شاہ جی بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ناموس رسالت کے لیے نکلنے والے عشاقان مصطفی ﷺ کسی ایک قومیت سے متعلق نہیں تھے زمین کا چپہ چپہ نعرہ زن ہے۔

خود کو مٹا دیں گے، ہم جان لڑا دیں گے
ناموس آقا پر ہم سر بھی کٹا دیں گے
لبیک لبیک یا رسول اللہ ﷺ

گستاخوں کے خلاف نفرتوں کا یہ طوفان اللہ اللہ جذبات کا یہ بحر تلاطم خیز اللہ اکبر

لبیک یا رسول اللہ کی صدائیں

آج خانقاہوں، پیر ڈیروں اور مدرسوں میں بیٹھے رہنے والے علماء کو پیغام دے رہی تھیں:

اے موج بلا! ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی ساحل پہ کھڑے طوفان کا نظارہ کرتے ہیں

راوی ریان شریف میں شیخ طریقت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی نے اپنے خطاب میں شاہ جی کے بارے میں ایک انکشاف فرمایا کہ شاہ جی اخونزادہ سیف الرحمن پیر ارچی مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے گئے تو نفلی روزہ سے تھے۔ مبارک صاحب نے قہوہ پیش کیا تو شاہ جی نے روزہ توڑ دیا اور عرض کی کہ اپنا بچا ہوا قہوہ عنایت فرما دیں۔ شاہ جی کے آداب و اخلاص کا پیر مبارک صاحب پر اتنا اثر ہوا کہ آپ نے فرمایا ہمارے تمام ساتھی جماعت اہل سنت کے سپاہی ہیں۔ پیر مبارک کے صاحبزادگان اور مشائخ سلسلہ عالیہ سیفیہ کا کردار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ناموس کے لیے واضح اور واشگاف رہا۔ راستے میں پتہ چلتا تھا کہ یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے آقا ﷺ کی کچہری میں پیش ہونا ہے۔

شاہ جی پر لکھنا ایک دشوار عمل ہے آپ کے عزائم، محنت اور حوصلہ مند دل کا جذبہ لفظوں میں اتارنا ممکن ہی نہیں۔ ہاں شاہ جی کی کھوج میں میرے ساتھ یہ ضرور ہو گیا ہے کہ آپ کے انقلابی افکار کی اذانیں میری روح میں گونجنے لگ گئی ہیں۔

ساہیوال میں شاہ جی کی مہمان نوازی ڈاکٹر آصف، محترم قاری نعیم المصطفے اور سید عمران ولی شاہ نے فرمائی۔ صرف شاہ جی کی مہمان نوازی نہیں لانگ مارچ کے تمام مسافر انہی کے مہمان بنے ہیں۔ ناشتہ کے وقت فون پر شاہ جی نے غالباً اپنی بیٹی عاتکہ سے بات کی، باتوں سے لگتا تھا کہ شاید بی بی صاحبہ پریشان ہیں۔ ان کی باتوں کا اندازہ تو نہیں شاہ جی انہیں فیض کے اشعار سنا رہے تھے:

زخم بھر جائیں گے، لوٹ آئیں گے غم نہ کر
یار لوٹ آئیں گے، دل ٹھہر جائیں گے غم نہ کر

رات بدل جائے گی، غم نہ کر
دل نکل آئے گا، غم نہ کر

فیض کے اشعار میں تقدم، ، اُ خر اور کمی بیشی معاف کیجئے گا۔شاہ جی کا شعر پڑھنے کا انداز اور میرے سننے کا انداز ایک ہی طرح کا ہے۔مجھے شاہ جی مذاق کرتے ہوئے کہتے ہوتے ہیں لفظ جتنے ہی تھوتھے ہوتے ہیں اتنے ہی بجتے زیادہ ہیں۔شاہ جی لفظوں اور حرفوں کو پہلے محبتوں اور اخلاص کی آنچ پر تپاتے ہیں، پھر ادا کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ شاہ جی کے خطبے، نثر اور انشاء پردازی میں صناعی نہیں برجستگی ہوتی ہے۔

لانگ مارچ کے دوران میں اس مرتبہ میں نے شاہ جی کو آلتی پالتی مار کر خاص انداز میں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔یاسر بھائی کہتے ہیں کہ احمد پور شرقیہ میں کہیں واپسی پر بیٹھے تھے۔اصل میں اس طرح بیٹھا ہوا دیکھنا معتبر ہے یا نہیں۔شاہ جی جب دوستوں میں یوں بیٹھیں تو آورش اور آمد کی نوبہار کا مزا محسوس ہوتا ہے۔وہ محفل لفظوں میں چھپانے کے قابل ہوتی ہے۔میں خود تو غیر حاضر رہا، سفر میں اتنی قربت نہیں رہی شاہ جی کے ہمرائیوں سے پوچھا تو صرف ایک ساتھی نے مزیدار بات سنائی۔کسی جگہ شاہ جی کے پیچھے کتا بھونکتے ہوئے دوڑا تو آپ نے بلھے شاہ کا شعر پڑھ کر اس پر پھونک دیا'' کتے نتیں تھیں اُتے'' کتا تو دم دبا کر واپس چلا گیا البتہ شاہ جی نے ایک خطبہ سنا دیا:

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کتے میں دس خصلتیں ایسی ہیں جو بہت کم انسانوں میں پائی جاتی ہیں:

☆ کتا بھوکا رہتا ہے، یہ صالحین کی زندگی میں ایک خاص چیز ہے جو انہیں کامیابیوں تک جا پہنچاتی ہے۔

☆ کتے کے رہنے کے لیے کوئی خاص مکان نہیں ہوتا، یہ توکل کرنے والوں کی علامت ہے۔

☆ کتا رات کو بہت کم سوتا ہے، یہ شب بیدار لوگوں کا خاص نشان ہے۔

☆ کتا کوئی جائیداد نہیں رکھتا اور وہ میراث میں کوئی چیز نہیں چھوڑتا، یہ زاہدوں کی

نشانی ہے۔

☆ کتا اپنے مالک سے بے وفائی نہیں کرتا خواہ وہ کتنا ہی غصے میں کیوں نہ ہو اور مالک اس کو مار مار کر لہولہان کر دے، یہ صادقین کی علامت ہے۔

☆ کتا سب سے ادنیٰ جگہ پر بیٹھتا ہے، یہ متواضعین کی نشانی ہے۔

☆ کتے سے سونے کی جگہ اگر چھن جائے تو وہ چپکے سے دوسری جگہ جا کر بیٹھ جاتا ہے یہ ہر حال میں راضی رہنے والوں کی نشانی ہے۔

☆ کتے کو مارنے کے بعد روٹی کا چھوٹا سا ٹکڑا دے دیں تو دم ہلاتے ہوئے واپس آجاتا ہے، یہ نشانی خاشعین کی ہے۔

☆ کتے کا مالک جب کھانا کھا رہا ہو تو دور بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہے۔ یہ سالکین کی علامت ہے

☆ کتا جب ایک جگہ چھوڑ دے تو دوبارہ اس جگہ کا خیال نہیں کرتا، یہ مجردین کی نشانی ہے۔

قارئین! شاہ جی کی باتیں تو بڑے مزے کی ہیں لیکن لانگ مارچ کی مصروفیتیں اس مرتبہ آڑے آتی رہیں۔ کچھ لکھ سکا اور کچھ ادھورا رہ گیا۔ اگلی قسط میں صحرائے خیال سے زرچینی کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس مرتبہ اسی پر قناعت کریں۔

اللہ حافظ

ہم جیتے جی مصروف رہے
کچھ عشق کیا کچھ کام کیا
کام عشق کے آڑے آتا رہا
اور کام سے عشق الجھتا رہا
پھر آخر تنگ آ کر
ہم نے دونوں کو ادھورا چھوڑ دیا

ایک تاریخی مطالعہ

گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ردعمل

ریسرچ پینل: علامہ نسیم احمد صدیقی نوری و دیگر محققین

زیر نظر مضمون میں آقائے کائنات، فخر موجودات جامع الکمالات علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی حرمت و عزت اور ناموس مقدسہ کی جانب اٹھنے والی شیطانی آنکھوں اور انگلیوں کی مذمت کی گئی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ عالم اسلام متحد ہو کر دشمنان رسول کا مقابلہ کرے۔ گزشتہ کئی سالوں سے وقتاً فوقتاً اقوام مغرب، مسلمانوں کی محبت وغیرت کو ٹٹولنے کے لئے ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کر رہی ہیں اور تہذیبوں کے تصادم کے لئے میدان کارزار سجانا چاہتی ہیں۔ دنیائے نصرانیت و یہودیت یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ (آج کے اس بے راہ روی کے زمانہ میں) ملت اسلامیہ کی صفوں میں کوئی صلاح الدین ایوبی ہے یا نہیں۔

یہ مسلمانوں کے جغرافیہ پر نہیں ایمان پر حملہ ہے:

جی ہاں مضحکہ خیز خاکوں کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ایک وقت میں ستاون اسلامی ملکوں اور دنیا بھر میں آباد ایک ارب چالیس کروڑ مسلمانوں پر ایسی یلغار کی جائے جو ایٹم بم اور میزائل برسانے سے بھی زیادہ خطرناک و دہشت ناک ہو۔ اگر بم برسائے جائیں گے تو کسی ایک مسلم خطے پر برسیں گے اور احتجاج بھی اسی ایک جغرافیہ میں ہوگا جنہیں تکلیف ہوگی، ماضی اس پر شاہد ہے کہ اگر فلسطین، لبنان، لیبیا، عراق، افغانستان، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، کوسوو، فلپائن اور برما کے اراکانی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تو مسلم دنیا میں اس طرح غم و غصہ کی لہر نہیں دوڑی جیسی اب

مسلم دنیا مشتعل ہے، احتجاج پہلے بھی ہوا، لیکن ایسا عالمگیر اور ہمہ گیر احتجاج، جواب ہوا پہلے کبھی نہیں ہوا، اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی نا کہ مغرب کے شیطانوں نے ایسی عالمگیر اور ہمہ گیر محبوبیت کی حامل مقدس ہستی کو نشانہ تضحیک (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) بنایا ہے۔ جس پر عراقی مسلم کا بھی ایمان ہے اور مصری وحجازی مسلمان کا بھی ایمان ہے جس پر امریکی و برطانوی مسلمان بھی جان دینے کو تیار ہے تو ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان بھی ان ہی کے نام پر جیتا ہے آسٹریلیا سے لے کر مشرق بعید (انڈونیشیا، ملائیشیا، اور جاپان) تک اور شمالی افریقہ سے لے کر جنوبی افریقہ تک کے مسلمان اسی مقدس ہستی (محمد مصطفی ﷺ) کے وجود کی خوشبو سے مہک رہے ہیں۔ ڈنمارک کے اخبار "ہالینڈز پوسٹین" میں شائع ہونے والے مضحکہ خاکوں کی اشاعت کے عمل کو امریکی صدر کے مشیر بھی مسلمانوں کے عقائد پر حملے سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے عقائد پر حملہ

امریکی مشیر کا بیان:

امریکہ کے صدر بش کی مشیر کیرن ہیوگز نے کہا ہے کہ توہین رسالت پر مبنی خاکے مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کے مترادف ہیں تاہم پر تشدد احتجاج کا کوئی جواز نہیں ہے، گزشتہ روز یہاں (قطر، دوہا) میں امریکہ اسلامی فورم کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگرچہ کئی امریکی اخبارات میں ان متنازعہ خاکوں کو دوبارہ نہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور انہیں اپنے مسلمان دوستوں کے عقائد پر انتہائی حملہ تصور کیا ہے لیکن پر تشدد احتجاج کا کوئی جواز نہیں، جس کے نتیجہ میں جمعہ کو لیبیا میں کم سے کم گیارہ افراد ہلاک ہو گئے۔ (۱)

مقاصد کیا ہیں؟

ممکن ہے کہ امریکی مشیر "کیرن ہیوگز" مسلمانوں کو اس طرح تسلی کے "لولی پاپ"

دینا چاہتی ہوں، یا امریکی و یہودی پالیسی کے تحت مشرق کو مغرب سے متصادم کرانا چاہتی ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم امہ کو یورپی یونین سے متصادم کر کے امریکہ وہی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے جو مسلمانوں کو سوویت یونین سے لڑانے کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا۔

قارئین محترم! عالم اسلام جس کیفیت میں ہے وہ اظہر من الشمس ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ توہین رسالت کے جرم عظیم کی حالیہ مہم کب اور کہاں شروع ہوئی؟ ڈاکٹر سید سجاد حسین صاحب نے احوال واقعی کے عنوان سے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں یہ جائزہ پیش کیا ہے۔

''جیلنڈ پونسٹان'' (Jylland Ponsten) ڈنمارک کا ایک محدود تعداد میں چھپنے والا مقامی اخبار ہے۔ جان ہینسن اس کے ایڈیٹر ہیں۔ اپنے اخبار کی معمولی شہرت کے لیے ایڈیٹر نے ۳۰ ستمبر کو نازیبا کارٹون چھاپے، جن کی تعداد ۱۲ تھی۔ اخبار ڈینش زبان میں چھپتا ہے اس لئے ڈنمارک میں رہائش پذیر بہت سے مسلمان اس کو نہیں پڑھتے۔ ۳۰ ستمبر کو جب یہ نازیبا کارٹون چھپے تو چند مسلمانوں نے انہیں دیکھا اور پھر ایک دوسرے سے ایک میٹنگ میں مشورہ کیا۔ ڈنمارک میں مسلمانوں کی تعداد لگ بھگ ۲ لاکھ ہے۔ جن کا تعلق مختلف مسلم ممالک سے ہے۔ اکثریت کا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے۔ وہاں متحرک ایک مسلمان تنظیم نے فیصلہ کیا کہ ان نازیبا کارٹون کی اشاعت پر ایک پرامن احتجاج کرنا چاہیے اور اخبار کے ایڈیٹر کو احساس دلانا چاہیے کہ اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے لہٰذا وہ معافی مانگے۔ ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو کوپن ہیگن میں ایک انتہائی منظم اور پرامن ریلی منعقد کی گئی جس میں تقریباً چار ہزار افراد نے شرکت کی۔ ریلی میں اخبار کے مدیر سے معافی طلب کی گئی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا کہ کوئی معافی نہیں مانگی جائے گی۔ یہ ہماری آزادی کا مسئلہ ہے، دل آزاری ہو تو ہوا کرے۔

ڈنمارک کے مسلمان کافی پریشان ہوئے پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ڈنمارک کے وزیراعظم جناب آندرے رسمان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے تاکہ ایسی

شرمناک حرکت کو آئندہ ہونے سے روکا جائے اور ایڈیٹر کو حکومت احساس دلائے کہ وہ اس نازیبا حرکت پر معافی مانگے۔ ڈنمارک میں مقیم مسلمانوں نے اس سلسلے میں اپنے اپنے ملکوں کے سفیروں سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ وہ ان کے جذبات ڈنمارک وزیراعظم تک پہنچا دیں تاکہ آئندہ کا تدارک بھی ہو جائے اور موجودہ حرکت کی تلافی بھی ہو۔

حیران کن حرکت:

اسلامی ممالک کے ۱۱ سفیروں نے مشترکہ درخواست بھیجی کہ وزیراعظم سے ملاقات ہو سکے اور ان کی توجہ اس خطرناک حرکت کی طرف دلائی جائے اور معاملے کو خوش اسلوبی اور مہذب طریقے سے حل کرالیا جائے۔ وزیراعظم نے مسلم سفیروں سے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ کمال ہے ایسا حساس معاملہ اور مودبانہ ملاقات کی گزارش۔ ڈنمارک کے وزیراعظم صاحب نے تمام سفارتی اخلاقیات کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے صاف انکار کرکے ڈنمارک کے رہائش پذیر مسلمانوں کی مزید دل آزاری کی اور ان کو ایک ایسے دوراہے پر کھڑا کر دیا کہ اب کس کے پاس جائیں جو ہماری بات سنیں۔ یہی وہ وقت تھا جب وزیراعظم ڈنمارک یا اس سے پہلے اخبار کے ایڈیٹر اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے دفن کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ڈنمارک کے مسلمانوں کو حیرت زدہ اور اس کے ساتھ ساتھ برہم کر دیا۔

آگ بھڑک کر پھیلنی شروع ہوتی ہے

ڈنمارک کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ یہ مسئلہ اب دوسرے مسلمان بھائیوں کے علم میں لانا چاہیے تاکہ حضور ﷺ کی شان میں جو گستاخی کی گئی ہے وہ دوبارہ نہ ہو۔ مسلم رہنما ''ابولبن'' نے کارٹونوں پر مشتمل ایک تفصیل بنا کر چار وفد مصر، لبنان، شام اور سعودی عرب روانہ کیے اب نومبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا بس پھر یہ آگ بھڑک کر پھیلنا شروع ہو گئی۔

۵۷ مسلم ممالک نے مکہ سے ایک مشترکہ بیان میں سخت الفاظ میں اس حرکت کی مذمت کی۔ امام کعبہ نے مکہ شریف سے اعلان کیا کہ جو حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کی شان میں تضحیک کرے وہ قابل گرفت ہے اور سزا کا حقدار ہے۔ سعودی حکومت نے ڈنمارک سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیئے اور اپنا سفیر واپس طلب کر لیا۔ مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک نے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کر دیا۔

جلتی پر تیل چھڑکنا:

مسلمانوں کی مزید دل آزاری اور ہتک آمیز رویہ رکھتے ہوئے فرانس، اسپین، ناروے اور جرمنی کے اخبارات نے ڈنمارک کی حمایت میں دوبارہ کارٹونوں کی اشاعت کی اور کہا کہ یہ سب کچھ پریس کی آزادی کے لئے کیا جارہا ہے۔ یہ کون سی آزادی ہے کہ آپ کسی کو اذیت پہنچانے کا حق مانگتے ہیں۔ یہ آزادی نہیں بلکہ معاشرتی اور مذہبی خلیج کو بڑھانے اور نفرت کے پرچار کا اظہار تھا تاکہ مسلمان جو پہلے ہی زخمی ہیں ان کی مزید تذلیل کی جائے۔

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے:

۳ ماہ بعد وزیر اعظم ڈنمارک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے ڈنمارک میں مقیم تمام سفیروں کو طلب کر کے اپنا نقطہ نظر بیان کیا لیکن مسلم سفیروں نے کہا کہ معاملہ اب حکومتی ذرائع سے دور نکل گیا ہے اور عوام میں جا چکا ہے۔

اگر واقعات کی یہ ترتیب دیکھ لی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنا ردعمل انتہائی شائستہ اور مہذب انداز میں اور سفارتی اخلاقیات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کیا اور مسئلہ کا منصفانہ اور باعزت حل چاہا لیکن ان کو دھتکار دیا گیا اور ان کے جذبات جان بوجھ کر بھڑکائے گئے اور اب بھی مختلف بیانات کے ذریعے ایسا کیا جارہا ہے۔ یہ ایک فطری ردعمل تھا اور ہے۔ ایسی مذموم حرکت سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پھر بھی یورپی پارلیمنٹ اور یورپی کمیشن اس کی حمایت کر رہے ہیں۔ نیز آزادیٔ اظہار کی بات کرتے ہیں حالانکہ جرمنی

میں ہٹلر سے ملتا جلتا اشتہار چھاپنے پر جس سے اس کی تعریف جھلکتی ہو، سات سال قید ہے۔ ہاں ہٹلر سے ملی جلتی تصویر چھاپنا تو قانوناً جرم ہے لیکن مسلمانوں کی دل آزاری آزادئ صحافت ہے۔ یہ ہیں مہذب، تعلیم یافتہ، یورپ کی اقدار۔ (۲)

صدر پاکستان کے دورہ ناروے کا افسوس ناک پہلو:

جنوری ۲۰۰۶ء کے اوائل میں ناروے، فرانس، اسپین، اور جرمنی کے اخبارات نے ڈنمارک کی حمایت میں دوبارہ کارٹونوں کو شائع کیا۔ گویا ملت اسلامیہ کو چیلنج دے دیا کہ کیا کر سکتے ہو؟

۲۳ جنوری ۲۰۰۶ء صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف ناروے کے تین روزہ دورہ پر اوسلو پہنچے۔ ۲۶ جنوری تک صدر جنرل پرویز مشرف نے ناروے کے وزیر اعظم "جینز اسٹالن برگ" (کہ جنہوں نے ۵ تا ۷ دسمبر ۲۰۰۵ء میں پاکستان کا دورہ کیا تھا) سے کئی ملاقاتیں کیں، بادشاہ ہیرالڈ پنجم سے ملاقات کی۔ ناروے کی ٹیلی کام کمپنی "ٹیلی نار" کی راؤنڈ ٹیبل میٹنگ میں کاروباری کمپنیوں سے ملاقات، ناروے کی پارلیمنٹ کے صدر "تھور بجورن جاگلینڈ" سے ملاقات کے علاوہ ناروے میں مقیم تیس ہزار پاکستانیوں کے نمائندگان سے بھی ملاقات کی۔ دونوں ملکوں کے درمیان تعلیم اور تخفیف غربت کے شعبوں میں تعاون کے لئے سمجھوتے طے پائے۔ (۳) لیکن ناروے کے اخبارات میں شائع ہونے والے مضحکہ خاکوں پر کوئی احتجاج نہیں کیا گیا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

لیکن ملت اسلامیہ نے عالمی سطح پر احتجاج کر کے یہ ثابت کر دیا کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

(علامہ اقبال)

ملت اسلامیہ کے احتجاج کا جائزہ:

۳۰ جنوری کوپن ہیگن (جنگ نیوز) ڈنمارک کے ایک اخبار میں توہین آمیز

کارٹون کی اشاعت کے بعد مسلم دنیا میں شدید احتجاج جاری ہے۔ ادھر یورپی یونین کے نمائندے نے سعودی عہدیدار سے ملاقات میں دھمکی دی ہے کہ اگر ڈنمارک کا اقتصادی بائیکاٹ ہوا تو اسے یورپی یونین کا بائیکاٹ تصور کرتے ہوئے ڈبلیو ٹی او (W.T.O) سے رجوع کیا جائے گا۔ مختلف اسلامی ممالک میں توہین رسالت پر مبنی کارٹون کی اشاعت کے بعد زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں۔ غزہ میں یورپی یونین کے دفتر کی عمارت پر مظاہرین نے قبضہ کر لیا۔ کویت میں ڈنمارک کے سفارت خانے کے سامنے مظاہرین نے ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا۔ بحرین، شام اور کویت میں ڈینش سفیر کو باضابطہ طلب کر کے احتجاج ریکارڈ کرایا گیا۔ سعودی عرب اور لیبیا نے کوپن ہیگن میں سفارت خانہ بند کرنے اور اقتصادی پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا۔ ڈینش ڈیری مصنوعات بنانے والی کمپنی ''ارلا'' کے مشرق وسطیٰ میں تمام ڈیلروں نے اپنے آرڈر منسوخ کر دیے ہیں۔ (۴)

یکم فروری تا ۳ فروری:

فلسطین میں انتہا پسند اسلامی تنظیم نے ڈنمارک ناروے اور فرانس کے شہریوں کو نشانہ بنانے کے اعلان کے بعد فرانسیسی اخبار کے مدیر ''جیکو لیس لیفرانک'' کو خاکوں کی اشاعت پر معطل کر دیا گیا ہے۔ ناروے کی حکومت نے خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے بعد معافی مانگ لی ہے۔

پاکستان سمیت سعودی عرب، شام، فلسطین، ترکی، عراق، انڈونیشیا، مالدیپ، تنزانیہ، سوڈان، ایران، اردن، بنگلہ دیش، لبنان، صومالیہ اور کینیا میں بروز جمعتہ المبارک ۳ فروری کو بعد نماز جمعہ بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے ہوئے مظاہرین نے ڈنمارک کے وزیر اعظم سے معافی مانگنے اور خاکوں کے بنانے والے بارہ ملعون کارٹونسٹوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ انڈونیشیا میں مظاہرین نے ڈنمارک کے سفارت خانہ پر حملہ کیا۔ امریکہ اور برطانیہ نے بھی خاکوں کو ناقابل قبول قرار دیا۔ مظاہرین نے ڈینش پرچم اور مصنوعات کو نذر آتش کیا۔ ڈنمارک، فرانس، ہالینڈ، ناروے، اسپین اور اٹلی کے خلاف

نعرے بھی لگائے گئے۔ فرانسیسی پرچم بھی نذر آتش کیا گیا۔

اردن کے ایک اخبار "اشیہان" ایڈیٹر کو بھی اس لیے برطرف کر دیا گیا کہ اس نے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے مضحکہ خاکے شائع کئے تھے۔

۳ فروری ۲۰۰۶ء کو مزید چند یورپی ممالک بلغاریہ، سوئٹزر لینڈ، فرانس، آسٹریا، ہنگری، جمہوریہ چیک اور آئرلینڈ کے اخبارات نے بھی مضحکہ خاکوں کو شائع کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مزید برانگیختہ کرنے کے لیے چیلنج دے دیا ہے۔

ڈنمارک کے وزیر اعظم "اینڈریس فوگ راسموسن" نے گیارہ اسلامی ممالک کے سفراء سمیت ۷۶ ملکوں کے سفیروں سے ملاقات کر کے کہا کہ ڈینش حکومت بھی ایک آزاد اور خودمختار اخبار کی طرف سے معافی نہیں مانگ سکتی۔(۵)

۴ فروری:

دمشق میں ڈنمارک اور ناروے کے سفارت خانے جلا دیئے گئے۔

پاکستان نے ڈنمارک، جرمنی، اٹلی، اسپین، فرانس، سوئٹزر لینڈ، ہنگری، ناروے اور جمہوریہ چیک کے سفیروں کو دفتر خارجہ طلب کر کے خاکے چھاپنے والے اخبارات کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کیا۔

ویٹی کن سٹی کے عیسائی کیتھولک ادارے نے کہا ہے کہ آزادی اظہار رائے کا حق مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا حق نہیں دیتا۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا کہ باہمی احترام کے اصولوں کو قائم رکھا جائے۔

سعودی عرب میں مریضوں نے ڈنمارک کی دواؤں کا استعمال ترک کر دیا۔
(روزنامہ المدینہ)

۴۰۰ سے زائد سعودی سپر مارکیٹوں نے ڈینش مصنوعات پر پابندی لگا دی۔

اقتصادی بائیکاٹ کے نتیجہ میں ڈینش ڈیری کمپنی کو دو ارب بیس کروڑ ریال کا خسارہ ہوگا۔

۵ فروری ۲۰۰۶ء:

بیروت میں ڈنمارک کا سفارت خانہ جلا دیا گیا۔ نابلوس میں فرانسیسی کلچرل سینٹر پر مظاہرین کا قبضہ۔ نیوزی لینڈ میں ہزاروں مسلمانوں کا پرامن احتجاج۔

ملتان میں سینکڑوں تاجروں کا احتجاج، ڈینش پرچم نذر آتش، مصر میں مظاہرین نے ڈنمارک اور ناروے سے سفارتی تعلق ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

القاعدہ نے ایک انٹرنیٹ پیغام کے ذریعے خاکے چھاپنے والے ممالک میں حملوں کی دھمکی دی ہے۔

۶ فروری ۲۰۰۶ء:

انڈونیشیا اور ایران میں مغربی سفارت خانوں اور قونصل خانوں پر حملہ۔

افغانستان اور صومالیہ میں پرتشدد مظاہروں میں ۶ افراد ہلاک، متعدد زخمی۔

تھائی لینڈ میں پرامن احتجاج۔

توہین آمیز خاکے ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کا احتجاجی موقف:

اسلام آباد میں صحافیوں کا احتجاج، گستاخ ممالک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ۔ سنی تحریک کے دفتر مرکز اہلسنت کراچی کے باہر احتجاجی مظاہرہ میں سینکڑوں افراد شریک ہوئے۔ اقوام متحدہ (U.N.O) کے دفتر نیویارک کے سامنے سینکڑوں افراد کا پرامن احتجاج وریلی۔ لاہور میں ہزاروں افراد کا احتجاج۔

۷ فروری ۲۰۰۶ء:

پشاور میں متحدہ مجلس عمل کا احتجاجی مظاہرہ۔

بھارت، مصر، بنگلہ دیش، ترکی، اردن، نائیجیریا سمیت دنیا کے پانچ براعظموں تک احتجاجی مظاہروں کا دائرہ وسیع ہوگیا۔

تہران میں آسٹریا اور ڈنمارک کے سفارت خانوں پر پتھراؤ اور حملہ۔

نائیجیریا نے ناروے سے بسیں خریدنے کا ۲۷ ملین ڈالر کا معاہدہ منسوخ کر دیا۔

کراچی کی تمام بڑی اور اہم مارکیٹیں احتجاجاً بند رہیں۔

علماء خاکے بنانے والوں کے قتل کا فتویٰ جاری کریں تاجر رہنما کا مطالبہ۔

ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ فضل کریم کی پیش کردہ قرارداد مذمت اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور۔

پنجاب بار کونسل کی اپیل پر صوبے بھر میں وکلاء کی ہڑتال اور عدالتوں کا بائیکاٹ۔ حیدر آباد میں ڈینش پرچم نذر آتش۔

۸ فروری ۲۰۰۶ء:

ڈھاکہ بنگلہ دیش میں کئی ہزار افراد کا احتجاج۔

افغانستان میں دوران احتجاج مزید چار افراد شہید۔

امریکی اخبارات میں بھی خاکوں کی اشاعت ہوگئی۔ جس کے خلاف انڈونیشیا، عراق اور مقبوضہ کشمیر میں زبردست احتجاج۔

فرانسیسی ہفت روزہ میں خاکوں کی اشاعت رکوانے کی مسلمان تنظیموں کی عدالتی اپیل مسترد۔

یمن کے ایک اخبار نے بھی خاکے شائع کئے۔ اخبار بند ہوگیا۔ ترکی نے ڈینش اور نارویجن مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا۔ احتجاج پر امن طریقے سے کیا جائے۔

شاہ اردن نے کہا کہ میڈیا اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرے، معصوم سفارت کاروں کو تحفظ فراہم کیا جائے امریکی صدر کا مؤقف۔

درہ آدم خیل سرحد میں تین ہزار قبائلیوں کا مظاہرہ، امریکی صدر کا پتلا جلایا گیا۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کا نیویارک میں ہنگامی اجلاس اور توہین آمیز کارٹونوں کے خلاف متفقہ قرارداد۔

مسلمانوں کی دل آزاری پر جاپان کا اظہار افسوس۔

۹ فروری ۲۰۰۶ء:

بیلجیئم کی مسلم خواتین کا پر امن احتجاج۔

کارٹونسٹ کو قتل کرنے پر سو کلو سونا بطور انعام دیا جائے گا۔

۱۰ فروری ۲۰۰۶ء:

نئی دہلی میں ہزاروں افراد کا احتجاجی مظاہرہ۔

۱۱ فروری ۲۰۰۶ء:

تہران میں فرانسیسی سفارت خانہ پر حملہ۔ لندن، برلن، پیرس، برسلز، منیلا، قاہرہ، رباط، ڈھاکا، اور کراکس میں پر امن مظاہرے۔

کینیا میں مظاہرین پر پولیس فائرنگ۔

ریاض میں ڈینش کمپنی ''ارلا'' کا پلانٹ بند۔

دس لاکھ ستر ہزار ڈالر یومیہ کا نقصان۔

فرانسیسی پنیر کا بائیکاٹ۔

خاکے بنانیوالوں کی معذرت قبول نہ کی جائے۔ حرمین طیبین کے علماء کا مطالبہ۔

کراچی سطح پر اہلسنت و جماعت کی تنظیموں نے مضحکہ خاکوں کے خلاف احتجاج کے لیے لائحہ عمل کا اعلان کر دیا۔

نظام مصطفی پارٹی نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔

مرکزی جمعیت علماء پاکستان کا احتجاجی مظاہرہ۔

۱۲ فروری ۲۰۰۶ء:

سعودی عرب میں ناروے کے سفیر نے معافی مانگ لی۔
بھارتی حکومت نے خاکوں کی مذمت کی ہے۔
ڈنمارک نے افغانستان سے اے ایس ایف کے دس ارکان کو واپس بلالیا۔
کینیڈا اور اسپین میں ہزاروں افراد کا پر امن احتجاج۔
فلسطین اور انڈونیشیا میں مزید مظاہرے۔

۱۳ فروری ۲۰۰۶:

توہین آمیز کارٹونوں کے خلاف تمام مسلمان متحد ہیں سب اس کی مذمت کرتے ہیں۔صدر پرویز مشرف۔

پشاور میں ہزاروں طلبہ کی احتجاجی ریلی۔ڈنمارک اور ناروے کے پرچم جلائے گئے۔راولپنڈی میں تحفظ ناموس رسالت ریلی۔

۱۴ فروری ۲۰۰۶ء:

لاہور میں پر تشدد مظاہرے، فائرنگ، دکانیں نذر آتش، گاڑیاں نذر آتش، صوبائی اسمبلی کو نقصان پہنچا۔دو مظاہرین ہلاک، پولیس اہلکار سمیت متعدد زخمی۔حکومت اور اپوزیشن کے ارکان پارلیمنٹ کا اسلام آباد میں سفارتی علاقے تک احتجاجی مارچ۔

۱۵ فروری ۲۰۰۶ء:

پشاور کے احتجاجی مظاہرے میں ہنگامہ آرائی کے نتیجے میں تین افراد ہلاک۔
یورپی یونین نے ڈنمارک سے اظہار یکجہتی کیا اور خاکوں کے خلاف مسلم امہ کے مظاہروں کی مذمت کی ہے۔
توہین رسالت کے واقعات روکنے کے لئے اسلامی کانفرنس نے پاکستان کی

تجاویز منظور کرلیں۔ وزیر اعظم شوکت عزیز۔

۱۶ فروری ۲۰۰۶ء:

کراچی میں اہلسنت و جماعت کی تنظیمات کی انتہائی شاندار اور پر امن ریلی۔ ایک لاکھ سے زائد افراد کی شرکت، تاجروں نے اظہار یکجہتی کے طور پر رضا کارانہ کاروبار بند کر دیا۔ اتنی کثیر تعداد کے اجتماع میں ایک ماچس کی تیلی بھی نہیں جلائی گئی۔ شرکاء ریلی سے علماء و اہلسنت کا ولولہ انگیز، سنجیدہ اور فکری خطاب، او آئی سی کا اجلاس گنبد خضراء کے سامنے منعقد کرنے کا مطالبہ۔

۱۷ فروری ۲۰۰۶ء:

ایران میں ڈنمارک کے سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ اور صلیب نذر آتش۔

۱۸ فروری ۲۰۰۶ء:

کراچی میں مکمل ہڑتال، اندرون سندھ ریلیاں اور احتجاجی مظاہرے۔

لندن میں دس ہزار افراد کا ٹریفل گار اسکوائر سے ہائیڈ پارک تک مارچ۔

یورپی ممالک توہین آمیز خاکے شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔ بل کلنٹن۔

لاس اینجلس میں پر امن احتجاجی ریلی۔

نیویارک میں احتجاج۔

اسلامی کانفرنس تنظیم نے ترکی، آذربائیجان، انڈونیشیا، سینگال اور پاکستانی سفیروں پر مشتمل کمیٹی کا قیام اور مضحکہ خاکوں کا معاملہ جنرل اسمبلی میں اٹھانے کا عزم۔

اسلام آباد میں ڈنمارک کا سفارت خانہ بند۔ پاکستان نے کوپن ہیگن سے اپنا سفیر واپس بلالیا۔

۲۱ فروری ۲۰۰۶ء:

خاکوں کی اشاعت میں حکومتی کردار کی تحقیق کرائی جائے ڈنمارک کی اپوزیشن کا مطالبہ۔ڈنمارک کے بارہ ملعون کارٹونسٹوں کو ملنے والی دھمکیوں پر ان کے تحفظ کے لیے اقدامات۔

۲۲ فروری ۲۰۰۶ء:

نائیجیریا میں احتجاجی مظاہرہ میں تشدد کا استعمال، جس کے نتیجے میں عیسائیوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

۲۳ فروری ۲۰۰۶ء:

خاکوں پر مسلمان دانشوروں کی کانفرنس بلائیں گے، ہوسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کو تنازع طے کرنا پڑے۔حکومت ڈنمارک۔

برازیل میں کلیساؤں کی عالمی کونسل کے اجلاس میں خاکوں کی اشاعت پر اظہار مذمت۔کراچی میں پاکستان پیپلز پارٹی کا احتجاجی مظاہرہ۔

مسلم کش فسادات میں نائیجیریا کے شہر اونیشیا میں مسلمان شہداء کی تعداد ۱۳۸ ہوگئی۔عیسائی نوجوانوں نے مسلمانوں کی لاشوں کو جلانا شروع کر دیا ہے۔

۲۵ فروری ۲۰۰۶ء:

توہین آمیز خاکوں کا معاملہ اقوام متحدہ میں اٹھایا جائے گا۔صدر بش سے بھی بات کروں گا۔پرویز مشرف۔

نائیجیریا میں مسلم کش فسادات کے بعد لاشیں گلیوں میں پڑی ہیں۔ہزاروں مسلمانوں نے فوجی بیرکوں میں پناہ لے رکھی ہے جبکہ ہزاروں مسلمان اونیشیا شہر چھوڑ کر مسلم اکثریتی شہروں کی طرف چلے گئے ہیں۔

۲۶ فروری ۲۰۰۶ء:

متحدہ مجلس عمل کا لاہور میں احتجاج۔
کراچی میں احتجاجی ریلی۔
تحفظ ناموس رسالت کے نام سے مختلف تنظیموں کی شرکت۔(۶)

ناموس وحرمت رسول اور تاریخ:

توہین رسالت کے مکروہ اور قبیح ترین جرم کی ایک اپنی تاریخ ہے جس کے سیاہ ابواب کا پہلا باب شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ تعظیمی کے حکم خداوندی کے موقع پر حکم عدولی سے رقم کیا۔ بلا تمہید و تمثیل راقم عرض کرتا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح جسم آدم میں داخل ہوئی لیکن فوراً باہر آ گئی اور عدم استقرار کی وجہ ظلمت و تاریکی بیان کی کہ مجھے اندھیرے سے وحشت ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزوجل نے روح پر یہ کرم فرمایا کہ اپنے پیارے محبوب مصطفی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے ہی سے تخلیق کردہ (یعنی عالم پست و بالا سے قبل) نور مقدس کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارکہ میں رکھا۔ نتیجے میں پیکر آدم داخلی و خارجی دونوں اعتبار سے روشن ومنور ہو گیا۔ حکم ربی سے روح اندر داخل ہوئی اور قلب آدم کو اپنا مستقر بنایا۔ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس کو حقیقتاً اور حضرت آدم علیہ السلام کو مجازاً تعظیماً سجدہ کرانے کے لیے ملائکہ اور جنات کو حکم دیا(۷) سب ہی نے تعمیل کی، لیکن عزازیل جسے اپنی ذات پر ناز تھا اس نے تکبر اور عناد کے باعث سجدہ نہیں کیا۔ بارگاہ شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلی اہانت کی فرد جرم اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر عائد کی اور مرحلہ اول میں اس پر سجی ہوئی دستار فضلیت کی جگہ طوق لعنت ڈال کر سزا بھی سنا دی۔ مرحلہ دوم میں اس کی انتہائی خوفناک سزا روز محشر سنائی جائے گی (۸) ازاں بعد مختلف ادوار گزرتے گزرتے توہین رسالت کے متعدد مقدمات سامنے آئے۔ توہین کرنے والے مجرموں کو یہ دھرتی زیادہ عرصہ اپنی چھاتی پر شاد رہنے کا موقع نہیں دیتی۔ جو اپنے قلم

وزبان کو آزادانہ استعمال کر کے محبوب خدا اوران کے غلاموں کی اذیت کا باعث بنتے ہیں پھران کی آزادی سلب ہو جاتی ہے وہ پھر آزادانہ گھومتے پھرتے نہیں۔

ابولہب اوراس کے بیٹے کا جرم:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے تبلیغ رسالت کا حق ادا کرنے کے لیے جب فاران کی چوٹیوں سے توحید کا نعرہ بلند فرمایا گیا، تو سننے والوں میں ماننے والے اور انکار کرنے والے سب تھے لیکن توہین کا جرم ابولہب نے کیا (۹) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فوراً گرفت فرمائی اوراس کی مذمت میں قرآن مجید میں ایک سورت نازل فرمادی۔ ابولہب اوراس کی بیوی دونوں اہانت کے مجرم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو سخت ترین سزادی، نہایت بے بسی اور عبرت ناک موت کے شکار ہوئے۔ (۱۰)

ابولہب کے ایک بیٹے عتبہ نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینے کی خاطر آپ کی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت فرمانے سے قبل عتبہ کے نکاح میں تھیں) کو طلاق دے دی۔ نبی کریم ﷺ کو بڑی اذیت ہوئی اورآپ نے فرمایا "اے اللہ! تو اپنے شیروں میں سے ایک شیر عتبہ پر مسلط فرمادے۔" خود عتبہ بھی اس دعا کے کلمات سے پریشان ہو گیا اسے بھی اندازہ تھا کہ اس زبان اقدس سے جو نکلتا ہے پورا ہو جاتا ہے۔

وہ زباں جسے سب کن کی کنجی کہیں   اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

بس فیصلہ نافذ ہو گیا، ایک تجارتی قافلہ میں رات کے وقت قافلہ کے پڑاؤ کے موقع پر ایک اونچے مچان پر عتبہ کو آرام کرنے کا موقع دیا گیا۔ نصف شب گزرنے کے بعد صحرا میں جہاں شیر نہیں ہوتے اچانک ایک شیر آیا شرکاء قافلہ سو رہے تھے ایک ایک کو سونگھتا گیا اور پھر اونچے مچان پر چڑھ گیا۔ عتبہ کو سونگھا اور پھر اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ معلوم ہوا کہ گستاخ رسول میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور گستاخ کے گوشت کو شیر جیسا درندہ بھی کھانا پسند نہیں کرتا۔ (۱۱)

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اور صحابی بیٹے کا واقعہ

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی علیہ الرحمہ والرضوان سورۃ منافقون کی درج ذیل آیت مقدسہ کے شان نزول کا تذکرہ کرتے ہیں آیت مقدسہ (یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون) (۱۳)

رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے چند ساتھیوں میں بیٹھ کر حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمات کہنے کی جسارت کی تو ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آیت مقدسہ نازل فرما کر منافق کی مذمت فرمائی دوسری طرف یہ ہوا کہ اس منافق کے بیٹے (حضرت عبداللہ جو مسلمان ہوگئے تھے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل تھے) اپنے باپ کی گردن پر تلوار رکھ دی اور کہا کہ تو اقرار کر کہ تو خود ذلیل ہے اور اللہ اور اس کا رسول عزت والے ہیں ورنہ میں تجھے قتل کرتا ہوں دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل کی اجازت نہیں دی ورنہ وہ اپنے باپ کا سر قلم کر کے حضور کی خدمت میں پیش کر دیتے (۱۴) قرآن کریم کی آیت مقدسہ اور متذکرہ ایمان افروز واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ خلوت و جلوت اور صراحتاً و کنایتاً و اشارتاً توہین رسالت کا جرم خواہ کسی انداز اور کسی بھی مجلس میں ہو یا گوشہ تنہائی میں ہو وہ مجرم مستحق قتل ہے۔

مزید واقعات:

غلامان مصطفی میں سب سے پہلے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والی خاتون حضرت سمیہ (والدہ حضرت عمار بن یاسر) رضی اللہ عنہما اور پہلے مرد حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک سینکڑوں یا ہزاروں ایسے غازیوں اور شہیدوں کے واقعات سے تاریخ بھری ہوئی ہے کہ جنہوں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں بعض گستاخوں کو عبرت ناک

انجام سے دو چار کرنے کے لیے قتل کے فیصلے جاری فرمائے جو غلاموں کے لئے لائق تقلید بھی ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک چند معروف مقدمات تاریخ کے آئینے میں قارئین کے مطالعہ کے لیے پیش ہیں۔

عبداللہ بن خطل، گستاخ رسول:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے کسی نے حضور سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی شان اقدس میں توہین کرنے والا عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اقتلوہ" اسے قتل کر دو۔ یہ عبداللہ بن خطل، نبی مکرم، نور مجسم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہہ کر حضور کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی (مغنیائیں) رکھی ہوئی تھیں تا کہ وہ اس کے اشعار گایا کریں۔ عبداللہ بن خطل کو غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مطاف میں (مقام ابراہیم اور چاہ زم زم کے درمیان) اس کی گردن ماری گئی۔ (۱۵)

گستاخ کعب بن اشرف کا قتل:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ختم المرتبت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "تم میں سے کعب بن اشرف کی خبر کون لے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے" محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اجازت عطا فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! ہاں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنی مرضی سے یہ کام کرنے کی اجازت دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اجازت ہے۔ کعب بن اشرف یہودی سردار تھا۔ اسلام اور بانی اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس پہنچے اور کہا "کہ کچھ قرض کا انتظام کروا دو، ایک وسق یا دو وسق غلہ یا کھجور بطور قرض درکار ہے۔" کعب نے کہا "انتظام ہو جائے گا لیکن بدلہ میں تمہیں کچھ رہن رکھنا ہو گا" انہوں نے کہا "کیا چیز بطور رہن رکھیں"

کعب نے کہا "اپنی عورتوں کو گروی رکھو" حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا "واہ تم سارے عرب میں بہت خوبصورت ہو کہ تمہارے پاس اپنی عورتیں گروی رکھیں" کعب نے پھر کہا: "اچھا اپنے بیٹوں کو گروی رکھواؤ" جس پر انصاری صحابی بولے "وسق دو وسق (یہ وزن کے لئے پیمانہ ہے) کے لئے بیٹوں کو گروی رکھنا باعث شرم ہے لوگ تمام عمر طعنے دیں گے، ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھتے ہیں" پھر انصاری صحابی رات میں آنے کا کہہ کر چلے گئے جب رات کو آئے تو ابو نایلہ کو (جو کعب کے برادر رضاعی تھے) ساتھ لائے۔ کعب نے انہیں قلعہ کے پاس بلایا اور خود قلعہ سے نیچے اتر کر ان سے ملا وہ سر سے چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ خوش تھا کہ مسلمانوں کا اسلحہ اس کے پاس گروی ہو جائے گا محمد بن مسلمہ نے کہا "کہ کعب تیرے بدن سے ایسی خوشبو آ رہی ہے جو میں نے کبھی نہیں سونگھی" تو کعب نے کہا "میرے یہاں عرب کی ایسی عورت ہے جو سب سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے" انصاری صحابی نے کہا "کیا میں تمہارا سر سونگھ لوں" کعب نے اجازت دی انصاری صحابی نے سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سونگھایا۔ پھر کہا ایک مرتبہ اور اس نے کہا "اچھا" اس مرتبہ محمد بن مسلمہ نے کعب کا سر زور سے تھام لیا اور ساتھیوں سے کہا کہ اس کا سر لے لو۔ اور انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے اور آپ کو اس کی خبر دی۔ (۱۶)

دو گستاخ عورتیں:

---

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ "خطمہ" کی ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ آپ نے فرمایا: "کون ہے جو میرے لئے اس کو ٹھکانے لگائے گا" اسی قبیلہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور قتل کی اجازت لے کر گیا اور اس عورت کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا خون مباح ہے" (۱۷)

(۲) ایک بدبخت عورت حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا منہ ہمیشہ کے لئے بند

کر دیا۔(۱۸)

بیٹا عاشق رسول تو باپ گستاخِ رسول :

حضرت امام حافظ الحدیث عبدالباقی بن قانع بن مرزوق علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ" میں نے اپنے باپ کو آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے سنا تو میں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عاشق صادق سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔(۱۹)

رسول اکرم ﷺ کے قول کو جھٹلانے والا گستاخ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تو آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا" جاؤ اور اسے قتل کر دو"(۲۰)

صحابی کی بیوی گستاخ رسول:

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کیا کرتی اور بدگوئی کرتی تھی۔ وہ منع کرتا مگر باز نہ آتی۔ ڈانٹ ڈپٹ کرتا تب بھی نہ رکتی۔ایک رات اس نے نبی کریم ﷺ کی بدگوئی کی اور سب وشتم کرتی رہی۔ پس صحابی نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھا اور دباؤ ڈال کر اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے بچہ بھی برآمد ہوا جس سے وہ خون میں لت پت ہوگئی صبح کے وقت نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا میں ایسا کرنے والے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔پس نابینا صحابی کھڑے ہوئے لوگوں کو پھاندتے ہوئے اور لرزتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جا بیٹھے عرض گزار

ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مالک تھا وہ آپ کو سب وشتم کرتی اور ہجو کیا کرتی تھی۔ ڈانٹ ڈپٹ کرتا تھا تب بھی نہ رکتی۔ میرے اس سے دو بیٹے ہیں موتی جیسے اور وہ میری غمخوار تھی۔ گزشتہ رات جب وہ آپ کو سب وشتم کرنے لگی اور ہجوگوئی کی تو میں نے خنجر لے کر اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس پر دباؤ ڈال کر قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگوں گواہ رہنا اس کا خون رائیگاں گیا۔ (۲۱)

گستاخ یہودی عورت:

شعبی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون کو باطل قرار دیا۔ (۲۲)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گستاخوں کے لئے جارحانہ اقدام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ منتخب ہوئے تو چاروں طرف یورشوں اور بغاوتوں کے فتنے پھیلے ہوئے تھے۔ مرتدین (منکرین زکوۃ) کذاب مدعیان نبوت ایک یا دو نہیں بیک وقت چار سے مقابلہ پیش ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ "ہماری عسکری قوت ایک وقت میں چاروں طرف مقابلہ کی صورت میں تقسیم ہو جائے گی تو اسلامی افواج کمزور پڑ سکتی ہیں ایک ایک کر کے اگر دشمن کا مقابلہ کریں گے تو ٹھیک ہو گا" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا "میں اپنے آقا سے ہمسری و برابری کا دعوی کرنے والے کذاب مدعیان کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔" (۲۳)

اپنی ذات کو تنقید کا نشانہ بنانے والے انتہائی گستاخ شخص کے سامنے مثالی تحمل اور تدبر کا ایسا مظاہرہ فرمایا ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعی فرمانروائی کی اس مسند پر بیٹھنے کے لائق تھے جسے "منبر رسول" کہتے ہیں۔

حضرب ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس

تھا کہ وہ ایک آدمی پر بڑے ناراض ہوئے اور اسے خوب جھڑکا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے خلیفہ رسول اللہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ راوی کا بیان ہے کہ میری بات سے ان کا غصہ جاتا رہا چنانچہ کھڑے ہوئے اور اندر تشریف لے گئے۔ پس مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ آپ نے ابھی کیا کہا تھا؟ عرض کی میں عرض گزار ہوا تھا کہ اجازت ہو تو اس کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا میں حکم دیتا تو کیا تم ایسا کر گزرتے؟ میں نے کہا ہاں فرمایا نہیں خدا کی قسم اب محمد مصطفی ﷺ کے بعد یہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں ہے۔ (۲۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور گستاخ رسول:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب جس دن بارگاہ شاہ کونین ﷺ سے عطا ہوا، اس دن انہوں نے ایمان وکفر کا امتیاز اپنے کردار سے واضح کیا تھا ایک گستاخ رسول کو واصل جہنم کیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو یہ ادائے فاروقی پسند آئی اور قرآن مجید کی درج ذیل آیات نازل ہوگئیں۔

آیات مقدسہ:

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنو بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطن ان یضلھم ضلالا بعیدا واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنك صدودا (۲۵)

(ترجمہ) کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ (منصف) بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی

کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو
گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے
ہیں۔(۲۶)

ایک بظاہر مسلمان لیکن درحقیقت منافق جس کا نام بشر تھا۔اس کا جھگڑا یہودی سے ہوگیا۔ یہودی نے کہا کہ چلو تمہارے نبی کے پاس اس کا فیصلہ کرائیں تو منافق بولا کہ کعب بن اشرف (یہودی عالم) سے فیصلہ کرائیں۔ یہودی نے تعجب سے کہا کہ اپنے نبی سے فیصلہ کرانے میں کتراتا ہے تو کیسا مسلمان ہے؟ تو منافق شرمندہ ہو کر چارو ناچار راضی ہوگیا۔رسول اکرم ﷺ نے مقدمہ سماعت فرما کر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا جسے (منافق) بشر نے نہیں مانا کہنے لگا چلو یہ فیصلہ حضرت ابوبکر سے کرائیں حضرت ابوبکر نے دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا، بشر نے پھر بھی نہیں مانا، اس نے خیال کیا کہ اگر حضرت عمر کے پاس ہم دونوں جائیں تو حضرت عمر غیر مسلموں پر نہایت سخت ہیں۔ یقیناوہ یہودی کے خلاف اور میرے حق میں فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ بشر نے کہا کہ میری تسلی کسی کے فیصلہ سے نہیں ہو رہی، لہٰذا ہم دونوں حضرت عمر کے پاس چلتے ہیں۔ دونوں حضرت عمر کے پاس پہنچے، یہودی نے مقدمہ سنانے سے پہلے ہی کہا کہ عمر! آپ کے پاس آنے سے قبل ہم دونوں رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں کے پاس جا کر فیصلے کرا چکے ہیں اور دونوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ مگر یہ بشر نہیں مانتا کہتا ہے میری تسلی نہیں ہوتی یہ مجھے آپ کے پاس لے کر آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کہ یہ یہودی ٹھیک کہتا ہے تو بشر نے تصدیق کی ہاں یہی بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں گھر میں ہو کر آتا ہوں پھر فیصلہ کرتا ہوں حضرت عمر گھر کے اندر تشریف لے گئے جب آئے تو ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ آتے ہی منافق کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے اور حضرت ابوبکر صدیق کے عدل سے مطمئن وراضی نہیں اس کے لیے عمر کی تلوار یہ فیصلہ کرتی ہے۔اسی وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ

رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ حق اور باطل میں فرق کرنے والے ہیں اور متذکرہ آیات نازل ہوئیں۔(۲۷)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"جس نے اللہ کے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کردو۔"(۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک راہب نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی مجھے پتہ چلا تو میں نے کہا تم نے اسے قتل کیوں نہ کیا اگر میں وہاں ہوتا تو اسے زندہ نہ چھوڑتا(۲۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی رائے:

خلیفہ راشد اور پہلی صدی کے مجدد برحق حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو گورنر کوفہ نے لکھا "ایک شخص نے آپ کو گالی دی ہے تو کیا وہ واجب القتل ہے؟" امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا "اس کی سزا موت نہیں کیوں کہ صرف شاتم رسول ہی شریعت کی رو سے واجب القتل ہے"(۳۰)

عباسی دور حکومت اور امام مالک:

ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون رشید نے سوال کیا کہ "ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں سب وشتم کرتا ہے تو کیا اسے درے لگائے جائیں؟" حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے ناراضگی سے جواب میں فرمایا اے امیر المومنین حضور ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کئے بغیر یہ امت زندہ کیسے رہے گی؟ جو انبیاء علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کیا جائے گا اور جو اصحاب رسول کو گالی دے اسے درے مارے جائیں۔

قاضیان اندلس کے اہم فیصلے

گستاخوں کا قتل اور نشانیوں کا ظہور:

(۱) ابن حاتم طلیطلی نے ایک مناظرے کے دوران رسول اکرم ﷺ کو یتیم اور علی کا خسر (ختن علی) کہا تھا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ کا زہد اختیاری نہیں تھا اگر آپ کو دنیا کی نعمتیں میسر ہوتیں تو آپ بھی سادہ زندگی نہیں گزارتے۔"

فقہائے اندلس نے بالاتفاق ابن حاتم کے قتل اور سولی دینے کا فتوی جاری کیا پھر اسے قتل کر کے سولی پر لٹکایا گیا۔

(۲) اندلس میں ابراہیم فزاری نام کا ایک ادیب و شاعر تھا وہ اپنے اشعار میں انبیاء کرام اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب پایا گیا۔ اس وقت کے متبحر عالم و فاضل و محدث حضرت امام قاضی یحییٰ بن عمر قدس سرہ کی عدالت میں گستاخ رسول شاعر لایا گیا جو اس وقت عدالت میں بہت سے نامور اور معروف فقہاء موجود تھے۔ قاضی یحییٰ بن عمر نے اس کی پھانسی اور قتل کا حکم دیا چنانچہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا جب پھانسی کی لکڑی ہٹائی گئی تو وہ لکڑی خود بخود چکر کھانے لگی جب اس کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو لکڑی ٹھہر گئی لوگوں نے اس واقعہ کو اللہ کی نشانی سمجھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور گستاخ شاعر مقتول ابراہیم کا خون چاٹنے لگا۔ حضرت یحییٰ بن عمر علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ میری توجہ رسول اکرم ﷺ کی حدیث شریف کی طرف گئی کہ "کتا مسلمان کا خون نہیں پیتا" (۳۱)

برصغیر میں تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ

برصغیر پاک و ہند میں برطانوی دور استعمار سے قبل حتی کہ مغل بادشاہ شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتم رسول ﷺ کو سزائے موت دی گئی لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا تو انہوں نے توہین رسالت ﷺ کے

اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور مہا سبھائیوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی قدر پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو مسلمانوں نے شاتمان رسول کو قتل کر کے اقرار جرم کرتے ہوئے دار و رسن کی روایت کو از سر نو زندہ کیا۔

(۱) غازی محمد منیر شہید اور گستاخ رسول:

غازی محمد منیر شہید موضع موگہ ضلع فیروز پور (بھارتی پنجاب) کے وٹرنری ہسپتال میں بلحاظ چپڑاسی تھے، جذبہ عشق رسول ﷺ سے سرشار ایک موقع پر تحفظ ناموس نبی (ﷺ) کے لیے آگے بڑھے اور جان پر کھیل گئے۔ شاتم رسول کو واصل فی النار کرنے کے بعد عدالتی فیصلے کی رو سے انہیں سزائے موت کا مستحق گردانا گیا۔ وہ جام شہادت کے متمنی تھے اور سدارلٹک کر لافانی نسخہ حیات بتلا گئے۔ دنیائے صحافت میں شہید موصوف کا تعارف غالباً کیپٹن ممتاز ملک صاحب کے ایک مضمون بعنوان ''نوجوانان اسلام کی حرمت وشان'' سے ہوا۔

(۲) غازی خدا بخش کا راج پال پر پہلا قاتلانہ حملہ:

۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب چھاپنے والا معلون راج پال اپنی دکان پر موجود کاروبار میں مشغول تھا۔ ایک مرد مجاہد خدا بخش اکو جھانے، جو لاہور کا رہنے والا تھا اور جس کا معروف کشمیری خاندان سے تعلق تھا، اس خبیث پر تیز دھار چاقو سے حملہ کر کے اسے مضروب کر دیا لیکن اس بدبخت نے اس وقت بھاگ کر اپنی جان بچالی۔ غازی خدا بخش کو زیر دفعہ ۳۰۷ الف تعزیرات ہند گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سی۔ ایم۔ بی اوگلوی کی عدالت میں مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ غازی خدا بخش نے اپنی طرف سے وکیل صفائی مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ راج پال مستغیث نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا ''مجھ پر یہ حملہ کتاب کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ ملزم خدا بخش اب بھی مجھے جان سے مار

دے گا حملہ کے وقت ملزم چلایا تھا کافر کے بچے آج تو میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔‘‘ عدالت کے استفسار پر اس مرد غازی نے گرج دار آواز میں کہا ’’میں مسلمان ہوں ناموس رسالت کا تحفظ میرا فرض ہے میں اپنے آقا کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔‘‘ پھر راج پال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ’’اس نے میرے رسول کی شان میں گستاخی کی تھی، اس لئے میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن یہ کم بخت اس وقت میرے ہاتھ سے بچ نکلا۔‘‘

اقرار جرم کے بعد غازی خدا بخش کو سات سال قید سخت، جس میں تین ماہ قید تنہائی شامل تھی، کی سزا سنائی گئی اور معیاد قید کے اختتام پر پانچ پانچ ہزار کی تین ضمانتیں حفظ امن کے لئے داخل کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۳) غازی عبدالعزیز اور راج پال:

اس واقعہ کے چند دن بعد ایک اور مرد غازی عبدالعزیز نے جو افغانستان سے اپنے سینہ میں اس دشمن اسلام راج پال کے خلاف غیظ وغضب کی آگ لے کر لاہور پہنچا تھا ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کی شام راج پال کی دکان پر آیا۔ اتفاقاً اس وقت راج پال کا ایک یار سوامی ستیانند بیٹھا تھا جسے غازی عبدالعزیز نے شاتم رسول سمجھ کر چاقو سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا لیکن پولیس نے جائے واردات پر پہنچ کر غازی عبدالعزیز کو گرفتار کر لیا۔ اسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اوگلوی نے سرسری سماعت کے بعد ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو اس مرد مجاہد کو بھی وہی سزا دی جو غازی خدا بخش کو دی گئی تھی جسے بھگت کر یہ دونوں مردان غازی جیل سے سرخرو ہو کر نکلے۔

(۴) غازی علم دین شہید اور راج پال:

علم دین ایک محنت کش نجار ’’بڑھئی‘‘ کا بیٹا تھا۔ علم الدین نے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم اپنے محلہ کی مسجد میں حاصل کی جو اس زمانہ میں بازار سرفروشاں کے نام سے مشہور تھا۔ جب یہ بچہ ذرا بڑا ہوا تو باپ نے جلدی اسے اپنے ساتھ کام پر لگا لیا، جس میں

اس نے بڑی جلدی مہارت حاصل کر لی۔علم دین کا ایک بچپن کا ساتھی عبدالرشید تھا جسے سب پیار سے ''شیدا'' کے نام سے پکارتے تھے۔شیدا کے والد کی دکان مسجد وزیر خاں کے سامنے واقع تھی۔ایک دن دونوں دوست گھر سے شام کے وقت جب مسجد وزیر خاں پہنچے تو وہاں ایک جلسہ عام میں شیطان طینت راج پال کے خلاف تقریریں ہو رہی تھیں،جس میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ مسلمان اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن اس مردود راج پال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔یہ تقریر سن کر دونوں دوست تڑپ اٹھے۔گھر آ کر علم دین نے اپنے والد طالع مند سے پوچھا ''کیا کوئی شخص جو ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے زندہ رہ سکتا ہے؟'' باپ نے جواب دیا ''بیٹا مسلمان اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے'' ''کیا اسے مارنے والے کو سزا ملے گی؟'' علم دین نے باپ سے دریافت کیا ''ہاں بیٹا! یہاں گوروں کے قانون کے مطابق اس کو پھانسی کی سزا ملے گی'' باپ نے جواب دیا لیکن یہ سوال سن کر بڑھئی فکر مند ضرور رہا ہو گا کہ اس کا بیٹا آج ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے۔

اسی رات علم دین نے دیکھا کہ خواب میں ایک بزرگ نمودار ہوئے ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں ''علم دین دشمن نے تمہارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تم ابھی تک سو رہے ہو۔اٹھو اور جلدی کرو'' یہ خواب دیکھ کر وہ فدائی رسول ﷺ فوراً اٹھ بیٹھا اور اپنے اوزار لے کر صبح سویرے اپنے دوست شیدا کے گھر پہنچ گیا اور وہاں سے دونوں دوست بھاٹی دروازے کے سامنے والے کھلے میدان میں جا پہنچے۔علم الدین نے وہاں رازدارانہ طریقہ سے اپنے دوست ''شیدے'' کو رات والا خواب سنایا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اس نے بھی گزشتہ رات یہی خواب دیکھا تھا اب دونوں دوستوں میں تکرار ہونے لگی۔دونوں کا اصرار تھا کہ اس موذی کو مارنے کے لیے اسے بشارت ہوئی ہے۔آخر طے پایا کہ قرعہ ڈالا جائے۔اس میں جس کا نام آئے وہی اس کام کو سر انجام دے گا۔تین بار قرعہ ڈالا گیا قرعہ فال بڑھئی کے خوش نصیب فرزند علم دین کے نام نکلا جس پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔شیدا کو اپنے اس دوست کی خوش بختی پر رشک آیا۔اس نے علم دین کو اس کامیابی پر مبارک باد دی جس کے بعد دونوں دوست ایک دوسرے

سے جدا ہو گئے۔ وہاں سے علم دین سیدھے گھر پہنچے کیونکہ اس نیک فال کے بعد ان کا جی کسی اور کام کی طرف مائل ہی نہیں ہوا وہ گھر آ کر کچھ دیر کے لیے لیٹ گئے تو ذرا دیر کے لئے ان کی آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی بزرگ دوبارہ نمودار ہو کر ان سے کہہ رہے ہیں:

''علم دین یہ وقت سونے کا نہیں بلکہ جس کام کے لئے تمہیں چن لیا گیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے فوری پہنچو ورنہ بازی کوئی اور لے جائے گا۔'' جس پر وہ ایک بار پھر اپنے دوست شیدا کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے پہنچے۔ اسے اپنی کچھ چیزیں بطور یادگار دیں اور دوبارہ گھر پہنچ کر اس نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کا پروگرام اپنے ذہن میں مرتب کرلیا اور گھر میں کسی سے اس بارے میں بات نہیں کی، اس ڈر سے کہ کہیں خون اور قرابت کے رشتے دار اس راہ میں حائل نہ ہو جائیں۔ اس دن انہوں نے غسل کیا سرخ دھاری دار قمیض اور سفید شلوار پہنی۔ سر پر پگڑی باندھی۔ صاف اور سجل لباس پر خوشبو لگائی۔ اس سے قبل انہوں نے اپنی ماں سے میٹھے چاول کی فرمائش کی تھی جسے باپ بیٹے نے مل کر تناول کیا۔ باپ کے کسی کام پر جانے کے بعد علم دین نے اپنی معصوم بھتیجی کے ماتھے کو سوتے میں بڑے پیار سے چوما اور اپنی بھابھی سے کچھ پیسے لے کر اس سج دھج سے خوشی خوشی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے مگر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ علم دین نے آج کے دن یہ سارا اہتمام کیوں کیا ہے۔ گھر سے گمٹی بازار پہنچ کر وہاں آتما رام کباڑیے کی دکان سے ایک روپیہ میں ایک لمبا چاقو خریدا اور اسے اپنی شلوار کے نیفے میں رکھ لیا۔ پھر وہ سیدھے دوپہر کے وقت انارکلی ہسپتال روڈ پر راج پال کی دکان کے سامنے والی ٹال پر پہنچے۔ اس وقت تک راج پال اپنی دکان پر نہیں آیا تھا کیونکہ اس دن یعنی ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو وہ ہردوار سے لاہور پہنچا تھا۔ دو بجے دکان پر پہنچ کر سب سے پہلے اس نے پولیس کو اپنی آمد کی اطلاع دی تاکہ وہ حسب سابق اس کے لئے گارڈ کا انتظام کرے۔ اسے خبر نہ تھی کہ موت کا فرشتہ کب سے اس کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے۔ جوں ہی ٹال والے جوان نے علم دین کو بتلایا کہ وہ منحوس دکان کے اندر داخل ہوا ہے تو وہ اپنے شکار کے تعاقب میں دکان کے اندر پہنچ گئے اور اسے دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے ساتھ

ہی ان کے اندر کی عقابی روح بیدار ہوئی اور انہیں اپنی منزل آسمانوں میں نظر آنے لگی۔ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ جھپٹ کر علم دین نے راج پال خبیث کے سینے میں چاقو پیوست کر دیا جو اس کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ یہ ضرب ایسی کاری ثابت ہوئی کہ وہ مردود زخموں کی تاب نہ لا کر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور وہیں اس نے دم توڑ دیا۔
اس طرح اس بدبخت کو کیفر کردار پر پہنچانے کے بعد غازی علم دین جب دکان سے باہر نکلے تو مقتول کے ملازمین نے "مار دیا، مار دیا" کا شور مچانا شروع کر دیا جس پر قریب کے ایک ہندو دکاندار سیتا رام کے لڑکے اور اس کے ساتھیوں نے آ کر پیچھے سے نوجوان غازی کو پکڑ لیا جس پر علم دین نے مستانہ وار رقص کرتے ہوئے کہا "آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا۔" آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا" اس عرصہ میں پولیس بھی جائے واردات پر پہنچ گئی۔ جس نے غازی علم دین کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد لاہور میں فرقہ وارانہ کشیدگی نے نہایت سنگین صورت اختیار کر لی۔ دوران تفتیش علم دین کے والد کو بھی گرفتار کر لیا گیا لیکن بعد میں انہیں چھوڑ دیا گیا۔ بالآخر ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء کو مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں علم دین کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند مقدمہ قتل کی کارروائی شروع ہوئی۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران علم دین کے چہرے پر معصوم مسکراہٹ کھیلتی رہی۔ شہادت قلم بند ہونے کے بعد سرسری بحث کے بعد مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا۔ سیشن کورٹ نے ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا اور حسب ضابطہ توثیق کے لیے لاہور ہائیکورٹ بھجوائی گئی۔ والدین کی حکم کی تعمیل میں علم دین کی جانب سے بھی اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی جس کی پیروی اس وقت کے چوٹی کے قانون دان اور اسلامیان ہند کے رہنما قائداعظم محمد علی جناح نے کی، جبکہ دیوان رام لال وکیل سرکار تھا۔ مقدمہ کی سماعت جسٹس براڈوے اور جسٹس جان اسٹون نے کی۔

قائداعظم کی بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ راج پال نے "رنگیلا رسول" جیسی قابل اعتراض کتاب شائع کر کے پیغمبر اسلام کی توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان برداشت

نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ کتاب اشتعال انگیزی کا سبب بنی، اس لیے ملزم نے قتل عمد کا ارتکاب نہیں کیا لہٰذا اسے سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ اس کے جواب میں وکیل سرکار نے منجملہ دیگر دلائل کے یہ مؤقف اختیار کیا کہ پیغمبر اسلام کی اہانت واقعی افسوس ناک بات ہے، لیکن تعزیرات ہند میں اس جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں، اس لئے مقتول نے کوئی خلاف قانون حرکت نہیں کی تھی، چنانچہ ملزم کا یہ فعل اشتعال انگیزی کی تعریف میں نہیں آتا۔ فریقین کے دلائل سننے کے بعد لاہور ہائیکورٹ نے ۱۷ جولائی ۱۹۲۹ء سیشن کورٹ کی سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا۔ مسلمان زعماء کے اصرار پر اس فیصلہ کو پریوی کونسل میں اس خیال سے چیلنج کر دیا گیا کہ شاید وہاں سے ایسی فرقہ وارانہ منافرت اور اشتعال انگیزی کے خلاف مسلمانوں کو کوئی داد رسی مل سکے لیکن یہ خیال خام نکلا اور پریوی کونسل نے مذہبی اشتعال انگیزی پر اظہار رائے کے بغیر ہی یہ اپیل ۵ نومبر ۱۹۲۹ء کو نامنظور کر دی۔ جب یہ فیصلہ غازی علم دین کو سنایا گیا تو وہ مارے خوشی کے چیخ اٹھے اور کہا:

"اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش نصیبی ہو گی کہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہو رہی ہے اور بارگاہ رسالت میں حاضری کی سعادت سے بھی مجھے سرفراز کیا جا رہا ہے۔"

ہنگامہ دار و رسن برپا ہونے سے دو دن قبل جب ان کا غم گسار دوست شیدا ان سے ملاقات کے لیے میانوالی جیل پہنچا تو اسے غمگین دیکھ کر علم دین نے کہا "یار آج تجھے تو میری طرح خوش رہنا چاہیے، اپنے آقا ﷺ کے نام پر کٹ مرنا ایک مسلمان کی سب سے بڑی آرزو ہے اور اللہ پاک کی یہ کتنی بڑی کرم نوازی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں سے اپنے اس حقیر بندے کے ہاتھوں اس ناپاک شیطان کو ختم کرایا اور دیکھو رسول کریم پر قربان ہونے کی میری دلی مراد بھی پوری ہو رہی ہے۔ اس لیے تمام مسلمان بھائیوں تک میری یہ بات پہنچا دو کہ وہ میری موت پر غم نہ کریں بلکہ میرے لیے دعائے خیر کریں۔"

والدین اور عزیز و اقارب سے آخری ملاقات کے موقع پر اپنی والدہ سے کہا کہ وہ ان کا دودھ بخش دے۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہنے لگے "ماں دیکھ تو کتنی

خوش نصیب ہے کہ تیرے بیٹے کو شہادت کی موت مل رہی ہے۔"

انجام کار ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو وہ دن آ پہنچا جس کے لیے علم دین کی جان بے تاب تڑپ رہی تھی۔ رات اس جوان شب زندہ دار نے ذکر الٰہی اور تہجد میں گزار دی اور طلوع سحر پر انتہائی خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز فجر ادا کی تو مجسٹریٹ، داروغہ جیل اور مسلح سپاہیوں کے ہمراہ استقبال کے لیے کوٹھڑی کے دروازے پر موجود تھا۔ مجسٹریٹ نے اس مرد غازی سے پوچھا "کوئی آخری خواہش" تو کہا "صرف دو رکعت نماز شکرانہ کی مہلت۔" اجازت ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد داروغہ جیل سے مخاطب ہوئے جس کی آنکھ بھی آج خلاف معمول نمناک تھی اور کہا "گواہ رہنا! ایک پروانہ رسول کے شوق شہادت اور آخری سجدہ نماز کے" اور پھر سرخوشی کے عالم میں ان کے ساتھ سوئے دار پر چل پڑے۔ اس وقت جیل کے قیدی اپنی کوٹھڑیوں اور بیرکوں میں اس فدائی رسول کی آخری جھلک دیکھنے کے لیے تعظیماً کھڑے تھے اور ساری جیل درود وسلام کے سرمدی نغموں سے گونج رہی تھی۔ رفیقان زنداں کو الوداع اور سلام آخر کہتے ہوئے مقتل میں پہنچ کر جب تختہ دار کو دیکھا تو فرط مسرت سے جھوم اٹھے۔

پھر ساعت سعید کو قریب دیکھ کر تیزی سے تختہ دار کی طرف بڑھے اور وارفتگی شوق میں چاہا کہ پھانسی کے پھندے کو جو وصال حبیب خدا کا مژدہ جاں فزا لے کر نمودار ہوا تھا، خود اپنے ہاتھوں سے گلے میں ڈال لیں لیکن اسے خلاف شریعت جان کر فوراً رک گئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

"لوگو! گواہ رہنا! میں نے ہی راج پال کو حرمت رسول کی خاطر قتل کیا تھا اور آج اپنے نبی پاک کا کلمہ پڑھتے ہوئے ان پر اپنی جان نثار کر رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نوجوان پروانہ نبوت نے دار و رسن کو چوم کر اپنی جان ناموس مصطفی ﷺ پر نچھاور کر دی۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا: "ہم سب باتیں کرتے رہے اور ایک ترکھان کا بیٹا پڑھے لکھوں سے بازی لے گیا۔"

(۵) غازی عبدالقیوم شہید اور گستاخ رسول نتھورام:

غازی عبدالقیوم کا واقعہ شہادت بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے۔ اس نوجوان مرد مجاہد کا تعلق غازی آباد ضلع ہزارہ کے ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن کسے خبر تھی کہ ایک دن تختِ ہزارہ کی شہ نشینی سے بھی اونچا رتبہ شہادت اسے نصیب ہوگا۔ اپنے گاؤں سے وہ تلاش روزگار میں کراچی آیا، جہاں اسے رزق حلال کے لیے گھوڑا گاڑی مل گئی، جس کی آمدن سے وہ اپنی بوڑھی ماں، بیوہ، بہن اور ضعیف چچا اور نوبیاہتا بیوی کی کفالت کر رہا تھا۔ نماز فجر اور عشاء کی نماز وہ اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز امام مسجد نے اہل مسجد کو اشکبار آنکھوں سے بتلایا کہ ایک خبیث ہندو نتھورام نے آقائے نامدار ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ غازی عبدالقیوم نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا اور اس کے تن بدن میں اک آگ سی لگ گئی۔ اسی وقت اس نے صحن مسجد میں اپنے رب سے عہد کیا کہ وہ اس کمینے کافر کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

یہ نتھورام آریہ سماجی ہندو تھا۔ جس نے سال ۱۹۳۳ء میں "ہسٹری آف اسلام" (History of Islam) نامی ایک کتاب لکھی جس میں اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کو ہدف تنقید و ملامت بنایا اور شان رسالت میں گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے، جس سے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا اور سارے شہر میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حکومت نے نقص امن کے اندیشہ سے ملزم کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم کر کے اسے ایک سال قید اور جرمانہ کی سزا دی لیکن مارچ ۱۹۳۴ء میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل پر کراچی کے جوڈیشل کمشنر نے اس کی عبوری ضمانت منظور کر لی۔ نتھورام کا مقدمہ سماعت کے لیے جس دن سندھ چیف کورٹ کے دو انگریز ججوں کی بنچوں کے سامنے پیش ہونا تھا۔ اس دن نتھورام اپنے وکلاء اور ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوا کورٹ روم میں داخل ہوا۔ عدالت کے باہر ہندو اور مسلمان بڑی تعداد میں فیصلہ سننے کے لیے کھڑے تھے۔ مقدمہ کی سماعت سے کچھ دیر قبل شہ عرب و عجم کا یہ نوخیز غلام عبدالقیوم کمرہ

عدالت میں اس ہندو مصنف تھورام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اپنے شکار پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ موقع پاتے ہی اپنے نیفہ میں چھپا ہوا تیز دھار خنجر نکال کر عقاب کی طرح وہ اس پر جھپٹا اور اس ملعون کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اس کی آنتیں باہر نکال دیں۔ تھورام منہ کے بل زمین پر گر پڑا تو اس خیال سے کہیں وہ زندہ نہ بچ جائے۔ اس نے اپنی پوری قوت سے ایک اور وار اس کی گردن پر کیا اور اس کی شہ رگ کاٹ دی۔ اس طرح اس خبیث کا کام تمام کرنے کے بعد نہایت اطمینان اور سکون سے اس نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔ عدالت میں اس واقعہ سے بھگدڑ مچ گئی اور جج بھی اس اچانک واردات سے خوفزدہ اور سراسیمہ ہو گئے۔ عبدالقیوم کے مقدمہ قتل کے دوران جب ملزم کا بیان قلم بند کرتے ہوئے ایک انگریز جج نے اس مردِ غازی سے دریافت کیا کہ اسے اس بھری عدالت میں اس طرح واردات کی جرات کیسے ہوئی؟ تو اس نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم اپنے بادشاہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے، ہم اپنے دین اور دنیا کے شہنشاہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو کیسے معاف کر دیتے۔" اس موذی کو ہلاک کرنے کے بعد نہایت حقارت کے ساتھ اس کی لاش پر تھوکتے ہوئے اس نے کہا تھا "اس خنزیر کے بچے نے میرے رسول ﷺ کی توہین کی تھی، اس لئے میں نے اسے قتل کیا ہے۔" اس نے اپنی طرف سے وکیل صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ اقبال جرم پر سیشن کورٹ سے غازی عبدالقیوم کو سزائے موت سنائی گئی تو وہ نوجوان مردِ مجاہد اپنی خوشی اور مسرت ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار اس کی زبان سے حمد و ثنا کی صدا بلند ہوئی۔ مسلمانوں نے جب اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہی تو اس نے ان سب کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا "آپ لوگ مجھے دربارِ رسول میں حاضری کی سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔"

فروری ۱۹۳۶ء میں کراچی کے مسلمانوں نے ایک وفد علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا تا کہ یہ وفد علامہ اقبال کو اس مقدمہ کی روئیداد تفصیل سے سنا کر درخواست کرے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے وائسرائے ہند کو اس پر

آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا جائے، چنانچہ یہ وزراء جو مولوی ثناء اللہ، عبدالخالق اور حاجی عبدالعزیز وغیرہ پر مشتمل تھا، لاہور میں علامہ اقبال سے جا کر ملا اور تمام تفصیل سنا کر ان سے درخواست کی کہ اگر آپ نے سعی اور ذاتی توجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل کو حکومت ہند ضرور منظور کرلے گی۔

علامہ اقبال وفد کی یہ گفتگو سن کر دس پندرہ منٹ بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان شدت سے منتظر تھے کہ کیا فرماتے ہیں۔ آخر علامہ اقبال کی آواز نے اس سکوت کو توڑتے ہوئے وفد سے پوچھا، کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟ ارکان وفد نے جواب دیا نہیں، اس نے تو ہر موقع پر اپنے اقدام کا اقبال اور اقرار کیا ہے، وہ تو سرعام کہتا ہے میں نے شہادت خریدی ہے، مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ اقبال کا چہرہ تمتما گیا، انہوں نے برہمی کے انداز میں فرمایا جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لیے وائسرائے ہند کی خوشامد کروں جو زندہ رہے تو غازی ہے اور مر جائے تو شہید ہے۔ وفد کے ارکان یہ سن کر پھر کچھ مزید کہنے کی جرات نہ کر سکے اور واپس کراچی آ گئے۔ غازی عبدالقیوم شہید ایک ہفتہ کال کوٹھڑی میں قید رہے اس دوران بہت فربہ اور موٹے ہو گئے جیل سپرنٹنڈنٹ بھی ان کے بڑھتے ہوئے وزن پر تشویش میں مبتلا تھا۔ تحقیق پر ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ حد درجہ خوشی اور مسرت میں مبتلا ہے اس وجہ سے اس کا وزن بڑھ گیا ہے۔

غازی عبدالقیوم شہید کو جس دن پھانسی دی گئی کراچی کی تاریخ میں وہ روز مسلمانوں کے لئے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا، ہر مسلمان کے دل میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش ناموس رسالت کے تحفظ کے جرم میں یہ شہادت مجھے میسر آتی۔

لاکھوں افراد نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی، ناموس رسول ﷺ پر اپنی

جان نچھاور کرنے والا غازی عبدالقیوم شہید کو بڑی عزت وتکریم کے ساتھ میوہ شاہ کے علاقہ کے قبرستان میں ایک خاص چار دیواری کے اندر دفن کیا گیا، اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں، اس شہید کی قبر پر جس نے ناموس پیغمبر ﷺ کی خاطر اپنی جان نچھاور کر کے ابدی زندگی کو پالیا۔

فنافی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا، اسے جینا نہیں آتا

☆

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور موت کیا شے؟ فقط عالم معنیٰ کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں حرف لا تدع مع اللہ الٰہا اخر

(علامہ اقبال)

(۶) غازی محمد حنیف شہید اور گستاخ رسول عیسائی عورت:

غازی محمد حنیف شہید نے اپنی بے مثال وفاؤں کا باب مسلم ریاستی دارالحکومت ''بھوپال'' میں رقم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وسط ہند کے اس تہذیبی شہر میں ایک گرلز ہائی سکول کی انگریز ہیڈ مسٹریس نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت مدرسہ کی صفائی کے بہانے قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق ایک خاکروب کے ہاتھوں کوڑے میں ڈلوائے اور جب اس پر احتجاج کیا گیا تو اس بدزبان و بدنصیب عورت نے قرآن پاک، دین متین اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں نازیبا اور اشتعال انگیز الفاظ کہے۔ بھوپال کے ایک غیرت مند نوجوان محمد حنیف نے جو پیشے کے اعتبار سے قصاب تھے، انگریز عورت کو راستے میں روک لیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی اس ناپاک جسارت اور شیطانی حرکت پر شہر کے مسلمانوں سے معافی مانگے اور اعلان توبہ کرے۔ حکومت کے نشہ میں چور اس بنت ابلیس نے یہ مطالبہ ٹھکرا دیا اور مجاہد ملت کے ہاتھوں انجام کو پہنچی۔ غازی محمد حنیف اس غلط کار عورت کو کیفر کردار تک پہنچا کر تھانے میں حاضر ہو گئے۔ اقبال فعل کیا اور تمام عدالتوں میں اعتراف

حقیقت بیان فرمائی۔ کچھ عرصہ جیل میں گزارا۔ مقدمہ کی سماعت ہوئی اور محمد حنیف کو پھانسی کی سزا سنادی گئی۔

(۷) غازی محمد صدیق اور گستاخ رسول ہندو پالا مل:

غازی محمد صدیق فیروز پور ضلع قصور کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں نے بڑے لاڈ پیار سے بیٹے کی پرورش کی اور ساتھ ساتھ صحیح تربیت بھی۔ سال ۱۹۳۴ء میں یہ نوخیز بچہ جب بیس برس کا ہوا تو اسے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ہوا کہ قصور کے ایک دریدہ دہن گستاخ پالا مل زرگر کا منہ بند کیا جائے۔ یہ بشارت ملتے ہی نوجوان غازی تڑپ کر بیدار ہوا تو اس کے ساتھ اس کا مقدر بھی جاگ اٹھا۔ اس نے ماں کو یہ خوشخبری سنائی تو ماں نے خوشی سے لختِ جگر کا ماتھا چوما اور شہادت کے الفت کی طرف اسے روانہ کیا۔ قصور پہنچ کر اس مرد غازی نے اس گستاخ رسول ﷺ پالا مل کو راستہ ہی میں دبوچ لیا اسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے اور تیز دھار آلہ (رمبی) سے پے در پے وار کر کے اس موذی کو ہلاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہونے کی بجائے قریب ہی کی مسجد میں جا کر پہلے نماز شکرانہ ادا کی اور پھر مسجد کی سیڑھیوں پر اس شان اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے کہ کسی ہندو کو ان کے پاس آنے کی جرات نہ ہو سکی۔ فیروز مندی ان کے قدم چوم رہی تھی۔ حسب معمول انگریز کا قانون حرکت میں آیا اور اس مرد مجاہد کا مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا۔ غازی موصوف کی جانب سے میاں عبدالعزیز مالوڈہ اور نو مسلم بیرسٹر خالد لطیف گابا نے مقدمہ کی پیروی کی۔ لیکن چونکہ آپ نے عدالت کے روبرو پوری جرات کے ساتھ اعتراف قتل کر لیا تھا، اس لیے سزائے موت سنائی گئی۔ ہائی کورٹ نے بھی سیشن جج کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

آفرین ہے اس ماں پر جس نے یہ فیصلہ سن کر ایک بار پھر اپنے بیٹے کا ماتھا چوما اور کہا یہ ایک بیٹا تو کیا ایسے بیس بیٹے بھی ہوتے تو میں ان سب کو اپنے آقا ﷺ کے نام پر قربان کر دیتی۔ بیٹے نے بھی یہی کہا کہ یہ ایک جان کیا چیز ہے ایسی ہزار جانیں

میرے آقا ﷺ کی خاک پر نثار ہیں۔ ۶ مارچ ۱۹۳۵ء کو یہ پروانہ رسالت بھی درود و سلام کی سوغات لے کر اپنے آقا ﷺ کے قدموں میں جا پہنچا۔

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں تیرے نام پر سب کو وارا کروں میں

(پندرھویں صدی کے مجدد مفتی اعظم مصطفی رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۸) غازی عبداللہ شہید اور گستاخ رسول چلچل سنگھ:

یہ بھی تقسیم ہند سے قبل غالباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے ایک بد بخت سکھ چلچل سنگھ شیخوپورہ کے گرد و نواح میں نبی کریم ﷺ کے خلاف یاوہ گوئی کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتا پھرتا تھا۔ قصور کے رہنے والے ایک جیالے جوان عبداللہ کو سرکار رسالت مآب ﷺ نے خواب میں حکم دیا کہ وہ اس گستاخ کا منہ بند کرے چنانچہ کسی سے اس خواب کا ذکر کیے بغیر وہ شوریدہ سر آتش بجاں اٹھ کھڑا ہوا اور اس مردود کی تلاش میں نکل پڑا معلوم ہوا کہ وہ خبیث شیر خان میں رہتا ہے جو اس وقت سکھوں کا گڑھ تھا۔ بستی کے قریب پہنچ کر مزید دریافت پر پتہ چلا کہ وہ اپنے کنویں پر بیٹھا کسی کام میں مشغول ہے۔ اس کے قریب ہی سکھوں کا جتھہ مصروف گفتگو تھا۔ غازی عبداللہ نے ایک نظر میں اس دشمن دین کو پہچان لیا۔ انہیں محسوس ہوا کہ ان کے جسم میں غیر معمولی طاقت بجلی بن کر دوڑ رہی ہے۔ چلچل سنگھ پر وہ جھپٹ کر حملہ آور ہوئے اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ کر پوری قوت سے اس کی شہ رگ کاٹ دی اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس ناگہانی حملہ کو دیکھ کر پاس ہی بیٹھے ہوئے سکھ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، یہ مرد غازی اپنے آقا ﷺ کے فرمان کی تعمیل کے بعد وہیں رب کے حضور سر بسجود ہوا کہ اس مہم کو کامیاب فرما کر اسے سرفرازی بخشی اور سرخرو کیا۔ موقع واردات پر جب پولیس پہنچی تو اس مرد مجاہد کو وہیں موجود پایا جس کے لبوں سے درود وصلوۃ کے نغمات نکل کر فضا میں تحلیل ہو رہے تھے۔ چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ شیخوپورہ کے معروف وکیل ملک انور مرحوم نے مقدمہ کی پیروی کی عبداللہ غازی کو سزائے موت سنائی گئی تو ایک مرتبہ پھر سجدہ شکر بجا لائے کہ انہیں

بھی شہیدان رسالت ﷺ کی صف میں جگہ مل رہی ہے۔ جس پر جتنا بھی فخر و ناز کیا جائے کم ہے۔ بال آخر اس شہید ناز کو بھی بارگاہ مصطفوی ﷺ میں باریابی کی سعادت نصیب ہوئی۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
وہ جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

(۹) غازی عبدالرشید اور گستاخ رسول سوامی شردھانند:

غازی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی بھی سر فروشان ملت میں ہمیشہ نمایاں رہے گا، جس نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی کے چیلے سوامی شردھانند جیسے خبیث شاتم رسول کو دہلی میں موت کے گھاٹ اتارا اور راہ عشق رسول ﷺ میں اپنی جان نثار کر کے بارگاہ نبوت ﷺ میں سرخرو اور سرفراز ہوا۔ شردھانند جس کا اصلی نام لالہ منشی رام تھا، مشرقی پنجاب کا رہنے والا آریہ سماج کا پرجوش رکن تھا۔ اس نے عرصہ سے دلی میں سکونت اختیار کر رکھی تھی اور یہیں سے اس نے شدھی کی آگ بھڑکانے کے لیے اردو میں روزنامہ ''تیج'' اور اس کے بیٹے نے ہندی زبان میں روزنامہ ''ارجن'' جاری کیا تھا۔

(۱۰) حیدرآباد سندھ کے غازیان ملت:

پکا قلعہ حیدرآباد (سندھ) میں قیام پاکستان سے فقط ایک برس قبل ۱۹۴۶ء میں ہندو جن سنگھیوں کا ایک بڑا اجتماع تھا۔ اس میں آٹھ ہزار ہندو شریک تھے۔ مذکورہ جلسے میں ملت اسلامیہ کو نہ صرف غلیظ گالیاں دی گئیں بلکہ ان کے ایک گرو نینوں مہاراج نے، نبی اکرم ﷺ کی شان مبارک میں بھی گستاخانہ باتیں کیں۔ اس بات نے تین نمبر تالاب کے مسلمان نوجوانوں کو بے تاب کر دیا جب یہ پچیس نوجوان حرمت نبی ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کا جذبہ لیے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور نعرہ تکبیر بلند کیا تو جلسے میں بھگدڑ مچ گئی۔ عاشقان مصطفی ﷺ نے بے تحاشا ڈنڈے اور لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ اسی اثناء میں نینوں مہاراج، ایک جوشیلے نوجوان عبدالخالق قریشی ولد محمد ابراہیم

قریشی کے سامنے آ گیا۔ نوجوان نے اس بے غیرت ملیچھ کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ وار کاری ثابت ہوا اور شاتم رسول اپنے ہی پیروکاروں کے درمیان تڑپ تڑپ کر جہنم رسید ہو گیا۔ جن سنگھی بدحواس ہو کر اپنی لاٹھیاں، جوتیاں، تلواریں اور دوسرے ہتھیار چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس واقعے میں حصہ لینے والے چند معلومات خوش قسمت اشخاص مندرجہ ذیل ہیں:

☆ حاجی محمد بخش عرف مموشیدی ☆ اللہ واریہ شیدی ☆ محمد علی شیدی ☆ علی مراد شیدی ☆ لکھا نوالو ☆ صدیق گودز ☆ نبی بخش عرف نبو ☆ مہر محمد عرف مہرل ☆ اللہ ڈنو شیدی ☆ رحیم بخش ابراہیم حجام ☆ عبدالخالق قریشی ☆ لالہ مجیدی پسڑوی۔

(۱۱) غازی زاہد حسین اور گستاخ پادری سیموئیل:

سال ۱۹۶۱ء میں ایک عیسائی مبلغ پادری سیموئیل نے مغلپورہ ورکشاپ میں دوران تبلیغ آنحضور ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ زاہد حسین اور اس کے ساتھیوں نے سیموئیل کو سختی سے منع کیا کہ وہ اپنی ہرزہ سرائی بند کرے، لیکن وہ شیطان اپنی شرارت سے باز نہ آیا۔ جس پر زاہد حسین نے مشتعل ہو کر اس گستاخ رسول کا سر پھاڑ دیا جس کے نتیجہ میں وہ بدبخت ہلاک ہو گیا۔ زاہد حسین نے عدالت کے روبرو اعتراف قتل کر لیا جس پر اس کو اشتعال انگیزی کی بنا پر صرف جرمانہ کی سزا دی گئی۔ اس کے خلاف ہائی کورٹ میں نگرانی دائر کی گئی جو خارج ہوئی۔ اس مقدمہ کی پیروی ڈاکٹر جاوید اقبال ریٹائرڈ جج سپریم کورٹ نے کی جو اس وقت پیشہ قانون سے وابستہ تھے۔ اور ان کی معاونت عزیز میاں شیر عالم نے کی تھی۔

سال ۱۹۶۴ء میں اسی غازی زاہد حسین کو جب یہ معلوم ہوا کہ لاہور کی ایک عیسائی مشنری کی مشہور دکان پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی میں ایک رسوائے زمانہ کتاب ''اثمار شیریں'' فروخت ہو رہی ہے۔ جس میں رسول کریم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز مواد موجود ہے۔ اس پر یہ مرد غازی ایک بار پھر تڑپ اٹھا اور اپنے معتمد ساتھی الطاف حسین شاہ

کے ساتھ مل کر اس نے بائبل سوسائٹی کی اس دکان میں، جہاں یہ کتاب فروخت ہو رہی تھی ، آگ لگا دی اور اس کے مینجر ہیکٹر گوہر مسیح پر الطاف حسین شاہ نے پستول سے قاتلانہ حملہ کر دیا لیکن وہ بال بال بچ گیا علاقہ مجسٹریٹ نے دونوں کو تین تین سال سزائے قید سنائی اور ایڈیشنل جج لاہور نے اس سزا کو بحال رکھا۔ اس فیصلے کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں نگرانی دائر ہوئی۔ زاہد حسین کے عزیزوں کو، جو اس مقدمے کی پیروی کر رہے تھے، خواب میں بشارت ہوئی کہ وہ میاں شیر عالم ایڈووکیٹ کو ملزمان کی جانب سے وکیل مقرر کریں چنانچہ ان کی جانب سے میاں شیر عالم اور استغاثے کی جانب سے مسٹر جرمی ریٹائرڈ پبلک پراسیکیوٹر پیش ہوئے۔ مقدمہ جب جسٹس شیخ شوکت علی کے سامنے پیش ہوا تو فاضل جج نے مسٹر جرمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اگرچہ کہ وہ خود ایک گناہ گار مسلمان اور مذہبی رواداری کی حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں، لیکن وہ اس کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جو قابل اعتراض باتیں منسوب کی گئی ہیں، وہ ان کے لیے بھی ناقابل برداشت ہیں، جنہیں پڑھ کر ان کا خون بھی کھول رہا ہے۔ اس لیے انہوں نے ملزم کو مزید قید میں رکھنے سے انکار کر دیا اور حکومت کو ہدایت کی کہ وہ اس کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے۔ یہ واقعات "ناموس رسالت" قانون توہین رسالت اور "ماہنامہ مسیحائی، ناموس رسالت نمبر" سے لیے گئے ہیں۔

(۱۲) گستاخ پادری کا انجام:

یہ ایمان فروز اور عبرت انگیز واقعہ جسے اب ۱۰۷ برس گزر گئے ہیں۔ غالباً انیسویں صدی کے آخری سال کا واقعہ ہے واقعہ کے راوی حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ ہیں اور واقعہ کے ناقل حکیم اہلسنت، محسن اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

"امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے کھڑا ہو کر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور وہ (پادری) دوران تقریر حضور پرنور

نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ادب و احترام سے نہیں لیتا تھا۔ سامعین میں ایک بھنگڑا اس حالت میں کھڑا تھا کہ بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کاندھے پر تھا۔ اس خوش بخت نے کہا "پادری ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں تو بھی ہماری سچی سرکار ﷺ کا نام ادب سے لے۔"

مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو اس عالی ہمم (بلند ہمت والے) نے پھر ٹوکا۔ جب پادری نے تیسری بار بھی اسی طرح نام لیا تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹتا تھا اس زور سے پادری کے سر پر دے مارا کہ پادری کا سر پھٹ کر مغز باہر آ گیا اور وہ مردود بیان دیئے بغیر واصل جہنم ہوگیا۔ یہ عاشق صادق پکڑا گیا، موت کی سزا ہوئی، اپیل ہوئی انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے کوئی مولوی نہیں۔ مولوی اور پادری کی کوئی باہمی رنجش ہو سکتی ہے بھنگڑ سے پادری کی دیرینہ یا تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔"

لمحہ فکریہ:

اس واقعے کے نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ وہ پادری حضور ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہہ رہا تھا صرف حضور پاک ﷺ کا اسم مبارک اسلامی آداب سے نہیں لیتا تھا یعنی اسمٰعیل دھلوی کی طرح "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (نقل کفر کفر نباشد) یعنی پادری صرف "محمد صاحب" کہہ رہا تھا اور اس تکیہ والے عاشق صادق کو یہ بات بھی ناگوار گزری اور اس نے اپنے مذہب اور عشق کا جھنڈا بلند کر دکھایا۔

قلب عاشق میں مفتی رہتا ہے:

عاشقان سید ابرار ﷺ کسی عالم و مفتی سے پوچھے بغیر ہی ادب نہ کرنے والے کو جہنم رسید کر دیتے ہیں تو کوئی گستاخ ان کے خنجروں سے کیونکر بچ سکتا ہے ان کا مفتی ان کا

وجدان ہوتا ہے۔ ان کا پیر و مرشد ان کا جذبہ عشق ہوتا ہے لہٰذا ایسے ''ان پڑھ'' غازیوں کا یہ کام ہمیشہ لائق تقلید ہوتا ہے کفار کی حکومت میں تو اسی طرح ہونا چاہیے اور ہوتا رہا، مسلمانوں کی حکومت میں یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سچی شہادتوں کے بعد گستاخ رسول کے قتل کا حکم صادر کرے تاکہ مزید الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا نہ ہوسکیں۔

(''کچھ باتیں۔ کچھ یادیں۔ گستاخ رسول کی سزا قتل'' مرکزی مجلس رضا۔ لاہور صفحہ ۸۔۹۔۱۰)

عیسائیوں سے توہین رسالت کا صدور:

گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے دوران مسلمانوں اور مسیحی یورپ کے درمیان صلیبی جنگوں نے کلیسا کے کارپردازوں کے دلوں میں اسلام اور شارع اسلام ﷺ کے خلاف نفرت کے جذبات کو مزید بھڑکا دیا تھا۔ اس دور میں عیسائی پادریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تحریر کی جانے والی کتابوں میں سرور کائنات، محسن انسانیت ﷺ کے خلاف بے حد اہانت آمیز اور گھٹیا الزام تراشی پر مبنی تحریریں ملتی ہیں۔ جب دنیا پر عیسائیوں کا تسلط تھا تو اس وقت انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک کو بری طرح مسخ کر دیا۔ مثلاً انگریزی زبان میں محمد'' ﷺ کو بگاڑ کر Mohomet بنا دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر ان خبیثوں نے Muhammaed تلفظ بھی کیا اور Mahound بھی تلفظ کیا۔ ماہاؤنڈ مشتق ہے Me-Hound سے۔ ہاؤنڈ کے معنی ہیں شکاری کتا اور می کے معنی ہیں میرا۔ فخر موجودات ﷺ کی شان میں عیسائی حضرات یہ گستاخی صدیوں سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ''Mahound'' کا لفظ اب بھی انگریزی زبان کی بڑی بڑی لغات میں موجود ہے۔

مسلم اسپین کی تاریخ میں ایک جنونی پادری نے مسیحی نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل ایک گروہ تشکیل دیا تھا جنہیں تربیت دی جاتی تھی کہ وہ نماز جمعہ کے فوراً بعد قرطبہ کی جامع مسجد کے بیرونی دروازے پر کھڑے ہوکر جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں

گستاخانہ کلمات (معاذ اللہ) کہیں ایسے مسیحی گستاخان رسول کو جنت کی بشارت دی جاتی تھی، مسلمان شاتمان رسول کو پکڑ کر قرطبہ کے قاضی کے حوالے کر دیتے۔ قاضی کے سامنے جرم کا اعتراف کرنے والوں کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ اس وقت ختم ہوا جب اس بڈھے جنونی پادری کو سزائے موت ہوئی۔ مشہور یورپی مورخین سٹینلے لین پول، ڈوزی، واشنگٹن ارونگ اور پی۔ کے۔ ہٹی نے اس گروہ کو جنونی قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔

پروفیسر فلپ۔ کے۔ ہٹی (Hitti.Philip k) دور حاضر میں عربی زبان اور تاریخ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ وہ پرنسٹن یونیورسٹی میں اسلامی ادب کے پروفیسر رہے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں "اسلام اور مغرب" کے عنوان سے امریکہ میں ان کی ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس کتاب کا چوتھا باب "اسلام مغربی لٹریچر میں" کے نام سے ہے۔ جس میں انہوں نے اسلام، اسلامی تاریخ اور اسلامی شخصیات کے بارے میں ۲۹ اقتباسات نقل کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "قرون اولی و وسطیٰ کے مغربی لٹریچر میں پیغمبر اسلام ﷺ کو عام طور پر (نعوذ باللہ، العیاذ باللہ) جعل ساز (Impster) جھوٹے رسول کی حیثیت سے متعارف کروایا جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) قرآن ایک بناوٹی کتاب اور اسلام ایک نفس پرستانہ طریق حیات ہے۔

فلپ۔ کے۔ ہٹی نے شام کے مشہور عیسائی عالم سینٹ آف دمشق (۷۴۹ء) کا ذکر کیا ہے جو بازنطینی روایات کا بانی تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں اسلام کا تعارف ایک بت پرستانہ مذہب کی حیثیت سے کیا ہے جس میں (نعوذ باللہ) ایک خود ساختہ رسول کی پرستش ہوتی ہے۔ اٹلی کے مشہور شاعر دانتے (۱۳۲۱ء) نے "ڈیوائن کامیڈی" میں (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بے حد اہانت آمیز طریقے سے کیا ہے۔ بازنطینیوں میں پہلا شخص جس نے حضرت محمد ﷺ کا باقاعدہ ذکر کیا اور اسلام پر گفتگو کی وہ مورخ تھوفین (-phaneTheo) تھا، جس کی موت ۸۱۸ء میں ہوئی۔ وہ بغیر کسی حوالے کے حضرت محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) مشرقی باشندوں کا حکمران اور خود ساختہ رسول

لکھتا تھا۔ قرطبہ کا ایک بشت یولوگیس (Eulogius) جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اپنے بغض کا اظہار بے حد توہین آمیز طریقے سے کرتا تھا۔ عیسائی عالموں نے ایک مضحکہ خیز کہانی ایجاد کی کہ اسلام کے بانی ﷺ نے ایک سفید کبوتر کو تربیت دے رکھی تھی تاکہ وہ ان کے کندھے پر بیٹھا رہے اور کان کے اندر پڑے دانے کو چگنے کے لئے کان میں چونچ مارتا رہے۔ اس سے وہ عیسائیوں کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ کبوتر کے ذریعے روح القدس ان کو الہام کر رہا ہے۔ یہ بے ہودہ افسانہ اس قدر مشہور ہوا کہ وہ انگریزی ادب میں شامل ہوگیا۔ چنانچہ شیکسپیئر نے اپنے ایک کردار کے ذریعے اس کہانی کو دہرایا ہے۔ الزبتھ دور (اول) کا ایک نامور مصنف فرانسس بیکن اپنے مضامین میں پیغمبر اسلام ﷺ کو سخت تضحیک اور استہزاء کا نشانہ بناتا تھا۔ ۱۶۷۹ء میں ایک انگلش پادری لانس لاٹ ایڈیسن نے ایک کتاب لکھی جس کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ اسلام ایک مکارانہ مذہب کا معیاری نمونہ ہے۔

فرانس کا مشہور ادیب والٹیر اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود ۱۷۴۲ء میں شائع ہونے والی ''ٹریجڈی'' میں رسول عربی ﷺ کا ذکر بے حد قابل اعتراض پیرائے میں کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے معروف مستشرق ولیم میور نے حضور اکرم ﷺ کی حیات پر ''لائف آف محمد ﷺ'' کے نام سے لکھی جانے والی کتاب میں آپ ﷺ کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخیاں کی ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ کے دور میں برصغیر پاک و ہند میں آنے والے عیسائی مشنری اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف نازیبا حملے کرتے تھے۔

(ماخوذ ماہنامہ میحائی ناموس رسالت نمبر)

گستاخی اور اہانت کی مستقل عالمی مہم کیوں ہے؟

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کا اعتراف ہے کہ ''امریکہ میں دین اسلام سب سے تیزی سے پھیل رہا ہے'' مائیکل۔ ایچ۔ ہارٹ کی کتاب جس کا اقتباس نیچے مندرج ہے، کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کو جو فخر حاصل ہوا اس سے دنیائے عیسائیت بہت مضطرب نظر

آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی دل آزاری کا ہر ممکن سامان مغرب کے ادیبوں اور صحافیوں کے پاس موجود ہے۔

امریکی مصنف مائیکل۔ ایچ۔ ہارٹ H HARTMICHAEL. اپنی کتاب دی ہنڈریڈ اے رینکنگ آف دی موسٹ انفلشینل پرسنز ان ہسٹری میں لکھتا ہے۔

The hundred)100(a ranking of the most influential persons in history "my choice of muhammad to lead the list of the world s most influential persons may surpise same readers and may be questioned by others but he was the only man in history who was supermely successful on both religious and secular.

(page 33 newyork 1989)

بیسویں صدی کے وسط میں پروفیسر فلپ۔ کے۔ ہٹی نے بھی دنیا ئے عیسائیت کے خوف میں مبتلا ہونے کا تذکرہ کیا ہے کہ اسلام کے ساتھ پیش آیا۔ بنیادی طور پر اس کی وجہ خوف، دشمنی اور تعصب تھا جس نے اسلام کے بارے میں مغرب کے نکتہ نظر کو متاثر کیا۔"

مسلمان کیوں اپنے آقا ﷺ سے اس قدر عشق رکھتے ہیں کہ ادنی سے ادنی گستاخی اور اہانت کا کوئی بھی کلمہ برداشت نہیں کرتے؟ آیئے...... محترم قارئین سطور ذیل میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

عشق رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ جل شانہ عز اسمہ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمہ گیر محبوبیت سے آراستہ اور فضائل وکمالات سے پیراستہ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات میں کثرت فضائل محبوبیت کے دلائل کی بنیاد ہیں۔ تمام محاسن وفضائل اور کمالات ومعجزات وکرامات

آپ ﷺ میں جمع ہیں۔ لوگ عزت و اکرام کے طالب ہوتے ہیں، لیکن بارگاہ محبوب ایزدی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عزتوں، کرامتوں، اور فضیلتوں کو آپ کی ذات مطلوب ہے۔ جب ہی جمیع خلائق کے نزدیک محبوب ہیں، آپ کی محبت سے کیوں نہ دامن بھرا جائے، کہ پھر مزید دامن میں کچھ اور سماتا ہی نہیں عشق رسول کا سرمایہ ہی دونوں جہاں میں کفایت کے لیے کافی ہے۔

ہر کہ عشق مصطفی سامان اوست　　بحر و بر در گوشہ دامان اوست

(مفہوم) جسے آپ ﷺ کا عشق حاصل ہوگیا تھا تو اس کے دامن کے ایک گوشہ میں خشک وتر یعنی تمام بر اعظم بیکراں سمندر سما گئے۔ اللہ تعالیٰ کا عرفان بھی محبت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں، محبت رسول کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور ذات رسول ﷺ تو عین ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان ہے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ　　ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں　　اور ایمان یہ کہتا ہے کہ میری جان ہیں یہ
(حدائق بخشش)

جن کے دلوں میں شمع عشق رسالت فروزاں ہو، وہ قلوب نہ صرف پاکیزہ اور اجلے ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو اجالا عطا کردیتے ہیں۔ راقم کے اس جملہ کو بغور پڑھ کر اور سمجھ کر سطور ذیل میں مندرج واقعات کا مطالعہ کیجیے۔

پہلا واقعہ:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد یہ روایت بیان کی کہ قریش مکہ نے جب مجھے صلح حدیبیہ کے لیے اپنا سفیر و نمائندہ بنا کر بھیجا تو میں بارگاہ شاہ کونین ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے جماعت صحابہ کی رسول اللہ سے وارفتگی و وابستگی کو دیکھا کہ رسول اللہ کے پیروکار نہ صرف آپ سے والہانہ محبت رکھتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے ادب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ جب رسول اکرم، نور مجسم ﷺ وضو

فرماتے ہیں تو صحابہ کرام مستعمل آب وضو کے حصول کے لئے لپکتے اور تیزی سے آگے بڑھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ آپس میں لڑ پڑیں گے، وضو کا پانی زمین پر گرنے سے قبل ہی صحابہ کے ہاتھوں پر آ جاتا ہے جسے وہ برکت کے لیے پیتے ہیں اور منہ پر مل بھی لیتے ہیں جسے یہ چند قطرے نہیں ملتے وہ دوسرے کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو مس کر کے ہی برکت حاصل کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ جب خطاب فرماتے ہیں تو اس طرح با ادب بیٹھتے اور ہمہ تن گوش ہوتے ہیں کہ کوئی حرکت بھی نہیں کرتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، تعظیم ایسی کرتے ہیں کہ اپنے آقا کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے جب حکم ملے تو پھر تعمیل میں تعجیل کرتے ہیں۔ یہ سروے کرنے والا نمائندہ قریش واپس جا کر قریش سے کہتا ہے "اے رؤساء قریش! میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ان کی (محمد رسول اللہ ﷺ) مخالفت چھوڑ دو، ان کا دین پھیل کر ہی رہے گا، وہ ہر طرف چھا جائیں گے۔ اس لئے کہ میں اکثر اہل مکہ کا سفیر و نمائندہ بن کر بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے قیصر و کسریٰ کے درباروں کو دیکھا ہے میں نجاشی کے یہاں بھی گیا ہوں مگر کسی بھی فرمانروا کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جیسی تعظیم اپنے آقا کی جماعت صحابہ کرتی ہے۔" حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قبولیت اسلام کے لئے یہی امر باعث کشش ہوا۔ یہ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ (۳۲)

دوسرا واقعہ:

ثمامہ بن اثال بن نعمان حنفی جو نجد کا سردار اور یمامہ کی زرعی زمین پر گندم اور جو کی پیداوار کا مالک و مختار تھا۔ صحابہ کرام کے ہاتھوں اثنائے راہ (سفر میں) گرفتار ہو گیا۔ یہ ثمامہ انتہائی مغرور، ظالم، اور سفاک تھا۔ مسلمانوں کو اس نے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس قیدی کے قریب تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ! تمہارا کیا حال ہے؟ ثمامہ خود کہتے ہیں کہ میں نے نہایت نفرت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا اور کہا کہ مجھے قتل کر دو میں اس طرح قیدی نہیں رہنا چاہتا، اگر مجھے قتل کرو گے تو ٹھیک فیصلہ ہو گا کہ میں ایک

خونی اور قاتل ہوں میں نے کئی اصحاب کو قتل کیا ہے اور اگر مجھے معاف کرو گے تو میں شکر گزار رہوں گا اور تمہارے شہر میں اناج کا ڈھیر لگا دوں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی یہ باتیں تحمل سے سن کر بغیر کچھ ارشاد فرمائے اپنے حجرہ مبارکہ میں لوٹ گئے۔ ثمامہ قید میں جماعت صحابہ کے انداز کو، توقیر رسول، ادب اور دیگر معمولات کو ملاحظہ کرتے رہے۔ ہر نماز کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے اور ثمامہ کا حال پوچھتے۔ ثمامہ کو باندھی ہوئی سخت موٹی موٹی رسیوں کو حضور نے ڈھیلا کروا دیا۔ ہر مرتبہ پوچھنے پر ثمامہ یہی کہتے کہ مجھے قتل کر دو یا چھوڑ دو، چھوڑ دو گے تو مال دوں گا۔ اصحاب صفہ سے حضرت ابوہریرہ کہتے تھے کہ ہم ثمامہ کو قتل کر کے کیا کریں گے خدا کی قسم اس کے فربہ اونٹوں کا گوشت اس چھوڑ دینے کے بدلہ میں ملتا ہے تو بہتر ہے۔ دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثمامہ کی رہائی کا فیصلہ سنا دیا اور فرمایا ثمامہ! میں نے تمہیں معاف کیا۔ ثمامہ رہا ہوتے ہی مدینہ کے کسی باغ میں جا کر غسل کر کے حضور کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد ﷺ! مجھے آپ سے اور آپ کے دین سے نفرت تھی اور کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ برا معلوم نہ ہوتا تھا مگر اب یہ حالت ہے کہ کسی کا چہرہ محبوب نہیں بس آپ ہی کا حسن و جمال ہے کسی کا دین عزیز نہیں بس آپ کا دین عزیز ہے اور نہ کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے رہائی کا حکم دیا میں کہاں جاؤں؟ میں تو وہ اسیر ہوں جو تمام عمر بخوشی آپ کا اسیر رہنا چاہتا ہوں۔ ثمامہ نے اسلام قبول کیا اور حضور سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپ نے طریقہ تعلیم فرمایا یہ عمرہ کے لیے جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے کہا کہ ثمامہ بے دین ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول کی تصدیق کی ہے میں مسلمان ہوں میں حبیب خدا پر ایمان لے آیا ہوں پھر ثمامہ نے قسم کھا کر کہا اب یمن میں تمہیں ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک میرے آقا محمد الرسول ﷺ اس کی اجازت مجھے نہ دیں۔ یہ اپنے شہر لوٹ گئے اور غلہ مکہ جانے سے روک دیا، قریش سخت مصیبت میں گرفتار ہوئے پھر انہوں نے ایک خط حضور رحمتہ للعالمین کو لکھا اور اپنی قرابت کا واسطہ دیا، پھر حضور نے کرم فرمایا اور ثمامہ کو حکم دیا کہ اہل مکہ کا اناج نہ روکیں۔ (۳۳)

معلوم ہوا کہ:

عشق رسول ﷺ کا دل میں اجالا ہو تو یہی اجالا دوسرے کو روشن کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں والہانہ محبت رسول کا چراغ روشن تھا اور اسی چراغ کی روشنی نے حضرت عروہ بن مسعود اور ثمامہ بن اثال حنفی بن نعمان (رضی اللہ عنہما) کو بھی عشق رسول کی روشنی اور ایمان کی چاشنی عطا کر دی۔

عشق رسول ﷺ...... دین کا تقاضا ہے۔

عشق رسول ﷺ...... صراط مستقیم ہے۔

عشق رسول ﷺ...... ملت اسلامیہ کے لئے عزت کا نشان ہے۔

عشق رسول ﷺ...... جسم و جان کا تقاضا ہے۔

عشق رسول ﷺ...... مسلمان کی بقاء کا ضامن ہے۔

عشق رسول ﷺ...... دنیا میں اقتدار و اختیار عطا کرتا ہے۔

عشق رسول ﷺ...... میدان جنگ میں فتح مندی عطا کرتا ہے۔

عشق رسول ﷺ...... متاع زندگی ہے۔

عشق رسول ﷺ...... حسن بندگی ہے۔

عشق رسول ﷺ...... روز محشر عزت و وقار عطا کرتا ہے۔

تلك عشرة كاملة اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کا ایک ہی معیار۔

آیت مقدسہ:

قل ان كان اباؤكم و ابناؤكم و اخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ

احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصو حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین (۳۴)

پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (۳۵)

ہر انسان کے اندر والدین، اولاد، بھائی، بہن، بیوی خاندان کے دیگر افراد، مال ومتاع، زمین و جائیداد اور تجارت وغیرہ سے محبت پائی جاتی ہے، یہ محبت طبیعت کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے اسی لیے اسے فطری یا طبعی محبت کہتے ہیں۔ متذکرہ آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ عزاسمہ نے خبردار فرمایا ہے کہ تمہارے اندر ان سب چیزوں کی محبت اللہ اور اس کے محبوب معظم ﷺ کی محبت پر غالب آجائے تو سمجھ لو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے غضب کو خود ہی دعوت دے دی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے علیحدہ وجدا معیار ارشاد نہیں فرمائی، بلکہ ایک ہی معیار ارشاد فرمایا حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں "رسول اللہ ﷺ سے محبت اس قسم کی چاہیے جس قسم کی محبت اللہ سے ہوتی ہے یعنی عظمت واطاعت والی، یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے ساتھ ساتھ حضور سے محبت کرنی شرک نہیں بلکہ ایمان کا رکن ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ دل میں حضور کی محبت نہ ہونا کفر ہے کیونکہ اس پر عذاب کی وعید ہو رہی ہے۔" (۳۶)

مومن کے لئے آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت فرض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی کرنا یا اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہونے کا دعویٰ کرنا دونوں ہی کا انحصار نبی کریم ﷺ کی محبت واتباع پر ہے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ (صحابی رسول کا عقیدہ):

یا خاتم الانبیآء انك مرسل بالحق کل هدی السبیل هدٰا کا

ان الله بنی علیك محبته فی خلقه و محمد سما کا

ترجمہ: اے خاتم الانبیاء! آپ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے، راہ حق کی ہدایت آپ ﷺ ہی کی ہدایت ہے۔ اللہ نے آپ کے اوپر اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد رکھی اور آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ رکھا۔ (۳۷)

رسول اکرم نور مجسم ﷺ سے محبت رکھنا، والدین و اولاد اور جان و مال سب پر مقدم ہے، محبت رسول ﷺ کے سامنے کوئی شے قیمتی نہیں، اس لئے کہ آپ سے محبت ہی سب سے قیمتی متاع ہے کہ آپ ہی وجہ تخلیق کائنات ہیں اور مرکز ایمان و اسلام ہیں۔

قارئین محترم!

سطور بالا میں پڑھی جانے والی سورہ توبہ کی آیت مقدسہ کی بہترین تفسیر تو خود حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث شریف میں بیان کی ہے۔

حدیث شریف نمبر (۱):

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (۳۸)	تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث شریف نمبر (۲):

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" یہ فرمان سننے کے بعد حضرت عمر نے عرض کیا "اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، بے شک آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔" پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔" (۳۹)

حدیث شریف نمبر (۳):

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ثلث من کن فیه وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسوله احب الیه مما سواھما وان یحب المرء لا یحبه الا اللہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار (۴۰)

جس میں تین خوبیاں پائی جائیں گی وہ ایمان کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوگا پہلی خوبی یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر ایک سے سوا (یعنی سب سے بڑھ کر) دوسری خوبی یہ کہ صرف اللہ ہی کی خاطر کسی سے محبت کی جائے، تیسری خوبی یہ ہے کہ کفر میں لوٹنا اس طرح ناپسند کرے کہ جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

اس حدیث شریف میں تین ایمانی خصلتیں بیان ہوئی ہیں اور ان خصلتوں اور خوبیوں کو ایمان کی مٹھاس قرار دیا گیا ہے۔ اس حلاوت (مٹھاس) کی تینوں اقسام میں محبت الٰہی اور محبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر تقدم وتفوق حاصل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور مدنی تاجدار سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں جو سرشار ہوتا ہے وہ یقیناً دوسری حلاوتیں بھی حاصل کر لیتا ہے، جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تپش اور حدت میں مبتلا ہوتا ہے اسے آتش دوزخ بھی نہیں جلا سکتی۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے ستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
(اعلیٰ حضرت)

شرح حدیث:

امام حافظ ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۶۷۶ھ) نے کہا یہ حدیث بہت عظیم ہے اور اصول اسلام میں سے ایک اصل ہے۔ علماء کہتے ہیں ایمان کی حلاوت

کے معنی یہ ہیں کہ جب اطاعت اور مشقت کی تکالیف اٹھاتے وقت اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی پیش نظر ہوگی تو لذت پیدا ہوگی۔ فوائد دنیا اور منافع پر اللہ اور رسول کی رضا وخوشنودی کو مقدم رکھے اور اللہ کی محبت یہ ہے کہ اس کا حکم مانے اور اس کی مخالفت کو ترک کرے۔ ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے، قاضی عیاض مالکی (وصال ۵۴۴ھ) علیہ الرحمتہ کہتے ہیں، جو اللہ کی الوہیت نبی کریم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رسالت ونبوت اور دین اسلام پر ایمان لایا اور راضی ہوا وہ ایمان کی لذت پا گیا۔ اسی طرح خالص اللہ کے لیے دوسرے مسلمان بھائی سے محبت اختیار کرے، جس شخص کا ایمان اور یقین پختہ ہے اور اس کے دل کو اطمینان ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں اثر کر گیا ہے وہ کبھی بھی کفر کو اختیار کرنے سے شدید نفرت کرے گا، یہی وہ شخص ہے کہ جس نے ایمان کی مٹھاس حاصل کر لی، اور اللہ کے لئے کسی سے محبت رکھنا پھل ہے اللہ کی محبت کا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ کی محبت یہ ہے کہ اپنے دل کو اللہ کی مرضی کے موافق کر دے تو جو اللہ کو پسند ہو وہی اس کو پسند ہوگا اور جو اللہ کو ناپسند ہے وہ اس کو بھی ناپسند ہو اور اس امر میں متکلمین کی عبارتیں مختلف ہیں لیکن مطلب ایک ہی ہے اور حاصل یہ ہے کہ محبت میلان اور خواہش کا جذبہ ہے، کبھی یہ میلان ان اشیاء کی طرف ہوتا ہے جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب وپسندیدہ ہیں، جیسے خوبصورتی، خوش آوازی اور لذت وطعام اور کبھی ان اشیاء کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے، جن کا حسن ہمیں عقل سے معلوم ہوتا ہے جیسے صالحین کی محبت، علماء کی محبت اور صاحبان فضل وکمال کی محبت اور کبھی یہ میلان اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے احسان کیا ہو اور نقصان اور مصیبت سے بچایا ہو، یہ معانی کلی طور پر نبی مکرم ﷺ کی ذات میں موجود ہیں، آپ ﷺ ظاہری حسن وجمال باطنی کمال، اور انواع فضائل کے جامع ہیں اور اسی کا صدقہ ہے کہ آپ ﷺ کا احسان تمام ملت اسلامیہ پر ہے کہ انہیں صراط مستقیم پر چلایا، ہمیشہ رہنے والی نعمتیں عطا فرمائیں اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔" (۴۱)

قارئین محترم! گزشتہ صفحات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۲۵۶ھ) کی نقل

کردہ حدیث شریف بعنوان "محبت رسول" پڑھ چکے ہیں۔اسی حدیث شریف کو دیگر محدثین و مرتبین کتب احادیث نے بھی نقل کیا ہے۔امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۲۶۱ھ) نے اپنی مرتب کردہ "صحیح مسلم" میں بھی بہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کو "باب وجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ" کے تحت بیان کرتے ہیں۔اس کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۶۷۶ھ) نے خوب کلام فرمایا ہے، ملاحظہ کیجیے۔

شرح وجوب محبت رسول اللہ ﷺ

امام ابوسلیمان الخطابی (وصال) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ محبت مراد نہیں ہے جو طبعی ہوتی ہے یا غیر اختیاری ہوتی ہے بلکہ مقصود اختیاری محبت ہے تو مطلب یہ ہے کہ تم ان کی ﷺ کی رضا کی طلب کے لئے اپنے نفس کو ان (ﷺ) کی اطاعت میں معروف و مشغول رکھو یہی سچی محبت ہے۔محدث ابوالحسن بن عبدالملک بن بطال رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض (وصال ۵۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے کہا محبت تین قسم کی ہوتی ہے ایک تو بزرگی کی وجہ سے جیسے بیٹے کی محبت باپ کے لئے اور شاگرد کی محبت استاد کے لیے۔دوسری محبت و شفقت و رحمت کے اظہار کے لیے جیسے ماں، باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔تیسری محبت کا تعلق ہمشکل اور ہم جنس ہونے کے باعث ہے جسے تمام انسان۔پس نبی کریم ﷺ نے تمام اصناف محبت کو اپنی محبت میں جمع کیا ہے۔ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس کا ایمان کامل ہے اسے اس بات کا یقین کامل ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کا حق اس پر اس کے باپ، بیٹے اور تمام انسانوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ ان ہی کے صدقے و طفیل ہم نے دوزخ سے نجات اور گمراہی سے نکل کر ہدایت پائی ہے۔قاضی عیاض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں یہ امر داخل ہے کہ آپ ﷺ کے طریقہ (سنت) کی نصرت (اشاعت) اور اعتراضات بر شریعت کا جواب دینا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی تمنا رکھنا اگرچہ جان اور مال سے تصدق و قربان ہو جائے اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو ثابت

ہوا کہ ایمان کی حقیقت آپ کی محبت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور ایمان صحیح نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت دل میں ماں، باپ، بزرگ، محسن وغیرہ سب سے زیادہ نہ ہو بے شک جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ ہرگز مسلمان نہیں۔" (۴۲)

ہمہ گیر محبوبیت کا تقاضا:

آقائے دو جہاں مالک کون و مکاں کی قدر و منزلت اور محبوبیت و عظمت یہ ہے کہ جملہ مخلوقات از عرش تا فرش (ماورائے افق، وہ غیر مادی کائنات ہو یا تحت آسمان یہ مادی کائنات ہو) سب کچھ مصطفی جان رحمت ﷺ ہی کی وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ وجہ تخلیق کائنات اور باعث ایجاد عالمین ہیں، اسی وجہ سے آپ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں آپ کے محاسن و کمالات نے تمام عالمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ مخلوق میں ہر ایک قابلیت و فضلیت کا احصاء (شمار) ممکن ہے مگر صاحب لولاک ﷺ کے فضائل و خصائل اور شمائل کا شمار کرنا ممکن ہی نہیں۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق آپ ﷺ کے درجات بلند سے بلند فرما رہا ہے۔ جی ہاں! درج ذیل آیت ملاحظہ فرمایئے۔

آیت مقدسہ:

وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ (۴۳) اور بے شک پچھلی (آنے والی ساعت) تمہارے لئے پہلی (گزری ہوئی ساعت) سے بہتر ہے۔ (۴۴)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کے چار اقوال ہیں۔

اول یہ کہ برزخی زندگی، دنیاوی زندگی سے بہتر ہے، پیارے کریم آقا ﷺ کی روح مقدسہ برزخ میں بہترین مقام ہے اور بہترین مقام حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر اور قبر انور ہے جو جنت ہی نہیں بلکہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے، آپ کی روح مقدسہ تمام عالم میں تصرف فرمانے کا اختیار (باذن اللہ تعالیٰ) رکھتی ہے۔

دوم یہ کہ اخروی زندگی مراد ہو تو اس کی تفاصیل میں طویل کلام ہو سکتا ہے، اخروی زندگی میں تمام نبیوں رسولوں کے حق میں آپ ﷺ کی گواہی، حوض کوثر سے آپ ﷺ کے دست اقدس کے ذریعہ سیرابی، لواء الحمد (آپ ﷺ کے پرچم کے سایہ میں ایمان والوں کا جمع ہونا) وسیلہ، مقام محمود، شفاعت کبریٰ وغیرہ۔

تیسرا قول یہ کہ ہر آخری ساعت (گھڑی) آپ کے لئے پہلی گھڑی سے افضل ہے کہ ہر لمحہ ہر آن آپ ﷺ کے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔

چوتھا قول یہ کہ آپ ﷺ کے توسل اور آپ ﷺ کے وجود مسعود کے باعث لوگوں کی دنیا سے بہتر ان کی آخرت ہوگی یعنی جو آپ ﷺ کو دنیا میں چھوڑ دے گا وہ آخرت میں رسوا ہوگا اور جو دنیا میں دامن مصطفیٰ کو تھامے رہا، آخرت میں راحتیں اور نعمتیں اسی کو حاصل ہوں گی۔ (۴۵)

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ سورہ الضحیٰ کی متذکرہ آیت کی تفسیر میں خوب کلام فرماتے ہیں "آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کے لطف و کرم اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا، ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے ہر آنے والی حالت گزشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ، بہتر سے بہتر اور ارفع سے ارفع ہوگی، اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا سدباب بھی ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا بھی سنا دی۔ دعوت اسلام کے ابتدائی دور کا تصور کیجئے جس میں یہ سورت نازل ہوئی، گنتی کے چند افراد نے اس دین حق کو قبول کیا تھا، باقی تمام اہل مکہ حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے، انہوں نے عزم مصمم کر لیا تھا کہ اسلام کے چراغ کو بجھا کر رہیں گے، توحید کا یہ گلشن جو مصطفیٰ ﷺ لگا رہے ہیں اس کا ایک ایک پودا جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔ اس وقت کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنی ترقی کر جائے گا کہ سارا جزیرہ عرب اس کے نور سے جگمگانے لگے گا۔ اس نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ وہ عزت و سروری اور شان محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارہ ابرو پر اپنی جانیں قربان

کرنا سعادت سمجھیں گے اور حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (پردہ فرمانے) کے بعد امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں جسے دیکھ کر حضور بہت مسرور ہوئے، اسی وقت حضرت جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے وللاخرۃ خیر لک من الاولی یعنی ہماری نوازشات صرف فتوحات ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہو گی (۴۶)

تعظیم و توقیر رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ آیت مقدسہ:

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا. لتؤمنو ا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ و اصیلاً (۴۷)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (۴۸)

برادران و خواہران اسلام! آپ غور کریں، اس آیت میں اللہ رب العالمین نے اپنی تسبیح سے پہلے اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر یعنی آداب غلامانہ و خادمانہ بجالانے کا حکم دیا ہے۔

فالذین امنو بہ و عزروہ و نصروہ واتبعو النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (۴۹)

تو وہ جوان پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔ (۵۰)

یایھا الذین امنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے

فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله و الیوم الاخر ؕ ذلك خیر واحسن تاویلاً (۵۱)

ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔(۵۲)

متذکرہ آیات مقدسہ کا مفہوم اس منشائے الٰہی کا تقاضا کرتا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی محبت تمہاری رگوں میں دوڑنے والے خون سے بھی زیادہ تیز محو گردش ہو اور گرم خون سے زیادہ تمہیں حرارت دے وہ حرارت جو ایمان کو گرمائے اور کفر و باطل کے جمود کو پاش پاش کر دے۔

کلام و شہر رسول ﷺ کی تعظیم:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ المنورہ میں محض اس لئے سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے کہ یہ تعظیم و توقیر کے منافی ہے، محض اس لئے ننگے پیر رہتے تھے کہ چپل پہننا خلاف ادب ہے۔ شہر مقدس میں محض اس لئے بول و براز (حوائج ضروریہ) نہیں کرتے تھے کہا اس شہر کی پاکیزگی کے منافی ہے۔

درس حدیث کی مسند پر پورے آداب اور شان کے ساتھ رونق افروز ہوتے، غسل کرتے، پاکیزہ اور اجلا بے داغ لباس زیب تن کرتے، لباس اور دستار و عمامہ شریف کو معطر کرتے، مسند پر بیٹھ کر حمد الٰہی بیان کرتے اور پھر درود شریف پڑھتے اور احادیث سناتے۔

ایمان افروز واقعہ:

ایک مرتبہ دوران درس امام مالک کے چہرہ پر تکلیف کے آثار نظر آئے، چہرہ متغیر ہوا، رنگ زرد پڑ گیا۔ بے چینی کے باوجود آپ حدیث شریف کا درس دیتے رہے، جب اپنے معمول کے دورانیے کے مطابق آپ درس مکمل فرما چکے تو مسند سے نیچے تشریف لائے لوگوں نے پوچھا کہ آپ دوران درس کسی تکلیف میں مبتلا تھے تو آپ نے

اپنی قمیض اٹھائی، جس میں سے ایک بچھو نکلا، آپ نے بتایا کہ دوران درس اس نے مجھے چھ مرتبہ ڈنگ مارا، مگر میں احترام حدیث میں درس ترک نہیں کیا، میرا کیا ہے؟ زندہ رہوں یا نہیں جو ہو سو ہو۔ مگر حدیث مصطفی ﷺ کا احترام مقدم ہے۔

گستاخ کو کون معاف کرے؟

قارئین محترم! ابلاغیات (Media) کے ذرائع عالمی سطح کے مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں کے تبصرے نشر و شائع کر رہے ہیں، ان عالمی رہنماؤں میں سے چند دانشوروں اور مدبروں نے عالم اسلام سے یہ سفارش کی ہے کہ گستاخ کارٹونسٹ و مدیران جرائد کی معذرت کے بعد ان بدترین مجرموں کو معاف کر دیا جائے۔ ایک تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اسلامی کانفرنس (O.I.C) کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر اکمل الدین احسان اوغلو نے کہا ہے کہ "توہین آمیز خاکے بنانے والے کارٹونسٹ کے خلاف بعض علماء کی طرف سے قتل کا فتویٰ درست نہیں" (روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ فروری ۲۰۰۶ء (فرنٹ پیج) صفحہ اول جلی سرخی کے تحت) اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی ان بدترین مجرموں کو معاف کرنے کا اپنا ذاتی عندیہ دے چکے ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا تعجب خیز بیان سابق امریکی صدر بل کلنٹن کا ہے جو ۱۷ فروری ۲۰۰۶ء کو اسلام آباد میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہہ چکے ہیں "میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے اختلاف رکھتا ہوں، یہ مذہبی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہیں، پر امن احتجاج مسلمانوں کا حق ہے اور انہیں پر امن احتجاج پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے تاہم یہ تشدد اور توڑ پھوڑ کا وقت نہیں بلکہ یہ دنیا میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے اور اس مسئلہ پر اکٹھے کھڑے ہونے کا وقت ہے، مذہبی عقائد کا ہر قیمت پر احترام کیا جانا چاہیے اور کسی بھی میڈیا کو لوگوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ امریکہ میں لوگوں نے ان خاکوں کی اشاعت کی مذمت کی ہے اور انہیں اس پر گہری تشویش ہے وہ لوگ اسلام کی عزت کرتے ہیں، امریکہ میں "اسلام" تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔ جن ممالک میں ان خاکوں کو شائع

کیا گیا ہے ان ممالک ہی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان خاکوں کو شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔''

(نمائندہ جنگ، اے پی پی۔ روزنامہ "جنگ" کراچی ہفتہ ۱۸ فروری ۲۰۰۶ء، زیرلوح، جلی سرخی)

بعض عالمی مبصرین کا معافی کے لئے سفارش کرنے کا عمل بھی ناقابل معافی ہے۔ اس ضمن میں راقم اپنے قارئین کی توجہ کے لئے فقہا ملت کے مرتب کردہ اصول کی روشنی میں یہ پیراگراف سپرد قلم کر رہا ہے۔ فرض کریں کہ ناموس رسالت مآب ﷺ کی پاسبانی کے قوانین وضابطوں اور اخلاقی حقوق وانسانی کی اعلیٰ ترین قدروں کے تسلیم کر لیے جانے کے بعد اور فرض کریں کہ اس کے تحت توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف عدالتی کارروائی جب اس موڑ پر آ جائے کہ مرتکبین جرم کے اعتراف کے بعد معذرت کے خواستگار ہوں، تو اسلامی عدالت کیا کرے؟

وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کے جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان لکھتے ہیں ''حضور اکرم ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں اور امت پر آپ کی شفقت و رحمت بے مثال رہی ہے، اس لیے آپ ﷺ کو اختیار حاصل تھا کہ اپنے دور میں، جو اسلام کے آغاز اور ارتقاء کا دور تھا، اس سلسلے میں سختی و نرمی اور عفوو درگزر کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو اس وقت کے حالات سے مناسبت رکھتی ہوں لیکن امت مسلمہ کے کسی فرد کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اس ضمن میں خود اس قسم کی حرکتوں پر معافی نامہ جاری کر سکے۔ امت کا مفاد ابھی اس کا متقاضی ہے کہ اس عظیم ترین مرکزی شخصیت ﷺ کے حقوق اور مفادات کا دفاع کرے تا کہ معاشرہ میں امن و امان برقرار رہے اور افراد کی اصلاح کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو۔ عشق رسول ﷺ لازمہ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ وپے میں خون کی طرح جاری وساری ہے حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی دریدہ دہن شان رسالت مآب ﷺ میں کسی گستاخی کا مرتکب ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نے بھی اپنے خونی رشتہ داروں کے ضمن میں چشم پوشی یا عفوو درگزر سے تو کام لیا ہوگا مگر ختم المرتبت، رسالت

مآب ﷺ کی شان اقدس میں کبھی بھی رو رعایت کا روادار نہیں۔"

(ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۰)

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہ اپنی تحریر میں بعض منافقین کی گستاخی و دریدہ دہنی پر آقائے کائنات ﷺ کا حداً قتل کی سزا نہ دینے کو اختیارات مصطفی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ علماء و فقہاء کے نزدیک مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ "مختارِ کل" ہیں قبلہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"یہاں اس شبہ کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حداً قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی، بعض اوقات صحابہ کرام نے عرض کی کہ حضور! ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں، لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی۔"

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت نہ دینے کی وجوہات لکھنے کے بعد "گستاخ کی سزا قتل ہے" کے عنوان سے دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے،

"منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام کا حضور سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ گستاخان شان رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو دیا تھا اس حکم کی بنا پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرما دیں، لیکن امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور کے گستاخ کو معاف کر دے۔ (گستاخ رسول کی سزا قتل، ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور، صفحہ ۲۷،۲۶)

گستاخ رسول کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرماتا:

حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ خالق کائنات جل شانہ کے ایسے محبوب ہیں کہ ان ہی کی خاطر زمین و آسمان اور کل کائنات کو نہ صرف تخلیق فرمایا بلکہ بنانے

والے نے یہ اعلان بھی فرمایا'' کہ میری الوہیت، ربوبیت و خلاقیت کا اظہار محض اس لئے ہے کہ محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی تخلیق مقصد ہے۔'' حدیث قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ اظہار ربوبیت اس لئے ہوا کہ تخلیق محمدی کا ارادہ ہوا لہٰذا ربوبیت و الوہیت کا اظہار بھی جلوہ محمدی ہی کے لئے ہوا ازاں بعد تخلیق کائنات و موجودات پر اللہ تعالیٰ کی شان خلاقیت و ربوبیت کی صفات کو محبوب معظم ﷺ نے آشکار فرمایا۔ موجودات و مخلوقات نے آپ ﷺ کے وجود مبارک کو اپنے درمیان پا کر آپ کے ذریعے سے خالق کا پتہ حاصل کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی التفات و مرکز توجہ محمد مصطفی ﷺ محمد مصطفی ﷺ کی شان عبدیت اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے۔

جملہ مخلوق و موجودات کے لئے مرکز نگاہ آقائے کائنات حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ

یہ مخلوق اپنے وجود کے لئے محبوب خدا ﷺ کی مرہون منت ہے اس لئے قول و عمل اور اشارہ و کنایہ یعنی رائے کے اظہار کے ہر اعتبار سے مخلوق کو مدح و ثنا کا خوگر (یعنی عادی) ہونا چاہیے۔ تو اس عمل پر اللہ تعالیٰ راضی و خوش ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے محبوب کے لیے جو موذی ثابت ہو، اس پر رب مصطفی ذوالجلال اور منتقم (یعنی انتقام لینے والا) ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں کبھی (اسباب عادیہ کے بغیر) خود ہی اپنے محبوب کے گستاخ کو دھرتی کا بوجھ نہیں بننے دیتا اور کبھی (اسباب عادیہ کے ساتھ) اپنا قانون اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں میں جاری فرما کر ملت اسلامیہ کے ایمان (یعنی عشق رسول ﷺ) کا امتحان لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعدلھم عذابا مھیناً

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے جو دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(کنزالایمان)

لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلو تقتیلا

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیات ۶۰، ۶۱)

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے (یعنی افواہ) تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ (زور) دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے، جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن (یعنی چن چن) کر قتل کئے جائیں۔ (کنزالایمان)

یہ آیت مقدسہ شاتم رسول کو قتل کرنے پر قوی دلیل فراہم کرتی ہے۔

ڈنمارک کے یہودی اخبار کا ڈرامہ:

۱۹ فروری ۲۰۰۶ء بروز اتوار ڈنمارک کے اخبار ''یالینڈز پوسٹین'' (Jyllands-posten) کے ایڈیٹر انچیف ''کارسٹن پوستے'' کی طرف سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو لکھے گئے ایک بیان میں توہین آمیز خاکوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے پر معافی مانگتا ہوں ہم نے یہ خاکے دل آزاری کے لئے نہیں چھاپے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہر شخص کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ ڈنمارک میں اظہار رائے کی اور مذہبی آزادی ہے۔ خاکوں کی اشاعت سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور جو کچھ بھی ہوا وہ جان بوجھ کر نہیں کیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق ''یالینڈز پوسٹین'' کے ایڈیٹر انچیف کا یہ معافی نامہ عرب ممالک کے مختلف اخبارات میں شائع ہوا ہے جن میں ''الشرق الاوسط'' ''الریاض'' اور ''الجزیرہ'' شامل ہیں ان عرب اخبارات نے اس معافی نامے کو صفحہ اول پر بڑے الفاظ میں شائع کیا۔ کارسٹن پوستے نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے خاکوں کا مقصد کسی کو ٹھیس پہنچانا نہیں تھا اور نہ یہ عمل ڈنمارک کے قوانین کے خلاف تھا، تاہم اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں جس کے لئے ہم معافی

چاہتے ہیں، ہم یہ خاکے شائع کرنے پر معذرت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ڈنمارک اور ڈنمارک کے شہریوں کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں اور انہیں غلط فہمیوں کی وجہ سے ڈنمارک کی اشیاء کا بائیکاٹ کیا گیا۔

(روزنامہ جنگ کراچی، پیر ۲۰ فروری ۲۰۰۶ء صفحہ اول سرخی زیر لوح)

قارئین محترم! اخبار کے ایڈیٹر انچیف نے جس ڈرامائی انداز سے معذرت نامہ شائع کیا ہے اور خصوصیت سے اس کی اشاعت عرب اخبارات میں کروائی گئی جہاں ڈنمارک کی متعدد مصنوعات خصوصاً ڈیری مصنوعات کے حوالے سے نفع بخش مارکیٹ قائم ہے۔ اس معافی نامہ کو مسلم امہ کے اکثر رہنماؤں نے مسترد کیا ہے اور ناقابل قبول کہا ہے کیونکہ ڈنمارک کی حکومت نے محض تجارتی خسارہ سے بچنے کے لئے معافی نامہ جاری کرنے کی خاطر اخبار کے ایڈیٹر انچیف پر دباؤ ڈالا تھا۔ متذکرہ معذرت نامہ میں ایک بڑا جھوٹ بھی لکھا گیا کہ ڈنمارک کے قوانین کے مطابق ایسے کارٹون شائع کرنا منع نہیں ہے۔ اس کی تفصیل راقم اگلے پیراگراف میں درج کرے گا۔ اس سے قبل اس ڈرامہ کا ڈراپ سین دیکھئے کہ ڈرامائی معافی نامہ کی اشاعت کے چار دن بعد معافی مانگنے والے ایڈیٹر انچیف ''کارسٹن پوستے'' مضحکہ خاکے شائع کرنے کی جرات رکھنے کی بنیاد پر انعام کے حق دار قرار پائے۔ اور سخت حفاظتی پہرے میں اپنا انعام وصول کرنے کے لیے تقریب میں پہنچے۔

عالمی رہنماؤں کیلئے لمحہ فکریہ:

عالمی رہنماؤں کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ ایڈیٹر کی معافی کی حیثیت کیا ہے؟ اگر خلوص سے معافی مانگی ہے تو انعام کی وصولی کے عمل کو کس پیمانے میں تولا جائے؟ صحافتی اخلاص یا شیطانی مفاد۔

وصولی انعام کی خبر:

کوپن ہیگن (اے ایف پی) ڈنمارک میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے والا اخبار ''یالینڈز پوسٹین'' کے لئے صحافت کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ اخبار کے لیے یہ انعام

اظہار رائے کی آزادی کا دفاع کرنے اور خاکے شائع کرنے پر دیا گیا ہے۔ اے ایف پی کے مطابق انعام دینے والی کمیٹی کے مطابق "یالینڈز پوسٹین" نے صحافت کی آزادی کے حوالے سے سب کی آنکھیں کھول دی ہیں اور اخبار کی کارکردگی نے اظہار رائے کی آزادی میں حائل رکاوٹیں منظر عام پر پیش کی ہیں۔ انعام دینے والی کمیٹی اور میگزین "ایکسترا بلادیت" کے ایڈیٹر "ہانس انجیل" کی جانب سے مذکورہ وکٹر پرائز "یالینڈز پوسٹین" کے ایڈیٹر انچیف "کارسٹن پوستے" کو دیا گیا۔

"ہانس انجیل" نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ "یالینڈز پوسٹین" اخبار نے جو بھی کیا وہ اس کی ذمہ داری تھی اور اس کی ذمہ داری اظہار رائے کی آزادی کا بھرپور استعمال کرنا ہے۔

"یالینڈ پوسٹین" اخبار کے ایڈیٹر انچیف انتہائی سخت حفاظتی پہرے میں انعام لینے کی تقریب میں پہنچے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ موجودہ وقت میں اظہار رائے کی آزادی کو شدید خطرات کا سامنا ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ہفتہ ۲۵ فروری ۲۰۰۶ء صفحہ ۱۶ کالم ۳)

ایڈیٹر کی کذب بیانی اور ڈنمارک کا قانون:

اخبار "یالینڈز پوسٹین" کے ایڈیٹر انچیف "کارسٹن پوستے" کے معافی چاہنے میں احساس ندامت اور شرمندگی کا رتی برابر بھی عنصر نظر نہیں آتا۔ اول یہ کہ تحریری معذرت نامہ کے آخر میں بیان دہندہ یا عرض کنندہ کے طور پر کوئی دستخط ہی نہیں ہیں۔ دوم یہ کہ معافی نامہ خالصتاً سیاسی مفادات کے حصول کے لیے تحریر کیا گیا۔ سوم یہ کہ معافی نامہ میں بڑی ڈھٹائی سے مضحکہ خاکوں کی اشاعت کو جائز سمجھتے ہوئے اپنی نیت کا اظہار کیا ہے کہ ہماری نیت مسلمانوں کی دل آزاری نہیں تھی۔ چہارم یہ کہ معذرت نامہ میں ڈنمارک کے قوانین کا حوالہ دے کر اپنے مکروہ اقدام کو جائز قرار دیا ہے۔

حالانکہ یہ قطعی غلط ہے، اس ضمن میں راقم اپنے مطالعہ کا خلاصہ روزنامہ "نوائے

وقت'' کے ادارتی صفحہ پر مورخہ ۲۰ فروری ۲۰۰۶ء کو شائع ہونے والے جناب ڈاکٹر حسین احمد پراچہ کے کالم ''حکمِ اذاں'' میں ایک مضمون بعنوان ''یورپ کا خدا'' سے حاصل کردہ یہ چند سطریں آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔

ڈنمارک کے قانون کی دفعہ B-266 کے تحت اگر کوئی شخص ایسا بیان دیتا ہے یا ایسی تحریر شائع کرواتا ہے جس سے نسلی تعصب، جنس، رنگ یا اعتقاد کی بناء پر کسی کو نشانہ تضحیک بنایا جاتا ہے تو ایسے شخص کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ جس میں جرمانہ اور دو سال تک قید کی سزا دی جاسکے گی۔

(روزنامہ ''نوائے وقت' کراچی ۲۰ فروری، ادارتی صفحہ)

قارئین محترم! اقوام یورپ تو اس قطعے پر عمل کر رہے ہیں:

ہر سفید و سیاہ کر ڈالو انتقاماً گناہ کر ڈالو
امن اپنا مقدر نہیں تو امن عالم تباہ کر ڈالو

دلی کیفیات تو بیان نہیں کی جاسکتیں، ہمارے آقا و مولیٰ سرور کائنات، فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں صریحاً اور مکرراً گستاخیاں بس یہی وقت جہاد ہے۔ ناموس رسالت ﷺ پر حملہ، ایمان پر حملہ ہے۔ اور شرعاً ایمان بچانے کے لیے جہاد کرنا ہوگا۔ میدان کارزار میں مسلم امہ کی صفوں کو سجانا ہوگا۔ عالمی امن کو بچانا ہوگا یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اقوام مغرب و یورپ کو سبق سکھایا جائے اور اس کاز کے لیے عالم اسلام کے رہنماؤں کو الٹی میٹم دینا ہوگا، کارٹونسٹوں اور ایڈیٹروں کو اسلامی کانفرنس تنظیم کے حوالے کیا جائے بعض مسلم رہنماؤں کا موقف ہے کہ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے، تمام عالم اسلام کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دینا ناقابل فہم اور حکمت عملی کے خلاف ہے، فقیر عرض کرتا ہے کہ اگر جذباتی اقدام حکمت عملی کے خلاف ہے تو طویل المیعاد حکمت عملی سے ان شاتموں اور مجرموں کو اپنی مقررہ زندگی پوری کرنے کا موقع ملے گا جو مسلم امہ کے لیے تازیانہ اور ڈوب مرنے کا مقام ہوگا کہ گستاخ رسول زندہ رہے۔

غلامان رسول، امام حسین کے نقش قدم پر چلیں:

امام عالی مقام، جگر گوشہ بتول، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی سمجھانے والوں نے سمجھایا تھا لیکن سنت رسول ﷺ کی توہین کرنے والے گستاخ یزید کے خلاف امام حسین رضی اللہ عنہ نے پرچم حق بلند کیا۔ آج کے دانشور سمجھا رہے ہیں کہ یورپ کی طاقت اور اپنی قوت کا موازانہ کرو، ان کے وسائل اور ٹیکنالوجی کو دیکھو۔ فقیر ایسے دانشوروں سے پوچھنا چاہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کے خلاف صف آراء ہوئے تو آپ نے یزید کی افواج اور وسائل کو کس پیمانے پر تولا ہوگا؟

اے مسلمانو اپنا اپنا کام کر گزرو:

راقم عرض کرنا چاہتا ہے کہ اگر بعض غلامان مصطفی ﷺ جو کمانڈو ایکشن لے سکتے ہیں وہ ضرور خاکے بنانے اور چھاپنے والوں کو جہنم رسید کریں۔ اسلامی کانفرنس تنظیم مجرموں کو طلب کرنے کا مطالبہ کرے۔ کیا دنیا نے نہیں دیکھا؟ جب امریکہ کو یوسف رمزی اور عامل کانسی مطلوب تھے تو سپیشل طیارہ چارٹرڈ کر کے پاکستان میں غیر قانونی طور پر داخل ہو کر ہمارے شہریوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ افغانستان سے مجاہدین کو گوانتا موبے میں قید کر دیا۔ عراق کے صدر صدام حسین کو تکریت سے گرفتار کیا۔ لہٰذا عالم اسلام کے مجرموں کو ملت اسلامیہ کے حوالے کیا جائے اس لیے کہ سزا دینے کا حق مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔

مسلمان تاجروں کو چاہیے کہ یورپی یونین کے ممالک سے تجارت نہ کریں، اقتصادی بائیکاٹ کریں، مسلمان صارفین کو چاہیے کہ ان کی مصنوعات کا استعمال بند کر دیں۔ مسلم حکومتیں سفارتی تعلقات ختم کریں۔

یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں سے بچیں:

یہودی ونصاریٰ نے اپنے ایجنٹ بھی ہماری صفوں میں چھوڑے ہوئے ہیں کہ جن کے اسلامی لباس میں ایک کافر بھیڑیا مستور و پوشیدہ ہے۔ ایسا ہی ایک ایجنٹ

مولوی منیر شاکر ہے جس کا تعلق سرحد (فاٹا) سے ہے۔ اس بد بخت نے کہا کہ (معاذ اللہ، العیاذ باللہ) جس مسجد میں یارسول اللہ ﷺ لکھا ہو اور محافل میلاد ہوتی ہوں تو ایسی مساجد کو مسمار کر دینا چاہیے، یارسول اللہ ﷺ کہنا زنا سے بھی بدتر ہے۔ یاعلی، یاغوث، یاخواجہ بہاء الدین کہنا کفر ہے۔ امام حسین مظلوم نہیں ظالم تھے۔

اس بد بخت، خبیث منیر شاکر کو پاکستانی قانون توہین رسالت ۲۹۵۔ اے بی اور سی کے تحت گرفتار کر کے فوری مقدمہ چلا کر سزائے موت دی جائے۔ اس ملعون منیر شاکر کے محافظ دستے نے اسی کے حکم پر احتجاج کرنے والے بعض غلامان رسول (جو حضرت پیر سیف الرحمن اخوندزادہ پیرارچی شریف کے مریدین) کو فائرنگ کر کے شہید بھی کیا ہے۔

یاد رکھیے! یہود و نصاریٰ مجوس و ہندو ہمارے کھلے ہوئے دشمن ہیں ان کی کارروائی کھلی ہی ہوتی ہے تو ہم ہوشیار ہو جاتے ہیں لیکن ان کے ایجنٹ جو پونڈز اور ڈالروں پر پلتے ہیں وہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو تمام کھلے اور چھپے ہوئے دشمنوں کی مکاریوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

حواشی و مراجع:

۱۔روزنامہ جنگ کراچی 20 فروری 2006 صفحہ 3 رپورٹ اے پی پی............ ۲۔روزنامہ جنگ کراچی 18 فروری 2006 صفحہ 3 بعنوان احوال واقعی............ ۳۔روزنامہ جنگ کراچی 24 جنوری 2006 صفحہ اول............ ۴۔روزنامہ جنگ کراچی 31 جنوری 2006 صفحہ 3............ ۵روزنامہ جنگ کراچی یکم تا 3 فروری (خبروں کا خلاصہ مؤلف نے پیش کیا)............ ۶۔روزنامہ جنگ کراچی، روزنامہ نوائے وقت کراچی، روزنامہ ایکسپریس کراچی، 5 فروری تا 27 فروری تیئس دن کے شماروں کا مطالعہ کا خلاصہ مؤلف نے اپنے لفظوں میں تحریر کیا۔............ ۷۔جامع المعجزات صفحہ 11............ ۸۔القرآن الکریم پارہ 1 البقرہ آیت نمبر 34 ۔القرآن الکریم پارہ 15 بنی اسرائیل آیات 61 تا 63............ ۹۔سیرت ابن ہشام جلد اول............ ۱۰۔القرآن الکریم پارہ 30 سورہ اللھب............ ۱۱۔الخصائص الکبریٰ امام جلال الدین السیوطی............ ۱۲۔القرآن الکریم، پارہ 28 المنافقون آیت نمبر 8............ ۱۳۔امام احمد رضا مجدد و محدث بریلوی کنزالایمان............ ۱۴۔تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 448 مطبوعہ بیروت............ ۱۵۔امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف جلد اول صفحہ 249۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف جلد دوم صفحہ 249۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، فتح الباری جلد 7 صفحہ 614۔ امام علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کنزل العمال جلد 10

صفحہ 610..........۱۶۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری جلد دوم، صفحہ 502-503۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء
شریف۔ملا علی قاری v شرح شفاء۔علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ، نسیم الریاض جلد 4 صفحہ 354-355..........۱۷۔امام
شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض جلد 4 صفحہ 360..........۱۸۔امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ، نسیم الریاض، شرح
شفا، قاضی عیاض، جلد 3574..........۱۹۔امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ، نسیم الریاض، شرح شفاء، قاضی عیاض جلد 4 صفحہ
3 5 9.......... ۲۰۔ایضاً..........۲۱۔امام ابوداؤد سجستانی علیہ الرحمٰن سنن ابوداؤد، جلد دوم
صفحہ 251-252.......... ۲۲۔ایضاً..........۲۳۔علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ الامم و الملوک، جلد
اول۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، تاریخ الخلفاء..........۲۴۔سنن ابوداؤد جلد دوم صفحہ 252۔امام ابن حزم
الظاہری، المحلی، جلد 1 1 صفحہ 4 0 9 مطبوعہ مصر..........۲۵۔القرآن الکریم، پارہ 5 سورہ النساء آیات
60-61..... ۲۶۔امام احمد رضا مجدد محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، کنزالایمان..........۲۷۔امام علاؤ الدین خازن
رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر خاز مجلد اول صفحہ 461۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر کبیر، جلد 4 صفحہ 120۔امام جلال الدین
سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور، جلد دوم صفحہ 320۔امام محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، جلد 3 ج 5
صفحہ 7 6..........۲۸۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء، جلد دوم..........۲۹۔ابن تیمیہ، الصارم
المسلول.......... ۳۰۔قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء، جلد دوم..........۳۱۔قاضی عیاض مالکی
رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء، جلد دوم..........۳۲۔اسد الغابہ..........۳۳۔اسد الغابہ..........۳۴۔پارہ 1 0 التوبہ
آیت 2 4..........۳۵۔کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن..........۳۶۔تفسیر نور العرفان مطبوعہ لاہور صفحہ
3 0 3.......... ۳۷۔سیرۃ ابن ہشام جلد دوم..........۳۸۔بخاری شریف جلد اول صفحہ 7..........
۳۹۔ایضاً..........۴۰۔صحیح البخاری جلد اول صفحہ 7 باب حلاوۃ الایمان صحیح مسلم شریف باب بیان خصال من اتصف
بھن وجد حلاوۃ الایمان جلد اول صفحہ 49..........۴۱۔شرح صحیح مسلم للنووی جلد اول صفحہ 49..........۴۲۔ایضاً
(حوالہ مذکورہ بالا)..........۴۳۔پارہ 30 سورۃ الضحیٰ آیت 4..........۴۴۔کنزالایمان..........۴۵۔تفسیر ابن
کثیر للعلامۃ حافظ اسمعیل بن کثیر دمشقی (وصال 774ھ) جلد 4 صفحہ 675۔تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد 10،
ج 20 صفحہ 64 للعلامۃ ابی عبداللہ محمد القرطبی۔تفسیر السمر قندی جلد 3 صفحہ 487 للعلامۃ ابی اللیث نصر بن محمد
بن احمد السمر قندی (وصال 375ھ) تفسیر زاد المسیر جلد 8 صفحہ 281 للعلامہ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن محمد
الجوزی الحنبلی (وصال 597ھ) تفسیر خازن للامام علاء الدین علی بن محمد ابراہیم البغدادی الصوفی المعروف بالخازن
شافعی (وصال 741ھ) تفسیر معالم التنزیل لامام ابی محمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی (وصال 516ھ) تفسیر
در منثور جلد 6 امام جلال الدین السیوطی الشافی (وصال 911ھ) تفسیر روح المعانی جلد 30 صفحہ 386،387
للعلامۃ ابی الفضل شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی (وصال 1270ھ) تفسیر نور العرفان حاشیہ کنزالایمان مفتی احمد
یار خاں نعیمی صفحہ 64..........۴۶۔تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم، صفحہ 587586..........۴۷۔پارہ 26
سورۃ الفتح آیت 9 8..........۴۸۔کنزالایمان..........۴۹۔پارہ 9 سورۃ الاعراف آیت 7 5 1
..........۵۰۔کنزالایمان..........۵۱۔پارہ 5 النساء آیت 59..........۵۲۔کنزالایمان

گستاخ فلم اور غیرتِ مسلم

سید زاہد حسین نعیمی ☆

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی غیرت کو للکارا جا رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہودی اور مغربی طاقتیں مسلمانوں کے جذبات کو ابھارنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور یہ سلسلہ چند سالوں سے جاری ہے۔ حال ہی میں گستاخ فلم کے منظر پر آنے سے مسلمانوں کے جذبات کو اُبھارا گیا۔ میرے خیال میں یہ سلسلہ چند سال پہلے نہیں، بلکہ روزِ اوّل سے شروع ہے۔ یہودیوں کو قوی یقین تھا کہ نبی آخر الزمان ان میں پیدا ہو گا لیکن جب یہ نہ ہوا وہ نبی آخر الزماں بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوا تو یہ حسد اور تعصب کی آگ میں جل بھن گئے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بھری پڑی ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت بھی رویہ اختیار کیا تھا اور جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے تو مدینہ میں اُس وقت یہودی معیشت پر قابض تھے۔ ان کی شان و شوکت اپنے عروج پر تھی۔ انہوں نے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ میثاق مدینہ ہوا، لیکن یہودیوں کو امن و چین راس نہ آیا۔ بالآخر ان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔

یہودی مدینہ منورہ سے نکل گئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے میں یہاں تک آپ ﷺ کو معاذ اللہ قتل کرنے کے منصوبوں سے بھی گریز نہ کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عبد بن ابی جیسا منافق جس نے پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلام کے خلاف کیا کیا سازشیں نہیں کیں، لیکن نبی امن آشتی نے نہ صرف اپنے ان دشمنوں سے کوئی بدلہ نہ لیا، بلکہ اس رئیس المنافقین کے فوت ہونے پر اس کا نمازِ جنازہ پڑھائی، بلکہ اس کی وصیت کے مطابق اُس کے کفن کے لئے اپنا کرتا بھی دیا، لیکن اس کے باوجود ان دشمنانِ رسول ﷺ کے دلوں میں حسد کی آگ نہ بجی، بلکہ اُس میں شدت آتی گئی۔ دنیا نے وہ وقت بھی دیکھا جب

☆ راولاکوٹ (آزاد کشمیر) 0345-5216458

نورالدین زنگی کے زمانے میں یہی یہود و نصاریٰ نبی اکرم ﷺ کے جسد مبارک کو روضہء رسول ﷺ سے نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ عاشق رسول نورالدین زنگی نے اس ناپاک منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور ان دو عیسائی ایجنٹوں کو گرفتار کر کے ان کے سر تن سے جدا کر دیے۔

مسلیمہ کذاب سے مرزا غلام قادیانی تک راجپال سے تسلیمہ نسرین تک جتنے بھی گستاخانِ رسول پیدا ہوئے ان کے پیچھے انہی یہود و نصاریٰ کا ہاتھ کارفرما تھا اور نوبت یہاں تک آن پہنچی کے کبھی صاحب قرآن اور کبھی قرآن، کبھی اسلام اور کبھی مسلمان، سب کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ مغرب نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جائے اور پھر ان پر چڑھ دوڑا جائے۔

یورپ اور امریکا میں ایک منظم انداز میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ جس کی تازہ مثال خاکے اور گستاخ فلم ہے۔ اس فلم کے ردِعمل میں پوری دنیا کے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کیا۔ لیکن اس احتجاج کا ایک منفی پہلو یہ دیکھنے میں آیا کہ توڑ پھوڑ ہوئی، قومی املاک کو نقصان پہنچا۔ بینک لوٹ لئے گئے، گاڑیاں، دکانیں نذر آتش کر دی گئیں اور یہ سب کچھ ہمارے ملک پاکستان میں اُس دن ہوا جس دن کو ''عشق رسول ﷺ'' کے نام سے منایا گیا، جس سے مغرب اور یورپ کو منفی تاثر دیا گیا۔ ہمیں بحیثیت سچا عاشق رسول ﷺ محب وطن پاکستانی ہونے کے سبب یہ کھوج لگانا نہایت ضروری ہے کہ یہ کون لوگ تھے جنہوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا؟

دوسری طرف مسلم قیادت پوری دنیا میں انہی یہود و نصاریٰ کی بغل بچہ بنی ہوئی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ایک تو OIC اپنی زبان کو حرکت دینے سے قاصر ہے اور دوسری طرف حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی رسمی اجلاس بلا بھی لیا جائے تو امریکی وزیر خارجہ ہنری کلنٹن چوکیداری کے لئے اجلاس میں موجود رہتی ہیں۔ عرب حکمران دولت و ثروت زن و زر کے نشے میں چور ہیں، اُنہیں تعمیرات پر تعمیرات کا شوق لئے ڈوبا ہے۔ متحدہ عرب امارات میں برج خلیفہ کی تعمیر نے وہاں کے حکمرانوں کو کنگال کر دیا ہے۔ تیل اور

مسلمانوں کے تمام وسائل پر امریکیوں اور انگریزوں کا قبضہ ہے۔ خلیج عرب کی ریاستوں میں عوام کو بھی زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ سعودی عرب کے حکمران تو اس سلسلہ میں چار قدم آگے نظر آتے ہیں۔ حالیہ گستاخ فلم پر سعودی عرب کی خاموشی سوالیہ نشان ہے۔ کئی ماہ گزر جانے کے بعد جب انگلیاں ان حکمرانوں کے خلاف اٹھنے لگیں تو شاہ عبداللہ نے حج پر آئے ہوئے دیگر ممالک کے مسلمان رہنماؤں کے اعزاز میں حج کے بعد عشائیہ دیا اور وہاں رسمی طور پر اس گستاخ فلم کی مذمت کی لیکن کیا اس سے وہ تقاضے پورے ہو گئے جو اس مسئلہ کے مستقل حل کیلئے ضروری تھے؟

اس واقعہ نے غیرت مسلم کو جگا دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات کی بھی ضرورت ہے۔ یقیناً اقوام متحدہ میں صدر پاکستان آصف علی زرداری نے مسلم اُمہ کی نمائندگی کر کے پاکستانی قوم کا سر فخر سے بلند کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو عملی اقدامات ضروری ہیں، وہ یہ ہیں کہ مغرب یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی مسلمانوں کو ہمیشہ مہنگی پڑی ہے، خود ہمارے قرآن نے ان کے ساتھ دوستی نہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان حکمرانوں کو اپنی خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کرنا چاہیے اور مسلم اُمہ کے مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہیے، بالخصوص مسلم حکمران مسلم اُمہ کے اتحاد کے ساتھ ساتھ الگ مسلم اقوام متحدہ کی تشکیل کریں۔ دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے ساتھ مذاکرہ کریں اور توہین انبیاء کا قانون بین الاقوامی سطح پر منظور کروائیں تاکہ نہ صرف نبی اکرم ﷺ بلکہ کسی بھی نبی کے خلاف کوئی بھی توہین آمیز گفتگو، لٹریچر یا کوئی بھی اور اقدام قابل جرم قرار پائے اور اس کا ارتکاب کرنے والا مجرم ہو کر سزا کا مستحق ٹھہرے۔

اس وقت پوری دنیا میں یہود، نصاریٰ اور ہنود مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں اور انہوں نے مختلف محاذوں پر اُمت مسلمہ پر یلغار کر رکھی ہے۔ معاشی، سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی اور تہذیبی سطح پر انہوں نے مسلم قوم کی غیرت کو مٹی میں ملا دیا ہے۔ ہمارا میڈیا اس کا منہ بولتا ثبوت ہے، بلکہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت کی وزیر اعظم بہت پہلے کہہ چکی تھیں کہ میں نے دو قومی نظریے کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے۔ رہی سہی کسر بھارتی ثقافت کی

یلغار نے پوری کر دی ہے اور خود کانگریس کی رہنما سونیا گاندھی بھی کہہ چکی ہیں کہ نظریاتی طور پر ہم پاکستان کو شکست دے چکے ہیں۔ آج پاکستان کے میڈیا پر جو کچھ دکھایا جا رہا ہے یہ کوئی پوشیدہ نہیں ہے۔ پوری مسلم اُمت کو اور بالخصوص پاکستانی قوم کو اس نبی امن و آشتی جس کی عزت و ناموس کی خاطر ہم یوم عشق رسول ﷺ منا کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں، اس نبی ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اُن کے اُسوۂ حسنہ، سیرت اور تعلیمات پر عمل کریں اور نئی نسل کو فحاشی، عریانی اور بے حیائی سے بچائیں۔ صرف اقوامِ متحدہ یا کسی بڑے فورم یا چند کانفرنسز میں تقاریر کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا، بلکہ اربابِ اقتدار عملی اقدامات اٹھائیں اور ایسے تمام چینل بند کریں جو مسلم نوجوانوں کو تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

تراکھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں منکر عجب، کھانے غرانے والے

رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

وہی دھوم اُن کی ہے ماشاء اللہ!
مٹ گئے آپ مٹانے والے

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان میں ناموسِ رسالت کا ارتقائی جائزہ

ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں

حضور نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آفاقی تعلیمات، قرآن و سنت پر عمل کر کے مسلمانوں نے دلوں اور ملکوں دونوں کو تسخیر کیا۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے آخر میں جس صحابی کا انتقال ہوا وہ حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ (م 100ھ) تھے۔ اس وقت معلوم دنیا کا بڑا اور متمدن دنیا کا سارا جغرافیائی حصہ مسلمانوں کے پاس تھا۔ آغازِ اسلام کے بعد ایک صدی سے کم عرصہ میں ہندوستان سے لے کر سپین اور جنوبی فرانس تک کا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا تھا۔ اپنے سیاسی عروج کے زمانہ بالخصوص عباسی خلیفہ ہارون الرشید (م 193ھ/809ء) کے دور میں قائم بیت الحکمت (House of wisdom) کے تحت تالیف و تراجم کا کام ہوا۔ اس دور میں مسلمانوں نے غیر اقوام کے بہت سے علوم و فنون کی اہم کتب کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے کسی قوم کے قانون کی کتاب کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے دورِ آغاز ہی سے مسلمانوں کو یہ فخر اور ناز رہا ہے کہ ان کے پاس اپنا ایک مکمل اور قابلِ عمل قانون قرآن و سنت کی صورت میں موجود ہے۔ اس لیے انہیں کسی غیر قوم سے قانون لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب پاکستان قائم ہوا تو ہم نے جغرافیائی آزادی تو حاصل کر لی لیکن ذہنی غلامی از خود برقرار رکھی اور انگریزوں ہی کے قانون کو اپنا لیا۔ پاکستان کا موجودہ نافذ العمل ضابطہ تعزیرات انگریزوں کے زمانے سے نافذ تعزیراتی قانون کا تسلسل ہے۔ قیامِ پاکستان سے

قبل موجودہ پاکستان اور بھارت کے علاقے انڈیا کہلاتے تھے۔ انڈیا پر انگریز راج مسلط تھا۔ انڈین پینل کوڈ (Indian Penal Code) یعنی ضابطہ تعزیرات ہند کو Act XLV 1860 کے ذریعے نافذ کیا گیا تھا۔ یہ ایکٹ پہلے انڈین لاء کمشن نے تیار کیا تھا۔ اس کمشن نے لارڈ میکاولے (Lord Macauly) کی سربراہی میں کام کیا۔ اس کے دیگر دو ممبران میکلوڈ اینڈرسن (Mcleod Enderson) اور ملٹ (Millet) تھے۔

انڈین پینل کوڈ 1860ء کا پاکستان میں نفاذ اور دفعہ 295:

14/ اگست 1947ء کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ 1860ء ہی کو The Adaptation of Centeral Acts and Ordinances Order 1949 کے تحت ضابطہ تعزیرات پاکستان (Pakistan Penal Code) کے طور پر اختیار کرلیا گیا تھا۔ 1860ء میں انگریزوں کے بنائے گئے اس ضابطہ تعزیرات کا باب XV مذہب سے متعلق جرائم کے بارے میں ہے۔ اس باب کی دفعہ 295 کے تحت کسی عبادت گاہ یا مذہبی طور پر مقدس قرار دی گئی کسی چیز کی توہین کو قابل سزا قرار دیا گیا تھا۔ اس قانون کے مطابق ایسی اہانت کے مرتکب شخص کو زیادہ سے زیادہ دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی جو کسی عبادت گاہ یا افراد کے کسی گروہ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز کو اس ارادے کے ساتھ تباہ کرتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے کہ اس سے افراد کے کسی گروہ کے مذہب کی توہین ہو یا وہ اس علم کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ افراد کا کوئی گروہ اسے اپنے مذہب کی توہین سمجھے گا۔

پاکستان ضابطہ تعزیرات (Pakistan Penal Code) کی دفعہ 295 کے الفاظ میں:

Whoever destroys, damages or defiles any place of worship, or any object held sacred by any class of persons with the intention of thereby insulting the religion of any class of persons or with the knowledge that any class of persons is likely to consider such destruction, demage or

defilement as an insult to their religion, shall be punished with imprisonment of eith scription for a term which may extend to two years, or with fine, or with both.

1927ء میں دفعہ 295-A کا اضافہ

توہین مذہب کی سزا دو سال قید یا جرمانہ:

1927ء میں The Criminal Law Amendment Act XXV of 1927 کے تحت انڈین پینل کوڈ 1860ء میں ایک نئی دفعہ 295-A کا اضافہ کیا گیا۔ اس میں یہ کہا گیا کہ اگر کوئی شخص دیدہ دانستہ اور بغض پر مبنی ارادہ کے تحت تحریر، تقریر یا کسی کھلے فعل سے کسی طبقۂ افراد کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے اس طبقۂ افراد کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کی کوشش کرے تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

پاکستان کے ضابطۂ تعزیرات (PPC) میں دفعہ 295-A کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

Whoever, with deliberat and malicious intention of outraging the religious feelings of a class of the citizens of Pakistan, by words either spoken or written, or by visible represnetations insults or attempts to inslult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend two years, or with fine, or with both.

مقدمہ "رنگیلا رسول":

انڈین پینل کوڈ میں اس دفعہ کے شامل ہونے کا سبب ایک مشہور اور بدنام زمانہ مقدمہ کیس تھا جس کا فیصلہ لاہور ہائی کورٹ میں ہوا تھا۔ "رنگیلا رسول" نامی کتاب کو 1924ء میں لاہور کے ایک ہندو راجپال نے شائع کیا تھا۔ ہسپتال روڈ پر انارکلی بازار

میں پان گلی کے قریب "راجپال اینڈ سنز" کے نام سے اس کی کتابوں کی دوکان تھی۔اس کتاب کے شائع ہونے پر انڈیا کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔

مسلمانوں نے مجسٹریٹ درجہ اوّل کی عدالت میں راجپال کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کیا۔انگریز مجسٹریٹ درجہ اوّل مسٹری ایچ ڈزنی نے 1924ء میں راجپال کو چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

راجپال نے اس فیصلہ کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل کی۔کرنل ایف بی نکلس نے مجسٹریٹ درجہ اوّل کی طرف سے راجپال کو دی جانے والی سزا میں تخفیف کر دی۔ اس کے بعد راجپال نے سیشن کورٹ کے فیصلہ کے خلاف نگرانی کی درخواست دائر کی جہاں جج کنور دلیپ سنگھ نے راجپال کو بری کر دیا اور جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا:

.....that section that 153-A was not meant to stop polemics against a deceased religious leader however scurrilious and in bad taste such attack may be.

[PPC page 271, PLD 1960 Lahore 635]

دفعہ 153-A کا مقصد فوت شدہ مذہبی رہنما کے خلاف تنازعات کو روکنا نہیں ہے خواہ ایسے رہنما پر کتنا ہی فحش اور برا حملہ کیا گیا ہو۔

جسٹس دلیپ سنگھ نے یہ بھی لکھا کہ اس دفعہ کا مقصد مخصوص طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کا تحفظ کرنا نہیں ہے، کسی فوت شدہ لیڈر کو توہین سے تحفظ دلانے کے لیے یہ دفعہ نہیں بنائی گئی۔لہٰذا دلیپ سنگھ نے یہ فیصلہ دے کر راجپال کو بری کر دیا کہ کتاب "رنگیلا رسول" کی عبارتیں کیسی ہی ناخوشگوار ہوں، بہر حال وہ کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کر رہیں۔

انڈین پینل کوڈ آف 1860ء کی دفعہ 153-A میں مذہب، نسل، جائے پیدائش، زبان، ذات، جماعت یا کسی اور بنیاد پر مختلف مذاہب، نسل، زبان یا علاقہ کے گروہوں یا ذاتوں یا جماعت کے درمیان دشمنی، نفرت یا بدخواہی کو فروغ دینا یا فروغ دینے کا اقدام کرنا اور ایسے فعل کا ارتکاب کرنا یا دوسروں کو ایسے فعل کے ارتکاب پر اکسانا

جو مختلف مذاہب یا نسل کے لوگوں یا مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان ہم آہنگی برقرار رکھنے کے منافی ہو یا جو امن عامہ میں خلل ڈالے یا خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو، کو جرم قرار دیا گیا تھا۔

قبل از تقسیم ہند دفعہ 153-A میں درج اقدامات کو مذہب پر حملہ تصور کیا جاتا تھا۔

لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ کے صدر جسٹس براڈوے تھے۔ اس بنچ نے کنور دلیپ سنگھ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ دفعہ 153-A ایسے لٹریچر پر حاوی ہے جو فرقہ وارانہ فساد پھیلائے یا مذہبی دل آزاری کا باعث بنے۔

[ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید ص 42]

"رسالہ ورتمان" کیس:

"رنگیلا رسول" کے بعد ایک اور مقدمہ "رسالہ ورتمان کیس" (Risala-i-virtman Case) مشہور ہوا۔ اس کا فیصلہ بھی 1927ء میں ہوا۔ اس مقدمہ Devi Sharn Shasma v. King Emperor میں عدالت نے "رنگیلا رسول" کیس میں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کے برعکس دفعہ 153-A کے بارے میں قرار دیا:

....that a scurrilious, vituperative and foul attack on a religion or on its founder would come within the perview of section 153-A.

کسی مذہب یا اس کے بانی سے فحش کلامی، سب و شتم اور گھناؤنہ حملہ دفعہ 153-A کی زد میں آئے گا۔

کتاب "وچترا جیون":

اسی زمانہ میں ایک اور کتاب لکھی گئی جس کا نام "وچترا جیون" (Vichitra

(Jiwan تھا۔اس کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس میں ہندو مصنف نے
سخت توہین آمیز انداز اختیار کیا تھا۔یہ مقدمہ (kali Charan Sharma v. King
(Emperor ہائی کورٹ میں پیش ہوا اور اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں
عدالت نے لکھا:

...that the book entitled Vichitra Jiwan depiciting the life of the prophet Mohammad promoted feelings of enmity between Hindu and Muhammadans.

"وچترا جیون" نامی کتاب میں پیغمبر محمد (ﷺ) کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دشمنی کو ہوا ملی ہے۔

اس مقدمہ کالی چرن شرما کے فیصلہ میں جسٹس دلال (Dalal) نے لکھا کہ میں اس معاملہ کو ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کے طور پر نہیں بلکہ انڈیا کے کسی قصبہ میں رہنے والے عام آدمی کے طور پر لوں گا۔میں خود کو اس مسلمان کے مقام پر رکھوں گا جو اپنے پیغمبر کی عزت کرتا ہے اور پھر دیکھوں گا کہ اس ہندو مصنف کے بارے میں میرے کیا جذبات ہیں جو پیغمبر کا تمسخر اڑاتا ہے۔اس سطح پر ایک عام آدمی کی مانند میں مصنف سے نفرت کی بنا پر اس طبقے سے بھی نفرت کروں گا جس سے یہ مصنف تعلق رکھتا ہے۔[AIR 1927 All 654]

1927ء میں دفعہ 295-A سے متعلق سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ:

1927ء میں قائم کی جانے والی ایک کمیٹی The Select Committee جس کی رپورٹ گزٹ آف انڈیا (Gazettee of India, dated 17th September 1927, part v, p.251) میں شائع ہوئی، نے اپنی رپورٹ میں نئی دفعہ 295-A کے متعلق لکھا کہ یہ ضروری نہیں کہ بانیٔ مذہب کی توہین مذہب کی توہین ہو،اگرچہ بانیٔ مذہب کی توہین سے اس مذہب کے پیروکاروں کے جذبات مجروح ہوئے ہوں۔کمیٹی نے یہ رائے دی کہ نئی دفعہ کا اطلاق صرف ان معاملات میں ہوگا جہاں

دانستہ طور پر مذہب کی توہین کی گئی ہو تاکہ اس کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔ رپورٹ کے الفاظ ہیں:

It has in one instance been held that an insult to the founder of a religion is not necessarily an insult to the religion although it may outrage the religious feelings of the followers of that religion. We have therefore provided that the new section shall only apply to cases where a religion is insulted with the deliberate intention of outraging the religious feelings of its followers.

[PPC page 271]

سلیکٹ کمیٹی کی مندرجہ بالا رپورٹ نے یہ واضح کر دیا کہ انڈین پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ 295-A کا اطلاق صرف اس صورت میں ہو گا جب کسی مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے دانستہ طور پر اس مذہب کی توہین کی جائے۔ یہ کسی مذہب کے بانی کو کوئی قانونی تحفظ فراہم نہیں کرتی اور نہ ہی کسی مذہب کے بانی قائد کی توہین کو جرم قرار دیتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ "رنگیلا رسول" نامی کتاب جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات مطہر و مقدس کے بارے میں نہایت قابل اعتراض مواد تحریر تھا، اسے شائع کرنے پر راجپال کو توہین مذہب کا مجرم نہ گردانتے ہوئے بری کر دیا گیا تھا۔

راجپال کی بریت کا فیصلہ انگریزی عدالت کے ججوں کی طرف سے تو کر دیا گیا لیکن انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور نے راجپال کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ [ظفر اقبال نگینہ، غازی علم دین شہید ص 42]

24/ اکتوبر 1927ء کو صبح کے وقت راجپال اپنی دکان پر تھا کہ لاہور کے ایک شخص خدا بخش اکو جہانے تیز دھار چاقو سے اس پر حملہ کر دیا۔ اسے چار زخم آئے لیکن وہ بچ رہا۔

9/ اکتوبر 1927ء کو عبدالعزیز نامی ایک شخص نے راجپال کی دکان پر بیٹھے ستیانند نامی شخص کو راجپال سمجھ کر اس پر حملہ کیا۔ ستیانند اسلام کے خلاف گفتگو کر رہا تھا۔ عبدالعزیز نے اسے توہین اسلام سے منع کیا۔ اس کے باز نہ آنے پر عبدالعزیز نے اس پر حملہ کر دیا جس سے ستیانند زخمی ہو گیا۔

ایک روز راجپال کار میں سوار ہو کر اپنے دفتر آیا۔ لاہور کے علم دین نے چھری سے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ 22 مئی 1929ء کو علم دین کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ 17 جولائی 1929ء کو لاہور ہائی کورٹ نے سزائے موت کی توثیق کی اور 31/ اکتوبر 1929ء کو میانوالی جیل میں علم دین کو پھانسی دے دی گئی۔ لاہور کے میانی صاحب قبرستان میں غازی علم دین شہید کا مزار ہے۔

لہٰذا قبل از تقسیم ہند صرف مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا تھا اور وہ بھی اس صورت میں جب یہ اقدام دانستہ اور معاندانہ نیت سے کسی مذہب کے افراد کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔

1941ء میں "شب شرما" مقدمہ کا فیصلہ:

Shib Sharma v. Emperor

[AIR 1941 Outh 310]

1941ء میں (Shib Sharma v. Epleror) نامی مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ایک ہندو مصنف میں کتاب لکھی۔ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا اس کے اقتباسات مسلمانوں کی مذہبی کتب سے لیے گئے تھے لیکن ان اقتباسات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اس انداز سے پیش کیا گیا جس سے رسول اللہ ﷺ کی توہین ہوتی تھی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اودھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھامس (Thomas) نے لکھا:

Section 153-A applies where author collects a number of passages from Muslim books which may be

perfectly right and harmless in their proper setting, but which, when disconnected or detached, seen scurrilous, indecent and highly objectionable.

دفعہ 153-A کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں مصنف مسلمانوں کی کتابوں سے ایسی بہت سی عبارتوں کے ٹکڑے لیتا ہے جو اپنی مناسب جگہوں میں مکمل طور پر درست اور بے ضرر ہوں۔ لیکن جب عبارتوں کے ان ٹکڑوں کو وہاں سے علیحدہ کیا جائے تو وہ گالی گلوچ، نامناسب اور انتہائی قابلِ اعتراض نظر آئیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد قانونِ ناموسِ رسالت:

14/ اگست 1947 کو پاکستان بننے کے بعد انڈین پینل کوڈ 1860ء (IPC) ہی کو پاکستان پینل کوڈ (PPC) کے طور پر اختیار کر لیا گیا۔ لہٰذا قیامِ پاکستان کے بعد بھی توہینِ مذہب کا قانون کافی عرصہ تک پہلے والا ہی رہا یعنی مذہب کی توہین پر دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں نافذ تھیں۔ فوت شدہ مذہبی بانی و لیڈر کی توہین پر کوئی سزا موجود نہیں تھی۔ مذہب اور پیغمبر کے خلاف لکھا جانے والا مواد ضبط کر لینے کا حکم تھا۔

ناموسِ رسالت سے متعلق پاکستان کے قانون میں کیا کیا ارتقائی مراحل طے ہوئے، ذیل میں اس کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی عدالتوں کے مشہور مقدموں کی روشنی میں قانونِ ناموسِ رسالت منشا و مزاج کی وضاحت کی جائے گی۔ عدالتی فیصلے کسی قانون کو سمجھنے کے لیے اہم ہوتے ہیں۔ ججوں کے فیصلوں کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ عدالتی فیصلے قانون کی تشریح کرتے ہیں۔ اینگلوسیکسن قانون جس کا پاکستان میں تسلسل ہے، اس کے اصولیین (experts of jurisprudence) نے ججوں کو قانون کے پادری کہا ہے: The judiciary are the priests of the law اور عدالتی نظائر (precedents) کو عدالتی نظام کی زندگی کا خون (life blood of legal system) قرار دیا گیا ہے۔ عدالتوں کے جج نہ صرف قانون کی تشریح

کرتے ہیں بلکہ بقول بینتھم (Bentham) وہ قانون بھی بناتے ہیں۔

دفعہ 295-A اور چند مشہور عدالتی فیصلے:

1954ء میں کتاب "جیسس اِن ہیون آن ارتھ" پر لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ

In the matter of the book (Jesus in Heaven on Earth) and in the matter of the petition of the working Muslim Mission and Literary Trust, Lahore and of the civil and Military Gazette Limited Lahore Versus the crown ... Respondent. [PLD 1954 Lahore 724]

یہ مقدمہ چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس ایم اے صوفی پر مشتمل بنچ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کا فیصلہ چیف جسٹس کیانی نے لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

خواجہ نذیر احمد ایڈووکیٹ جو احمدیہ لاہور شاخ سے تعلق رکھتا ہے اس نے ہائی کورٹ میں درخواست دی کہ حکومت پاکستان کی جانب سے اس کی کتاب "Jesus in Heaven on Earth" پر پابندی لگا دی گئی ہے اور اسے ضبط کر لیا گیا ہے۔ ضبطی کے اس حکم کو ختم کیا جائے۔ یہ کتاب 1952ء میں دی ورکنگ مسلم اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور نے شائع کی جسے حکومت پاکستان نے اپریل 1953ء میں اس بنیاد پر ضبط کر لیا کہ اس کتاب کا مواد پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A کے تحت قابل سزا ہے اور یہ کتاب پاکستانی عوام کے ایک گروہ کے مذہبی عقائد کی توہین کرتی ہے۔

جون 1953ء میں قانون ساز اسمبلی کے دو مسیحی ممبران مسٹر گبن (C.G. Gibben) اور مسز سنگھا (S.P.Singha.Mrs) نے اس مقدمہ میں فریق بننے کی درخواست دی۔ مسٹر گبن جو پاکستان جوائنٹ کرسچین بورڈ کے صدر ہیں، نے کہا کہ اس کتاب نے متذکرہ مسیحیوں کے جذبات کو مشتعل کیا ہے۔ ان کے مذہبی جذبات کی توہین کی ہے۔

عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ دیا:

کسی فرقہ کی دیانتدارانہ تبلیغ انسانیت کی سالمیت کی طرف لے کر جاتی ہے۔ ہمیں کسی جگہ حد بندی ضرور کرنا ہوگی۔ جہاں بحث و تنازعہ ختم ہو کر بغض و عناد شروع ہو جائے وہیں حد ہوگی۔ اس عدالت کا کوئی جج اس بات کو برداشت نہیں کرے گا کہ ملکی قانون کی اس طرح سے تشریح کی جائے کہ ریاست کی غیر مسلم اور دوسری اقلیتوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے بلکہ انہیں ریاست کے قانون میں سکون و آرام ملنا چاہیے۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ دفعہ 295-A اس کیس پر لاگو ہوتی ہے لیکن دفعہ 295-A کے بارے میں میں پُر یقین نہیں ہوں۔ اگرچہ اس کتاب میں مذہبی عقائد کی توہین کی گئی ہے لیکن یہ فرض کرنا آسان نہیں ہے کہ مصنف نے دانستہ اور معاندانہ نیت سے ایسا کیا ہے۔ جس طرح ایک ہندو کی طرف سے "رنگیلا رسول" لکھنے پر مسلمان تمام ہندوؤں کے خلاف ہو گئے تھے، اس طرح ہر مسیحی بھی ایک انسان ہوتے ہوئے تمام مسلمان آبادی سے بدظن ہو جائے گا۔ لہٰذا میں ضبطی کے حکم کو ختم کرنے کی یہ درخواست مسترد کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ یہ فیصلہ اس وقت دیا گیا تھا جب ابھی پاکستان کی قانون ساز پارلیمنٹ نے قادیانیوں اور احمدیوں کی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا تھا۔

بنائے فیصلہ (ratio decidendi):

1- غیر مسلموں اور اقلیتوں کو ریاست کے قانون میں سکون و آرام ملنا چاہیے۔

2- ہر مذہبی فرقہ کو تبلیغ کی اجازت ہے لیکن جہاں بحث و تنازعہ ختم ہو کر بغض و عناد شروع ہو جائے وہیں تبلیغ کی حد بندی ہوگی۔

3- کسی کام میں دانستہ اور معاندانہ نیت نہ بھی پائی جائے تب بھی ایسا اقدام جائز نہیں اگر اس کی وجہ سے ایک مذہبی طبقہ دوسرے مذہبی گروہ کے تمام افراد سے بدظن ہو جائے۔

1960ء میں کتاب "میزان الحق" پر لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ:

The Punjab Religious book Society Lahore ...Petitioner Versus the State ... Respondent

[PLD 1960 (W.P) Lahore 629]

یہ مقدمہ چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس بدیع الزماں کیکاؤس پر مشتمل فل بینچ کے سامنے پیش ہوا۔ فیصلہ جسٹس شبیر احمد نے لکھا جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

حکومت مغربی پاکستان کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے جاری کردہ ایک حکم نامہ 27/ اپریل 1959ء کو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور کے جنرل مینیجر کو موصول ہوا۔ اس حکم نامہ کے مطابق سوسائٹی کی جانب سے شائع ہونے والی کتاب "میزان الحق" کی تمام کاپیوں بشمول اردو ترجمہ والی کاپیوں کو ضبط کرلیا گیا کیونکہ اس کتاب میں پاکستانی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کی گئی تھی جو کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A کے تحت قابل سزا ہے۔

سوسائٹی کے جنرل مینیجر کی جانب سے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے اس حکم کو ختم کرنے کی درخواست کی گئی۔ درخواست میں کہا گیا کہ متذکرہ بالا کتاب "میزان الحق" ایک جرمن مشنری Rev. C.G.Fander کی ایک سو سال قبل لکھی گئی کتاب کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پہلے جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ بعد میں انگریزی، ترکی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے۔ سوسائٹی کی جانب سے اس کا اردو ترجمہ 1891ء میں شائع ہوا تھا اور عوام میں اس کی فروخت جاری رہی۔ چوتھا ایڈیشن 1946ء میں اور پانچواں ایڈیشن 1953ء میں سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوا۔

یہ کتاب جس کی ضبطی کے احکام حکومتِ مغربی پاکستان نے جاری کیے، اس کا موضوع اسلام اور مسیحیت کے درمیان موازنہ کرنا ہے۔ مصنف جو کہ خود مسیحی ہے اور جیسا کہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ مسیحیت کا مذہب سچا ہے اور اسلام سچا

مذہب نہیں ہے۔ مصنف اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اس کا مقصد مسیحیت کو اسلام سے برتر ثابت کرنا ہے لیکن اس نے مذکورہ کتاب میں ایک سے زیادہ مواقع پر یہ کہا ہے کہ اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں ہے۔

ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری کردہ ضبطی کا حکم یہ نہیں بتاتا کہ یہ کتاب دانستہ طور پر اور معاندانہ نیت سے لکھی گئی ہے تاکہ پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور اسلام کی توہین ہو۔ بلکہ اس حکم میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ متذکرہ کتاب ایسے مواد پر مشتمل ہے جو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A کے تحت قابل سزا ہے۔

صوبائی حکومت کے فاضل وکیل کی جانب سے عدالت میں کتاب مذکورہ کے قابل اعتراض حصے پڑھے گئے۔ بنچ کی طرف سے یہ واضح کیا گیا کہ اگرچہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مکمل طور پر بے ضرر ہیں لیکن ان میں سے اکثر عبارتیں دفعہ 295-A کی زد میں نہیں آتیں۔

درخواست گزار کے فاضل وکیل مسٹر جرمی (Jermy) نے یہ موقف اختیار کیا کہ کتاب "میزان الحق" گزشتہ ایک صدی سے بازار میں فروخت ہو رہی ہے لیکن ماضی میں اس کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب میں کوئی قابل اعتراض مواد نہیں ہے۔ لیکن مسٹر جرمی کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے۔ 1947ء میں پاکستان بننے سے قبل اس طرح کے معاملات کو طے کرنے کے حقیقی اختیارات ان لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کی اکثریت غیر مسلم تھی۔

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A میں مقننہ نے "ارادہ" (intention) کو "دانستہ" (delibrately) اور "معاندانہ" (maliciously) کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اگر نیت کا دانستہ اور معاندانہ ہونا ضروری نہ قرار دیا جائے تو تمام مذہبی بحثوں کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ایک فعل کو سرانجام دیتے وقت کسی شخص کی کیا نیت تھی اسے صرف فاعل ہی جانتا ہے۔ قانون یہ فرض کرتا ہے کہ فاعل اپنے افعال کے عمومی اور قدرتی نتائج سے آگاہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو گولی مار کر اسے قتل کر دیتا ہے تو قانون یہ

فرض کرے گا کہ یہ ایک انسان کا ارادی قتل تھا۔ اگر گولی چلانے والا یہ ظاہر کرنا چاہے کہ اس کا ارادہ مقتول کو قتل کرنے کا نہیں تھا تو اس کا بارِ ثبوت (burden of proof) اس پر ہوگا۔ مذہبی بحثوں اور متنازعہ باتوں میں بھی اس اصول کا اطلاق ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہبی جذبات کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ اس کا ارادہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا تھا۔ بہر حال دیگر مہذب ممالک کی طرح پاکستان کا قانون بھی مذہبی بحثوں اور تبلیغ کی ممانعت نہیں کرتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر قانون ان چیزوں پر زبان بندی کردے تو ایسا کرنا ناممکن کو حاصل کرنا ہوگا۔ یہ واضح ہے کہ دو مذاہب کے موازنہ میں ایسی باتیں کرنا، کہی اور لکھی جائیں گی جو دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات کی توہین کے زمرے میں آئیں گی۔ لیکن پھر بھی دفعہ 295-A میں درج شرائط پوری نہیں ہوں گی۔ یہ شرائط اس وقت پوری ہوں گی جب یہ ثابت ہو جائے کہ مذہبی عقائد کی توہین کا ارادہ دانستہ اور معاندانہ تھا۔

کتاب متذکرہ ایک بہت متنازعہ موضوع سے متعلق ہے جس سے مصنف کی تحقیق وتعلیم ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے کتاب میں درج تمام دلائل مسلمان مُصنفین کی کتب سے نقل کیے ہیں جن میں سے بعض کتب اکثر مسلمانوں کے نزدیک مستند ہیں۔ کتاب کے زیرِ غور حصے لہجے کے اعتبار سے بقیہ کتاب کے عام لہجے سے مختلف ہیں۔ بہر حال مسٹر جرمی پر واضح کیا گیا ہے کہ کتاب مکمل طور پر غیر جارحانہ نہیں ہے۔ کتاب کے وہ حصے جن کے جارحانہ ہونے کی بنچ نے نشاندہی کی ہے، کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور جس کے بورڈ کے چیئرمین بشپ آف لاہور ہیں، کی جانب سے دی جانے والی ضمانتوں کا احترام کیا جائے گا۔ میں نے کتاب میں پائے جانے والے قابلِ اعتراض حصوں کو نقل نہیں کیا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں بالواسطہ طور پر ان مسلمانوں کو ناراض کرنے کا سبب بنوں جنہوں نے ابھی یہ کتاب نہیں پڑھی لیکن شاید وہ یہ فیصلہ پڑھیں گے۔ معاملہ کو کسی قسم کی غلطی سے پاک کرنے کے لیے میں قابلِ اعتراض حصوں کے صفحات کا ذکر کردیتا ہوں۔ صفحات: 103، 104، 129،

130، 147، 274، 341، 376، 379 اور صفحہ 475۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں درخواست منظور کرتا ہوں اور صوبائی حکومت کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ درخواست گزار کو مبلغ -/300 روپے اخراجات کے ادا کرے۔ (تلخیص)

اس طرح لاہور ہائی کورٹ نے کتاب "میزان الحق" میں بعض قابل اعتراض مواد ہونے کے باوجود کتاب کو تحقیق و تعلیم قرار دیتے ہوئے اس کی پابندی کے خلاف درخواست منظور کی۔

بنائے فیصلہ (ratio decidendi):

1- مقننہ نے "ارادہ" کو "دانستہ" اور "معاندانہ" کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔

2- مندرجہ بالا اصول کا اطلاق مذہبی بحثوں اور متنازعہ باتوں میں بھی ہوتا ہے۔

3- اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہبی جذبات کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو قانون یہ فرض کرے گا کہ اس کا ارادہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا تھا۔ اس کے برعکس ثابت کرنے کا بار (burden of proof) اس شخص پر ہے۔

1962 میں کتاب "ڈویلمنٹ آف مسلم تھیالوجی" پر لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ:

Muhammad Khalil ... Petitioner Versus The State ... Respondent [PLD 1962 Lahore 850]

اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ نے کی جو چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس شبیر احمد اور جسٹس عبدالعزیز خان پر مشتمل تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ چیف جسٹس ایم آر کیانی نے لکھا۔

شیخ محمد خلیل پریمیئر بک ہاؤس کچہری روڈ لاہور نے حکومت مغربی پاکستان کے حکم مورخہ 4 جنوری 1960ء کو ختم کرنے کی درخواست دی تھی جس کے تحت درخواست گزار کی طرف سے شائع کردہ کتاب " Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory " کو ضبط کرلیا گیا تھا۔ اس کتاب کے مصنف کا نام Duncan B. Macdonald تھا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1903ء میں اور بعد میں 1960ء میں امریکہ میں شائع ہوئی تھی۔ یہ ایک تحقیقی کتاب تھی جسے پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں تجویز کیا تھا۔

حکومت نے یہ کتاب ضبط کرنے کی وجوہ میں لکھا کہ متذکرہ کتاب سے پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کتاب دانستہ طور پر معاندانہ نیت سے لکھی گئی ہے اور اس میں بالعموم تمام مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور ان کی توہین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 153-A اور 295-A کے تحت ایسا مواد شائع کرنا مستوجب سزا ہے۔

اس کتاب میں نبی اسلام ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہونے کا واقعہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ پر خانہ جنگی، بعض قرآنی آیات کے احکام میں پایا جانے والا بظاہر تناقض، عرب قوم اور صوفیاء کرام سے متعلق بحثوں کے علاوہ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے طرزِ حکمرانی کے متعلق مصنف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو مطلق العنان بادشاہ (Absolute monarch) اور اس عہد کو موقع پرستی کا دور (The system was one of opportunism) کہا ہے۔

عدالت نے مذکورہ کتاب کے قابل اعتراض حصوں کی اصلاح اور درستی کرنے کو کہا۔ عدالت نے قرار دیا کہ کتاب ایک تحقیقی کتاب ہے اور اس میں شائع شدہ مواد پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 153-A اور 295-A کی زد میں نہیں آتا۔ عدالت نے حکومت

کی جانب سے اس کتاب کی ضبطی کے حکم کو ختم کر دیا۔ (تلخیص)

1980ء میں دفعہ 298-A کا اضافہ:

رسول اللہ ﷺ کی زوجات، اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین پر سزا

قیامِ پاکستان کے تقریباً 33 برس بعد 1980ء میں ایک صدارتی آرڈی نینس Pakistan Penal Code (Second Ammendment) Ordinance XLIV of 1980 کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ 298-A شامل کی گئی جس کی رو سے پیغمبر اسلام ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ (ام المومنین)، اہلِ بیت یا خلفائے راشدین یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبانی یا تحریری یا ظاہری اشاروں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اتہام، طعن زنی یا درپردہ تعریض سے توہین و بے حرمتی کرنے پر زیادہ سے زیادہ تین برس تک قید محض یا جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جا سکیں گی۔

دفعہ 298-A کے الفاظ یہ ہیں:

"Whoever by words, either spoken or written or by visible respresentation, or by any imputation,innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife)Ummul-Mumineen ※(or members of family)Ahle-Bait ※(of the Holy Prophet)peace be upon him ※(or any of the righteous Caliphs)K h u l a f a Raashideen(or Companions)Sahaaba(of the Holy Prophet)peace be upon him(shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, or with fine, or with both".

1982ء میں دفعہ 295-B کا اضافہ: قرآن کی بے حرمتی پر عمر قید

1982ء میں ایک اور صدارتی آرڈی نینس Ordinance 1 of 1980, dated 18-3-1982 کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں 295-B کو شامل کیا گیا جس

کے تحت قرآن مجید یا اس میں سے کسی اقتباس کی دانستہ طور پر بے حرمتی کرنے، نقصان پہنچانے یا اسے کسی معیوب یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرنے والے کو عمر قید کی سزا مقرر کی گئی۔

اس دفعہ کی عبارت یہ ہے:

"Whoever willfully defiles, damages or desecrates a copy of the Holy Quran or of an extract thereof or uses it in any derogatory manner or for any unlawful purpose shall be punished with imprisonment for life".

توہین کتابچہ "نماز مترجم" مقدمہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ

[S.C.M.R 17341991]

6/ اپریل 1982ء کو عبید اللہ پر الزام لگایا گیا کہ اس نے "نماز مترجم" کی ایک کتاب کو پاؤں تلے روندا ہے۔ عبید اللہ نے انکار کیا اور کہا کہ کچھ نامعلوم افراد نے اس کی جیب میں "نماز مترجم" ڈال کر اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ بعد میں مجھ پر "نماز مترجم" نامی مقدس کتاب کی توہین کا الزام لگا دیا۔ عبید اللہ پر ایڈیشنل جج بہاولپور کی عدالت میں پینل کوڈ کی دفعہ 295-B کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بنچ نے عبید اللہ خارج کر دی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے عبید اللہ کو بری کر دیا کہ وہ ایک ان پڑھ شخص ہے اور "نماز مترجم" اپنے پاس رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور جو بھی توہین ہوئی ہے اس میں عبید اللہ کا کوئی ارادۂ بد نہیں پایا جاتا۔ (تلخیص)

بنائے فیصلہ (ratio decidendi):

1- توہین میں ارادۂ بد کا نہ پایا جانا

2- کتابچہ "نماز مترجم" کی توہین میں ملزم کا ارادۂ بد نہیں پایا جاتا۔

حرمتِ قرآن کے مقدمہ میں کراچی ہائی کورٹ کا فیصلہ

M.M.K.A.Zia Versus The Director General FIA

[Karachi 305PLD 1988]

درخواست گزار ایم ایم کے اے ضیاء نے تاج کمپنی کے گودام میں موجود ایسے قرآن مجید کی تلاش میں ایف آئی اے کی مدد کی تھی جن کی جلدوں میں قابل اعتراض تصاویر پائی گئی تھیں۔ درخواست گزار کا خیال تھا کہ FIA کے ڈائریکٹر جنرل کو چاہیے تھا کہ وہ اس کیس کو مزید آگے بڑھاتا۔ کارروائی کے دوران یہ ظاہر ہوا کہ 1985ء میں تاج کمپنی نے اٹلی کی ایک فرم کو 12500 کی تعداد میں قرآن مجید کی چھپوائی کا آرڈر دیا۔ بہر حال قرآن کے ان نسخوں کی جلد بندی اٹلی میں ہوئی جہاں پرانے آرٹ رسالوں کے صفحات قرآن مجید کی جلدوں میں رکھ دیے گئے۔ ان صفحات میں سے بعض پر عریاں تصاویر تھیں۔ تاج کمپنی نے اس فرم کے مزید آرڈر منسوخ کر دیے اور سخت الفاظ میں ایک خط لکھا۔ عدالت نے قرار دیا کہ تاج کمپنی کی جانب سے کوئی دانستہ غلطی نہیں ہوئی لہٰذا کیس کو ڈسمس کر دیا گیا۔ (تلخیص)

1984ء میں B-298 کا اضافہ:

رسول اللہ ﷺ کی زوجات، اہل بیت اور صحابہ علیہم الرضوان اجمعین کے القاب استعمال کرنے کی ممانعت۔ 1984ء میں کے صدارتی آرڈی نینس (XX) کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ B-298 شامل کی گئی۔ اس دفعہ کی رو سے قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو رسول اللہ ﷺ کی زوجات مطہرات، اہل بیت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور کو "امیر المومنین"، "خلیفۃ المومنین"، "خلیفۃ المسلمین"، "صحابی"، "رضی اللہ عنہ"، "اُم المومنین"، "اہل بیت" کہنا اور اپنی عبادت گاہوں کو "مسجد" کے نام سے پکارنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ایسا کرنے پر تین سال تک قید محض اور جرمانہ کی سزا نافذ کی گئی۔

پاکستان پینل کوڈ میں دفعہ B-298 کی عبارت اس طرح سے ہے:

(1) Any person of the Qadiani Group or the Lahori Group (who call themselves "Ahmadis" or by other name) who by words, either spoken or written, or by visible representation,

(a) refers to, or addresses, any person, other than a Caliph or Companion of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) as "Ameer-u-Mumineen", "Khalifa-tul-Mumineen", "Khalifa-tul-Muslimeen", "Sahaabi", or "Razi Allah Anho":

(b) refers to, addresses, any person, other than a wife of the Holy Prophet Muhammad (peace be u[on him), as "Ummul-Mumineen";

(c) refers to, or addresses, any person, other than a member of the family (Ahle-bait) of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him), as "Ahle-bait"; or

(d) refers to, or names, or calls, his place of worship as "Masjid":

shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, and shall also be liable to fine.

1984ء میں پٹیشن: توہین رسالت کی سزا موت

1984ء میں جناب اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے فیڈرل شریعت کورٹ

میں ایک پٹیشن دائر کی کہ توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی جائے۔

1984ء میں بل: توہین رسالت کی سزا موت

شریعت کورٹ میں دائر کردہ اس پٹیشن کا ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ رکن قومی اسمبلی آپا نثار فاطمہ نے قومی اسمبلی میں ایک بل پیش کر دیا کہ توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزائے موت کا قانون پاس کیا جائے۔

1986ء میں C-295 کا اضافہ:

رسول اللہ ﷺ کی توہین پر موت یا عمر قید کی سزا۔ 1986ء میں کریمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ III مجریہ 1986ء کے تحت پاکستان پینل کوڈ میں ترمیم کر کے ایک نئی دفعہ C-295 کا اضافہ کیا گیا۔ پاکستان میں اب تک مذہب سے متعلق جن جرائم پر سزائیں نافذ تھیں ان میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی توہین و گستاخی کا جرم شامل نہیں تھا۔ اس نئی دفعہ C-295 کے تحت ایسے مجرم کو سزائے موت یا عمر قید کی سزا اور جرمانہ کا مستوجب قرار دیا گیا جو زبانی، تحریری یا اعلانیہ یا اشارے سے یا کنایہ سے، براہِ راست یا بالواسطہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان تراشی کرے اور آپ ﷺ کے نام مبارک کی بے حرمتی کا ارتکاب کرے۔ اس نئی دفعہ کے تحت عدالت کو صوابدیدی اختیار دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کو موت یا عمر قید دونوں میں سے کوئی ایک سزا کا حکم سنا دے۔

اس دفعہ C-295 کے الفاظ یہ ہیں:

Use of derogatory remarks etc in respect of the Holy Prophet. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment

for life and shall also be liable to fine.

رسول اللہ ﷺ کی توہین کیس میں کراچی ہائی کورٹ کا فیصلہ

Mirza Mubarik Ahmad Nusrat Versus The State

[Karachi 314.C.R.CPLF 1989]

اس مقدمہ کا فیصلہ جسٹس امام علی جی قاضی نے لکھا۔ درخواست گزار مبارک احمد نصرت جو کہ احمدی ہے، کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ C-295 اور دفعہ C-298 کے تحت سیشن کورٹ سانگھڑ میں مقدمہ چل رہا ہے۔ صوبائی کنوینر مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ غلام احمد میاں ہمدانی نے کہا کہ اسے 9 نومبر 1988ء کو ایک رجسٹرڈ خط ملا جس میں ایک کتابچہ "مباہلہ" شامل تھا جس میں مرزا طاہر احمد نے چیلنج کیا تھا۔ خط کے آغاز میں لکھا تھا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدہ المسیح الموعود

اس خط پر خاکسار مرزا مبارک احمد نصرت کے دستخط تھے۔ اس خط میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا گیا تھا لیکن اس میں جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد پر بھی درود بھیجا گیا ہے، جبکہ غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار پاکستان کے قانون کے تحت کافر ہیں۔ مرزا مبارک احمد نے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر اور ایک کافر پر درود بھیج کر جرم کیا اور نبی اکرم ﷺ کی اہانت کی ہے جو پینل کوڈ کی دفعہ C-295 کے تحت جرم ہے۔ اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی عبدہ المسیح الموعود لکھ کر اور مرزا طاہر احمد کے چیلنج "مباہلہ" کو بھیجنے سے اس نے خود کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور میرے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کو پاکستان پینل کوڈ میں پہلی مرتبہ 1986ء میں قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا۔ میں نے C-295 کو پڑھا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دفعہ کے تحت جرم اسی صورت میں واقع ہوگا جب ایک شخص زبانی،

تحریری یا ظاہری اشاروں سے براہِ راست یا بالواسطہ نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی توہین، بے حرمتی اور طعن کرے۔ اس کیس میں الزام یہ ہے کہ درخواست گزار جو کہ عقیدہ کے اعتبار سے احمدی ہے، نے ایک مسلمان (شکایت کنندہ) کو مخاطب کرتے ہوئے خط میں نبی اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے لیے عربی زبان کے بعض جملے استعمال کیے ہیں۔

ہمارے پینل لاء (تعزیراتی قانون) کا ایک واضح اصول mens rea یعنی مجرمانہ ارادہ، مجرمانہ توہین، بُرا ارادہ یا عمل کے غلط ہونے کا علم ہے۔ یہ کسی بھی جرم کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ مندرجہ بالا عربی جملوں سے نبی اکرم ﷺ کے نام کی توہین نہیں ہوئی۔ انصاف کے مقاصد کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ بھاری ضمانت طلب کی جائے۔ درخواست گزار کو 2 لاکھ روپے کی ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے۔ (تلخیص)

بنائے فیصلہ (ratio decidendi):

ہمارے پینل لاء (تعزیراتی قانون) کا ایک واضح اصول mens rea یعنی مجرمانہ ارادہ، مجرمانہ توہین، بُرا ارادہ یا عمل کے غلط ہونے کا علم ہے۔ یہ کسی بھی جرم کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔

شریعت کورٹ کا حکم: 30/ اپریل 1991ء سے C-295 کے الفاظ "یا عمر قید" حذف

1986ء میں پاکستان پینل کوڈ (PPC) میں شامل کی جانے والی نئی دفعہ C-295 کے تحت توہین۔

رسالت کے مجرم کی سزا عمر قید یا سزائے موت درج تھی۔ حکومتی محکمہ قانون و پارلیمانی امور کے ماہرین نے اس دفعہ کو جب ڈرافٹ کیا تو اہانت رسول ﷺ کی سزائے موت کے ساتھ ایک متبادل سزا "عمر قید" کا اضافہ کر دیا تھا کہ عدالت اہانت رسول ﷺ کے مجرم کو ان دونوں میں سے کوئی ایک سزا دے سکتی ہے۔

1987ء میں وفاقی شرعی عدالت (Federal Shariat Court of Pakistan) میں ایک شریعت پٹیشن دائر کی گئی جس میں توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو اسلامی احکام کے منافی قرار دے کر اسے ختم کرنے کی درخواست کی گئی۔

وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے اس شریعت پٹیشن کا فیصلہ 30/اکتوبر 1990ء کو سنایا اور توہین رسالت کی متبادل سزا "عمر قید" کو غیر اسلامی اور قرآن وسنّت کے منافی قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو ہدایت جاری کی کہ "یا عمر قید" (or imprisonment for life) کے الفاظ کو پاکستان پینل کوڈ (تعزیراتِ پاکستان) کی دفعہ C-295 سے حذف کیا جائے۔ اس امر کے لیے وفاقی شرعی عدالت نے حکومتِ پاکستان کو 30/اپریل 1991ء تک مہلت دی۔

عدالت نے یہ فیصلہ بھی دیا کہ اگر 30/اپریل 1991ء تک ایسا نہ کیا گیا تو "یا عمر قید" کے الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہوں گے۔ یوں وفاقی شرعی عدالت کے حکم کے تحت 30/اپریل 1991ء سے دفعہ C-295 میں درج "یا عمر قید" کے الفاظ حذف ہو کر غیر مؤثر ہو گئے اور توہین رسالت کے مرتکب کی سزا صرف موت مقرر ہو گئی۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے اس تاریخی فیصلہ کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہانت ِ ناموسِ رسالت کی سزا موت کے قرآن وسنّت سے دلائل کیا ہیں۔ ماہرین قانون اور علماء نے عدالت کی معاونت کرتے ہوئے کیسا کیسا طرزِ استدلال اختیار کیا اور عدالت کن دلائل پر کیسے انحصار کرتے ہوئے اپنے حتمی فیصلہ پر پہنچی۔

فیڈرل شریعت کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

Mohammad Ismail Qureshi- Petitioner Versus Pakistan through Secretary Law and Parliamentary Affairs- Respondent

[Federal Shariat Court 10PLD 1991]

شریعت پٹیشن نمبر 6/L of 1987، فیصلہ مورخہ 30/اکتوبر 1990

اس شریعت پٹیشن میں درخواست گزار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C کو چیلنج کیا تھا۔

یہ مقدمہ ایک فل بنچ نے سنا جو ان ججوں پر مشتمل تھا: چیف جسٹس گل محمد خان، جسٹس عبدالکریم خان کندی، جسٹس عبادت یار خان، جسٹس عبدالرزاق خان، جسٹس فدا محمد خان۔

اس مقدمہ میں وفاقی حکومت کی طرف سے میاں عبدالستار نجم ڈپٹی اٹارنی جنرل، حافظ ایس اے رحمان اور افتخار حسین چوہدری پیش ہوئے۔ پنجاب حکومت کی طرف سے نذیر احمد غازی اسسٹنٹ اٹارنی جنرل، ریاض الرحمان یزدانی اور جلال الدین خلد پیش ہوئے۔ این ڈبلیو ایف پی حکومت کی طرف سے میاں محمد اجمل ایڈیشنل اٹارنی جنرل، سندھ حکومت کی طرف سے حافظ ایس اے رحمان اور غازی رشید اور اللہ بخش گوندل دیر کی جانب سے پیش ہوئے۔

عدالت نے بہت سے ماہرین قانون اور علماء کو اس کیس میں مدد کے لیے درخواست کی۔ کیس کی سماعت لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل ماہرین نے عدالت کی معاونت کی:

1- مولانا سبحان محمود
2- مولانا مفتی غلام سرور قادری
3- مولانا حافظ صلاح الدین یوسف
4- مولانا محمد عبدہ الفلاح
5- مولانا سید عبدالشکور
6- مولانا فضل ہادی صاحب
7- مولانا سعید الدین شیر کوٹی
8- مولانا گوہر امان اور
9- مولانا ریاض الحسن نوری

اس مقدمہ کا فیصلہ چیف جسٹس گل محمد خان نے لکھا جس کی تلخیص آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے:

درخواست گزار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ C-295 کو چیلنج کیا ہے۔ اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں:

Use of derogatory remarks etc in respect of the Holy Prophet. Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) shall be punished with death, or imprisonment for life and shall also be liable to fine.

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز ریمارکس کا استعمال: جو کوئی تحریری یا زبانی الفاظ سے یا ظاہری نمونہ سے یا کسی تہمت یا طعن آمیز اشارے یا الزام سے خواہ یہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ، حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے گا تو اسے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہو گا۔

اس دفعہ کے خلاف جو اعتراض اٹھایا گیا وہ یہ ہے کہ اس دفعہ میں توہین رسالت کے جرم کی متبادل سزا "عمر قید" قرآن وسنّت کے خلاف ہے۔ توہین رسالت کا جرم "حد" کے تحت آتا ہے اور قرآن وسنّت میں دی گئی سزا "موت" کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ فاضل وکیل نے اس ضمن میں سورت الانفال کی آیت 13 اور سورت النساء کی آیت 65 اور کچھ احادیث پر انحصار کرتے ہوئے یہ موقف بیان کیا ہے کہ اس جرم کی سزا صرف موت ہے اور کسی بھی عدالت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ سزائے موت سے کم کوئی سزا دے۔

مولانا سبحان محمود نے ان آیات پر انحصار کیا: سورۃ التوبہ آیات: 65-66، سورۃ الاحزاب آیت: 57، سورۃ الحجرات آیت: 2، سورۃ البقرۃ آیت: 217، سورۃ المائدۃ آیت: 75، سورۃ الزمر آیت: 1 اور 65 اور سورۃ محمد آیت: 28۔ انہوں نے دیگر احادیث

کے علاوہ حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پر بھی انحصار کیا جس میں توہین رسالت کے مجرم کی سزا موت بیان کی گئی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی پیش کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔ یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے توہین کے مرتکب کو موت کی سزا دی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اہانت کے مجرم کو موت کی سزا پر فقہاء کا اجماع (consensus) ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عمر قید کی سزا توہین رسالت کی مجرم عورت یا غیر مسلم کو دی جا سکتی ہے۔

مفتی غلام سرور قادری نے ان قرآنی آیات پر انحصار کیا: سورۃ الحجرات آیت: 57، سورۃ التوبہ آیات: 61، 62، 65، 66، سورۃ الاحزاب آیت: 57، سورۃ النساء آیت: 65 اور سورۃ البقرۃ آیت: 104۔ انہوں نے بعض احادیث بھی پیش کیں جن کی رو سے توہین رسالت کے مجرم کی سزا صرف موت ہے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے دلائل سے کہا کہ ہر جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ انہوں نے قرآن و احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اور حنفی فقیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہا کہ حنفی فقہاء کے نزدیک اس جرم میں توبہ کا قابل قبول ہونا راجح ہے۔

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہاء کے موقف پر انحصار کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت کے مجرم کی توبہ نہیں قبول کی جائے گی اور اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ انہوں نے قرآنی آیت کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔ ان کے نزدیک اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد ہے لہٰذا اس کی سزا موت ہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کی کہ گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہی آراء پیش کیں۔

مولانا محمد عبدہ الفلاح نے دوسری قرآنی آیات کے علاوہ سورۃ النساء کی آیت

46 کو پیش کیا اور احادیث بیان کیں جن کی رو سے گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ انہوں نے کہا کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔

مولانا سید عبدالشکور نے سورۃ التوبہ کی آیات 12، 24، سورۃ الاحزاب کی آیت 57 کو بطور دلیل پیش کیا۔ انہوں نے احادیث بھی بطور حوالہ پیش کیں کہ توہین کی سزا موت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپے ث گستاخوں کو سزائے موت دی تھی۔ انہوں نے عبدالرحمان الجزیری کی کتاب الفقہ علی المذاہب ال اربعۃ جلد 5 صفحات 275-274 اور رد المحتار جلد 3 صفحات 291-290 سے فقہاء کی آراء بیان کیں۔

مولانا فضل ہادی نے سورۃ التوبہ آیات 12، 66،65، سورۃ المجالہ آیت 22، سورۃ الاحزاب آیات 28، 57 اور سورۃ الحجرات کی آیت 2 کے علاوہ احادیث اور فقہاء کے اقوال پیش کیے کہ نبی کی اہانت کے مجرم کی سزا موت ہے۔

مولانا سعید الدین شرکوٹی نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی بیان کیں: سورۃ النساء آیت 13، سورۃ الحجرات آیات 2، 3، سورۃ الفتح آیت 9، سورۃ الاحزاب آیت 57، سورۃ البقرۃ آیات 187، 229۔ انہوں نے گستاخِ رسول کو سزائے موت دینے اور معاف کر دینے کے بارے میں احادیث نبوی پیش کیں۔ انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "امداد الفتاویٰ" جلد 5 صفحات 166-168 سے فقہاء کی آراء بیان کیں۔

تقریباً تمام فاضل علماء نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآن پر انحصار کیا ہے: سورۃ الاحزاب آیت 57، سورۃ التوبہ آیات 61، 62، سورۃ المجادلہ آیات 18، 20، سورۃ الانفال آیات 12، 13، سورۃ الحشر آیت 4، سورۃ الاحزاب آیات 60، 61، سورۃ الحجرات آیت 2، سورۃ البقرۃ آیت 217، سورۃ المائدۃ آیت 5، سورۃ الانعام آیت 88، سورۃ الزمر آیت 65، سورۃ محمد آیت 9، سورۃ البقرۃ آیت 104، سورۃ النساء آیت 46۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے اسے حضور ﷺ کے پاس فیصلہ کے لیے چلنے کو کہا۔ منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس چلنے کو کہا۔ بہر حال وہ حضور ﷺ

کے پاس گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ منافق اس فیصلہ پر رضامند نہیں تھا۔ لہٰذا وہ دونوں اپنے جھگڑے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے پہلے ہی اس کی حمایت میں فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن یہ آدمی اس پر رضامند نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے کہا: کیا ایسا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے، اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا کہ میں نے اس شخص کے لیے فیصلہ کیا ہے جو نبی کے فیصلے کو نہیں مانتا۔

اس پر سورت النساء کی آیت 65 نازل ہوئی: "آپ رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں، (اس پر) اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کریں۔"

"روح المعانی" جلد 5 صفحہ 67 پر درج ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے، گستاخِ رسول کی سزا موت پر سند ہے۔

قرآن مجید نے واضح اعلان فرمایا کہ رسول کی توہین ارتداد ہے۔ قرآن مجید سورۃ التوبہ کی آیات 65 اور 66 میں کہتا ہے: "اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو: کیا تمہاری دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی تھی؟ لہٰذا اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔"

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الصارم المسلول صفحہ 31 پر مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں کہا ہے کہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ پس توہین رسول زیادہ سنگین جرم ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی کی توہین کرے وہ مرتد ہے۔

ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن جلد 2 صفحہ 964 میں لکھا ہے کہ

منافق لوگ دانستہ یا تمسخر کے لیے یہ لفظ بولتے تھے اور کیسی ہی صورت کیوں نہ ہو ایسا کرنا کفر ہے۔ کیونکہ کفریہ الفاظ میں مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کی خفیف سی ناراضی سے بھی منع کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس ظاہری دنیا سے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ازواج مطہرات کو مؤمنین کی مائیں قرار دے کر اس حوالہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کی حرمت و ناموس کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے: "تمہارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ (الاحزاب آیت 53)

رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی توہین کا مجرم مستوجب سزائے موت ہے۔ فاضل جج نے یہاں سولہ احادیث درج کی ہیں:

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔

(الشفا، قاضی عیاض، جلد 2، صفحہ 194)

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دورِ رسالت میں ایک نابینا شخص نے ایک لونڈی کو قتل کر دیا جو رسول ﷺ کو گالی دیتی تھی۔ اس نابینا شخص نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی۔ ایک رات جب وہ حسبِ معمول رسول اللہ ﷺ کو گالی دے رہی تھی تو نابینا نے چھری لی اور اس کے پیٹ میں گھونپ کر اسے قتل کر دیا۔ اگلی صبح جب لونڈی کے قتل کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ وہ کھڑا ہو اور اعتراف کرے کیونکہ جس نے یہ کام کیا ہے اس پر میرا یہ حق ہے۔ اس پر وہ نابینا شخص کھڑا ہوا اور لوگوں کو پھلانگتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس

لونڈی کو قتل کیا ہے کیونکہ وہ آپ کو گالیاں دیتی تھی۔ میں نے مسلسل اسے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی۔ میرے اس سے دو خوبصورت بچے بھی ہیں اور وہ میری بہترین رفیقہ تھی۔ لیکن گزشتہ کل اس نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے چھری لی اور اس کے پیٹ میں گھونپ کر قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو گواہ رہنا، اس عورت کا خون باطل ہے۔

(ابوداؤد، جلد 2، صفحات 355-357)

3- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک لونڈی عورت نے گالی دی تو اسے ایک شخص نے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کا خون باطل قرار دیا۔

4- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب ایک شخص پر اشتعال حالت میں آگے آیا۔ میں نے کہا: یا خلیفۃ الرسول! مجھے حکم دیں میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غصہ دور کیا، کھڑے ہوئے، اندر چلے گئے، مجھے بلایا اور پوچھا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: مجھے حکم دیں میں اسے قتل کر دوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر میں تمہیں حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! صرف رسول اللہ ﷺ ہی یہ مقام رکھتے ہیں کہ آپ کی توہین کا مجرم قتل کر دیا جائے۔ (حوالہ بالا)

5- حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کے خلاف کون میری مدد کرے گا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ (بخاری، جلد 2، صفحہ 88)

6- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں انصار کے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ وہ ایک یہودی ابو رافع کو قتل کر دیں جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الصارم المسلول از ابن تیمیہ، صفحہ 152)

7- حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی ایک بہن مشرکہ تھی۔ آپ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو ملنے کے لیے جاتے تو وہ آپ کو ایذا پہنچاتی اور رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک دن حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اپنی اس بہن کو قتل کر دیا۔ اس کے بچے چلائے اور کہا: ہم اپنی ماں کے قاتلوں کو جانتے ہیں۔ ان لوگوں کے والدین مشرک تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ کہیں بچے بیگناہ لوگوں کو قتل نہ کرا دیں اس لیے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اصل صورتِ حال بیان کر دی۔

8- روایت کیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عفوِ عام کا اعلان فرمایا لیکن ابن خطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا جو آپ ﷺ کے بارے میں ہجویہ اشعار گاتی تھیں۔

(الشفا از قاضی عیاض، جلد 2، صفحہ 284، اردو ترجمہ)

9- قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے الشفا میں لکھا ہے رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص گالی دیتا تھا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس شخص کو کون قتل کرے گا؟ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

(حوالہ بالا)

10- روایت کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: میرا والد آپ کو بُرا کہتا ہے جسے میں برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے عمل کی توثیق فرمائی۔ (الشفا صفحہ 285)

11- یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبیلہ بنی خطمہ کی ایک عورت برا کہا کرتی تھی۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس گستاخ عورت سے انتقام کون لے گا؟ عورت کے قبیلہ کے ایک آدمی نے یہ ذمہ داری لی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اس قبیلہ میں دو بکریاں نہیں لڑیں گی اور لوگ امن و امان سے رہیں گے۔

(الشفا صفحہ 286)

12- عکرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص گالی دیتا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو لڑائی میں قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے مقتول کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دلوایا۔

(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9704)

13- عروہ بن محمد سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اس عورت کو قتل کر دیا۔

(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9705)

14- عبدالرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ایوب بن یحییٰ عدنان گئے تو آپ کو ایک شخص کے بارے میں بتلایا گیا جو رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ایوب نے اس مسئلہ سے متعلق علماء سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن یزید سنانی نے اسے قتل کرنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے انہیں ایک حدیث سنائی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے تھے اور ان سے بہت علم حاصل کیا تھا۔ ایوب نے اس فعل کا ذکر عبدالملک (یا ولید بن عبدالملک) سے بھی کیا۔ انہوں نے اس کام کو سراہا۔

(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9706)

15- حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں فرمایا: جب تم اسے پاؤ تو اسے قتل کر دو۔

(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9707)

16- ابن تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جو شخص گالی دے تو وہ قتل کر دیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9708)

مندرجہ بالا بحث شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ قرآن مجید کے مطابق جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے تشریح فرمائی ہے اور امت مسلمہ کے مابین تعامل ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا موت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے بھی اس سزا کو نہ تو ختم کیا ہے اور نہ ہی معاف کیا ہے اور نہ ہی کسی اور کو ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اس کیس میں اگلا سوال یہ ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی تعریف کی جائے۔

قرآن وحدیث میں شتم، سبّ اور اذیٰ کے الفاظ نبی کی توہین کے لیے استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ہیں: نقصان پہنچانا، توہین کرنا، اشتعال دلانا، غصہ دلانا، زخمی کرنا، مشکل سے دوچار کرنا، عزت میں کمی کرنا وغیرہ۔ لفظ "شتم" سے مراد ہے: توہین کرنا، گالی دینا وغیرہ۔

علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "اذیٰ" کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی چیز ہے جس سے کسی زندہ انسان کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے اگرچہ یہ تکلیف بہت معمولی ہو۔ (المنار جلد 10، صفحہ 445)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ توہین رسالت کے جرم کی بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایک لفظ کسی حالت میں توہین اور نقصان کا باعث ہوتا ہے جبکہ وہی لفظ کسی دوسری صورت حال میں نقصان اور توہین کا باعث نہیں بنتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن

الفاظ کے مختلف معانی اور مفہوم ہوں، حالات اور مواقع کی تبدیلی سے ان کی تشریح بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

جب لفظ "سب" یعنی توہین کی تعریف نہ تو شریعت میں کی گئی ہو اور نہ ہی ڈکشنری میں تو اس لفظ کے تعین کے لیے عرف و عادت پر انحصار کیا جائے گا۔لہٰذا عرف و عادت میں جس چیز کو توہین سمجھا جائے گا وہی چیز شریعت میں بھی توہین تصور ہو گی۔

کسی بھی فعل کے مجرمانہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ فعل غلط ہو اور ذہن میں پائے جانے والے غلط مقصد کے حصول کے لیے ارادی طور پر سرانجام دیا گیا ہو۔بعض حالات میں آدمی کچھ جرائم کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اگر وہ غلط نتائج سے بچنے کے لیے اپنی طرف سے بہترین کوشش نہ کرے۔

پس ارادہ اور نیت وہ مقصد یا منصوبہ بندی ہے جس سے ایک فعل سرانجام پاتا ہے۔فرض کریں کہ ایک شخص بندوق خریدتا ہے۔اس کا ارادہ شکار کھیلنے ذاتی دفاع یا کسی کو جان سے مارنے کے لیے بندوق چلانے کا ہو سکتا ہے۔اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس نے ذاتی دفاع کے لیے نہیں بلکہ کسی کو جان سے مارنے کے لیے بندوق چلائی تھی تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ارادہ قتل کرنے کا تھا۔

غیر ارادی فعل میں یہ مقصد اور منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔کسی کو قتل کرنے کا فعل بھی غیر ارادی ہو سکتا ہے بشرطیکہ فاعل ایسے نتائج پیش کرے جن کا اس نے ارادہ نہیں کیا تھا۔

بہر حال قانون کا نظام ایسے آدمی کو ان نتائج کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے خواہ اس نے ان نتائج کے حصول کا ارادہ نہ کیا ہو۔وہ نتائج جو درحقیقت کسی غفلت اور لاپرواہی سے پیدا ہوں قانون انہیں ارادی قرار دیتا ہے۔پس اگر ایک شخص کسی کے جسم کو سخت جسمانی نقصان پہنچائے اگرچہ اس کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ ہو لیکن اگر وہ قتل ہو جائے تو فاعل فعل کا مجرم متصور ہو گا۔

شریعت میں کسی جرم کی سزا صرف اسی صورت میں "حد" ہے جب وہ جرم واضح ارادہ کے ساتھ کیا جائے۔ اگر اس جرم میں کوئی شک پیدا ہو جائے تو شریعت حد کی سزا کو دور کر دیتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جرم مجرمانہ اور معاندانہ نیت و ارادہ سے کیا جائے تو اس پر حد نافذ ہو گی اور اس کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والے پر بھی ہو گا۔

قرآن مجید میں ہے:

"نادانستہ بات جو تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن اس بات پر گرفت ضرور ہے جس کا تم ارادہ کرو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔"

(سورۃ الاحزاب، آیت 5)

"اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔"

(سورۃ الانعام، آیت 54)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر)، مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔" (سورۃ النحل، آیت 106)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کا اس نے ارادہ کیا ہو۔ پس جس نے دنیا کے فوائد کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہو گی جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

(بخاری، جلد 1، ص 1، حدیث 1)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص تھا جس کا گھر مدینہ شہر سے کافی دور تھا لیکن اس نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ ہم اس کے ساتھ ہمدردی کرتے اور کہتے کہ اے فلاں! تم نبی اکرم ﷺ کے گھر کے قریب گھر کیوں نہیں خرید لیتے تا کہ تم آنے جانے

کے لیے لمبا سفر طے کرنے کے دوران گرمی کی شدت سے بچ سکو۔ اس نے کہا: سنو! اللہ کی قسم، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرا گھر نبی ﷺ کے گھر کے قریب ہو۔ میں نے اس کے یہ بُرے الفاظ نبی اکرم ﷺ کو بتائے۔ آپ نے اس شخص کو بلوایا۔ اس نے وہی الفاظ دہرائے لیکن یہ بھی کہا کہ اس کا ارادہ قدموں کا اجر حاصل کرنے کا تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس چیز کا اجر ملے گا جس کا تم نے ارادہ کیا۔

(صحیح مسلم، جلد 1، انگریزی ترجمہ عبدالحمید صدیقی، صفحہ 323-324، حدیث نمبر 1404)

مندرجہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ الفاظ بظاہر توہین آمیز تھے لیکن ان الفاظ کو بیان کرنے والے کا ارادہ ایسا نہ تھا اس لیے کوئی سزا نہ دی گئی۔

قرآن کہتا ہے:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔" (سورۃ الحجرات، آیت 2)

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے: اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی آواز سے زیادہ اونچی آواز سے بولنے اور چلانے کی ممانعت ہے جس سے درحقیقت نبی اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے لیکن جنگ اور دشمن کو ڈرانے وغیرہ کے لیے اونچی آواز میں بولنا جرم نہیں ہوگا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جن کی آواز قدرتی طور پر اونچی تھی، انہوں نے خود کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں بند کرلیا اور رونے لگے۔ وہ کافی عرصہ نبی اکرم ﷺ کے اجتماعات میں حاضر نہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خود کو گھر میں قید کرلیا ہے اور روتے رہتے ہیں۔ آپ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب سے یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنی آواز بلند ہونے کی وجہ

سے ڈر گیا کہ کہیں میں ان لوگوں میں سے تو نہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں ہو۔ تمہارا جینا اور مرنا خوش بختی پر ہے۔ ان کی بلند آواز قدرتی تھی۔ ان کی بلند آواز کا مقصد نبی کریم ﷺ کی اہانت کرنا نہ تھا جیسا کہ منافقین کرتے تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی، ج26، صفحات 124-125)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان لوگوں کی بلند آواز کی دو اقسام ہیں:

1- جس سے اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

2- جس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

پہلی قسم کسی عناد یا توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر نہیں ہوتی جیسے کہ جنگوں میں اور دشمنوں کے ساتھ جھگڑوں میں اونچی آواز میں بولنا مثلاً ایک جنگ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلند آواز سے پکارو۔ انہوں نے اتنی اونچی آواز سے پکارا کہ حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو گئے۔ آواز کی دوسری قسم عناد اور توہین آمیز اقدام کی بنیاد پر ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوا ہے جس نے کہا تھا کہ میں نبی ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کروں گا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ممانعت کر دی گئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں میری ازواج مطہرات آخرت میں بھی میری ازواج ہوں گی لیکن اس آیت کے نازل ہونے سے قبل یہ واقعہ رونما ہو چکا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ محترمہ قلبیہ کو طلاق دے دی تھی اور قلبیہ نے عکرمہ بن ابو جہل سے شادی کر لی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قلبیہ نے اشعث ابن قیس کندی سے شادی کی تھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہ کہنا کہ نبی کی وفات کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ سے شادی

کروں گا، نبی کی توہین کا ذریعہ نہیں تھا کیونکہ اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے واقعہ میں مسطح رضی اللہ عنہ، حسان رضی اللہ عنہ اور حمنہ رضی اللہ عنہا کو کوئی سزا نہ دی جو اس تہمت میں شامل تھے اور نہ ہی نبی پاک ﷺ نے انہیں منافق قرار دیا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان کا ارادہ نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانا نہیں تھا اور نہ ہی ان سے ایسی کوئی علامت ظاہر ہوئی تھی۔ جبکہ عبداللہ بن ابی کی نیت نبی کریم ﷺ کی ذات کو اذیت پہنچانا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت تک انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس دنیا میں نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ کی ازواج مطہرات ہوں گی۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں کے معاملے میں توقف سے کام لیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے تفتیش کروائی اور بالآخر ان لوگوں کو منافقین نہیں قرار دیا گیا جن کا ارادہ نبی مکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ لیکن یہ حکم آجانے کے بعد کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں، ان پر کسی قسم کی تہمت ہر حالت میں نبی ﷺ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہوگی۔

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص 49)

بعض فقہاء کی رائے ہے کہ نبی کی توہین واضح الفاظ میں کی جائے تو اہانت کے مرتکب سے اس کی نیت و ارادہ نہیں پوچھا جائے گا لیکن اگر الفاظ ایک سے زیادہ معنی کے متحمل ہوں اور ان میں سے کوئی ایک معنی نبی کی توہین کے ضمن میں آتا ہو تو ان الفاظ کو ادا کرنے والے سے اس کا ارادہ پوچھا جائے گا۔ (الشفاء، قاضی عیاض، ج 2، ص 221)

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ الفاظ کے معانی مختلف مواقع پر مختلف ہوتے ہیں۔ پھر سیاق و سباق سے بھی معانی مختلف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ملزم کو وضاحت و صفائی کا موقع ملنا چاہیے تاکہ بے گناہ کو سزا نہ ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث روایت کی جاتی ہے کہ قاضی کی غلطی جس سے کوئی مجرم چھوٹ جائے قاضی کی اس غلطی سے بہتر ہے جس سے بے گناہ کو سزا مل جائے۔ (سنن البیہقی، ج 3، ص 184)

قرآن مجید بھی ہر ملزم کو صفائی کا موقع دیتا ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کراماً کاتبین کی جانب سے کسی شخص کے اعمال کے بارے میں لکھی گئی ہر چیز درست ہے لیکن اگر وہ شخص قیامت کے دن فرشتوں کی تحریر پر اعتراض کرے گا تو اس کا یہ اعتراض سنا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں اور کانوں سمیت گواہ بلوائے گا۔ (ملاحظہ ہو آیات: سورۃ بنی اسرائیل آیات 13-14، سورۃ یٰس آیت 65، سورۃ النمل آیات 20-22 اور سورۃ الانبیاء آیت 23)

عبداللہ بن رفیعہ کی سند سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے، زبیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مقداد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں بھیجا اور فرمایا: تم لوگ جاؤ یہاں تک کہ روضہ الروضہ پہنچو۔ وہاں تم ایک عورت کو پاؤ گے جس کے پاس ایک خط ہوگا، اس عورت سے وہ خط لے آؤ۔ ہم روانہ ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ ہم الروضہ پہنچ گئے وہاں ہم نے اس عورت کو پالیا۔ ہم نے اسے کہا: خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ اس نے خط نکال دیا۔ ہم خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔ خط میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا پیغام مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں آپ ﷺ کے کچھ ارادوں کی معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاطب یہ کیا ہے؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قریش کا قریبی آدمی رہا ہوں۔ آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے رشتہ دار مکہ میں نہ ہوں جو ان کے اہل و مال کی حفاظت کرتے ہوں۔ میں نے ایسا نہ تو عدم ایمان کی بنا پر کیا ہے اور نہ ہی منافقت یا کفر کی بنا پر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاطب تم نے سچ کہا۔

(بخاری، ج4، ص: 154-155، حدیث: 251)

حنفی فقیہ علامہ محی الدین نے لکھا ہے کہ فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ توہین رسالت کے معاملہ میں حکمران یا جج کو فیصلہ سے پہلے ملزم کے عام رویّہ اور صورتِ حال کا جائزہ لینا چاہیے۔ (احکام المرتد نعمان عبدالرزاق سمراتی، ص 109)

مشہور عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ کفریہ الفاظ اور ان کفریہ الفاظ کو ادا کر کے کافر بن جانے والے شخص کی حیثیتوں کے درمیان فرق ہے۔ (تمہید ایمان، ص 59)

وہ مزید لکھتے ہیں کہ آج کل لفظ "راعنا" کا استعمال توہین کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ ان دنوں یہ نبی کی توہین کے حوالے سے نہیں بولا جاتا۔ (ختم نبوت، ص 71)

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں میں سے بعض پر اپنے انعامات زیادہ کیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کے مرتبہ میں کوئی امتیاز یا عدم مساوات قائم نہیں کی۔ تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں: البقرۃ: 136، 253، 285۔ آل عمران: 84۔ النساء: 150-152۔ بنی اسرائیل: 55۔

تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کی رو سے تمام پیغمبروں کا مقام و مرتبہ یکساں ہے۔ لہٰذا کسی ایک پیغمبر کی توہین پر ایک جیسی سزا یعنی موت دی جائے گی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہماری یہ رائے ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں دی گئی "عمر قید" کی متبادل سزا قرآن وسنّت میں دیئے گئے احکام سے متصادم ہے لہٰذا "عمر قید" کے الفاظ اس دفعہ سے خارج کیے جائیں۔

اس دفعہ میں ایک ذیلی دفعہ کا اضافہ کیا جائے جس میں دوسرے پیغمبروں کے بارے میں کہے گئے یا کیے گئے افعال ویسے ہی جرم قرار پائیں اور انہیں وہی سزا دی جائے جیسا کہ اوپر تجویز کیا گیا ہے۔

اس حکم کی ایک کاپی دستور پاکستان کے آرٹیکل (3)203-D کے تحت صدرِ پاکستان کو ارسال کی جائے گی تاکہ قانون میں ترمیم کے لیے اقدامات کیے جائیں تاکہ اس قانون کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اور اگر یہ ترمیم 30/اپریل 1991ء تک نہیں کی جاتی تو پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں درج "یا عمر قید" کے

الفاظ اس تاریخ سے غیر مؤثر ہو جائیں گے۔

بنائے فیصلہ (ratio decidendi):

1- قرآن مجید کے مطابق جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے تشریح فرمائی ہے اور امت مسلمہ کے مابین تعامل ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا موت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ظاہری دنیا سے وصال کے بعد کسی نے بھی اس سزا کو نہ تو ختم کیا ہے اور نہ ہی معاف کیا ہے اور نہ ہی کسی اور کو ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

2- جب لفظ "سبّ" یعنی توہین کی تعریف نہ تو شریعت میں کی گئی ہو اور نہ ہی ڈکشنری میں تو اس لفظ کے تعین کے لیے عرف و عادت پر انحصار کیا جائے گا۔ لہٰذا عرف و عادت میں جس چیز کو توہین سمجھا جائے گا وہی چیز شریعت میں بھی توہین تصور ہو گی۔

3- کسی بھی فعل کے مجرمانہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ فعل غلط ہو اور ذہن میں پائے جانے والے غلط مقصد کے حصول کے لیے ارادی طور پر سر انجام دیا گیا ہو۔

4- قرآن مجید بھی ہر ملزم کو صفائی کا موقع دیتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کراماً کاتبین کی جانب سے کسی شخص کے اعمال کے بارے میں لکھی گئی ہر چیز درست ہے لیکن اگر وہ شخص قیامت کے دن فرشتوں کی تحریر پر اعتراض کرے گا تو اس کا یہ اعتراض سنا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں اور کانوں سمیت گواہ بلوائے گا۔ ملاحظہ ہو۔ (آیات: سورۃ بنی اسرائیل آیات 13 تا 14، سورت یٰس آیت 65، سورۃ النمل آیات 20-22 اور سورۃ الانبیاء آیت 23)۔

وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے مندرجہ بالا فیصلہ میں فاضل جج نے ان قرآنی آیات کے صرف نمبر ذکر کیے ہیں جن سے عدالت کے روبرو علماء نے استدلال کیا۔ ذیل میں وہ آیات مع ترجمہ درج کی جاتی ہیں تاکہ ناموسِ رسالت کے حوالے سے قرآنی احکام کا مطالعہ بھی ساتھ ساتھ ہو جائے۔ سورتوں کو قرآنی ترتیب کے اعتبار سے درج کیا جاتا ہے:

1- سورۃ البقرۃ 2، آیت 104

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اے اہلِ ایمان! (گفتگو کے وقت رسول اللہ ﷺ سے) راعنا نہ کہا کرو، انظرنا کہا کرو۔ اور (پہلے ہی) خوب توجہ سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے۔

2- سورۃ البقرۃ 2، آیت 217

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے والے) ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

3- سورۃ النساء 4، آیت 13

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

4- سورۃ النساء 4، آیت 46

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا

اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور دل سے مانا اور (کہتے ہیں) سنو تم نہ سنائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کر کے (آپ ﷺ سے گفتگو کے وقت) راعنا کی جگہ اور اگر (یوں) کے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (صرف) اِسمع اور (راعنا کی جگہ) اُنظرنا (کہیں) تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات بھی درست ہوتی لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے پس نہیں ایمان لائیں گے مگر تھوڑے سے۔

5- سورۃ النساء 4، آیت 65

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنالیں فرمادیں، اس سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور جو فیصلہ آپ کریں اس کو خوشی سے مان لیں۔

6- سورۃ المائدۃ 5، آیت 5

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور جو شخص ایمان کا منکر ہوا اُس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔

7- سورۃ المائدۃ 5، آیت 75

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ

مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) رسول تھے۔ ان سے پہلے آ بیک بتت ے رسول گزر چکے تھے اور اُن کی والدہ (مریم اللہ کی) ولی (اور سی۔ فرمانبردار) تں ت۔ دونوں (انسان تھے اور) کاوَنا کارتے تھے۔ دیکھو ہم ان لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کس طرح کو ے ل کو ول کر بیان کرتے ہں ے۔ پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر اُلٹے جارہے ہیں۔

8- سورۃ الانعام 6، آیت 89

أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ

یہ وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھیں۔ اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے اُن پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔

9- سورۃ الانفال 8، آیات 12-13

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا

جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں۔ تو اُن کے سر مار

اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

(کر) اُڑا دو اور اُن کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔ یہ (سزا) اس لیے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔

10- سورۃ التوبہ 9، آیات 12

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ

اور اگر وعدہ کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آ جائیں۔

11- سورۃ التوبہ 9، آیت 24

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نِ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندے کا تمہیں خوف لاحق ہے اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان

لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

12- سورۃ التوبہ 9، آیت 61-62

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کانوں کا کچا ہے (ان سے) فرمایئے وہ سنتا ہے تمہاری بلائی کے لیے، وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

13- سورۃ التوبہ 9، آیات 65-66

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ

اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ آپ فرمادیں کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چلے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو بھی دوسری جماعت کو سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

14- سورۃ الاحزاب 33، آیت 57

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

15- سورۃ الفتح 48، آیت 8-9

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(اے حبیب مکرم ﷺ) بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا، (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا۔ تاکہ (مسلمانو) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور آپ (ﷺ) کی مدد کرو اور آپ کی دل سے تعظیم کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو۔

16- سورۃ الحجرات 49، آیات 2-3

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ

اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں نبی مکرم ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو، اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ

سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

17- سورۃ المجادلہ 58، آیت 20

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔

18- سورۃ المجادلہ 58، آیت 22

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہ گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

19- سورۃ الحشر 59، آیت 4:

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِّ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

دفعہ 295-C میں درج الفاظ "یا عمر قید" حذف کرنے کی منظوری:

وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں حکومت کو 30/اپریل 1991ء تک ترمیم کرنے کی مہلت دی تھی کہ اس تاریخ تک پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C میں درج "یا عمر قید" کے الفاظ حذف کر دیے جائیں ورنہ اس تاریخ سے وہ غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ جون 1992ء کو عمر قید کی سزا کے خاتمے کا بل پیش ہوا اور قومی اسمبلی نے اسے منظور کر دیا۔ پھر یہ بل سینٹ پاکستان میں بیک اتفاقِ رائے سے منظور ہو کر پاکستان کا قانون بن گیا۔

1992ء میں گل مسیح کو سزا:

پاکستان میں 1986ء میں پینل کوڈ کی دفعہ 295-C کے نفاذ کے بعد توہین رسالت کے جرم میں سزائے موت غالباً سب سے پہلے چک نمبر 46 شمالی سرگودھا کے گل مسیح کو سنائی گئی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ایڈیشنل سیشن جج سرگودھا، خان طالب حسین خان بلوچ نے نومبر 1992ء کو سنایا (نوائے وقت لاہور 3-11-1992ء)۔ گل مسیح نے لاہور ہائی کورٹ میں بری ہو جانے پر جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کر لی۔ (نوائے وقت لاہور 26-2-1995ء)

1993ء میں ارشد جاوید کو سزا:

فروری 1993ء میں ایڈیشنل سیشن جج فیض رسول سیال نے ملزم ارشد جاوید کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ اس کے علاوہ ملزم کو تین سال قید بامشقت بھی سنائی گئی۔ ملزم ارشد جاوید ولد عبدالستار چک نمبر 13-بی سی نے 14 فروری 1989ء کو اس وقت جب شاتم رسول سلمان رشدی کے خلاف جلوس نکالا جا رہا تھا، ایس ای کالج چوک پر جلوس کے

سامنے آ کر حضرت عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ سلمان رشدی نے جو کتاب لکھی ہے وہ درست ہے۔ (جسارت کراچی 10-2-1993)

دفعہ 295-C اور مشہور مقدمہ سلامت مسیح:

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-C کے تحت ایک مشہور مقدمہ توہین رسالت کے دو ملزموں سلامت مسیح عمر 14 سال اور اس کے چچا رحمت مسیح عمر 44 سال کا ہے۔ ان دونوں ملزموں کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا۔ ملزموں کو ایڈیشنل سیشن جج لاہور مجاہد حسین نے 9 فروری 1995ء کو سزائے موت سنائی تھی۔ 12 فروری 1995ء کو ملزموں کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی گئی۔ ہائی کورٹ میں اس مقدمے کی کارروائی کی کوریج کے لیے غیر ملکی ذرائع ابلاغ کی ٹیمیں لاہور پہنچ گئیں جن میں رائٹر، ڈبلیو ٹی این، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی اور دیگر بین الاقوامی اداروں کے نمائندے شامل تھے۔

ایڈیشنل سیشن جج لاہور نے جب ملزموں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کو سزائے موت کا حکم سنایا تو سب سے پہلے برطانیہ نے اس فیصلے کے خلاف حکومت پاکستان سے احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں پاکستانی ہائی کمشنر کو دفتر خارجہ لندن طلب کیا گیا جہاں دفتر خارجہ کے منسٹر ٹونی بلاری نے ان سے ملاقات کی۔ مسٹر ٹونی نے ہائی کمشنر کو بتایا کہ برطانیہ پاکستان کی عدلیہ کی کارروائی میں مداخلت نہیں کر سکتا مگر سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت دیئے جانے پر گہری تشویش پائی جاتی ہے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے اپیل کی کہ دونوں افراد کی زندگیاں بچائی جائیں [نوائے وقت لاہور 14-2-1995]۔ سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو سزائے موت کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کے طور پر پورے پاکستان میں مسیحی کمیونٹی نے ایک دن کا روزہ رکھا تھا۔ (نقیب لاہور 1-3-1995، صفحہ 16)

سلامت مسیح کی لاہور ہائی کورٹ میں اپیل اور بریت:

Appellants Versus ---Salamat Masih and others

[811 L J.P Cr1995]   Respondent---The State

لاہور ہائی کورٹ نے سلامت مسیح اور رحمت مسیح کی اپیل سماعت کے لیے منظور کر لی اور 15 فروری 1995ء کی تاریخ باقاعدہ سماعت کے لیے مقرر کی۔ لاہور ہائی کورٹ کے جس ڈویژن بنچ نے اس اپیل کی سماعت کی وہ جسٹس عارف اقبال حسین اور جسٹس چوہدری خورشید احمد پر مشتمل تھا۔ ڈویژن بنچ نے 23 فروری 1995ء بمطابق 22 رمضان المبارک 1415ھ کو اس مقدمے کی "آوٹ آف ٹرن" سماعت کر کے صرف نو روز کے اندر فیصلہ سنا دیا اور ملزمان کو توہین رسالت کے الزامات سے بری کر دیا۔

1996ء میں بے نظیر کابینہ کا فیصلہ: خواتین کے لیے سزائے موت کا خاتمہ:

پاکستان کی وفاقی کابینہ کا ایک اجلاس مورخہ 10 جون 1996ء کو وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی صدارت میں ہوا۔ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جن سنگین مقدمات میں خواتین کو سزائے موت دی جا سکتی ہے اب انہیں سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جا سکے گی۔ کابینہ نے اس سلسلہ میں مسودہ قانون کی منظوری دی۔ اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات و نشریات خالد احمد خان کریل نے بتایا کہ خواتین دہشت گردی یا معصوم شہریوں کے سفاکانہ قتل کی وارداتوں میں بہت کم ملوث پائی جاتی ہیں، لہٰذا ان کے لیے سزائے موت ختم کر دی گئی ہے۔ اس اقدام سے معاشرے پر خوشگوار اثر پڑے گا۔ [نوائے وقت لاہور 11-6-1996]

کابینہ کا یہ فیصلہ کسی لحاظ سے بے شک درست نہ تھا اس لیے کابینہ کا یہ فیصلہ ملک کا قانون نہ بن سکا۔ یہ فیصلہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ پر C-295 بھی اثر انداز ہوتا تھا۔ اس فیصلہ سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس سنگین جرائم کے ارتکاب کے لیے مردوں کے بجائے عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ ویسے بھی اصول یہ ہے کہ سزا کی بنیاد جرم ہوتا ہے نہ کہ جنس۔ جس نے جو جرم کیا اسے اس جرم کی سزا ملے گی خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اسلام میں جرم کے لحاظ سے مجرموں کو سزا دینے میں جنسی امتیاز نہیں ہے۔

عدالت سے سزائے موت یافتہ مجرم کو معافی:

آئین پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 45 کے تحت صدرِ پاکستان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی عدالت، ٹریبونل یا اتارٹی سے دی جانے والی کسی بھی سزا کو معاف، ملتوی، کم یا اسے کسی ہلکی سزا میں تبدیل کر دے۔ اس آرٹیکل کے الفاظ یہ ہیں:

President's power to grant pardon, etc. t h e President shall have power to grant pardon, reprieve and respite, and to remit, suspend or commute any sentence passed by any court, tribunal or other authority.

کیا اسلامی احکام کی رو سے سربراہِ ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ عدالت سے سزائے موت پانے والے مجرم توہین رسالت کو معاف کر دے؟

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے گستاخانِ رسالت کو سزا دینے کے حوالے سے مختلف اوقات میں ان کے ساتھ مختلف سلوک کیے۔ مکی دور میں جہاں آپ ﷺ کو سیاسی طور پر غلبہ حاصل نہیں تھا آپ نے حکمِ الٰہی کے تحت کفارِ مکہ کی تمام گستاخیاں برداشت کیں۔ مدنی دور میں آپ ﷺ سیاسی مقتدرِ اعلیٰ تھے لیکن اس دور کے ابتدائی زمانہ میں گستاخوں کو مصلحتاً معاف کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اس مصلحت کا اظہار فرمایا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی حرکتوں پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ (1)	اسے چھوڑ دو، کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

معافی میں یہ مصلحت بے شک کارفرما تھی کہ ان نئے نئے مسلمانوں کی تالیفِ قلب بھی ہو۔ دین اسلام کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ اور اس کی طرف میلان رکھنے والے غیر مسلم افراد کو قبولِ اسلام کی طرف رغبت دلانا بھی مقصود تھا۔ نو مسلموں کی تالیف قلب کے ساتھ ساتھ ان خدشات اور شکوک کو دور کرنا بھی مقصد تھا جو غیر مسلموں کے ذہنوں میں پیدا ہو سکتے تھے کہ مسلمانوں کے پیغمبر تو اپنے ساتھیوں ہی کو قتل کر دیتے ہیں۔

محدث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے فتح الباری میں ابن بطال کے حوالے سے ملیک کا قول نقل کیا ہے کہ نو مسلموں کی تالیفِ قلب اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھی جب ان کی مضرتوں اور نقصانات کو دور کرنے کے لیے اشد ضرورت تھی۔ لیکن جب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا تو پھر تالیف کی ضرورت نہ رہی۔ البتہ اگر ایسی حاجت پیش آ جائے تو حاکمِ وقت کو انسانوں کی تالیفِ قلب کے لیے اقدامات کرنے کا اختیار ہے۔(2)

لیکن اس رائے کے خلاف ایک اور موقف ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م 751ھ) کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حق تھا کہ آپ اپنے گستاخ سے بدلہ لیتے یا اسے چھوڑ دیتے۔ امت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حق پورا نہ کریں اور اسے چھوڑ دیں۔ مزید یہ کہ درگزر کرنے کا معاملہ شروع شروع میں تھا جب آپ ﷺ کو عفو و درگزر کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا حق چھوڑتے ہوئے مصلحت کے تحت مجرمین توہین رسالت کو معاف کیا تا کہ لوگ آپ سے متنفر نہ ہو جائیں اور لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ سب رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص تھا اور آپ کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کا یہ حق ساقط کر دے(3)۔

موجودہ حالات کے تناظر میں یہ ضروری ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی شانِ اقدس پر جو حملے ہو رہے ہیں ان کے جواب میں مسلمانوں کو ردِ عمل ظاہر کرنا چاہیے، خواہ وہ کسی علاقے میں سیاسی طور پر اقلیت ہی میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی توہین میں نعوذ باللہ جو

گا ہے بہ گا ہے کارٹون، مضامین اور کتابیں شائع کی جارہی ہیں، یہ سب ایک منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے۔ یہ گھناونے واقعات امتِ مسلمہ کے لیے ٹسٹ کیس ہیں جن کے ذریعے دشمنانِ اسلام یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ابھی کتنی غیرت باقی ہے اور وہ ابھی دینی اعتبار سے کتنے بے حس ہوئے ہیں۔ ان مسلسل گستاخانہ واقعات کا یہ مقصد بھی ہے کہ مسلمان توہین رسالت کے ان واقعات کو عام سی بات سمجھنا شروع کر دیں۔ لہٰذا امتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ ایسے واقعات پر اپنے غصہ اور نفرت کا اظہار پوری دنیا کے سامنے کرنا چاہیے۔ لیکن صرف ان جذباتی نعروں، جلوسوں اور مظاہروں سے کام نہیں بنے گا۔ مسلمانوں کو قرآن اور سنّتِ نبوی سے اپنا تعلق مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ نبی ﷺ سے محبت کا اظہار ان مواقع پر صرف مظاہروں ہی کی شکل میں نہ ہو بلکہ ہماری ذاتی و اجتماعی زندگیوں میں بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت کے مظاہرے نظر آنے چاہیں جو کہ آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے ہی سے ممکن ہے۔

اسلامی فوجداری قانون میں جرائم کی حدود و تعزیرات میں تقسیم دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کی ہے جسے فقہاء نے اختیار کیا ہے۔ فقہاء کے ہاں جرائم حدود کی تعداد میں اختلاف ہے۔ فقہاء نے جرائم کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ جو جرائم سنگین نوعیت کے تھے اور جن کی سزا قرآن و سنت یا اجماع سے متعین تھی انہیں علیحدہ حدود میں شمار کیا اور جو جرائم سنگینی میں حدود کے مانند نہیں تھے تھے اور ان کی سزا نصوص میں متعین نہیں تھی ایسے تمام جرائم کو تعزیرات کی فہرست میں رکھ دیا گیا۔

حدود اور تعزیرات کی اس فہرست تقسیم کی وضاحت میں پروفیسر عمران احسن نیازی اس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ اگر سب جرائم کو حقوق اللہ قرار دے دیا جاتا تو کسی سزا کو معاف کرنا اور کسی سخت سزا کو کسی نرم سزا میں تبدیل کرنا ممکن نہ ہوتا (4)۔ تعزیرات وہ جرائم ہیں جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ بندے اپنا حق چھوڑ سکتے ہیں یا معاف کر سکتے ہیں یا کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ جرائم جن کو حدود قرار دیا گیا ہے ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق کوئی بندہ معاف نہیں کر سکتا۔ حدود کو

معاف نہیں کر سکتا، انہیں کسی نرم سزا میں تبدیل نہیں کر سکتا، ان میں صلح نہیں ہو سکتی اور نہ ان میں سفارش جائز ہے۔ یہ بات سنت سے ملتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ جب بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلے نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سفارش کے لیے بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

يَا أُسَامَةُ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا (5)

اے اسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلے کی امتیں اس وجہ سے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَافُوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ (6)

تم آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو۔ لیکن جو حد مجھ تک پہنچ گئی تو بے شک وہ واجب ہو گئی۔

یعنی اگر تم کسی کو جرم کرتے ہوئے دیکھو تو اسے چھپاؤ لیکن جب جرم کی اطلاع حکمران تک پہنچ گئی تو پھر اسے معاف نہیں کیا جا سکتا بلکہ سزائے حد واجب ہو گی۔

سنن ابی داؤد میں ایک اور روایت ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اپنی قیمتی

چادر سر کے نیچے رکھ کر سو رہے تھے۔ ایک چور وہ چادر چرا کر لے گیا۔ چور کو پڑا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بولے: کیا آپ اس کا ہاتھ تیس درہم کی وجہ سے کاٹ رہے ہیں؟ میں یہ چادر اسے فروخت کرتا ہوں اور اس کی قیمت بعد میں لے لوں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَهَلَّا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ (7) پھر یہ میرے پاس لانے سے پہلے ہی کر لیا ہوتا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حدود سے متعلق جرائم اگر عدالت وحکمران کے سامنے آ گئے تو جرم ثابت ہو جانے پر مجرم پر حد جاری ہو گی اور اسے معاف نہیں کیا جا سکتا، اس میں صلح نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی اسے کسی کم اور نرم سزا میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جج تھے سب سے بڑی اپیل کورٹ تھے لیکن آپ نے حدود میں نہ تو کسی کی سفارش مانی، نہ مجرم کو معاف کیا، نہ سزائے جرم میں کمی کی اور نہ ہی اسے کم سخت سزا میں تبدیل کیا۔ مجرم اگر توبہ کرتا ہے تو اس کی یہ توبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے لیکن دنیا میں اس پر حد جاری ہو گی۔ جیسے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر حد جاری کی گئی اور ان کی توبہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ (8)

ماعز رضی اللہ عنہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ ایک امت کے لوگوں میں بانٹ دی جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م 728ھ) نے لکھا ہے کہ توہین رسالت کے مجرم کو قتل کرنا لازمی ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس پر احسان کر کے یا فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیا جائے (9)۔

لہٰذا اسلام کے قانونی نصوص کی روشنی میں مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر توہین رسالت کے مجرم پر جرم ثابت ہو جائے اور عدالت اسے قرارِ واقعی سزائے موت کا فیصلہ سنا دے تو پھر کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ عدالت کے سنائے ہوئے

فیصلے کے برعکس مجرم کو معاف کر دے یا اس کی سزا معطل کر دے یا اس کی سزا میں تخفیف کر دے یا سزائے موت کو کسی کم سزا میں تبدیل کر دے۔

اوپر صفحات میں پاکستان کے قانون ناموسِ رسالت کا ارتقائی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ قانون ریاستی قانون ہے اور ہر پاکستانی شرعی پر نافذ ہے۔ پاکستان کے تمام ادارے اور شہری ریاستی قانون کے ماتحت ہیں اور قانون سے ماورا کوئی نہیں ہے۔ یہ قانون اس بات کی ضمانت ہے کہ ایک شہری کی جان، مال اور عزت دوسروں کے ہاتھوں سے محفوظ ہے۔ اس کی موجودگی میں کسی پر جھوٹا الزام لگا کر اس کی جان اپنے ہاتھ میں نہیں لی جا سکتی بلکہ ریاستی قانون ہر ملزم کو صفائی کا پورا موقع فراہم کرتا ہے۔ مقننہ عوام کی بہتری اور ان کے فائدے کے لیے قانون سازی کرتی ہے۔ کسی قانون کی خلاف ورزی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ قانون ہی غلط ہے۔ اگر یہ زاویہ سوچ اختیار کر لیا جائے تو پھر شائد ہی کوئی قانون صحیح اور اچھا قرار دیا جا سکے۔

(بشکریہ ماہنامہ ضیائے حرم اسلام آباد تحفظ ناموس رسالت نمبر۔ مارچ اپریل ۲۰۱۱ء)

حوالہ جات:

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قَوْلُہُ: {سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ} بَابُ قَوْلُہُ: {إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ} ج 2، ص 946، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور 1979ء ________ 2۔ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ)، فتح الباری، کتاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ، بَاب مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ وَأَنْ لَا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ، دار نشر الکتب ال إسلامیۃ، شیش محل روڈ لاہور ج 12، ص 291 ________ 3۔ ابن قیم الجوزیہ، محمد بن أبي بكر بن أیوب (م 751ھ)، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ مکتبۃ ال إسلامیۃ، ج 3، ص 441 وج 5، ص 61 ________ 4۔ by Imran Ahsan ()Islamic and western General Principles of Criminal Law Page 69, Shari'ah Aademy International Islamic University Islamabad, Nyazee ________ 5۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث (م 275ھ)، سنن أبي داؤد، کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیہ، دار الاشاعت اردو بازار کراچی، ج 3، ص 318 ________ 6۔ سنن أبي داؤد، کتاب الحدود، باب العفو عن الحدود مالم تبلغ السلطان، ج 3، ص 319 ________ 7۔ حوالہ بالا ج 3، ص 327 ________ 8۔ مسلم بن حجاج (م 261ھ)، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، ج 4، ص 326325 ________ 9۔ ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص 273

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے زیر اہتمام ایوان کارکنان تحریک پاکستان لاہور میں خصوصی نشست بعنوان "تحفظ ناموس رسالت" کی روداد

ایک رپورٹ

سرورِ کائنات، رحمت للعالمین، آقائے دو جہاں نبی پاک ﷺ کی محبت ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد خداوندی ہے: "بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور اس نے ایسے لوگوں کے لئے رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے۔" تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان کبھی بھی دہشت گرد اور انتہا پسند نہیں رہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہود و ہنود ہمیشہ دہشت گرد اور انتہا پسند ثابت ہوئے ہیں۔ ماضی اور ماضی قریب میں قرآن مجید فرقان حمید کے نسخوں کو جلانا، اسکی بے ادبی کرنا اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا ہمیشہ نصرانیوں اور یہود و ہنود کا شیوہ رہا ہے۔ اسی طرح کی ایک مذموم حرکت ان دنوں ملعون امریکی پادری ٹیری جونز اور نوکولا باسلے نے کی ہے اور ایک فلم میں اسلام کیخلاف اور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کے بارے میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں۔ ملعون امریکی ٹیری جونز اور نوکولا باسلے کی طرف سے تیار کردہ اس شیطانی فلم کے خلاف تمام اسلامی ممالک میں اہل ایمان سراپا احتجاج ہیں اور ان ملعونوں کے سرپرست اعلیٰ امریکہ کے سفارتخانوں کے باہر اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہیں۔ حکومت پاکستان نے بھی اس امرکی مذمت کرتے ہوئے گزشتہ دنوں "یوم عشق رسول ﷺ" منایا۔ اس دن ملک بھر میں احتجاجی مظاہروں میں لاکھوں افراد شریک ہوئے اور اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ تحفظ ناموس

رسالت کے سلسلے میں گزشتہ دنوں نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے زیر اہتمام ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ ذیل میں اس نشست کی روداد قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کی جارہی ہے۔

''گستاخی رسول کے معاملہ پر بھرپور احتجاج کے ذریعے ہمارے حکمران اور سیاسی قیادت یہ ثابت کردے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے غلام ہیں جن کیلئے ساری کائنات بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حرمت رسول پر قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے''۔ ان خیالات کا اظہار تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، ممتاز صحافی اور نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے چیئرمین جناب مجید نظامی نے ایوان کارکنان تحریک پاکستان، شاہراہ قائداعظم علیہ الرحمۃ لاہور میں تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں منعقدہ خصوصی نشست میں اپنے خطاب کے دوران کیا۔ تقریب کا اہتمام نظریہ پاکستان ٹرسٹ نے تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے اشتراک سے کیا تھا۔ اس موقع پر نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے وائس چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد، سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت جسٹس (ر) میاں محبوب احمد، سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف پیر سید محمد کبیر علی شاہ، ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن خان درانی، جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان قاری زوار بہادر، سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف پیر میاں ولید احمد شرقپوری، ممتاز سیاسی رہنما چوہدری نعیم حسین چٹھہ، نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے فنانس سیکرٹری میاں فاروق الطاف، صوبائی پارلیمانی سیکرٹری رانا محمد ارشد، انجمن طلبہ اسلام کے صدر حافظ احسان الحق، پروفیسر غلام سرور رانا، مولانا محمد شفیع جوش، چوہدری ظفر اللہ خان، ڈاکٹر یعقوب ضیائی، پروفیسر محمد مظفر مرزا، تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے سیکرٹری رفاقت ریاض، علماء و مشائخ، اساتذہ کرام سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کثیر تعداد میں موجود تھے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک، نعت رسول مقبول ﷺ اور قومی ترانہ سے ہوا۔ قاری امجد علی نے تلاوت کلام پاک جبکہ معروف نعت خواں الحاج اختر حسین قریشی نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نشست کی نظامت کے فرائض نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے سیکرٹری شاہد رشید نے

انجام دیے۔

جناب مجید نظامی نے کہا کہ آج ہم اس بابرکت اور مبارک ہستی کی عقیدت میں اکٹھے ہوئے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات پیدا کی ہے۔ایک یہودی نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ناپاک جسارت کی ہے۔جس پر احتجاج کرنے کیلئے دینا بھر کے مسلمان میدان عمل میں نکل آئے ہیں اور اپنے اپنے انداز میں احتجاج کر رہے ہیں۔ہم بھی اسی سلسلے میں احتجاج کرنے کیلئے یہاں جمع ہیں۔انہوں نے کہا کہ جہاں تک نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کا تعلق ہے تو میں یہ کہنا چاہوں گا۔

زکوٰۃ اچھی ، حج اچھا ، روزہ اچھا ، نماز اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

جناب مجید نظامی نے کہا کہ جب تک ہم آپ ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کیلئے تیار نہیں ہو جاتے ہمارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا ہے۔میرے خیال میں اس معاملہ میں ہماری قیادت خواہ وہ حکومت ہو یا اپوزیشن ان کا ردعمل کمزور ہے۔اسی طرح ہمارے بڑے بڑے مسلم حکمران خاموش بیٹھے ہیں اور انہوں نے اس طرح بات نہیں کی جس کی ان سے توقع کی جارہی تھی۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایمان کا وہ درجہ عطا فرمائے جو حضور ﷺ کے غلام ہونے کی وجہ سے انہیں حاصل ہونا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی نے اس سلسلے میں نہ کوئی اجلاس بلایا ہے اور نہ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔یہاں پیش کردہ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ او آئی سی ایک اجلاس بلائے اور اقوام متحدہ کو مجبور کرے کہ وہ ایک ایسا بین الاقوامی قانون بنائے جس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کو ناقابل برداشت قرار دیا جائے۔انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کے ساتھ بھی علیہ السلام کہتے ہیں لیکن غیر مسلم آپ ﷺ کے مقام سے واقف نہیں ہیں۔میری دعا ہے کہ او آئی سی فوری اجلاس بلائے اور نبی کریم ﷺ کے مقام کو صحیح معنوں

میں ان تک پہنچائیے۔انہوں نے کہا کہ اصل کام ہمارے حکمرانوں نے کرنا ہے کہ وہ اس معاملہ پر بھرپور احتجاج کریں اور ہماری قیادت یہ ثابت کرے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے غلام ہیں جن کیلئے ساری کائنات بنائی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حرمت رسول ﷺ پر قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت جسٹس (ر) میاں محبوب احمد نے کہا کہ نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اسلام پر براہ راست حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ہنود و یہود نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر یہ سازش کی ہے۔ہندو کا کام چھپ کر وار کرنا ہوتا ہے۔آج اسرائیل اور یہودی امریکہ کے اصل حکمران ہیں۔انہوں نے کہا کہ ایسی سازشیں بہت عرصہ سے جاری ہیں۔اغیار کو ایسی ناپاک حرکتیں کرنے کی جرات ہمارے کردار کی پستی کی وجہ سے ہوئی ہے۔لیکن ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ناموس رسالت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اس کی خاطر ہماری جان بھی قربان ہے۔انہوں نے کہا کہ ایسے ادارے قائم کیے جانے چاہئیں جو تحفظ ناموس رسالت کیلئے میدان عمل میں نکلیں۔اوآئی سی غیر موثر دکھائی دے رہی ہے اور اس نے اتنے اہم ایشو پر کوئی بیان بھی جاری نہیں کیا ہے۔آج اکثر اسلامی ممالک میں وہ لوگ حکمران ہیں جن کا اسلام یا عام مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ انہیں صرف اپنی حکمرانی عزیز ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمیں اس واقعہ کو ترویج اسلام میں بدل دینا چاہیے اور دنیائے عالم کو یہ بتا دینا چاہئے کہ اسلام امن و محبت کا دین ہے۔پرامن احتجاج کیا جائے اور اس سلسلے میں حکمرانوں پر بھی دباؤ ڈالا جائے۔آج ہمیں اپنے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔

نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے وائس چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد نے کہا کہ شاتم رسول کی پوری دنیا میں مذمت کی جا رہی ہے۔ہم بھی اس پلیٹ فارم سے اس واقعہ کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کی ذات پر درود بھیجتے ہیں۔

غیر مسلموں نے بھی آپ ﷺ کی تعریف وتوضیح کی ہے۔لیکن آج ایک فلم کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے ایسا کرنیوالوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔انہوں نے کہا کہ ان واقعات کی وجوہات میں پہلی وجہ وہ صلیبی جنگیں ہیں جن میں پے درپے شکستوں کا داغ یہ ابھی تک نہیں بھولے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے جس سے یہ لوگ خوفزدہ ہیں اور ایسی ناپاک حرکتیں کر رہے ہیں۔ان واقعات کی ایک اور وجہ مسلم ممالک میں موجود وہ قدرتی وسائل ہیں جن پر یہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں ہمیں اسلام کا صحیح تصور دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف پیر سید محمد کبیر علی شاہ نے کہا کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اغیار مسلمانوں کی غیرت ایمانی کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔اگر انہیں پہلی مرتبہ ہی بھرپور جواب دیدیا جاتا تو انہیں دوبارہ ایسا کرنے کی جرات نہ ہوتی۔جو شخص نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کے بارے میں چون و چرا سے کام لے اس کا ایمان مکمل نہیں ہے۔نبی کریم ﷺ کا غلام آپ ﷺ کی آبرو پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتا ہے۔آج اس واقعہ پر ہر مسلمان کا دل تڑپ رہا ہے لہٰذا وہ پرامن احتجاج کرے۔آج بعض جماعتیں جو دنیاوی معاملات میں تو بڑے بڑے جلسے کرتی ہیں لیکن اس معاملہ میں میدان عمل میں نہیں نکلی ہیں وہ بھی بیرونی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر احتجاج کیلئے باہر نکل آئیں۔انہوں نے کہا کہ آبروئے مصطفیٰ کیلئے قربان ہونا ہر مسلمان اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے۔پیر سید کبیر علی شاہ نے کہا کہ جو حکمران یا سیاستدان اس معاملہ پر میدان عمل میں نہیں نکلے گا کوئی اسے کسی صورت بھی قبول نہیں کرے گا۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف پیر میاں ولید احمد شرقپوری نے کہا کہ آج ہم یہاں جناب مجید نظامی کی قیادت میں جمع ہو کر دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی توہین کسی صورت بھی برداشت نہیں کی جائیگی۔جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوتی ہے اور دونوں جہانوں میں ذلت ورسوائی

اس کا مقدر ہوگی۔ ہم دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ عاشق رسول ابھی زندہ ہیں اور جب تک ایک بھی مسلمان زندہ ہے وہ کسی کو بھی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی جرات نہیں کرنے دے گا۔ ایمان کی کاملیت کا پہلا درجہ ہی یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی ذات پر اپنا تن من اور دھن قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مسلمانوں کو اتنی ہمت اور غلبہ عطا فرمائے کہ ہم گستاخان رسول کو ان کے انجام تک پہنچا سکیں۔

ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے کہا کہ آپ ﷺ رحمت للعالمین اور محسن انسانیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا ہے لہٰذا کوئی بھی آپ ﷺ کی شان میں کمی نہیں کرسکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ ایمانی اور حب رسول کم کرنے کی سازش ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ یہ مغرب کی طرف سے اعلان کردہ جنگ ہے۔ قرآن وسنت پر ساری امت مسلمہ یکجا ہے اور انہی دونوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گستاخ رسول کی سزا صرف موت ہے۔ عشق رسول ﷺ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے خلاف بھرپور احتجاج کریں اور میڈیا بھی اس سلسلے میں موثر کردار ادا کرے۔ او آئی سی متحرک ہو اور موثر کردار ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کو قرآن سے تعلق اور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے عشق مزید مضبوط کرنا ہوگا۔ آج ہماری محبت کا امتحان لیا جارہا ہے ہمیں بھرپور احتجاج کرنا چاہئے۔

جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے پاکستان قاری زوار بہادر نے کہا کہ آج دشمنان اسلام نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے اس پر ہر مسلمان کا دل بے قرار اور پریشان ہے۔ آج ہم دنیا کو یہ واضح پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کو کسی صورت برداشت نہیں کیا جائیگا۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہی تحریک غلبہ اسلام کا پیغام بن جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمام عالم کفر ایک ملت کی مانند ہیں جو مسلمانوں کیخلاف متحد ہو چکے ہیں۔ ہمیں اتحاد واتفاق برقرار رکھتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا امریکہ

امن نہیں بلکہ دہشت گردی کا علمبردار ہے۔ آنے والی جنگ حرمت رسول کے معاملہ پر ہوگی۔

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن فیض الرحمن خان درانی نے کہا کہ آج ہم کمزور ہو چکے ہیں، وہ دن کب آئے گا جب مسلم حکمران بیدار ہوں گے۔ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی صیہونی سازش ہے۔ آج ہمیں باتوں کی بجائے عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔ مسلم حکمران اس واقعہ پر بھرپور احتجاج کریں اور یورپ کا بائیکاٹ کیا جائے۔ صوبائی پارلیمانی سیکرٹری رانا محمد ارشد نے کہا کہ اس واقعہ کے خلاف پوری قوم کو یکجا ہو کر احتجاج کرنا ہوگا۔ آج ہمیں تحفظ ناموس رسالت کیلئے مرمٹنے کا عہد کرنا ہے۔ امریکہ، بھارت اور اسرائیل اسلام دشمنی سے باز آجائیں اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح نہ کریں۔ آج ہمیں اغیار کو یہ پیغام بھی دینا ہے کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ انجمن طلبہ اسلام کے صدر حافظ احسان الحق نے کہا کہ ہمیں تحریری، تقریری اور عملی طور پر حرمت رسول کے تحفظ کیلئے میدان عمل میں نکلنا ہوگا۔ تحفظ ناموس رسالت پر ہماری جان بھی قربان ہے۔ نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے سیکرٹری شاہد رشید نے کہا کہ اغیار شروع دن سے ہی اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسی حرکات کرتے رہے ہیں لیکن ان کی لاکھ کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے دلوں میں سے حب رسول کو نکالا نہیں جا سکا۔ انہوں نے کہا حضور اکرم ﷺ سے عشق ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ناموس رسالت کے مسئلے پر دنیا بھر کے مسلمان متحد ہیں۔ اس موقع پر ایک قرارداد بھی پیش کی گئی جسے حاضرین نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ عاشقانِ رسول کا یہ اجتماع اس امر کی شدید مذمت کرتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے کچھ شیطان صفت اور ملعون افراد نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنا اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ یہ بات مشاہدے میں آرہی ہے کہ ہر چند ماہ بعد کبھی خاکے بنا کر تو کبھی فلمیں بنا کر مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے اور ان کے جذبات کو اشتعال دلایا جاتا ہے۔ جب مسلمان

ان گستاخیوں پر اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہیں تو ان پر انتہا پسند اور دہشت گرد ہونے کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ اجتماع کے شرکاء سمجھتے ہیں کہ توہین رسالت پر مبنی فلم تیار کرنے والے ملعون ٹیری جونز اور نوکولا باسلے جیسے خبث باطن کے حامل لوگ تنہا نہیں ہیں بلکہ ان کے پس پردہ کارفرما مخصوص عناصر مسلمانوں کو اشتعال دلا کر ان کے ردعمل کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ اجتماع امریکی صدر کی جانب سے اسلامی ممالک میں اپنے سفارتخانوں کی حفاظت کی خاطر امریکی فوجی دستے تعینات کرنے کے اعلان کا بھی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور اسے مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف قرار دیتا ہے۔ اس تناظر میں یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی نام نہاد جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کر لے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ دین اسلام تو امن اور سلامتی کا پیامبر ہے۔ اسلام نے تو اپنے پیروکاروں کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزت و تکریم کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الانعام میں مسلمانوں کو تاکید فرمائی گئی ہے کہ ''اللہ کے سوا یہ (کفار) جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تم انہیں برا بھلا مت کہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کے باعث اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔''
قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ہمارے علمائے کرام، دانشوروں اور ذرائع ابلاغ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دین اسلام کے اس پہلو کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کریں۔ اسلامی تعاون کی تنظیم (O.I.C) سے اقوام متحدہ پر زور دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ تمام انبیائے کرام کی حرمت کے حوالے سے قانون سازی کرے۔ صرف اسی طرح دنیا بین المذاہب ہم آہنگی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ پروگرام کے دوران ملک محبوب الرسول قادری نے اپنی کتاب ''انوارِ رضا'' جناب مجید نظامی کو پیش کی۔ پروگرام کے اختتام پر قاری زوار بہادر نے نبی کریم ﷺ کے حضور سلام پیش کیا جبکہ پیر سید محمد کبیر علی شاہ نے دعا کروائی۔

(شکریہ ماہنامہ نظریہ پاکستان لاہور بابت اکتوبر ۲۰۱۲ء، جلد ۱۲، شمارہ ۳)

تحریک ناموس رسالت ﷺ

ایک جائزہ

جمعیت علماء پاکستان اپنے اہداف کی طرف گامزن

ڈاکٹر محمد یونس دانش

مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ جمعیت علماء پاکستان کے منشور کا بنیادی جز ہے یہی وجہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے ہمیشہ ہراول دستے کا کردار ادا کیا نہ صرف یہ بلکہ ہر دور میں تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی تحریکوں کی قیادت بھی کی اور وہ تحریکیں کامیابی سے بھی ہمکنار ہوئیں تحریک ختم نبوت ﷺ ہو یا تحریک ناموس رسالت ﷺ دونوں تحریکوں کی قیادت کا سہرا جمعیت علماء پاکستان کے قائدین کے سر رہا تحریک ختم نبوت ﷺ پارلیمانی جدو جہد سے پائیہ تکمیل کو پہنچی اور تحریک ناموس رسالت ﷺ عوامی طاقت کے بل بولتے پر کامیابی سے ہمکنار ہوئی ان دونوں تحریکوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں کی قیادت جمعیت علماء پاکستان نے کی تحریک ختم نبوت ﷺ کی قیادت کا سہرا قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کے سر رہا تو تحریک ناموس رسالت ﷺ کی قیادت حضرت علامہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے کی۔ تحریک ختم نبوت ﷺ کے آغاز میں 30 جون 1974ء کو پارلیمنٹ میں امام شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی اس قرارداد کو طویل بحث کے بعد 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ نے منظور کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جبکہ تحریک ناموس رسالت ﷺ کی جدوجہد کا آغاز 30 نومبر 2010ء کو جمعیت علماء پاکستان کی آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس کراچی سے ہوا جو 7 فروری 2011ء کو حکومتی نوٹیفیکشن کے بعد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

یوں تو ہر دور میں اسلام دشمن طاغوتی قوتیں محبت رسول ﷺ کو مسلمانوں کے

قلب سے نکالنے کیلئے نبی محترم حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کے دلی جذبات کا امتحان لیتی رہی ہیں، کبھی فتنہ قادیانیت کے ذریعہ عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش کی گئی تو کبھی گستاخانہ خاکے شائع کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا غرض کہ پاکستان میں جب بھی کبھی کسی ملعون یا ملعونہ نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی اور انہیں قانون کے شکنجے میں جکڑا گیا تو مغربی استعماری قوتوں نے منفی پروپیگنڈہ کر کے ان گستاخوں کی سرپرستی کی اور پاکستانی حکمرانوں کو ان گستاخوں کے خلاف کسی بھی قانونی کاروائی سے باز رہنے اور گستاخانہ عمل پر موت کی سزا ختم کرنے کے مطالبات کئے گئے۔ جس کی بنا پر ویٹی کن سٹی کے پوپ اور امریکہ بہادر کی ایماء پر ان گستاخوں کو ہر دور میں ریلیف دیا جاتا رہا ہی نہیں بلکہ تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو تبدیل کرنے بالخصوص موت کی سزا کو ختم کرنے کیلئے حکومت، کیبنیٹ اور پارلیمنٹ میں سازشیں تیار ہوتی رہی ہیں لیکن ہمیشہ ان سازشوں کے خلاف غلامان مصطفیٰ ﷺ میدان عمل میں نکلے اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے قانون کا تحفظ کیا ننکانہ کی ملعونہ آسیہ مسیحی نے جب پیغمبر اسلام حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو غلامان رسول نے قانونی راستہ اختیار کیا اور ننکانہ کورٹ نے طویل بحث اور شواہد کی روشنی میں ملعونہ کو موت کی سزا سنائی اس سزا کے خلاف قانونی راستہ اختیار کرنے کی بجائے گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے تمام قانونی و دستوری تقاضوں کو بلائے طاق رکھتے ہوئے ملعونہ کے ساتھ جیل میں پریس کانفرنس کی اور اس کی رہائی کیلئے صدر پاکستان آصف علی زرداری سے اپیل کی جس پر عاشقان رسول سراپا احتجاج بن گئے کوئی بھی عاشق رسول ﷺ کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے نبی محترم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو آزادی سے چھوڑ دیا جائے عوامی جذبات مشتعل تھے کہ اسی دوران پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی شیریں رحمان نے قومی اسمبلی میں قانون ناموس رسالت ﷺ میں تبدیلی کیلئے بل جمع کرا دیا جس پر ملک کی مقتدر سیاسی جماعتوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ایسے میں جمعیت علماء پاکستان کی مدبرانہ قیادت نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے 30 نومبر 2010ء کو ملک کی مقتدر سیاسی مذہبی جماعتوں کی آل پارٹیز تحفظ ناموس کانفرنس کراچی میں منعقد کی جس میں شریک تمام

جماعتوں نے متفقہ طور پر صدر جمعیت علماء پاکستان ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کو تحریک کا قائد منتخب کیا اور آپ نے تحریک ناموس رسالت کا آغاز کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں حکومت کو متنبہ کیا کہ قانون ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے غلامان مصطفیٰ ﷺ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اجلاس میں 3 دسمبر کو ملک گیر احتجاج اور آسیہ مسیح کو سزا دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا تحریک کی اپیل پر 3 دسمبر کو عوام نے بھرپور احتجاج کر کے ثابت کر دیا کہ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اب شمع رسالت کے پروانے میدان عمل میں نکل آئے ہیں پھر یہ تحریک وقت کے ساتھ ساتھ قوم کی آواز بن گئی 12 دسمبر کو مرکزی جماعت اہلسنت کی دعوت پر آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی جس میں ملک کی متقدر سیاسی مذہبی جماعتوں، تمام مدارس کی تنظیمات کے قائدین نے شرکت کی اور صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صدر جمعیت علماء پاکستان کی قیادت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے 7 رکنی اسٹیرنگ کمیٹی تشکیل دی جمعیت علماء اسلام (ف) کے مولانا عبدالغفور حیدری، جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ، جمعیت علماء اسلام (س) مولانا عبدالروف فاروقی، عالمی مجلس ختم نبوت کے مولانا عبدالعزیز ثانی ،جمعیت اہلحدیث کے مولانا محمد شفیق پسروری، ،مرکزی جماعت اہلسنت کے مفتی محمد شریف سرکی اور تحریک اسلامی سکندر عباس گیلانی شامل تھے اس کمیٹی کا 14 دسمبر کو اسلام آباد میں اجلاس ہوا جس میں تحریک ناموس رسالت کا لائحہ عمل ترتیب دیا گیا 15 دسمبر کو عالمی مجلس ختم نبوت کی آل پارٹیز کانفرنس میں تحریک ناموس رسالت کا لائحہ عمل پیش کیا اس کانفرنس میں تمام مسالک اور مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والی ملک کی متقدر سیاسی و مذہبی جماعتوں اور مدارس کی تنظیمات کے سربراہان نے متفقہ طور پر قیادت کا سہرا ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کے ہی سر رکھا یہ آپ کی مدبرانہ قیادت کا برملا اعتراف تھا اور جمعیت علماء پاکستان کا امتحان بھی اس کانفرنس کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے صاحبزادہ زبیر نے تحریک ناموس رسالت کے لائحہ عمل کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ 24 دسمبر کو ملک بھر کی تمام مساجد کے باہر احتجاجی مظاہرے ہونگے، 31 دسمبر کو ہڑتال اور 9 جنوری کو کراچی میں تحفظ ناموس رسالت ریلی نکالی جائے گی ۔اسی دوران گورنر پنجاب نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو

کالا قانون کہا عوام کے جذبات مزید مشتعل ہو گئے شیڈول کے مطابق تحریک ناموس رسالت ﷺ کے پلیٹ فارم سے 24 دسمبر کو بے مثال تاریخی احتجاج ہوا ملک بھر میں تمام مسالک کی مساجد کے سامنے احتجاجی مظاہرے ہوئے تحریک کے سربراہ صاحبزادہ زبیر نے حیدر چوک حیدر آباد میں ایک بڑے احتجاجی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو کالا قانون کہا ہے اس کا دل بھی کالا ہے اور قبر بھی کالی ہوگی ان مظاہروں سے رائے عامہ ہموار ہوئی اور 31 دسمبر کو پر امن تاریخی ہڑتال ہوئی جس میں نہ گولی چلی نہ پتھر پھینکا عوام نے محبت رسول ﷺ میں اپنا کاروبار مکمل طور پر بند رکھا تحریک کے قائد ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے ادارہ نور حق کراچی میں ہڑتال کو عوامی ریفرنڈم قرار دیتے ہوئے حکومت سے تحریک ناموس رسالت کے مطالبات پر فوری عمل کا مطالبہ کیا تحریک وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہی تھی کہ 4 جنوری کو ایلیٹ فورس کے مجاہد غازی ممتاز حسین قادری نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو کالا قانون کہنے کی پاداش میں قتل کر دیا اس وقت پورے ملک پر سکتہ طاری تھا بڑے بڑے علماء خاموش تھے اکثر نے اپنے موبائل نمبر بند کر دیئے تھے ایسے میں اگر کوئی صدائے حق بلند ہوئی تو وہ قائد ملت اسلامیہ کے سیاسی جانشین ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کی تھی جنھوں نے جیو کے پروگرام "لیکن" میں شاہ بچہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس واقعہ کی مذمت کی بات کرتی ہیں قوم مٹھائیاں بانٹ رہی ہے ہم تو مٹھائیاں بانٹنے والوں کے ساتھ ہیں ملک ممتاز قادری کا اقدام درست ہے سلمان تاثیر نے خود اپنی موت کو دعوت دی آپ کے اس جرأت مندانہ اعلان نے قوم میں ایک روح پھونک دی علماء نے سلمان تاثیر کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ وکلاء نے ممتاز قادری پر پھول نچھاور کئے ہر دل غازی کی سلامتی کیلئے دعا گو تھا ہر لب پر غازی تیرے جاں نثار بے شمار کے نعرے تھے۔ تحریک اپنے عروج پر تھی 9 جنوری کو مزار قائد سے تبت سنٹر تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ غلامان مصطفیٰ سر سے کفن باندھ کر عظمت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کا تحفظ کریں گے ریلی سے تحریک کے قائدین نے خطاب کرتے ہوئے ملک ممتاز حسین قادری کے

اقدام کو درست قرار دیا، شیری رحمان کے بل کی واپسی اور ملعونہ آسیہ کی سزا کا مطالبہ کرتے ہوئے لانگ مارچ کا انتباہ دیا اور 30 جنوری کو لاہور میں تحفظ ناموس رسالت ریلی کے انعقاد کا اعلان بھی کیا گیا اسی دوران تحریک کے سربراہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے صدر پاکستان آصف علی زرداری اور وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کو مکتوب لکھے جس میں انہیں دستور پاکستان کے امین کا کردار ادا کرنے کی جانب توجہ مبذول کرائی اور اسلام دشمن اقدامات سے باز رہنے کا مشورہ دیا 30 جنوری کو مال روڈ لاہور پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی ہر طرف سے لبیک یارسول اللہ ﷺ اور غازی تیرے جانثار بے شمار کی صدائیں بلند ہورہی تھیں تحریک کے قائدین نے حکومت کو متنبہ کرتے ہوئے ایوان صدر کا گھیراؤ کرنے کا اعلان کیا۔ عوامی ردعمل اور غازی ملت ملک ممتاز حسین قادری کے جرأت مندانہ اقدام نے حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا جس پر حکومتی صفوں میں کھلبلی مچی اور بالآخر حکومت کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا شیری رحمان نے اپنا بل واپس لیا وزیر قانون بابر اعوان نے عصمت انبیاء علیہم السلام کے تحفظ کا تمام آسمانی کتابوں کی روشنی میں مسودہ تیار کیا جس کی روشنی میں حکومت نے نوٹیفیکشن جاری کیا کہ قانون ناموس رسالت میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی جس پر تحریک ناموس رسالت کی قیادت نے اپنے اجلاس میں اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے تحریک ناموس رسالت کے پلیٹ فارم کو قائم رکھنے اور 18 فروری کو یوم تشکر منانے کا اعلان کیا ملک بھر میں عوام نے یوم تشکر کے اجتماعات منعقد کئے اس طرح تحریک ناموس رسالت ﷺ کامیابی سے ہمکنار ہوئی لیکن ابھی بہت سے امتحان باقی ہیں ملک ممتاز حسین قادری کی رہائی اور آسیہ ملعونہ کو پھانسی کی سزا ملک ممتاز حسین قادری کا کیس اسلام آباد ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے قوی امید ہے کہ ججز قرآن و سنت کی روشنی میں ممتاز حسین قادری کے کیس کی سماعت کریں گے اور اس عاشق رسول کو رہائی کا پروانہ ملے گا۔ لیکن اس دوران ہر عاشق رسول کی ذمہ داری ہے کہ وہ غازی ممتاز حسین قادری کے مثالی کردار کو سامنے رکھتے ہوئے بیدار رہے اور ناموس مصطفی ﷺ کے تحفظ کیلئے جاری جدوجہد میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے تاکہ کل قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہو کفن خوشبو مصطفی ﷺ سے معطر ہو اور نور محمد ﷺ کی روشنی سے قبر جگمگا اٹھے۔

مظفر آباد میں تحفظ ناموس رسالت کانفرنس

سید محمد اسحاق نقوی ☆

متحدہ مذہبی محاذ جموں وکشمیر کے زیر اہتمام اور علامہ پیر سید غلام یٰسین شاہ بخاری صدر جماعت اہل سنت آزاد کشمیر، علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ گیلانی صدر تنظیم المدارس اہل سنت آزاد کشمیر اور ان کے احباب و رفقاء کے زیر انتظام وانصرام ایک روزہ تحفظ ناموس رسالت کانفرنس آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد میں ولی کامل حضرت سید سائیں سہیلی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ دربار میں منعقد ہوئی۔ جس میں سنی تنظیمات پاکستان و آزاد کشمیر کے ممتاز و معروف علمائے کرام و مشائخ عظام کے علاوہ کشمیر بھر سے سادات کرام کی نمائندہ شخصیات اور بالخصوص ضلع باغ، مظفر آباد، نیلم اور ہٹیاں بالا سے علمی، ادبی، مذہبی، سیاسی، سماجی شخصیات کے ساتھ دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے خواص وعوام نے کثیر تعداد میں شمولیت کی۔

کانفرنس کا آغاز مقررہ وقت پر ہوا۔ نقابت کے فرائض مولانا سید عبد الجبار شاہ سوہاوی انجام دیتے رہے۔ تلاوتِ قرآن مجید کی سعادت مولانا روحیل احمد عباسی خطیب جامع مسجد سہیلی سرکار نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت محمد ریاض چشتی محمد فرحان قادری، محمد بشیر قادری، محمد شبیر احمد اور ضیاء احمد چغتائی نے پیش کئے۔ ناظم کانفرنس علامہ پیر سید غلام یٰسین شاہ بخاری نے کانفرنس کے انعقاد کے اغراض ومقاصد بیان کئے۔ کانفرنس سے مولانا پیر سید واجد حسین گردیزی، مولانا سید صداقت حسین بخاری، مولانا صاحبزادہ محمد اظہر بگوئی، مولانا امتیاز احمد صدیقی، مولانا مفتی سید وجاہت حسین

☆ چیف ایڈیٹر اعظم آزاد کشمیر

گردیزی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں عظمت ناموسِ رسالت کے عنوان سے خوبصورت خطابات فرمائے۔

مہمانِ خصوصی حضرت علامہ پیر سید عبد القادر شاہ جیلانی اسلام آباد نے ناموس رسالت ﷺ کے ساتھ آلِ رسول ﷺ کے فضائل ومناقب مستند ومعتبر کتب احادیث کے حوالہ جات سے بیان فرمائے۔ اس موقع پر موصوف نے ساداتِ کرام کے نسب وکفو کی امتیازی حیثیت بیان کرتے ہوئے سیدہ خاتون کا غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر مضبوط فقہی دلائل بیان کئے۔

آخری پر مغز خطاب معزز مہمان مفسر قرآن مفکر اسلام حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان نے فرمایا جسے شرکائے کانفرنس نے بڑے انہماک سے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ موصوف نے کہا کہ رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عشق ومحبت وعقیدت اور مکمل اطاعت رضائے الٰہی کے حصول کا موجب ہے اور یہی ایمان کی روح ہے۔ تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے اپنا تن، من، دھن قربان کرنے کا جذبہ سرمایہ حیات اور اساسِ دین ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں جب تک کوئی شخص محبوب خدا ﷺ کے ساتھ اپنے والدین، اپنی اولاد، دنیا کے تمام انسانوں حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت نہیں کرتا وہ کامل مومن نہیں بن سکتا۔ عالم اسلام کی زبوں حالی اور مسلمانان پاکستان کی خستہ حالی کا واحد علاج گنبدِ خضرا کے مکین ﷺ سے گہری وابستگی اور غیر مشروط اطاعت میں مضمر ہے۔ شاہ صاحب موصوف نے اس موقعہ پر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے پہلی نظریاتی اسلامی ریاست قائم فرمائی۔ صدیاں گزرنے کے بعد صرف نظریہ اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی ریاست پاکستان ہے۔ جہاں ابھی تک اسلامی نظام حکومت قائم نہیں ہو سکا۔ 64 سال پہلے جس غاصب انگریز سے ہمارے اسلاف نے مخلصانہ جدوجہد سے قائد اعظم کی قیادت میں چھٹکارا حاصل کر کے ایک علیحدہ ملک تعمیر کیا تھا آج اسی نظریاتی مملکت خداداد میں مغربی تہذیب وثقافت کو فروغ دیا جا رہا ہے اور عدالتوں میں انگریزی قانون کی بالادستی ہے۔ صاحبزادہ

سید حامد سعید کاظمی جنہیں تحقیقی تفتیشی اداروں اور ماتحت عدالتوں نے بری الذمہ قرار دیا ہے۔ سپریم کورٹ کا انہیں تاحال پس دیوار زنداں رکھنا قرین انصاف و دانش نہیں۔ پاکستان کی عدالت عظمیٰ کو اسلامی نظام عدل کے لئے قرآن وسنت سے مکمل آگاہی کی خاطر علمائے حق سے تعاون لینا چاہئے۔ مفرور اور اغواشدہ لڑکیوں کا بغیر اجازت ولی کورٹ میرج فقہ اسلامی کے منافی ہے۔ مغرب میں تو ایسا عام ہے لیکن ایک اسلامی نظریاتی مملکت میں ایسی منحوس انگریزی روش کا خاتمہ انتہائی ضروری ہے تاکہ اغوا جیسے جرائم کا سدباب ہو سکے اور شرفاء کی عزتیں محفوظ رہ سکیں اور والدین کی حیثیت ومقام بھی برقرار رہ سکے۔

قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ کے خطاب کے دوران خانقاہ حق سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے زیب سجادہ صاحبزادہ محمد خالد سلطان ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان تشریف لائے۔ انہوں نے بھی مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔ تحفظ ناموس رسالت کی اس خوب صورت کانفرنس کے انعقاد پر منتظمین کو مبارک باد دی اور قبلہ شاہ صاحب کے بیان کردہ نکات کی مکمل تائید کی۔ اس موقع پر سید محمد اسحاق نقوی مدیر اعلیٰ ہفت روزہ قلم ورکن مرکزی شوریٰ جماعت اہل سنت پاکستان نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جسے شق وار منظور کیا گیا۔

۱۔ آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد کے مشہور ومعروف ولی کامل حضرت سید سائیں سخی سہیلی سرکار کے مزار شریف کے احاطہ میں اس عظیم الشان اور فقید المثال کانفرنس میں ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت ومحبت اور اطاعت پر کاربند رہنے کا تجدید عہد کرتے ہیں اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے اپنا تن من، دھن سب کچھ قربان کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

۲۔ خطہ کشمیر اولیاء، اصفیاء اور درویشوں کی سرزمین ہے، نہ صرف کشمیر بلکہ پورے برصغیر میں اسلام ان ہی صوفیائے کرام کی کاوشوں سے پھیلا۔ خانقاہی نظام دین اسلام کی اشاعت وترویج، امن وآشتی اور بھائی چارے کا ذریعہ بنا اور آج بھی اس نظام کی حقیقت مسلمہ ہے اور یہ خانقاہیں روشنی کے مینار ہیں۔ کچھ لوگ اسلام کے لبادے میں اس

خانقاہی نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آج کے اس عظیم الشان اجتماع میں پاکستان و آزاد کشمیر کے معتبر علمائے کرام و مشائخ عظام اپنی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کے مشن کو جاری رکھیں گے اور خانقاہی نظام کے خلاف اٹھنے والی سازشوں کا سدباب کریں گے۔

۳۔ رسالت مآب ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرنے والا توہین رسالت ﷺ کا مجرم قرار پاتا ہے یعنی ہر وہ شخص جو ایسے الفاظ سے جو منہ سے بولے جائیں یا لکھے جائیں یا لکھے گئے ہوں یا نظر آنے والے نمونوں سے یا کسی اتہام، چالاکی سے یا اشارہ و کنایہ سے بالواسطہ یا بلا واسطہ مقدس پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ذات، صفات، مقام و مرتبہ اور آپ ﷺ کے متبرک نام کی بے حرمتی کرنے والا اور آپ کے ساتھ منسوب کسی بھی چیز میں عیب نکالنے والا توہین رسالت کا مجرم قرار پاتا ہے اور توہین رسالت قانون 295.C اس پر لاگو ہوتا ہے۔ اس قانون کے حوالہ سے گستاخانہ تقریریں کرنے اور گستاخانہ لٹریچر شائع کرنے والوں کے خلاف عدالتوں اور حکومتی اداروں کو ازخود قانونی کاروائی کے لئے تیار رہنا ہوگا تاکہ مقام نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ برقرار رہے۔

۴۔ 1973ء کے آئین کے مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اس قانون کے مطابق قادیانی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ اذان نہیں دے سکتے۔ اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔ اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ نہیں کر سکتے۔ قادیانی اندرون ملک سے اور بیرون ملک سے اس قانون کو ختم کرانے کی سازش کر رہے ہیں عوام اور حکومت کو باخبر رہنا ہوگا۔

۵۔ آج کا یہ اجتماع آزاد کشمیر و پاکستان کی عدالتوں اور انتظامی اداروں کو متوجہ کرتا ہے کہ شریعت اسلام میں نکاح کے لئے ولی کی اجازت رضامندی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مفرور اور اغواء ہونے والی لڑکیوں کے کورٹ میرج سے اسلامی اصولوں اور مشرقی روایات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسلامی تہذیب پر مغربی کلچر اثر انداز ہو رہا ہے۔ ایسی صورت حال سے کسی بھی خاندان کی عزت و آبرو محفوظ نہیں رہ سکتی۔ عداوت و دشمنی پیدا

ہوتی اور کشت وخون تک نوبت پہنچتی ہے اس لئے عدالتوں اور انتظامی اداروں کو اپنے خود ساختہ قوانین پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔

۶۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ کشمیریوں کا تہذیبی، تمدنی، جغرافیائی اور دینی رشتہ وابستہ ہے۔ آج کے اس عظیم اجتماع میں ہم پاکستان کے ساتھ اپنے لازوال رشتہ کو مزید مضبوط بنانے اور استحکام پاکستان کے لئے سرگرم عمل رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

۷۔ اس فقید المثال کانفرنس میں ہم مقبوضہ کشمیر کے مجبور، مقہور اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور حق خود ارادیت کے لئے ان کی جدوجہد کو سلام پیش کرتے ہیں۔

۸۔ آج کا یہ اجتماع مملکت پاکستان میں بالخصوص اور دیگر ممالک میں بھی دہشت گردی کی کاروائیوں اور خودکش حملوں کی پرزور مذمت کرتا ہے۔

۹۔ آج کا یہ عظیم الشان اجتماع ریاست کی تعمیر وترقی اور عوامی فلاح وبہبود کے لئے حکومت آزاد کشمیر کو اپنے فرائض بطریق احسن انجام دینے کے لئے دعا گو ہے۔ اس قرارداد کے بعد علامہ پیر سید غلام یسین شاہ بخاری نے پاکستان آزاد کشمیر سے تشریف لانے والے علماء مشائخ، سادات کرام اور جملہ شرکائے کانفرنس کا شکریہ ادا کیا۔ درود وسلام کے ساتھ اختتامی دعا علامہ پیر سید نذیر حسین گیلانی نے فرمائی اور مہمانوں کو لنگر پیش کیا گیا۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

جان ہیں، جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوار رضا
ملک محبوب الرسول قادری

منتخب کالمز

حسن ترتیب

قادیانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا

محمد متین خالد

گذشتہ دنوں اسپیکر قومی اسمبلی محترمہ فہمیدہ مرزا نے اپنے خصوصی اختیارات کے تحت سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلق پارلیمنٹ کے بند کمرے کے اجلاس میں ہونے والی بحث کے ریکارڈ کو ۳۶ سال بعد اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے، جبکہ اسامہ بن لادن کی ہلاکت کے معاملے پر پارلیمنٹ کے حالیہ بند کمرے کے اجلاس میں ہونے والی بحث سیل کر دی گئی ہے۔ قومی اسمبلی سیکرٹیریٹ کے ذرائع کے مطابق بھٹو دور ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے متعلق پارلیمنٹ کے بند کمرے کا اجلاس تقریباً ایک ماہ سے زائد جاری رہا تھا۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر ملک کی منتخب جمہوری حکومت نے متفقہ طور پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق 160(2) اور 260(3) میں اس کا اندراج کر دیا۔ معاملے کی حساسیت کے پیشِ نظر بحث کا تمام ریکارڈ اسی وقت سیل کر دیا گیا تھا۔ یہ شرط رکھی گئی تھی کہ اسے تیس سال سے کم کے عرصے میں اوپن نہیں کیا جائے گا۔ اسپیکر قومی اسمبلی فہمیدہ مرزا نے اب اس وقت کی بحث کے ریکارڈ کو لائبریری میں رکھنے کی منظوری دے دی ہے۔ اسمبلی ترجمان نے بتایا کہ اس وقت بحث کا تمام ریکارڈ پرنٹنگ کے مراحل میں ہے اور جلد اسے لائبریری کا حصہ بنا دیا جائے گا۔

قادیانی ۱۹۷۴ء سے لے کر اب تک یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ اگر یہ کارروائی شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا قومی اسمبلی کی یہ کارروائی اوپن ہونے سے قادیانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا۔ لیکن حیرت ہے کہ اس خبر سے قادیانیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار مرحوم نے ایک

سوال پر کہ ''قادیانیوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ روداد شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا۔'' کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ کارروائی ان کے خلاف جاتی ہے۔ ویسے وہ اپنا شوق پورا کر لیں، ہمیں کیا اعتراض ہے۔ ان دنوں ساری اسمبلی کی کمیٹی بنا دی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ ساری کارروائی سیکرٹ ہوگی تا کہ لوگ اشتعال میں نہ آئیں۔ میرے خیال میں اگر یہ کارروائی شائع ہوگئی تو لوگ قادیانیوں کو ماریں گے۔'' (انٹرویو نگار منیر احمد منیر ایڈیٹر ''ماہنامہ آتش فشاں'' لاہور، مئی 1994ء)

سابق اٹارنی جنرل اور معروف قانون دان جناب یحییٰ بختیار نے جس لگن، جانفشانی اور قانونی مہارت سے امت مسلمہ کے اس نازک اور حساس کیس کو لڑا، قادیانی شاطر سربراہوں پر طویل اور اعصاب شکن جرح کے بعد جس طرح ان سے ان کے عقائد و عزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوایا، بلکہ اعترافِ جرم کروایا، وہ انہی کا حصہ ہے جس پر وہ صد ستائش کے مستحق ہیں۔ بلاشبہ ان کی یہ خدمت سنہرے حروف سے لکھی جانے کے قابل ہے لیکن اس کے برعکس قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کارروائی کے نتیجہ میں قومی اسمبلی کا کوئی ایک رکن بھی قادیانی نہیں ہوا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے کارروائی کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے اجلاس سے واک آؤٹ نہیں کیا۔ کسی رکن قومی اسمبلی نے قادیانیوں کی حمایت نہیں کی۔ اس کے برعکس نہ صرف تمام ارکان نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بلکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کی ٹیم میں شامل ایک معروف قادیانی مرزا سلیم اختر چند ہفتوں بعد قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ حالانکہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر پوری ٹیم کے ساتھ مکمل تیاری سے بڑی خوشی سے قومی اسمبلی گیا۔ اس کے اسمبلی کے اندر داخل ہونے کا انداز بڑا فاتحانہ، تکبرانہ اور تمسخرانہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں تاویلات اور شکوک و شبہات کے ذریعے اسمبلی کو قائل کر لوں گا مگر بری طرح ناکام رہا۔ قادیانی قیادت نے قومی اسمبلی کے تمام اراکین میں ۱۸۰ صفحات پر مشتمل کتاب ''محضر نامہ'' تقسیم کی جس میں اپنے عقائد کی بھرپور ترجمانی کی۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر ''دعا'' کے عنوان سے لکھا ہے: ''دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معزز

ارکان اسمبلی کو ایسا نور فراست عطا فرمائے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی ان فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن و سنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں۔'' سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قادیانیوں کی دعا قبول ہوئی تو وہ قومی اسمبلی کا یہ فیصلہ قبول کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو وہ جھوٹے ہیں۔

قادیانی اعتراض کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی کی اس کارروائی کو اِن کیمرہ، خفیہ کیوں رکھا گیا۔ یہ کارروائی اخبارات میں روزانہ کیوں شائع نہ ہوئی؟ اس سوال کا جواب قومی اسمبلی کے اس وقت کے سپیکر جناب صاحبزادہ فاروق علی خان نے اپنے ایک انٹرویو میں دیتے ہوئے کہا:

''بحث اور کارروائی کے دوران ایسی باتوں کے پیش آنے کا بھی امکان تھا کہ اگر منظر عام پر آئیں تو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ قادیانی فرقوں کے رہنماؤں کو بھی بلانا تھا۔ اِن کا نقطہ نظر بھی سننا تھا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہتے، مسلمانوں کو ہر گز اتفاق نہ ہوتا لہٰذا کارروائی خفیہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ نازک اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کر دینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتا ہے، لہٰذا کسی بھی خطرناک جذباتی صورتحال سے بچنے کے لیے اس کارروائی کو خفیہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ امت کو جو والہانہ عشق ہے، اس کو زبان و قلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس خفیہ بحث کا فیصلہ کھلا تھا اور اس فیصلے سے ملت اسلامیہ آج تک مطمئن ہے۔''

(قومی اسمبلی کے سابق سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان سے اختر کاشمیری صاحب کا انٹرویو، روزنامہ ''جنگ'' جمعہ میگزین ۳ تا ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء)

قادیانی کہتے ہیں یہ ایک یکطرفہ فیصلہ تھا۔ یہ بات لاعلمی اور تعصب پر مبنی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جمہوری نظام حکومت میں کوئی بھی اہم فیصلہ ہمیشہ اکثریتی رائے کی بنیاد پر کیا جاتا ہے لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا فیصلہ شاید دنیا کا واحد اور منفرد واقعہ ہے کہ حکومت نے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا

ناصر کو پارلیمنٹ میں آ کر اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کے لیے بلایا۔ جہاں اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے اس پر قادیانی کفریہ عقائد کے حوالہ سے جرح کی۔ مرزا ناصر نے اپنے تمام عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ لہٰذا ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے ۱۳ دن کی طویل بحث و تمحیص کے بعد آئین میں ترمیم کرتے ہوئے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا لیکن قادیانیوں نے حکومت کے اس فیصلہ کو آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ الٹا وہ مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور انھیں سرکاری مسلمان ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ وہ خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ اس وقت اراکین اسمبلی کی اکثریت زانی اور شرابی تھی۔ انھیں کوئی حق حاصل نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کرتے۔ قادیانیوں سے پوچھنا چاہیے کہ انھوں نے اس وقت اسمبلی کا بائیکاٹ کیوں نہ کیا؟ کیا انھیں وہاں زبردستی لے جایا گیا تھا؟ حالانکہ وہ تو وہاں گئے ہی اس لیے تھے کہ قومی اسمبلی جو بھی فیصلہ کرے گی ہمیں قبول ہوگا۔ عجیب بات ہے کہ اگر قادیانیوں کو پارلیمنٹ غیر مسلم اقلیت قرار دے تو وہ زانی اور شرابی، اگر سپریم کورٹ انھیں کافر قرار دے تو یہ کہنا کہ یہ تو انگریزی قانون پڑھے ہوئے ہیں، انھیں شریعت کا کیا علم؟ اور اگر علمائے کرام انھیں غیر مسلم کہیں تو یہ اعتراض کہ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔

قادیانی کہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۲۰ کے تحت ہر شہری کو مذہبی طور پر آزادئ اظہار ہے۔ آپ کسی پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں نئے حالات کے مطابق تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اس میں سے کئی آیات خارج کر دی گئی ہیں اور کئی آیات شامل کر دی گئی ہیں اور پھر وہ اس نئے قرآن کی تبلیغ و تشہیر بھی کرے تو کیا اس شخص پر پابندی لگنی چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ یہ کہے کہ مجھے آئین کے تحت آزادئ اظہار ہے تو کیا اسے یہ اجازت دینی چاہیے؟ پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ہر شخص کو کاروبار کی مکمل آزادی ہے مگر ہیروئن اور

منشیات وغیرہ فروخت کرنا سختی سے منع ہے۔کیا یہ آزادی پر پابندی ہے؟ آزادی چند حدود و قیود کے تابع ہوا کرتی ہے۔آپ اپنا ہاتھ ہلانے میں آزاد ہیں، جب اور جس طرح چاہیں، اسے ہلا سکتے ہیں لیکن اگر آپ کے ہاتھ ہلانے سے کسی دوسرے کا چہرہ زخمی ہوتا ہے تو پھر اس کی آزادی کہاں گئی؟ لہٰذا آزادی ایک حد تک ہے۔آزادی بے لگام یا شتر بے مہار ہو جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا لیکن اس کے باوجود قادیانی مسلسل شعائر اسلامی استعمال کرتے ہیں۔غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نبی اور رسول، مرزا کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے دوستوں کو صحابہ کرام، قادیان کو مکہ مکرمہ، ربوہ کو مدینہ، مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث مبارکہ، مرزا قادیانی پر اترنے والی نام نہاد وحی کو قرآن مجید، محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو حکومت نے مسلمانوں کے پرُ زور مطالبہ پر ایک آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا گیا۔اس آرڈیننس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ B / 298 اور C/ 298 کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کر سکتا، شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتا۔خلاف ورزی کی صورت میں وہ 3 سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔قادیانیوں نے اپنے خلیفہ مرزا طاہر کے حکم پر آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پورے ملک میں شعائر اسلامی کی توہین کی اور آرڈیننس کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی۔جس کے نتیجہ میں پاکستان کے اکثر شہروں میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوئی۔قادیانی قیادت نے اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی بالکل درست ہے۔اس کے بعد قادیانیوں نے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں چیلنج کیا، یہاں پر بھی عدالتوں نے دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ آرڈیننس بالکل قانون کے مطابق ہے۔قادیانیوں کو آئین میں دی گئی اپنی

حیثیت تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلامی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ آخر میں قادیانیوں نے ان تمام فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ ہمیں آئین کے مطابق آزادی کا حق حاصل ہے، لیکن ہمیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کو کالعدم قرار دے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں طرف سے دلائل دیے گئے۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے متنازعہ ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ اس کے بعد سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار (SCMR 1718 1993) میں قرار دیا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ اپنے مذہب ہی کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ سزا اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دار العلوم کے استاد نہیں تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان کا یہ بھی کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کے حقوق یا آزادی ہی سلب ہوتی ہے۔

سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ میں لکھا: ''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (''صحیح بخاری'' ''کتاب الایمان''، ''باب حب الرسول من الایمان'') کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟ ''ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' (یعنی رسوائے

زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی جس نے شیطانی آیات نامی کتاب میں حضور ﷺ کی شان میں بے حد توہین کی) تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے۔ جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقص امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔"

(ظہیر الدین بنام سرکار SCMR 17181993)

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں مزید لکھا: "ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پُر امن طور پر مناتے ہیں۔"

(ظہیر الدین بنام سرکار SCMR 17181993)

افسوس ہے کہ قادیانی آئین میں دی گئی اپنی حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں اور سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اس صورتحال میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند بنائے تاکہ ملک بھر میں کہیں بھی لا اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا نہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قانون پر عملدرامد ہی اصل قانون ہے۔

گندی رائے کے اظہار کی آزادی جوتے کی نوک پر

حافظ شفیق الرحمٰن ☆

عوام جانتے ہیں کہ امریکی خواہش کہ ہے کہ دفعہ 295/C میں ترمیم کر کے اسے نئی شکل دے دی جائے۔ دفعہ 295/C کے خلاف عشق رسالت سے بے بہرہ دانشوروں، فارن فنڈڈ این جی اوز کی عہدیداران، انتہا پسند قادیانی اور عیسائی حلقوں نے بلا جواز پروپیگنڈہ مہم اور میڈیا وار شروع کر رکھی ہے، حالانکہ یہ واحد قانون ہے کہ جس کے اطلاق کو تقریباً اڑھائی عشرے گزر چکے ہیں لیکن آج تک اڑھائی ملزموں کو بھی سزا نہیں ملی۔ ویسے بھی اس الزام میں ماخوذ ملزمان کی تعداد پورے ملک میں معدودے چند ہے جبکہ دیگر دفعات میں ملوث، ماخوذ یا مطلوب ملزمان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا کسی قانون کو محض اس لئے غیر مؤثر بنا دینا یا ختم کر دینا کہ اس کے نفاذ کی وجہ سے چند انسانوں کو پابند سلاسل کرنا پڑے گا، قرین عقل و دانشمندی ہے؟۔

اگر آپ آج قانون توہین رسالت کو غیر موثر بنانے کی کوشش کریں گے تو یاد رہے کہ پہلے قدم پر ایسا اقدام عدالت عظمیٰ کی توہین کے مترادف ہوگا۔ قانون توہین رسالت یا دفعہ 295/C کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ فکری و ذہنی طور پر بھٹکے فتنہ پردازوں اور مفسدوں کو کائنات کی اکرم، اعظم، اشرف، احسن، اکمل اور محبوب ترین ہستی ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی سے باز رکھا جائے۔ اگر اس ملک میں ریاست، آئین، فوج اور عدالت کی توہین جرم ہے تو یہ ریاست، یہ آئینی ادارے، یہ افواج اور عدالتیں جس ہستی کے در کے ٹکڑوں پر پل رہی

☆ سینئر کالم نگار روزنامہ نئی بات لاہور

ہیں، اس کی توہین کو سنگین جرم تصور کرنے سے انکار کرنے والے بھی توہین رسالت کے اقراری مجرم ہیں۔کل کلاں اگر اس ملک کے تمام "قاتلان عظام" کے ورثاء اٹھ کھڑے ہوں اور یہ مطالبہ کریں کہ دفعہ 302 کو ختم کر دیا جائے کہ یہ ایک "کالا قانون" ہے اور اس کی وجہ سے لاکھوں انسان جیلوں کی دیواروں کے پیچھے گل سڑ رہے ہیں، تو کیا ہمارے موجودہ حکمران اس قانون کو بھی بیک جنبش قلم منسوخ کر دیں گے۔اگر پرسوں اس ملک کے منشیات فروشی کے دھندے میں ماخوذ ہزاروں ملزموں کے لواحقین اٹھ کھڑے ہوں اور پلے کارڈ اٹھا کر سڑکوں پر نکل آئیں اور مطالبہ کریں کہ منشیات کی بیخ کنی کیلئے بنائے گئے تمام قوانین کو "نرم" کر دیا جائے تو کیا ہماری موجود نرم دل حکومت ان کے مطالبے کے سامنے سرنڈر کر کے انسداد منشیات ایکٹ ختم کر دے گی اور ڈرگ مافیا کو کھل کر کھیلنے کی اجازت دے دے گی؟

صاحبو! اگر توہین رسالت جرم نہیں ہے تو پھر کوئی جرم اس قابل نہیں ہے کہ اس کے کسی مرتکب پر قانون کا نفاذ کرنے والے ادارے ہاتھ ڈال سکیں...... کانٹے کو کانٹا، زہر کو زہر، رات کو رات، ظلم کو ظلم، سیاہ کو سیاہ، برائی کو برائی، گناہ کو گناہ، غنڈے کو غنڈہ، قاتل کو قاتل، بدمعاش کو بدمعاش، آمر کو آمر، جابر کو جابر، غاصب کو غاصب، جارح کو جارح، غدار کو غدار قرار دینا اگر از روئے تہذیب، از روئے عقل، از روئے دانش، از روئے خردمندی جائز اور روا ہے تو اقراری غیر مسلم قادیانیوں کو از روئے قانون، از روئے پارلیمان، از روئے آئین، از روئے دین غیر مسلم قرار دینا کیوں کر نا روا ہے؟

یہ کیسا دو رخہ پن اور دوہرا معیار ہے کہ ریاست، ریاست کے چند ادارے اور ان اداروں کی مختلف مسندوں پر فائز چند عہدیدار اور قومی ہیرو قرار دی جانے والی شخصیات تو مقدس بچھڑے ہیں کہ ان کے بارے بے باکانہ رائے کا اظہار کرنیوالوں کو آئے روز وحشیانہ سزاؤں کا ہدف بنایا جاتا ہے اور اس عمل کو ریاست کی بقا اور استحکام کیلئے ناگریز تصور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف کائنات کی سب سے عظیم ہستی ﷺ کے حوالے سے جب قانون بنتا ہے کہ ان کی ذاتِ ستودہ صفات کی توہین، مہذب دنیا کا سب سے سنگین

اور قبیح جرم ہے لہٰذا اس جرم کی مکمل سزا بھی سنگین ترین یعنی سزائے موت ہوگی تو بڑے بڑے عقیل و فریس جابروں اور ذہین و فطین آمروں کی رگ رحمدلی بھی پھڑکنے لگتی ہے اور وہ برداشت اور رواداری کی بھاشن جھاڑنے لگتے ہیں۔

تف ہے اس برداشت پر لعنت ہے اس رواداری پر

جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں پاکستانی عوام، گندی رائے کے اظہار کی اس آزادی کو، تھوکتے ہیں وہ اس لبرل ازم پر، جو انہیں توہین رسالت کے ملزمان کو قانونی و عدالتی حوالوں سے کیفر کردار تک پہنچانے کی راہ میں حائل اور حارج ہو۔

دفعہ 295/C میں ترمیم کرنے کے خواب دیکھنے والے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ پہلے تمام فوجداری قوانین میں ترمیم کا آرڈیننس جاری کریں اور کسی بھی جرم کے مرتکب کیلئے "سزائے موت" کی سزا دنیا کے ہر ملک کے قانون میں سے ختم کروائیں۔ جب وہ ایسا کر چکیں تو قرآن و حدیث، اجماعِ امت اور غازی علم الدین شہید ایسے جلیل القدر شہداء کی سوانح سے اس امر کی شہادت فراہم کریں کہ کیا توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کیلئے سزائے موت کافی ہے؟

توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کا انجام کیا ہونا چاہیے؟ یہ جاننے کیلئے ہمیں کسی وحید الدین خان، کسی فاروق حیدر مودودی، کسی ڈاکٹر مہدی حسن، کسی مبشر حسن، کسی جاوید غامدی، کسی عاصمہ جہانگیر، کسی حنا جیلانی، کسی شیری رحمٰن، کسی کامران خان، کسی پرویز ہود بھائی، کسی فارغ البال والعقل والنسل، کسی پرویز مشرف سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ جاننے کیلئے ہم غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی عبدالمنان شہید، غازی عامر نذیر چیمہ شہید کی زندہ قبروں اور پاک تربتوں پر حاضر ہوں گے۔۔ وہ زندہ قبریں اور پاک تربتیں جو اہل عزم و ہمت کیلئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان قبروں اور تربتوں کی خاکِ پاک قیامت تک کیلئے شمع رسالت کے پروانوں کی آنکھ کا سرمہ ہے۔ ان تربتوں کی یہ زندہ خاک آج کے تمام عالم اسلام سے بڑھ کر زندہ و پائندہ ہے۔ یہ پیغام دے رہی ہے: "جب تک ایک بھی مسلمان زندہ ہے، وہ ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو قوت سے ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمانوں کو نہ تو کسی دنیوی

قوانین تعزیرات کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔"

ہمیں امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، روس، برطانیہ، جرمنی، فرانس، سپین، ڈنمارک، ناروے، سویڈن اور سوئٹزرلینڈ سے کوئی غرض نہیں۔ یہ ممالک کبھی ہمارے آئیڈیل نہیں ہیں۔ ان ممالک میں رائج افکار و اقدار اور قوانین و دساتیر سے ہمارا کوئی فکری، نظری، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، روحانی اور نظریاتی رشتہ نہیں۔ دنیا کے اور ممالک کے تو ہم ٹھیکدار نہیں، ہمیں کیا کہ انکے چمن زاروں کی ڈالیوں پر بلبلوں کے نشیمن آباد ہیں یا وہاں الوؤں نے آشیاں بندی کر رکھی ہے، ہمیں تو غرض اسلامی جمہوریہ پاکستان سے ہے، محمد عربی ﷺ کے نعلین پاک کی مقدس گرد کے صدقے شب قدر کی نورانی ساعتوں میں تخلیق پانے والے اس خطہ پاک سے ہے۔ ہمارا تعلق تو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ اور (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے انقلابی نظریات و افکار کی آغوش سے جنم لینے والی اس دھرتی سے ہے...... ہمارا رشتہ اگر ہے تو

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
در دلِ مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

کے پیغام کو عام کرنے والے حکیم الامت علامہ اقبال اور انکے خوابوں کی تعبیر اس کشورِ حسین سے ہے۔ جی ہاں! ہمیں غرض ہے تو اس ملک سے ہے جس کا مقدمہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سربراہ محمد علی جناح قائد اعظم نے لڑا، نہ کہ کسی آل انڈیا لبرل پارٹی، آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی یا آل انڈیا سیکولر لیگ نے۔ یہ شخص قائد اعظم کہلایا ہی اس لئے کہ اس کے نام کا پہلا لفظ محمد اور دوسرا علی تھا۔ اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ جب تک وہ ان ہستیوں کے نام اور پیغام پر قوم کو متحد ہونے کی دعوت نہیں دے گا کامیاب نہیں ہوگا۔ سو تحریک پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ۔ قائد اعظم نے یہ ملک لا الہ الا اللہ کے اغراض و مقاصد کی عملی تنفیذ اور جغرافیائی توسیع کیلئے بنایا تھا۔ بقول قائد اعظم "ہم پاکستان کو اسلامی قوانین کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں۔"

۱۹۴۷ء سے قبل ایک قائد اعظم تو کیا، کھربوں قائد اعظم بھی اگر مل کر برصغیر کے مسلمانوں کو ایک الگ سیکولر یا لبرل ریاست کے حصول اور قیام کی دعوت دیتے تو ان کی پکار پر برصغیر کا ایک بھی مسلمان لبیک نہ کہتا۔ برصغیر کے مسلمان محمد علی جناح کے روپ کے قیام کیلئے میدان عمل میں اترے ہیں۔

یہ درست ہے کہ قائد اعظم تھیا کریٹک اسٹیٹ نہیں بنانا چاہتے تھے لیکن بے مغز، کور بصر اور عقل کے اندھے دانشوروں سے کون کہے کہ اسلام اور روح اسلام بذات خود تھیا کریٹک سٹیٹ کے مخالف ہیں۔ اسلامی تاریخ میں کبھی اور کسی بھی دور میں تھیا کریٹک سٹیٹ قائم نہیں ہوئی۔ یہ "تھیا کریٹک سٹیٹ" کا تصور سرتاپا عیسائی دنیا کے ہاں پایا جاتا ہے۔ جب قائد اعظم یہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان تھیا کریٹک سٹیٹ نہیں ہوگا تو برطانیہ کے مسیحی سامراج اور اس کے مسیح وائسرائے کو کھلے لفظوں میں یہ بتا رہے تھے کہ اب پاکستان میں عیسائی نظریات و تصورات، رجحانات و میلانات، اقدار و افکار اور تہذیب و ثقافت کے غلبے کی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

(بشکریہ، روزنامہ دن جمعرات ۶ جنوری ۲۰۱۱ء)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

یہ معاملے ہیں نازک

عرفان صدیقی ☆

حیف اس پر جو انسانی زندگی کی حرمت کے بارے میں قرآن کی تعلیمات اور اس کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر ریاست کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور صد حیف اس پر جو نام نہاد روشن خیالی کے زعم میں ناموس رسالت جیسے معاملے کی حساسیت اور نزاکت کو نہیں سمجھتا اور احتیاط کے تقاضوں کو پامال کرتا ہے۔

گورنر سلمان تاثیر کا قتل ایک افسوسناک واردات ہے۔ سینے میں دل اور دل میں جذبہ و احساس کی ادنیٰ سی رمق رکھنے والا کوئی شخص نہ اس کی ستائش کرے گا نہ مسرت و آسودگی پائے گا۔ ہم اس دین کے پیروکار ہیں جس نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ گناہ میں لت پت ہو جانے والا شخص بھی بہر حال انسان ہی رہتا ہے اور اسے زندگی سے محروم کر دینے کا استحقاق کسی کو حاصل نہیں۔ معاشرے قانون کی پاسداری سے وقار پاتے ہیں اور ریاستیں انصاف کی کارفرمائی سے سربلند ہوتی ہیں۔ جہاں کسی کو مجرم قرار دینے کا اختیار کوئی طبقہ یا گروہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ وہی فیصلے صادر کرنے لگے اور کچھ لوگ ان فیصلوں کو جزو ایمان خیال کرتے ہوئے خود ہی انہیں عملی جامہ پہنانے پر کمر بستہ ہو جائیں۔ وہاں تہذیب کے قرینے دم توڑ دیتے ہیں، قانون مذاق بن جاتا ہے۔ انارکی سرخ آندھی کی طرح اٹھتی اور سب کچھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اسے فتنہ و فساد، افراتفری اور شورش کا نام دیا جاتا ہے اور اسلام سے شناسائی رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فتنہ و فساد کے بارے میں کیا کہا ہے۔

پاکستان، تمام تر کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود ایک منظم ریاست ہے۔ ایک آئین، ایک ضابطہ قانون اور ایک نظام انصاف رکھنے والی ریاست۔ جرم کی نوعیت

☆ سینئر کالم نگار روزنامہ جنگ

سے قطع نظر کسی بھی جواز پر کسی بھی شخص کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق کسی شخص کی جان لے لے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے نظام قانون کا سامنا کرنا ہوگا ورنہ ریاست اپنا بھرم کھودے گی۔

یہ معاملے کا ایک اور غالباً سب سے توانا پہلو ہے۔ لیکن اس پہلو کی نوعیت اور اہمیت کو معاملے کے دوسرے پہلو کی حساسیت اور نزاکت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح جان کی حرمت کا اصول غیر متنازعہ ہے اسی طرح اس امر کو بھی ایک لمحے کے لئے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہئے کہ محمد عربی ﷺ کے ناموس کے معاملے کو عمومی تصورات کی عینک سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ وہ رشتہ ہے جسے کوئی نام دیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ کسی کے عقیدے یا مسلک پر نشتر زنی کر کے دل آزاری سے بھی بہت آگے کی بات ہے۔ وہ جو آپ کے روضہ مبارک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں عرش نازک تر نفس گم کردہ می آیند جنید و بایزید ایں جا

تو آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس کی بارگاہ ناز کی حضوری میں جنید بغدادی بایزید بسطامی جیسے جید بزرگان دین بھی حواس گنوا بیٹھیں، اس کے ناموس کو این جی اوز اسٹائل میں بازاروں اور چوراہوں کا موضوع نہیں بنایا جاسکتا۔ شاعر کہتا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ہست

اپنے دہن اور زبان کو ہزاروں بار مشک و گلاب سے دھونے کے باوجود آپ ﷺ کا نام مبارک ادا کرنا، کمال درجے کی بے ادبی ہے۔ کائنات میں ایسا کون ہے جس کے ذکر کی رفعت و بلندی کی ضمانت اللہ نے دی ہو؟ کون ہے جس کے بارے میں رب ذوالجلال کا حکم آیا ہو کہ "اے اہل ایمان! اپنی آوازیں اس کی آواز سے اونچی نہ کرنا مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے"۔ جب رسول اللہ ﷺ اجزائے ایمانی میں سے ہے اور جزو بھی ایسا جس میں بال برابر کمزوری انسان کے سارے اعمال حسنہ پر پانی پھیر دیتی ہے۔

جس طرح سلمان تاثیر کے قتل کی تائید و ستائش ممکن نہیں اسی طرح ان کے انتہائی غیر محتاط اور گستاخی کی حدوں کو پھلانگتے طرزِ عمل کو بھی کسی تاویل کے پردے میں نہیں لپیٹا جا سکتا ہے۔ پاکستان کی مختلف جیلوں میں ہزاروں افراد چھوٹے بڑے جرائم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ لاتعداد ہیں جن کا ابھی تک کوئی جرم ثابت نہیں ہوا لیکن وہ سال ہا سال سے کال کوٹھڑی میں بند ہیں۔ ان میں سینکڑوں غریب اور بے بس و لاچار خواتین بھی ہیں۔ ان سب میں سے صرف ایک خاتون کا انتخاب کیوں کیا جو قانون و انصاف کے پہلے مرحلے سے گزر کر سیشن کورٹ سے سزا پا چکی تھی۔ ابھی اس کے پاس ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ جانے کی گنجائش موجود تھی، صرف وہی خاتون مظلوم اور ستم رسیدہ کیوں دکھائی دی جس پر توہین رسالت کا الزام تھا؟

پاکستان میں صرف ناموس رسالت ہی کا قانون نہیں، یہاں تو صدر کے ناموس، گورنر کے ناموس، پاکستانی پرچم کے ناموس، عدلیہ کے ناموس، فوج کے ناموس اور نہ جانے کس کس کے ناموس کے قوانین بھی موجود ہیں۔ صدر اور گورنر کے ناموس کو اتنا کڑا تحفظ دیا گیا ہے کہ وہ کچھ بھی کہہ یا کر لیں انہیں عدالت میں نہیں لایا جا سکتا۔ فوج کے ناموس کی بے حرمتی کے جرم میں ہی جاوید ہاشمی برسوں جیل میں سڑتا رہا۔ عدلیہ اپنے ناموس پر خراش آنے کا محاسبہ خود کرنے کا اختیار رکھتی ہے کیا یہ کالا قانون نہیں کہ صدر اور گورنر کسی بھی جرم کا ارتکاب کرتے رہیں اور انہیں کٹہرے میں نہ لایا جا سکے؟ کیا اسلامی ملک میں ایسا قانون ہونا چاہئے؟ جہاں بھانت بھانت کے کالے قوانین کی کارفرمائی ہو اور بڑے بڑے منصبداران قوانین کو اپنے کرتوتوں کی پناہ گاہ بنائے بیٹھے ہوں، وہاں نہ جانے کیوں سلمان تاثیر کی نظر میں ناموس رسالت، ہی کا قانون کانٹے کی طرح کیوں کھٹکا اور انہوں نے پاکستانی قوم کے جذبہ احساس کی پرواہ کئے بغیر ایک ایسی مہم اٹھائی جو کروڑوں دلوں میں گھاؤ ڈال گئی؟

اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا کہ مغرب نے کی حرمت و عظمت سے کھیلنے کو ایک مشغلہ بنا لیا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی مکروہ واردات ہوتی رہتی ہے۔ سلمان رشدی اور

تسلیمہ نسرین جیسے مکروہات کو انہوں نے ہیرو قرار دے کر تکریم و تعظیم کی مسندوں پر بٹھا رکھا ہے۔ ان کے سینوں پر انہوں نے تمغہ ہائے فضیلت سجا رکھے ہیں۔ مسلمان اس رویے پر انگاروں پہ لوٹتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اندرون ملک کسی غیر محتاط شخصیت کی طرف سے کسی ناروا عمل کا ردعمل اس لئے شدید ہوتا ہے کہ آتشکدہ پہلے ہی دہک رہا ہوتا ہے۔ اس ساری صورت حال کو مجموعی تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اگر اس میں انتہا پسندی اور جنون کی کارفرمائی ہے تو صرف داڑھیوں اور پگڑیوں تک محدود نہیں، وہ لبرل فاشٹ بھی ذمہ دار ہیں جو کے مقام بلند کا شعور ہی نہیں رکھتے۔ اور گز گز بھر لمبی زبانیں نکال کر انگارے اگلتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ کسی جرم کو کسی دوسرے جرم کا جواز نہیں بنایا جا سکتا لیکن تانگے میں جتے گھوڑے کی طرح آنکھوں پہ کھوپے چڑھا کر صرف ایک ہی رخ پہ دیکھنا بھی تو قرین انصاف نہیں۔

آنکھوں پر کھوپے چڑھا لینے والی ایک رخی سوچ کا المیہ یہ ہے کہ وہ کبھی صورت حال کا بے لاگ جائزہ نہیں لے سکتی۔ کبھی کسی مسئلے کو اپنے سارے حدود اربعہ سمیت پیش نظر رکھ کے اس کے اسباب و محرکات کا معروضی تجزیہ نہیں کر سکتی۔ کسی فریق کو صف دشمناں میں شمار کر لیا جائے تو اس کی مبنی برحق بات بھی ناروا دکھائی دیتی ہے۔ ایسا اندازِ فکر، انتہا پسندانہ رویوں کا سبب بنتا ہے۔ جو آج ہمارے چارسو دکھائی دے رہے ہیں۔ عدم برداشت کی لو چل رہی ہے۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنے، اپنی رائے بنانے، توازن کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کرنے اور انتہاؤں کے درمیان کسی "بفرزون" میں کھڑے رہنے والوں کے لئے جینا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ انہیں شمالی اور جنوبی قطب میں سے کسی ایک کو اپنانا ہے کسی ایک کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے۔ ورنہ ایک فریق اسے دائرہ اسلام سے خارج کر کے حلقہ کفر میں دھکیل دیتا ہے اور دوسرا فریق اس کی پیٹھ پر انتہا پسندی، تاریک فکری، جہالت، اجڈپن اور دہشت گردی کے کوڑے برساتے ہوئے اسے زمرہ انسانیت ہی سے خارج کر دیتا ہے۔ قاتل پہ پھول برساؤ یا مقتول کو شہید مانو۔ ورنہ ایک کے نزدیک واجب القتل یا دوسرے کے نزدیک گردن زنی۔ تحمل، برداشت،

بردباری اور رواداری سب جنس نایاب، سب حرف غلط۔

تقسیم کی لکیر گہری ہو رہی ہے۔ روشن خیالی کا علمبردار این جی اوز شعار لبرل طبقہ زیادہ زبان آور، زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ باوسیلہ، زیادہ خوشحال، زیادہ بااثر۔ بین الاقوامی رابطوں کے حوالے سے زیادہ بارسوخ، مغربی فکر سے زیادہ قریب اور میڈیا پر زیادہ حاوی ہے۔ مخصوص افکار کی وجہ سے اس طبقے کو عالمی پروپیگنڈا مشینری اور رائے عامہ تشکیل دینے والے، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ وہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ہنر سے بھی آشنا ہے اور اس کی تجوری بھی بھری ہوئی ہے۔ جدت پسندی روشن خیالی اور چاہتا ہے۔ وہ بنیادی طور پر مذہب سے زبردست وابستگی رکھنے والی سادہ مزاج نسبتاً تنگ دست اور اپنی تہذیبی اقدار سے محبت کرنے والی قوم کو مادر پدر آزاد گروہ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ مذہب کو وہ اپنے مقاصد کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتا ہے۔ اسے گمان ہے کہ کشتہ جاں پاکستانیوں کے کچے مکان کی یہ دیوار گر گئی تو پھر اس صحن سے رستے بنا لینا بڑا آسان ہو جائے گا اسے اس حقیقت کا بھی اندازہ ہے کہ اس مکان کی چاردیواری کا سب سے مضبوط گوشہ "حب رسول کریم ﷺ" ہے مغرب کے مسلم آزار اپنی توپیں اسی گوشہ پہ برساتے ہیں اور ہمارا لبرل فاشسٹ طبقہ بھی مذہب سے براہ راست چھیڑ چھاڑ کرنے کے بجائے بڑی عیاری سے ناموس رسالت کے قانون پر ضربیں لگاتا اور ہماری فصیل ایمان میں شگاف ڈالنا چاہتا ہے۔ انگریز نے بھی اسی حکمت عیاری سے کام لیتے ہوئے قادیان میں جعلی نبوت کا بیج بویا تھا اور دل و جان سے اس کی پرورش کی تھی۔ لبرل سوشلسٹوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ پاکستانی عوام کے خمیر اور ضمیر سے نابلد ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس قوم کی ساخت کیا ہے۔ اس کے فکری و روحانی اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ اس کی اجتماعی نفسیات کس سانچے میں ڈھلی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر پاکستانی معاملات کو ان ہی کی آنکھ سے دیکھے، اُن کے دماغ سے سوچے، ان کے دل سے محسوس کرے، انہی کے طرزِ عمل کو اپنائے، انہی کی طرح مذہب کو ذات کی ڈبیا میں بند کر کے کسی کارنس پہ رکھ دے اور پھر ہر قید سے آزاد ہو جائے۔ وہ کمال مہارت سے دوسروں کو وحشی، اجڈ، گنوار،

جاہل، انتہا پسند، قدامت پرست اور جانے کیا کیا کچھ قرار دے کر خود کو عقل و دانش کا مرقع سمجھنے لگتے ہیں۔ لبرل ازم کی مسندِ ارشاد پر بیٹھے ہوئے وہ مفسر، محدث اور فقیہہ بھی بن جاتے ہیں۔

یہ ہے وہ گروہ جو نہیں جانتا کہ اس عقیدت و محبت کا رشتہ شماریات سے ماوریٰ ہے۔ عقل کے مادی تصور اور جمع و تفریق کے عمومی پیمانوں پر یقین رکھنے والے اس رشتے کی وسعت و گہرائی کا ادراک نہیں رکھتے۔ یہی سبب ہے کہ قانون ناموس رسالت کو پیہم نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اس کا غلط استعمال ہوا ہے اور بالخصوص غیر مسلموں کو ہدف بنایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کون سا قانون ہے جس کا غلط استعمال نہیں ہو رہا؟ خود پیپلز پارٹی اب تک بھٹو کی پھانسی کو عدالتی قتل کا نام دیتی ہے نواز شریف کو مشرف نے انسداد دہشت گردی قانون کے تحت اپنی کٹھ پتلیوں سے عمر قید کی سزا دلوادی تھی۔ اصلاح احوال مطلوب ہے تو پورے نظام قانون و انصاف کو معتبر بنائیے۔ صرف ناموس رسالت کے ضابطے کو "کالا قانون" قرار دینے اور اٹھتے بیٹھتے اس کا تمسخر اڑانے سے صرف چنگاریاں ہی کاشت ہوں گی اور شعلے ہی اگلیں گے۔ اس کے باوجود ایسے اہتمام میں کوئی حرج نہیں کہ کسی فرد کو اپنے کسی حریف کے خلاف ناموس رسالت کا قانون استعمال کرنے کی جسارت نہ ہو۔ اپنی کسی خواہش بیمار کی تسکین کے لئے ﷺ کے نام کا استعمال بطور خود توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس وقت تک گزشتہ تیئس برس کے دوران، ناموس رسالت قانون کے تحت کل ۹۶۴ مقدمات عدالتوں میں آئے۔ ان میں سے ۴۷۹ کا تعلق مسلمانوں سے ۳۴۰ کا احمدیوں، ۱۱۹ کا عیسائیوں، ۱۴ کا ہندوؤں اور ۱۲ کا دیگر سے تھا۔ تیئس برس کے دوران کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقدمات مضبوط نہ تھے اور یہ کہ قانون و انصاف نے اپنے تقاضوں سے روگردانی نہ کی۔ صرف یہی حقیقت اور افادیت کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ پہلو محل نظر ہے کہ کیا کوئی مسلمان بھی باقائمی و ہوش و حواس توہین رسالت کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ سو اس قانون کو اپنی جگہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا ضابطہ تشکیل دیا جا سکتا ہے تا کہ کوئی

فرد اس مقدس قانون کو غلط طور پر استعمال نہ کر سکے۔ علمائے کرام خود پیش قدمی کریں اور بیمار ذہنوں کے لئے سارے راستے بند کریں۔

علمائے کرام اور تمام طبقوں سے جو بہت بھاری اکثریت میں ہیں اور جو ناموس رسالت کے قانون کو مکمل اور موثر طور پر برقرار رکھنا چاہتے ہیں، مودبانہ التماس ہے کہ اگر وہ قانون کا تحفظ چاہتے ہیں تو اس کے پورے عمل پر بھی دل و جان سے یقین کریں۔ قانون کے تحفظ کے لئے ملک گیر تحریک اٹھانے کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اس کے عمل کو آزادانہ طور پر مکمل ہونے دیا جائے۔ قانون کی پاسداری پر یقین کامل کے بعد ہر نوع کے ماورائے قانون یا ماورائے عدل عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں کہ قانون تو رہے لیکن فیصلے کوئی اور دے اور سزا کا حق ریاست سے چھین کر جو چاہے اپنے ہاتھ میں لے لے۔ علماء پہ لازم ہے کہ وہ معاشرے کو پرسکون رکھیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

ہوتا جہاں ہے نام رسولِ خدا بلند
ان محفلوں کا مجھ کو نمائندہ کر دیا

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ

اتنی ہی آرزو ہے مرے دل میں اے خدا
اسلام کو زمانے میں دیکھوں میں سر بلند

مولانا ظفر علی خاں

توہین رسالت C-295 ایکٹ

محض نعرے نہیں؟

ایوب بیگ مرزا☆

گزشتہ برس ننکانہ صاحب کے ایک گاؤں اِٹاں والی میں چند خواتین فالسہ چُن رہی تھیں۔ ان میں عیسائی خاتون آسیہ بی بی بھی شامل تھی۔ یہ ایک ہی گاؤں کی رہنے والی تھیں اور باہم مل جل کر محنت و مشقت کر کے بچوں کا پیٹ پالتی تھیں۔ ان میں کبھی کوئی جھگڑا یا کشیدگی مذہب کی بنیاد پر نہ تھی۔ وقوعہ کے روز وہ اکٹھی بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھا رہی تھیں۔ ان کی تعداد ۸ یا ۱۰ تھی۔ پانی پینے کے لئے صرف تین گلاس تھے۔ عیسائی خاتون آسیہ بی بی نے ایک گلاس میں پانی پیا تمام مسلمان خواتین نے بقیہ دو گلاس پانی پینے کے لئے استعمال کئے اور اس گلاس کو استعمال نہ کیا جس میں عیسائی خاتون نے پانی پیا تھا۔ اس بات کو عیسائی خاتون نے نوٹ کیا اور اسے اپنی سخت توہین خیال کیا۔ پہلے اس نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا اور پھر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ ان عورتوں نے واپس جا کر مردوں سے بات کی کہ اس عیسائی خاتون نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جس پر گاؤں میں پنچائیت نے آسیہ بی بی طلب کیا۔ آسیہ بی بی نے اعتراف کیا کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ پنچائیت نے تھانہ اور ڈی سی او سے رابطہ کیا جس نے فریقین کو طلب کیا۔ پہلے پنچائیت والوں کا موقف سنا گیا اور بعد ازاں اُس نے آسیہ بی بی کے علاوہ تمام لوگوں کو کمرے سے نکال دیا۔ مقصد یہ تھا کہ آسیہ بی بی جو کہنا چاہے بغیر دباؤ کے کہہ دے لیکن چند منٹ بعد ہی اُس افسر نے تمام لوگوں کو واپس بلا لیا اور کہا کہ وہ تو صاف صاف اعتراف کر رہی ہے۔ کسی قسم کی انکوائری اور تفتیش کی ضرورت ہی نہیں اور سیشن جج نے تھانے کو آسیہ بی بی کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے دیا۔ ۱۴ ماہ کی

☆ کالم نگار روزنامہ جنگ

سماعت کے بعد سیشن جج نے ملزمہ کو جرم دار قرار دیتے ہوئے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ دشمنانِ اسلام کی اس سزا پر چیخ و پکار تو سمجھ آتی ہے۔ پاکستان کے سیکولر دانشوروں کو بھی کرنٹ لگا ہے۔ اور تو اور بلانوش گورنر سلمان تاثیر آسیہ بی بی کے آستانے پر حاضری دینے پہنچ گیا۔ میڈیا کے سامنے عدالتی فیصلے کی مذمت کی اور اس بدبخت خاتون سے صدر کے نام معافی کی درخواست لکھوائی اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف زبان درازی کرنے لگے۔ حالانکہ ۱۹۷۳ء کا آئین جسے سیاست دان اپنے مفاد کے تحت کبھی آسمانی صحیفہ بنا دیتے ہیں اور کبھی پاؤں تلے روندتے ہیں۔ واضح کرتا ہے کہ کوئی عدالتی سزا یافتہ شخص اس وقت صدر پاکستان سے سزا کی معافی کے لئے رحم کی اپیل کر سکتا ہے جب عدالتی کاروائی کے تمام مراحل طے ہو چکے ہوں یعنی سپریم کورٹ بھی اس کے خلاف فیصلہ صادر کر چکی ہو لیکن حکومت کے اعلیٰ منصب دار نے آئین کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے میڈیا کے سامنے سیشن جج سے سزا یافتہ مجرمہ سے صدرؔ کے نام درخواست لکھوائی۔ علاوہ ازیں پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا نے نہ صرف اس فیصلے کے بلکہ توہین رسالت کے قانون کے خلاف بھی طوفان اٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیں کہ جج نے قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کیا ہے تو اس میں قانون کا کیا قصور ہے۔ اسے تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ فیصلہ اگر غلط ہوا ہے تو اعلیٰ اور اعلیٰ ترین عدالت سے رجوع کریں۔ کیا قتل کے یا دھوکہ دہی کے کسی مقدمہ میں غلط فیصلہ ہونے پر دفعہ ۴۲۰،۳۰۲ کو آئین سے خارج کرنے کا سوال کبھی اٹھایا گیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ امریکی ڈالروں کی چکا چوند نے اور مغرب کی بے حیا اور مادر پدر آزاد تہذیب نے انہیں اتنی بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے کہ کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی شرعی قوانین اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مسلمانوں کا والہانہ عشق انہیں کانٹے کی طرح چبھتا ہے اور وہ دشمنانِ اسلام کے اس ایجنڈے پر اندھا دھند عمل پیرا ہوتے ہیں کہ عین روح محمد اس کے بدن سے نکال دو۔ تاریخ اسلام ایسے فیصلوں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں شاتم رسول کو جہنم واصل کیا گیا۔ نبوی دور میں بھی ایسی مثالیں

موجود ہیں کہ جب کسی شاتم رسول کو قتل کیا گیا تو آپ ﷺ کا اس کے قاتل کو قصاص اور دیت سے مبرا قرار دینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ جس بد بخت نے حضور کی ہجو کی تھی، حضور ﷺ نے خود اس کے قتل کا حکم فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے دن جب عام معافی کا اعلان کیا گیا کہ یہ لوگ اگر خانہ کعبہ کے غلاف سے بھی لپٹ جائیں تب بھی انہیں قتل کر دیا جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا تھا۔ قرآن حکیم نے تو صحابہ جیسے مقدس نفوس کو بھی انتباہ کر دیا تھا کہ جو کوئی حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز سے بولے گا اس کے تمام اعمال حبط کر لئے جائیں گے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوگا۔ یہ تصور نہیں بھی کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان ریاست میں مسلمان حکمرانوں کے ہوتے ہوئے کوئی بد بخت حضور ﷺ کے خلاف زبان درازی کرے گا تو نہ صرف اسے بدترین سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کے حق میں آوازیں بھی اٹھائیں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قارئین کرام! مملکت خداداد پاکستان جسے حضور ﷺ کے غلاموں نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر حاصل کیا تھا، وہاں آسیہ بی بی پیدا ہوتی رہیں گی۔ یورپ میں حضور ﷺ کے خاکے بنتے رہیں گے اور قرآن کو نذر آتش کرنے کے اعلان ہوتے رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ ہم دھواں دار تقریروں سے ٹائر جلانے اور گاڑیوں کے شیشے توڑنے سے انہیں آقا نامدار اور کتاب اللہ کی توہین سے روک نہیں سکیں گے۔ ہم میں دینی شعائر اور حضور ﷺ کی ذات کے حوالہ سے جذبہ ہے لیکن یہ نعروں اور جذباتی تقاریر تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر اللہ ﷻ ایمان ہے، اگر قرآن حق ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا کرنے کے دعوے سچے ہیں تو اس ملک کو اور اس دنیا کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے جت جائیں۔ یہ ہے وہ کاروبار یہ ہے وہ تجارت جس میں خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ دنیا نہیں تو نہ سہی، آخرت میں تو جنت منتظر ہوگی۔ بصورت دیگر دنیا میں ذلیل و رسوا تو ہو رہے ہیں، آخرت میں بھی نجات سوالیہ نشان بن جائے گی۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا محض نعرے نہیں گستاخانِ رسول کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کرنا لازم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک و سلم

جوہر آباد
دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
انوارِ رضا
مجلہ
ترجمانِ مسلکِ محبوب الرسول قادری

متفرقات

۱۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بارگاہِ رسالت میں استغاثہ۔۔۔۔۔علامہ محمد صدیق ولی فریدی

۲۔ غازی ملک ممتاز حسین کا اقدام۔۔۔۔۔علامہ محمد خلیل الرحمن قادری

حسن ترتیب

اُمت کی حالت زار پر

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں استغاثہ

تشریح: علامہ محمد صدیق ولی فریدی ☆

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

یہ موج پریشان خاطر کو پیغام لب ساحل نے دیا
ہے دور وصالِ بحر ابھی، تو دریا میں گھبرا بھی گئی

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے
محمل جو گیا، عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

کی ترک تگ و دو قطرے نے، تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیٔ فطرت بھی گئی اور کشمکش دریا بھی گئی

نکلی تو لبِ اقبال سے ہے، کیا جانئے کس کی ہے صدا
پیغام سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، بانگ درا)

(۱) اے صبح کی پیاری پیاری ہوا! میرے پیارے کملی والے نبی کریم ﷺ سے میری یہ عرض پیش کرنا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اب اس بے چاری امت سے دین بھی گیا اور

☆ مینجنگ ایڈیٹر ماہنامہ البرلاہور

دنیا بھی گئی یعنی امت دونوں میں زوال کا شکار ہے، یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے، مسلمانوں نے روشن خیالی کے چکروں میں ڈالروں اور عیش پرستی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام کو بھلا دیا ہے، اب صورتِ حال یہ ہے کہ نہ تو اس امت کے پاس دین رہا ہے اور نہ ہی دنیا کو حاصل کر سکی، اب تو لوگ نام کے مسلمان ہیں دانشوری اور روشن خیالی کا لبادہ اوڑھ کر یارسول اللہ ﷺ تیری ناموس کے تحفظ والے قانون کے خلاف بھی ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔

(۲) سمندر کے کنارے نے اس منتشر پریشان موج (امت مسلمہ) کو یہ پیغام دیا ہے کہ سمندر سے ملنا تو ابھی بہت دور ہے لیکن تو دریا میں ہی گھبرا گئی ہے۔ یعنی تیری وہ رفعت، عظمت، عزت، رعب و دبدبہ اور شان و شوکت جو تو کھو چکی ہے، اسے حاصل کرنے میں بہت محنت کی ضرورت ہے مگر تو چھوٹے چھوٹے فتنوں سے گھبرا گئی ہے۔

(۳) اے قیس! (مسلمان) محبت کی عزت محمل کے پردے میں ہوتی ہے اگر محمل ہی نہ رہے تو عزت، غیرت اور لیلیٰ بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہے یعنی دین اسلام میں رہ کر سب سے زیادہ محبت نبی کریم ﷺ سے کرنے میں ہی عزت و عظمت ہے اگر یہ محبت کی چادر اتر جائے تو انسان کی عزت، غیرت اور ایمان بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(۴) جب پانی کا قطرہ اپنی بھاگ دوڑ ختم کر کے ایک سیپی کے منہ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے تو اسے موتی کی عزت بھی نصیب ہو جاتی ہے اور اس کی فطری آوارگی بھی ختم ہو جاتی ہے یعنی جب انسان صرف اپنے نبی کریم ﷺ کا ہو جاتا ہے تو پھر اسے ادھر ادھر غیروں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ عزت تو سب اللہ اور اس کے رسول کی رحمت سے ہی نصیب ہوتی ہے، جو نبی کریم ﷺ کی عزت پر جان قربان کر دیتا ہے لوگ اسے پھولوں کے ہار پہناتے ہوئے استقبال بھی کرتے ہیں، جس کی مثال غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور غازی عامر عبدالرحمن چیمہ ہیں لوگ آج بھی اُن کے مزاروں پر جا جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اگر رسول ﷺ کی غلامی چھوڑ کر کسی اور کی غلامی کی جائے تو لوگ نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے، کلیساؤں میں تو دعائیں ہوتی ہیں

مگر مساجد میں کوئی ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتا اور یہی انسان کی سب سے بڑی بدبختی ہے۔

(۵) یہ درد بھری آواز علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے نکلی ہے لیکن اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس کی آواز ہے اس آواز نے سکون بھی پہنچایا اور محفل کا دل بھی تڑپا دیا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! عشقِ حقیقی کا جذبہ پیدا کر کے نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کیساتھ دل و جان سے وابستہ ہو جاؤ۔ اسی سے اپنے بے تاب و بے قرار اور پریشان دل کو سکونِ کل دے سکتے ہو اور محفل کو سنا کر اس میں عشقِ مصطفوی ﷺ کی حقیقی تڑپ اور سوزِ دروں کے دیپ جلا سکتے ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

جسے لگاؤ نہیں ان کی ذاتِ عالی سے
وہ بدنصیب، خدا سے ہے بے خبر اب تک

تمہارے در پہ پہنچنے کو بے قرار ہیں لوگ
تمہارے صدقے ہیں، قربان ہیں، نثار ہیں لوگ

تمہارے نام پہ جو مرمٹیں، وہ غنچہ و گل
جو یہ نہیں تو نگاہِ چمن میں خار ہیں لوگ

خدائی بھر میں ہے ان کے جمال کا شہرہ
تمہی نصیر نہیں اور بھی نثار ہیں لوگ

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

غازی ملک ممتاز حسین کا اقدام

اسلام، ایمان اور قانون کی روشنی میں

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

امت کا اجتماعی ضمیر کبھی بھی گمراہی اور ضلالت کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ضمانت مہیا فرمادی ہے کہ ان کی امت کبھی بھی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں ہوسکتی۔ ہاں امت کے اس اجتماعی ضمیر سے بعض اوقات انتہائی قلیل افراد انحراف بھی کرلیتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے مصداق ہوتی ہے لیکن کسی بھی معاملہ میں اہمیت بہر حال جمہور امت کے اجتماعی ضمیر ہی کو حاصل ہوتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ امت کے اس اجتماعی ضمیر سے انحراف کرنے والے یہ قلیل افراد اکثر ایسا کرنے میں نہ تو مخلص اور نہ ہی وہ کسی اصول پر ہوتے ہیں بلکہ حب مال وجاہ اور حرص وہوس اکثر انہیں اس بے راہروی کی وادی تیرہ میں دھکیل دیتی ہے ان میں سے اگر کسی کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ اس کے ازالہ کے لیے دوبارہ امت کے ساتھ کھڑا ہوجائے تو یہ اس کی خوش بختی ہوتی ہے اس کے برعکس اگر جھوٹی انا کا پندار اور دنیوی اغراض و مفادات اسے پابجولاں کردیں اور وہ اپنے انحراف پر ہی مصر رہے تو جان لیجیے کہ وہ امت سے اس طرح کٹ جاتا ہے جیسے خزاں رسید پتہ درخت سے۔

غازی ممتاز حسین قادری نے جب سابقہ گورنر سلمان تاثیر کو جہنم واصل کیا تو وہ سابقہ گورنر کی حفاظت پر مامور 15 رکنی حفاظتی دستے کی زد میں تھے اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ انہیں سلمان تاثیر کے قتل کے بعد موقعہ پر ہی ماردیا جاتا۔ وہ خود بھی یہی توقع رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے اس اقدام کی وضاحت کے لیے اپنی پتلون اور قمیص کی جیبوں میں وضاحتی تحریر لکھ کر رکھ دی تھی کہ گستاخ رسول واجب القتل ہوتا ہے بالفاظ دیگر ہر

ایک پر واضح رہے کہ انہوں نے ایک شاتم کو قتل کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ سلمان تاثیر کی حفاظت پر ماموران کے دیگر ساتھی اس اقدام کے بعد مبہوت ہو گئے اور یوں غازی کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور انہیں حراست میں لے لیا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو اس وقت ان کی شہادت منظور نہیں تھی وہ غالب حکمت والا ہے بسا اوقات انسان اس کی حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے لیکن اس حکیم و خبیر ذات کا کوئی بھی امر خالی از حکمت نہیں ہوتا لہذا غازی ممتاز حسین قادری کو زندہ رکھنا بھی کئی حکمتوں کا حامل ہے سب سے بڑی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ اللہ رب العزت نے جہاں غازی ممتاز حسین کا مقدمہ لڑنے اور اس پر اپنی عقیدتیں نچھاور کرنے والے وکلاء، علمائے کرام اور عوام کے سروں پر شرف و کرامت کا تاج سجایا ہے وہاں کچھ کالی بھیڑوں کو بھی بے نقاب کر دیا ہے جو انہی صفوں میں چھپی ہوئی ہیں اور اب شومئ قسمت سے بعض علماء کے روپ میں بھی نظر آ رہی ہیں اور انہی کا ذکر ہم نے اپنی تحریر کی ابتدا میں کیا ہے۔

غازی ممتاز حسین قادری کو انسداد دہشت گردی کی عدالت کے طرف سے دو بار سزائے موت سنائی گئی ہے اس فیصلے کے خلاف استاذ العلماء حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ، محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، خطیب بے بدل حضرت مولانا محمد حنیف قریشی اور حضرت مولانا احمد علی قصوری جیسے جید علمائے کرام کے اصرار پر غازی ممتاز حسین قادری کو فیڈرل ہائی کورٹ میں اپیل دائر کرنے پر آمادہ کیا گیا اس اپیل کو سماعت کیلئے منظور کر لیا گیا ہے۔ امت کے تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں اور اسلاف و اخلاف میں سے کسی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان از خود اقدام کرتے ہوئے کسی شاتم کو قاضی یا امام سے سبقت لے کر قتل کر دیتا ہے تو اس پر نہ تو کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت۔ حتیٰ کہ جنہوں نے پوری امت سے کٹ کر یہ رائے دی ہے کہ شاتم کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے کو بھی سزائے موت دی جائے گی وہ بھی ماضی میں اسی موقف کے پرزور حامی رہے ہیں کہ شاتم کا خون رائیگاں اور اسے قتل کرنے والے پر قصاص نہیں

ہے۔اب انہوں نے یہ موقف کیونکر اختیار کیا اور امت کے اجتماعی ضمیر اور اپنے سابقہ موقف سے کیونکر انحراف کیا اس کا جواب تو وہ خود ہی دے سکتے ہیں لیکن اس ترقی معکوس پر ہمیں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا ۔۔۔ کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ان کا یہ بیان اس وقت منظر عام پر لایا گیا جب غازی صاحب کا ٹرائل آخری مراحل میں تھا۔ ۲۵ ستمبر کو یہ بیان منظر عام پر آیا اور صرف چھ دن بعد یکم اکتوبر کو غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف فیصلہ سنا دیا گیا ان کی بجائے اگر یہ بات کوئی اور شخص کرتا تو یہ سمجھ کر اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا کہ وہ کتاب وسنت اور شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے نابلد ہے یا اسے قانون کی حکمرانی اور پاسداری کے منافقانہ مغربی تصور کا ہیضہ ہو گیا ہے کیونکہ اہل مغرب اپنے لیے تو قانون میں استثنیٰ کی کئی نامعقول راہیں بھی تلاش کر لیتے ہیں بلکہ وقت آنے پر مطلب براری کے لیے غیر قانونی طور پر بھی اس استثنیٰ کے اطلاق پر مصر ہو جاتے ہیں لیکن دوسروں کو بہر حال قانون کی پاسداری کا درس دیتے رہتے ہیں یہی اہل مغرب ریمنڈ ڈیوس کیس میں ہماری حکومت اور وزارت خارجہ پر یہ دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اس کا نام سفارت کاروں کی فہرست میں شامل کر دیں اور عدالتوں کو یہ خط لکھ دیں کہ ایک سفارتکار ہونے کے ناطے سے اسے استثنیٰ حاصل تھا یہی اہل مغرب کے قانون کی پاسداری کے دعوؤں کا منافقانہ پہلو ہے اہل مغرب کا معاملہ کچھ بھی ہو لیکن ایک صاحب علم شخصیت کو یہ بات بہر حال زیب نہیں دیتی کہ وہ امت کے اجتماعی ضمیر سے ہٹ کر کوئی ایسی بات کر دے جو خود اس کے اپنے علمی موقف کے بھی برعکس ہو اور علمی موقف بھی وہ جس کے ذریعے اس نے امت کے جذبات کے ساتھ کھیل کر مقبولیت حاصل کی ہو۔

اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ کیا وجوہ تھیں جن کی بناء پر علمائے حق نے سلمان تاثیر کو شاتم اور کافر قرار دیا اور غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف فیصلہ سنانے والی عدالت نے ان امور کو یکسر نظر انداز کر کے ایک غلط فیصلہ سنایا۔

کافر و شاتم سے موالات سبب کفر ہے:

ہماری دانست میں غازی ممتاز حسین قادری کے ٹرائل کا منہج ہی غلط تھا کیونکہ آئین پاکستان کی رو سے کتاب و سنت ملک کا سپریم لاء ہے اور کتاب و سنت کے سپریم لا ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ عدالت پہلے یہ بات متعین کرتی کہ ملعونہ آسیہ مسیح جو کہ قانون امتناع توہین رسالت کے تحت ملک کی ایک مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ تھی اس کے ساتھ سلمان تاثیر نے قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے جس طرح ہمدردی اور موالات کا اظہار کیا وہ اپنے اس فعل سے کیا آسیہ مسیح جیسا یعنی شاتم رسول ہی نہیں ہو گیا تھا کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدة:۵۱)

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ومنھم، کے الفاظ اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ کافر کے ساتھ موالات کرنے والا بھی کفار ہی میں سے ہو جاتا ہے۔ متقدمین احناف میں سے امام ابو بکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے متعلق لکھا ہے:

لو أراد المسلمین لکانوا اذا تولوا الکفار صاروا مرتدین (احکام القرآن للجصاص:۲/۵۵۵)

اگر یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرتی ہے تو مسلمان تو کفار کا ساتھ دینے کے سبب مرتد ہو جاتے ہیں۔

شیخ ابن حزم نے بھی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے:

و صح ان قول اللہ تعالیٰ و من

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان و من یتولھم

يتولهم منكم فانه منهم انما هو على ظاهره . بانه من جملة الكفار فقط . و هذا حق لا يختلف فيه اثنان من المسلمين

(المحلی ۱۱ / ۱۳۸)

منکم فانہ منہم کو اس کے ظاہر پر رکھنا ہی صحیح و درست ہے کہ اس کا شمار بھی انہی تمام کافروں میں سے ہو گا۔ یہ ایک ایسی حق بات ہے کہ کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

ہم کہتے ہیں بفرض محال اگر کسی کے بقول سلمان تاثیر نے گستاخانہ کلمات نہ بھی کہے ہوں تو اس حقیقت سے انکار کرنے کی کون جسارت کرسکتا ہے کہ اس نے ایک ایسی سابہ مشرکہ کے ساتھ موالات کا اظہار کیا تھا جس کو ملک کی مجاز عدالت کی طرف سے اس پر عائد توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر سزا سنائی جا چکی تھی۔ وہ اس کی سزا معاف کرانے کے لیے اس حد تک متوالا ہو گیا تھا کہ اسے نہ تو اپنے منصب کا ہوش رہا اور نہ ہی اپنے حلف کا۔ بلکہ اس نے تمام حدود پھلانگتے ہوئے نہ صرف توہین عدالت کا ارتکاب کر ڈالا بلکہ اپنے قانون ساز اداروں اور پورے عدالتی نظام کی توہین بھی کر ڈالی۔ اس نے برسرِ عام یہ اعلان کیا کہ وہ بہر حال اس شاتمہ کو سزا سے بچا کر رہے گا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سابہ مشرکہ کیساتھ اس کی موالات کس قدر گہری تھی لہٰذا وہ مذکورہ آیت کریمہ کی رو سے بھی کافر و مرتد قرار پاتا ہے اور شاتمین و مرتدین میں سے ہو جاتا ہے۔

رضا بالکفر بھی کفر ہے:

قرآن حکیم میں تو یہاں تک تنبیہ وارد ہوئی ہے کہ جب کوئی اللہ کی آیات کا انکار کر رہا ہو یا ان کا مذاق اڑا رہا ہو تو اس کے ساتھ بھی نہ بیٹھو ورنہ تم بھی اُس جیسے ہو جاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (النساء: ۱۴۰)	کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کیساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

پھر سلیمان تاثیر کا شتم رسالت مآب کے جرم میں سزا یافتہ مجرمہ کیساتھ اظہار ہمدردی کرنا اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو کالا قانون کہنا اور اس قانون کے تحت اسے ملک کی مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو سخت اور بڑی ظالم سزا کہنا بایں طور بھی صریحاً کفر ہے کیونکہ یہ کلمات ادا کر کے سلمان تاثیر اس شاتمہ کے کفر پر راضی ہوا اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔

شتم رسول کے باعث کفر میں اضافہ:

جب کوئی کافر حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو اس کے کُفر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ (ال عمران: ۹)	بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بھکے ہوئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

اس آیت کے تحت امام المفسرین فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ کس چیز سے ان کے کفر میں اضافہ ہوا انہوں نے اس مسئلہ پر اہل علم کا اختلاف بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دینے والا مرتد ہے کہ وہ کفر پر اصرار کرتا ہے ایک کفر کے ساتھ دوسرے کفر کو ملا لیتا ہے پھر انہوں نے اس دوسری

صورت کے حوالے سے اہل تفسیر کے چار اقوال نقل کیے ہیں جن میں پہلا قول یہ ہے:

ان اهل الکتاب کانوا مؤمنین بمحمد علیه السلام قبل مبعثه، ثم کفروا به عندالمبعث، ثم ازدادوا کفراً بسبب طعنهم فیه کل وقت، و نقضهم میثاقه، و فتنتهم للمؤمنین، وانکارهم لکل معجزة تظهر
(تفسیر کبیر: ۸/ ۲۸۶)

اہل کتاب، بعثت سے پہلے سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لانے والے تھے اور بعثت کے وقت انہوں نے آپ کے ساتھ کفر کیا اور پھر ہر وقت آپ ﷺ کو طعن کرنا، اور آپ ﷺ سے نقض میثاق کرنا، اہل ایمان کو پریشان کرنا اور ہر معجزہ کا انکار کرنا اس کفر میں اضافہ کے اسباب تھے۔

اہل تفسیر کے اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ پر طعن کرنا کفر میں اضافہ کا سبب ہے۔

چنانچہ شاتمہ آسیہ مسیح پہلے بھی کافر تھی اور شتم رسالت مآب کی وجہ سے اس کے کفر میں اضافہ ہو گیا تھا سلمان تاثیر کا اس سابہ مشرکہ کے ساتھ اظہار ہمدردی اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اسلامی قانون پر ہرزہ سرائی کرنا اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

امام قرطبی ارشاد الٰہی (وقد نزل علیهم فی الکتاب۔ سورۃ النساء کی آیت: ۱۰۴) کے تحت فرماتے ہیں:

(انکم اذا مثلهم) فدل بهذا علی وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظهر منهم منکر لان من لم یجتنبهم فقد رضی فعلهم و الرضا

الفاظ (انکم اذا مثلکم) یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب گناہ گار لوگوں سے برائی کا صدور ہو تو ان کی صحبت سے اجتناب کیا جائے کیونکہ جو ان کی صحبت

بالکفر کفر .قال الله عزوجل (انکم اذا مثلهم) فکل من جلس معصیة و لم ینکر علیهم یکون معهم فی الوزر سواء و ینبغی ان ینکر علیهم اذا تکلموا علیهم فینبغی ان یقوم عنهم حتی لا یکون من أهل هذه الایة

(الجامع لاحکام القرآن: ۵/ ۴۱۸)

سے اجتناب نہ کرے تو وہ ان کے فعل پر راضی ہو جاتا ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں تم انہی کی طرح ہو، پس ہر کوئی جو گناہ کی مجلس میں بیٹھے اور اس پر رد بھی نہ کرے تو وہ ان کے گناہ کے بوجھ میں ان کے ساتھ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ وہ ان کا رد کرے اور جب وہ گناہ میں مشغول ہوں تو وہ ان کی مجلس سے اٹھ جائے۔ تاکہ وہ اس آیت کے حکم کے تحت داخل نہ ہو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

امام المفسرین امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال اهل العلم: هذا یدل علی ان من رضی بالکفر فهو کافر و من رضی بمنکر یراه و خالط أهله و ان لم یباشر کان فی الاثم بمنزلة المباشر بدلیل انه تعالیٰ ذکر لفظ المثل هنا .هذا اذا کان الجالس راضیاً بذلك الجلوس فأما اذا کان ساخطاً لقولهم و انما جلس علی سبیل التقیة و الخوف فالامر

اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہو جائے گا۔ جو کسی برائی کو دیکھتے ہوئے اس پر راضی رہے اور اہل معصیت کے ساتھ مل جائے چاہے وہ گناہ کرے یا نہ کرے وہ گناہ میں ایسا ہی شامل ہوگا جیسے اس نے گناہ کیا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلمہ "مثل" ارشاد فرمایا ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ ان کے ساتھ

ليس كذلك ،ولهذه الدقيقة قلنا بأن المنافقين الذين كانوا يجالسون اليهود و كانوا يطعنون فى القرآن و الرسول كانوا كافرين مثل اولئك اليهود و المسلمون الذين كانوا بالمدينة كانوا بمكة يجالسون الكفار الذين كانو يطعنون فى القرآن فانهم كانوا باقين على الايمان ،والفرق ان المنافقين كانوا يجالسون اليهود مع الاختيار والمسلمين كانوا يجالسون الكفار عند الضرورة۔

(التفسير الكبير ۵/۴۱۵)

بیٹھنے والا ان کے ساتھ بیٹھنے پر راضی بھی ہو جہاں تک ان کی باتوں سے ناراض ہوتے ہوئے بیٹھنے کا تعلق ہے یا وہ بطور تقیہ یا کسی خوف کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھا ہو تو پھر معاملہ اس طرح نہیں ہوگا۔ یعنی اس کی تکفیر و تضلیل نہیں کی جائے گی ۔اسی وجہ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ منافقین یہودیوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور یہودی قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ پر نعوذ باللہ طعنہ زنی کرتے تھے اس لئے وہ منافقین بھی انہیں یہودیوں کی طرح کافر ہیں اور وہ مسلمان جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کافروں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اپنے ایمان پر باقی رہے جبکہ کفار قرآن حکیم پر طعنہ زنی بھی کرتے تھے اس میں فرق یہ ہے کہ منافقین یہود کے ساتھ اپنے اختیار کے ساتھ بیٹھتے تھے جبکہ مسلمان کفار کے ساتھ مجبوری کے تحت بیٹھتے تھے۔

فقہاء کی آراء:

اب اس ضمن میں فقہاء کرام کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الرضا بالکفر کفر — کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔

(الفتاویٰ قاضی خان: ۲/۴۶۷)

محیط برہانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

و قد عثرنا علی روایة ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان الرضا بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل

(المحیط البرھانی: ۷/۳۹۹)

ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے مطلع ہیں کہ کسی دوسرے کے کفر پر راضی ہونا بغیر کسی تفصیل کے کفر ہے۔

استخفاف شریعت باعث کفر ہے:

پھر سلمان تاثیر کا اس قانون کو کالا قانون کہنا جسے ملک میں شرعی حد کے طور پر رائج کیا گیا ہے اور اس کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہنا، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ استخفاف شریعت اور اہانت رسول کا مرتکب ہوا تھا۔

۳۔ اللہ رب العزت یہ ارشاد فرماتا ہے:

ذالكِ لتؤمنوا بالله و رسوله، وتلك حدِود الله، وللكفرين عذاب اليم

(سورۃ المجادلۃ: ۴)

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات:

تفسیر بیضاوی میں ”وللکافرین“ سے مراد ان لوگوں کو لیا گیا ہے جو حدودِ الٰہی کو قبول نہیں کرتے۔

”أی الذین لا یقبلونھا“ — جو ان (حدود) کو قبول نہیں کرتے۔

اسی مقام پر صاحب تفسیر بیضاوی نے یہ تصریح بھی کی ہے۔

أی فرض ذالك لتصدقوا بالله — یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جو اللہ

ورسوله في قبول شرائعه ورفض ما كنتم عليه في جاهليتكم (تفسير البيضاوي: ۵/۳۰۹)	اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود کی جگہ دوسری حدیں مقرر کر لیتے ہیں جن پر وہ اپنی جاہلیت کے دور قائم تھے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز توضیح:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و للكفرين: أي الذين يتعد ونها ولا يعملون بها (روح المعاني: ۲۷/۳۰۱)	وللکفرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے۔

اس سے اگلی آیت (۵) کے تحت علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی مقرر کردہ حدود کے سوا دوسری حدیں خود وضع کر لیتے ہیں یا دوسروں کی وضع کردہ حدود کو اختیار کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے بیضاوی کی اس تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے شیخ اسلام سعد اللہ چلپی کا یہ قول نقل کیا ہے:

وعلى هذا ففيه و عيد عظيم للملوك وأمرا السوء الذين وضعوا امور أ خلاف ما حده الشرع و سموها اليسا والقانون (روح المعاني: ۲۸/۳۰۱)	اس آیت میں ان بادشاہوں اور حکام سوء کے لیے سخت وعید ہے جنہوں نے شریعت کی مقرر کردہ حدود کے خلاف بہت سے احکام وضع کر لیے ہیں اور ان کا نام قانون رکھا ہے۔

پھر علامہ آلوسی شرعی قوانین کے مقابلے میں وضعی قوانین کی حیثیت پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا شك في كفر من يستحسن القانون و يفضله على الشرع و يقول : هو اوفق بالحكمة واصلح	اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو اس قانون کو مستحسن اور شریعت کے مقابلہ میں افضل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے

للأمة و يتميز غيظاً و يتقصف غضباً اذاقيل له فى امر : امر الشرع فيه كذا كما شاهدنا ذلك فى بعض من خذلهم الله
(روح المعانی:۲۸/۳۰۲)

کہ یہ زیادہ حکیمانہ اور قوم کے لیے زیادہ مناسب وموزوں ہے اور جب کسی معاملہ میں اس سے کہا جائے کہ شریعت کا حکم اس کے بارے میں یہ ہے تو اس پر غصے میں بھڑک اٹھتا ہے جیسا کہ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصریح ان لوگوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے جو سلمان تاثیر کی طرف سے کی جانے والی تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کی ہرزہ سرائی کی باطل تاویلیں کر رہے ہیں۔

دیگر جید مفسرین کے اقوال:

(۱) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وللكفرين بها، وهم جاحد واحدة الحدود و غيرها من فرائض الله ان تكون من عند الله
(جامع البیان:۱۴/۱۶)

''وللکفرین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی حدود کا انکار کرتے ہیں اور ان پر جھگڑا کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ان فرائض پر بھی جھگڑا کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و للكفرين: الذين لا يقبلون احكام الله تعالىٰ و لا يمتنعون عن المحرمات ويتجاوزون من حدودة
(تفسیر مظہری:۹/۲۰۵)

کفار سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کو نہیں مانتے اور محرمات سے باز نہیں رہتے اور اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔

(۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وللكفرين عذاب اليم، أي لمن لم يصدق بأحكام الله تعالى عذاب جهنم

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ۱۷/ ۲۴۴)

نفاذ حدود میں عدل ضروری ہے:

کسی شرعی حکم یا حد کا استخفاف کرنا تو ایک طرف اگر کوئی حاکم اچھی نیت کے ساتھ کسی مصلحت کی بنا پر بھی حد کے نفاذ میں اپنی مرضی کیساتھ معمولی کمی بیشی کر دیتا ہے تو اس کے بارے میں بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسے حاکم کو واصل جہنم کر دیا جائے گا حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی امام المفسرین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ النور کی آیت ۲ کے تحت نقل کیا ہے:

يؤتى بوال نقص من الحد سوطاً، فيقال له لم فعلت ذاك؟ فيقول رحمة لعبادك. فيقال له انت ارحم بهم مني فيؤمر به الى النار. و يؤتى بمن زاد سوطاً فيقال له لم فعلت ذلك؟ فيقول لينتهوا عن معاصيك. فيقول انت احكم به مني فيؤمر به الى النار

قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں سے ایک کوڑا کم کر دیا تھا پوچھا جائے گا یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ کہے گا آپ کے بندوں پر رحم کھا کر۔ ارشاد ہوگا اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ میں ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا پوچھا جائے گا تو نے یہ کس لیے کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا،

(التفسیر الکبیر: ۲۳/ ۱۴۰)

تو ان کے معاملے میں مجھ سے زیادہ حکیم
تھا، پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ
میں۔

توہین شریعت اور فقہی آراء:

اب ہم اس حوالے سے چند فقہی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔

امام عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ توہین شریعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

والا ستهانة بها كفر و الا ستهزاء على الشريعة كفر
(العقائد النسفية: ۱۶۸)

اور شریعت کی توہین کرنا کفر اور شریعت کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

لان ذلك من امارات التكذيب
(شرح العقائد النسفية: ۱۶۸)

کیونکہ یہ چیز تکذیب وجھٹلانے کی علامات میں سے ہے۔

ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و فى البزازية قيل قلم الاظفار سنة فقال لا افعل و ان كان سنة كفر
(فتح الغفار: ۲۵۳)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے کسی نے کہا میں نہیں کاٹوں گا اگرچہ سنت ہے تو یہ کہنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔

محیط برہانی میں ہے:

رجل قال مع اخر: كلما كان ياكل رسول ﷺ كان يلحس اصابعه الثلاث. فقال ذلك الرجل (نعوذ بالله) اين بى ادبى است .فهذا كفر

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد اپنی مبارک تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے اس پر اس شخص نے کہا (نعوذ باللہ) یہ بے

.... رجل قال لآخر: احلق رأسك و قلم اظفا رك فان هذا سنة رسول ﷺ فقال ذلك الرجل لا افعل و ان كان سنة فهذا كفر۔ لانه قال ذالك على سبيل الانكار و الردو كذا فی سائر السنن خصوصًا فی سنة معروفة و ثبوتها بالتواتر كالسواك وغيره۔

(المحيط البرهانی: ۷/۴۰۸)

ادبی ہے تو یہ کفر ہے ۔۔۔ اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنا سر منڈوا دیا یا اپنے ناخن کاٹ لو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا اگرچہ یہ سنت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا۔ یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ بات انکار اور رد کے طور پر کہی ہے یہی حکم تمام سنتوں کا ہے جو معروف ہیں اور جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔

حضور ﷺ کے ساتھ صریح بغض موجب کفر ہے:

پھر ایک سابہ مشرکہ کی سزا معاف کروانے کے لیے تمام قانونی چارہ جوئی کا راستہ ترک کر کے براہِ راست صدر سے رحم کی اپیل کرنے پر اس ملعونہ کو آمادہ کرنا اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم کروانے کے درپے ہو جانا حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ اس کے صریح بغض پر دلالت کرتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ معمولی بغض رکھنے والا شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اپنے ایسے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا اور امت سے اس کے ساتھ نپٹنے کا مطالبہ کیا۔ یہ ارشادات رسالت مآب ﷺ ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک بندہ جو حضور کو برا بھلا کہتا تھا۔

مَن يَكۡفِينِي عَدُوِّي؛ فَقَالَ خَالِد أنَا فَبَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَتَلَه

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ ۲: /۱۹۵)

حضور ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے دشمن کو کفایت کر جائے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ۔ حضور ﷺ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے اس شخص کو قتل

کر دیا۔

۲۔ بلقین کے ایک شخص سے روایت کیا گیا ایک عورت جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔

فَقَالَ: مَنْ يَّكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ، فَخَرَجَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَتَلَهَا

(مصنف عبدالرزاق:۵/۳۰۷)

حضور ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کون ہے جو میری اس دشمن کے لئے کفایت کر جائے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔

۳۔ عکرمہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کو ایک شخص نے گالی دی۔

فَقَالَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ فَقَالَ الزبير انا فَبَارَزَه فَقَتَلَه الزُّبَيْر فَأعطاه النَّبِي ﷺ سلبه

(مصنف عبدالرزاق:۵/۳۰۷)

حضور ﷺ نے فرمایا اسے قتل کرنے کے لئے کون ہے حضرت زبیر نے کہا میں تو حضرت زبیر نے اسے قتل کیا تو حضور ﷺ نے اس گستاخ مقتول کا ساز وسامان حضرت زبیر کو ہی عطا فرمایا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا مطالبہ بھی فرمایا اور انہیں قتل کرنے کا سبب یہ قرار دیا کہ ان ملعون نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ ارشاد رسالت مآب ﷺ ملاحظہ ہو:

قال عمرو: سمعت جابر بن عبدالله رضی الله عنهما يقول: قال رسول الله ﷺ: من لكعب بن الاشرف؟ فانه قد اذى الله ورسوله . فقام محمد بن مسلمة .قال يا رسول الله ﷺ! أتحب ان أقتله؟ قال :نعم

(صحیح بخاری: رقم ۴۰۳۷)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کے لیے کون ہے؟ کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا

آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں

حضور ختمی المرتبت ﷺ کے دشمن کے ساتھ موالات کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سلمان تاثیر دراصل حضور ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا تھا۔ سیدنا المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لاعداء ثلثة عدوك و عدو صديقك و صديق عدوك۔ (نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید، الجزء التاسع عشر، داراحیاء التراث العربی بیروت: ۴/ ۳۸۴)	دشمن تین ہیں ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

ان صریح ارشادات نبوی ﷺ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تصریح کے بعد ایک ایسی شاتمہ جو اپنے جرم کا اعتراف کر چکی ہے اور اسے مجاز عدالت کی طرف سے سزا سنادی گئی ہے اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا دراصل حضور ﷺ کی دشمن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ بغض وعداوت کی صریح دلیل ہے جبکہ اسے ملک میں رائج قانون کے تحت مجاز عدالت سے ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت کہنا اور اس کی سزا معاف کروانے کے لیے اپنی منصبی ذمہ داریوں تک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عدالتی نظام سے بالا تر ہو کر کوشش کرنا اور تحفظ ناموس رسالت کے ضامن قانون کے درپے ہو جانا اور اسے ختم کرانے کا برملا اظہار کرنا۔ سلمان تاثیر کے وہ جرائم ہیں جن سے اس کا شاتم رسول ہونا اظہر من الشمس ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کفر ہے:

اس کی بیٹی بانو تاثیر کی گواہی کے تحت اس کا باپ سلمان تاثیر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور وہ پختہ ارادہ رکھتا تھا کہ وہ اس آئینی شق

کو ختم کروائے گا۔ چنانچہ اس کا احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کی مخالفت کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کا منکر تھا جبکہ عقیدۂ ختم نبوت جو کہ نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

(الاحزاب: ۳۳، ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس کے علاوہ متعدد نصوص قرآنی اس عقیدہ پر دلالت کرتی ہیں حضور ﷺ کے متعدد ارشادات بھی اس عقیدہ پر نصوص صریحہ کا درجہ رکھتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال النبی ﷺ: مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترك منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة فكنت تلك اللبنة فكنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان و ختم بی الرسل و فی روایة فانا اللبنة و انا خاتم النبیین

(مشکاۃ المصابیح: رقم الحدیث ۵۴۹۸)

میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایک خوبصورت عمارت کی طرح ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ دیکھنے والے اس کے اردگرد گھومیں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرنے لگیں سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ وہ میں ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ پوری کردی۔ مجھ سے وہ عمارت مکمل ہوگئی اور رسولوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ملاحظہ ہو:

قال النبی ﷺ: انا خاتم النبیین
(مسلم: کتاب الفضائل: باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین: رقم ۵۹۶۱)

حضور ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں۔

ترمذی شریف کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی
(سنن الترمذی: ۲/ ۴۹۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

معروف حنفی فقیہ حضرت شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذالم یعرف ان محمد ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم و لانہ من الضروریات
(الاشباہ والنظائر: ۲/ ۹۱)

جب وہ یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذالم یعرف الرجل آن محمد ا ﷺ آخر الانبیاء علیھم و علی نبیا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمہ
(الفتاوی الھندیہ: ۲/ ۳۶۳)

جب کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اسی طرح یتیمہ میں ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت پر اجماع نقل کیا ہے:

اعلم ان الاجماع قد انعقد علی انہ خاتم المرسلین کما انہ خاتم

جان لو اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین ہیں جیسا کہ وہ

النبیین | خاتم النبیین ہیں۔

(الیواقیت الجواہر: ۲/۲۳۹)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکذا مخالفۃ او انکارھا اجمع علیہ بعد العلم بہ لانہ ذالک دلیل علی ان التصدیق مفقود	اور اسی طرح مخالفت کرنا یا جاننے کے بعد اس مسئلہ کا انکار کر دینا جس پر اجماع ہو کفر ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تصدیق موجود نہیں ہے۔

(رد المحتار: ۶/۳۵۶)

کتاب وسنت اور فقہائے کرام کے مذکورہ اقوال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے تو جو کوئی بھی اس کا انکار کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی خاتمیت کا انکار قطعاً کفر ہے اور اس بات کے کفر ہونے میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

چنانچہ سلمان تاثیر جو اپنی بیٹی کی گواہی کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شق کے خلاف تھا اور اسے ختم کروانے کے درپے تھا وہ دراصل نہ تو عقیدہ ختم نبوت کو ماننے والا تھا اور نہ ہی وہ احمدیوں کو عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی بنا پر کافر مانتا تھا۔ لہٰذا اس کا یہ عمل بلاشبہ اس کے کفر صریح پر دلالت کرتا ہے۔

عدالت کے لیے ضروری تھا کہ وہ غازی ممتاز حسین قادری کے مقدمے میں پہلے یہ جانچ کرتی کہ اگر کوئی شخص گستاخی اور کفر کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو جاتا ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا ایسا شخص از روئے کتاب وسنت مباح الدم قرار پاتا ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان ایسے مباح الدم شخص کو قاضی یا امام سے سبقت لے کر قتل کر دیتا ہے تو کیا وہ کسی سزا کا مستوجب ہے؟ کتاب وسنت کے سپریم لاء ہونے کا تقاضہ یہ تھا کہ عدالت سب سے پہلے اوپر اٹھائے گئے سوالات کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں تلاش کرتی۔ اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ سلمان تاثیر سے کفر وارتداد اور اہانت رسول کا ارتکاب نہیں ہوا تو وہ قتل ناحق پر غازی ممتاز حسین قادری کو سزائے موت کا حکم سنا سکتی تھی۔ اگر اس کے برعکس

یہ بات ثابت ہو جاتی کہ سلمان تاثیر نے کفر وارتداد اور گستاخی رسول کا ارتکاب کیا ہے تو پھر اس کا قتل ناحق نہیں تھا کیونکہ وہ مباح الدم ہو چکا تھا اور اگر ایسے شخص کو از خود اقدام کرتے ہوئے قاضی اور امام سے سبقت لے کر بھی قتل کر دیا جائے تو اس کا خون رائیگاں قرار دیا جائے گا۔ اور اس قتل پر قصاص و دیت نہیں ہوگی۔ یہ بات خود حضور ﷺ کے متعدد فیصلوں سے ثابت ہے جن میں حضور ﷺ نے شاتمین کے خون کو باطل اور رائیگاں قرار دیا جنہیں از خود اقدام کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہنم واصل کر دیا تھا۔ انہی نصوص صریحہ کی روشنی میں ائمہ اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص و دیت نہیں ہے۔

لیکن یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے آئین میں دعویٰ تو کتاب و سنت کے سپریم لاء ہونے کا ہے اور فیصلہ کرنے والے جج یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا اقدام کتاب و سنت کے رو سے تو درست ہے لیکن میں آپ کو ملکی قوانین کے تحت سزا دے رہا ہوں۔ تف ہے اس منافقت اور تضاد فکر و عمل پر۔

یہ تو حقیقت ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کے معاملہ کی لیکن بعض ناعاقبت اندیش حضرات پوری امت سے کٹ کر غازی ممتاز حسین قادری کو سزا دلوانے اور سلمان تاثیر کو معصوم ثابت کرنے کے لیے نت نئی تاویلات کا سہارا لے رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی باطل تاویلات کا محاکمہ کیا جائے۔

کیا یہ قانون آمر کا بنایا ہوا ہے؟

بعض عاقبت نااندیش یہ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر نے توہین ناموس رسالت کے قانون کو اس لیے کالا کہا تھا کہ یہ قانون ایک آمر کے دور حکومت میں بنایا گیا اور یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے انسانوں کے بنائے قانون کو کالا قانون کہنے سے اہانت رسول نہیں ہوتی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) وطن عزیز کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ قانون حضور کے عہد سے رائج ہے اور تواتر کے ساتھ امت اس پر عمل پیرا ہے ماضی قریب میں غازی

علم الدین شہید اور عامر چیمہ شہید نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شتم رسول کا ارتکاب کرنے والوں کو واصل جہنم کیا یہ الگ بات ہے کہ کئی وجوہ کی بنا پر یہ قانون کبھی رائج و نافذ رہا اور کبھی نہیں کبھی اصل حالت میں نافذ رہا اور کبھی اسے غیر مؤثر بنانے کے لیے بالکل نرم کر دیا گیا حتی کہ یہ قانون مغلیہ دور میں بھی برصغیر پاک و ہند میں رائج رہا لیکن جب انگریزوں نے یہاں اپنا غاصبانہ قبضہ جمایا تو انہوں نے توہین رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا جس پر مسلمان نہ صرف حضور ﷺ کے شاتموں کو ماورائے قانون قتل کر کے تختہ دار پر جھولتے رہے اور سعادت دارین حاصل کرتے رہے بلکہ وہ یہ احتجاج بھی کرتے رہے کہ توہین رسالت کا اصل قانون بحال کیا جائے لیکن انگریزوں کے زیر سایہ تشکیل پانے والی قانون ساز اسمبلی نے تعزیرات ہند میں ایک معمولی سی دفعہ ۲۹۵۔اے کا اضافہ کرنے پر اکتفا کیا جس کے تحت توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال قید یا جرمانہ مقرر ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی کافی عرصہ تک توہین رسالت کے جرم کے حوالے سے کوئی قانون نہ بن سکا بالآخر اس قبیح جرم کی روک تھام کے لیے تعزیرات پاکستان میں ۲۹۵۔سی کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت شاتم رسول کی سزا موت یا عمر قید قرار پائی لیکن اہل اسلام عمر قید کی متبادل سزا پر مطمئن نہ ہوئے۔ چونکہ پوری امت شاتم رسول کے وجوب قتل پر متفق ہے لہٰذا اس قانون کو دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا گیا یہ پٹیشن دائر کرنے کی سعادت ملک کے معروف قانون دان محمد اسماعیل قریشی کے حصے میں آئی جس پر وفاقی شرعی عدالت نے اس پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے عمر قید کی متبادل سزا کو غیر اسلامی قرار دے دیا اور حکومت پاکستان کو یہ حکم دیا گیا وہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک عمر قید کی سزا کو ۲۹۵۔سی کے متن میں سے حذف کر دے حکومت نے ابتداً اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی لیکن سابقہ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بعض مخلصین امت کے متوجہ کرنے پر یہ اپیل واپس لے لی اور یوں اس قانون سے متبادل سزا کے الفاظ حذف ہوئے۔ اب فرمائیں کہ جب وفاقی شرعی عدالت نے ۲۹۵۔سی سے متبادل سزا کے الفاظ حذف کرنے کا حکم دیا اس وقت کونسا آمر حکمران

ملک پر حکومت کر رہا تھا؟ متبادل سزا ختم کروانے کے لیے جو کیس دائر کیا گیا اس کی سماعت محترمہ بینظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں ہوئی اور غالباً فیصلہ بھی اسی دور میں ہوا جبکہ اس فیصلے کے خلاف اپیل میاں نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں دائر کی گئی اور اس اپیل کی واپسی کے احکام بھی انہوں نے دیئے۔ لہٰذا یہ بات بے حد اہم ہے کہ اگرچہ تعزیرات پاکستان میں ۲۹۵۔سی کے اضافے کا بل ضیاء الحق مرحوم کے دور صدارت میں قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا اور اسی کی منظوری سے یہ قانون بنا تھا لیکن بعد میں ہونے والی تمام تر کارروائی جس کے حوالے سے ایک ہنگامہ برپا ہے وہ تو خود پاکستان پیپلز پارٹی اور آئی۔جے۔آئی کی حکومتوں کے ادوار میں مکمل ہوئی جس کے نتیجے میں توہین رسالت کا قانون اپنی موجودہ اور اصل حالت پر آ گیا اور اسی حالت پر ۱۹۹۱ء سے رائج اور نافذ ہے پھر یہ کارروائی ملک کی اس عدالت میں مکمل ہوئی جس کا آئینی وظیفہ ہی یہ ہے کہ وہ ملک میں رائج قوانین کا اس پہلو سے جائزہ لے کہ وہ کتاب و سنت کے منافی تو نہیں ہیں اور اگر کتاب وسنت کے منافی ہیں تو انہیں کالعدم قرار دے کر قانون ساز اداروں کو انہیں کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کا حکم دے۔ چنانچہ ملک کی اس عدالت نے شاتم رسول کی سزا کا کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا اور عمر قید کی متبادل سزا کو ۲۹۵۔سی سے حذف اور شاتم کو دی جانے والی سزائے موت کو حداً نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔

کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ملک کا کوئی بھی سیاستدان ملک میں رائج قانون امتناع توہین رسالت کی مذکورہ بالا تاریخ سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ چلیں بالفرض اگر کوئی بے خبر بھی ہو تو جب اسے یاد دلایا جائے کہ یہ قانون تو کتاب وسنت کا قانون ہے اور یاد دہانی کروانے والے جید علمائے کرام ہوں اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کریں کہ وہ اس قانون کو کالا قانون کہہ کر گستاخی رسول اور استخفاف شریعت کا مرتکب ہوا ہے لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹا رہے اور اقتدار کے نشے میں یہ بھی کہتا پھرے کہ میں ان مولویوں کے فتووں کو جوتے کی نوک پہ رکھتا ہوں تو ایسے شخص کی طرف سے مذکورہ وضاحت ایک عذر لنگ ہی

قرار پائے گی۔

اصل صورتحال یہ ہے کہ وہ غیبی طاقتوں کے اشارے پر اپنی آئینی حیثیت کو بالائے طاق رکھتے ہو آسیہ ملعونہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ جیل میں ملاقات کے لیے گیا تھا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر پریس کانفرنس کرتے ہوئے نہ صرف اس کی سزا معاف کروانے کے عزم کا اظہار کیا بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کر نے کے لیے قانون امتناع توہین رسالت کو کالا قانون بھی کہہ ڈالا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ بھی قرار دے دیا۔

دراصل اس نے اپنے اس مکروہ عمل سے قانون امتناع توہین رسالت کو ایک مذاق بنانے کی کوشش کی بالفاظ دیگر توہین رسالت کرنے والوں کو یہ شہ دی کہ وہ سزا کے خوف سے بے پرواہ ہو کر اس جرم کا ارتکاب کریں پھر اس نے اس قانون کو ختم کروانے کے عزم کا اظہار بھی کیا جبکہ حضور ﷺ نے اپنے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا ہے اور امت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ نمٹے۔

اس نے مختلف ٹی وی چینلز پر جو انٹرویوز دیے ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسے قانون امتناع توہین رسالت کو متنازعہ بنانے اور اس میں ترمیم کروانے اور اسے غیر موثر بنانے کا ٹاسک دیا گیا تھا کیونکہ اس نے برملا اس بات کا اظہار کیا تھا کہ یہ قانون عالمی برادری سے تجارتی رشتہ مضبوط کرنے میں حائل ہے لہٰذا اس کا یا اس کے ایماء پر کسی کا یہ کہنا کہ وہ اس قانون کا اس لیے مخالف تھا کہ یہ آمر کا بنایا ہوا قانون ہے صریحاً بے بنیاد بات ہے دراصل وہ اس قانون کی روح ہی کے مخالف تھا کیونکہ اسے بھی اس بے لگام آزادیِ اظہار رائے کا دورہ پڑتا تھا جس کے بارے میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت یوں نشاندہی فرمائی تھی جب یہ مکروہ تصور ابھی مغرب کے ہاں ایام طفولیت میں تھا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ اظہار　　انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اس لیے نادیدہ طاقتوں نے قانون امتناع توہین رسالت کے ساتھ سازش

کرنے کے لیے سلمان تاثیر جیسے شخص کا انتخاب کیا جو اس کی اپنی ناجائز اولاد کے مطابق ہر روز خنزیر کھاتا تھا اور سکاچ پیتا تھا اور زندگی میں کبھی نماز روزے کے قریب نہ گیا ایک دفعہ جب اسے جیل میں قرآن مجید تلاوت کے لیے دیا گیا تو اس نے کہا اس کی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اسے آگے سے لیکر پیچھے تک پڑھا لیکن اسے اس میں اپنے لیے کچھ نہ ملا۔

اس کا یہ کہنا تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے فرما دیا ہے

و مایضل بہ الا الفسقین	اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔
(البقرۃ:۲۶)	

اس کے بعد بھی اگر عقل سنگدل اس کے بیانات اور اقدامات کی باطل توجیہات اور مفسد تاویلات پر تلی ہوئی ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

کیا اس قانون کا استعمال غلط ہے؟

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس نے دراصل قانون کو کالا نہیں کہا بلکہ اس کے غلط استعمال اور اس کے طریق کار پر اعتراض کرتے ہوئے اسے کالا کہا تھا کیونکہ یہ قانون غلط استعمال ہو رہا ہے اس کے ذریعے اقلیتوں کو ذاتی انتقام کا نشانہ بنایا جاتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اس نے واقعتا قانون کو کالا کہہ دیا تو اس کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہتا پھرے کہ اس کی مراد قانون نہیں بلکہ قانون کے استعمال کا طریق کار تھا جبکہ اس نے تادم قتل اپنی زبان سے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔

پھر ہماری مذکورہ بالا گفتگو کے بعد اس کے عزائم کو کما حقہ سمجھنے میں کوئی کمی نہیں رہ جاتی۔ جہاں تک اس قانون کے استعمال کے طریق کار پر تنقید کا تعلق ہے تو ہم واضح کیے دیتے ہیں کہ یہ مروڑ بھی اکثر ان کو اٹھتے ہیں جن کی نیتوں میں فتور ہے یہ وہ گروہ ہے

جو اپنے فاسد خیالات اور مکروہ تصورات کی ترویج کے لیے حضرات انبیاء علیھم السلام کی ناموس پر بھی آزادانہ اور بلا قید زبان طعن دراز کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ کبھی وہ اس یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کو انسانی حقوق کا تقاضا قرار دیتا ہے اور کبھی اظہار رائے کی آزادی کی دہائیاں دیتا ہے۔

اب حقیقت پسندی کے ساتھ یہ بھی جائزہ لے لیتے ہیں کہ کیا دنیا بھر میں ہر قانون کو کسی نہ کسی درجے میں غلط استعمال نہیں کیا جاتا؟ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ معاملہ کسی ایک قانون کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر قانون کو معاشرے کے بااثر لوگ اپنے گھر کا نوکر چاکر سمجھتے ہیں ہمارے معاشرے میں تو بالخصوص ہر روز نہ جانے کتنی جھوٹی ایف آئی آرز درج ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ قتل کے جھوٹے الزامات میں بھی بے گناہوں اور معصوموں کو دھر لیا جاتا ہے بلکہ بعض تو پھانسی کے پھندے پر بھی جھول جاتے ہیں لیکن ان بے گناہوں اور معصوموں پر ہونے والے ان مظالم پر تو کبھی کسی کی رگ انسانیت نہیں پھڑکی۔

ہمارے ہاں یہ رسم عام ہے کہ گاؤں کا چوہدری جس کارندے سے ناخوش ہوتا ہے تو اسے بھینس چوری کے مقدمے میں ملوث کر دیتا ہے اور اس جھوٹے مقدمے کے دباؤ کے ذریعے اپنے ناجائز مقاصد حاصل کرتا ہے لیکن یار لوگوں کو اگر فکر دامن گیر ہوتی ہے تو صرف ۲۹۵۔سی کے ملزموں کی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نامعقول واویلا کے باعث پہلے ہی ۲۹۵۔سی کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار کو تبدیل کیا جا چکا ہے۔ جو کہ دراصل اس قانون کو غیر مؤثر بنانے ہی کی ایک سعی نامشکور ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۵۴ کے تحت یہ قانونی انتظام کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی جرم سرزد ہوتا ہے اور اس کی اطلاع متعلقہ تھانے میں زبانی یا تحریری طور پر دی جاتی ہے تو ایس ایچ او پابند ہوتا ہے کہ وہ اسے روزنامچہ میں درج کرے اور پرچہ درج کرے خواہ یہ جرم قتل و غارت گری کی صورت میں ہوا ہو اور ملزم کو اس مقدمہ کے تحت سزائے موت ملنے کے قوی امکانات ہی کیوں نہ ہوں۔ یوں متعلقہ ایس ایچ او پرچہ درج کر دیتا ہے اور بعد میں ملزم کی گرفتاری

عمل میں آتی ہے اور مقدمہ کی تفتیش شروع ہوتی ہے لیکن اسے بدنصیبی کہیے کہ تعزیرات پاکستان میں شاید صرف ۲۹۵ سی ایسا قانون ہے کہ اس کے تحت پرچہ درج کرنے سے پہلے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کی سطح کا سینیئر پولیس آفیسر اس معاملہ کی چھان بین کرے اور اگر وہ شکایت کو حقائق پر مبنی سمجھے تو پرچہ درج کرنے کے احکام متعلقہ ایس ایچ او کو جاری کر دے۔ باقی تمام مقدمات میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جرم کی محض اطلاع پر ایس ایچ او خود ہی پرچہ درج کر دیتا ہے اور تفتیش بعد میں شروع ہوتی ہے یہ تفتیش عام طور پر تھانے کا ہی کوئی تفتیشی آفیسر کرتا ہے جبکہ ڈی پی او سطح کا پولیس آفیسر تو شاید ہی کسی مقدمے کی تفتیش کرتا ہو۔ صد حیف کہ یہ امتیازی سلوک اس قانون کے ساتھ کیا جا رہا ہے جو تحفظ ناموس رسالت کا ضامن ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے قانون ساز ادارے اس قانون کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟

جھوٹا پرچہ درج کروانے کے خلاف مؤثر قانونی انتظام:

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ تعزیرات پاکستان میں مقدمے کی ہر سطح پر جھوٹا مقدمہ درج کروانے والوں کے خلاف مؤثر ترین کارروائی کرنے کا انتہائی مناسب قانونی انتظام پہلے ہی سے موجود ہے۔

☆ عدالت میں چالان بھیجنے سے قبل اگر دوران تفتیش یہ بات ثابت ہو جائے کہ کسی نے جھوٹا مقدمہ درج کروایا تھا تو ایسے جھوٹے شکایت کنندہ کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۸۲ کے تحت کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے جس کی رو سے جھوٹے شکایت کنندہ یا گواہ کو چھ ماہ کی قید یا ۳۰۰۰ روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

☆ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۰۳ کے تحت کسی بھی سرکاری ایجنسی کو عمداً غلط اور جھوٹی اطلاع فراہم کرنے پر دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہے۔

☆ دفعہ ۲۱۱ کے تحت جھوٹا استغاثہ دائر کرنے والوں کو دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

☆ اسی طرح اگر عدالت میں کسی کی گواہی یا شکایت جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے یا یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی گواہی من گھڑت تھی تو اسے دفعات ۱۹۱۔ ۱۹۲ کے تحت ۳ سال سے ۷ سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔

☆ اگر کوئی کسی کو جھوٹی شہادت کے ذریعے کسی ایسے سنگین جرم میں ملوث کرتا ہے جس کی سزا عمر قید یا موت ہوتی ہے تو اسے دفعہ ۱۹۴ کے تحت عمر قید کی سزا یا ۱۰ سال قید بامشقت اور جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اگر عدالتی کارروائی میں جھوٹے مقدمے اور شہادت کی بنا پر کسی بے گناہ کو عمر قید یا ۷ سال کی سزا دی جاتی ہے یا اسے سزائے موت سنائی جاتی ہے اور پھانسی بھی دیدی جاتی ہے لیکن بعد ازاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ مقدمہ یا شہادت جھوٹی تھی تو ایسے شہادتوں اور مقدمہ قائم کرنے والوں کو وہی سزا دی جائے گی جو جھوٹے مقدمے کے ذریعے ایک بیگناہ اور معصوم شخص کو دلوائی گئی یعنی اگر ایک بے گناہ شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے لیکن بعد ازاں اس کی بے گناہی اور معصومیت ثابت ہو جاتی ہے تو جھوٹے گواہوں اور مقدمہ بازوں کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تعزیرات پاکستان میں جھوٹا مقدمہ درج کرانے والوں کے خلاف ہر سطح پر اس قدر سخت قانونی انتظام پہلے سے موجود ہے تو پھر اس بے سروپا اور بے جا مطالبے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ ۲۹۵۔سی کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟ آخر یہ لوگ اسی قانون کے تحت پرچہ درج کرانے کے طریق کار میں ہی تبدیلی لانے کے درپے کیوں ہیں؟

اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے نامعقول سفارش:

افسوس تو اسلامی نظریاتی کونسل میں بیٹھے ہوئے ان بعض اہل علم پر بھی ہے جنہوں نے غور و فکر کیے بغیر یہ سفارش پیش کر دی تھی کہ اگر کوئی توہین رسالت کے تحت محض جھوٹا مقدمہ بھی درج کرا دیتا ہے تو اسے سزائے موت دی جائے۔ العیاذ باللہ

حکومت کے وسائل پر مزے اڑانے والوں سے یہ سوال ہے کہ انہوں نے محض جھوٹا مقدمہ درج کرانے پر اسقدر سنگین سزا آخر شریعت اسلامیہ کے کن اصولوں کی روشنی میں تجویز کی ہے؟ کیا شتم رسول کا ملزم اسقدر اہمیت کا حامل ہے کہ اگر اس کے خلاف جھوٹا مقدمہ بھی درج ہو جائے تو مقدمہ درج کرانے والے کو سزائے موت سنا دی جائے۔ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ قانون امتناع توہین رسالت کو ملک میں نافذ ہوئے تیئس ۲۳ سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن آج تک ملک میں اس قانون کے تحت کسی ایک ملزم کو بھی پھانسی نہیں دی گئی۔ سیدھی سی بات ہے کہ دیگر قوانین کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے پر تعزیرات پاکستان میں جو سزائیں مقرر ہیں انہی کا اطلاق ہی ۲۹۵۔سی کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے پر ہونا چاہیئے کیونکہ اس تجویز کو مان لینے کا مقصد یہ ہو گا کہ لوگوں کو اسقدر خوفزدہ کر دیا جائے کہ وہ ۲۹۵۔سی کے تحت مقدمہ درج کرانے کی کوشش ہی نہ کریں اور اگر وہ ہمت کر کے مقدمہ درج کرا بھی دیں تو دوران تفتیش یا عدالتی کارروائی کے دوران ان پر خوف و ہراس کی تلوار لٹکا کر انہیں مقدمے سے دستبردار کرا لیا جائے۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں براجمان علمائے کرام ہوش کے ناخن لیں اور تھوڑا رک کر یہ بھی غور و فکر کر لیا کریں کہ وہ کیسی تجاویز مرتب کر رہے ہیں وہ بھی ایک ایسے انتہائی حساس مسئلہ پر جس میں معمولی سی مداہنت دنیا اور آخرت میں رسوائی کا موجب بن سکتی ہے اگر ان حضرات کے نزدیک جھوٹے مقدمات سے نمٹنے کے لیے موجودہ قانونی انتظام کتاب و سنت کی تعلیمات کے موافق نہیں ہے تو وہ اس قانونی انتظام کا جائزہ لیں اور

کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی سفارشات مرتب کریں کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل امتیازی اور کتاب وسنت سے متصادم قوانین بنوانے کے لیے سفارشات مرتب کرنے پر مامور نہیں ہماری دانست میں تو اسلامی نظریاتی کونسل کو سفارش کرنی چاہیے کہ ۲۹۵۔سی کے تحت مقدمہ درج کروانے سے پہلے ڈی۔پی۔او کی سطح کے پولیس آفیسر کے ذریعے لازمی تفتیش کی جو امتیازی پابندی عائد کی گئی ہے اسے ختم کیا جانا چاہیے کیونکہ اسلام میں ایسے امتیازی قوانین کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وقت آگیا ہے کہ جملہ اہل اسلام ۲۹۵۔سی کے ساتھ کیے جانے والے اس امتیازی سلوک پر آواز اٹھائیں اور اپنے نمائندوں کو مجبور کریں کہ وہ پارلیمنٹ میں غل غپاڑہ کرنے کی بجائے اس امتیازی قانون کو ختم کردیں تاکہ ان کے ہاتھوں سے بھی کوئی ایسا کام ہوجائے جو ان کے لیے توشۂ آخرت بن سکے اور عوام کی حقیقی نمائندگی کا تقاضا بھی پورا ہوسکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل اور ہمارے قانون ساز اداروں کو ملک کے معروف، نیک نام اور نیک سیرت ریٹائرڈ جسٹس محترم میاں نذیر اختر کے ان الفاظ پر خوب غور کرنا چاہیے جو انہوں نے فل بینچ کے ایک رکن کی حیثیت سے ۹ جون ۱۹۹۴ء کو ایک رٹ بعنوان ریاض احمد وغیرہ بنام حکومت کا فیصلہ سناتے ہوئے اپنے اضافی نوٹ میں تحریر کیے تھے۔

”اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے احکامات کی تنسیخ کردی جائے یا انہیں دستور پاکستان سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرے میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہوجائے گا۔“

(Lahore.Page.485,P.L.D 1994)

آج یار لوگ یہ جسارت تو نہیں کر سکتے کہ اس قانون کو تبدیل یا ختم کرا سکیں لیکن ان اوچھے ہتھکنڈوں پر ضرور اتر آئے ہیں کہ اس کے استعمال کے طریق کار میں ایسی تبدیلیاں کردی جائیں کہ یہ عملاً غیر موثر ہو کر رہ جائے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ تجویز غیور اہل اسلام کو یہ موقع فراہم کردے گی کہ وہ شاتم رسول سے ماورائے قانون ہی نمٹنے کو ترجیح دیں گے۔ یاد رکھیں کہ اہل اسلام شاتم کو ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے

سے تبھی رک سکتے ہیں جب اس قانون کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے اور اس کے موثر اطلاق اور نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ لہٰذا اس قسم کی سفارشات مرتب کرنے سے پہلے خوب غور وفکر کرنا ضروری ہے پہلے ہی پاکستان کے اہل اسلام شکوہ کناں ہیں کہ ہمارے ملک کی عدالتیں بیرونی دباؤ کے تحت شتم رسول کے ملزموں کو کیفر کردار تک پہنچانے سے کتراتی ہے۔ گزشتہ ۲۳ سال میں اس قانون کے تحت ۹۶۴ مقدمات کے چالان عدالتوں میں آئے لیکن کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی ملزموں کی بریت کا یہ تناسب شاید ہی کسی اور قانون کے تحت قائم کیے گئے مقدمے میں نظر آتا ہو۔ یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام مقدمات جھوٹے تھے؟ اصل سبب یہی ہے کہ ہماری عدالتیں آزادی کے دعویٰ کے باوجود پابہ زنجیر ہیں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ان ۹۶۴ مقدمات میں سے عیسائیوں کے خلاف ۱۱۹ ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف صرف ۲۶ مقدمات قائم کیے گئے جبکہ مسلمانوں کے خلاف ۴۷۹ اور احمدیوں کے خلاف ۳۴۰ مقدمات قائم کیے گئے تھے۔

اقلیتوں کے نام پر واویلا ناحق ہے:

ان اعداد و شمار سے اس الزام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جو یہ کہہ کر عائد کیا جاتا ہے کہ اس قانون کے ذریعے اقلیتوں کو نشانہ ستم بنایا جاتا ہے سلمان تاثیر نے بھی یہی بات کی تھی کہ اسلام تمام اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتا ہے اس لیے وہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والی ایک غریب خاتون کو بچانے آیا ہے حالانکہ مجاز عدالت سے سزا یافتہ اس ملعونہ کو بے گناہ کہنا اور اسکی سزا بہر حال معاف کروانے کا اعلان کرنا اس کے قانون شکن ہونے کی دلیل تھا رائج قانون کے مطابق ملعونہ اور اس کے حواریوں کو اس کی بے گناہی عدالتوں میں ثابت کرنی چاہیے تھی۔ اقلیتوں کے حقوق کا یہ معنیٰ اس بے بصیرت شخص کو نہ جانے کیسے سمجھ آ گیا کہ کسی سابہ مشرکہ سے موالات کرنا یا مجاز عدالت سے سزا یافتہ مجرمہ کو ماورائے قانون و عدالت بچانے کی کوشش کرنا اور اسے بے گناہ قرار دینا ان حقوق کا تقاضا ہے

جو اسلام نے اقلیتوں کو دے رکھے ہیں؟ اسلام بلا امتیاز مذہب مجرم کو مجرم ہی سمجھتا ہے اور نہ ہی رنگ و نسل اور مذہب کی بنیاد پر مجرموں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے کسی مجرم کو اس کے ثابت شدہ جرم پر قرار واقعی سزا دینے سے بھلا اس کا کون سا حق تلف ہوتا ہے؟ بطور مجرمہ اسے صفائی کا موقع دیا گیا اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل کرنے کا اختیار دیا گیا حتیٰ کہ نامور وکلاء کا ایک مضبوط پینل ٹرائل میں اس کی طرف سے مقدمے کی پیروی کرتا رہا، ڈیڑھ سال تک ٹرائل کے دوران ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ کی عدالت میں مدعی گواہان ملزمہ اور پولیس کے بیانات قلم بند ہوتے رہے ان پر جرح ہوتی رہی اور جب وہ گناہ گار ثابت ہوگئی تو عدالت نے اسے سزائے موت دینے کا فیصلہ دے دیا لیکن اس فیصلے کے خلاف اسے بالائی عدالتوں میں اپیل کرنے کا بھی حق حاصل ہے خدا جانے کون سا حق تھا جو اسے نہ ملا اور سلمان تاثیر اسے وہ حق دلوانے جیل میں جا پہنچا تھا سلمان تاثیر نے اس تمام تر عدالتی کارروائی کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اس کی تحقیق کے مطابق آسیہ بے گناہ ہے کاش کوئی اس سے یہ دریافت کرتا کہ پولیس اور عدالتوں کے متوازی وہ نجی سطح پر اس معاملہ کی تحقیق کیونکر کرتا رہا جب کہ وہ خود صوبے کا آئینی سربراہ تھا؟ اسے تو اپنے اداروں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے تھا نہ کہ ایک مجرمہ کے ساتھ جس نے صریحاً اہانت رسول کا ارتکاب کیا تھا۔

قانونی کاروائی ممکن ہی نہ تھی:

جو حضرات یہ شگوفے چھوڑ رہے ہیں کہ بفرض محال اگر سلمان تاثیر سے اہانت اور گستاخی کا ارتکاب ہو بھی گیا تھا تو اس کے خلاف قانون کے تحت کارروائی کی جاتی جب ملک میں ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ایک قانون موجود ہے تو اس کا سہارا لینا چاہیے تھا ان حضرات کے تجاہل عارفانہ پر حیرت ہوتی ہے ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ سلمان تاثیر چونکہ گورنر تھا اس لیے آئین پاکستان کی رو سے اس کے خلاف ۲۹۵ سی کے تحت فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہوسکتا تھا، آئین کے آرٹیکل ۲۴۸ کی ذیلی دفعات (۲،۳) کے

تحت صدر اور گورنر کو یہ استثنیٰ (Immunity) حاصل ہے کہ ان کے عہدے کی میعاد کے دوران ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی بھی عدالت سے ان کی گرفتاری یا قید کے لیے حکم جاری ہوسکتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کے باوجود تھانہ سول لائینز میں محترم مولانا پیر محمد افضل قادری کی طرف سے اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کے لیے درخواست بھی دی گئی تھی لیکن متعلقہ حکام نے اسے حاصل مذکورہ دستوری استثنیٰ کی بنا پر اس کے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے وقت، ایکسپریس، جنگ لاہور مورخہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۹ء)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئین پاکستان نے خود سلمان تاثیر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ مسدود کر دیا تھا اندریں صورت حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ کر اسے معزول کر دیتی تا کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جاسکتی لیکن حکومت نے مجرمانہ غفلت کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور وہ اپنے منصب پر دندناتا رہا اور پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا رہا اگر حکومت ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اس کے منصب سے الگ کر دیتی تو صورت حال بالکل مختلف ہوتی۔

شریعت اسلامیہ اور شاتم کا ماورائے قانون قتل:

بعض لوگ اہل مغرب کی ہمنوائی میں اسے قانون کو ہاتھ میں لینے کا واقعہ قرار دے رہے ہیں انہیں کتاب وسنت کی تصریحات سے یہ بات سمجھ آجانی چاہیے کہ اسلامی قوانین کی رو سے یہ ایک استثنائی معاملہ ہے۔

کتب احادیث میں متعدد ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں جن میں کسی شاتم یا شاتمہ کو ازخود اقدام کرتے ہوئے ماورائے عدالت جہنم واصل کیا گیا تو حضور ﷺ نے ان شاتمین کو قتل کرنے والوں کو قصاصاً قتل کرنا یا تعزیری سزا دینا تو درکنار انہیں زجر و توبیخ

اور معمولی تنبیہ تک بھی نہ فرمائی۔ان میں سے بعض احادیث وواقعات درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا منافق کو قتل کرنا:

تفسیر ابن کثیر، جلالین، درالمنثور اور دیگر معتبر تفاسیر میں آیت:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(النساء:۶۵)

تو اے نبی ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان ہی نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی حرج محسوس نہ کریں۔

کا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے:

حدثنا عتبة بن ضمرة حدثني ابي: أَنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى لِلمحق عَلَى الْمُبْطِلِ، فَقَالَ الْمُقْضِيُّ عَلَيْهِ: لَا أَرْضِيٰ. فَقَالَ صَاحِبُه: فَمَا تريد؟ قال: أن يذهب إلى أبي بكر الصديق، فذهبا إليه، فقال أنتما على ما قضى به النبي ﷺ، فأبى ان يرضى قال: نأتي عمر، فأتياه، فدخل عمر منزله وخرج والسيف في يده، فضرب به رأس الذي أبي أن يرضى، فقتله، فأنزل الله: (فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) (إلى آخر

حضرت عتبہ بن ضمرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ دو بندوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کیا تو حضور ﷺ نے حقدار کے حق میں فیصلہ فرمایا جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا کہنے لگا میں اس پر راضی نہیں ہوں۔اس کے ساتھی نے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں دونوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے بس تمہارا فیصلہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا

الآیۃ)

(تفسیر الدرالمنثور:۲/۵۸۵)

پھر انکار کرنے لگا اور کہنے لگا ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں وہ ان کے پاس آئے اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے نکلے تو تلوار ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی انہوں نے اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا جو فیصلے پر راضی نہیں تھا اس پر اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تنقیص کرنے والے بد بخت کو ماورائے عدالت جہنم واصل کرنے کا جو اقدام فرمایا اس کی تائید وتصویب وحی الٰہی نے فرمادی۔

تفسیر الدرالمنثور میں منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کرنے کے بعد فرمایا:

ھکذا اقطی من لم ترض بقضاء رسول اللہ فاتی جبریل رسول اللہ ﷺ فقال: ان محمد عمر قد قتل الرجل و فرق اللہ بین الحق و الباطل علی لسان عمر۔ فسمی فاروق

(تفسیر الدرالمنثور:۲/۱۸۰)

اس (بظاہر مسلمان) کے بارے میں میرا فیصلہ یہی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا ہے اس بنا پر عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھ دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر قلم کیا تو اس کے ورثا اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر

ہوئے۔وحی الٰہی چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید اور تصویب کر چکی تھی اسے لیے حضور ﷺ نے شتم رسول کی بنا پر اس مقتول کے خون کو رائیگاں قرار دیا اگرچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل فرمایا تھا۔

۲۔ایک صحابی کا شاتم والد کو قتل کرنا:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنے شاتم والد کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ فِيْكَ قَبِيْحًا فَقَتَلْته فَلَمْ يَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ

(اسد الغابة: ۴/۲۸۷۔دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہوئے سنا تو اسے قتل کر دیا۔حضور ﷺ پر یہ بات (باپ کا قتل کرنا) کچھ شاق نہ گزری۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی نے اپنے والد کو رسالت مآب ﷺ پر سب وشتم کے سبب ماورائے عدالت از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دیا لیکن آپ پر اس گستاخ کا قتل شاق نہ گزرا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مشرکہ سابہ بہن کو قتل کر دیا تھا۔اسی طرح ایک نابینا صحابی نے شتم رسالت پر اپنی محبوب لونڈی کو قتل کر دیا تھا۔ان کا تذکرہ آئندہ سطور میں آئے گا۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی حضور ﷺ کی گستاخی پر رعایت نہ کی لیکن والد کا رشتہ تو ان قریبی رشتوں سے بڑھ کر قابل احترام اور ٹھوس ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر گستاخی رسول کا ارتکاب صحابہ کے والد سے بھی ہوتا تو وہ اسے معاف نہ فرماتے اور اسے جہنم واصل کیے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔

۳۔حضرت عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کا اپنے شاتم والد کو قتل کرنا:

اب ہم اس جلیل القدر صحابی کا ذکر کرتے ہیں جنہیں حضور ﷺ نے امین الامت کا لقب دیا اور جو اسلام کے لیے اپنی گرانقدر خدمات کی بنا پر عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں انہوں نے بھی اپنے والد کو اس لیے از خود اقدام کر کے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ پر سب وشتم کرتا تھا متن حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو ناپسند نہیں فرمایا۔حدیث شریف ملاحظہ ہو:

اِنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رضی الله عنه قَتَلَ اَبَاهُ وَقَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَمِعْتُه، يَسُبُّكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ

(المجموع للنووی:۱۹/ ۲۹۵)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی (قتل کی وجہ بتائی) میں نے اس کو سنا یہ آپ کو گالیاں دیتا تھا۔اور آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب صحابہ کی یہ سنت ہے کہ وہ والد جیسے قریب ترین رشتہ دار گستاخ سے بھی رعایت نہ فرماتے پھر غیرت ایمانی سے سرشار محافظ ممتاز حسین قادری بھلا ملعون سلمان تاثیر سے کیسے رعایت کر سکتا تھا خواہ وہ اسی کی حفاظت پر ہی مامور کیوں نہ تھا شاتم کو جہنم واصل کرنے کے لیے حکمت عملی وضع کرنا اور تدبیر اختیار کرنا بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ سنت ہے جسے حضور ﷺ کی تائید حاصل ہے۔بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد پر شاتم رسول کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے کا عزم کیا تو حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں (حکمت عملی اور تدبیر) کے طور پر کعب بن اشرف کو اعتماد میں لینے کے لیے آپ کے بارے میں کچھ تعریضی کلمات کہہ لوں تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

۴۔حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کا شاتمہ کو جہنم واصل کرنا:

عصماء بنت مروان خطمی نبی علیہ السلام کو ایذاء دیتی تھی اور اسلام میں عیب نکالتی، نبی علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتی اور حضور ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہتی تھی۔ جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو اس کے اشعار اور لوگوں کو بھڑکانے کی بابت پتہ چلا تو آپ نے یہ منت مانی کہ اے اللہ میں یہ منت مانتا ہوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ (بخیریت) مدینہ طیبہ لوٹ آئے تو میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں بدر میں تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ (بخیریت) بدر سے واپس لوٹ آئے تو عمیر بن عدی اس عورت کے گھر ایک رات اس حال میں داخل ہوئے کہ اس عورت کے بچے اس کے ارد گرد سورہے تھے اور ان میں سے ایک بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کیا تو بچے کو اس کے سینے پر دودھ پیتے پایا پھر اس بچے کو اس سے الگ کیا اور اپنی تلوار اس کی چھاتی میں اس طرح دبائی کہ وہ اس کی کمر سے جا نکلی۔ پھر وہاں سے واپس نکلے یہاں تک کہ صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں ادا کی۔ پس جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف آپ نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو نے بنت مروان کو مار ڈالا ہے۔ آپ نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسا ہی ہے۔ (میں نے اسے مار ڈالا ہے)

وَخَشِيَ عُمَيْرٌ أَنْ يَكُونَ افْتَاتَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهَا. فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَانِ فَإِنَّ أَوَّلَ مَا سَمِعْتُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ڈر گئے کہ اس قتل پر نبی کریم ﷺ باز پرس کریں گے۔ چنانچہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اس قتل کی وجہ سے مجھ پر کوئی شے (سزا) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے معاملے میں تو دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے (یعنی کوئی باز پرس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْ حَوْلَهُ فَقَالَ إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى رَجُلٍ نَصَرَ اللهَ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوا إِلَى عُمَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اُنْظُرُوا إِلَى هَذَا الْأَعْمَى الَّذِي تَشَدَّدَ فِي طَاعَةِ اللهِ فَقَالَ لَا تَقُلِ الْأَعْمَى، ولكنه البصير۔

(المغازی للواقدی: ۱/۱۶۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ (دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے) پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر تم پسند کرتے ہو کہ ایسے شخص کی طرف دیکھو کہ جس نے پیٹھ پیچھے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کتنا متشدد ہے پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو اندھا نہ کہو بلکہ یہی تو بصارت والا ہے۔

اس واقعہ سے چند پہلو خوب واضح ہو جاتے ہیں:

۱۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے شاتمہ عصماء بنت مروان کے ماورائے عدالت قتل پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر دو بکریوں کے سینگ بھی نہیں ٹکرائیں گے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس ملعونہ کے قتل پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ پر کوئی مؤاخذہ یا باز پرس نہیں ہے۔

۲۔ حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے اس ماورائے عدالت اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیا۔

۳۔ حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو نابینا ہونے کے باوجود بصارت والا کہہ کر ان کی تحسین فرمائی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی کہ

انہیں نابینا نہ کہیں۔

اگر اس شاتمہ کو ماورائے قانون قتل کرنا کوئی جرم ہوتا تو حضور ﷺ اس واقعہ پر حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی تحسین نہ فرماتے اور نہ ہی ان کے اس اقدام کو اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد قرار دیتے۔

۵۔ نابینا صحابی کا شاتمہ ام ولد کو قتل کرنا:

ایک نابینا صحابی نے اپنی ام ولد کو اس بنا پر قتل کر دیا کہ وہ حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

عن عکرمة حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلاَ تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلاَ تَنْزَجِرُ قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتِمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللهَ رَجُلاً فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلاَّ قَامَ . فَقَامَ الأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ

حضرت عکرمہ کا بیان ہے، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک اندھے آدمی کی ام ولد (لونڈی) تھی۔ جو حضور ﷺ کو گالی دیتی تھی وہ بندہ اس کو منع کرتا وہ نہ رکتی اسے جھڑکتا لیکن وہ نہ مانتی ایک رات وہ حضور ﷺ کے بارے میں جب برائی کے کلمات کہنے لگی تو اس اندھے نے تلوار لی، اس کے پیٹ میں رکھی اور اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے پاؤں میں بچہ گرا اور خون آلود ہو گیا۔ پس جب صبح کے وقت حضور ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس شخص کو جس نے یہ کام کیا ہے جس پر میرا کوئی حق ہے وہ کھڑا

تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ

(سنن ابی داود: ۲/ ۲۴۳، ایچ ایم سعید کمپنی)

ہو جائے چنانچہ وہ نابینا کھڑا ہوا اور لوگوں کو چیرتا ہوا اور لرزہ براندام حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس لونڈی کا مالک ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی اور برے کلمات سے یاد کرتی تھی میں اُسے روکتا نہ رکتی اُسے جھڑکتا باز نہ آتی۔ اور اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور یہ میری رفیقہ حیات تھی گذشتہ رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے تلوار اٹھائی اس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر دبایا اور اسے قتل کر دیا۔ پس اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اس (گستاخہ) کا خون رائیگاں چلا گیا ہے۔

سنن ابوداود کی اس روایت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور ﷺ نے اس سابہ کے خون کو رائیگاں قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ملعونہ کہ ماورائے عدالت قتل کرنے پر بھی قاتل کے اوپر نہ قصاص ہے نہ دیت اور نہ ہی کوئی اور تعزیری سزا۔

یہودی شاتمہ کے خون کو بھی رائیگاں قرار دیا:

ایک یہودی شاتمہ کو جب اس کا گلہ گھونٹ کر قتل کیا گیا تو حضور ﷺ نے اس کا خون بھی رائیگاں قرار دیا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک

كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ. وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَمَهَا.

(سنن ابی داود: ۲/ ۲۴۳، ایچ ایم سعید کمپنی)

یہودی عورت حضور کو گالیاں دیتی اور ان کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ایک مسلمان نے اس کا گلہ گھونٹ کر اسے مار دیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

سنن ابو داوٗد کی اس روایت سے بھی یہ واضح ہو رہی ہے کہ حضور ﷺ نے اس گستاخ ملعونہ کے خون کو باطل قرار دیا اس کے خون کو باطل قرار دینا بھی اس کے مباح الدم ہونے پر ہی دلالت کرتا ہے جس کے سبب قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا تعزیری سزا نہیں۔ خواہ قاتل نے اسے ماورائے عدالت ہی قتل کیا ہو۔

۶۔ حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کا اپنی سابہ مشرکہ بہن کو قتل کرنا:

حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی مشرکہ بہن کو جہنم واصل کر دیا جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أُخْتٌ فَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ آذَتْهُ فِيهِ، وَشَتَمَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَتْ مُشْرِكَةً، فَاشْتَمَلَ لَهَا يَوْمًا عَلَى السَّيْفِ، ثُمَّ أَتَاهَا فَوَضَعَهُ عَلَيْهَا، فَقَتَلَهَا فَقَامَ بَنُوهَا فَصَاحُوا، وَقَالُوا: قَدْ عَلِمْنَا مَنْ قَتَلَهَا أَفَتُقْتَلُ أُمُّنَا وَهٰهُنَا قَوْمٌ لَهُمْ آبَاءٌ وَأُمَّهَاتٌ مُشْرِكُونَ. فَلَمَّا خَافَ عُمَيْرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يَقْتُلُوا

حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک مشرکہ بہن تھی جب وہ نبی علیہ السلام کی طرف جاتے تو وہ حضور ﷺ کے حوالے سے ان کو اذیت دیتی اور حضور ﷺ کو گالیاں دیتی ایک دن یہ تلوار لے کر آئے اور اس کو قتل کر دیا اس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے ہمیں پتہ ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے ہماری ماں مار ڈالی گئی جبکہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے ماں

بِهَا غَيْرَ، قَاتِلِهَا فَذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ: قَتَلْتَ أُخْتَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَ: لِمَا كَانَتْ تُؤْذِينِي فِيكَ. فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بَنِيهَا فَسَأَلَهُمْ. فَسَمَّوْا غَيْرَ قَاتِلِهَا فَأَخْبَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِهِ وَأَهْدَرَ دَمَهَا. فَقَالُوا: سَمْعًا وَطَاعَةً

(المعجم الکبیر: ۱۷/۶۴)

باپ مشرک ہیں ۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بدلے کسی اور (بے گناہ) کو (قاتل سمجھ کر) قتل کر دیں گے تو وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اس قتل کی خبر دی پس سرکار ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اپنی بہن کو مار ڈالا ؟ آپ نے عرض کی جی ہاں، سرکار ﷺ نے پھر پوچھا کہ کیوں؟ عرض کی اس لئے کہ وہ آپ کے معاملے میں مجھے اذیت دیتی تھی (آپ کی گستاخی کرتی تھی) پس نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور ان سے اس کے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس قتل کے بارے میں بتایا اور اس کا خون ضائع قرار دیا۔ مقتولہ کے بیٹوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی ۔

اس حدیث شریف میں بھی حضور ﷺ نے حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن کے خون کو رائیگاں قرار دیا جو گستاخی رسالت مآب ﷺ کی مرتکب ہوئی تھی اور مقتولہ کے بیٹوں کو بلا کر فرمایا کہ تمہاری ماں کا خون رائیگاں ہے جس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا اور اطاعت کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک یہودی اور گستاخ ماں کے بیٹوں

نے تو حضور ﷺ کا یہ فیصلہ تسلیم کر لیا لیکن آج کل کے بعض ناسمجھ نادان مسلمان اسے قانون کو ہاتھ میں لینے کا واقعہ قرار دیکر سلمان تاثیر کے قتل کو قتل ناحق ٹھہرا رہے ہیں۔

ائمہ اربعہ شاتم کے مباح الدم پر متفق ہیں:

فقہائے کرام نے بھی اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ جو شخص شرعاً واجب القتل اور مباح الدم ہو تو اگر کوئی دوسرا شخص اسے ازخود قتل کر دے تو اس قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آئے گی کیونکہ دیت اور قصاص آدمی کی عزت اور جان کی حرمت کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں گستاخ اور مرتد کی کوئی عزت اور جان کی حرمت نہیں ہوتی اسی لیے شریعت اسے مباح الدم قرار دیتی ہے اور ایسے مباح الدم کو ماورائے عدالت قتل کرنے والے پر بھی کوئی قصاص یا دیت لازم نہیں آتی۔ اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مذکورہ متعدد فیصلے ہیں۔

۱۔ معروف حنفی فقیہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَتَلَ حَلَالَ الدَّمِ لَا شَیَٔ عَلَیْهِ کَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا
(المَبْسُوط: ۶/۱۲۱)

جس شخص نے حلال الدم (جس کو قتل کرنا جائز ہو) کو قتل کیا اس پر کوئی شیٔ نہیں (کوئی سزا نہیں) جیسا کہ کوئی شخص مرتد کو قتل کر دے۔

۲۔ شوافع کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

لَوْ قَتَلَ الْمُسْلِمُ مُرْتَدًّا لَمْ یَکُنْ عَلَیْهِ شَیْءٌ (الْاُمّ: ۶/۶۶)

اگر کوئی مسلمان کسی مرتد کو قتل کر دے تو اس قاتل پر کوئی الزام نہیں۔

۳۔ وَمَنْ قَتَلَ مُرْتَدًّا قَبْلَ اَنْ یَسْتَتَابَ أَوْ جَرَحَهُ فَأَسْلَمَ ثُمَّ مَاتَ مِنَ الْجُرْحِ فَلَا قَوَدَ وَلَا دِیَّةَ
(مُخْتَصَرُ الْمُزَنِی: ۱/۲۷۵)

جس شخص نے مرتد کو اس کے توبہ کرنے سے پہلے پہلے قتل کر دیا یا زخمی کر دیا اس کے بعد وہ مرتد اسلام لے آیا پھر اس زخم کی وجہ سے مر گیا، تو قاتل پر یا زخمی کرنے

والے پر نہ قصاص لازم ہے اور نہ ہی دیت۔

حنابلہ کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

۴۔ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِقَتْلِ حَرْبِيٍّ وَلَا مُرْتَدٍّ وَّلَا زَانٍ مُحْصَنٍ وَإِنْ كَانَ الْقَاتِلُ ذِمِّيًّا. وَهُوَ الْمَذْهَبُ وَعَلَيْهِ الْأَصْحَابُ وَقَالَ فِي الرِّعَايَةِ وَتَبِعَهُ فِي الْفُرُوْعِ وَيَحْتَمِلُ قَتْلَ ذِمِّيٍّ وَّأَشَارَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا إِلَيْهِ قَالَهُ فِي التَّرْغِيبِ لِأَنَّ الْحَدَّ لَنَا وَالْإِمَامُ نَائِبٌ نَقَلَهُ فِي الْفُرُوْعِ : فَعَلَى الْمَذْهَبِ : لَادِيَةَ عَلَيْهِ أَيْضًا جَزَمَ بِهِ فِي الْمُحَرَّرِ وَالْوَجِيْزِ وَالْفُرُوْعِ وَغَيْرِهِمْ وَعَلَى الْمَذْهَبِ: يُعَزَّرُ فَاعِلُ ذٰلِكَ لِلْافْتِيَاتِ عَلٰى وَلِيِّ الْأَمْرِ كَمَنْ قَتَلَ حَرْبِيًّا وَفِيْ عُيُوْنِ الْمَسَائِلِ: لَهُ تَعْزِيْرُهُ

(حربی، مرتد اور شادی شدہ زانی کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل سے قصاص لینا واجب نہیں ہوگا اگرچہ قاتل ذمی ہی ہو، یہی مختار مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کا فتوی بھی اسی پر ہے،) اور ''رعایہ'' میں ہے اور اسی کی اتباع ''فروع'' میں کی گئی ہے کہ ذمی کے قتل میں بھی یہی احتمال ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ''ترغیب'' میں اس بات کے بارے میں کہا ہے کہ حدیں ہمارے لئے ہیں اور امام نائب ہے (جریان حد کے لئے) اس بات کو ''فروع'' کتاب میں بھی نقل کیا ہے۔

مذہب حنبلی کے مطابق: اس پر دیت بھی نہیں ہے اور اتفاق ظاہر کیا ہے اسی بات پر ''محرر'' ''وجیز'' ''فروع'' اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں۔

مذہب حنبلی کے مطابق ایسا کرنے والے کو تعزیر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ معاملے کو اولی الامر کے پاس نہیں لے کر گیا جیسا کہ

حربی کو قتل کرنے والے کے لئے حکم ہے۔

فَائِدَةٌ: قَالَ فِي الْفُرُوعِ : فَكُلُّ مَنْ قُتِلَ مُرْتَدًّا أَوْ زَانِيًا مُحْصَنًا وَلَوْ قَبْلَ تَوْبَتِهِ عِنْدَ حَاكِمٍ وَالْمُرَادُ: قَبْلَ التَّوْبَةِ قَالَهُ صَاحِبُ الرِّعَايَةِ: فَهَدَرٌ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ التَّوْبَةِ إِنْ قُبِلَتْ ظَاهِرًا: فَكَإِسْلَامٍ طَارِيٍ"

(اَلانصاف:۳/ ۴۶۲، بَابُ شُرُوْطِ الْقِصَاص)

فائدہ: فروع میں کہا ہے ہر وہ شخص جس نے مرتد یا شادی شدہ زانی کو قتل کیا اگر چہ اسے حاکم کے پاس توبہ کرنے سے قبل کیا پس اس کا خون صاحب رعایہ کے نزدیک رائیگاں جائیگا۔ خواہ توبہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے بظاہر اسلام قبول کیا پس اس کا حکم اسلام طاری (مجبورا اسلام قبول کرنے والا) کی طرح ہوگا۔

۵۔ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِقَتْلِ حَرْبِيٍّ لَا نَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا وَلَا يَجِبُ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ وَلَا كَفَّارَةٌ لِأَنَّهُ مُبَاحُ الدَّمِ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَشْبَهَ الْخِنْزِيرِ وَلِأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ بِقَتْلِهِ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى : "اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ" وَسَوَاءٌ كَانَ الْقَاتِلُ مُسْلِمًا أَوْ ذِمِّيًّا لِمَا ذَكَرْنَا وَكَذٰلِكَ الْمُرْتَدُّ لَا يَجِبُ بِقَتْلِهِ قِصَاصٌ وَلَا دِيَةٌ وَلَا كَفَّارَةٌ وَإِنْ قَتَلَهُ ذِمِّيٌّ:

(الشرح الکبیر: ۹/ ۵۱، باب شروط القصاص)

پس قصاص واجب نہیں ہوگا حربی کے قتل کے ساتھ۔ ہم اس میں اختلاف نہیں جانتے اور حربی کے قتل کرنے سے نہ تو دیت واجب ہے اور نہ کفارہ کیونکہ یہ مباح الدم علی الاطلاق (یعنی مطلقاً اس کا قتل کرنا جائز ہے) اس لئے کہ اس کی مشابہت خنزیر کے ساتھ ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالی نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان: (مشرکین کو جہاں جیسے پاؤ قتل کرو) برابر ہے کہ قتل کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو، اور اسی طرح مرتد کا حکم ہے کہ اس کو قتل

کرنے کی وجہ سے قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا کفارہ واجب نہیں ہوگا اگرچہ ذمی ہی نے اسے کیوں نہ قتل کیا ہو۔

۶۔ اَلثَّانِي: عِصمَةُ الْمَقْتُوْلِ بِاَنْ لَّایَکُوْنَ مُهْدَرُ الدَّمِ فَلَا كَفَّارَةَ وَلَادِيَةَ عَلٰى قَاتِلِ حَرْبِيّ اَوْ مُرْتَدٍ اَوْ زَانٍ مُّحْصَنٍ وَلَوْ اَنَّه مِثْلُه فِي عَدَمِ الْعِصمَةِ: بِاَنْ قَتَلَ حَرْبِيٌّ حَرْبِيًّا اَوْ مُرْتَدًّا اَوْ زَانِيًا مُحْصَنًا وَعَكْسُه لِوُجُوْدِ الصِّفَةِ الْمُبِيْحَةِ لِدَمِه وَيُعَذَّرُ قَاتِلٌ لِافْتِيَاتِه عَلٰى وَلِيِّ الْاَمْرِ

(منار السبیل: ۲/ ۲۱۸، باب شروط القصاص فی النفس)

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو بایں طور کہ وہ مہدر الدم نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے قتل کی وجہ سے کسی پر کوئی قصاص یا دیت لازم نہ آئے اور اس کا خون ضائع ہو) پس قاتل حربی، مرتد یا شادی شدہ زانی پر نہ کفارہ ہے نہ دیت ہے (کیونکہ یہ مہدر الدم ہیں) اگرچہ اس کی مثل عدم معصیت میں ہے بایں طور کہ قتل کیا حربی نے حربی کو یا مرتد کو یا زانی محصن کو یا اس کے برعکس معاملہ ہو۔ واسطے اس صفت کے پائے جانے کے جو اس کے دم کو مباح کرنے والی ہے اور قاتل تعزیر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اولی الامر کے پاس معاملہ لے کر نہیں گیا۔

۷۔ اَلثَّانِي: اَنْ يَّكُوْنَ الْمَقْتُوْلُ مَعْصُوْمًا فَلَا يَجِبُ قِصَاصٌ وَلَادِيَةٌ وَلَا كَفَّارَةٌ بِقَتْلِ حَرْبِيٍّ وَّلَا مُرْتَدٍّ:

(الاقناع: ۴/ ۱۷۳، باب شروط القصاص)

(قصاص اور دیت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم ہو اگر مقتول معصوم نہ ہو تو اس کے قاتل پر قصاص یا دیت واجب نہیں ہوگی جیسے حربی اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص یا دیت

واجب نہیں ہوگی) اگر مقتول معصوم ہو
پس نہ تو قصاص واجب ہوگا نہ دیت اور نہ
ہی کفارہ۔ حربی کے قتل کرنے کے ساتھ
اور نہ ہی مرتد کے قتل سے۔

غازی ممتاز حسین قادری کو سزا نہیں دی جا سکتی:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مذکورہ بالا فیصلوں اور فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ممتاز حسین قادری کا سلمان تاثیر کو از خود قتل کرنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ایسا فعل نہیں ہے جس پر اس سے قصاص یا دیت کا تقاضہ کیا جا سکے یا اسے کوئی بھی تعزیری سزا دی جا سکے بلکہ اسے باعزت بری کیا جانا ہی شریعت اسلامیہ کا تقاضا ہے کیونکہ سلمان تاثیر شتم واہانت رسول اور کفر وارتداد کے باعث مباح الدم ہو چکا اور اس کا خون رائیگاں ہو چکا تھا۔ لہٰذا انسداد دہشت گردی کی عدالت نے ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کا جو فیصلہ یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو سنایا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے سراسر غلط اور ناانصافی پر مبنی ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ جب بھی کسی عدالت کے روبرو شاتم رسول ﷺ کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سب سے پہلے یہ تحقیق کرنی چاہیے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا یا نہیں، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا تو وہ مباح الدم قرار پائے گا اگر ایسے شخص کو ماورائے عدالت بھی قتل کر دیا جائے تو قتل کرنے والے پر کوئی سزا نہیں نہ قصاصاً نہ تعزیراً، البتہ اس کے برعکس یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول نے گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو قاتل کو اس قتل ناحق پر سزائے موت دی جائے گی اور یہ اس نوعیت کی سزا ہے جو قتل ناحق پر کسی بھی قاتل کو دی جاتی ہے۔

ہر قانون میں استثنیٰ ہوتا ہے:

البتہ جو پھر بھی کتاب وسنت کی تعلیمات کو عقل کے پیمانوں پر ناپنے پر مصر ہوں تو انہیں ان باتوں پر بھی خوب غور کر لینا چاہیے:

۱۔ سابق امریکی صدر بش نے عالمی سطح پر انسداد دہشت گردی کے نام پر جو بدترین دہشت گردی شروع کی تھی اس کے عسکری فلسفے کی بنیادیں ہی انسانیت کشی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر رکھی گئی تھیں۔ اسی فلسفے پر عمل پیرا ہو کر سابق امریکی صدر بش نے عراق اور افغانستان میں ۳۰ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جان سے مار ڈالا اور اب اپنے پیشرو کے اس عسکری فلسفے پر عمل کرتے ہوئے صدر اوبامہ افغانستان، لیبیا اور پاکستان کے عوام کا قتل عام کر رہا ہے۔

آخر یہ سب کچھ کس قانون کی پاسداری کا نتیجہ ہے؟ حق بات تو یہ ہے کہ امریکہ کے صدر بش کے اس انسانیت کش عسکری فلسفے پر خود سابق امریکی صدر جمی کارٹر جیسے امریکی سیاستدان اور سابق امریکی اٹارنی جنرل رمزے کلارک جیسے قانون دان بھی بلبلا اٹھے تھے۔ امریکی صدر بش کی اس انسانیت کشی بربریت اور جنگی جرائم کو بے نقاب کرنے کے لیے ان امریکیوں کی اپنی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں مغرب پر حکمرانی کرنے والوں کی یہ عجیب منافقت اور تضاد فکر و عمل ہے کہ اگر وہ قتل و غارت گری اور بربریت کے باعث لاکھوں معصوم اور نہتے مسلمانوں کی جان بھی لے لیں تو یہ سب جائز قرار پاتا ہے ادھر ہمارے ہاں اگر کسی ایک شاتمہ ملعونہ کو یہاں ملکی قوانین کے مطابق مجاز عدالتوں کی طرف سے بھی سزا دی جاتی ہے تو وہ ہم پر برہم ہو جاتے ہیں اور اپنے گماشتوں کے ذریعے اسے سزا سے بچانے کے لیے واویلا شروع کر دیتے ہیں اور عالمی سطح پر ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ قانون کی حکمرانی اور پاسداری کا دوہرا معیار نہیں ہے؟

۲۔ اہل مغرب کی تقلید میں آئین پاکستان میں صدر اور گورنر کے لیے مذکورہ بالا استثنیٰ کی جو گنجائش رکھی گئی ہے دراصل وہ ایک کالا قانون ہے اور قانون کی حکمرانی پر ایک

بدنما دھبہ ہے، تاریخ اسلام گواہ ہے کہ خلفاء راشدین حسب موقع مدعی اور مدعا علیہ دونوں حیثیتوں میں عدالتوں میں پیش ہوتے رہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قانون کی حکمرانی کا جو تصور اسلام نے دیا ہے مغرب اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا اگر چیخ و پکار ہی مقصود ہے تو اس دستوری استثنیٰ کو ختم کرانے کے لیے کی جائے تاکہ ہمارے حکمرانوں پر ان کے عہدوں کی معیاد کے دوران بھی ہاتھ ڈالا جاسکے اور ان کے خلاف اعلانیہ کرپشن پر مقدمات قائم کیے جاسکیں۔

۳۔ اسی طرح اقوام متحدہ کے قواعد کی رو سے سفارتکار کو جو استثنیٰ حاصل ہوتا ہے کیا وہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس نہیں ہے؟ الہامی ہدایت کو عقل کے پیمانوں پر پرکھنے والوں پر قانون کو ہاتھ میں لینے کا یہ لائسنس کیوں گراں نہیں گزرتا؟ معصوم پاکستانیوں کے رسوائے زمانہ قاتل ریمنڈ ڈیوس کو ابتداً اسی استثنیٰ کے ذریعے بچانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن سابقہ وزیر خارجہ اور وزارت خارجہ کے افسران کی غیرت آڑے آگئی۔ جس پر اس نے قانون دیت کا سہارا لے کر رہائی حاصل کی تھی آج بھی پوری قوم شرمندہ ہے کہ ہمارے بے حمیت اور بزدل حکمرانوں نے معصوم پاکستانیوں کے قاتل کی رہائی کو کس شرمناک طریقے سے یقینی بنایا تھا؟

دراصل جس طرح مغرب میں بھی رائج قوانین میں استثنیٰ موجود ہے اسی طرح اسلامی قوانین میں بھی شاتم کو ماورائے عدالت قتل کرنے کا معاملہ ایک استثنائی معاملہ ہے جس کے سبب قاتل پر نہ تو قصاص ہے نہ دیت۔ لہٰذا ممتاز حسین قادری کی باعزت بریت ہی سے کتاب و سنت کی بالادستی اور کتاب و سنت کے آئینی طور پر سپریم لاء ہونے کا تقاضہ پورا ہو سکتا ہے۔

یہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس نہیں:

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غازی ممتاز حسین قادری کو رہا کر دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا لائسنس ہر کسی کے ہاتھ میں تھما دیا جائے ان کی سوچ کا یہ رخ درست

نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی ازخود اقدام کرتے ہوئے شاتم رسول کو قتل بھی کر دیتا ہے تو اسے اپنا مقدمہ تو عدالت میں ثابت کرنا ہوگا کہ جس کو قتل کیا گیا کیا وہ واقعتاً شاتم تھا یا نہیں؟ قتل تو ہوتا ہی ماورائے قانون ہے جس کے بعد قاتل کو اپنے دفاع کا موقع دیا جاتا ہے اگر وہ اپنے دفاع میں ناکام ہو جاتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے اگر مقتول ناحق قتل نہ ہوا ہو تو قاتل کو سزا نہیں دی جا سکتی جیسا کہ ہمارے موجودہ قوانین میں بھی کئی صورتوں میں قتل کرنے پر کوئی سزا نہیں ہے مثلاً اپنی ذات کی حفاظت کی خاطر (Self Defense) یا اپنے کسے قریبی اور عزیز کی حفاظت کی خاطر (Defense of dear and near ones) یا اپنی جائیداد کی حفاظت کی خاطر (Defense of property) اگر کسی کو قتل کر دیا جائے تو اس پر قاتل کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح شاتم مرتد یا واجب القتل شخص کا معاملہ ہے ارتداد اور گستاخی کے باعث اس کی جان کی عزت و حرمت ختم ہو جاتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص غیرت ایمانی کی وجہ سے امام یا قاضی پر سبقت لے کر اسے قتل کر ڈالے تو اس پر کوئی قصاص یا دیت نہیں لیکن اگر کوئی سلمان تاثیر کے قتل سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کسی اور شاتم کو ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے درج ذیل باتوں پر خوب غور کرنا ہوگا۔

ا۔ سلمان تاثیر کے گستاخ ہونے پر ملک کے نامور علماء نے فتوے دیے تھے جن کے بعد اس کے گستاخ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا جبکہ شرعی فتویٰ کے بغیر کسی کو شاتم یا مرتد قرار دینے میں حزم و احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہیے کم از کم ایک عام شخص اپنی دینی معلومات پر انحصار کرتے ہوئے کسی کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے یا اس نے گستاخی رسالت مآب ﷺ کا ارتکاب کیا ہے۔ الا یہ کہ کفر و گستاخی کے کلمات صریح ہوں۔

۲۔ سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی اسے حاصل دستوری استثنیٰ کی وجہ سے ناممکن تھی لیکن کسی دوسرے شخص کو اگر یہ استثنیٰ حاصل نہ ہو اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکتی ہو تو اسے ازخود اقدام کرتے ہوئے قتل کرنے کی بجائے ترجیحاً اس

کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ سلمان تاثیر کی گستاخی کا شہرہ تو پاکستان کے طول وعرض میں پھیل چکا تھا اس نے میڈیا کے ذریعے اپنے گستاخانہ اقوال وافعال کا اظہار کر دیا تھا اس لیے اس کی گستاخی کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی شہادتیں موجود تھیں اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان کسی شاتم کو موقع پر ہی از خود اقدام کرتے ہوئے قتل کر دے گا تو وہ اپنے دفاع میں شہادتوں کے حصول سے محروم ہو جائے گا۔ جس پر وہ عدالت میں اپنا مقدمہ ثابت نہیں کر سکے گا۔

شاتم سے اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے:

بعض حضرات غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام کو سنگین ثابت کرنے کے لیے یہ شوشے چھوڑ رہے ہیں کہ وہ سلمان تاثیر کی حفاظت کی ڈیوٹی پر مامور تھے اور انہوں نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جس کی حفاظت کرنا ان کی ذمہ داری تھی غازی ممتاز حسین قادری نے اسے شاتم سمجھ کر قتل کیا تھا شاتم کے مباح الدم ہونے کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اس سے اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ شاتمین اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے تو وہ انہیں قتل کر دیتے تھے ایک نابینا صحابی نے اپنی چہیتی لونڈی کو قتل کر ڈالا حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مشرکہ بہن کو شتم رسالت مآب کی پاداش میں قتل کر ڈالا تھا بعض صحابہ نے تو اپنے والد کو اس جرم کے ارتکاب پر قتل کر ڈالا تھا خود امین الامت اور عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح نے اپنے والد کو اس لیے قتل کر ڈالا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو سب وشتم کرتا تھا لہٰذا غازی ممتاز حسین قادری نے اگر سلمان تاثیر کا محافظ ہونے کے باوجود اسے اہانت رسول کے جرم کے ارتکاب پر قتل کر ڈالا تو یہ از روئے شرع کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر شور وغوغا کر کے غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام کو سنگین بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جائے اور سلمان تاثیر کے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈال دیا جائے ان دین فروشوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ سلمان تاثیر نے آسیہ مسیح کو مجاز عدالت سے سزا یافتہ ہونے کے باوجود

بے گناہ قرار دیا اور ملک میں رائج قانون کے تحت دی جانے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ کہا۔کیا صوبے کے آئینی سربراہ ہونے کے ناطے سے اس کا یہ اقدام درست تھا؟ اس نے اپنے اس حلف کی بھی دھجیاں اڑا دیں جو اس نے گورنر کا منصب سنبھالتے ہوئے اٹھایا تھا اس حلف کی چند دفعات ملاحظہ فرمائیں۔

دفعہ ۴۔ اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

دفعہ ۵۔ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

دفعہ ۶۔ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت وعناد قانون کے مطابق انصاف کرونگا۔

یہ بات قابل افسوس ہے کہ سلمان تاثیر نے اس حلف کی مذکورہ دفعات کی پاسداری کرنے کی بجائے حلف شکنی کا ارتکاب کیا قانون کے مطابق کسی سے انصاف کرنا تو درکنار اس نے اپنے ملک کے رائج قانون کو ہی کالا قانون قرار دیدیا اور قانون کے مطابق کیے گئے عدالتی فیصلے کو بھی اپنے قدموں تلے روند ڈالا اس نے سزا یافتہ شاتمہ کے ساتھ اپنے حلف کے خلاف رعایت بھی کی اور یہ اقدام اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بھی کیا۔

لیکن عجیب بات ہے کہ غیرت ایمانی سے عاری ان بدنصیبوں کو سلمان تاثیر کی حلف شکنی، عدالتوں اور قانون ساز اداروں کی توہین تو نظر نہیں آتی اور غازی ممتاز حسین قادری جنہوں نے قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے جہنم واصل کیا ان کا اقدام ان کے دلوں میں کھٹکتا ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ:

بعض حضرات کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے جو شخص خود کو مسلمان کہتا ہو کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کر رہا ہو اور یہ بھی کہتا ہو کہ وہ رسالت مآب

ﷺ کی اہانت کا تصور بھی نہیں کرسکتا تو اس پر گستاخی یا کفر کا فتویٰ صادر کرنے سے رک جانا چاہیے۔

اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہونے کا دعویدار شخص حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کا مرتکب بھی ہوجائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا اور اس کے دعویٔ مسلمانی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یحلفون باللہ ما قالوا و لقد قالوا کلمۃ الکفر و کفر و ابعد اسلامھم (التوبہ: ۷۴)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمان ہونے کے دعویدار تھے مگر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے الفاظ بکتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے ان سے یہ دریافت فرمایا کہ تم میری شان میں گستاخی کے الفاظ کیوں بولتے ہو تو ان سب نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کی کہ ہم نے آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نہیں کہا مگر اللہ رب العزت نے نہ صرف ان کی اس صفائی کو تسلیم نہ فرمایا بلکہ یہ واضح فرمادیا کہ یہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد کافر ہو چکے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب. قل أباللہ و آیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون. لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو اپنے ایمان کے بعد۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر طبری اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت بیان کی ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اس کی تلاش جاری تھی اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا کہ محمد ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے حالانکہ محمد ﷺ کیا جانیں کہ غیب کیا ہے۔ چنانچہ اس منافق کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ اس کے دائرہ اسلام سے اخراج کا باعث بن گئے۔ ایسے بدبخت اکثر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بات ہنسی اور کھیل میں کی تھی جبکہ اللہ رب العزت نے مذکورہ آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں فرما دیں کہ کیا ہنسی مذاق کے لیے اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی رہ گئے تھے اب بہانے نہ بناؤ تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

چند روایات سے غلط استدلال:

اس ضمن میں حضور ﷺ کے دو ارشادات بھی پیش کیے جاتے ہیں جن میں اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت وارد ہوئی ہے پہلی حدیث بخاری اور مسلم شریف میں اطاعت امرا کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث شریف کا متن حسب ذیل ہے:

من شهد ان لا اله الا الله و استقبل قبلتنا و صلى صلوتنا و اكل ذبيحتنا فهو مسلم .الا ان تروا كفراً بواحا عندكم من الله فيه برهان

جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہی مسلمان ہے مگر یہ کہ دیکھو تم کفر صریح تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف اس میں دلیل ہو۔

دوسری روایت ابو داؤد شریف کتاب الجہاد میں ہے جس کا متن حسب ذیل

ہے:

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ثلاث من اصل الايمان: الكف عمن قال لا اله الا الله، ولا نكفره بذنب، ولا نخرجه من الاسلام بعمل

(فتح الودود فی شرح سنن ابی داؤد: ۳/ ۴۴_رقم ۲۵۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں اصل ایمان ہیں: رکنا اس شخص سے جو لا الہ الا اللہ کہے، اور نہ تکفیر کرو اس کی کسی گناہ کے سبب، اور نہ خارج از اسلام قرار دو کسی عمل کے سبب۔

پہلی حدیث شریف کے متن میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی کے کفر صریح پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل موجود ہو تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں رہتا، ایسے شخص کو مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا خواہ وہ کلمہ کی شہادت دیتا ہو اور اہل قبلہ میں سے ہو۔نماز ادا کرتا ہو اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو۔

دوسری حدیث شریف میں بھی یہ تصریح کی گئی ہے کہ مسلمان کو کسی گناہ یا عمل کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو کافر نہ کہا جائے جس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے اندر عملی خرابیاں اور فسق و فجور خواہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے اس کے سبب کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔لیکن اگر وہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام کا انکار کر دے یا ان کے خلاف عقاید کا اظہار کرے تو اس کو کافر ہی سمجھا جائے گا اس لیے علماے امت متفق ہیں کہ یہاں گناہ سے مراد کفر کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں۔

اہل قبلہ کی تعریف:

اہل قبلہ کی تعریف میں ہر وہ شخص شامل نہیں ہے جو محض قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرتا ہو بلکہ اہل قبلہ کی تعریف میں ہر وہ مسلمان شامل ہے جو قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمام موجبات کفر اور عقاید باطلہ سے بھی پاک ہو۔ورنہ مانعین زکوۃ کے خلاف قتال پر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد نہ ہوتا اور نہ ہی مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا جاتا کیونکہ یہ دونوں گروہ نہ تو خود کو اسلام سے خارج سمجھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے زکوۃ کی فرضیت اور حضور ﷺ کی نبوت کی خاتمیت کے انکار کے سوا (بالترتیب) اسلام کے واجبات و فرائض میں سے کسی فرض و واجب کا انکار کیا تھا یا کسی اور عقیدۂ باطلہ کا اظہار کیا تھا۔ اس سے یہ بات بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان سے مراد وہ مسلمان ہیں جن سے موجبات کفر کا صدور نہیں ہوتا۔ خواہ وہ شریعت مطہرہ پر عمل کرنے میں متساہل اور متکاسل ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان تا عمر طاعات میں مشغول رہا ہو لیکن عقاید صالحہ اور حقہ میں سے کسی بھی عقیدے کا منکر ہو جائے جو ضروریات دین میں داخل ہے تو اس کی عمر بھر کی طاعات بھی اسے تکفیر سے نہیں بچا سکتیں۔ محقق ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تحریر الاصول میں اہل قبلہ کی تعریف کرتے ہوئے واضح کیا ہے:

هو الموافق على ما هو من ضروريات الاسلام كحدوث العالم و حشر الاجساد من غير ان يصدر عنه شيء من موجبات الكفر قطعا من اعتقادراجع الى وجود اله غير الله تعالى او حلوله فى بعض اشخاص الناس او انكار نبوة محمد ﷺ او ذمه او استخفافه و نحو ذلك المخالف فى اصول سواها (الى ان قال)وقد ظهر من هذا ان عدم تكفير اهل القبلة بذهب ليس على عمومه الا يحمل الذنب

اہل قبلہ وہ ہے جو موافق ہو تمام ضروریات اسلام کے، جیسے عالم کا حدوث اور حشر اجساد، اس طرح پر کہ اس سے کوئی چیز موجبات کفر میں سے صادر نہ ہو، مثلاً ایسا اعتقاد ہو جو مفضی ہو حق تعالیٰ کیساتھ دوسرے خدا کے ماننے کو اور خدا تعالیٰ کے کسی شخص میں حلول کرنے کو، یا نبوۃ محمد ﷺ کے انکار کو، یا آپ ﷺ کی مذمت یا آپ ﷺ کے استخفاف کو اور اسی طرح کی اور باتیں (یہاں تک کہ مصنف فرماتے ہیں کہ) اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اہل قبلہ کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ

علی ما لیس بکفر فیخرج الکفر به کما اشار الیه السبکی

کرنے کی حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے ہاں! اگر گناہ سے مراد کفر کے علاوہ لیا جاوے جیسا کہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے تو عموم مراد ہو سکتا ہے۔

شرحِ المقاصد میں اہل قبلہ کی عدمِ تکفیر کے مسئلے کو یوں واضح کیا گیا ہے:

قال المبحث السابع فی حکم مخلف الحق من أهل القبلة۔ لیس بکافر مالم یخالف ماهو من ضروریات الدین، کحدوث العالم وحشر الأجساد۔

ساتواں مبحث اس شخص کے حکم میں جو مخالفِ حق ہو، اہل قبلہ میں سے کہ وہ کافر نہیں جب تک مخالفت نہ کرے کسی چیز کی ضروریاتِ دین میں سے جیسے عالم کا حادث ہونا اور حشر ونشر۔

(شرح المقاصد: ۵/ ۲۲۷)

اپنے کفر سے بے خبری کفر لازم آنے میں مانع نہیں:

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں، علامہ بزدوی نے کشف الاصول میں، امام سیف الدین آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے الاحکام فی اصول الاحکام میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں "غایۃ التحقیق شرح اصول حسامی" سے یہ اقتباس بے حد اہم ہے۔

ان غلا فیه حتی وجب الکفارة به لا یعتبر خلافه و وفاقه ایضاً لعدم دخوله فی مسمی لامة المشهود لها بالعصمة و ان صلی الی القبلة و اعتقد نفسه مسلمالان الامة

اگر غلو کیا اپنی خواہشات نفسانیہ میں حتی کہ واجب ہوگئی اس کی تکفیر اس کی وجہ سے، اجماع میں اس کے خلاف یا مخالف کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر چہ وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو،

لیست عبارة عن المصلین الی القبلة بل عن المومنین وھو کافروان کان لایدری انه کافر۔
(غایۃ التحقیق شرح اصول حسامی: ۳۱۲)

کیونکہ امت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ مومنین کا نام ہے اور وہ کافر ہے اگر چہ اس کو اپنے کافر ہونے کا علم نہ ہو۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفر کا ارتکاب ایسے شخص سے بھی ہو سکتا ہے جو مداومت کے ساتھ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہلاتا ہو بلکہ اپنے کافر ہونے کا یقین وعلم بھی نہ رکھتا ہو۔لیکن اس کے برعکس سلمان تاثیر تو اپنے ناجائز بیٹے آتش تاثیر کی گواہی کے مطابق کبھی نماز روزہ کے قریب بھی نہ گیا وہ نہ صرف کفریہ عقاید کا حامل تھا بلکہ ان کا اظہار بھی کرتا رہا تو اس کی تکفیر میں کیا شک ہو سکتا ہے خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کرتا رہے۔

تکذیب وکفر کی علامات:

تکذیب وکفر کی علامات پائے جانے سے کفر لازم آجاتا ہے۔اس حوالے سے شرح عقائد نسفیکی شرح نبراسکا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:

و کذلك من باشر شیئامن امارات التکذیب کسجود الصنم والاھانة بامر شرعی وا لا ستھزاء علیه فلیس من اھل القبلة
(النبراس: ۵۷۳)

اور اسی طرح وہ شخص بھی اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرنے جو کہ تکذیب کی کھلی علامت ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرے کہ جس سے امر شرعی کا استہزاء اور اہانت ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے۔

لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر کوئی مسلمان خواہ وہ عمر بھر طاعات میں مشغول رہا ہو جب حق تعالیٰ کے وجود کی نفی کر دے یا شرک کا ارتکاب کرے یا نبوت اور ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو جائے یا کسی مجمع علیہ امر کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو

جاتا ہے۔

شرح مواقف میں ہے:

لا یکفر اھل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه بالضرورة او المجمع علیه کاستحلال المحرمات

(شرح مواقف: ۳۴۴)

اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ اس میں ضروریات دین کا انکار یا کسی ایسی چیز کا انکار لازم آئے جس پر اجماع ہو چکا ہے جیسے حرام اشیاء کو حلال سمجھنا۔

اور شرح فقہ اکبر میں ہے:

ولا یکفی أن المراد بقول علمائنا: لا نجوّز تکفیر أهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی فان الله تعالی ارسله الی علی رضی الله عنه و بعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین۔

(شرح فقہ اکبر: ۱۶۲)

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہمارے علماء کے اس قول کی مراد کہ: اہل قبلہ کی تکفیر کسی گناہ کے سبب جائز نہیں، محض قبلہ کی طرف رخ کر لینے کی نہیں، کیونکہ بعض متشدد روافض ایسے ہیں جو مدعی ہیں کہ جبرئیل نے وحی لانے میں غلطی کی کیونکہ حق تعالی نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور بعض روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معبود ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں مگر مومن نہیں۔

لہٰذا یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ امور شرعی کا استہزاء اور اہانت کرنے والا اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔

سلمان تاثیر نے شرعی حد کے طور پر نافذ قانون کو کالا قانون کہا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو ظالمانہ اور سخت قرار دیا لہٰذا اس کا یہ فعل استخفاف شریعت اور شرعی امور کے استہزا اور اہانت پر مبنی ہے جس سے اس کے کفر و ارتداد میں کوئی شک نہیں رہ

جاتا پھر اس نے اپنی بیٹی کی گواہی کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی دفعہ کی مخالفت کی تھی اور وہ اس آئینی دفعہ کو ختم کروانے کے درپے بھی تھا۔

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم نہیں سمجھتا تھا حالانکہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار نصوص صریحہ کا انکار ہے بلکہ اجماع کا انکار بھی ہے کیونکہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت الجواہر میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا اس عقیدے کا منکر کافر ہے ان وجوہ کفر کے علاوہ شتم رسالت کی وجہ سے اس کے کفر و ارتداد میں بھی کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے جو لوگ ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ سلمان تاثیر کے اقوال و افعال سے اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب ثابت نہیں ہوتا وہ یہ بات جان لیں کہ اس سے ہونے والی توہین رسالت اور استخفاف شریعت کی نوعیت آسیہ ملعونہ کے گستاخانہ جملوں سے کم تر نہیں ہے بلکہ اپنی شدت اور سنگینی کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر ہے یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ دائرہ اسلام سے نکلنے یا کافر ہونے کے لیے قصد و ارادہ ضروری نہیں ہے کیونکہ بظاہر کوئی شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا قصد و ارادہ تو کفر کا نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کی کوئی حرکت یا اقدام اس کو کافر بنا دیتا ہے شیطان رجیم کا معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ اس نے بھی کافر ہونے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا لیکن اس کی ایک حرکت نے اسے کافر بنا دیا اور قرآن حکیم نے اس کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

وکان من الکافرین — اور تھا وہ کافروں میں سے۔

(البقرۃ: ۳۴)

کفریہ عقیدہ کی تاویل سے کفر نہیں ٹلتا:

اگر کوئی اپنے کفریہ عقیدہ کی تاویل بھی کرے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ کسی بھی تاویل کیساتھ ضروریات دین کا انکار کرنا یا عقیدہ باطلہ کا حامل ہونا کسی کو کفر سے بچا نہیں سکتا اگر ضروریات دین میں تاویل کو مان لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا شخص

بچے جسے کافر قرار دیا جاسکے حتی کہ خود شیطان رجیم نے بھی جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو یہ تاویل پیش کی تھی کہ:

خلقتنی من نار و خلقته من طین — مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔ (ص:۷۶)

بت پرست اور مشرکین بھی اپنی بت پرستی اور مشرکانہ عقاید کی تاویل یہ کرتے تھے کہ بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب کردیں قرآن حکیم نے ان کی اس مفسدانہ تاویل کا ذکر کیا ہے:

مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی — ہم بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں۔ (الزمر:۳)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ضروریات دین کے انکار پر کوئی تاویل قبول نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی یہ تاویل منکرین کو کفر سے بچاسکتی ہے۔

یہ معاملہ تو قبل توبہ کا ہے:

بعض حضرات نے یہ مخمصہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ سلمان تاثیر اگر گستاخ رسول بھی تھا تو اسے توبہ کا موقع دیا جانا چاہیے تھا کیونکہ احناف شاتم پر مرتد کا حکم لگاتے ہیں اور مرتد کو توبہ کا موقع دیا جانا ضروری ہے ان کا یہ کہنا کہ احناف شاتم پر مرتد کا حکم لگاتے ہیں سخت مغالطہ انگیز ہے کیونکہ جمہور احناف گستاخ اور شاتم رسول پر مرتد خاص کا حکم لگاتے ہیں اور اسے زندیق قرار دیتے ہیں جس کی توبہ مقبول نہیں ہے کئی متقدمین اور اکثر متاخرین احناف کا یہی موقف ہے جبکہ چند متقدمین اسے عام مرتد بھی سمجھتے ہیں لیکن احناف کے مابین پائے جانے والے اس اختلاف کا کوئی اثر سلمان تاثیر کے مسئلہ پر نہیں پڑتا کیونکہ اس سے کفریہ اور گستاخانہ کلمات صادر ہونے کے بعد کئی علماء نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تھا لیکن وہ اپنے کفر و شتم پر

مصر رہا بلکہ شرعی فتووں کا استخفاف کرتا رہا جو کہ فی نفسہٖ وجوہ کفر میں سے ہے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عام مرتد سے بھی توبہ کا مطالبہ کرنا احناف کے نزدیک مستحب ہے واجب نہیں ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر گستاخ مسلمان کو چند فقہائے احناف کی رائے کے مطابق عام مرتد بھی قرار دیا جائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے اگر کوئی شخص ایسے مرتد کو توبہ کے مطالبہ کے بغیر بھی قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی قصاص و دیت نہیں صرف ترک مستحب کی وجہ سے کراہت واقع ہو جاتی ہے اور یہ معاملہ بھی ایک عام مرتد کا ہے جبکہ شاتم کو تو جمہور فقہائے احناف مرتد خاص قرار دیتے ہیں اور اس کو توبہ کی قبولیت کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں اس حوالے سے راقم کا تفصیلی موقف سوئے حجاز میں دو اقساط میں شائع ہو چکا ہے فقہائے احناف کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب لان الدعوة بلغه

(الھدایۃ: ۲/ ۵۸۴)

مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں کیونکہ دعوت اسے پہنچ چکی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام علیه کره و لاشئی علی القاتل ومعنی الکراهة ههنا ترك المستحب و انتفاء الضمان الان الکفر مبیح للقتل و العرض بعد بلوغ الدعوة غیر واجب

(الھدایۃ: ۲/ ۵۸۴)

اگر اسے اسلام پیش کرنے سے قبل قتل کر دیا گیا تو اس مین کراہت ہے لیکن قاتل پر کوئی شے (دیت یا قصاص) نہیں ہے اور کراہت کا معنی یہ ہے کہ ایک مستحب ترک ہوا ہے کیونکہ کفر قتل کو مباح کر دیتا ہے اور اسلام کا پیش کرنا بلوغ دعوت کے بعد لازم نہیں۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں:

فیستحب عند الحنیفة ان یستتاب المرتد و یعرض علیه الاسلام لاحتمال ان یسلم لکن لایجب

احناف کے نزدیک مستحب ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے اس احتمال سے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/ ۵۵۸)

کافر کی عدم تکفیر سے بھی کفر لازم آتا ہے:

جو لوگ مختلف دلائل شرعی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تکفیر مسلم میں سخت حزم واحتیاط ضروری ہے تو اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر کہنے سے کافر کہنے والے کا اپنا ایمان ضائع ہوسکتا ہے خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے تو دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہو جاتا ہے۔

یعنی اگر وہ شخص جس کی تکفیر کی جائے وہ مستحق کفر ہو اور فی الواقع کافر ہو تو وہ کافر ٹھہرتا ہے بصورت دیگر تکفیر کرنے والے پر کفر لوٹ جاتا ہے کیونکہ اگر کسی مسلمان کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں ہے تو اس کے سب عقائد ایمان پر محمول ہوں گے ایسے شخص کو کافر کہنا دراصل ایمان کو کفر کہنا ہے اور ایمان کو کفر کہنا بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله

اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔

(المائدۃ: ۵)

لہٰذا کسی بھی مسلم کی تکفیر یقیناً گہرے غور و فکر اور تدبر کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ کسی کی تکفیر کرنے میں لغزش خود تکفیر کرنے والے کے لیے خطرہ ایمان ہے لیکن حزم واحتیاط کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر ہی نہ کہا جائے خواہ اس سے کفر صریح کا صدور بھی ہو جائے کیونکہ اللہ رب العزت نے خود حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ اور اس کے

رسول کی تکذیب کرنے والوں کو کافر قرار دیدیں ارشار باری تعالیٰ:

قل یایھا الکفرون — آپ فرما دیجئیے کہ اے کافرو!

(کافرون:۱)

پھر قرآن حکیم میں یہ تصریح بھی ہے:

فمنکم کافر و منکم مومن — بعض تم میں کافر ہیں اور بعض تم میں مومن۔

(التغابن:۲)

لہٰذا تکفیر مسلم میں حزم و احتیاط کا یہ معنی باطل ہے کہ کسی اہل قبلہ کے کفر صریح پر بھی اس کی تکفیر نہ کی جائے کیونکہ جس طرح ایمان کو بلاوجہ کفر قرار دینا کفر ہے اسی طرح کفر کو بھی بلاوجہ ایمان قرار دینا بھی کفر ہی ہے۔

اس لیے ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں امام الحرمین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

(لان ادخال کافر فی الملة الاسلامية (أو اخراج مسلم عنها عظيم في الدين) — کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا دونوں سخت چیزیں ہیں۔

(شرح شفا:۲/۵۰۲)

امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من قال: لا أعرف الكافر كافراً فهو الكافر — جس نے یہ کہا کہ میں کافر کو کافر نہیں سمجھتا تو وہ خود کافر ہے۔

(شرح بدء الامالی ۳۵)

اس طرح شاتم کے کافر ہونے میں شک کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے فقہا کے ہاں یہ الفاظ مشہور ہیں:

من شك في كفره وعذابه فقد كفر — جس نے اس (شاتم) کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔

امام ابن سحنون مالکی کا یہ قول قاضی عیاض نے الشفاء میں اور شیخ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں نقل کیا ہے احناف میں سے بھی امام حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المختار میں اور علامہ ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں امام ابن سحنون کا یہ قول نقل کیا ہے اور امام شامی نے تو ان کے حوالے سے اس بات پر اجماع بھی نقل کیا ہے لہٰذا ان تصریحات سے یہ بات آشکار ہوگئی کہ کسی مسلمان کا کفر صریح دیکھ کر بھی اسے کافر نہ کہنا بھی تکفیر سے ہاتھ روکنے والے کے لیے خطرۂ ایمان ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے حق نے جہاں بھی کسی سے کفر صریح کا صدور دیکھا تو اس کی تکفیر کرنے میں سکوت اختیار نہ فرمایا۔

کافر کی تکفیر نہ کرنے کا ضرر زیادہ ہے:

پھر مضرت کے اعتبار سے کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر قرار دینے کے ضرر سے کسی کافر کو بلا وجہ دائرہ اسلام میں داخل کرنے کا ضرر کہیں زیادہ ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں یعنی مسلمان کی بلا وجہ تکفیر اور کافر کو بلا وجہ مسلمان قرار دینے میں خطرۂ ایمان تو یکساں ہے لیکن کافر کو بلا وجہ مسلمان قرار دینے کی صورت میں مضرت کا دائرہ صرف اس کی تکفیر سے ہاتھ کھینچنے والے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات پوری ملت اور اسلامی معاشرے پر مترتب ہوتے ہیں نکاح، نسب، میراث، ذبیحہ، امامت نماز اور سیاسی حقوق سبھی کچھ متاثر ہوتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں معمولی سا تساہل بھی امت کو بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے چنانچہ جن علمائے کرام نے سلمان تاثیر پر کفر و ارتداد اور گستاخی رسالت مآب ﷺ کا حکم لگایا وہ یقیناً راہ صواب پر ہیں اور انہوں نے بروقت اس کی تکفیر کر کے اپنا علمی و مذہبی فریضہ ادا کیا کیونکہ ایسے شخص کو ملت اسلامیہ میں داخل سمجھنا پوری ملت کے لیے دور رس نتائج وعواقب کا حامل تھا پاکستان کے جمہور مسلمانوں نے اس کے جنازے میں شرکت نہ کی۔ متعدد علمائے کرام نے اس کا جنازہ پڑھانے سے صاف معذرت کر لی۔ اگر کسی نے اس کے لیے منعقد کی جانے والی تعزیتی مجلس میں بھی شرکت کر لی تو اسے توبہ اور تجدید ایمان کے عمل سے گزرنا پڑا۔ اس کی تعزیت

کرنے والوں میں بھی زیادہ تر غیر مسلم ہی تھے۔ چشم بصیرت رکھنے والوں کے لیے یہ سب کچھ کافی ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں:

اس کے باوجود جنہوں نے ہم نہ مانیں کی رٹ لگا رکھی ہے اور ایک شاتم و مرتد کے ساتھ موالات کا اظہار کر رہے ہیں اور علمائے امت کو غیر محتاط اور جاہل قرار دے رہے ہیں بلکہ انہیں ان کی ناکردہ بے احتیاطی کے نتائج و عواقب سے بھی ڈرا رہے ہیں۔ ہماری اس تحریر کی روشنی میں انہیں یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ وہ خود کہاں کھڑے ہیں؟ اور ان کی یہ نام نہاد احتیاط علم کا زعم اور جھوٹی انا نے انہیں اس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ بقول غالب:

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر　　کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

کاش وہ علمائے امت کو ڈرانے کی بجائے خود اللہ کا خوف کھاتے اور کفر کو ایمان سمجھنے سے باز آجاتے ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ پوری قوم کے روبرو یہ دعا مانگیں کہ اللہ ان کا حشر سلمان تاثیر کے ساتھ کر دے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارا حشر غازی ممتاز حسین قادری کے ساتھ کرے۔ ان کے نزدیک غازی ممتاز حسین قادری ظالم ہے اور سلمان تاثیر مظلوم تو پھر انہیں ایک مظلوم کے ساتھ حشر کا آرزو مند ہونے میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے؟ اگر انہیں یہ یقین حاصل ہے کہ وہ راہ صواب پر ہیں تو ہمارا مطالبہ پورا کریں بصورت دیگر ہم یہ چند کلمات بغرض نصیحت و خیر خواہی عرض کیے دیتے ہیں کہ اپنی انا کو اپنے ایمان سے عزیز نہ رکھیں اور اسے حضور ختمی المرتبت ﷺ کی ناموس پر قربان کر دیں کیونکہ اس راہ پر موت بھی آجائے تو وہ حیات جاوداں ہے اس کے برعکس عالم کفر کے سائے تلے زندہ رہنے سے بھی حرص و ہوا کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

حفیظ نے کیا خوب کہا تھا:

جی کے ہوس کو کیا ملا مرگ دوام کے سوا
مر کے حیات جاوداں عشق کو مل گئی حفیظ

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام بھی سن لیں:

شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے

اب انہوں نے پینترا بدلتے ہوئے غازی ممتاز حسین قادری کیساتھ ایک گونہ نرم گوشہ اختیار کیا ہے لیکن معاف کیجئے اس سے ان کی دورنگی کھل کر سامنے آگئی ہے اور ان کی پوزیشن مزید خراب ہوگئی ہے ایسی ہی صورتحال کے لیے کسی نے کہا ہے کہ:

یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا
عشق قاتل سے مقتول سے ہمدردی بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا
سجدہ خالق کو بھی ابلیس سے یارانہ بھی

۵ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس پرفتن دور میں ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حرفِ آخر

جیسا کہ میں نے پایا

چوہدری محمد صادق ☆

اللہ اللہ کیا اعزاز نصیب ہوا ہے مجھ ناچیز کو جو زیر نظر کتاب بعنوان "تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ" جو ابھی طباعت کے مراحل میں ہے کی پروف ریڈنگ کروں اور اس پر اظہارِ خیال بھی کروں۔ یہ ذمہ داری مجھے ملک محبوب الرسول قادری (چیئرمین: انٹرنیشنل غوثیہ فورم) نے سونپی۔ میں نے اُن سے درخواست کی کہ پروف ریڈنگ تو میں بصد دل و جان کرونگا لیکن اظہارِ خیال کے لئے مجھے معذور سمجھیں مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ بعد ازاں تعمیلِ ارشاد سے مفر نہ ہو سکا۔

الحمد للہ کتاب پڑھ کر انتہائی اطمینان ہوا کہ جماعت اہل سنت پاکستان دینی خدمات انجام دینے والی ہر جماعت سے کہیں آگے ہے۔ خالق کائنات نے تخلیق کے وقت ہی نوع انسان کے فرائض اور حقوق کا تعین کر دیا تھا اور ان حقوق کے حصول کی راہ بھی متعین فرما دی کہ اطاعت رب جلیل جل جلالہ اور اطاعت رسول بے مثیل ﷺ لازم و ملزوم بھی ہے اور باعثِ نجات بھی۔ خالق ارض سما نے بالآخر اپنے پسندیدہ دین اسلام کا اطلاق محبوب کائنات، وجہ وجود کائنات، فخر موجودات ﷺ کے ذریعے فرمایا اس کی پیروی میں راہ نجات کی نہ صرف نشاندہی فرما دی بلکہ شاہراہ بخشش کا واضح اور غیر مبہم تعین بھی فرما دیا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں ‏ ‏ یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

☆ سابق آفیسر: اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔۔۔ نشیمن اقبال۔ لاہور

انہی کی پیروی کے تناظر میں "تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے موضوع پر مرتب کی گئی "انوار رضا" کے "تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر" مختلف روحانی، علمی اور ادبی شخصیات کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں مقام رسول اللہ ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کے بارے میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرت کاملہ نے گستاخان رسول پر جو عذاب و عتاب نازل فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان میں گستاخی کے مرتکب ہونے والوں کو جو کی سزائیں دیں اور بعد ازاں ایسے ہی شاتمان رسول کی اس سزا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل درآمد جاری رکھا کا آیات قرآنی، احادیث مبارکہ کے حوالہ جات کے ساتھ تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ائمہ کبار اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مفتیان رحمہم اللہ کے فتاویٰ جات کو بھی کتاب ہذا "انوار رضا" کے "تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر" میں شامل کیا گیا ہے۔ ان مردانِ مجاہد، غازیان اور شہدا (جنہوں نے گستاخانِ رسول کو جہنم واصل کر کے خود جامِ شہادت نوش کیا) کے روح پرور کارناموں کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ المختصر ہر لکھنے والے نے اپنے اپنے انداز و اسلوب اور اپنی اپنی علمی و ادبی بصیرت کے مطابق جو کچھ لکھا ہے لائق صد ستائش ہے۔ اس گمراہی کے دور میں اس قسم کی کتاب کا شائع ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر کثیر عطا فرمائے۔

آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کی حقیقتوں کو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم ذرا اس بات پر غور کر لیں کہ اللہ جل جلالہ اور اس کے فرشتے ہمہ حال حضورِ اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور ایمان والوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ آپ پر درود اور سلام بھیجا کریں۔ ستر ہزار فرشتے جو روزانہ آپ کی ذاتِ اقدس پر درود بھیجنے پر معمور ہیں۔ جنہیں ایک بار حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ سبحان اللہ! آپ کی ذاتِ گرامی خالق کائنات کو کس قدر محبوب ہے؟ ان کی ذات کتنی ارفع و اعلیٰ ہے؟ جن پر درود و سلام بھیجنے کا کتنی باقاعدگی سے اہتمام ہے؟ دنیا میں آپ کو بھیجے جانے پر خالق کائنات ناز کر رہا ہے۔ پوری کی پوری کائنات کا نقشہ بدل رہا ہے۔ ظلمتیں مٹ رہی ہیں۔ ہر

طرف نور ہی نور پھیلا جا رہا ہے۔ بت منہ کے بل گر رہے ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے محلوں کے کنگر گر پڑتے ہیں۔ وقتِ ولادت آپ کو غسل دینے کی نوبت آتی ہے تو غیب سے ندا آتی ہے رہنے دو ہم نے انہیں پاک صاف ہی بھیجا ہے۔ پالنے میں لیٹے ہیں چاند بلائیں لے رہا ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کے بیان کے بارے میں جہاں تاریخ گواہ ہے وہاں قرآن بھی شاہد ہے۔ "اے پیغمبر! تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔"

ستم ظریفی یہ کہ ہمارے بعض دوستوں کی سوئی "مثلکم" پہ اٹکی ہوئی ہے "مثلکم" تو وہ ہیں لیکن ایسے بھی نہیں کہ جیسے وہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اُن کی نظریں "یوحی" پہ نہ جانے کیوں نہیں پڑتیں؟

مثلکم ہی سہی انسان مگر آج کی رات عرش پہ کرنے گیا وہ بسر آج کی رات

آپ ﷺ پر تو وحی نازل ہو رہی ہے جبکہ اپنے جیسا کہنے والوں پر شیطان حملے کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قہر و غضب سے ڈرنا چاہیئے جس کا واضح ارشاد ہے کہ جس نے میرے محبوب کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ جو میرے محبوب کا گستاخ ہے دشمن ہے وہ میرا بھی گستاخ اور دشمن ہے۔ جو میرے محبوب کی شان میں ذرا سی بھی گستاخی کرے گا اس کے لئے سخت عذاب ہے آج کے مسلمان کا قرآن اور صاحب قرآن سے تعلق بہت کمزور ہو گیا ہے۔ آپس میں اتحاد اور اتفاق کا فقدان ہے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس لئے فرمایا تھا کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے لے کرتا بخاک کاشغر

یہی وجہ ہے غیر مسلم اتنے نڈر اور بیباک ہو گئے ہیں کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں سب وشتم ہونے لگا ہے۔ یہود و ہنود مغربی عیسائی ممالک میں آزادیٔ اظہار کی آڑ میں کسی نہ کسی طریقے سے آپ کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے۔ ڈنمارک میں خاکوں کی شکل میں، امریکہ میں مضامین کی شکل میں، مغربی معاشروں میں روشن خیالی کے پیرائے میں سب وشتم جاری رہتا ہے۔ حیرت اِس بات پر ہے کہ جس ذاتِ ذی وقار

نے احترامِ آدمیت، شرفِ انسانیت کا اور اخلاق معلیٰ کا درس دیا۔ جس کے ماننے والوں نے جاہل یورپ کو علم و کمال اور معاشرتی ترقی کی معراج پہ پہنچایا اسی یورپ کے بد باطن اور بد خواہ افراد (نعوذ باللہ) چاند پر تھوکنے کی کوشش میں اپنے چہروں کو غلیظ اور ذلیل کر رہے ہیں۔ رب کریم ان ننگِ انسانیت افراد کو ہدایت دے یا پھر ان کو ابو جہل، ابولہب، فرعون، شداد اور دیگر شاتمانِ رسول کو عبرت ناک انجام سے دو چار کرے۔ ایسے بدبختوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ملت اسلامیہ کو عمر بن عبد العزیز، خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حکمران عطا کرے نیز غازی احمد دین، غازی میاں محمد شہید، غازی غلام محمد شہید، غازی علم دین شہید جیسے غیرت مند جوانان جنہوں نے گستاخِ رسول کو جہنم رسید کر کے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس کی لحہ بہ لحہ مکمل رپورٹ کو اس نمبر میں ایسے شامل کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو شریکِ کارواں سمجھتا ہے۔

جیسا کہ "تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ نمبر" میں مذکور ہے پاکستان میں ۹۶۴ شاتمانِ رسول کے خلاف مقدمات درج ہوئے جن میں ۴۷۹ مسلم، ۳۴۰ احمدی، ۱۱۹ عیسائی اور ۲۶ ہندو اور دیگر اقلیتوں کے لوگ شامل ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ابھی تک کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی۔ یوں حکم خداوندی کی صریح خلاف ورزی کی گئی جبکہ خود رسول معظم ﷺ کے ارشادِ گرامی پر بہت سے گستاخانِ رسول کو قتل کیا گیا۔ یہاں تک کہ عبد اللہ بن خطل جو خانہ کعبہ کے غلاف کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا اُسے پکڑ کر خانہ کعبہ میں ہی قتل کیا گیا۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات زیرِ نظر کتاب میں مذکور ہیں جن میں سے کسی نے اپنے گستاخ باپ کو قتل کیا۔ کسی نے اپنی بہن کو اور کسی نے اپنی بیوی کو گستاخیِ رسول کی وجہ سے قتل کیا۔ صد افسوس...... ہمارے اربابِ اختیار احکامِ خداوندی پر عمل کرنے، کرانے سے کیوں گھبرانے لگے ہیں بلکہ اسے منسوخ کرنے کے درپے ہیں۔ رب العزت ہدایت دے۔ آخری گزارش..........

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا رنگ
سارے عام پر چھڑک دو گنبد خضرا کا رنگ

شکریہ

سادات کرام

مفکر اسلام پیر سید عبد القادر شاہ جیلانی (یو۔کے)	حضرت پیر سید محمد انور حسین شاہ کاظمی سجادہ نشین: دربار عالیہ کاظم آباد شریف کھوئی رٹہ آزاد کشمیر
حضرت پیر سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین: دربار عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان	حضرت پیر سید مبارک علی شاہ گیلانی سجادہ نشین: دربار عالیہ حضرت محبوب ذات رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری کیئر اینڈ ریلیف فاؤنڈیشن، یو۔کے	حضرت پیر سید کمال محی الدین شاہ گیلانی دربار عالیہ حضرت محبوب ذات۔ منڈیر شریف سیالکوٹ
حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بہاری شریف آزاد کشمیر	حضرت پیر سید فرید الدین شاہ گیلانی فیض پور شریف آزاد کشمیر
حضرت پیر سید انعام الحسنین کاظمی زنجانی چشتی نظامی چراغِ دربار عالیہ خانو بارنی شریف، لاہور	حضرت پیر سید غلام یٰسین شاہ گیلانی فیض پور شریف آزاد کشمیر
حضرت پیر سید مصطفےٰ اشرف رضوی خانقاہ قادریہ رضویہ حزب الاحناف لاہور	حضرت سید عبد اللہ شاہ قادری چک نمبر ۱۵ شمالی منڈی بہاؤ الدین
حضرت علامہ سید طاہر حسین شاہ بخاری چکسواری آزاد کشمیر	حضرت صاحبزادہ سید محمد عاصم گیلانی منڈیر شریف سیالکوٹ
حضرت صاحبزادہ سید محمد طارق شاہ سیفی اسلام آباد	حضرت صاحبزادہ سید غفران اشرف گیلانی (مریدکے)
حضرت سید عابد حسین بخاری چکقام۔ وادی لیپا۔ آزاد کشمیر	علامہ سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان

مشائخ عظام

حضرت پیر محمد عتیق الرحمن فیض پوری سجادہ نشین: آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف آزاد کشمیر	حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی آستانہ عالیہ راوی ریان شریف
حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی سجادہ نشین: آستانہ عالیہ چشتیہ بیربل شریف	حضرت پیر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول اسلام آباد
حضرت علامہ پیر محمد اسماعیل فقیر الحسنی دربار عالیہ شاہ والا شریف ضلع خوشاب	حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری سجادہ نشین: دربار عالیہ مراڑیاں شریف گجرات
حضرت پیر محمد اسلم شہزاد آستانہ عالیہ قادریہ لاہور	حضرت پیر عزیز رسول صدیقی سیفی جامعہ عزیز المدارس ملتان
حضرت پیر محمد طفیل ہجویری قادری کوٹلی آزاد کشمیر	خلیفہ غلام صمدانی سیالوی باغ ضلع جھنگ

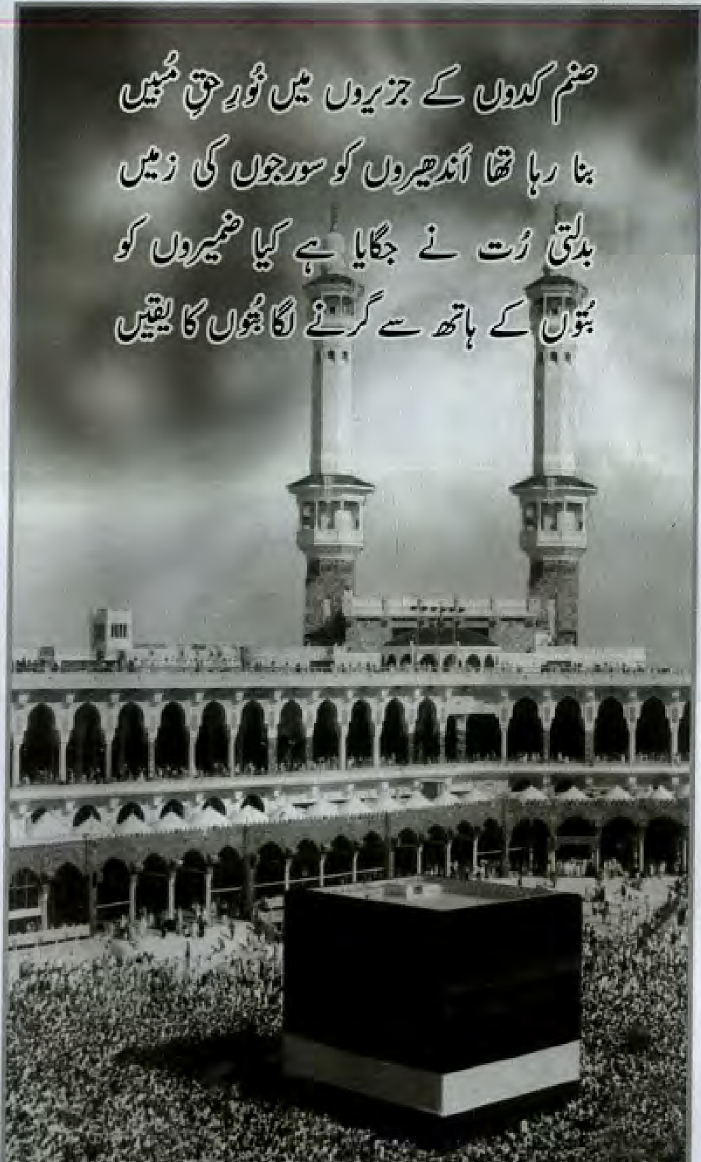
زعماء ملت و دینی اسکالرز

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان ایٹمی سائنس دان اسلام آباد	جسٹس (ر) میاں نذیر اختر رکن: اسلامی نظریاتی کونسل
حضرت محقق العصر مفتی محمد خان قادری بانی وسربراہ: جامعہ اسلامیہ لاہور	حضرت علامہ محمد خلیل الرحمن قادری رکن: مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان
قاری محمد زوار بہادر صدر: جمعیت علماء پاکستان پنجاب	حضرت پیر توصیف النبی نقشبندی مجددی گوالمنڈی۔لاہور
ماہ رخ خان قادری کاونٹری۔یوکے	پروفیسر قاری محمد مشتاق انور ادارہ صوت القرآن جوہر آباد، پاکستان
حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	مفتی محمد رفیق اشرفی خانقاہ اشرفیہ رائے ونڈ روڈ لاہور

اصحابِ علم وقلم وخیر

پیر اعجاز احمد ہاشمی صدر: جمعیت علماء پاکستان	الحاج محمد اکرم EASTEC لاہور
پروفیسر مرزا مجاہد احمد بھائی پھیرو	الحاج شفیق الرحمن دبئی
انجینئر محمد طاہر فاروق نورانی دبئی	محمد عثمان رضوی دارالعلوم۔لاہور
جبار مرزا کالم نگار جنگ۔اسلام آباد	مولانا محمد اشتیاق قادری (یو۔کے)
راجا رشید محمود شاعرنعت۔لاہور	محمد صادق چودھری نشیمن اقبال لاہور
رائے محمد نواز کھرل بکھرا۔چنیوٹ	عبدالمجید ساجد (جنگ۔لاہور)
پروفیسر ملک الطاف عابد اعوان جوہر آباد	رائے محمد اقبال سکھیکی
حاجی عطاء اللہ خان نیازی متولی، خانقاہ مجاہد ملت، میانوالی	الحاج پیر ظفر حسین ظفر ظفر دارالکتابت لاہور
الحاج ملک محمد جمیل اقبال گگے زئی (ڈڈیال۔آزاد کشمیر)	مولانا غلام مصطفےٰ گجرات
قاری محمد نوید قادری جامعہ اسلامیہ لاہور	ڈاکٹر محمد یونس دانش حیدرآباد (سندھ)
حیدر رضا گولڑوی (ریسرچ سکالر) پنجاب یونیورسٹی لاہور	ملک طارق محمود روپڑ اعوان محقق اعوانیات۔راولپنڈی

آخری جملہ یہ ہے کہ ان حضرات کے علمی وعملی اور قلمی تعاون کے بغیر شاید یہ عظیم کارِ خیر تکمیل کو نہ پہنچ پاتا۔ان کی غائبانہ دعائیں اور نیک تمنائیں بھی ہمارا عظیم سرمایہ ہیں۔رب کریم ان تمام احباب کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ ویٰسین ﷺ


صنم کدوں کے جزیروں میں نُورِ حقِ مُبیں
بنا رہا تھا اندھیروں کو سورجوں کی زمیں
بدلتی رُت نے جگایا ہے کیا ضمیروں کو
بُتوں کے ہاتھ سے گرنے لگا بُتوں کا یقیں


دریائے روشنی کی روانی
لوح و قلم کا عہد جوانی یہی مقام
عشق و وفا کی پھول کہانی یہی مقام
عالی اُدب سے تشنہ لبی دُور ہو جہاں
دریائے روشنی کی روانی یہی مقام



عرش سے افضل مقام

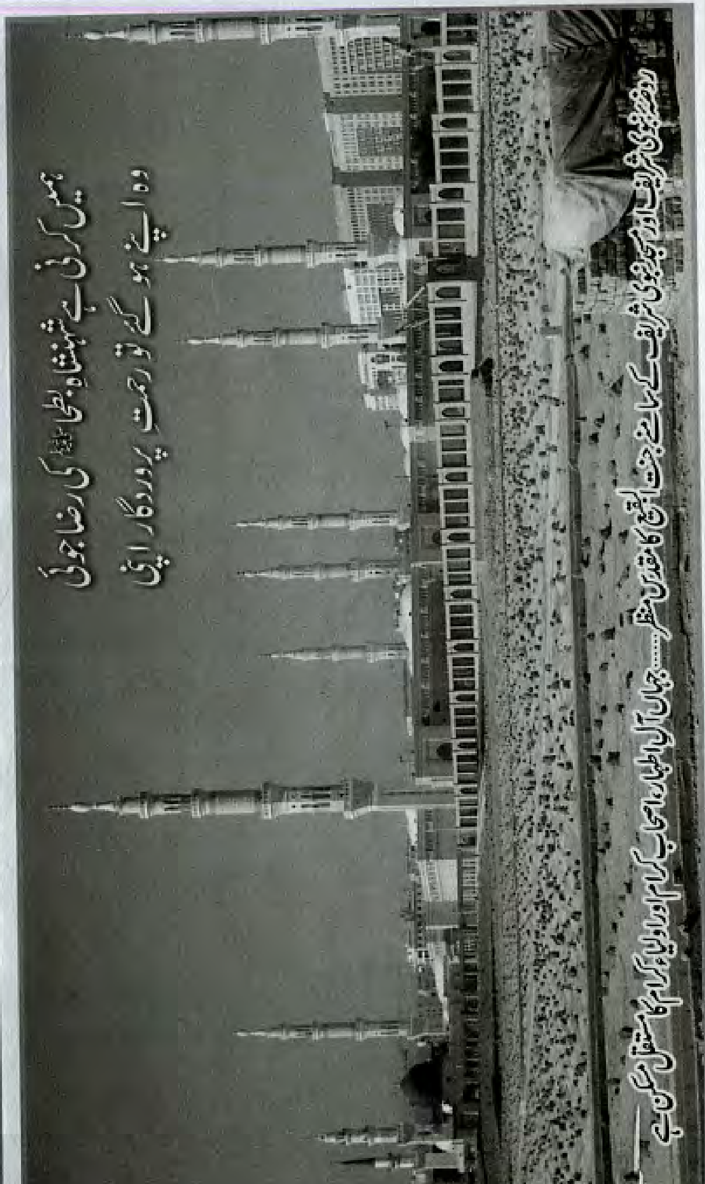
آرام گہِ سَرورِ کونین ﷺ یہاں ہے
کِرنوں سے بھری ایسی زمیں اَور کہاں ہے؟
اِس خاک سے لیتے ہیں جنم انجم و خورشید
یہ خطۂ پُر نُور کہ توقیرِ جہاں ہے


وہ کمال حسنِ حضور ﷺ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
شہر محبوب ﷺ کا ایک قدیم منظر


شہر آرزو مدینہ منورہ میں روضۂ انور کے سامنے مبارک چھتریوں کا دلکش منظر

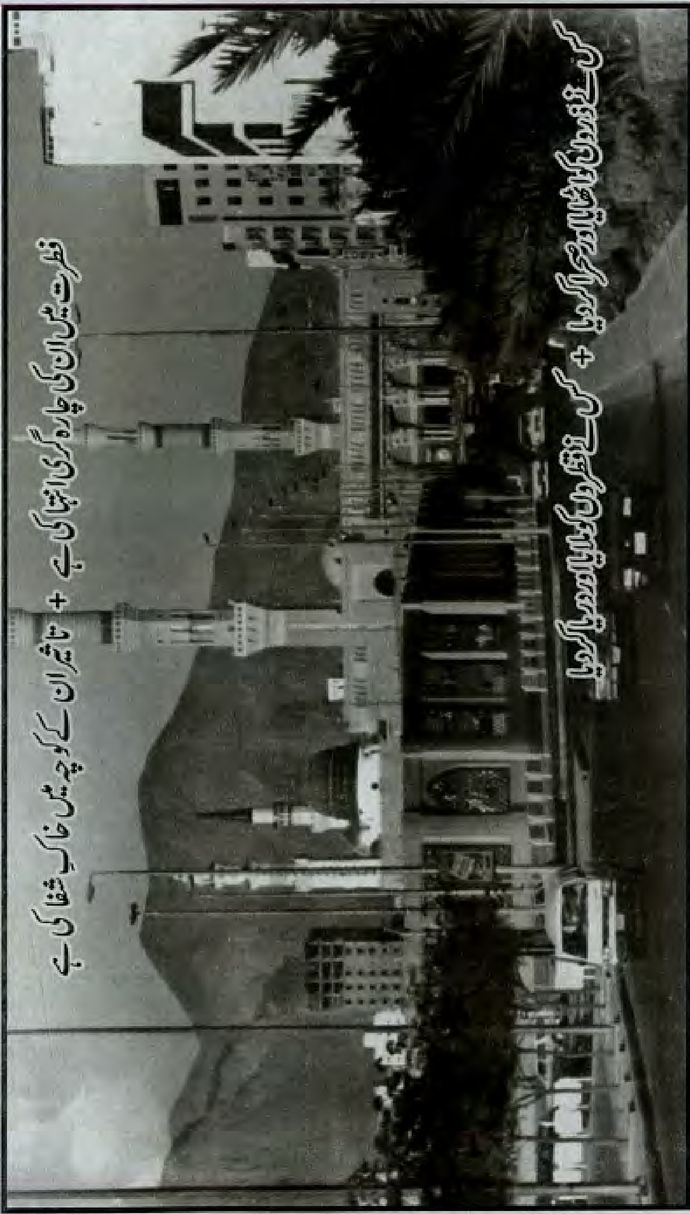

حجرۂ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دروازہ
ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم
السلام! اے خاتونِ جنت وقیامت السلام

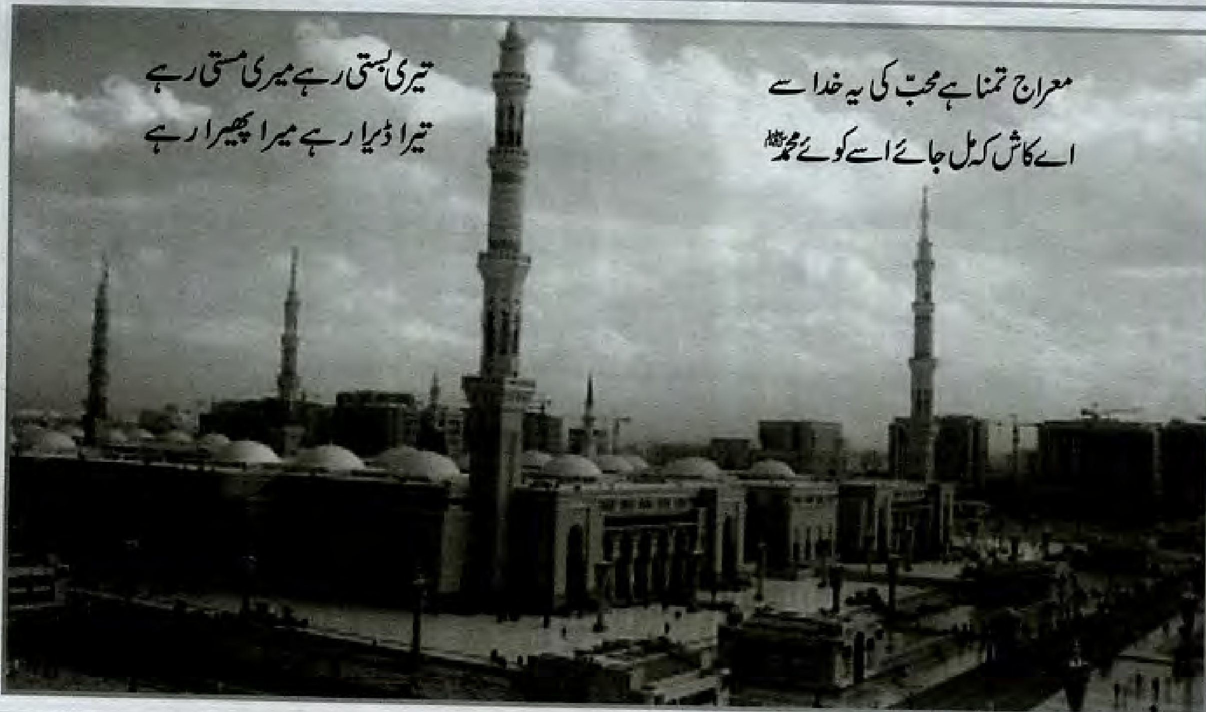

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات۔۲)
اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس
میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو
رب نے جو لا ترفعوا اصواتکم فرما دیا
عظمتِ سرکار (ﷺ) کا ہم کو سبق سکھلا دیا


ہمیں کرنی ہے شہنشاہِ بطحا ﷺ کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمتِ پروردگار اپنی
روضۂ نبوی شریف اور مسجد نبوی شریف کے سامنے جنت البقیع کا مقدس منظر...... جہاں آلِ اطہار، اصحاب کرام اور اولیاء کرام کا مستقل مسکن ہے


آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا


اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں + بندہ ہے تنہا شہا، تم پر کروروں درود
سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے


فطرت میں ان کی چارہ گری انتہا کی ہے + تاثیر ان کے کوچہ میں خاکِ شفا کی ہے
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا + کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا


معراج تمنا ہے محبّ کی یہ خدا سے
اے کاش کہ مل جائے اسے کوئے محمد ﷺ
تیری بستی رہے میری مستی رہے
تیرا ڈیرا رہے میرا پھیرا رہے


النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم
نبی ﷺ مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں
فدایم ہزاراں بجانِ گرامی + بہ آں شہرِ خوبی، چناں شہریارے (جامی)
میں ہزار جان سے اس شہر مبارک پر فدا ہوں اور اس محترم شہریار پر فدا ہوں

ہیں کس قدر عظیم زمانے میں شخصیات
زرّیں ہے جن کے نام سے تاریخِ شش جہات
روشن ترین اُن میں محمد ﷺ کا نام ہے
جو جگمگا رہا ہے سرِ لوحِ کائنات





علم و عرفاں کے خزانے اِسی مسجد میں ملے
عُمر بھر جاگے زمانے اِسی مسجد میں ملے
رب کا گھر جن کے لیے اپنے گھروں سے بھی عزیز
ایسے دِلدار گھرانے اِسی مسجد میں ملے


فکر و علم و آگہی ......شہرِ نبی ﷺ
نقشِ حُسنِ سادگی ......شہرِ نبی ﷺ
تار صدیوں میں مُنارہ نُور کا
روشنی ہی روشنی ...... شہرِ نبی ﷺ

نورانی ڈائری 2014ء

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے ☆☆☆☆ ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

فیضانِ نظر
حضور قبلہ پیر سید
میراں کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نظرِ کرم
حضرت سید
پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

علوم اسلامیہ و عصریہ کی عظیم و اپنی مثال آپ معیاری درسگاہ

جامعہ الکرم اسلامک سنٹر
اینڈ علی ماڈل سکول

خطہ سادات بڑی خانقاہ شریف بہاری تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر

زیر سرپرستی
پیر طریقت رہبر شریعت حضور قبلہ پیر
سید فیض الحسن شاہ صاحب
سجادہ نشین
دربار عالیہ بڑی خانقاہ شریف بہاری

شعبہ جات: درس نظامی، حفظ القرآن، کمپیوٹر لیب، تجوید و قرأت، پانچویں کلاس تا میٹرک کلاسز کا آغاز ہو چکا ہے

خوشخبری: جامعہ الکرم للبنات کا قیام: جسمیں علاقہ کی بچیاں حفظ القرآن تجوید و قرأت سکول کی تعلیم دی جائے گی۔

خصوصیات ادارہ ھذا: صاف ستھرا ماحول، محنتی اساتذہ اکرام
تعمیر اخلاق و سیرت، روحانی تربیت کے علاوہ بہترین کھانا رہائش و علاج وغیرہ

اپیل

دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والوں سے گزارش ہے جامعہ کے رہائشی طلباء کیلئے کمرہ جات کی تعمیر، میٹریل کی صورت میں یا نقد کی صورت میں: طلباء کے طعام و انصرام اور دیگر اخراجات میں معاونت فرمانے کیلئے ادارہ میں خود تشریف لائیں۔



برائے رابطہ تعاون
پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید **فیض الحسن شاہ بخاری**

استاذ العلماء صاحبزادہ **سید طاہر حسین شاہ بخاری** (پرنسپل ادارہ ہذا) **0345-8526887**

شعبہ نشر و اشاعت: انجمن محبان محمد ﷺ (بہاری شریف) ڈڈیال آزاد کشمیر پاکستان
0345-5672365 0300-5169745

Quarterly

ANWAR-E-REZA

Jauhar Abad

Vol. 8, No.1,2,3. 2014



نامور قلم کار اور معروف صحافی **ملک محبوب الرسول قادری** کے زیر ادارت

ابلاغ دین کی بین الاقوامی تحریک



انٹرنیشنل غوثیہ فورم **زاویۂ قادریہ** سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) سرگودھا روڈ جوہرآباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com